تفسیرِ صافی

(جلد پنجم)

سورۃ طٰہٰ تا سورۃ السجدہ

—: تالیف :—

مفسّر محمد بن مرتضیٰ المعروف بہ ملّا فیض کاشانی

—: ترجمہ و تلخیص :—

مولانا سیّد تلمیذ حسنین رضوی

—: شائع کردہ :—

ادارۂ نشر دانش، نیو جرسی، امریکا

128, Oak Creek Road,
East Windsor, NJ-08520 (USA)

—: ملنے کا پتا :—

محفوظ بک ایجنسی ❁ مارٹن روڈ کراچی

Tel: 4124286- 4917823 Fax: 4312882
E-mail: anisco@cyber.net.pk

محفوظ MBA

جملہ حقوق محفوظ بحقِ مولانا تلمیذ حسنین رضوی
و ادارۂ نشرِ دانش، نیو جرسی، امریکا
کتاب ''تفسیرِ صافی جلد پنجم'' کاپی رائٹ ایکٹ ۱۹۶۲ء، گورنمنٹ آف پاکستان کے تحت
بحقِ ادارۂ نشرِ دانش رجسٹرڈ ہے، لہٰذا اس کتاب کے کسی حصّے کی طباعت و اشاعت، انداز تحریر،
ترتیب و طریقے، جُز یا کل کسی سائز میں نقل کر کے بلا تحریری اجازت مترجم و ناشر غیر قانونی ہوگی۔

نام کتاب: ..... تفسیرِ صافی جلد پنجم

تالیف: ..... مفسر محمد بن مرتضیٰ المعروف بہ ملّا فیض کاشانی

تلخیص و ترجمہ: ..... مولانا سیّد تلمیذ حسنین رضوی

کمپوزنگ: ..... احمد گرافکس، کراچی

سرورق: ..... رضا گرافکس

طبعِ اوّل: ..... رجب ۱۴۳۶ھ / مئی ۲۰۱۵ء

ناشر: ..... ادارۂ نشرِ دانش، نیو جرسی، امریکا

ملنے کا پتا: ..... محفوظ بک ایجنسی، مارٹن روڈ، کراچی

ہدیہ: ..... ۷۵۰ روپے

—: ملنے کا پتا :—

محفوظ بک ایجنسی ❁ مارٹن روڈ کراچی

Tel: 34124286, 34917823 Fax: 34312882
E-mail: aniscopk@yahoo.com

انتساب

والدِ گرامی حجۃ الاسلام مولانا سیّد اظہار الحسنین رضوی

کے نام

جن کے فیضِ تربیت نے اِس منزل تک پہنچایا

اور

والدۂ ماجدہ نجمہ خاتون

کے نام

جن کی دعائیں اور نیک تمنّائیں ہمیشہ میرے لیے مشعلِ راہ ہیں

سیّد تلمیذ حسنین رضوی

اظہارِ تشکر

میں تفسیر صافی کی پانچویں جلد کی اشاعت کے لیے اپنے عزیز دوست جناب طاہر حسین صاحب کا صمیمِ قلب سے شکر گزار ہوں، جنھوں نے ان کی طباعت کی ذمے داری قبول فرمائی ہے۔ خداوندِ عالم اُنھیں جزائے خیر عطا فرمائے اور صحت و سلامتی کی دولت سے نوازتا رہے۔ قارئینِ کرام سے گزارش ہے کہ برائے ایصالِ ثواب:

مرحوم احمد کریم ابن کریم رحیم، غلام حسین ابن علی محمد ہیر اوالا، سکینہ بنت منجی مٹھانی، محسن ہیر اوالا بن غلام حسین ہیر اوالا، شاہدہ ہیر اوالا، غلام حسین کرمالی، زرینہ بنتِ جعفر، کریم رحیم اور فاطمہ غلام علی ایک سورۂ فاتحہ اور تین بار سورۂ اخلاص کی تلاوت فرمائیں۔

الملتمس: سید تلمیذ حسنین رضوی

فہرست مضامین

سورۂ طٰہٰ

۱۔ سورۂ طٰہٰ کا مفہوم ۱۶
۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز ..... ۱۶۔۱۷
۳۔ تشقی کا مفہوم ۱۷
۴۔ استوی کے معنیٰ ۱۸
۵۔ مابینھما وماتحت الثریٰ سے کیا مراد ہے ..... ۱۸۔۱۹
۶۔ سرّ واخفی کیا ہے ۱۹
۷۔ اسمائے حسنیٰ کی تعداد ۱۹
۸۔ حضرت موسیٰؑ اور وادی طویٰ ۲۰
۹۔ حضرت اور آگ کی تلاش ۲۱
۱۰۔ فاخلع نعلیك کا مطلب ۲۲
۱۱۔ حضرت موسیٰؑ اور انتخاب خدا ۲۳
۱۲۔ اقم الصلوٰۃ لذکری کا مفہوم ۲۴
۱۳۔ حضرت موسیٰؑ سے سوال اور اس کا جواب ۲۵
۱۴۔ حضرت موسیٰؑ کو معجزات کی عطا ..... ۲۶۔۲۷
۱۵۔ حضرت موسیٰؑ کی دعا ..... ۲۷۔۲۸
۱۶۔ فرعون کا قوم بنی اسرائیل سے سلوک ۲۸
۱۷۔ حضرت موسیٰؑ کا امتحان ..... ۲۸۔۲۹
۱۸۔ موسیٰؑ کی التجا، شرف قبولیت حاصل کی ۳۱
۱۹۔ مادر موسیٰؑ کی طرف وحی ۳۱
۲۰۔ تابوت کے سپرد ۳۱
۲۱۔ موسیٰؑ کی بہن کا تعاقب ۳۲
۲۲۔ مادر موسیٰؑ کا حمل مخفی رہا ..... ۳۲۔۳۳
۲۳۔ موسیٰؑ نیل کے سپرد ۳۳
۲۴۔ موسیٰؑ کا صندوق اور فرعون کا محل ..... ۳۳۔۳۴
۲۵۔ موسیٰؑ کی بہن کا کردار ۳۴
۲۶۔ موسیٰؑ اپنی والدہ سے کتنا عرصہ دور رہے ۳۴
۲۷۔ موسیٰؑ کا کسی نفس کو قتل کرنا ۳۴
۲۸۔ اہل مدین کے پاس قیام ۳۵
۲۹۔ موسیٰؑ کا انتخاب ۳۵
۳۰۔ موسیٰؑ اور ان کے بھائی کو حکم ۳۵
۳۱۔ موسیٰؑ اور ہارونؑ کو فرعون کی طرف روانہ کرنا ۳۶
۳۲۔ انداز گفتگو کیا ہو ..... ۳۶۔۳۷
۳۳۔ حضرت موسیٰؑ کا اندیشہ ۳۷
۳۴۔ اللہ کی تسلّی کے الفاظ ۳۷
۳۵۔ موسیٰؑ اور ہارونؑ نے فرعون سے کیا کہا ۳۸
۳۶۔ فرعون کا رب کے بارے میں سوال ۳۹
۳۷۔ حضرت موسیٰؑ کا جواب ۳۹
۳۸۔ اللہ کے انعامات واکرام ..... ۴۰۔۴۱
۳۹۔ اولو لنھی کون ہیں ۴۱
۴۰۔ مٹی سے خلقت اور اسی کی طرف واپسی ۴۲
۴۱۔ فرعون کا نشانیاں دیکھ کر انکار ۴۲
۴۲۔ فرعون کا اعتراض ۴۲
۴۳۔ مقابلے کا دن طے پا گیا ۴۳
۴۴۔ جادوگروں کا اختلاف ۴۴
۴۵۔ فرعون کا موسیٰؑ و ہارونؑ کو جادوگر کہنا ۴۴
۴۶۔ جادوگروں نے پہل کی ۴۶
۴۷۔ حضرت موسیٰؑ نے عصا ڈالا ۴۷
۴۸۔ جادوگروں کا ایمان لانا ۴۷
۴۹۔ فرعون کی دھمکی ۴۸
۵۰۔ جادوگروں کا فرعون کو جواب ۴۹
۵۱۔ مومنین کا انجام ۵۱
۵۲۔ موسیٰؑ کا بندگان خدا کو نجات دلانا ۵۰
۵۳۔ فرعون کا اپنی قوم کو گم راہ کرنا ۵۲
۵۴۔ بنی اسرائیل پر احسانات کا تذکرہ ۵۳
۵۵۔ توبہ اور عمل صالح کرنے والے کی مغفرت ۵۴
۵۶۔ اِنِّی لَغَفَّار کی تفسیر ۵۵
۵۷۔ چار ابواب سے مراد ۵۵
۵۸۔ مشتاق الٰہی کی کیفیت ..... ۵۶۔۵۷
۵۹۔ سامری نے گم راہ کیا ۵۷
۶۰۔ موسیٰؑ کا غصے میں واپس آنا ۵۷
۶۱۔ موسیٰؑ کا قوم سے سوال ۵۸
۶۲۔ سامری نے بچھڑا بنایا ۵۸
۶۳۔ ہارونؑ نے قوم سے کیا کہا ۵۹

۶۴۔ قوم کا جواب ۶۰
۶۵۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ پر الواح نازل کیں ۶۱
۶۶۔ موسیٰؑ اور ہارونؑ سے باز پرس ۶۱
۶۷۔ حضرت ہارونؑ کا جواب ..... ۶۱۔۶۲
۶۸۔ موسیٰؑ اور سامری سے سوال ۶۲
۶۹۔ موسیٰؑ نے سامری سے کیا کہا ..... ۶۳۔۶۴
۷۰۔ معبود کی صفات ۶۴
۷۱۔ نفخ صور اور مجرمین ۶۵
۷۲۔ مجرمین کے قیام کی مدّت ..... ۶۶۔۶۷
۷۳۔ پہاڑوں کے بارے میں سوال ۶۷
۷۴۔ رحمٰن کے سامنے تمام آوازوں کا دب جانا ۶۸
۷۵۔ اجتماع روز قیامت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد ..... ۶۸۔۶۹
۷۶۔ شفاعت کا حق کس کو ہے ۷۰
۷۷۔ مخلوقات اور علم قدرت ۷۱
۷۸۔ تکمیل وحی سے قبل تلاوت نہ کریں ۷۲
۷۹۔ سب سے بڑا عالم کون ہے ۷۲
۸۰۔ آدم علیہ السلام کا عہد ..... ۷۳۔۷۴
۸۱۔ آدمؑ اور ان کا نسیان ..... ۷۴۔۷۵
۸۲۔ انبیاء کے اولوالعزم سے عہد ۷۵
۸۳۔ آدمؑ کو دشمنوں سے آگاہی ۷۵
۸۴۔ جنت کے فائدے ۷۶
۸۵۔ شیطان کا وسوسہ ۷۶
۸۶۔ آدمؑ کا عصیان ۷۶
۸۷۔ آدمؑ کا انتخاب ۷۷
۸۸۔ آدمؑ وحوّا کی زمین پر آمد ۷۸
۸۹۔ ہدایت سے روگردانی کا نقصان ..... ۷۸۔۷۹
۹۰۔ آثار اور قوموں کی ہلاکت ۸۰
۹۱۔ تسبیح رب کے اوقات ۸۱
۹۲۔ نبی کو دنیا کی شان وشوکت سے دوری کا حکم ۸۲
۹۳۔ اولاد کو کیا حکم دینا ہے ۸۲
۹۴۔ اہل مکّہ کا مطالبہ ۸۴
۹۵۔ ولی کا تعارف ۸۵
۹۶۔ سورۂ طٰہٰ کی تلاوت کا ثواب ۸۵

سورۂ الانبیاء

۹۷۔ قیامت کی شرائط ۸۶
۹۸۔ ذکر رب اور لوگوں کی غفلت ۸۷
۹۹۔ رسول کے بشر ہونے پر اعتراض ۸۷
۱۰۰۔ اللہ ہر بات کو جانتا ہے ۸۸
۱۰۱۔ رسولؐ پر شاعر ہونے کا الزام ۸۸
۱۰۲۔ سابقہ معجزات کی طرح معجزات کی طلب ۸۹
۱۰۳۔ مومنین کو نجات، مسرفین کو ہلاکت ۹۰
۱۰۴۔ ظالمین کا اعتراف ..... ۹۱۔۹۲
۱۰۵۔ ظالمین کا انجام ۹۲
۱۰۶۔ آسمان وزمین کی تخلیق کا مقصد ۹۲
۱۰۷۔ اللہ کی ذات لہولہب سے پاک ۹۳
۱۰۸۔ فرشتوں کی عبادت کا انداز ..... ۹۴۔۹۵
۱۰۹۔ دو معبود کیوں نہیں ۹۶
۱۱۰۔ خدا کے کام پر کوئی اعتراض نہیں کرسکتا ۹۷
۱۱۱۔ ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ کا مفہوم ۹۷
۱۱۲۔ کس نے کہا فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں ۹۸
۱۱۳۔ نصاریٰ کا عقیدہ ۹۸
۱۱۴۔ فرشتوں کے اخلاق ۹۹
۱۱۵۔ فرشتے کس کی شفاعت کریں گے ۱۰۰
۱۱۶۔ اللہ سے ڈرنے والے ۱۰۱
۱۱۷۔ رَتْقًا وَفَفَتَقْنٰهُمَا کا مفہوم ..... ۱۰۲۔۱۰۳
۱۱۸۔ ہر شے پانی سے زندہ ہے ۱۰۳
۱۱۹۔ پہاڑوں کا مقصد ۱۰۴
۱۲۰۔ آسمان چھت ہے ..... ۱۰۴۔۱۰۵
۱۲۱۔ ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے ۱۰۵
۱۲۲۔ انسان کی آزمائش ۱۰۵
۱۲۳۔ انسان جلد بازی کا ضمیر ہے ۱۰۷
۱۲۴۔ قیامت کے اثرات ۱۰۷
۱۲۵۔ رسولوں کا مذاق اُڑانا ۱۰۸
۱۲۶۔ انسان کا محافظ کون ہے ۱۰۹
۱۲۷۔ استدراج کیوں ہے ۱۰۹
۱۲۸۔ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ کا مفہوم ۱۱۰
۱۲۹۔ قیامت اور میزان عدل ..... ۱۱۲۔۱۱۱
۱۳۰۔ موسیٰؑ کو ضیا اور ہارون کو فرقان کیوں کہا جاتا ہے ۱۱۳
۱۳۱۔ ابراہیمؑ کی فہم وفراست ۱۱۳
۱۳۲۔ ابراہیمؑ کا منہ بولے باپ اور قوم پر اعتراض ۱۱۴

۱۳۳۔ ان کا جواب کیا تھا ۱۱۵
۱۳۴۔ ابراہیمؑ کا جواب ۱۱۵
۱۳۵۔ ابراہیمؑ کا بتوں کے ساتھ سلوک ۱۱۵
۱۳۶۔ بتوں کے توڑنے والے کی تلاش ۱۱۶
۱۳۷۔ ابراہیمؑ سے باز پرس ۱۱۷
۱۳۸۔ ابراہیمؑ کا استدلال ۱۱۷
۱۳۹۔ لوگوں کا ابراہیمؑ کے بارے میں مطالبہ ۱۱۸
۱۴۰۔ حکم خدا اور آتش نمرود ۱۱۹
۱۴۱۔ بت شکنی کا تفصیلی واقعہ ..... ۱۱۹۔۱۲۰
۱۴۲۔ ابراہیم خلیل اللہ اور کائنات کا ردعمل ..... ۱۲۱۔۱۲۲
۱۴۳۔ ابراہیمؑ اور ان کی اولاد ۱۲۳
۱۴۴۔ ائمہ کون ہیں ..... ۱۲۳۔۱۲۴
۱۴۵۔ حضرت لوطؑ اور ان کی قوم ۱۲۴
۱۴۶۔ حضرت نوحؑ اور نجات ۱۲۵
۱۴۷۔ حضرت سلمانؑ کو حکم وعلم کا فہم ۱۲۶
۱۴۸۔ حضرت داؤدؑ نے سلیمانؑ کو کیوں وصی بنایا ..... ۱۲۷۔۱۲۸
۱۴۹۔ حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کا فیصلہ ۱۲۸
۱۵۰۔ داؤدؑ کے ساتھ پرندوں کی تسبیح ۱۲۸
۱۵۱۔ حضرت داؤدؑ کو زرہ بنانے کی تعلیم ۱۲۹
۱۵۲۔ سلیمانؑ کا اقتدار ۱۳۰
۱۵۳۔ حضرت ایوبؑ کی دعا ۱۳۱
۱۵۴۔ اسماعیلؑ اور ادریسؑ اور ذَاالکِفل کا ذکر ۱۳۲
۱۵۵۔ حضرت یونسؑ کا تذکرہ ..... ۱۳۳۔۱۳۴
۱۵۶۔ کتاب فقیہ کی روایت ۱۳۵
۱۵۷۔ حضرت زکریاؑ نے رب کو پکارا ۱۳۶
۱۵۸۔ عبادت کے طریقے ۱۳۷
۱۵۹۔ حضرت مریمؑ کائنات کے لیے نشانی ..... ۱۳۸۔۱۳۹
۱۶۰۔ امیرالمومنین اور خطبہ جمعہ ..... ۱۳۹۔۱۴۰
۱۶۱۔ یاجوج و ماجوج کب آئیں گے ۱۴۰
۱۶۲۔ وعدہ حق اور کفار کی حالت ۱۴۱
۱۶۳۔ روز قیامت جھوٹے معبودوں کی آمد ..... ۱۴۲۔۱۴۳
۱۶۴۔ ابن الزبعری اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو ۱۴۳
۱۶۵۔ قیامت اور مومنین سے وعدہ ۱۴۴
۱۶۶۔ آسمان لپیٹ دیئے جائیں گے ۱۴۵
۱۶۷۔ زمین کے وارث بندگانِ صالح ۱۴۶
۱۶۸۔ امام مہدیؑ کی آمد ۱۴۶
۱۶۹۔ رحمۃ اللعالمین کا مفہوم ۱۴۷
۱۷۰۔ آنحضرت نبوت اور اخوت ..... ۱۴۷۔۱۴۸
۱۷۱۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا مقصد ۱۴۹
۱۷۲۔ رَبِّ احکُم بِالحَقِ کا مفہوم ۱۵۰
۱۷۳۔ سورۂ انبیاء پڑھنے کا ثواب ۱۵۰

سورۂ الحج

۱۷۴۔ ایک ساعت کا زلزلہ ۱۵۱
۱۷۵۔ قیامت کی کیفیت ۱۵۲
۱۷۶۔ آغاز سورۂ کی دو آیتیں کس کے لیے نازل ہوئیں ۱۵۲۔۱۵۳
۱۷۷۔ شیطان مرید سے کون مراد ہے ۱۵۴
۱۷۸۔ انسان کے تخلیقی مراحل ..... ۱۵۵۔۱۵۶
۱۷۹۔ مُخَلَّقَةٍ اور غیر مُخَلَّقَةٍ سے مراد ۱۵۶
۱۸۰۔ اَجَلٍ مُسَمًّی کا مفہوم ۱۵۷
۱۸۱۔ حمل کی انتہائی مدت ۱۵۷
۱۸۲۔ اَرذَلِ الْعُمُرِ کیا ہے ۱۵۷
۱۸۳۔ بارش کا فائدہ ۱۵۸
۱۸۴۔ مردوں کی زندگی ۱۵۹
۱۸۵۔ فِی الدُّنیَا خِزیٌ کس کے لیے ۱۶۱
۱۸۶۔ دنیا و آخرت کا خسارہ کس کے لیے ۱۶۲
۱۸۷۔ ضَلالٌ بعیدٌ کیا ہے؟ ۱۶۲
۱۸۸۔ ظن کی قسمیں ۱۶۶
۱۸۹۔ اللہ کو سجدہ کرنے والے ۱۶۷
۱۹۰۔ مشیت خدا کیا ہے ۱۶۸
۱۹۱۔ جھگڑنے والے دو فریق ۱۶۸
۱۹۲۔ دشمنوں کے لیے اللہ کا فیصلہ ۱۶۹
۱۹۳۔ مناسخ النار کیا ہے؟ ۱۷۱
۱۹۴۔ جنتیوں کی آرائش اور لباس ۱۷۲
۱۹۵۔ العَاکِفُ اور البادی کون ہیں ۱۷۴
۱۹۶۔ ظلم کے ساتھ الحاد کا ارادہ ۱۷۵
۱۹۷۔ اللہ نے ابراہیمؑ کو تجویز دی ۱۷۶
۱۹۸۔ حج کا اعلان ..... ۱۷۷۔۱۷۸
۱۹۹۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حج بیت اللہ ..... ۱۷۸۔۱۷۹
۲۰۰۔ حج کے فائدے ..... ۱۷۹۔۱۸۰
۲۰۱۔ ایام معلومات کیا ہیں ۱۸۱

۲۰۲۔ التفث کا مفہوم ..... ۱۸۱۔۱۸۲
۲۰۳۔ خانہ کعبہ کا نام 'بَیْتِ الْعَتِیقِ' کیوں رکھا گیا ۱۸۲
۲۰۴۔ مویشیوں کی حلّت وحرمت ..... ۱۸۳۔۱۸۴
۲۰۵۔ اوثان اور قول زُور ۱۸۴
۲۰۶۔ حنیفیت کا مفہوم ۱۸۴
۲۰۷۔ شعائر اللہ کی تعظیم ۱۸۵
۲۰۸۔ قربانی کے جانوروں کے فائدے ۱۸۵
۲۰۹۔ مَنْسَکًا کا مفہوم ۱۸۶
۲۱۰۔ چوپایوں پر اللہ کا نام ..... ۱۸۶۔۱۸۷
۲۱۱۔ مخبتین کی صفات ۱۸۷
۲۱۲۔ القانع اور مُعتر ۱۸۸
۲۱۳۔ اللہ تک گوشت نہیں تقوی پہنچتا ہے ..... ۱۸۹۔۱۹۰
۲۱۴۔ قربانی کی علّت ۱۹۰
۲۱۵۔ مظلوم کو قتال کی اجازت ۱۹۱
۲۱۶۔ الاان یقولوا ربنا اللہ کا شان نزول ..... ۱۹۱۔۱۹۲
۲۱۷۔ صوامع، بیع اور صلوات کا مفہوم ۱۹۲
۲۱۸۔ اللہ تعالیٰ امام مہدیؑ سے کیا کام لے گا ..... ۱۹۳۔۱۹۴
۲۱۹۔ جھٹلانے والی اقوام ۱۹۴
۲۲۰۔ العُبر لِمُعطَّلَة سے مراد ۱۹۵
۲۲۱۔ زمین کی سیر کرنے کا مقصد ۱۹۶
۲۲۲۔ چار آنکھوں کا مفہوم ۱۹۷
۲۲۳۔ کوفے کی چار مسجدوں کا انہدام ۱۹۷
۲۲۴۔ امام مہدیؑ کا رہائے نمایاں ۱۹۸
۲۲۵۔ نبی رسولؑ اور محدّث میں فرق ۲۰۰
۲۲۶۔ صاحبِ سلیمانؑ کون ہیں ۲۰۱
۲۲۷۔ ائمہ علیہم السلام محدث تھے ۲۰۱
۲۲۸۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سورۂ النجم کی تلاوت ۲۰۱
۲۲۹۔ مومنین کا انعام ۲۰۱
۲۳۰۔ جھٹلانے والوں کی سزا ..... ۲۰۳۔۲۰۴
۲۳۱۔ ہجرت کرنے والوں کا انجام ۲۰۴
۲۳۲۔ غزوۂ بدر میں کفار کو سزا ۲۰۵
۲۳۳۔ وَیُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ سے کیا مراد ہے ۲۰۷
۲۳۴۔ تسخیر ارض وسما ۲۰۸
۲۳۵۔ امام کا انکار نبی کا انکار ہے ۲۰۸
۲۳۶۔ حیات موت اور حیات ۲۰۹
۲۳۷۔ ہر قوم کے لیے ایک طریق عبادت ہے ۲۰۹
۲۳۸۔ بتوں کی عبادت کیوں کی جائے ۲۱۱
۲۳۹۔ آیتوں کی تلاوت اور کتاب کا ردعمل ۲۱۲
۲۴۰۔ اصنام کی بے بسی ..... ۲۱۲۔۲۱۳
۲۴۱۔ قریش اور ان کے بت ۲۱۳
۲۴۲۔ فرشتوں اور انسانوں میں سے رسول ..... ۲۱۴۔۲۱۵
۲۴۳۔ فلاح کا طریقہ ..... ۲۱۵۔۲۱۶
۲۴۴۔ حق جہاد ۲۱۶
۲۴۵۔ ہمارا نام کس نے مسلم رکھا ۲۱۶
۲۴۶۔ رسول مومنین پر گواہ ہیں ۲۱۷
۲۴۷۔ مومنین کو حکم ۲۱۸
۲۴۸۔ سورہ حج پڑھنے کا ثواب ۲۱۸

سورۂ مومنون

۲۴۹۔ کون سے مومنین فلاح پائیں گے ..... ۲۱۹۔۲۲۱
۲۵۰۔ مومنین کی کچھ صفات ..... ۲۲۲۔۲۲۳
۲۵۱۔ فردوس کے وارثین ..... ۲۲۳۔۲۲۴
۲۵۲۔ انسان کے تخلیقی مراحل ..... ۲۲۵۔۲۲۶
۲۵۳۔ سَبع طَرآئق سے کیا مراد ہے ۲۲۶
۲۵۴۔ السَّمَآءِ مَآءً بِقَدَرٍ کی تفسیر ..... ۲۲۷۔۲۲۸
۲۵۵۔ پانی کے فوائد ۲۲۸
۲۵۶۔ امیر المومنینؑ کی وصیت ۲۲۹
۲۵۷۔ حضرت نوحؑ کی قوم سے گفتگو ۲۳۰
۲۵۸۔ قوم کا جواب ۲۳۱
۲۵۹۔ کشتی نوحؑ اور امر رب ..... ۲۳۲۔۲۳۳
۲۶۰۔ کسی جگہ اترنے کے آداب ۲۳۴
۲۶۱۔ حضرت صالحؑ کا پیغام ..... ۲۳۵۔۲۳۶
۲۶۲۔ قوم کی کج بحثی ۲۳۶
۲۶۳۔ قوم کا الزام ..... ۲۳۷۔۲۳۸
۲۶۴۔ حضرت صالحؑ کی قوم پر عذاب ..... ۲۳۸۔۲۳۹
۲۶۵۔ موسیٰؑ اور ہارونؑ کا ذکر ..... ۲۴۰۔۲۴۱
۲۶۶۔ حضرت عیسیٰؑ اور مریمؑ قدرت کی نشانی ہیں ۲۴۱
۲۶۷۔ پاک چیزیں کھاؤ ۲۴۲
۲۶۸۔ امّت واحدہ کیا ہے ..... ۲۴۲۔۲۴۳
۲۶۹۔ کفار کے لیے استدراج ۲۴۳
۲۷۰۔ وَّقُلُوبُهُم وَجِلَة کی تفسیر ..... ۲۴۴۔۲۴۵

۲۷۱۔ بھلائیوں میں سبقت کرنے والے ..... ۲۴۶۔۲۴۷
۲۷۲۔ امام سجادؑ اور غلاموں سے سلوک ۲۴۷
۲۷۳۔ مُترف کو سزا ۲۴۸
۲۷۴۔ تلاوت قرآن اور مشرکین کا ردّعمل ..... ۲۴۸۔۲۴۹
۲۷۵۔ مضر اور ربیعہ کو گالی نہ دو ۲۴۹
۲۷۶۔ نبی اکرمؐ کو نہ پہچاننا اور انکار کرنا ..... ۲۵۰۔۲۵۱
۲۷۷۔ حق خواہشات کی پیروی نہیں کرسکتا ۲۵۱
۲۷۸۔ عَنِ الصراط لَنٰکِبُونَ کی تفسیر ۲۵۲
۲۷۹۔ ایمان نہ لانے والوں پر عذاب ..... ۲۵۳۔۲۵۴
۲۸۰۔ سماعت بصارت اور قلوب کا خالق ..... ۲۵۴۔۲۵۵
۲۸۱۔ خدا کی صفات ۲۵۵
۲۸۲۔ اساطیر الاّولین ۲۵۶
۲۸۳۔ کفار سے سوالات ۲۵۷
۲۸۴۔ دو خدا کیوں نہیں ۲۵۹
۲۸۵۔ حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ ۲۶۰
۲۸۶۔ احسن طریقے سے دفاع کرنا ۲۶۱
۲۸۷۔ رسولؐ کی دعا ..... ۲۶۱۔۲۶۲
۲۸۸۔ برزخ سے کیا مراد ہے ۲۶۳
۲۸۹۔ نُفِخَ فِی الصُّوْرِ کے اثرات ..... ۲۶۴۔۲۶۵
۲۹۰۔ میزان کا بھاری اور ہلکا ہونا ۲۶۵
۲۹۱۔ خَفَّتْ المیزان کا حال ..... ۲۶۵۔۲۶۶
۲۹۲۔ ظالموں کی خواہش ..... ۲۶۷۔۲۶۸
۲۹۳۔ صبر کا بدلہ ۲۶۸
۲۹۴۔ زمین میں قیام کی مدّت ..... ۲۶۸۔۲۶۹
۲۹۵۔ مقصدِ تخلیق ۲۷۰
۲۹۶۔ سورۃ المومنون کی فضیلت ۲۷۰

سورۃ النُّور

۲۹۷۔ زانی مرد اور زانیہ کی سزا ۲۷۲
۲۹۸۔ محصن اور محصنہ ۲۷۳
۲۹۹۔ سنگسار کا قانون ۲۷۴
۳۰۰۔ چار گواہ ۲۷۴
۳۰۱۔ حد جاری کرنے کا طریقہ ۲۷۴
۳۰۲۔ سزا کو مومنین دیکھیں ۲۷۵
۳۰۳۔ زانی کے نکاح کا قانون ..... ۲۷۶۔۲۷۷
۳۰۴۔ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے کی سزا ..... ۲۷۷۔۲۷۹
۳۰۵۔ توبہ کرنے والے ۲۸۰
۳۰۶۔ زنا کا الزام لگانے والے کی شہادت (گواہی) ۲۸۰
۳۰۷۔ عورت کی سزا کیسے ٹلتی ہے ..... ۲۸۱۔۲۸۲
۳۰۸۔ یَرمُون ازواجھم کی تفسیر ..... ۲۸۲۔۲۸۶
۳۰۸۔ افک کی تشریح ..... ۲۸۶۔۲۸۸
۳۰۹۔ اگر اللہ کا فضل نہ ہوتا ۲۹۰
۳۱۰۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کا معاملہ ..... ۲۹۱۔۲۹۲
۳۱۱۔ ان الذین یحبّون کی تفسیر ..... ۲۹۲۔۲۹۳
۳۱۲۔ انسانی تزکیہ فضل خدا ۲۹۵
۳۱۳۔ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے والے ۲۹۶
۳۱۴۔ طیّب وخبیث کی بحث ۲۹۸
۳۱۵۔ دوسروں کے گھروں میں داخلے کے آداب ..... ۲۹۹۔۳۰۰
۳۱۶۔ ایسے گھروں میں جانا جہاں کوئی رہتا نہ ہو ۳۰۱
۳۱۷۔ مومنین کو اپنی نگاہیں نیچے رکھنے کا حکم ۳۰۱
۳۱۸۔ مومنات کے لیے احکامات ..... ۳۰۲۔۳۰۳
۳۱۹۔ مجرد لوگوں کے نکاح کا حکم ..... ۳۰۸۔۳۰۹
۳۲۰۔ مکاتبت کے خواہان غلام ..... ۳۱۰۔۳۱۱
۳۲۱۔ کنیز اور قحبہ گری ..... ۳۱۱۔۳۱۲
۳۲۲۔ واضح آیات کا نزول ۳۱۲
۳۲۳۔ اللہ کے نور کی مثال ..... ۳۱۳۔۳۱۶
۳۲۴۔ ایسے گھر جہاں ذکر الٰہی بلند کیا جائے ..... ۳۱۶۔۳۱۷
۳۲۵۔ تجارت اولین دین سے متاثر نہ ہونے والے جال ..... ۳۱۷۔۳۱۸
۳۲۶۔ کافروں کے اعمال کی مثال ..... ۳۱۸۔۳۲۰
۳۲۷۔ مخلوقات کی تسبیح ..... ۳۱۰۔۳۲۱
۳۲۸۔ بادلوں کی کیفیات ..... ۳۲۲۔۳۲۳
۳۲۹۔ گردش لیل ونہار ۳۲۴
۳۳۰۔ ہر شے کی تخلیق پانی سے ۳۲۴
۳۳۱۔ اللہ و نبی کے فیصلے کو ماننے سے انکار ..... ۳۲۶۔۳۲۷
۳۳۲۔ اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کامیابی ہے ..... ۳۲۸۔۳۲۹
۳۳۳۔ رسولؐ کا کام بلاغ مبین ہے ۳۳۰
۳۳۴۔ مومنین سے جانشینی کا وعدہ ..... ۳۳۱۔۳۳۳
۳۳۵۔ اعمال حسنہ سب رحمت ۳۳۳
۳۳۶۔ مملوک مالک کے پاس کب داخل ہو ..... ۳۳۴۔۳۳۷
۳۳۷۔ آزاد لوگوں کے آنے کے اوقات ۳۳۷

۳۳۸۔ سن رسیدہ عورتوں کا پردہ ..... ۳۳۸۔۳۳۹
۳۳۹۔ زینت سے کیا مراد ہے ..... ۳۳۹۔۳۴۰
۳۴۰۔ تندرست اور معذور افراد کو ساتھ کھانے کا حکم ۳۴۰
۳۴۱۔ کن گھروں میں کھانا کھایا جاسکتا ہے ..... ۳۴۱۔۳۴۲
۳۴۲۔ مہاجرین وانصار کے درمیان عقد مؤاخات کے اثرات ۳۴۲
۳۴۳۔ اپنے گھروں میں داخل ہونے کے آداب ۳۴۳
۳۴۴۔ مومنین کون ہیں؟ ۳۴۴
۳۴۵۔ امر جامع پر اجتماع ۳۴۵
۳۴۶۔ فاذن لمن شیت منھم کی تفسیر ۳۴۵
۳۴۷۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پکارنے کے آداب ۳۴۶
۳۴۸۔ فاطمہ زہراؑ ''یَا اَبَتِ'' کہہ کر پکارتی تھیں ۳۴۶
۳۴۹۔ سورۂ نور کی تلاوت کا ثواب ۳۴۷

سورۂ الفرقان

۳۵۰۔ فرقان کا مفہوم ۳۴۸
۳۵۱۔ تقدیر کا مفہوم ۳۴۹
۳۵۲۔ معبودان باطل کی کیفیت ۳۴۹
۳۵۳۔ کفار کا نظریہ فرقان کے بارے میں ..... ۳۵۰۔۳۵۱
۳۵۴۔ قرآن کس نے نازل کیا ۳۵۱
۳۵۵۔ یہ کیسا رسول ہے؟ ۳۵۲
۳۵۶۔ کفار کی عجیب وغریب مثالیں ..... ۳۵۳۔۳۵۶
۳۵۷۔ قیامت کا انکار ۳۵۶
۳۵۸۔ عذاب بہتر ہے یا خبث الخلا ..... ۳۵۷۔۳۵۸
۳۵۹۔ سابقہ رسولوں کا طریقہ ۳۶۱
۳۶۰۔ ملاقات سے ناامید ہونے والوں کا قول ..... ۳۶۱۔۳۶۲
۳۶۱۔ مجرمین اور فرشتوں کا دیدار ۳۶۳
۳۶۲۔ ھَبَآءً مَّنۡثُوۡرًا کا تفسیر ۳۶۴
۳۶۳۔ اصحاب جنت کا بہترین مقام ..... ۳۶۴۔۳۶۵
۳۶۴۔ غمام سے کیا مراد ہے؟ ۳۶۵
۳۶۵۔ مع الرسول سبیلاً کی تفسیر ..... ۳۶۶۔۳۶۷
۳۶۶۔ قرآن یکبارگی کیوں نہیں اترا ۳۶۷
۳۶۷۔ موسیٰؑ وہارونؑ کا ذکر ۳۶۹
۳۶۸۔ قوم نوحؑ کا تذکرہ ۳۶۹
۳۶۹۔ قوم عاد وثمود کا ذکر ۳۷۰
۳۷۰۔ اصحاب الرس اور امیر المومنینؑ ..... ۳۷۱۔۳۷۴
۳۷۱۔ مساحقت کا سوال ۳۷۴
۳۷۲۔ صدوم پر پتھروں کی بارش ۳۷۵
۳۷۳۔ خواہشات کو معبود بنانے والے ..... ۳۷۶۔۳۷۷
۳۷۴۔ اکثریت سماعت اور تعقل سے محروم ۳۷۷
۳۷۵۔ چوپایوں سے گئے گزرے ۳۷۷
۳۷۶۔ سعد صخرہ کی داستان ۳۷۸
۳۷۷۔ کیف مدّ الظلّ کی تفسیر ..... ۳۷۸۔۳۷۹
۳۷۸۔ رات کو لباس بنایا اور نیند کو آرام کا ذریعہ ۳۷۹
۳۷۹۔ ماءً طھورًا ۳۷۹
۳۸۰۔ پانی کے فوائد ..... ۳۸۰۔۳۸۱
۳۸۱۔ اگر اللہ چاہتا تو ہر بستی میں ڈرانے والا بھی دیتا ۳۸۱
۳۸۲۔ کافروں کا کہنا نہ مانئے ۳۸۲
۳۸۳۔ سمندر میں میٹھے اور نمکین پانی ہونے کی وجہ ۳۸۲
۳۸۴۔ پانی سے بشر کی تخلیق ۳۸۳
۳۸۵۔ فجعلہ نَسَبًا اور صھرًا کی تفسیر ۳۸۴
۳۸۶۔ رب کا مفہوم ..... ۳۸۵۔۳۸۶
۳۸۷۔ اللہ پر توکل ۳۸۶
۳۸۸۔ چھ دنوں میں ارض وسماء کی تخلیق ۳۸۷
۳۸۹۔ رحمان کے بارے میں استفسار ۳۸۸
۳۹۰۔ آسمان کے بروج ۳۸۹
۳۹۱۔ لیل ونہار کی وجہ تخلیق ..... ۳۸۹۔۳۹۰
۳۹۲۔ عباد الرحمٰن کی شناخت ۳۹۰
۳۹۳۔ عباد الرحمٰن کی دعا ..... ۳۹۱۔۳۹۲
۳۹۴۔ عباد الرحمٰن کی صفات ۳۹۲
۳۹۵۔ اسراف کیا ہے ..... ۳۹۲۔۳۹۳
۳۹۶۔ اَثَامًا کا مفہوم ۳۹۳
۳۹۷۔ برائیوں کو نیکیوں میں بدلنا ۳۹۴
۳۹۸۔ توبہ اور متاب ..... ۳۹۵۔۳۹۶
۳۹۹۔ شہادت زور ۳۹۶
۴۰۰۔ لغوے گزرنا ۳۹۶
۴۰۱۔ آیتوں کی یاد دہانی ..... ۳۹۶۔۳۹۷
۴۰۲۔ واجعلنا للمتقین اماما ۳۹۷
۴۰۳۔ متقین کا انجام ۳۹۸
۴۰۴۔ سورۂ الفرقان کی تلاوت کا ثواب ۳۹۸

سورۂ الشعراء

۴۰۵۔ طٰسٓمٓ کی تفسیر رسولؐ کی زبانی ..... ۳۹۹۔۴۰۰

۴۰۶۔ قائم علیہ السلام کب قیام فرمائیں گے ۴۰۰
۴۰۷۔ فظلت اعناقهم لها خاضعين کی تفسیر ۴۰۰
۴۰۸۔ قائم کے قیام کا اعلان ۴۰۱
۴۰۹۔ زمین اللہ کی نشانی ..... ۴۰۲۔۴۰۳
۴۱۰۔ رب نے موسیٰؑ کو قوم فرعون کی طرف بھیجا ۴۰۳
۴۱۱۔ ہارونؑ کو ساتھ بھیجنے کا مطالبہ ۴۰۴
۴۱۲۔ موسیٰؑ و ہارونؑ فرعون کی طرف روانہ ہوئے .. ۴۰۴۔۴۰۵
۴۱۳۔ موسیٰؑ و ہارونؑ کا فرعونوں سے مطالبہ ۴۰۵
۴۱۴۔ فرعون اور موسیٰؑ کی گفتگو ..... ۴۰۵۔۴۰۶
۴۱۵۔ موسیٰؑ پر رب کا احسان ..... ۴۰۷۔۴۰۸
۴۱۶۔ فرعون کو موسیٰؑ کا جواب ۴۰۸
۴۱۷۔ ربّ العالمین کے بارے میں موسیٰؑ کی وضاحت۔ ۴۰۸۔۴۰۹
۴۱۸۔ فرعون کی دھمکی ۴۱۰
۴۱۹۔ موسیٰؑ کے دلائل و براہیں ..... ۴۱۰۔۴۱۱
۴۲۰۔ فرعون نے جادوگروں کو جمع کیا ..... ۴۱۱۔۴۱۳
۴۲۱۔ جادوگروں نے فرعون سے انعام طلب کیا اگر غالب آگئے ۴۱۳
۴۲۲۔ موسیٰؑ نے اپنا عصا ڈالا ۴۱۴
۴۲۳۔ جادوگروں کا سجدۂ خالق کرنا ۴۱۵
۴۲۴۔ فرعون نے سزا دینے کا اعلان کیا ..... ۴۱۵۔۴۱۶
۴۲۵۔ فرعون اور ہامان نے جادو کے زور پر حکومت کی ۴۱۶
۴۲۶۔ جادوگروں اور موسیٰؑ کا مقابلہ ..... ۴۱۶۔۴۱۷
۴۲۷۔ موسیٰؑ کو راتوں رات بنی اسرائیل کو لے جانے کا حکم ۴۱۸۔۴۱۹
۴۲۸۔ عصائے موسیٰؑ سے سمندر کا شق ہونا ۴۲۱
۴۲۹۔ موسیٰؑ اور ان کے ہمراہوں کو نجات ۴۲۱
۴۳۰۔ اکثریت مومن نہیں ..... ۴۲۱۔۴۲۲
۴۳۱۔ بحر احمر کے عبور کا قصّہ ..... ۴۲۴۔۴۲۵
۴۳۲۔ صفات رب کا تذکرہ ..... ۴۲۶۔۴۲۷
۴۳۳۔ لِسان صدق کا سوال ..... ۴۲۸۔۴۲۹
۴۳۴۔ ابراہیمؑ کی اپنی مُرّبی باپ اور قوم سے گفتگو ۴۲۹
۴۳۵۔ قلب سلیم سے کیا مراد ہے ۴۳۰
۴۳۶۔ ابلیس کے لشکر سے مراد کون ہے ۴۳۱
۴۳۷۔ مجرمین نے ہمیں گمراہ کیا ۴۳۲
۴۳۸۔ شافعون سے مراد کون ہیں ۴۳۳
۴۳۹۔ دنیا میں دوبارہ واپس جانے کی تمنّا ۴۳۴
۴۴۰۔ قوم نوحؑ سے نوحؑ کی گفتگو ..... ۴۳۵۔۴۳۶
۴۴۱۔ قوم کا جواب ۴۳۷
۴۴۲۔ مومنین کی نجات اور قوم نوحؑ کی غرقابی ۴۳۸
۴۴۳۔ قوم عاد اور حضرت ہودؑ کی گفتگو ..... ۴۳۹۔۴۴۱
۴۴۴۔ قوم عاد کی ہلاکت ۴۴۳
۴۴۵۔ قوم ثمود اور حضرت صالحؑ ..... ۴۴۴۔۴۴۵
۴۴۶۔ قوم ثمود پر عذاب ..... ۴۴۶۔۴۴۷
۴۴۷۔ قوم لوطؑ سے حضرت لوطؑ کا خطاب ۴۴۸
۴۴۸۔ لوطؑ کی قوم کی دھمکی ۴۴۹
۴۴۹۔ حضرت لوطؑ کو نجات سوائے ان کی بیوی کے ۴۵۰
۴۵۰۔ قوم لوطؑ کی ہلاکت ۴۵۰
۴۵۱۔ اصحاب الایکہ کا تذکرہ ۴۵۱
۴۵۲۔ حضرت شعیبؑ کا قوم سے خطاب ..... ۴۵۱۔۴۵۲
۴۵۳۔ قوم کا جواب ۴۵۳
۴۵۴۔ قوم شعیبؑ پر عذاب ۴۵۴
۴۵۵۔ قرآن جبرئیلؑ لے کر نازل ہوئے ۴۵۵
۴۵۶۔ قرآن عربی زبان میں نازل ہوا ۴۵۶
۴۵۷۔ نبی امیہ رسولؐ کے منبر پر ۴۵۸
۴۵۸۔ قرآن کے بارے میں مشرکین کا گمان ..... ۴۵۹۔۴۶۰
۴۵۹۔ دعوت ذوالعشیرہ ..... ۴۶۰۔۴۶۱
۴۶۰۔ مومنین کے سامنے تواضع ۴۶۱
۴۶۱۔ فان عصوك کی تفسیر ۴۶۲
۴۶۲۔ نور محمدی سجدہ کرنے والوں میں متقلب ہوتا رہا ۴۶۳
۴۶۳۔ شیاطین کی ائمہ ضلالت سے ملاقات ..... ۴۶۴۔۴۶۵
۴۶۴۔ والشعراء یتّبعهم الغاون کی تفسیر ..... ۴۶۵۔۴۶۷
۴۶۵۔ طواسین والی سورتوں کی تلاوت کا ثواب ۴۶۸

سورۂ النّمل

۴۶۶۔ طٰسٓ کا مفہوم ..... ۴۶۹۔۴۷۰
۴۶۷۔ عصا کا سانپ بن جانا ۴۷۰
۴۶۸۔ موسیٰؑ آگ کی تلاش میں ..... ۴۷۱۔۴۷۲
۴۶۹۔ آگ سے آواز آئی ۴۷۲
۴۷۰۔ موسیٰؑ کو معجزات عطا ہوئے ..... ۴۷۲۔۴۷۳
۴۷۱۔ موسیٰؑ کو نو نشانیاں ..... ۴۷۴۔۴۷۵
۴۷۲۔ انکار کرنے والوں کا انجام ۴۷۵
۴۷۳۔ داؤدؑ و سلیمانؑ کو عطائے علم ..... ۴۷۶۔۴۷۷
۴۷۴۔ سلیمانؑ مختلف زبانیں جانتے تھے ..... ۴۷۷۔۴۷۸

۴۷۵۔ حضرت سلیمانؑ کی حکومت کی مدّت ۴۷۸
۴۷۶۔ امام کی خصوصیت ۴۷۸
۴۷۷۔ وادی نمل میں آمد ..... ۴۷۹۔۴۸۰
۴۷۸۔ سلیمانؑ چیونٹی کی بات پر مسکرائے ۴۸۰
۴۷۹۔ سلیمانؑ اور شکر نعمت ۴۸۱
۴۸۰۔ حضرت سلیمانؑ اور اسم اعظم ۴۸۱
۴۸۱۔ سلیمانؑ نے ہدہد کو نہ پایا ۴۸۱
۴۸۲۔ ہدہد کی صفت ۴۸۲
۴۸۳۔ ہدہد خبر لے کر آیا ..... ۴۸۲۔۴۸۳
۴۸۴۔ ہدہد اور صفات خدا ۴۸۴
۴۸۵۔ سلیمانؑ نے بلقیس کو خط بھیجا ۴۸۵
۴۸۶۔ خط کا مضمون ..... ۴۸۶۔۴۸۷
۴۸۷۔ بلقیس کا اپنی قوم سے مشورہ ..... ۴۸۷۔۴۸۸
۴۸۸۔ بلقیس نے ہدیہ بھیجا ..... ۴۸۹۔۴۹۰
۴۸۹۔ سلیمانؑ کا ہدایا کو واپس کرنا ۴۹۰
۴۹۰۔ سلیمانؑ کا تہدیدی پیغام ..... ۴۹۰۔۴۹۱
۴۹۱۔ تخت بلقیس منگوانا ۴۹۱
۴۹۲۔ عالم کتاب کی پیش کش ..... ۴۹۲۔۴۹۳
۴۹۳۔ شکر و کفر کا فلسفہ ۴۹۳
۴۹۴۔ بلقیس کی عقل کا امتحان ۴۹۴
۴۹۵۔ بلقیس اور سلیمانؑ کا محل ..... ۴۹۵۔۴۹۶
۴۹۶۔ قوم ثمود اور حضرت صالحؑ ..... ۴۹۷۔۴۹۸
۴۹۷۔ قوم اور بدشگونی کا الزام ..... ۴۹۸۔۴۹۹
۴۹۸۔ قوم ثمود کی چال اور اللہ کی تدبیر ۵۰۰
۴۹۹۔ قوم ثمود کی ہلاکت ..... ۵۰۱۔۵۰۲
۵۰۰۔ مومنین کو نجات ۵۰۲
۵۰۱۔ حضرت لوطؑ کا اپنی قوم سے خطاب ۵۰۲
۵۰۲۔ قوم لوط کا جواب ۵۰۲
۵۰۳۔ لوط اور ان کے اہل کو نجات سوائے بیوی کے ۵۰۳
۵۰۴۔ سلام علی عبادہ الذین اصطفی کی تفسیر ۵۰۳
۵۰۵۔ پہاڑ اور دریا تخلیقی شاہ کار ۵۰۵
۵۰۶۔ دو سمندروں میں حد فاصل ۵۰۵
۵۰۷۔ دعائے اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ ۵۰۶
۵۰۸۔ سمندر کے اندھیروں میں رہنما ۵۰۶
۵۰۹۔ تخلیق و رزق کا ذمہ دار کون ہے ۵۰۷
۵۱۰۔ علم غیب کس کے پاس ہے ۵۰۸
۵۱۱۔ زمین میں سیاحت کا حکم ۵۱۰
۵۱۲۔ سب کچھ کتاب مبین میں ہے ۵۱۱
۵۱۳۔ قرآن کا بنی اسرائیل سے مخاطب ۵۱۲
۵۱۴۔ مومنین کے لیے ہدایت و رحمت ۵۱۳
۵۱۵۔ نبی کس کو سنا سکتے ہیں ۵۱۳
۵۱۶۔ دابۃ مِّنَ الارض کی تفسیر ..... ۵۱۴۔۵۱۷
۵۱۷۔ عباداً لَّنَآ اولی باس شدید کی تفسیر ..... ۵۱۷۔۵۱۹
۵۱۸۔ رات و دن کی تخلیق ..... ۵۲۰۔۵۲۱
۵۱۹۔ کس دن صور پھونکا جائے گا ..... ۵۲۰۔۵۲۱
۵۲۰۔ حسنۃ اور سیّئہ کی تفسیر ..... ۵۲۲۔۵۲۳
۵۲۱۔ مکہ مکرمہ کو اللہ نے شرف و فضیلت عطا کی ہے ..... ۵۲۴۔۵۲۵
۵۲۲۔ اللہ نشانیاں دکھائے گا ۵۲۵
۵۲۳۔ آیات سے کون مراد ہے ۵۲۵

سورۃ القصص

۵۲۴۔ فرعون کا عمل ۵۲۷
۵۲۵۔ مستضعفین پر احسان ۵۲۷
۵۲۶۔ ونمکن لھم فی الارض کی تفسیر ..... ۵۲۸۔۵۲۹
۵۲۷۔ مادر موسیٰؑ کو وحی ۵۳۰
۵۲۸۔ آل فرعون نے موسیٰؑ کو اٹھا لیا ۵۳۱
۵۲۹۔ فرعون کی بیوی کا خیال ۵۳۱
۵۳۰۔ فارغاً کا مفہوم ۵۳۲
۵۳۱۔ مادر موسیٰؑ نے موسیٰؑ کو دریا کے سپرد کیا ۵۳۳
۵۳۲۔ موسیٰؑ کی بہن تعاقب میں ۵۳۳
۵۳۳۔ مراضع کے دودھ کو حرام کر دیا ۵۳۳
۵۳۴۔ موسیٰؑ کی ماں سے ملاقات ۵۳۴
۵۳۵۔ نشوونما کی تکمیل اور حکم و علم کی عطا ..... ۵۳۵۔۵۳۶
۵۳۶۔ بنی اسرائیل کو موسیٰؑ کی تلاش ۵۳۶
۵۳۷۔ موسیٰؑ کا شہر میں داخلہ ..... ۵۳۶۔۵۳۷
۵۳۸۔ شیعہ نے موسیٰؑ کو مدد کے لیے پکارا ۵۳۷
۵۳۸۔ قبطی کو موسیٰؑ نے مکا مارا ..... ۵۳۷۔۵۳۸
۵۳۹۔ موسیٰؑ کی رب سے دعا ۵۳۸
۵۴۰۔ دوسرے دن بھی اسرائیل نے موسیٰؑ کو آواز دی ..... ۵۳۹۔۵۴۰
۵۴۱۔ شہر سے دوڑ کر آنے والے شخص نے موسیٰؑ کو اطلاع دی ۵۴۱
۵۴۲۔ موسیٰؑ نے مدین کا رخ کیا ..... ۵۴۲۔۵۴۳

۵۴۳۔ مدین کے کنویں پر دو عورتیں ملیں ۵۴۳
۵۴۴۔ موسیٰؑ کا ان سے استفسار ۵۴۳
۵۴۵۔ موسیٰؑ نے ان کی بکریوں کو سیراب کر دیا ..... ۵۴۳۔ ۵۴۴
۵۴۶۔ موسیٰؑ کی پروردگار سے دعا ۵۴۴
۵۴۷۔ جناب شعیبؑ کی ایک بیٹی آئی اور شعیبؑ کا پیغام پہنچایا ..... ۵۴۴۔ ۵۴۵
۵۴۸۔ موسیٰؑ کی شعیبؑ سے ملاقات ۵۴۶
۵۴۹۔ شعیبؑ کا بیٹی سے سوال ..... ۵۴۶۔ ۵۴۷
۵۵۰۔ موسیٰؑ کی ملازمت ..... ۵۴۷۔ ۵۴۹
۵۵۱۔ موسیٰؑ مدت پوری کرنے کے بعد روانہ ہوئے ۵۴۹
۵۵۲۔ موسیٰؑ اور آگ کی تلاش ۵۵۰
۵۵۳۔ موسیٰؑ کو معجزات عطا ہوئے ..... ۵۵۲۔ ۵۵۴
۵۵۴۔ موسیٰؑ کا خوف بھائی کا ساتھ ۵۵۴
۵۵۵۔ اللہ نے ہارونؑ کو مددگار بنایا ..... ۵۵۵۔ ۵۵۶
۵۵۶۔ موسیٰؑ فرعون کے پاس واضح معجزات لے کر آئے ... ۵۵۶
۵۵۷۔ فرعون کی درباریوں سے گفتگو ..... ۵۵۶۔ ۵۵۷
۵۵۸۔ یامان نے فرعون کے لیے قصر تعمیر کیا ۵۵۷
۵۵۹۔ فرعون کا تکبر ۵۵۷
۵۶۰۔ فرعون اور اس کے لشکر کا انجام ۵۵۹
۵۶۱۔ موسیٰؑ کو کتاب عطا ہوئی ۵۶۰
۵۶۲۔ موسیٰؑ کو امر شریعت عطا کیا گیا ..... ۵۶۱۔ ۵۶۲
۵۶۳۔ اہل مدین کے ساتھ آنحضرتؐ کا ذکر ۵۶۲
۵۶۴۔ موسیٰؑ کو حضرت محمدؐ کی منزلت سے آگاہ کیا گیا ۵۶۳۔ ۵۶۴
۵۶۵۔ حق آنے کے بعد کفار کا انکار ..... ۵۶۵۔ ۵۶۶
۵۶۶۔ خواہشات کی پیروی کرنے والا گمراہ ہے ۵۶۷
۵۶۷۔ مومنین کا کردار ..... ۵۶۹۔ ۵۷۰
۵۶۸۔ لکن اللہ یھدی من یشاء کی تفسیر ۵۷۰
۵۶۹۔ حضرت ابو طالب کا ایمان ..... ۵۷۰۔ ۵۷۴
۵۷۰۔ نتخطّف من ارضنا کی تفسیر ..... ۵۷۵۔ ۵۷۶
۵۷۱۔ معیشت پر اترانے والوں کا انجام ۵۷۶
۵۷۲۔ اللہ رسول کو بھیجنے سے پہلے کسی قوم کو ہلاک نہیں کرتا ۵۷۶
۵۷۳۔ متاع حیات دنیا ..... ۵۷۷۔ ۵۷۸
۵۷۴۔ جن پر حکم عذاب ثابت ہو چکا ۵۷۸
۵۷۵۔ اپنے شریکوں کو بلاؤ ..... ۵۷۹۔ ۵۸۰
۵۷۶۔ قبر میں سوال و جواب ۵۸۰
۵۷۷۔ امام کا انتخاب کس کے ذمے ہے ..... ۵۸۱۔ ۵۸۲
۵۷۸۔ دلوں کے راز سے اللہ آشنا ہے ..... ۵۸۳۔ ۵۸۴
۵۷۹۔ اللہ کا تعارف ۵۸۴
۵۸۰۔ وحدانیت کے دلائل ..... ۵۸۴۔ ۵۸۵
۵۸۱۔ اللہ کی رحمت کا تذکرہ ۵۸۷
۵۸۲۔ ہر امت میں سے گواہ آئے گا ۵۸۷
۵۸۳۔ قارون کا تعلق موسیٰؑ کی قوم سے تھا ..... ۵۸۷۔ ۵۸۸
۵۸۴۔ کتاب خصال کی روایت ۵۸۸
۵۸۵۔ احسان کا بدلہ احسان ہے ۵۹۰
۵۸۶۔ دنیاوی زندگی کے طلب گاروں نے کہا ۵۹۱
۵۸۷۔ صاحبان علم کا قول ..... ۵۹۲۔ ۵۹۳
۵۸۸۔ کتاب فقیہ کی روایت ۵۹۳
۵۸۹۔ موسیٰؑ کا قارون سے مطالبہ ۵۹۳
۵۹۰۔ تفسیر قمی کی روایت ..... ۵۹۳۔ ۵۹۵
۵۹۱۔ حضرت یونسؑ کا ذکر ۵۹۶
۵۹۲۔ امیر المومنین کا عمل بحیثیت حکمران ۵۹۷
۵۹۳۔ امام صادق کے نزدیک دنیا کی منزلت ۵۹۷
۵۹۴۔ حسنہ اور سیئہ کا فرق ..... ۵۹۸۔ ۵۹۹
۵۹۵۔ اِن الذی فرض علیك القرآن کی تفسیر ۵۹۹
۵۹۶۔ کل شیءٍ ھالك الّا وجھه کی تفسیر ..... ۶۰۰۔ ۶۰۲

سورۃ العنکبوت

۵۹۷۔ ایمان کے ساتھ آزمائش ..... ۶۰۳۔ ۶۰۵
۵۹۸۔ لقاء اللہ کیا ہے ..... ۶۰۵۔ ۶۰۶
۵۹۹۔ جہاد کرنے والا ۶۰۶
۶۰۰۔ انسان کو والدین سے حسن سلوک کی تلقین ۶۰۶
۶۰۱۔ فتنۃ الناس کعذاب اللہ ۶۰۷
۶۰۲۔ کافروں کی مومنین سے فرمائش ۶۰۸
۶۰۳۔ حضرت نوحؑ کا تذکرہ ۶۰۹
۶۰۴۔ حضرت ابرہیمؑ کا ذکر ..... ۶۱۱۔ ۶۱۲
۶۰۵۔ قصہ ابراہیم سے حضورؐ کی تسلی ..... ۶۱۳۔ ۶۱۴
۶۰۶۔ قوم کا ابراہیمؑ کو جواب ۶۱۴
۶۰۷۔ بلعن بعضکم بعضاً کی تفسیر ۶۱۴
۶۰۸۔ نھا جزوی ربّی کی تفسیر ۶۱۵
۶۰۹۔ حضرت ابراہیمؑ کو اولاد کی موہبت ۶۱۶
۶۱۰۔ ذریت ابراہیمؑ کا تذکرہ ۶۱۷

۶۱۱۔ حضرت لوطؑ کا ذکر ۶۱۷
۶۱۲۔ فرشتے ابراہیمؑ کو بشارت دینے کے لیے آئے ۶۱۸
۶۱۳۔ فرشتوں نے بتایا کہ وہ قوم لوط کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں ۶۱۹
۶۱۴۔ حضرت لوطؑ سے فرشتوں کی گفتگو ۶۱۹
۶۱۵۔ مدین کی جانب شعیبؑ آئے ۶۲۰
۶۱۶۔ اہل مدین پر عذاب آیا ۶۲۱
۶۱۷۔ قوم عاد وثمود کا ذکر ۶۲۱
۶۱۸۔ سابقہ اقوام پر عذاب ..... ۶۲۲۔ ۶۲۳
۶۱۹۔ مثالیں صاحبان عقل کے لیے ۶۲۴
۶۲۰۔ نماز کا فائدہ ..... ۶۲۵۔ ۶۲۶
۶۲۱۔ اہل کتاب سے جدال کا طریقہ ۶۲۷
۶۲۲۔ مومنین کتاب کو مانتے ہیں اور کفار منکر ہیں ۶۲۷
۶۲۳۔ نبی اکرمؐ قرآن کے نزول سے قبل کچھ نہیں پڑھتے اور لکھتے تھے ..... ۶۲۸۔ ۶۲۹
۶۲۴۔ نہ پڑھنے اور نہ لکھنے کی علت ۶۲۹
۶۲۵۔ فی صدور الذین اُوتُوا العلم کی تفسیر ۶۲۹
۶۲۶۔ قرآن کتاب رحمت ونصیحت ۶۳۰
۶۲۷۔ کافروں کے لیے خسارہ ۶۳۲
۶۲۸۔ عذاب میں جلدی کا مطالبہ ۶۳۳
۶۲۹۔ ان ارضی واسعۃ کی تفسیر ۶۳۳
۶۳۰۔ مومنین کے لیے جنت کے گھر ۶۳۴
۶۳۱۔ اللہ سب کا رزاق ۶۳۵
۶۳۲۔ آسمان وزمین کا خالق کون ۶۳۵
۶۳۳۔ رزق میں وسعت وکمی ۶۳۶
۶۳۴۔ دنیا لہو ولہب ہے ۶۳۷
۶۳۵۔ کشتی میں سوار ہونے والے ۶۳۸
۶۳۶۔ حرم جائے امن ۶۳۹
۶۳۷۔ ہماری راہ میں جہاد کرنے والے ۶۴۰
۶۳۸۔ کتاب معانی کی روایت ۶۴۰
۶۳۹۔ سورۂ عنکبوت کی تلاوت کا ثواب ۶۴۰

سورۂ الرّوم

۶۴۰۔ رومیوں کی شکست کا ذکر ۶۴۱
۶۴۱۔ پھر کامیابی کی نوید ..... ۶۴۲۔ ۶۴۳
۶۴۲۔ اللہ اور وعدے کی وفا ۶۴۴
۶۴۳۔ نفوس کے بارے میں غور وفکر ۶۴۵
۶۴۴۔ زمین میں سیر وسفر کا حکم ..... ۶۴۵۔ ۶۴۶
۶۴۵۔ اللہ کسی پر ظلم نہیں کرتا انسان خود ہی ظالم ہے ۶۴۶
۶۴۶۔ برائی کرنے والوں کا انجام ..... ۶۴۷۔ ۶۴۸
۶۴۷۔ قیامت کے مجرمین کی کیفیت ۶۴۸
۶۴۸۔ مومنین اور باغ جنت ۶۴۸
۶۴۹۔ کفار اور کذّاب عذاب میں گرفتار ۶۴۹
۶۵۰۔ صبح وشام اللہ کی تسبیح کیا کرو ..... ۶۴۹۔ ۶۵۰
۶۵۱۔ وہ جان دار کو بے جان سے نکالتا ہے ۶۵۰
۶۵۲۔ تمہارے نقوس سے جوڑے پیدا کیے ۶۵۱
۶۵۳۔ آسمان وزمین کی تخلیق اور زبان ورنگ کے اختلاف ۶۵۲
۶۵۴۔ رات اور دن کے وقت سونا ۶۵۲
۶۵۵۔ برق اللہ کی نشانی ۶۵۲
۶۵۶۔ آسمان وزمین امر الٰہی سے قائم ہیں ..... ۶۵۳۔ ۶۵۴
۶۵۷۔ اللہ کی بڑی نشانیاں ۶۵۴
۶۵۸۔ ولہ المثل الاعلی کا شان نزول ۶۵۴
۶۵۹۔ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ۶۵۷
۶۶۰۔ فاقم وجهك للدين حنيفاً سے کیا مراد ہے ..... ۶۵۸۔ ۶۵۹
۶۶۱۔ رحمت پر خوش مصیبت پر ناامید ..... ۶۶۰۔ ۶۶۱
۶۶۲۔ رزق میں وسعت وکمی ۶۶۲
۶۶۳۔ قرابت داروں اور مسکینوں اور مسافروں کا حق ۶۶۳
۶۶۴۔ حضرت فاطمہؑ کو فدک عطا فرما دیا ۶۶۳
۶۶۵۔ سود کی قسمیں ۶۶۳
۶۶۶۔ زکوۃ کا فائدہ ۶۶۴
۶۶۷۔ اللہ ہی خالق ورازق ہے ۶۶۴
۶۶۸۔ فساد کا سبب کون ہے ..... ۶۶۵۔ ۶۶۶
۶۶۹۔ زمین میں سیر کرو ۶۶۶
۶۷۰۔ عمل صالح کا فائدہ ۶۶۶
۶۷۱۔ ہوائیں خوش خبری لاتی ہیں ..... ۶۶۷۔ ۶۶۸
۶۷۲۔ انبیاء اپنی قوموں کے پاس معجزات لے کر آئے ۶۶۸
۶۷۳۔ ہوا اور بادل ..... ۶۶۹۔ ۶۷۰
۶۷۴۔ ہوائیں مفید بھی اور مضر بھی ۶۷۱
۶۷۵۔ انسان کی تخلیق کی کیفیت ..... ۶۷۲۔ ۶۷۳
۶۷۶۔ الذین اوتوا العلم والایمان ۶۷۳
۶۷۷۔ معذرت نفع بخش نہیں ۶۷۴
۶۷۸۔ جاہلوں کے قلوب پر مہر ۶۷۵

سورۂ لقمان

۶۷۹۔ محسنین کا تعارف ..... ۶۷۶۔۶۷۷
۶۸۰۔ آیات سے استکبار ۶۷۸
۶۸۱۔ نفر بن حارث کا کردار ۶۷۹
۶۸۲۔ لھو الحدیث سے مراد ۶۷۷
۶۸۳۔ گانے بجانے والی عورتوں کی کمائی ۶۷۹
۶۸۴۔ آسمان بے ستون ۶۸۰
۶۸۵۔ بارش کا نزول ۶۸۱
۶۸۶۔ شکر و کفر ..... ۶۸۱۔۶۸۲
۶۸۷۔ شکر نعمت کیسے ادا کیا جائے ۶۸۲
۶۸۸۔ حضرت لقمانؑ کا تذکرہ ..... ۶۸۲۔۶۸۵
۶۸۹۔ لقمانؑ کی بیٹے کو نصیحت ..... ۶۸۵۔۶۸۶
۶۹۰۔ اللہ نے انسان کو تلقین کی ۶۸۶
۶۹۱۔ والدین کا شکریہ شکر خدا کے ساتھ ..... ۶۸۶۔۶۸۸
۶۹۲۔ والدین سے سلوک ۶۸۹
۶۹۳۔ استغفار کے بارے میں حضرت علیؑ کا ارشاد حاشیہ ۶۹۰
۶۹۴۔ لوگوں سے برتاؤ کا طریقہ ۶۹۱
۶۹۵۔ تکبر کی ممانعت ..... ۶۹۱۔۶۹۲
۶۹۶۔ چال اور آواز میں میانہ روی ۶۹۲
۶۹۷۔ حضرت لقمانؑ کی وصیت بیٹے کے لیے ..... ۶۹۲۔۶۹۴
۶۹۸۔ اللہ کی ظاہری باطنی نعمتیں ..... ۶۹۵۔۶۹۶
۶۹۹۔ یُجَادِلُ فِی اللّٰہِ کا مفہوم ۶۹۷
۷۰۰۔ فرماں بردار اور نافرمان کی کیفیت ..... ۶۹۸۔۶۹۹
۷۰۱۔ کل مولود یولد علی الفطرۃ ۷۰۰
۷۰۲۔ اللہ کے کلمات ختم نہ ہونے والے ..... ۷۰۰۔۷۰۱
۷۰۳۔ روح کے بارے میں سوال ۷۰۱
۷۰۴۔ خلقت و بعثت ایک ہی جیسی ۷۰۱
۷۰۵۔ سمندروں میں کشتیوں کا چلنا اللہ کی نشانیاں ۷۰۲۔۷۰۴
۷۰۶۔ علم قیامت اور دیگر علوم اللہ جانتا ہے ..... ۷۰۵۔۷۰۷
۷۰۷۔ سورۂ لقمان پڑھنے کی فضیلت ۷۰۷

سورۂ سجدہ

۷۰۸۔ تخلیق ارض و سماں ..... ۷۰۸۔۷۰۹
۷۰۹۔ اللہ امور کا مدبر ..... ۷۱۰۔۷۱۱
۷۱۰۔ احسن کل شیءٍ خلقہ ..... ۷۱۱۔۷۱۲
۷۱۱۔ ملک الموت روح قبض کرتا ہے ۷۱۴
۷۱۲۔ مجرمین کی خواہش ..... ۷۱۴۔۷۱۵
۷۱۳۔ اللہ بجبر ہدایت نہیں کرتا ۷۱۵
۷۱۴۔ آیات الٰہی کو تسلیم کرنے والے ۷۱۶
۷۱۵۔ مومنین کی صفات ..... ۷۱۷۔۷۱۸
۷۱۶۔ نماز شب کی فضیلت اور اس کا اجر ..... ۷۱۹۔۷۲۰
۷۱۷۔ مومن و فاسق برابر نہیں ۷۲۱
۷۱۸۔ عذاب اَلْاَدْنٰی کیا ہے؟ ..... ۷۲۲۔۷۲۳
۷۱۹۔ وجعلنا مِنْھُم ائمّۃ ۷۲۴
۷۲۰۔ سابقہ امتوں کا تذکرہ ..... ۷۲۵۔۷۲۶
۷۲۱۔ ارض جُرُز ۷۲۶
۷۲۲۔ وانتظر انھم منتظرون کی تفسیر ۷۲۷
۷۲۳۔ سورۂ سجدہ کا ثواب ۷۲۷
۷۲۴۔ عزائم چار ہیں ۷۲۷

سورۃ طٰہٰ

سورۃ طٰہٰ مکّی سورہ ہے۔ شامیوں کے اعتبار سے اس میں آیتوں کی تعداد ۱۳۵ ہے۔ کوفیوں کے لحاظ سے اس میں آیتوں کی تعداد ۱۳۵ ہے اور حجازیوں کے نزدیک اس کی تعداد ۱۳۴ ہے اور بصریوں کے خیال میں ۱۳۲ آیتیں ہیں۔

یہ بات واضح رہے کہ صحیح ترین تعداد کوفے والوں کی معیّن کردہ ہے، جو ۱۳۵ ہے، اس لیے کہ آیتوں کی یہ تعداد حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السّلام سے ماخوذ ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

طٰہٰ ۚ﴿۱﴾

مَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰۤی ۙ﴿۲﴾

اِلَّا تَذۡکِرَۃً لِّمَنۡ یَّخۡشٰی ۙ﴿۳﴾

تَنۡزِیۡلًا مِّمَّنۡ خَلَقَ الۡاَرۡضَ وَ السَّمٰوٰتِ الۡعُلٰی ؕ﴿۴﴾

اللّٰہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت مشفق ہے

(۱) اے طٰہٰ۔

(۲) ہم نے قرآن کو آپ پر اس لیے نازل نہیں کیا کہ آپ اتنی مشقّت اٹھائیں۔

(۳) یہ تو ایک طرح کی یاددہانی ہے خوف رکھنے والوں کے لیے۔

(۴) یہ اس ہستی کی طرف سے نازل ہوا ہے جس نے زمین اور بلند آسمانوں کو خلق فرمایا ہے۔

---

(۱) طٰہٰ– اس کی تاویل سورۂ بقرہ کے ذیل میں بیان کی جا چکی ہے۔ کتاب معانی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے جہاں تک طٰہٰ کا تعلق ہے تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور اس کا مفہوم ہے۔ یاطالب الحق الھادی الیہ[1] اے حق کے طالب اور اس کی جانب ہدایت کرنے والے۔

(۲) مَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰۤی– ہم نے قرآن کو آپ پر اس لیے نازل نہیں کیا کہ آپ اتنی مشقّت اٹھائیں فرمایا بلکہ اس لیے نازل کیا کہ آپ اس قرآن کو اپنے لیے بابرکت پائیں۔[2]

تفسیر قمی میں صادقین علیہما السّلام سے روایت ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز

---

(۱) معانی الاخبار، ص ۲۲، ح ۱ (۲) معانی الاخبار، ص ۲۲، ح ۱، واحتجاج، ج ۱، ص ۳۲۶

پڑھتے تھے تو اپنے پیروں کی انگلیوں پر کھڑے ہو جاتے تھے یہاں تک کہ پاؤں پر ورم آ جاتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا، طٰہٰ، جو قبیلہ طی کی لغت میں ہے، یعنی اے محمد، مَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰٓى [1]

کتابِ کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہؓ کے پاس مقیم تھے جو ان کے ہاں قیام کی شب تھی حضرت عائشہؓ نے فرمایا، اے اللہ کے رسول، آپ خود کو مشقّت میں نہ ڈالیں اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے تمام گناہوں کی مغفرت فرمادی ہے؟ تو آں حضرت نے فرمایا اے عائشہؓ کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے پیروں کی انگلیوں کے کناروں پر کھڑے ہو کر نماز پڑھا کرتے تھے تو اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: طٰہٰ ۚ﴿۱﴾ مَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰٓى [2]

کتاب احتجاج میں امام کاظم علیہ السّلام اپنے آبا و اجداد سے اور وہ امیر المومنین علیہ السّلام سے روایت کرتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دس سال انگلیوں کے کناروں پر کھڑے ہو کر مصروف عبادت رہے، یہاں تک کہ آپ کے پیروں پر ورم آ گیا تھا اور آپ کے چہرے کی رنگت پیلی پڑ گئی تھی آں حضرت پوری پوری رات کھڑے رہتے تھے یہاں تک کہ آپ کو اس پر تنبیہ کی گئی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: طٰہٰ ۚ﴿۱﴾ مَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰٓى۔ اے محمد، ہم نے قرآن کو آپ پر اس لیے نازل نہیں کیا کہ آپ کے لیے مشقّت کا باعث ہو، بلکہ یہ قرآن آپ کے لیے موجب سعادت ہے۔ [3]

کہا گیا ہے کہ لفظ "شقاء" کے معنی ہیں: مشقّت، تھکن اور تکلیف اور اسی سے ہے: اشقی من رائض المهر۔ یہ کام گھوڑے کو رام کرنے سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ جو قوم کا سردار ہوتا ہے وہ سب سے زیادہ مشقّت برداشت کرتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ بعد میں آنے والے جملے سے اس امر کی جانب متوجہ کرنا مقصود ہو کہ یہ قرآن باعثِ شقاوت نہیں بلکہ موجبِ سعادت ہے۔ [4]

(۳) اِلَّا تَذۡكِرَةً — بلکہ یہ تو ایک طرح کی یاد دہانی ہے۔

لِّمَنۡ يَّخۡشٰى — اس شخص کے لیے جس کے دل میں خشیت خداوندی ہو اور اس کا دل نرم ہو اور وہ ڈرانے سے متاثر ہو۔

(۴) تَنۡزِيۡلًا مِّمَّنۡ خَلَقَ الۡاَرۡضَ وَالسَّمٰوٰتِ الۡعُلٰى

یہ اس ہستی کی طرف سے نازل ہوا ہے جس نے زمین اور بلند آسمانوں کو خلق فرمایا ہے۔

اَلۡعُلٰى عُلْيَا کی جمع ہے جو اعلیٰ کا مونث ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات اور اپنے کام کا ذکر کر کے اس کی عظمت کو بیان کیا ہے جس پر قرآن نازل کیا گیا ہے۔

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲، ص ۵۷-۵۸ (۲) الکافی، ج ۲، ص ۹۵، ح ۶، باب الشکر

(۳) الاحتجاج، ج ۱، ص ۳۲۶ (۴) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج ۲، ص ۴۵

اَلرَّحۡمٰنُ عَلَی الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰی ۵

لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ وَ مَا بَیۡنَہُمَا وَ مَا تَحۡتَ الثَّرٰی ۶

وَ اِنۡ تَجۡہَرۡ بِالۡقَوۡلِ فَاِنَّہٗ یَعۡلَمُ السِّرَّ وَ اَخۡفَی ۷

اَللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ؕ لَہُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی ۸

---

(۵) رحمان نے عرش پر اقتدار قائم کر رکھا ہے۔

(۶) جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمینوں اور جو کچھ ان کے درمیان میں اور جو زمین کے نیچے ہے وہ سب اللہ کی ملکیت ہے۔

(۷) اور آپ چاہے زور سے بات کریں وہ (اللہ) تو رازہائے سربستہ اور مخفی باتوں کو بھی جانتا ہے۔

(۸) اللہ وہ ہے کہ اس کے علاوہ کوئی اور معبود نہیں۔ سارے بہترین نام اسی کے ہیں۔

---

(۵) اَلرَّحۡمٰنُ عَلَی الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰی

رحمان نے عرش پر اپنا اقتدار قائم کر رکھا ہے۔

کتاب توحید میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ علی العرش استوی کا مفہوم ہے علی الملك احتوىٰ یعنی اس نے عرش کو ہر طرف سے گھیر رکھا ہے پورا اور مکمل اقتدار اس کے پاس ہے۔[۱]

اور اس آیت کی مکمل تفسیر سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۱۳/ کے ذیل میں آیۂ سحرہ کے ضمن میں بیان کی جا چکی ہے۔

(۶) لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ وَ مَا بَیۡنَہُمَا وَ مَا تَحۡتَ الثَّرٰی

اسی کی ملکیت ہے جو کچھ آسمانوں اور جو زمینوں اور جو ان کے درمیان اور جو زمین کے نیچے ہے۔

کتاب خصال میں امیر المومنین علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ ہر شے ثریٰ (ترادر نرم مٹی) کے اوپر ہے اور ثریٰ قدرت کے اوپر ہے اور قدرت ہر شے کو اٹھائے ہوئے ہے۔[۲]

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ زمین حوت (بڑی مچھلی) کے اوپر ہے اور حُوت پانی کے اوپر ہے اور پانی صخرہ (چٹان) کے اوپر ہے اور صخرہ ثَور (بیل) کی چکنی سینگ کے اوپر ہے اور ثور ثریٰ کے اوپر ہے اور یہاں تک پہنچ کر صاحبانِ علم کا علم گم ہو کر رہ گیا ہے۔[۳]

---

(۱) توحید، ح۔۱، ص۳۲۱ (۲) خصالی، ح۔۱، ص۵۹۷

(۳) تفسیر قمی، ج۔۲، ص۵۸۔۵۹

(نوٹ از مترجم: اس حدیث مبارک میں جو الفاظ استعمال کیے گئے ہیں ''حوت''، ''صخرہ'' اور ''ثور'' وغیرہ یہ سب تلمیحات اور اشارات ہیں ان کا صحیح مفہوم اللہ، اللہ کے رسول اور راسخون فی العلم جانتے ہیں)

کہا گیا ہے کہ زمین اور آسمان کی تخلیق سے آغاز کیا اس لیے کہ یہ عالم کی اصل ہے اور زمین کو مقدّم رکھا اس لیے کہ یہ محسوسات سے زیادہ قریب ہے اور اس کے نزدیک آسمانوں سے زیادہ ظاہر ہے پھر اشارہ کیا کہ کائنات کو وجود میں لانے کی غرض کیا ہے اور اس کے امر کی تدبیر کی طرف توجہ مبذول کی عرش کی جانب قصد کیا اور اس سے احکام اور مقدرات کو جاری فرمایا اور اس سے اسباب کو ترتیب اور مقدّرات کے اعتبار سے جو اسی کی حکمت کا تقاضا تھا اور مشیّت کا اقتضا تھا نازل فرمایا تا کہ وہ اس کے ذریعے سے اپنی قدرت کے کمال اور ارادے کی جانب راہنمائی کرے اور جب قدرت ارادے کے تابع ہے اور یہ علم سے جدا نہیں ہوسکتی تو اس کے فوراً بعد یہ بیان فرمایا کہ اس کا علم مساوی طور پر تمام امور کا احاطہ کیے ہوئے ہے خواہ وہ جلی ہوں یا خفی ''وَاِنۡ تَجۡهَرۡ''[1]

(۷) وَ اِنۡ تَجۡهَرۡ بِالۡقَوۡلِ فَاِنَّهٗ يَعۡلَمُ السِّرَّ وَاَخۡفَى

اور آپ چاہے زور سے بات کریں وہ (اللہ) تو راز ہائے سربستہ اور مخفی باتوں کو بھی جانتا ہے۔

کتاب معانی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے اور مجمع البیان میں صادقین علیہما السّلام سے روایت ہے کہ اس آیت میں ''سر'' سے مراد ہے جو کچھ تم اپنے دل میں چھپاتے ہو اور ''اخفی'' کا مفہوم ہے جس چیز کا خیال تمھارے دل میں آیا ہو پھر تم اسے بھلا بیٹھے ہو۔[2]

(۸) اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰى

اللہ وہ ہے کہ اس کے علاوہ کوئی اور معبود نہیں، سارے بہترین نام اسی کے ہیں تفسیر مجمع البیان میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں جو انھیں شمار کرلے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔[3]

اور کتاب توحید میں امام صادق علیہ السّلام سے اسی قبیل کی روایت موجود ہے۔[4]

---

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج۔۲، ص ۴۵ (۲) معانی الاخبار، ح۔۱، ص ۱۴۳، مجمع البیان، ج۔۷۔۸، ص ۳

(۳) مجمع البیان، ج ۷۔۸، ص ۳ (۴) التوحید، ص ۱۹۴، ح ۸، ص ۲۱۹، ح ۱۱

وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۘ﴿۹﴾
اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ
اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ﴿۱۰﴾
فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى ﴿۱۱﴾
اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿۱۲﴾

(۹) اے محمد، کیا آپ تک موسیٰؑ کی خبر پہنچی ہے۔
(۱۰) جب انھوں نے آگ دیکھی تو اپنے اہل سے کہا، تم یہیں ٹھہرو، میں نے آگ دیکھی ہے، ممکن ہے، میں اس میں سے کوئی انگارا تمھارے لیے بھی لے آؤں یا آگ کے پاس سے مجھے منزل کا پتا مل جائے۔
(۱۱) جب وہ آگ کے قریب پہنچے تو آواز آئی، اے موسیٰ
(۱۲) میں ہی تمھارا رب ہوں تم اپنی جوتیاں اتار دو، تم تو طوی کی مقدّس وادی میں ہو۔

(۹) وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى

اور کیا آپ تک موسیٰؑ کی خبر پہنچی ہے؟

کہا گیا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبوت کے آغاز میں حضرت موسیٰؑ کے قصے کو بطور تمہید بیان گیا تا کہ وہ ان کے نشانات قدم کو اپنا کر نبوت کے بوجھ اور رسالت کی تبلیغ کا وزن اٹھا سکیں اور سختیوں کو برداشت کر کے صبر کا مظاہرہ کریں اس لیے کہ یہ سورت آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے اوائل میں نازل ہوئی تھی۔[1]

(۱۰) اِذْ رَاٰ نَارًا

جب انھوں نے آگ دیکھی۔

کہا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے شعیب علیہ السّلام سے اپنی والدہ کے پاس جانے کی اجازت طلب کی اور وہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ روانہ ہوئے جب وہ وادیِ طویٰ میں پہنچے جہاں پر کوہِ طور تھا تو موسم سرما کی تاریک اور سرد رات میں ان کے ہاں ایک بیٹے کی ولادت ہوئی اور وہ شب جمعہ تھی حضرت موسیٰؑ راہ سے بے راہ ہو گئے تھے اور ان کے چوپائے بکھر گئے تھے کہ انھیں طور کی جانب سے آگ دکھائی دی۔[2]

فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا

انھوں نے اپنے اہل سے کہا تم لوگ اسی جگہ ٹھہرے رہو۔

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج ۲، ص ۴۶ (۲) انوار التنزیل، ج۔ ۲، ص ۴۶

اِنِّیۡۤ اٰنَسۡتُ نَارًا

میں نے آگ کا بذات خود مشاہدہ کیا ہے اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں اور کہا گیا ہے کہ ''ایناس'' کے معنی ہیں اس چیز کو دیکھنا جس سے انسان مانوس ہو۔[1]

لَّعَلِّیۡۤ اٰتِیۡکُمۡ مِّنۡہَا بِقَبَسٍ

ممکن ہے اس میں سے کوئی انگارا تمھارے لیے لے آؤں۔

اَوۡ اَجِدُ عَلَی النَّارِ ہُدًی

یا آگ کے پاس سے مجھے منزل کا پتا مل جائے۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے حضرت موسیٰؑ فرما رہے تھے کہ میں آگ سے انگارے لے کر آؤں گا تا کہ تم اسے تاپ کی سردی سے بچو یا آگ کے پاس پہنچ کر مجھے راستا مل جائے حضرت موسیٰؑ راستا بھول گئے تھے۔ وہ فرما رہے تھے یا یہ کہ آگ کے پاس راستا نظر آ جائے۔[2]

(۱۱) فَلَمَّاۤ اَتٰىہَا

جب وہ آگ کے قریب پہنچے۔

کہا گیا ہے کہ انھوں نے دیکھا کہ سفید رنگ کی آگ ہے جو سرسبز درخت میں روشن ہے۔[3]

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے حضرت موسیٰؑ آگ کی جانب بڑھے تا کہ انگارے اکٹھا کریں تو انھوں نے دیکھا کہ ایک درخت ہے جس پر آگ بھڑک رہی ہے۔ جب وہ آگ کی جانب بڑھے تا کہ اس سے شعلہ حاصل کریں تو آگ ان کی جانب جھک گئی۔ انھیں خوف محسوس ہوا اور وہ وہاں سے ہٹ گئے اور آگ درخت کی طرف واپس چلی گئی پھر وہ اس کی جانب متوجہ ہوئے۔ جب وہ درخت پر واپس لوٹ گئی تھی حضرت موسیٰؑ دوبارہ اس کی طرف بڑھے تا کہ چنگاری حاصل کریں۔ وہ آگ پھر ان کی طرف مائل ہوئی۔ وہ پلٹے اور اسے چھوڑ دیا پھر وہ اس کی جانب متوجہ ہوئے تو کیا دیکھا کہ وہ درخت پر واپس چلی گئی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام تیسری مرتبہ اس کی جانب بڑھے وہ پھر ان کی طرف جھکی وہ اس کام سے باز رہے اور وہاں سے دوڑ پڑے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا یعنی واپس نہ لوٹے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے انھیں آواز دی۔[4]

مکمل حدیث سورۂ قصص کی آیت نمبر ۳۱ کے ذیل میں بیان کی جائے گی۔

نُوۡدِیَ یٰمُوۡسٰی

تو آواز آئی اے موسیٰؑ۔

(۱۲) اِنِّیۡۤ اَنَا رَبُّکَ

یقیناً میں ہی تمھارا رب ہوں۔

---

(۱) انوار التنزیل، ج۔۲، ص۴۶ (۲) تفسیر قمی، ج۔۲، ص۶۰

(۳) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج۔۲، ص۴۶ (۴) تفسیر قمی، ج۔۲، ص۱۴۰

فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى

تم اپنی جوتیاں اتار دو تم تو طویٰ کی مقدس وادی میں ہو، طویٰ وادی کا عطفِ بیان ہے اس لیے کہ وادی اسی نام سے موسوم تھی کہا گیا ہے کہ جوتیاں اتارنے کا حکم اس لیے دیا گیا کہ تواضع اور ادب کا تقاضا ہے کہ ننگے پاؤں اللہ کے حضور میں جائیں۔[1]

کتاب اکمال میں حجت قائم علیہ السّلام سے ایک حدیث کے ذیل میں آیا ہے جب ان سے سوال کیا گیا اے فرزند رسولؐ خدا آپ ہمیں یہ بتلایئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو حکم دیا تھا فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى تو یہ کیا معاملہ تھا اس لیے کہ فریقین کے فقہاء یہ خیال کرتے ہیں کہ ان کے نعلین مردار کی کھال کے تھے تو اس کے جواب میں امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ جس نے بھی ایسا کہا ہے اس نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام پر الزام لگایا ہے اور ان کی نبوّت کے بارے میں انھیں بے علم گردانا ہے اس لیے کہ یہ بات دو حال سے خالی نہیں اگر اسے پہن کر ان کی نماز جائز تھی تو اس بقعۂ مبارکہ میں بھی ان کا پہننا جائز تھا خواہ وہ مقدّس نہ بھی ہو اور اگر یہ بقعۂ مقدّس اور بابرکت ہو تو بھی وہ نماز سے زیادہ مقدس اور مُطَہّر نہیں ہوسکتا اور اگر اس نعلین کے ساتھ نماز ناجائز تھی تو موسیٰؑ پر یہ الزام آتا ہے کہ انھیں حلال وحرام کا علم نہ تھا اور وہ یہ بھی نہ جانتے تھے کہ نماز پڑھنا کس میں جائز ہے اور کس میں ناجائز ہے اور یہ کفر ہے امام علیہ السّلام سے کہا گیا اے مولا، ''آپ ہمیں اس کی تاویل سے باخبر کیجیے تو امام علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے وادیِ مقدس میں اپنے رب سے مناجات کی اور فرمایا اے میرے پروردگار میں نے اپنی محبت کو تیرے لیے خالص قرار دیا ہے اور اپنے دل کو تیرے علاوہ ہر ایک سے دھو کر صاف کر دیا ہے اور حضرت موسیٰؑ اپنے اہل وعیال کو بہت زیادہ چاہتے تھے تو اس وقت ارشادِ باری ہوا اخْلَعْ نَعْلَيْكَ، یعنی اے موسیٰؑ، اپنے دل سے اپنے اہل وعیال کی محبت کو ہٹا دو اگر تمھاری محبت میرے لیے خالص ہے اور تمھارا دل میرے علاوہ کسی اور کی جانب راغب ہونے سے دھلا ہوا ہے۔[2]

کتاب علل الشرائع میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے یعنی تمھیں جو دو طرح کے خوف ہیں انھیں دل سے نکال کر دو، یعنی اہل کے ضائع ہونے کا خوف اس لیے وہ اپنی بیوی کو حالتِ نفاس میں چھوڑ کر آئے تھے اور دوسرا فرعون کا خوف دامن گیر تھا۔[3] کتاب اکمال میں اسی مفہوم کی روایت مرفوع موجود ہے۔[4]

کتاب علل الشرائع میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وادی مقدس کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اسے مقدس اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں ارواح کی تقدیس کی گئی اور اسی مقام پر فرشتوں کو منتخب کیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اسی مقام پر حضرت موسیٰؑ سے کلام کیا جو کلام کا حق تھا۔[5]

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل، ج۔۲، ص۴۶ (۲) اکمال الدین واتمام النعمہ، ص۴۶، حدیث ۲۱، کا ایک حصہ باب ۴۳
(۳) علل الشرائع، ص۶۶، ح۔۲ (۴) اکمال الدین واتمام النعمہ، ص۱۵۱، ح ۱۳ کا حصہ باب ۶
(۵) علل الشرائع، ص۴۷۱۔۴۷۲، ح۔۳۳، باب نوادر

وَ اَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ﴿۱۳﴾
اِنَّنِيْۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ﴿۱۴﴾
اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰى ﴿۱۵﴾
فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى ﴿۱۶﴾
وَ مَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۱۷﴾
قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَ اَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَ لِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى ﴿۱۸﴾

۱۳۔ میں نے تم کو منتخب کرلیا ہے لہذا جو وحی کی جارہی ہے اسے غور سے سنو۔
۱۴۔ یقیناً میں ہی اللہ ہوں، نہیں ہے کوئی معبود سوائے میرے تم صرف میری بندگی کرو اور مجھے یاد رکھنے کے لیے نماز قائم کرو۔
۱۵۔ بلاشبہ قیامت آنے والی ہے میں اس کا وقت پوشیدہ رکھوں گا تاکہ ہر شخص اپنی سعی کے مطابق جزا پائے۔
۱۶۔ آپ کو قیامت کے خیال سے وہ روک نہ دے جو اس پر ایمان نہیں لاتا اور اپنی خواہشات کی پیروی کرتا ہے اگر ایسا ہوا تو آپ ہلاکت میں پڑ جائیں گے۔
۱۷۔ اے موسیٰؑ تمھارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟
۱۸۔ موسیٰؑ نے کہا یہ میرا عصا ہے میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اس سے اپنی بکریوں کے لیے پتے جھاڑتا ہوں اور بھی بہت سے کام ہیں جو اس سے لیتا ہوں۔

---

(۱۳) وَ اَنَا اخْتَرْتُكَ
اور میں نے تم کو نبوت کے لیے منتخب کرلیا ہے۔
فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى جو وحی کی جارہی ہے اسے غور سے سنو۔
اس سے دونوں معنیٰ مراد ہوسکتے ہیں وحی کرنے والے کی بات کو غور سے سنو یا وحی کو غور سے سنو۔
لِمَا میں ''ل'' کا تعلق '' فَاسْتَمِعْ'' اور ''يُوْحٰى'' دونوں افعال سے ہوسکتا ہے۔
(۱۴) اِنَّنِيْۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ یقیناً میں ہی اللہ ہوں نہیں ہے کوئی معبود سوائے میرے تم صرف میری بندگی کرو۔

یہ جملہ مما یوحی کا بدل ہے ور اس بات کی رہنمائی کرتا ہے کہ اس جملے کا مقصد توحید کو واضح کرنا ہے جو منتہائے علم ہے اور عبادت کا حکم دینا ہے جو عمل کا کمال ہے۔

وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکۡرِیۡ

اور مجھے یاد رکھنے کے لیے نماز قائم کرو۔

کہا گیا ہے کہ نماز کو ذکر کے ساتھ مخصوص کر دیا اور حکم میں اسے علاحدہ بیان کیا تا کہ اس وجہ کو ثابت کیا جائے جس پر نماز کو قائم کرنے کا دارومدار ہے یعنی معبود کو یاد رکھنا اور دل اور زبان کو اسی کے ذکر میں مشغول رکھنا۔[۱]

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اگر تمھاری کوئی نماز چھوٹ جائے اور دوسری نماز کے وقت وہ یاد آ جائے اگر تم یہ جانتے ہو کہ جو نماز چھوٹ گئی ہے اگر تم اسے ادا کرو گے تو دوسری نماز بھی وقت پر ہو جائے گی تو پہلے جو نماز باقی رہ گئی ہے اسے ادا کرو اس لیے کہ ارشاد نبوی ہے وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکۡرِیۡ[۲]

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکۡرِیۡ کا مفہوم ہے کہ جب تمھیں یاد آ جائے تو اس وقت نماز کو قائم کرو یعنی تم پر جو نماز باقی رہ گئی ہے چاہے اس کا وقت ہو یا نہ ہو اسے ہر حال میں ادا کر دو۔[۳]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے جو نماز پڑھنا بھول جائے تو جب بھی اسے یاد آ جائے وہ اس نماز کو ادا کرے اس پر کسی قسم کا کفارہ نہیں ہوگا اور آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکۡرِیۡ۔[۴]

تفسیر قمی میں ہے امام علیہ السّلام نے فرمایا اگر تم نماز پڑھنا بھول جاؤ تو جب بھی تمھیں یاد آئے تم اس نماز کو ادا کر دو۔[۵]

(۱۵) اِنَّ السَّاعَۃَ اٰتِیَۃٌ

بلاشبہ لامحالہ قیامت آ کر رہے گی۔

اَکَادُ اُخۡفِیۡہَا

کہا گیا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ میں قیامت کے وقت کو مخفی رکھوں گا۔

لِتُجۡزٰی کُلُّ نَفۡسٍۭ بِمَا تَسۡعٰی

تا کہ ہر شخص اپنی سعی کے مطابق جزا پائے۔

(۱۶) فَلَا یَصُدَّنَّکَ عَنۡہَا

آپ کو قیامت کی تصدیق یا نماز سے روک نہ دے۔

---

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج۔۲، ص۴۷ (۲) الکافی، ج۔۳، ص۲۹۳، ح۔۴

(۳) مجمع البیان، ج۷۔۸، ص۶ (۴) مجمع البیان، ج۷۔۸، ص۶ (۵) تفسیر قمی، ج۲، ص۶۰

مَنْ لَّا یُؤْمِنُ بِهَا

جو اس پر ایمان نہیں لایا۔

وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ۔

اور اس نے اپنی خواہشات کا اتباع کیا۔

فَتَرْدٰى

اگر ایسا ہوا تو رکاوٹ ڈالنے کی وجہ یا رکاوٹ کے سبب آپ ہلاکت میں پڑ جائیں گے۔

(۱۷) وَ مَا تِلْكَ بِیَمِیْنِكَ یٰمُوْسٰى

اور اے موسیٰؑ تمھارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے۔

یہ سوال درحقیقت بیدار کرنا اور متوجہ کرنا ہے کہ وہ اس عصا کے ذریعے بہت سے عجائبات کا مشاہدہ کرنے والے ہیں۔

یا موسیٰؑ کہہ کر زیادہ مانوس کرنا اور متنبہ کرنا ہے۔

(۱۸) قَالَ هِیَ عَصَایَ

موسیٰؑ نے کہا یہ میرا عصا ہے۔

اَتَوَكَّؤُا عَلَیْهَا

میں جب تھک جاتا ہوں تو اس پر ٹیک لگاتا ہوں، یا جانوروں کے ریوڑ کی نگہبانی کے لیے اس پر ٹیک لگا کر ٹھہرتا ہوں۔

وَ اَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِیْ

اور اس کے ذریعے سے میں اپنی بکریوں کے لیے پتّے جھاڑتا ہوں۔

وَ لِیَ فِیْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى اور بھی بہت سے کام ہیں جو اس سے لیتا ہوں۔

جیسے جب سفر کرتے تھے تو اسے اپنے کندھے پر رکھ لیتے تھے اور اپنا سامان اس میں لٹکا دیتے تھے اور جب کبھی صحرا میں ہوتے تھے تو اسے زمین میں گاڑ دیتے تھے اور دو لکڑیوں کو اس کے کناروں پر رکھ کر اس پر چادر ڈال دیتے تھے اور اس سے سایہ حاصل کرتے تھے اگر ڈول کی رسّی چھوٹی پڑتی تھی تو اس کے ذریعے ڈول تک رسائی حاصل کرتے تھے اور جب درندے بکریوں پر حملہ آور ہوتے تو عصا کے ذریعے انھیں بھگاتے تھے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ متفرق باتوں کو بتانے کی بجائے انھوں نے اپنے کلام کو مجتمع کیا اور یہ جملہ کہہ دیا

وَ لِیَ فِیْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى اس عصا سے میری بہت سی ضروریات پوری ہوتی ہیں۔[۱]

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۲۰

قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى ﴿۱۹﴾

فَاَلْقٰىهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ﴿۲۰﴾

قَالَ خُذْهَا وَ لَا تَخَفْ ۫ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى ﴿۲۱﴾

وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ اٰيَةً اُخْرٰى ﴿۲۲﴾

لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرَى ﴿۲۳﴾ ج

اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۲۴﴾ ع

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ﴿۲۵﴾

۱۹۔اللّٰہ نے فرمایا اے موسیٰؑ اسے (زمین پر) ڈال دو۔

۲۰۔انھوں نے اسے پھینک دیا تو یکا یک وہ ایک سانپ تھا جو دوڑ رہا تھا۔

۲۱۔اللّٰہ نے فرمایا اسے پکڑ لو اور ڈرو مت ہم اسے اِس کی پہلی حالت پر پلٹا دیں گے۔

۲۲۔اور اپنا ہاتھ بغل میں دبا لو وہ بغیر کسی بیماری کے سفید نکلے گا یہ دوسری نشانی ہے۔

۲۳۔تاکہ ہم تمھیں اپنی بڑی نشانیاں دکھلا سکیں۔

۲۴۔تم فرعون کی طرف جاؤ وہ سرکش ہو گیا ہے۔

۲۵۔موسیٰؑ نے کہا میرے رب میرا شرحِ صدر کر دے۔

---

(۱۹) قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى

اللّٰہ نے فرمایا اے موسیٰؑ اسے (زمین پر) ڈال دو۔

(۲۰) فَاَلْقٰىهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى۔

انھوں نے اسے پھینک دیا تو یکا یک وہ ایک سانپ تھا جو دوڑ رہا تھا۔

(۲۱) قَالَ خُذْهَا وَ لَا تَخَفْ

اللّٰہ نے فرمایا کہ اسے پکڑ لو اور ڈرو مت۔

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے موسیٰؑ سانپ سے ڈرے اور بھاگنے لگے تو اللّٰہ تعالیٰ نے انھیں آواز دے کر کہا، خُذْهَا وَ لَا تَخَفْ۔[۱]

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۴۰

سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى

ہم اسے اس کی پہلی حالت پر پلٹا دیں گے۔ اس عصا کی جو سابقہ ہیئت اور حالت تھی ہم اس پر پلٹا دیں گے تا کہ آپ اس سے راستہ طے کریں۔

(۲۲) وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ

اور اپنا ہاتھ بغل میں دبالو۔

تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ

وہ بغیر کسی بیماری کے سفید نکلے گا۔

اس میں برص سے کنایہ ہے۔

کتاب طب الائمۃ میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے یعنی ہاتھ سفید اور چمک دار ہوگا بغیر برص کی بیماری کے۔[1]

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے من غیر سوء کا مفہوم ہے بغیر کسی بیماری کے بات یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام گندم گوں رنگ کے تھے جب انھوں نے اپنا ہاتھ گریباں سے باہر نکالا تو ان کے لیے دنیا روشن ہوگئی۔[2]

اٰيَةً اُخْرٰى

دوسرا معجزہ۔

(۲۳) لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى

تا کہ ہم تمھیں اپنی بڑی نشانیاں دکھلا سکیں۔

(۲۴) اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ

ان دونوں نشانیوں کو لے کر فرعون کے پاس جاؤ اور اسے عبادت کی طرف بلاؤ۔

اِنَّهٗ طَغٰى

وہ نافرمان اور سرکش ہو گیا ہے۔

(۲۵) قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ

موسیٰؑ نے کہا میرے رب تو میرا شرح صدر کر دے

---

(۱) طب الائمہ، ص ۵۵

(۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۴۰

وَ يَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ ﴿۲۶﴾ وَ احْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ﴿۲۷﴾
يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ﴿۲۸﴾ وَ اجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ﴿۲۹﴾
هٰرُوْنَ اَخِي ﴿۳۰﴾ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ ﴿۳۱﴾
وَ اَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ ﴿۳۲﴾ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ﴿۳۳﴾

۲۶۔اور میرے امر کو میرے لیے آسان بنا دے۔ ۲۷۔اور میری زبان کی گرہ کو کھول دے۔
۲۸۔تا کہ وہ لوگ میری بات سمجھ سکیں۔ ۲۹۔اور تو میرے اہل میں سے میرا وزیر بنا دے۔
۳۰۔ہارون کو جو میرے بھائی ہیں۔ ۳۱۔ان کے ذریعے سے میری پُشت مضبوط کر۔
۳۲۔اور انھیں میرے امر میں شریک بنا دے۔ ۳۳۔تا کہ ہم تیری زیادہ تسبیح کریں۔

(۲۶) وَ يَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ

اور تو میرے امر کو میرے لیے آسان بنا دے چوں کہ اللّٰہ تعالیٰ نے انھیں ایک عظیم اور مہتم بالشان امر کا حکم دیا تھا تو حضرت موسیٰؑ نے اللّٰہ تعالیٰ سے دعا طلب کی کہ ان کا شرحِ صدر کردے اور ان کے دل کو کھول دے تا کہ وہ اس راہ میں آنے والی تکلیفوں کو برداشت کرسکیں اور مشقتوں پر صبر کرسکیں۔

(۲۷) وَ احْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ

اور میری زبان کی گرہ کو کھول دے

(۲۸) يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ

تا کہ وہ لوگ میری بات سمجھ سکیں

کہا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی زبان میں لکنت تھی اس انگارے کی وجہ سے جو آپ نے اپنے منہ میں رکھ لیا تھا۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ فرعون بنی اسرائیل کے بیٹیوں کو پیدا ہوتے ہی قتل کر ڈالتا تھا وہ موسیٰؑ کی پرورش کر رہا تھا اور ان کا خیال رکھتا تھا لیکن یہ نہیں جانتا تھا کہ اس کی تباہی موسیٰؑ کے ہاتھوں ہو گی۔ جب موسیٰؑ اپنے پیروں پر چلنے لگے تو ایک دن فرعون کے پاس تھے کہ اسے چھینک آ گئی موسیٰؑ نے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ فرعون کو یہ جملہ موسیٰؑ کی زبانی اجنبی لگا اور اس نے انھیں تھپڑ مار دیا اور کہا تم یہ کیا کہہ رہے ہو؟ موسیٰؑ نے اس کی ڈاڑھی پر جھپٹا مارا اور اس کی ڈاڑھی بہت لمبی تھی اسے اکھاڑ دیا فرعون کو اس بات سے سخت تکلیف پہنچی فرعون نے ان کو قتل کرنے کا ارادہ کیا فرعون کی بیوی نے اس سے کہا یہ بچہ ہے نوخیز ہے اسے نہیں

پتا کہ وہ کیا کر رہا ہے فرعون نے کہا ہاں وہ جانتا ہے فرعون کی بیوی نے کہا تم اپنے سامنے کھجور اور انگارہ رکھو اگر وہ کھجور اور انگارے میں فرق محسوس کر لیں تو تمھاری بات درست ہے اس نے اپنے سامنے کھجور اور انگارے کو رکھا اور موسیٰؑ سے کہا کھاؤ موسیٰؑ نے اپنا ہاتھ کھجور کی طرف بڑھایا جبرئیل علیہ السّلام آئے اور ان کا ہاتھ انگارے کی طرف موڑ دیا موسیٰؑ نے انگارے کو اپنے منہ میں رکھ لیا اور ان کی زبان جل گئی انھوں نے چیخ ماری اور رونے لگے تو اس وقت آسیہ نے فرعون سے کہا کیا میں نے تم سے نہیں کہا تا کہ یہ ناسمجھ ہیں لہٰذا فرعون نے انھیں معاف کر دیا۔[1]

(۲۹) وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ

اور تو میرے اہل میں سے میرا وزیر بنا دے۔

(۳۰) هٰرُوْنَ اَخِي

میرے بھائی ہارون کو تا کہ تو نے مجھے جس کام پر مامور کیا ہے وہ اس میں میرے مددگار بنیں۔

(۳۱) اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ

ان کے ذریعے میری قوت و طاقت کو بڑھا دے۔

(۳۲) وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ

اور انھیں میرے امر میں شریک بنا دے

(۳۳) كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا

تا کہ ہم تیری زیادہ تسبیح کریں۔

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۳۶

وَّ نَذۡكُرَكَ كَثِيۡرًا ﴿۳۴﴾

اِنَّكَ كُنۡتَ بِنَا بَصِيۡرًا ﴿۳۵﴾

قَالَ قَدۡ اُوۡتِيۡتَ سُؤۡلَكَ يٰمُوۡسٰى ﴿۳۶﴾

وَلَقَدۡ مَنَنَّا عَلَيۡكَ مَرَّةً اُخۡرٰٓى ﴿۳۷﴾

اِذۡ اَوۡحَيۡنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا يُوۡحٰٓى ﴿۳۸﴾

اَنِ اقۡذِفِيۡهِ فِى التَّابُوۡتِ فَاقۡذِفِيۡهِ فِى الۡيَمِّ فَلۡيُلۡقِهِ الۡيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَاۡخُذۡهُ عَدُوٌّ لِّىۡ وَ عَدُوٌّ لَّهٗ ؕ وَ اَلۡقَيۡتُ عَلَيۡكَ مَحَبَّةً مِّنِّىۡ ۚ وَ لِتُصۡنَعَ عَلٰى عَيۡنِىۡ ﴿۳۹﴾

وقف لازم

۳۴۔ اور تیرا بہت زیادہ ذکر کرتے رہیں۔

۳۵۔ بے شک تو ہمارے حال پر نگراں رہا ہے۔

۳۶۔ ارشاد ہوا اے موسیٰؑ ہم نے تمھارا مطالبہ پورا کر دیا

۳۷۔ ہم نے تم پر ایک مرتبہ پھر احسان کیا۔

۳۸۔ جب ہم نے تمھاری ماں کی طرف اشارہ کیا جو وحی کے ذریعے ممکن تھا۔

۳۹۔ کہ اس بچے کو صندوق میں رکھ دو اور صندوق کو دریا میں ڈال دو۔ دریا اسے بہا کر ساحل تک پہنچا دے گا اور اس صندوق کو وہ اٹھا لے گا جو میرا اور اس کا دشمن ہے اور میں نے تم پر اپنی محبت کا پرتو ڈال دیا تا کہ تم میری نگرانی میں پرورش پاتے رہو۔

---

(۳۴) وَّ نَذۡكُرَكَ كَثِيۡرًا

اور تیرا بہت زیادہ ذکر کرتے رہیں

اس لیے کہ تعاون خواہشات کو بڑھاتا ہے اور زیادہ سے زیادہ خیر کے امور کو انجام دینے پر آمادہ کرتا ہے۔

(۳۵) اِنَّكَ كُنۡتَ بِنَا بَصِيۡرًا

بے شک تو ہمارے حال پر نگران رہا ہے۔

تو ہمارے احوال سے باخبر ہے تعاون سے ہمارا کام بن جائے گا تو نے مجھے میں جس کام کا حکم دیا ہے ہارون اس مقصد کے لیے میرے بہترین معین و مددگار ثابت ہوں گے۔

(۳۶) قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى

ارشاد ہوا۔ اے موسیٰؑ ہم نے تمھارا مطالبہ پورا کر دیا۔

(۳۷) وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً اُخْرٰٓى

اور ہم نے تم پر ایک مرتبہ پھر احسان کیا۔ یعنی دوسری مرتبہ تم پر انعام کیا۔

(۳۸) اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا يُوْحٰٓى

جب ہم نے تمھاری ماں کی طرف اشارہ کیا جو وحی کے ذریعے ممکن تھا۔ مَا يُوْحٰٓى کا مفہوم ہے کہ جسے وحی کے ذریعے سے جانا جاسکتا ہے۔

(۳۹) اَنِ اقْذِفِيْهِ فِي التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِي الْيَمِّ۔

کہ اس بچے کو صندوق میں رکھ دو اور صندوق کو دریا میں ڈال دو "قذف" کے معنی ہیں ڈالنا اور رکھنا۔

فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ۔

دریا اسے بہا کر ساحل تک پہنچا دے گا۔

يَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّيْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ۔

اور اس صندوق کو وہ اٹھا لے گا جو میرا اور اس کا دشمن ہے لفظ وَعَدُوٌّ کو مکرر لانے کا مقصد تاکید کرنا ہے یا اس کا سبب یہ ہو کہ پہلا لفظ عَدُوٌّ واقع ہونے کے اعتبار سے ہے اور دوسرا لفظ عَدُوٌّ اس لیے لایا گیا کہ یہ امر متوقع تھا کہ وہ موسیٰؑ کا دشمن ہوگا۔

وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ

اور میں نے تم پر اپنی محبت کا پرتو ڈال دیا۔

یعنی میں تمھیں محبوب رکھتا ہوں یا یہ کہ محبّت میری جانب سے ہی وجود میں آتی ہے میں نے ہی اسے دلوں میں کاشت کیا ہے کہ جو بھی تمھیں دیکھے گا وہ تمھاری طرف راغب ہو جائے گا۔

وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ

تاکہ تم میری نگرانی میں پرورش پاتے رہو۔ تاکہ وہ تمھاری پرورش کرے اور تم سے اچھا سلوک کرے اور میں ہر لمحے تمھارا محافظ اور نگراں رہوں۔

اِذۡ تَمۡشِیۡۤ اُخۡتُکَ فَتَقُوۡلُ هَلۡ اَدُلُّکُمۡ عَلٰی مَنۡ یَّکۡفُلُهٗ ؕ فَرَجَعۡنٰکَ اِلٰۤی اُمِّکَ کَیۡ تَقَرَّ عَیۡنُهَا وَ لَا تَحۡزَنَ ؕ وَقَتَلۡتَ نَفۡسًا فَنَجَّیۡنٰکَ مِنَ الۡغَمِّ وَ فَتَنّٰکَ فُتُوۡنًا ۟ فَلَبِثۡتَ سِنِیۡنَ فِیۡۤ اَهۡلِ مَدۡیَنَ ۙ ثُمَّ جِئۡتَ عَلٰی قَدَرٍ یّٰمُوۡسٰی ﴿۴۰﴾

وَ اصۡطَنَعۡتُکَ لِنَفۡسِیۡ ﴿۴۱﴾

اِذۡهَبۡ اَنۡتَ وَ اَخُوۡکَ بِاٰیٰتِیۡ وَ لَا تَنِیَا فِیۡ ذِکۡرِیۡ ﴿۴۲﴾

---

۴۰) یاد کرو جب تمھاری بہن چل رہی تھی پھر اس نے کہا، کیا میں تمھیں ایسے کا پتا بتاؤں جو اس کی پرورش کر سکے تو ہم نے تمھاری ماں کی طرف پلٹا دیا تا کہ اس کی آنکھ ٹھنڈی رہے اور وہ رنجیدہ نہ ہو اور تم نے ایک شخص کو قتل کر دیا تو ہم نے تمھیں غم سے نجات دی اور تمھیں مختلف آزمائشوں سے گزارا تم مدین والوں کے پاس کئی سال ٹھہرے رہے اس کے بعد اے موسیٰؑ تم مقررہ منزل پر آ گئے۔

۴۱) اور میں نے تمھیں اپنے لیے چن لیا ہے۔

۴۲) تم جاؤ اور تمھارے بھائی جائیں میری نشانیاں لے کر اور دیکھو میری یاد میں کوتاہی نہ کرنا۔

---

(۴۰) اِذۡ تَمۡشِیۡۤ اُخۡتُکَ فَتَقُوۡلُ هَلۡ اَدُلُّکُمۡ عَلٰی مَنۡ یَّکۡفُلُهٗ

یاد کرو جب تمھاری بہن چل رہی تھی پھر اس نے کہا کیا میں تمھیں ایسے کا پتا بتاؤں جو اس کی پرورش کر سکے۔

فَرَجَعۡنٰکَ اِلٰۤی اُمِّکَ کَیۡ تَقَرَّ عَیۡنُهَا

تو ہم نے تمھاری ماں کی طرف تمھیں پلٹا دیا تا کہ تم سے مل کر اس کی آنکھ ٹھنڈی رہے۔

وَ لَا تَحۡزَنَ

اور وہ تمھاری جدائی پر غمگین اور رنجیدہ نہ ہو یا تم اس کے فراق پر محزوں نہ رہو اور اس کی شفقتوں سے محروم نہ رہو۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ جب مادرِ موسیٰؑ حاملہ ہوئیں تو ان کا حمل مخفی رہا وضع حمل سے پتا چلا کہ وہ حاملہ تھیں اور فرعون نے بنی اسرائیل کی عورتوں پر قبط کی عورتوں کو مقرر کر رکھا تھا تا کہ وہ ان عورتوں کی نگرانی کرتی رہیں بات یہ تھی کہ اسے بنی اسرائیل کی جانب سے اس بات کا پتا چلا تھا کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ ہمارے درمیان ایک شخص پیدا ہوگا جس کا نام موسیٰؑ بن عمران ہوگا فرعون اور اصحاب فرعون کی ہلاکت اس کے ہاتھوں انجام پائے گی فرعون نے اس وقت کہا تھا کہ میں ضرور بالضرور ان کی اولادِ نرینہ کو قتل کر

دوں گا تا کہ وہ جو چاہتے ہیں وہ نہ ہونے پائے اس نے مردوں کو عورتوں سے علاحدہ کر دیا اور مردوں کو قید خانے میں ڈال دیا جب مادر موسیٰؑ نے موسیٰؑ کو جنم دیا تو موسیٰؑ کی طرف دیکھ کر غمگین، ملول وحزین ہوئیں اور رو کر کہنے لگیں کہ یہ بچہ کچھ دیر میں ذبح کر دیا جائے گا مادرِ موسیٰؑ پر جو عورت مقرر کی گئی تھی اللہ تعالی نے اس کے دل کو مہربان بنا دیا اس نے مادرِ موسیٰؑ سے دریافت کیا، کیا بات ہے تمھارے چہرے کی رنگت پیلی ہوگئی ہے مادرِ موسیٰؑ نے جواب دیا مجھے ڈر ہے کہ میرا بیٹا قتل کر دیا جائے گا۔ اس نے کہا آپ خائف نہ ہوں اور موسیٰؑ ایسے تھے کہ جو بھی انھیں دیکھتا اس کے دل میں ان کی محبت جاگزیں ہو جاتی اور یہ اللہ کے قول سے ثابت ہے۔

والقيت عليك محبّة مِنّي جو قبطی عورت مادرِ موسیٰؑ پر مقرر کی گئی تھی اسے موسیٰؑ سے محبت ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے مادرِ موسیٰؑ پر صندوق کو نازل کیا اور آواز دی اس بچے کو صندوق میں رکھ دو اور صندوق کو دریا میں بہا دو۔

وَ لَا تَخَافِيْ وَ لَا تَحْزَنِيْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَ جَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (قصص ۷) (اور نہ ڈرنا اور نہ غم کھانا ہم ان کو تمھاری طرف لوٹائیں گے اور انھیں رسول بنائیں گے) مادرِ موسیٰؑ نے انھیں صندوق میں رکھا اور اسے بند کر دیا اور اُسے نیل کے سپرد کر دیا اور نیل کے کنارے فرعون کے محلات تھے عمدہ آب و ہوا کی خاطر، فرعون نے اپنے محل سے دیکھا اور اس کے ساتھ اس کی بیوی آسیہ بھی تھی کہ کوئی کالی چیز ہے جسے نیل کی موجیں اور ہوائیں بار بار سطح آب پر بلند کر رہی ہیں یہاں تک کہ اسے لاکر فرعون کے محل کے دروازے تک پہنچا دیا فرعون نے حکم دیا کہ اس چیز کو لایا جائے صندوق کو اٹھا کر اس کے پاس لایا گیا جب اس نے صندوق کو کھولا تو کیا دیکھا کہ اس میں ایک بچہ ہے فرعون نے کہا یہ اسرائیلی ہے اللہ تعالیٰ نے فرعون اور آسیہ کے دل میں موسیٰؑ کی شدید محبت کو ڈال دیا فرعون نے انھیں قتل کرنے کا ارادہ کیا آسیہ نے فرعون سے کہا۔

لَا تَقْتُلُوْهُ ۖ عَسٰۤى اَنْ يَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (قصص ۹) (تم اسے قتل نہ کرو شاید یہ ہمیں فائدہ پہنچائے یا ہم اسے اپنا بیٹا بنالیں اور وہ بے خبر تھے) کہ یہ موسیٰ (علیہ السّلام) ہیں اور فرعون کے کوئی بیٹا نہ تھا فرعون نے حکم دیا کہ کسی دایہ کو بلاؤ جو انھیں پروان چڑھائے بہت سی عورتوں کو لایا گیا جن کی اولاد کو فرعون نے قتل کرا دیا تھا موسیٰؑ نے کسی بھی عورت کا دودھ نہیں پیا اور یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔

وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ... (قصص ۱۲) اور ہم نے موسیٰؑ پر دائیوں کے دودھ کو پہلے ہی حرام کر دیا تھا۔ مادرِ موسیٰؑ کو یہ اطلاع ملی کہ فرعون نے موسیٰؑ کو پکڑ لیا ہے وہ غمگین ہوئیں اور رونے لگیں جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا **وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ؕ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ...** (قصص ۱۰) اور مادرِ موسیٰؑ کے دل کا قرار جاتا رہا قریب تھا کہ وہ اسے ظاہر کر دیتیں امام علیہ السّلام نے فرمایا قریب تھا کہ وہ موسیٰؑ کے بارے میں فرعون کو آگاہ کر دیتیں یا موت سے ہمکنار ہو جاتیں پھر انھوں نے خود کو سنبھالا جسے اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان کیا۔

لَوْ لَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰی قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اگر ہم نے ان کا دل مضبوط نہ کر دیا ہوتا تا کہ وہ ہمارے وعدے پر یقین کرلیں پھر انھوں نے موسیٰؑ کی بہن سے کہا تم اس کے پیچھے پیچھے جاؤ موسیٰؑ کی بہن وہاں تک آئی فبصرت به عن جنب انھوں نے دور سے موسیٰؑ کو دیکھا وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ اور فرعون کو پتا تک نہ چلا جب موسیٰؑ نے کسی عورت کے پستان کو منہ نہ لگایا تو فرعون کو اس بات سے بڑی پریشانی لاحق ہوگئی یہ دیکھ کر موسیٰؑ کی بہن نے فرعون سے کہا ...هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَ هُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ (قصص ۱۲) کیا میں تمھیں ایسے گھر والوں کا پتا بتا دوں جو تمھارے لیے اس کی پرورش کریں جب کہ وہ اس کے خیرخواہ بھی ہوں) فرعون نے کہا بے شک موسیٰؑ کی بہن مادرِ موسیٰؑ کو لے کر آئیں جب انھوں نے موسیٰؑ کو گود میں لیا اور انھیں پستان سے دودھ پلانا شروع کیا تو موسیٰؑ دودھ پینے لگے فرعون اور اس کے گھر کے لوگ بہت خوش ہو گئے اور انھوں نے مادرِ موسیٰؑ کے بے حد تکریم کی فرعون نے ان سے کہا آپ ان کی تربیت کریں ہم آپ کو یہ کچھ دیں گے اور آپ کو اِس اِس طرح نوازیں گے۔[1]

راوی نے امام علیہ السّلام سے سوال کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام اپنی والدہ سے کتنے عرصے تک غائب رہے یہاں تک کہ اللہ نے انھیں ماں سے ملا دیا امام علیہ السّلام نے فرمایا صرف تین دن۔[2]

وَقَتَلْتَ نَفْسًا

اور تم نے ایک شخص کو قتل کر دیا۔

اس قبطی کو قتل کیا تھا اسرائیلی نے جس کے خلاف مدد مانگی تھی ان شاء اللہ تعالیٰ سورۂ قصص کی آیات ۱۵ سے ۱۹ تک جن کا قصہ بیان کیا جائے گا۔

فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ

تو ہم نے تم کو غم سے نجات دے دی۔

اللہ کے عذاب سے قتل ہونے کا غم اور فرعون کے قصاص کا غم اللہ نے مغفرت کرکے اور مدین کی طرف ہجرت کا حکم دے کر غم سے نجات دے دی۔

وَ فَتَنّٰكَ فُتُوْنًا

اور ہم نے تم کو مختلف آزمائشوں سے گزارا۔

طرح طرح کے امتحان لیے، ایک آزمائش کے بعد دوسری آزمائش میں مبتلا کیا یہ کہ موسیٰؑ اس سال پیدا ہوئے جب لڑکوں کو قتل کیا جارہا تھا، ان کی ماں نے انھیں دریا میں ڈال دیا، فرعون نے انھیں قتل کرنا چاہا اور موسیٰؑ نے سفر کرتے وقت وہ مصیبتیں اٹھائیں جو وطن سے ہجرت کرتے وقت لوگ برداشت کرتے ہیں اور چاہنے

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۳۵-۱۳۶ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۳۶

والوں سے جدائی برداشت کی اور خوف کے ساتھ پیدل سفر طے کیا، زاد راہ کی کمی تھی اور دس سال تک اجرت پر کام کیا اور مزدوری کرتے رہے اس کے علاوہ بھی دیگر آزمائشوں سے گزرے۔

فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ

تم مدین والوں کے پاس کئی سال ٹھہرے رہے۔

مدین والوں کے ساتھ موسیٰ علیہ السّلام نے دس سال گزارے اور مدین مصر سے اٹھارہ منازل کے فاصلے پر واقع ہے۔

ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ

پھر اس کے بعد تم مقررہ منزل پر آ گئے۔

یعنی تم عمر کی اس منزل پر پہنچ گئے جب انبیا پر وحی کی جاتی ہے۔

اور وہ چالیس سال کی عمر ہے۔[1]

اور کہا گیا ہے جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ کا مفہوم ہے کہ میرے قضا و قدر میں پہلے سے یہ فیصلہ کیا جا چکا ہے کہ اے موسیٰؑ میں تم سے ہم کلام ہوں گا اور تمھیں نبوت سے سرفراز کروں گا اور بعینہ وہ وقت ہوگا جس وقت کا میں نے تعین کر لیا ہے۔ لہٰذا اے موسیٰؑ تم اسی وقتِ معینہ پر نبی بن کر آئے ہو۔[2]

يّٰمُوْسٰى۔ اے موسیٰ

کہا گیا ہے کہ داستان کے آخر میں نام کو دوبارہ اس لیے بیان کیا گیا ہے کہ انھیں اس بات پر متنبہ کیا جائے۔[3]

(۴۱) وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ

اور میں نے تمھیں اپنے لیے چن لیا ہے اور خالص کر لیا ہے اور اپنی محبت، اپنی رسالت اور اپنے کلام کے لیے تمھارا انتخاب کیا ہے۔

(۴۲) اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ

تم جاؤ اور تمھارے بھائی جائیں میری نشانیاں لے کر یعنی معجزات کے ساتھ۔

وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ

اور دیکھو میری یاد میں کوتاہی نہ کرنا

تم جس جگہ جانا میرے ذکر اور میری یاد میں کسی قسم کی کمی اور کوتاہی نہ کرنا اور کہا گیا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ میرے ذکر کو پہنچانے اور میری جانب بلانے میں کسی قسم کی کوتاہی نہ ہونے پائے۔[4]

---

(۱) الکشاف، ج ۳، ص ۶۵، ومجمع البیان، ج ۷۔۸، ص ۱۱ (۲) الکشاف، ج ۲، ص ۶۵

(۳) بیضاوی تفسیر انوار التنزل، ج ۲، ص ۵۰ (۴) انوار التنزل، ج ۲، ص ۵۰

اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۴۳﴾
فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ﴿۴۴﴾
قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ﴿۴۵﴾
قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِىْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَ اَرٰى ﴿۴۶﴾

---

۴۳) تم دونوں فرعون کی طرف جاؤ وہ سرکش ہو گیا ہے۔
۴۴) تم دونوں اس سے نرم لہجے میں بات کرنا ہوسکتا ہے کہ وہ نصیحت قبول کر لے یا ڈر جائے۔
۴۵) دونوں نے عرض کی اے ہمارے پروردگار ہمیں ڈر ہے کہ وہ ہم پر زیادتی نہ کرے یا یہ کہ مزید سرکش نہ ہو جائے۔
۴۶) اللّٰہ نے کہا تم ڈرو نہیں میں تمھارے ساتھ ہوں سن بھی رہا ہوں اور دیکھ بھی رہا ہوں۔

---

(۴۳) اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى
تم دونوں فرعون کی طرف جاؤ وہ سرکش ہو گیا ہے۔
(۴۴) فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا
تم دونوں اس سے نرم لہجے میں بات کرنا۔
جیسے کہو ... هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۸﴾ وَ اَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ﴿۱۹﴾ (النّازعات)
کیا یہ ممکن ہے کہ تم تزکیہ نفس حاصل کر لو اور میں تمھارے رب کی طرف تمھاری رہبری کروں تا کہ تم میں خشیت خداوندی پیدا ہو جائے یہ انداز دعوت معروضی دعوت ہے اور ایک طرح کا مشورہ ہے اس بات سے بچنے کے لیے کہ کہیں وہ ایسی حماقت نہ کرے کہ تم پر حملہ کرے یا سختی سے کام لے۔
لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى
ہوسکتا ہے کہ وہ نصیحت قبول کر لے یا ڈر جائے۔
کتاب علل الشرائع میں امام موسیٰ الکاظم علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا کہ اللّٰہ تعالیٰ کے قول فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا کا مطلب یہ ہے کہ اس سے نرم برتاؤ کرو اور تم دونوں اس سے کہو اے ابو مصعب اور فرعون ابو مصعب ولید بن مصعب تھا اور اللّٰہ نے لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى اس لیے کہا تا کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام فرعون کے پاس جانے کے لیے مستعد اور تیار ہو جائیں جب کہ اللّٰہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ فرعون نہ تو نصیحت قبول کرے گا اور نہ

ہی خوف زدہ ہوگا مگر جب یہ دیکھے گا کہ مصیبت آ گئی ہے کیا تم نے اللہ کا قول نہیں سنا ...حَتّٰۤی اِذَاۤ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (یونس ۹۰) جب وہ غرق ہونے لگا تو کہنے لگا میں ایمان لایا کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر وہ جس پر بنو اسرائیل ایمان لا چکے ہیں اور میں بھی مسلمانوں میں سے ہوں) تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کا ایمان لانا قبول نہیں کیا اور فرمایا آٰلْـٰٔنَ وَ قَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَ كُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ (یونس ۹۱) کیا اب ایمان لاتا ہے جب کہ پہلے تو نے نافرمانی کی تھی اور تو فساد کرنے والوں میں سے تھا۔[1]

کتاب کافی میں امیر المومنین علیہ السّلام سے اس بارے میں ایک حدیث میں آیا ہے کہ یہ بات جان لو کہ خداوند عالم نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو جب فرعون کی جانب روانہ کیا تو ان سے کہا " فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّیِّنًا لَّعَلَّهٗ یَتَذَكَّرُ اَوْ یَخْشٰی " جبکہ اللہ کے علم میں تھا کہ نہ تو وہ نصیحت قبول کرے گا اور نہ ہی خوف زدہ ہوگا لیکن یہ اس لیے کہا تھا تا کہ حضرت موسیٰؑ کو فرعون کی طرف جانے کے لیے آمادہ کیا جائے۔[2]

(۴۵) قَالَا رَبَّنَاۤ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ یَّفْرُطَ عَلَیْنَاۤ۔

موسیٰؑ اور ہارونؑ نے عرض کی اے ہمارے پروردگار ہمیں ڈر ہے کہ وہ ہم پر زیادتی نہ کرے یا کہ مزید سرکش نہ ہو جائے۔

اَنْ یَّفْرُطَ عَلَیْنَاۤ کا مفہوم ہے کہ ہمیں سزا دینے میں جلدی نہ کرے اور وہ دعوت دین کے پورے ہونے کا انتظار نہ کرے اور معجزے کو ظاہر کرنے کا موقع نہ دے اَوْ اَنْ یَّطْغٰی کا مطلب ہے کہ اس کی سرکشی بڑھ نہ جائے اور وہ حد سے تجاوز کرتے ہوئے اے اللہ تیرے بارے میں نامناسب الفاظ استعمال نہ کرنے لگے جرأت کے سبب، اور سنگ دلی اور بے رحمی کے سبب اور حسن اخلاق سے ناواقفیت کی وجہ سے۔

(۴۶) قَالَ لَا تَخَافَاۤ اِنَّنِیْ مَعَكُمَاۤ

اللہ نے کہا تم ڈرو نہیں میں تمھارے ساتھ ہوں

حفاظت بھی کروں گا اور تمھاری نصرت بھی کروں گا۔

اَسْمَعُ وَ اَرٰی

تمھارے اور فرعون کے درمیان جو باتیں اور جو عمل ہو رہا ہے میں انھیں سن بھی رہا ہوں اور دیکھ بھی رہا ہوں میں ہر حال میں وہ کچھ کروں گا جس کے ذریعے تم دونوں اس کے شر سے محفوظ رہو گے اور میری کمک بہر حال تمھارے ساتھ ہوگی۔

---

(۱) علل الشرائع، ص ۶۷، ح ۱، ص ۵۶ (۲) الکافی، ج ۷، ص ۴۶، ح ۱

فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَاۤ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۬ؕ وَ لَا تُعَذِّبْهُمْ ؕ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ؕ وَ السَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ﴿۴۷﴾
اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَاۤ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰى ﴿۴۸﴾
قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ﴿۴۹﴾
قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْۤ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ﴿۵۰﴾
قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ﴿۵۱﴾

---

۴۷) تم دونوں اس کے پاس جاؤ اس سے کہو! ہم تمھارے رب کے پیغام بر ہیں تم ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دو اور انھیں اذیت نہ پہنچاؤ ہم تمھارے رب کی جانب سے نشانی لے کر آئے ہیں اور سلامتی اس کے لیے ہے جو راہ راست کی پیروی کرے۔
۴۸) ہمیں وحی کے ذریعے بتلایا گیا کہ تکذیب کرنے والے اور روگردانی کرنے والے کے لیے عذاب ہے۔
۴۹) فرعون نے پوچھا اے موسیٰؑ تم دونوں کا رب کون ہے؟
۵۰) فرمایا ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر شے کو پیدا کیا اور پھر اس کی ہدایت کی۔
۵۱) فرعون نے کہا پھر گزشتہ نسلوں کا کیا ہوا؟

---

(۴۷) فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَاۤ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ
تم دونوں اس کے پاس جاؤ اور اس سے کہو ''ہم تمھارے رب کے پیغام بر ہیں''
فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ
تم بنی اسرائیل کو آزاد کر کے ہمارے ساتھ بھیج دو۔
وَ لَا تُعَذِّبْهُمْ
اور انھیں مشقتوں اور تکلیفوں میں مبتلا نہ کرو۔
قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ
ہم تمھارے پروردگار کی جانب سے معجزہ اور دلیل لے کر آئے ہیں۔
وَ السَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى
عذاب خداوندی سے ہدایت یافتہ لوگوں کے لیے سلامتی ہے۔

(۴۸) اِنَّا قَدۡ اُوۡحِیَ اِلَیۡنَاۤ اَنَّ الۡعَذَابَ عَلٰی مَنۡ کَذَّبَ وَ تَوَلّٰی

ہمیں وحی کے ذریعے بتلایا گیا ہے کہ رسولوں کی تکذیب کرنے والوں اور روگردانی کرنے والوں کے لیے عذاب مہیا ہے۔

(۴۹) قَالَ فَمَنۡ رَّبُّکُمَا یٰمُوۡسٰی

جب موسیٰؑ اور ہارونؑ فرعون کے پاس آ گئے اور جس بات کا انھیں حکم دیا گیا تھا انھوں نے فرعون سے وہ باتیں کہیں تو اس وقت فرعون نے دونوں سے مخاطب ہو کر صرف موسیٰؑ کا نام لے کر پکارا اس لیے کہ موسیٰؑ اصل تھے اور ہارون ان کے وزیر اور اطاعت گزار تھے یا فرعون کی خباثت نے اسے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ موسیٰؑ سے ہم کلام ہو اور ان کے بھائی سے گفتگو نہ کرے اس لیے کہ وہ ہارونؑ کی فصاحت سے باخبر تھا۔

(۵۰) قَالَ رَبُّنَا الَّذِیۡۤ اَعۡطٰی کُلَّ شَیۡءٍ خَلۡقَہٗ

موسیٰؑ نے کہا ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر شے کو پیدا کیا جو صورت اور شکل اس کے لیے موزوں اور مناسب اور منفعت بخش تھی اسے وہ عطا کی۔

ثُمَّ ہَدٰی

پھر اس کی ہدایت کی یعنی اسے معرفت عطا کی کہ جو کچھ اسے دیا گیا ہے وہ اس سے کس طرح فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ مخلوقات خداوندی میں سے کوئی شے ایسی نہیں ہے جسے اس کی شکل وصورت سے نہ پہچانا جائے کہ نر و مادہ کون ہے؟ پھر دریافت کیا گیا ثم ھدی کا مفہوم کیا ہے تو فرمایا کہ یہ رہنمائی فرمائی کہ نکاح کیا ہے؟ اور زنا کیا ہے؟[1]

کہا گیا ہے کہ جملہ موجودات کے لیے ان کے مراتب و مدارج کے اعتبار سے یہ نہایت بلیغ و فصیح جواب ہے اور رہنمائی کر رہا ہے کہ غنی قادر بالذات ہر ایک پر انعام کرنے والا وہ صرف اللہ تعالیٰ ہے اس کے علاوہ ہر ایک اس کا محتاج ہے وہ اپنی ذات صفات اور افعال کے اعتبار سے نعمتوں کا نازل کرنے والا ہے یہ بات سن کر کافر مبہوت ہو گیا اس کے پاس کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ بات کا رُخ کسی اور طرف موڑ دے۔[2]

(۵۱) قَالَ فَمَا بَالُ الۡقُرُوۡنِ الۡاُوۡلٰی

فرعون نے کہا پھر گزشتہ نسلوں کا کیا ہوا۔

یعنی مرنے کے بعد سعادت اور شقاوت (بدبختی) کے اعتبار سے ان کا کیا حال ہوا۔

---

(۱) الکافی، ج۵، ص۵۶۷، ح۴۹

(۲) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج۲، ص۵۱۔۵۲

قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ ۚ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَ لَا يَنْسَى ﴿۵۲﴾
الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّ سَلَكَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا وَّ اَنْزَلَ مِنَ
السَّمَآءِ مَآءً ؕ فَاَخْرَجْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ﴿۵۳﴾
كُلُوْا وَ ارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿۵۴﴾ ع ۲ ۳ ۱۱
مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿۵۵﴾
وَ لَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى ﴿۵۶﴾
قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۵۷﴾
فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَ
لَاۤ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ﴿۵۸﴾

---

۵۲) موسیٰؑ نے کہا اس کا علم میرے رب کے پاس کتاب میں محفوظ ہے میرا رب نہ چوکتا ہے اور نہ ہی بھولتا ہے۔
۵۳) جس نے تمھارے لیے زمین کو گہوارہ بنایا اور اس میں تمھارے لیے راستے بنائے اور آسمان سے پانی برسایا اور پھر اس کے ذریعے ہم نے مختلف نباتات کے جوڑے نکالے۔
۵۴) تم خود کھاؤ اور اپنے جانوروں کو چراؤ یقیناً اس میں نشانیاں ہیں صاحبانِ عقل وخرد کے لیے۔
۵۵) اسی زمین سے ہم نے تمھیں پیدا کیا ہے اور اسی میں تمھیں واپس لے جائیں گے اور پھر اسی سے دوبارہ تمھیں نکالیں گے۔
۵۶) اور ہم نے فرعون کو تمام نشانیاں دکھلا دیں اس پر بھی اس نے جھٹلایا اور انکار کیا۔
۵۷) فرعون نے کہا اے موسیٰؑ تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ اپنے جادو کے زور پر ہماری زمین سے ہمیں بے دخل کردو۔
۵۸) ہم ضرور بالضرور تمھارے مقابلے میں ویسا ہی جادو لے کر آئیں گے لہٰذا ہم اور تم وقت معین کیے لیتے ہیں جس کی مخالفت نہ ہم کریں اور نہ تم کھلے میدان میں سامنے آجاؤ۔

---

(۵۲) قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ
موسیٰؑ نے کہا اس کا علم میرے رب کے پاس ہے یعنی یہ غیب کی بات ہے جسے صرف اللہ ہی جانتا ہے میں

تو تیری طرح ایک بندہ ہوں میں اس بارے میں بس اتنا ہی جانتا ہوں جتنا اللہ تعالیٰ نے مجھے بتلایا ہے۔

فِیْ کِتٰبٍ

یہ سب کچھ لوح محفوظ میں تحریر ہے۔

لَا یَضِلُّ رَبِّیْ وَ لَا یَنْسَی

میرا رب نہ چوکتا ہے اور نہ ہی بھولتا ہے۔

ضلال کا مفہوم ہے کہ کوئی شے اپنی جگہ سے ہٹ جائے اور پھر وہاں واپس نہ آئے اور نسیان یہ ہے کہ بات اس طرح چلی جائے کہ دل میں بھی اس کا گزر نہ ہو۔

(۵۳) الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّ سَلَكَ لَکُمْ فِیْهَا سُبُلًا

جس نے تمھارے لیے زمین کو گہوارہ بنایا اور اس میں تمھارے لیے راستے بنائے یعنی اللہ نے۔ پہاڑوں، وادیوں اور صحراؤں میں تمھارے لیے راہوں کو آسان بنا دیا۔ جن میں تم ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے ہو تا کہ منافع حاصل کر سکو۔

وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ؕ فَاَخْرَجْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰی۔

اور آسمان سے پانی برسایا اور پھر اس کے ذریعے ہم نے مختلف نباتات کے جوڑے جوڑے نکالے۔

اس آیت میں غیبت سے گفتگو کرتے ہوئے اللہ نے متکلم کا صیغہ استعمال کیا کہ ہم نے مختلف اقسام کے نباتات کے جوڑے نکالے اس قسم کی مثالیں قرآن میں کئی مقامات پر موجود ہیں (اور یہ کلامِ عرب کا خاصہ بھی ہے)

(۵۴) کُلُوْا وَ ارْعَوْا اَنْعَامَکُمْ

ان نباتات میں سے تم خود بھی کھاؤ اور اسے اپنے جانوروں کو بھی چراؤ۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّهٰی

یقینا اس میں صاحبانِ عقل وخرد کے لیے بے شمار نشانیاں ہیں لِّاُولِی النُّهٰی سے مراد ہے وہ صاحبانِ عقل جو باطل کا اتّباع کرنے اور برائیوں کا ارتکاب کرنے سے باز رہتے ہیں نھی نھیۃ کی جمع ہے۔

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

نحن واللہ اولو النھی[1] خدا کی قسم ہم ہی صاحبانِ عقل وخرد ہیں۔

کتاب میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ان خیار کم اولو النھی" کہ تم میں منتخب لوگ صاحبانِ عقل وخرد ہیں۔ سوال کیا گیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اولو النھی کون لوگ ہیں؟ تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ لوگ عمدہ اخلاق والے بردبار اور سنجیدہ، ماں باپ کے ساتھ نیکوکار محتاجوں، ہمسایوں اور یتیموں کی خبر گیری کرنے والے لوگوں کو کھانا کھلانے والے دنیا میں سلامتی کو عام

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۶۱

کرنے والے اور نماز گزار ہوں گے جب کہ دوسرے لوگ غفلت کی نیند سو رہے ہوں گے۔[1]

(۵۵) مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ

اسی زمین میں سے ہم نے تمھیں پیدا کیا ہے۔

اس لیے کہ مٹی تمھارے آبا کی خلقت کی اصل ہے اور تمھارے بدن کا پہلا مواد ہے۔

وَ فِيْهَا نُعِيْدُكُمْ

مرنے اور اجزا کے منتشر ہونے کے بعد ہم تمھیں اسی میں واپس لے جائیں گے۔

وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى

اور پھر اسی زمین سے تمھیں دوبارہ واپس نکالیں گے۔

تمھارے اجزا کو جوڑ کر جو منتشر ہو چکے تھے اور مٹی میں مل گئے تھے ہم انھیں سابقہ صورتوں میں روحوں کو بدنوں میں واپس کر کے زندہ کر دیں گے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جب نطفہ رحم میں واقع ہوتا ہے تو اللہ تبارک تعالی ایک فرشتے کو بھیجتا ہے تو وہ اس تربت کو جس میں اسے دفن کیا جائے گا اس کے نطفے سے ملا دیتا ہے تو اس کا دل ہمیشہ اس مٹی کی طرف جھکا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اس میں دفن کر دیا جاتا ہے۔[2]

(۵۶) وَ لَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَ اَبٰى

اور ہم نے فرعون کو تمام نشانیاں دکھلا دیں اور ان کے درست ہونے کو ثابت کر دیا لیکن اس نے اپنی بے انتہا دشمنی کی بنا پر ان نشانیوں کو جھٹلایا اور ایمان لانے اور اطاعت کرنے سے انکار کر دیا۔

(۵۷) قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى

فرعون نے کہا اے موسیٰ! تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ اپنے جادو کے زور سے ہمیں ہماری زمین یعنی مصر سے بے دخل کر دو۔ بِسِحْرِكَ کہہ کر فرعون نے علّت بیان کی ہے، فرعون کی باتوں سے یہ پتا چلتا ہے کہ وہ حضرت موسیٰؑ سے اس لیے خوف زدہ تھا کہ وہ اس کے اقتدار اور سلطنت پر قابض نہ ہو جائیں۔

(۵۸) فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ

ہم ضرور بالضرور تمھارے جادو جیسا جادو لے کر آئیں گے۔

فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكَ مَوْعِدًا — لہٰذا ہم اور تم وقت معین کیے لیتے ہیں۔

لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَ لَاۤ اَنْتَ — جس کی مخالفت نہ ہم کریں گے نہ تم کرو۔

مَكَانًا سُوًى — کھلے میدان میں

درمیانی جگہ پر جہاں کی مسافت ہم سے اور تم سے ایک جیسی ہو۔

---

(۱) الکافی، ج ۲، ص ۲۴۰، ح ۳۲ (۲) الکافی، ج ۳، ص ۲۰۳، ح ۲

قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَ اَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ﴿۵۹﴾
فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ﴿۶۰﴾
قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَ قَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ﴿۶۱﴾
فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَ اَسَرُّوا النَّجْوٰى ﴿۶۲﴾
قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَ يَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ﴿۶۳﴾

---

۵۹) موسیٰؑ نے کہا جشن کا دن طے پا گیا اور یہ کہ لوگ دن چڑھے جمع ہو جائیں۔
۶۰) فرعون نے پلٹ کر اپنی تمام مکاریوں کو جمع کیا اور مقابلے پر آ گیا۔
۶۱) موسیٰؑ نے ان لوگوں سے کہا تم پروائے ہو تم اللہ پر جھوٹی افترا پردازیاں نہ کرو وہ عذاب کے ذریعے تمھیں صفحۂ ہستی سے مٹا دے گا اور جس نے بھی افترا پردازی کی وہ نامراد رہا۔
۶۲) یہ سن کر ان کے درمیان اختلاف رائے ہو گیا اور وہ سرگوشیاں کرنے لگے۔
۶۳) انھوں نے کہا یہ دونوں جادوگر ہیں جو یہ چاہتے ہیں کہ اپنے جادو سے تمھیں تمھاری سرزمین سے نکال دیں اور تمھارے مثالی طریقۂ حیات کا خاتمہ کر دیں۔

---

(۵۹) قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ
موسیٰؑ نے کہا جشن کا دن طے پا گیا۔
اور وہ روز عید تھا جسے وہ ہر سال برپا کرتے تھے حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اس دن کا تعیُّن اس لیے کیا تا کہ تمام لوگوں کے سامنے حق غالب آ جائے اور باطل شکست کھا جائے اور یہ بات ہر طرف پھیل جائے۔
وَ اَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى
اور یہ کہ لوگ دن چڑھے جمع ہو جائیں یعنی چاشت کا وقت مقابلے کے لیے طے پایا۔
(۶۰) فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى
فرعون نے پلٹ کر اپنی تمام مکاریوں یعنی جتنے جادوگر اور ان کے داؤ پیچ تھے ان سب کو جمع کر کے

مقابلے پر آ گیا۔

(۶۱) قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا

موسیٰؑ نے ان لوگوں سے کہا تم پر وائے ہو تم اللہ پر جھوٹی افترا پردازیاں نہ کرو کہ اللہ کی نشانیوں کو جادو کا نام دے دو۔

فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ

وہ عذاب نازل کر کے تمھیں ہلاک کر دے گا اور تمھیں صفحۂ ہستی سے مٹا دے گا۔

وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى

اور جس نے بھی افترا پردازی کی وہ نامراد رہا۔

(۶۲) فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ

یہ سن کر ان کے درمیان اختلاف رائے ہو گیا۔ کہا گیا ہے جادوگروں نے جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی بات سنی تو ان میں اختلاف رونما ہو گیا ان میں سے کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ باتیں کسی جادوگر کی نہیں ہو سکتیں۔[۱]

وَاَسَرُّوا النَّجْوٰى

جادوگروں نے سرگوشیاں شروع کر دیں کہا گیا ہے کہ ان کی سرگوشی یہ تھی کہ اگر موسیٰؑ ہم پر غالب آ گئے تو ہم ان کا اتباع کر لیں گے۔[۲] اور کہا گیا ہے کہ انھوں نے سرگوشی کی کہ اگر یہ جادوگر ہیں تو ہم ان پر غالب آ جائیں گے اور انھیں شکست دے دیں گے اور اگر یہ آسمان سے ہے تو پھر ان کا حکم چلے گا۔[۳]

(۶۳) قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ

فرعون اور اس کی قوم نے کہا کہ یہ دونوں یعنی موسیٰؑ اور ہارونؑ جادوگر ہیں۔

يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا

جو یہ چاہتے ہیں کہ جادو کے زور پر تم پر غالب آ کر تمھیں تمھاری سرزمین سے نکال دیں۔

وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى

اور تمھارے مثالی طریقۂ حیات کا خاتمہ کر دیں۔ تمھارا مذہب جو افضل ترین مذاہب میں سے ہے اسے لے جائیں، یا تمھارا طریقہ جس پر تم گامزن ہو اور تمھاری قوم کے اعیان اور اشراف کا طریقہ ہے اسے ختم کر دیں۔

---

(۱) بیضاوی انوالتنزل، ج ۲، ص ۵

(۲) زجاج اور فراء نے یہ کہا ہے جیسا کہ مجمع البیان ج ۷-۸، ص ۱۸، پر ہے۔

(۳) اسے قتادہ نے کہا ہے جیسا کہ مجمع البیان، ج ۷-۸، ص ۱۸، پر ہے۔

فَاَجۡمِعُوۡا كَيۡدَكُمۡ ثُمَّ ائۡتُوۡا صَفًّا ۚ وَ قَدۡ اَفۡلَحَ الۡيَوۡمَ مَنِ اسۡتَعۡلٰى ﴿۶۴﴾

قَالُوۡا يٰمُوۡسٰۤى اِمَّاۤ اَنۡ تُلۡقِىَ وَ اِمَّاۤ اَنۡ نَّكُوۡنَ اَوَّلَ مَنۡ اَلۡقٰى ﴿۶۵﴾

قَالَ بَلۡ اَلۡقُوۡا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمۡ وَ عِصِيُّهُمۡ يُخَيَّلُ اِلَيۡهِ مِنۡ سِحۡرِهِمۡ اَنَّهَا تَسۡعٰى ﴿۶۶﴾

فَاَوۡجَسَ فِىۡ نَفۡسِهٖ خِيۡفَةً مُّوۡسٰى ﴿۶۷﴾

قُلۡنَا لَا تَخَفۡ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡاَعۡلٰى ﴿۶۸﴾

وَ اَلۡقِ مَا فِىۡ يَمِيۡنِكَ تَلۡقَفۡ مَا صَنَعُوۡا ؕ اِنَّمَا صَنَعُوۡا كَيۡدُ سٰحِرٍ ؕ وَ لَا يُفۡلِحُ السّٰحِرُ حَيۡثُ اَتٰى ﴿۶۹﴾

فَاُلۡقِىَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوۡۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوۡنَ وَ مُوۡسٰى ﴿۷۰﴾

---

۶۴) لہٰذا تم اپنی تدبیریں یکجا کرو پھر ایکا کر کے میدان میں آجاؤ آج کے دن جو غالب آئے گا وہی کامیاب کہلائے گا۔

۶۵) انھوں نے کہا اے موسیٰؑ تم اپنے جادو پھینکو گے یا پہلے ہم پھینکیں۔

۶۶) موسیٰؑ نے کہا نہیں تم ہی پھینکو یکا یک ان کی رسّیاں اور لکڑیاں ان کے جادو کی وجہ سے موسیٰؑ کو دوڑتی ہوئی نظر آئیں۔

۶۷) موسیٰؑ نے دل ہی دل میں خوف سا محسوس کیا۔

۶۸) ہم نے کہا اے موسیٰؑ ڈرو نہیں یقیناً تم ہی غالب رہو گے۔

۶۹) تمھارے دائیں ہاتھ میں جو (عصا) ہے اسے زمین پر پھینک دو وہ ان کی بناوٹی چیزوں کو نگل جائے گا یہ لوگ جو بنا کر لائے ہیں وہ جادوگر کا فریب ہے اور جادوگر جہاں جائے کامیاب نہیں ہوسکتا۔

۷۰) تمام جادوگر سجدے میں گر گئے اور کہا ہم ہارون اور موسیٰؑ کے رب پر ایمان لے لائے۔

---

(۶۴) فَاَجۡمِعُوۡا كَيۡدَكُمۡ۔

لہٰذا تم سب اپنی تدبیریں یکجا کرلو۔

یعنی تم سب کے سب پختہ ارادہ کر کے ان کے خلاف اکٹھے ہو جاؤ تم میں سے کوئی بھی پیچھے نہ رہنے پائے۔

ثُمَّ ائۡتُوۡا صَفًّا

پھر تم سب کے سب ایکا کر کے صف باندھ کر میدان میں آ جاؤ اس طرح دیکھنے والوں پر تمھارا رعب قائم ہو جائے گا کہا گیا ہے کہ یہ لوگ ۷۰ ہزار کی تعداد میں تھے اور ہر ایک کے پاس رسّی اور عصا تھا اور وہ سب کے سب یکجا اور اکٹھے ہو کر آئے تھے۔[1]

وَ قَدْ اَفْلَحَ الْیَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰی

آج کے دن جو غالب آئے گا وہی کامیاب کہلائے گا اور اس کا مقصد پورا ہو جائے گا۔

(۶۵) قَالُوْا یٰمُوْسٰۤی اِمَّاۤ اَنْ تُلْقِیَ وَ اِمَّاۤ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰی

انھوں نے ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے کہا اے موسیٰؑ تم اپنے جادو کو پھینکو گے یا پہلے ہم پھینکیں۔

(۶۶) قَالَ بَلْ اَلْقُوْا

موسیٰؑ نے اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا نہیں تم ہی پھینکو اور ان کے جادو سے ڈرے بغیر کہا اور اس لیے بھی کہ وہ اپنی بساط کے مطابق جادو لے کر آئیں اور اس کے بعد اللہ اپنا غلبہ ظاہر کر دے اور حق کے ذریعے باطل کو شکست دے دے اور اسے مغلوب کر دے۔

فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَ عِصِیُّهُمْ یُخَیَّلُ اِلَیْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰی

یکا یک ان کی رسّیاں اور لکڑیاں ان کے جادو کی وجہ سے موسیٰؑ کو دوڑتی ہوئی نظر آئیں۔

کہا گیا ہے کہ انھوں نے رسّیوں کو پارے سے آلودہ کر دیا تھا جب اس پر سورج کی روشنی پڑی تو رسیاں مضطرب ہوئیں تو یوں محسوس ہوا گویا کہ وہ حرکت کر رہی ہیں۔

(۶۷) فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِهٖ خِیْفَةً مُّوْسٰی

موسیٰؑ نے دل ہی دل میں خوف سا محسوس کیا کتاب نہج البلاغہ میں ہے کہ موسیٰؑ کو اپنے نفس کا خوف نہ تھا بلکہ انھیں جاہلوں کے غالب آ جانے اور گم راہوں کی حکومت باقی رہ جانے کا خوف تھا۔[2]

(۶۸) قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰی۔

ہم نے کہا اے موسیٰؑ ڈرو مت یقیناً تم ہی غالب رہو گے۔ خائف نہ ہونے کی علّت بیان کی ہے اور یہ بتلا دیا ہے کہ موسیٰ علیہ السّلام ہی غالب رہیں گے۔

کتاب احتجاج میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب موسیٰ علیہ السّلام نے اپنا عصا ڈالا اور ان کے دل میں خوف سا محسوس ہوا تو انھوں نے فرمایا:

"اللھم انی اسألك بحق محمد و ال محمد لما امنتنی قال اللہ عزوجل لا تخف انك انت الاعلی"[3]

---

(۱) انوار التنزیل، ج ۲، ص ۵۴ (۲) نہج البلاغہ، خطبہ نمبر ۴

(۳) احتجاج، ج ۱، ص ۵۵

اے اللہ میں تجھ سے محمد و آل محمد کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں تو مجھے محفوظ رکھ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ڈرو مت تم ہی اعلیٰ ہو۔

(۶۹) وَ اَلْقِ مَا فِیْ یَمِیْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا

تمھارے دائیں ہاتھ میں جو عصا ہے اسے زمین پر پھینک دو وہ اللہ کی قدرت سے ان کی بناوٹی چیزوں کو نگل جائے گا۔

اِنَّمَا صَنَعُوْا كَیْدُ سٰحِرٍ

یہ لوگ جو بنا کر لائے ہیں وہ جادوگر کا فریب ہے۔

وَ لَا یُفْلِحُ السّٰحِرُ حَیْثُ اَتٰى

اور جادوگر جہاں بھی ہو اور جہاں بھی جائے وہ ہرگز کامیاب نہیں ہوسکتا۔

(۷۰) فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا

جب جادوگروں نے اپنے جادو پھینکے اور عصائے موسیٰؑ اسے نگل گیا تو جادوگروں پر واضح ہو گیا کہ یہ جادو نہیں ہے بلکہ اللہ کی آیات اور معجزات ہیں۔ تو اس وجہ سے انھوں نے اپنے چہرے سجدۂ خالق میں جھکا دیے جو عمل انھوں نے کیا تھا اس سے توبہ کرنے کے لیے اور جو کچھ دیکھا تھا اس کی عظمت کے سامنے وہ سجدہ ریز ہو گئے تھے۔

قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَ مُوْسٰى

اور کہا کہ ہم ہارونؑ اور موسیٰؑ کے پروردگار پر ایمان لے لائے۔

قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ؕ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّ لَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ۫ وَ لَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَاۤ اَشَدُّ عَذَابًا وَّ اَبْقٰى ﴿۷۱﴾

قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَ الَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَاۤ اَنْتَ قَاضٍ ؕ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ؕ ﴿۷۲﴾

اِنَّاۤ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَ مَاۤ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴿۷۳﴾

---

۷۱) فرعون بولا تم میری اجازت سے پہلے ہی اس پر ایمان لے آئے معلوم ہوتا ہے یہ تمھارا گرو ہے جس نے تمھیں جادوگری سکھائی تھی اب میں تمھارے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کٹواؤں گا اور کھجور کے تنوں پر تم کو سولی دوں گا پھر تمھیں پتا چل جائے گا کہ ہم میں سے کس کا عذاب شدید اور دیر پا ہے۔

۷۲) جادوگروں نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے ہمیں پیدا کیا ہے ایسے واضح معجزات دیکھنے کے بعد ہم تجھے ہرگز ترجیح نہیں دے سکتے تو نے جو فیصلہ کیا ہے اسے کر گزر تو زیادہ سے زیادہ اس دنیاوی زندگی کا فیصلہ کر سکتا ہے۔

۷۳) ہم تو اپنے رب پر ایمان لے آئے ہیں تا کہ وہ ہماری خطاؤں کی مغفرت کرے اور اس جادوگری کی جس پر تو نے ہمیں مجبور کر دیا تھا اور اللہ سب سے بہتر اور باقی رکھنے والا ہے۔

---

(۷۱) قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ

فرعون بولا تم موسیٰؑ پر ایمان لے آئے حرف ''ل'' فعل کے ساتھ آنے کی وجہ سے اتباع کا مفہوم دے رہا ہے۔

قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ

اس سے پہلے کہ میں تمھیں ان پر ایمان لانے کی اجازت دوں۔

اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ

معلوم ہوتا ہے یہ تمھارا گرو ہے تمھارے فن میں ماہر ہے تم سے زیادہ جانتا ہے اور تمھارا استاد ہے۔

الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ

جس نے تمھیں جادو سکھایا ہے اور تم نے جو کچھ کیا ہے وہ ان کی موافقت میں کیا ہے۔

فَلَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ

میں ضرور بالضرور تمھارے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کٹواؤں گا یعنی دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں۔

وَّ لَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ

اور کھجور کے تنوں پر تم کو سولی دوں گا۔

وَ لَتَعْلَمُنَّ اَیُّنَاۤ اَشَدُّ عَذَابًا وَّ اَبْقٰى

اور تم جان لوگے کہ ہم میں سے کس کا عذاب شدید اور دیر پا ہے۔ اس سے مراد فرعون اور موسیٰؑ ہیں یا موسیٰؑ کا پروردگار ہے۔

(۷۲) قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَ الَّذِیْ فَطَرَنَا

جادوگروں نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے ہمیں پیدا کیا ہے ایسے واضح معجزات دیکھنے کے بعد ہم تجھے ہرگز ترجیح نہیں دے سکتے۔

فَاقْضِ مَاۤ اَنْتَ قَاضٍ

تو نے جو فیصلہ کیا ہے اسے کر گزر یعنی تجھے جو کرنا ہے کر لے۔

اِنَّمَا تَقْضِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا

تم جو چاہتے ہو وہ کر سکتے ہو یا تم نے جو دیکھا اس کے مطابق فیصلہ کر سکتے ہو اس کا تعلق صرف اس دنیا سے ہے اور آخرت تو بہتر اور باقی رہنے والی ہے یہ ماقبل کی علت اور مابعد کی تمہید ہے۔

(۷۳) اِنَّاۤ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِیَغْفِرَ لَنَا خَطٰیٰنَا وَ مَاۤ اَكْرَهْتَنَا عَلَیْهِ مِنَ السِّحْرِ

ہم تو اپنے رب پر ایمان لے آئے ہیں تا کہ وہ کفر و نافرمانی سے ہماری مغفرت فرمائے اور معجزے کے مقابلے میں جس جادوگری پر تو نے ہمیں مجبور کر دیا تھا اسے معاف کر دے تفسیر جوامع ہے روایت کی گئی ہے کہ انھوں نے فرعون سے کہا کہ ہم نے دیکھا کہ موسیٰؑ سو رہے تھے اور عصا ان کی حفاظت کر رہا تھا انھوں نے کہا کہ یہ جادو نہیں ہے اس لیے کہ جادوگر جب سو جاتا ہے تو اس کا جادو باطل ہو جاتا ہے۔ فرعون نے انکار کیا اور کہا تم ان کا مقابلہ کرو۔[۱]

وَ اللّٰهُ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰى

اللہ جزا کے اعتبار سے بہترین جزا دینے والا یا ثواب کے اعتبار سے بہترین اور عذاب کو باقی رکھنے والا ہے۔

---

(۱) جوامع الجامع، ج ۲، ص ۴۲۰

اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ؕ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَ لَا يَحْيٰى ﴿۷۴﴾
وَ مَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ﴿۷۵﴾
جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى ﴿۷۶﴾
وَ لَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى ۙ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّ لَا تَخْشٰى ﴿۷۷﴾
فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ﴿۷۸﴾

۷۴) بے شک جو شخص مجرم کی حیثیت سے اپنے رب کے پاس آئے گا تو اس کے لیے جہنم ہے جہاں پر وہ نہ مرے گا اور نہ ہی جیے گا۔

۷۵) اور جو اس کے حضور صاحب ایمان بن کر آئے گا جس نے نیک عمل کیے ہوں گے تو ایسے افراد کے لیے بلند ترین درجات ہوں گے۔

۷۶) سدا بہار باغات جن کے نیچے نہریں رواں ہوگی وہ ہمیشہ کے لیے ان میں رہیں گے پاکیزہ کردار لوگوں کی یہ جزا ہے۔

۷۷) اور ہم نے موسیٰؑ کے پاس وحی بھیجی کہ میرے بندوں کو لے کر راتوں رات نکل جاؤ اور ان کے لیے سمندر میں خشک راستا بنا لو نہ کسی کے تعاقب کا خوف ہوگا اور نہ ہی ڈوبنے کا ڈر۔

۷۸) غرض فرعون نے اپنے لشکر کے ساتھ ان کا پیچھا کیا تو سمندر کی موجوں نے انھیں ڈھانپ لیا جو ڈھانپنے کا حق تھا۔

(۷۴) اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا

بے شک جو شخص مجرم کی حیثیت سے اپنے رب کے پاس آئے گا یعنی حالت کفر میں نافرمانی کرتے ہوئے مرے گا۔

فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ؕ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَ لَا يَحْيٰى

تو ایسے شخص کے لیے جہنم ہے جہاں پر نہ اسے موت آئے گی کہ مر کر چین مل جائے اور نہ ہی وہ زندہ رہے گا کہ عیش و عشرت کی زندگی بسر کرے۔

(۷۵) وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ

اور جو اس کے حضور صاحب ایمان بن کر آئے گا جس نے دنیا میں نیک عمل کیے ہوں گے۔

فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى

تو ایسے افراد کے لیے بلند ترین درجات اور اونچے مقامات ہوں گے۔

(۷۶) جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ

سدا بہار باغات جن کے نیچے نہریں رواں ہوگی وہ ہمیشہ کے لیے ان میں رہیں گے۔

وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى

اور پاکیزہ کردار لوگوں کی یہ جزا ہے۔

مَنْ تَزَكّٰى کا مفہوم ہے جو خود کو کفر و عصیان کی پلیدی سے پاک رکھے اور تینوں آیات کے بارے میں یہ احتمال ہے کہ یہ جادوگروں کا کلام ہو اور یہ کہ آغاز میں یہ کلام خداوندی ہو۔

(۷۷) وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى ۙ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ

اور ہم نے موسیٰؑ کے پاس وحی بھیجی کہ میرے بندوں کو لے کر راتوں رات مصر سے نکل جاؤ۔

فَاضْرِبْ لَهُمْ

اور ان کے لیے بناؤ۔

طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا

سمندر میں خشک راستا۔

لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى

نہ دشمنوں کے تعاقب کا خوف ہوگا اور نہ ہی ڈوبنے کا ڈر۔

(۷۸) فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ

فرعون نے خود اپنے لشکر کے ساتھ ان کا پیچھا کیا۔

فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ

تو سمندر کی موجوں نے انھیں ڈھانپ لیا جو ڈھانپنے کا حق تھا نہ تو کوئی اس کی داستان سننے والا ہے اور نہ ہی کوئی حقیقت سے آشنا ہے سوائے اللہ کے اس جملے میں تاکید اور اختصار ہے۔

وَ اَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَ مَا هَدٰى ﴿۷۹﴾

يٰبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ﴿۸۰﴾

كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَ لَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ۚ وَ مَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى ﴿۸۱﴾

وَ اِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ﴿۸۲﴾

---

۷۹) اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کیا تھا کوئی ہدایت نہیں کی تھی۔

۸۰) اے بنی اسرائیل ہم نے تمھیں تمھارے دشمنوں سے نجات دی ہے اور طور کے داہنی طرف تمھاری وعدہ گاہ قرار دی ہے اور ہم نے تم پر مَنّ وسلویٰ کو نازل کیا ہے۔

۸۱) پاکیزہ چیزوں کا جو رزق ہم نے تمھیں عطا کیا ہے اس میں سے کھاؤ اور اس میں سرکشی نہ کرو اگر ایسا کیا تو تم پر میرا غضب نازل ہوگا اور جس پر میرا غضب نازل ہو گیا وہ جہنم میں گر گیا۔

۸۲) اور بلاشبہ میں ہی اس کی بہترین مغفرت کروں گا جس نے توبہ کی، ایمان لایا اور نیک عمل بجالایا پھر ہدایت پا گیا۔

---

(۷۹) وَ اَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَ مَا هَدٰى

اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کیا تھا کوئی ہدایت نہیں کی تھی ابن طاؤس نے تفسیر کلبی سے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ جبرئیل امین نے ایک حدیث میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرعون اور اس کی قوم کے احوال کو بیان کیا آنحضرتؐ نے فرمایا کہ فرعون نے اپنی قوم سے کہا اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى (النازعات ۲۴) میں تمھارا رب اعلیٰ ہوں اور جب وہ سمندر کے پاس پہنچا تو کیا دیکھا کہ اس میں خشک راستا بنا ہوا ہے تو اس نے اپنی قوم والوں سے کہا تم دیکھ رہے ہو کہ میرے جدا کرنے پر سمندر خشک ہو گیا ہے ان لوگوں نے فرعون کی تصدیق کی جب انھوں نے سمندر کی یہ کیفیت دیکھی اور اللہ تعالیٰ کے قول سے یہی مراد ہے وَاَضَلَّ فرعونُ قَومَهٗ وماهَدیٰ اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کیا اور کوئی ہدایت نہیں کی۔[1]

مکمل قصہ انشاء اللہ سورۂ شعراء کی آیات ۱۰ سے ۶۶ کے ذیل میں بیان کیا جائے گا۔

---

(۱) سعد السعود، ص ۲۱۸

(۸۰) یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ

اے بنی اسرائیل! سمندر سے نجات پانے اور فرعون کو ہلاک کرنے کے بعد اُن سے خطاب کیا گیا۔ قلنا کو محذوف ماننا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ ہم نے کہا یا یہ خطاب بنی اسرائیل کے ان افراد سے ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں موجود تھے اور ان کے آباء نے جو کیا تھا اس کا تذکرہ ان سے کیا جارہا ہے۔

قَدۡ اَنۡجَیۡنٰکُمۡ مِّنۡ عَدُوِّکُمۡ

ہم نے تمھیں تمھارے دشمنوں سے نجات دی ہے یعنی فرعون اور اس کی قوم کے لوگوں سے۔

وَ وٰعَدۡنٰکُمۡ جَانِبَ الطُّوۡرِ الۡاَیۡمَنَ

اور طور کے داہنی طرف تمھاری وعدہ گاہ قرار دی موسیٰ علیہ السّلام کی مناجات کے لیے اور ان پر توریت نازل کرنے کے لیے۔

وَ نَزَّلۡنَا عَلَیۡکُمُ الۡمَنَّ وَ السَّلۡوٰی

اور تیہ میں نے ہم نے تم پر من وسلویٰ کو نازل کیا تھا یہ واقعہ سورۂ بقرہ کی آیت ۵۷ کے ذیل میں بیان کیا جاچکا ہے۔

(۸۱) کُلُوۡا مِنۡ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقۡنٰکُمۡ

پاکیزہ چیزوں کا جو رزق ہم نے تمھیں عطا کیا ہے اس میں سے کھاؤ۔

وَ لَا تَطۡغَوۡا فِیۡہِ

اور اس میں سرکشی نہ کرو، شکر ادا نہ کرکے اور اللہ تعالیٰ نے جو حدود متعین فرمائی ہیں ان سے تجاوز کرکے جیسے اسراف کے ذریعے، اترا کر اور مستحق کو حق سے محروم رکھ کر۔

فَیَحِلَّ عَلَیۡکُمۡ غَضَبِیۡ

اگر ایسا کیا تو تم پر میرا غضب یعنی میرا عذاب نازل ہوگا اور تمھارے لیے لازم قرار پائے گا۔

وَ مَنۡ یَّحۡلِلۡ عَلَیۡہِ غَضَبِیۡ فَقَدۡ ہَوٰی

اور جس پر میرا غضب نازل ہوگیا وہ جہنم میں گر گیا۔

ہَوٰی کے معنی میں تباہ و برباد ہوگیا اور ہلاک ہوگیا۔

کتاب توحید میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا کہ یہ غضب کیا ہے؟ امام علیہ السّلام نے فرمایا اس سے مراد عذاب ہے۔ پھر فرمایا کہ جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ایک چیز سے دوسری چیز کی طرف منتقل ہوتا ہے تو اس نے اللہ کی توصیف مخلوق کی صفت کے اعتبار سے کی ہے یقیناً اللہ تعالیٰ وہ ہے جسے نہ کوئی شے بے چین اور مضطرب کرتی ہے اور نہ ہی اس میں تغیر واقع ہوتا ہے۔[۱]

(۱) التوحید ص ۱۶۸ ح ۱ باب ۲۶

کتاب احتجاج میں اسی سے ملتی جلتی روایت موجود ہے۔[۱]

(۸۲) وَ اِنِّیۡ لَغَفَّارٌ لِّمَنۡ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا

اور بلاشبہ میں ہی اس کی مغفرت کروں گا جس نے توبہ کی، جن چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے ان پر ایمان لایا اور نیک عمل بجالایا۔

ثُمَّ اهۡتَدٰی ﴿۸۲﴾

پھر ولایت اہل بیت کی جانب ہدایت گیا۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام اس آیت کے ذیل میں مروی ہے امام علیہ السّلام نے فرمایا کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے کیسی شرط عائد کی ہے توبہ، ایمان اور عمل صالح ہرگز کام نہ آئے گا جب تک ہدایت نہ ہوگی خدا کی قسم اگر وہ کوشش کرے کہ ایسا عمل کرے جو قبول ہو جائے تو جب تک ہدایت نہیں پاتا وہ قبول نہیں ہوگا سوال کیا گیا میری جان آپ پر فدا ہو فرمایئے کس کی جانب رہنمائی کی گئی ہے امام علیہ السّلام نے فرمایا ہماری طرف۔[۲]

کتاب مجالس میں نبی اکرام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے ایک حدیث میں علی علیہ السّلام سے فرمایا اے علیؑ جس نے تمھیں فراموش کر دیا وہ گمراہ ہو گیا اور جس نے تم تک ہدایت نہیں پائی اور تمھاری ولایت تک نہ آیا اس نے اللہ تک رہنمائی حاصل نہیں کی اور یہ بات اللہ ربّ العزت کے قول سے ثابت ہے وَ اِنِّیۡ لَغَفَّارٌ لِّمَنۡ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهۡتَدٰی یعنی اس کی رہنمائی تمھاری ولایت کی جانب ہوئی۔[۳]

کتاب مجمع البیان اور تفسیر عیّاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے اس آیت کے ذیل میں مروی ہے فرمایا ثم اهتدی الیٰ ولایتنا اهل البیت اس کی ہدایت ہو ہم اہل بیت کی ولایت کی جانب اگر کوئی شخص پوری زندگی رکن و مقام کے درمیان اللہ کی عبادت کرے پھر وہ مر جائے اور ہماری ولایت کی جانب رخ نہ کرے تو خداوند عالم ایسے شخص کو منہ کے بل جہنم میں ڈال دے گا۔[۴]

کتاب مناقب میں امام سجاد علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے اس آیت کے ذیل میں فرمایا کہ ثُمَّ اهۡتَدٰی سے مراد ہم اہل بیت کی جانب ہدایت پانا ہے۔[۵]

کتاب محاسن میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ثُمَّ اهۡتَدٰی کے بارے میں فرمایا کہ الی ولایتنا ہماری ولایت کی جانب رہنمائی ہے۔[۶]

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا جب کہ وہ کعبہ کے سامنے تشریف فرما تھے کہ یقینا لوگوں کو حکم دیا گیا ہے کہ ان پتھروں کی جانب آئیں ان کا طواف کریں پھر ہمیں آگاہ کریں کہ ہم

---

(۱) احتجاج، ج ۲ ص ۵۵ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۶۱ (۳) الامالی شیخ صدوق، ص ۴۰۰، ح ۱۳، مجلس ۴۷
(۴) مجمع البیان، ح ۷-۸، ص ۳۴، وشواہد التنزیل، ج ۱، ص ۴۹۱، ح ۵۱۸
(۵) مناقب ابن شہر آشوب، ج ۴، ص ۱۲۹ (۶) اَلْمَحَاسِن، ج ۱، ص ۲۳۷، ح ۳

سے ولایت ہے یا نہیں اور وہ اللہ کے قول سے ثابت ہے وَ اِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی پھر آپ نے اپنے سینے کی جانب اشارہ کیا اور فرمایا ''ہماری ولایت کی جانب۔''[1]

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا کہ اس آیت کی تفسیر ہے اور وہ تفسیر رہنمائی کرتی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کسی شخص سے بھی اس کے عمل کو قبول نہیں کرے گا جب تک وہ اللہ تعالیٰ سے اس تفسیر کی تکمیل کے بعد ملاقات نہ کرے اور وہ شرائط پوری نہ کرے جنھیں مومنین پر عائد کیا گیا ہے۔[2]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا تم ہرگز صالح نہیں بن سکتے جب تک معرفت حاصل نہ کرو اور معرفت حاصل نہیں کر سکتے جب تک تصدیق نہ کرو اور تصدیق نہیں کر سکتے جب تک چاروں ابواب کو تسلیم نہ کرلو اور پہلا درست نہیں ہوسکتا جب تک دوسرا درست نہ ہو تین شرائط والے گم راہ ہو گئے اور اس بارے میں حیران وشش در پھرتے رہے اللہ تعالیٰ سوائے عمل صالح کے کسی اور چیز کو قبول نہیں کرے گا اور یہ عمل صالح اسی وقت قبول کرے گا جب شرائط اور وعدوں کو پورا کیا جائے پس جو شخص اللہ تعالیٰ سے کی ہوئی شرط اور کیے ہوئے وعدے کو وفا کرے گا تو جو کچھ اس کے پاس ہے اسے پالے گا اور وعدہ کی تکمیل کرے گا اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے طُرق سے بندوں کو مطلع کیا ہے اور ان کے لیے مینار مقرر کر دیے ہیں اور انھیں بتلا دیا ہے کہ وہ کس طرح ان پر گام زن ہوں اور فرمایا وَ اِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی اور فرمایا اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ (مائدہ ۲۷) پس جو بھی اللہ کا تقوی اختیار کرے گا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس چیز کو لے کر آئے ہیں انھیں تسلیم کرتے ہوئے اللہ سے ملاقات کرے گا افسوس ہے افسوس ہے قوم مرگئی فوت ہوگئی قبل اس کے کہ ہدایت یافتہ ہو اور وہ یہ سمجھتے رہے کہ وہ ایمان لا چکے ہیں اور انھوں نے لاعلمی میں شرک کا ارتکاب کیا ہے جو بھی گھروں میں دروازوں سے داخل ہوگا وہ ہدایت یافتہ ہو جائے گا اور وجو کسی اور سے اخذ کرے گا تو ہلاکت کی راہ پر گام زن ہوگا اللہ تعالی نے وَلِّی اَمر کی اطاعت کو اپنے رسول کی اطاعت سے ملایا ہے اور رسول کی اطاعت کو اپنی اطاعت پر منحصر قرار دیا ہے پس جس شخص نے اولوالامر کی اطاعت کو ترک کر دیا تو گویا کہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت نہیں کی اور یہی اقرار ہے جو کچھ اللہ تعالیٰ کے جانب سے نازل ہوا ہے۔[3]

میں (فیض کا شانی) کہتا ہوں کہ وہ چار ابواب جن کی جانب اشارہ کیا گیا ہے وہ یہ ہیں (۱) شرک سے توبہ۔ (۲) وحدانیت پر ایمان۔ (۳) عمل صالح۔ (۴) اور حجج علیہم السّلام کی جانب ہدایت جیسا کہ بعد میں وضاحت ہوگی اور تین شرائط والے اشارہ ہے ان لوگوں کی طرف جنھوں نے حجج الٰہی کی جانب رہنمائی نہیں پائی اور شرائط اور معاہدے کنایہ ہیں امور اربعہ کی جانب جنھیں ذکر کیا گیا ہے اس لیے کہ یہی مغفرت اور وعدوں کی شرائط ہیں اور اللہ کا قول فمن اتقی سے مراد ہے کہ امر الٰہی میں شرک کرنے سے بچتا رہا ہو۔

---

(۱) الکافی، ج۱، ص ۳۹۲۔ ۳۹۳، ح ۳ (۲) تفسیر عیاشی، ج۱، ص ۲۲۸، ح ۶۲

(۳) الکافی ج۱، ص ۱۸۱۔ ۱۸۲، ح ۶، باب معرفت امام

وَ مَآ اَعۡجَلَكَ عَنۡ قَوۡمِكَ يٰمُوۡسٰى ﴿۸۳﴾
قَالَ هُمۡ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِىۡ وَ عَجِلۡتُ اِلَيۡكَ رَبِّ لِتَرۡضٰى ﴿۸۴﴾
قَالَ فَاِنَّا قَدۡ فَتَنَّا قَوۡمَكَ مِنۡۢ بَعۡدِكَ وَ اَضَلَّهُمُ السَّامِرِىُّ ﴿۸۵﴾
فَرَجَعَ مُوۡسٰٓى اِلٰى قَوۡمِهٖ غَضۡبَانَ اَسِفًا ۚ قَالَ يٰقَوۡمِ اَلَمۡ يَعِدۡكُمۡ رَبُّكُمۡ وَعۡدًا حَسَنًا ۬ؕ اَفَطَالَ عَلَيۡكُمُ الۡعَهۡدُ اَمۡ اَرَدۡتُّمۡ اَنۡ يَّحِلَّ عَلَيۡكُمۡ غَضَبٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ فَاَخۡلَفۡتُمۡ مَّوۡعِدِىۡ ﴿۸۶﴾

---

(۸۳) اے موسیٰؑ کیا چیز تمھیں اپنی قوم سے پہلے لے آئی۔
(۸۴) موسیٰؑ نے عرض کی کہ وہ میرے پیچھے آ رہے ہیں اور میرے پروردگار میں نے اس لیے عجلت کی کہ تو راضی ہو جائے۔
(۸۵) ارشاد ہوا ہم نے تمھارے بعد تمھاری قوم کو آزمائش میں مبتلا کر دیا اور سامری نے انھیں گم راہ کر دیا ہے۔
(۸۶) تو موسیٰؑ اپنی قوم کے پاس غصے میں بھرے ہوئے اور محزون پہنچے انھوں نے کہا اے میری قوم کے لوگو! کیا تمھارے رب نے اچھا وعدہ نہیں کیا تھا؟ کیا وعدے کی مدت طولانی ہو گئی تھی؟ یا تم نے یہی چاہا کہ تم پر تمھارے پروردگار کا غضب نازل ہو جائے اس لیے تم نے مجھ سے وعدہ خلافی کی۔

---

(۸۳) وَ مَآ اَعۡجَلَكَ عَنۡ قَوۡمِكَ يٰمُوۡسٰى اے موسیٰؑ کیا چیز تمھیں اپنی قوم سے پہلے لے آئی۔

(۸۴) قَالَ هُمۡ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِىۡ
موسیٰؑ نے عرض کی کہ وہ میرے پیچھے آ رہے ہیں میں کچھ ہی قدم ان سے آگے بڑھا ہوں جو معمولی چلتے وقت ہو جاتا ہے۔

وَ عَجِلۡتُ اِلَيۡكَ رَبِّ لِتَرۡضٰى اور میرے پروردگار میں نے اس لیے عجلت کی کہ تو راضی ہو جائے۔
اس لیے کہ تیرے حکم کی بجا آوری کے لیے، تجھ سے کیے ہوئے وعدے کو پورا کرنے کے لیے اور تیری مرضی کو حاصل کرنے کے لیے میں نے عجلت سے کام لیا ہے۔

کتاب مصباح الشریعۃ میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ مشتاق کو نہ کھانے کی خواہش ہوتی ہے، نہ ہی پینے میں لذت محسوس کرتا ہے، نہ ہی چین کی نیند سوتا ہے، نہ ہی دوستوں سے ملاقات میں اُسے مزہ ملتا ہے نہ ہی وہ گھر میں پناہ لیتا ہے، نہ ہی آبادی میں سکونت اختیار کرتا ہے، نہ ہی اُسے لباس پہننے کا ہوش رہتا ہے،

نہ ہی اس کے دل کو قرار ملتا ہے بس وہ تو دن رات عبادت میں لگا رہتا ہے اس امید میں کہ جس چیز کا اشتیاق رکھتا ہے وہ اسے مل جائے اور وہ اپنی شوق کی زبان سے اس سے مناجات کرتا ہے جو اس کے باطن کی عکّاسی کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ بن عمران کے بارے میں خبر دی ہے جب وہ رب سے ملاقات کے لیے پہنچے اور انھوں نے کہا وَ عَجِلْتُ اِلَیْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى اے میرے پروردگار میں نے اس لیے عجلت کی کہ تو راضی ہو جائے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے موسیٰؑ کے حال کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے اپنے آنے اور جانے میں اپنے رب سے ملاقات کے شوق میں چالیس دن تک نہ کھایا نہ پیا اور نہ سوئے اور نہ ہی کسی چیز کی خواہش کی۔[1]

(۸۵) قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ

ارشاد ہوا ہم نے تمھارے بعد تمھاری قوم کو آزمائش میں مبتلا کر دیا۔

اے موسیٰؑ جب آپ ان کے درمیان سے چلے گئے تو ہم نے آپ کے چلے جانے کے بعد انھیں گوسالہ پرستی کے امتحان میں مبتلا کر دیا۔

وَ اَضَلَّهُمُ السَّامِرِیُّ اور سامری نے انھیں گم راہ کیا بچھرا بنا کر اور اس کی عبادت کی طرف بلا کر۔

(۸۶) فَرَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا

چالیس دن پورے ہونے کے بعد اور توریت لینے کے بعد موسیٰؑ اپنی قوم کی طرف واپس آئے تو وہ غصّے میں بھرے ہوئے اور ان کے کیے پر محزون وملول تھے۔

قَالَ یٰقَوْمِ اَلَمْ یَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا

انھوں نے کہا اے میری قوم کے لوگو! کیا تمھارے پروردگار نے تم سے اچھا وعدہ نہیں کیا تھا کہ تمھیں توریت عطا کرے گا جس میں ہدایت اور نور ہے۔

اَفَطَالَ عَلَیْكُمُ الْعَهْدُ

کیا وعدے کی مدت طولانی ہوگئی تھی یعنی جب میں تمھارے پاس سے گیا تھا اور جب واپس آیا ہوں کیا اس کے درمیان طویل عرصہ گزر گیا تھا۔

اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ یَّحِلَّ عَلَیْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ

یا تم نے یہی چاہا کہ تم پر تمھارے پروردگار کا غضب نازل ہو جائے اس بچھڑے کی عبادت کے سبب جو سراسر گمراہی تھی۔

فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِیْ اس لیے تم نے مجھ سے وعدہ خلافی کی۔

تمھارا وعدہ تھا کہ ایمان پر ثابت قدم رہو گے ہدایت پر باقی رہو گے اور جو میں نے حکم دیا ہے اس کے مطابق قیام کرو گے۔

---

(۱) مصباح الشریعۃ، ص۱۹۶، باب ۹۴، شوق کے بارے میں۔

قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَ لٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ ﴿۸۷﴾

فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَ اِلٰهُ مُوْسٰى ۙ فَنَسِيَ ﴿۸۸﴾

اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا ۙ وَّ لَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا ﴿۸۹﴾

وَ لَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَ اِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَ اَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ ﴿۹۰﴾

---

(۸۷) انھوں نے جواب دیا ہم نے جان بوجھ کر وعدہ خلافی نہیں کی بلکہ ہم پر قوم کے زیورات کا بوجھ لادا گیا تھا ہم نے بس انھیں (آگ میں) پھینک دیا اور اسی طرح سامری نے بھی کچھ ڈالا۔

(۸۸) تو وہ ان کے لیے بچھڑے کی ایک مورت بنا کر نکال لایا جس میں سے بَیل کی آواز آرہی تھی لوگ پکار اٹھے یہ تمھارا اور موسیٰؑ کا معبود ہے، موسیٰؑ اسے بھول گئے تھے۔

(۸۹) تو کیا وہ یہ نہیں دیکھتے کہ یہ بچھڑا ان کی کسی بات کا جواب نہیں دیتا اور نہ ہی ان کے کسی نفع ونقصان کا مالک ہے۔

(۹۰) اس سے پہلے ہارون نے ان لوگوں سے کہا تھا اے میری قوم کے لوگو! تمھیں اس کی وجہ سے آزمائش میں ڈالا گیا ہے یقیناً تمھارا پروردگار تو بس رحمان ہے تم پر لازم ہے کہ میرا اتباع کرو اور میری بات مانو۔

---

(۸۷) قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا

انھوں نے جواب دیا کہ ہم نے جان بوجھ کر وعدہ خلافی نہیں کی۔

وَ لٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ

بلکہ ہم پر قوم کے زیورات کا بوجھ لادا گیا ہم نے انھیں آگ میں پھینک دیا تھا اور اسی طرح سامری نے بھی کچھ ڈالا تھا۔

اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ سے مراد ہے قبطیوں کے زیورات کا وہ بار جو ہم نے ان سے مستعار لیا تھا اور

ان کے غرق ہو جانے کے بعد سمندر نے اسے ساحل پر ڈال دیا تھا۔

(۸۸) فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ

وہ ان پگھلے ہوئے زیورات سے بچھڑے کی ایک مورت بنا کر نکال لایا جس سے بیل کی آواز آ رہی تھی۔

فَقَالُوْا

سامری اور اسے دیکھ کر سب سے پہلے جو لوگ آزمائش میں ڈالے گئے تھے انھوں نے کہا۔

هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَ اِلٰهُ مُوْسٰى

یہ تمھارا معبود اور موسیٰؑ کا معبود ہے۔

فَنَسِيَ

تو وہ بھول گئے۔

کہا گیا ہے کہ موسیٰؑ اسے بھول گئے اور اسے طور کے پاس تلاش کرنے لگے۔ یا یہ کہ سامری اسے بھول گیا یعنی اظہارِ ایمان کے وقت جس پر تھا اسے ترک کر دیا۔[1]

(۸۹) اَفَلَا يَرَوْنَ

کیا وہ لوگ جانتے نہیں انھیں نظر نہیں آتا۔

اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا

کہ یہ بچھڑا نہ تو ان سے ہم کلام ہو سکتا ہے اور نہ ہی انھیں جواب دے سکتا ہے۔

وَّ لَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا

اور نہ ہی ان کے کسی نفع و نقصان کا مالک ہے۔

(۹۰) وَ لَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ

موسیٰ علیہ السّلام کے واپس آنے سے پہلے ہارون نے ان لوگوں سے کہا تھا۔

يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ

اے میری قوم کے لوگو! تمھیں اس بچھڑے کی وجہ سے آزمائش میں ڈالا گیا ہے۔

وَ اِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ

اور یقیناً رحمٰن ہی تمھارا پروردگار ہے اس کے علاوہ کوئی اور نہیں۔

فَاتَّبِعُوْنِيْ وَ اَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ

لہٰذا میری پیروی کرو اور دین میں ثابت قدم رہ کر میرا حکم تسلیم کرو۔

---

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج ۲، ص ۵۸

قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى ﴿۹۱﴾
قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا ﴿۹۲﴾
اَلَّا تَتَّبِعَنِ ؕ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ ﴿۹۳﴾
قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَ لَا بِرَاْسِيْ ۚ اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ
فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَ لَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ ﴿۹۴﴾
قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ﴿۹۵﴾
قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا
وَ كَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ﴿۹۶﴾

---

(۹۱) قوم والوں نے کہا ہم تو اسی کی پرستش کرتے رہیں گے یہاں تک کہ موسیٰؑ ہمارے پاس واپس آجائیں۔
(۹۲) موسیٰؑ نے کہا، اے ہارون تمھیں کس چیز نے روکا تھا جب تم دیکھ رہے تھے کہ یہ لوگ گمراہ ہو گئے ہیں۔
(۹۳) کہ تم میرے طریقے پر عمل پیرا نہ ہو، کیا تم نے میری حکم عدولی کی ہے؟
(۹۴) ہارون نے کہا، اے ماں جائے آپ میرا محاسبہ نہ کریں (ڈاڑھی اور سر کے بال پکڑ کر نہ کھینچیں) مجھے ڈر تھا آپ کہیں گے کہ تم نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا اور میری بات کا پاس نہ کیا۔
(۹۵) موسیٰؑ نے سامری سے کہا تیرا کیا معاملہ ہے؟
(۹۶) سامری نے کہا میں نے جو جو چیز دیکھی وہ ان لوگوں کو نظر نہیں آئی میں نے فرستادۂ خدا کے نقش قدم سے ایک مٹھی مٹّی اٹھالی اور اسے اس میں ڈال دیا اور میرے نفس نے مجھے ایسا ہی سجھایا۔

---

(۹۱) قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ
قوم والوں نے کہا کہ ہم تو بچھڑے کی عبادت سے ہرگز باز نہ آئیں گے ہم تو اس کی عبادت کرتے رہیں گے۔
حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى
یہاں تک کہ موسیٰؑ ہمارے پاس واپس آجائیں۔
تفسیر قمی میں ہے کہ ان لوگوں نے ہارون کو مارنے کا قصد کیا ہارون وہاں سے چلے گئے اور بچتے رہے یہاں تک کہ موسیٰ علیہ السّلام کی میقات جو چالیس راتوں پر مشتمل تھی پوری ہوگئی جب دس ذی الحجہ کا دن آیا تو

اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ پر الواح نازل کیں جن میں توریت تھی اور جن کی ضرورت تھی سیرتیں اور داستانیں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السّلام پر وحی کی فانا قد فتنا قومك من بعدك واضلهم السامری۔

اے موسیٰؑ آپ کے چلے جانے کے بعد ہم نے آپ کی قوم کو آزمائش میں مبتلا کیا اور سامری نے انھیں گم راہ کیا اور انھوں نے گوسالہ پرستی شروع کر دی اور اس سے بیل کی آواز بھی آ رہی ہے موسیٰؑ نے عرض کی اے میرے رب گوسالہ تو سامری نے بنایا یہ آواز کس نے پیدا کی تو اللہ نے کہا آواز میں نے پیدا کی اے موسیٰؑ جب میں نے یہ دیکھا کہ لوگ مجھے چھوڑ کر گوسالہ کو پوج رہے ہیں میں نے مناسب جانا کہ انھیں مزید آزمائش میں ڈالوں موسیٰؑ اپنی قوم کی طرف واپس آئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا۔[1]

(۹۲) قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا

جب موسیٰؑ واپس آئے تو ہارونؑ سے کہا اے ہارون تمھیں کس چیز نے روکا تھا جب تم دیکھ رہے تھے کہ یہ لوگ بچھڑے کی عبادت سے گم راہ ہو رہے ہیں۔

(۹۳) اَلَّا تَتَّبِعَنِ

کہ تم اللہ کے لیے غضب کرنے میں اور جنھوں نے کفر کیا تھا ان سے قتال کرنے میں میرا اتباع نہ کرو۔ یا یہ کہ تم میرے پیچھے پیچھے چلے آتے اور مجھ سے ملحق ہو جاتے۔

الا میں لفظ ''لا'' زائد ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ (اعراف ۱۲) میں ہے۔

اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ

کیا تم نے میری حکم عدولی کی ہے؟ دین کے بارے میں سخت ہونے میں اور اس کی حمایت کرنے میں۔

تفسیر قمی میں ہے پھر حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے الواح پھینک دیں اور اپنے بھائی کی ڈاڑھی اور سر پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے اور فرمایا ''مَا مَنَعَكَ''۔[2]

(۹۴) قَالَ يَبْنَؤُمَّ

ہارونؑ نے کہا اے میرے ماں جائے ماں کا ذکر کیا تا کہ نرمی اور نرم دلی کی جانب میلان ہو جائے۔

لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ ۚ اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

آپ میرا محاسبہ نہ کریں (ڈاڑھی اور سر کے بل پکڑ کر نہ کھینچیں) مجھے ڈر تھا کہ آپ کہیں گے کہ تم نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا۔ اگر میں ان میں ایک دوسرے سے قتال کرتا یا انھیں ایک دوسرے سے علاحدہ کر دیتا۔

وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ

اور تم نے میری بات کا پاس نہ کیا کیوں کہ اے موسیٰؑ آپ نے فرمایا تھا تم میری قوم میں میرے جانشین بن کر رہو اور اصلاح کرو لہٰذا اصلاح خون ریزی سے محفوظ رکھنے میں تھی اور ان کے درمیان مدارات کے ذریعے

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۶۲ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۶۳

سے تھی یہاں تک آپ واپس آ جائیں اور اپنی مرضی سے ان کے معاملات کو حل فرمائیں۔

کتاب علل الشرائع میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے آپ سے سوال کیا گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے حضرت ہارون کا سر اور ڈاڑھی پکڑ کر اپنی طرف کیوں گھسیٹا جبکہ گوسالہ بنانے اور اس کی پرستش کرنے میں ان کا کوئی جرم نہ تھا کوئی گناہ نہ تھا؟ امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ حضرت موسیٰؑ نے یہ اس لیے کہا کہ جب ان لوگوں نے بچھڑا بنایا تو وہ ان لوگوں سے جدا نہیں ہوئے اور موسیٰؑ کے پاس تشریف نہیں لے گئے اور اگر ہارون علیہ السّلام انھیں چھوڑ دیتے تو ان پر عذاب نازل ہو جاتا کیا تم نے دیکھا نہیں کہ موسیٰ علیہ السّلام نے ہارون علیہ السّلام سے کہا ما منعك اذا رائتهم ضلوا الا تتبعن افعصت امری اے ہارون تمھیں کس چیز نے روکا تھا جب تم دیکھ رہے تھے کہ یہ لوگ گمراہ ہو گئے ہیں کہ تم میرے طریقے پر عمل کرو کیا تم نے میری حکم عدولی کی ہے؟ ہارون نے جواب دیا اگر میں ایسا کرتا تو لوگ مختلف گروہوں میں تقسیم ہو جاتے۔[1]

(۹۵) قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ

پھر حضرت موسیٰ علیہ السّلام سامری کے پاس آئے اور انجان بن کے اس سے سوال کیا تیرا کیا معاملہ ہے؟ تمھیں کس چیز نے اس عمل پر آمادہ کیا۔

(۹۶) قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ

سامری نے کہا جو کچھ میں نے دیکھا وہ ان لوگوں کو دکھائی نہیں دیا۔ جو کچھ میں نے جانا اس بات کا انھیں پتا نہ چلا اور جو میں نے سمجھا وہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آئی اور وہ بات یہ تھی کہ جو نمائندہ آیا تھا وہ روحانی صفات کا مالک تھا اس کے نشانات قدم کو جو شے مس کرے اسے زندگی مل جائے۔

فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ

میں نے فرستادۂ خدا کے نقش قدم سے ایک مٹھی مٹی اٹھالی۔

تفسیر قمی میں ہے کہ سمندر میں جبرئیل امین کی گھوڑی کے کھر کے نیچے کی مٹی۔[2]

فَنَبَذْتُهَا

میں نے اس مٹی کو رکھا اور بچھڑے کے شکم میں ڈال دیا اور یہ واقعہ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۵۳ اور نمبر ۹۳ کے ذیل میں اور سورۂ اعراف آیت نمبر ۱۰۲ اور ۱۵۵ کے ذیل میں بیان کیا جا چکا ہے۔

وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ

اور میرے نفس نے مجھے ایسا ہی سجھایا یعنی میرے سامنے اسے مُزیّن اور آراستہ کر دیا۔ تفسیر قمی میں ہے حضرت موسیٰؑ نے بچھڑے کو نکالا اور اسے نذر آتش کر دیا اور اسے سمندر میں بہا دیا۔[3]

---

(۱) علل الشرائع، ص ۶۸، ح ۱، باب ۵۸ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۶۳۳

(۳) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۶۳

قَالَ فَاذْهَبْ فَإِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ ۖ وَ اِنَّ لَكَ
مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ ۚ وَانْظُرْ اِلٰٓى اِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا ؕ
لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ﴿۹۷﴾
اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿۹۸﴾
كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَ قَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ﴿۹۹﴾
مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ﴿۱۰۰﴾
خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ؕ وَ سَآءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا ﴿۱۰۱﴾ لا
يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَ نَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ﴿۱۰۲﴾ ج

---

(۹۷) موسیٰؑ نے کہا جا اب دنیاوی زندگی میں تیری یہ سزا ہے کہ تو کہتا رہے ''مجھے نہ چھونا'' اور آخرت میں ایک خاص وعدہ ہے جو ٹلنے والا نہیں اور ذرا اپنے اس معبود کو دیکھ جس پر تو فریفتہ تھا ہم ضرور اسے جلا ڈالیں گے پھر اس کی راکھ کو سمندر میں بہا دیں گے۔

(۹۸) تمھارا معبود تو بس وہی خدا ہے جس کے علاوہ کوئی اور معبود نہیں اس کا علم ہر شے پر محیط ہے۔

(۹۹) اسی طرح ہم آپ کو ان واقعات کی خبریں سناتے ہیں جو پہلے گزر چکے ہیں اور ہم نے خاص اپنی جانب سے آپ کو ذکر (نصیحت) عطا کیا ہے۔

(۱۰۰) اور جو بھی اس سے روگردانی کرے گا تو وہ قیامت کے دن گناہوں کا بوجھ اٹھائے گا۔

(۱۰۱) اور ایسے لوگ ہمیشہ اس میں گرفتار رہیں گے اور قیامت کے دن یہ بوجھ بہت برا ہوگا۔

(۱۰۲) جس روز صور پھونکا جائے گا اور ہم مجرمین کو اس طرح گھیر کر لائیں گے کہ ان کی آنکھیں اس دن پتھرائی ہوئی ہوں گی۔

---

(۹۷) قَالَ فَاذْهَبْ فَإِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ

موسیٰؑ نے سامری سے کہا جا! اب دنیاوی زندگی میں تیری سزا یہ ہے کہ تو کہتا رہے ''تو مجھے نہ چھونا'' سامری تو نے جو کچھ کیا ہے دنیا میں اس کی سزا یہ ہے کہ تو یہ کہتا رہے کہ مجھے نہ چھونا کہ کہیں تجھے کوئی چھو لے تو تجھ کو بخار ہو جائے اور تجھے چھونے سے لوگ تجھ سے الگ ہوں اور تو لوگوں سے علاحدہ ہوگا اور تو دھتکارا ہوا اور اکیلا رہ

جائے اس وحشی جانور کی طرح جو اپنے ریوڑ سے جدا ہو گیا ہو۔

تفسیر قمی میں ہے کہ جب تک تو زندہ رہے گا اور تمھارے درمیان یہ علامت قائم رہے گی کہ تم لامساس کہتے رہو یہاں تک کہ تمھیں پہچان لیا جائے کہ یہ سامری ہے اور لوگ تم سے دھوکا نہ کھائیں وہ لوگ آج کے دن تک مصر اور شام میں ''لامساس'' کے نام سے مشہور ہیں فرمایا کہ موسیٰؑ نے سامری کو قتل کرنا چاہا تو اللہ نے موسیٰؑ پر وحی کی تم اسے قتل نہ کرو اس لیے کہ وہ سخی ہے۔[1]

وَ اِنَّ لَكَ مَوْعِدًا

اور تیرے لیے آخرت میں ایک خاص وعدہ ہے۔

لَّنْ تُخْلَفَهٗ

جو ٹلنے والا نہیں ہے۔

اللہ تمھارے لیے اسے ٹالے گا نہیں اور دنیا میں سزا دینے کے بعد آخرت میں اپنے اس وعدے کو پورا کرے گا۔

وَانْظُرْ اِلٰٓى اِلٰهِكَ الَّذِیْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا

اور ذرا اپنے اس معبود کو دیکھ جس پر تو فریفتہ تھا اور جس کی عبادت کیا کرتا تھا۔

لَنُحَرِّقَنَّهٗ

ہم اسے آگ میں جلا ڈالیں گے۔

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں پہلے گزر چکا ہے کہ انھوں نے بچھڑے کو ٹھنڈا کیا پھر اسے آگ میں جلایا پھر اسے پانی میں بہایا اور ایک روایت میں ہے کہ سونے اور چاندی کا برادہ پانی میں بہایا گیا۔

ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِی الْيَمِّ نَسْفًا

پھر ہم اس کی راکھ کو سمندر میں بہا دیں گے۔

کہ کوئی چیز اس کے سامنے نہیں آئے گی اور مقصود یہ ہے کہ اسے زیادہ سزا دی جائے اور اس کے چاہنے والوں کی کم عقلی کا اظہار کیا جائے۔

(۹۸) اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

تمھارا معبود جو لائق عبادت ہے وہ اللہ ہے کمال علم اور قدرت میں نہ کوئی اس کا مماثل ہے اور نہ ہی کوئی اس کے مقابل میں آ سکتا ہے۔

وَسِعَ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا اس کا علم ہر شے پر محیط ہے۔

اس کا علم وسعت رکھتا ہے ہر اس شے کے لیے جس کا جاننا درست ہے نہ وہ بچھڑا جسے بنایا جاتا ہے اور جلا

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۶۳

دیا جاتا ہے اور اگر وہ فی نفسہ زندہ ہوتا تو حماقت اور کم عقلی میں مثال ہوتا۔

(۹۹) كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ

اسی طرح ہم آپ کو ان واقعات کی خبریں سناتے ہیں جو پہلے گزر چکے ہیں گزشتہ واقعات کی خبریں اور گزری ہوئی اقوام کے واقعات تاکہ آپ کے لیے غور وفکر کا ذریعہ بنے، اس سے آپ کے علم میں اضافہ ہو، وہ آپ کے معجزات کو بڑھائے اور آپ کی امت میں جو لوگ غور وفکر کرنا چاہتے ہیں ان کے لیے تنبیہ اور نصیحت بن جائے۔

وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا

اور ہم نے خاص اپنی جانب سے آپ کو ذکر عطا کیا ہے۔

ذکر سے مراد ایسی کتاب ہے جو ان داستانوں اور خبروں پر مشتمل ہے جن میں غور وفکر کرنا اور جن سے عبرت حاصل کرنا لازمی اور لابدی ہے۔

(۱۰۰) مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا

اور جو بھی اس سے روگردانی کرے گا وہ قیامت کے گناہوں کا بوجھ اٹھائے گا ''وِزْرًا'' کا مفہوم ہے اپنے کفر اور گناہوں کی بنیاد پر بوجھل اور گراں بار تکلیف دہ سزا۔

(۱۰۱) خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ؕ وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا

اور ایسے لوگ ہمیشہ اس میں گرفتار رہیں گے اور قیامت کے دن یہ بوجھ بہت برا ہوگا۔

(۱۰۲) يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ

جس روز صور پھونکا جائے گا اور ہم مجرمین کو اس طرح گھیر کر لائیں گے کہ ان کے آنکھیں پتھرائی ہوئی ہوں گی۔

زُرْقًا

کہا گیا ہے کہ ان کی آنکھیں نیلی ہوں گی اس لیے کہ آنکھوں کا نیلا ہونا عربوں کے نزدیک بدشگونی ہے اور اسے نہایت معیوب سمجھا جاتا ہے۔[۱]

اور کہا گیا ہے کہ اس کے معنی ہیں وہ اندھے ہوں گے اس لیے کہ اندھے کی آنکھوں کا ڈلا پتھرا جاتا ہے۔[۲]

اور کہا گیا ہے کہ پیاسی ہوں گی ان کی آنکھوں سے یہ ظاہر ہو رہا ہوگا کہ نیلی ہیں۔[۳]

تفسیر قمی میں ہے ان کی آنکھیں ترچھی ہوں گی وہ اسے گھما نہیں سکتے ہوں گے۔[۴]

---

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزل، ج ۲، ص ۶۰

(۲) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج ۲، ص ۶۱

(۳) مجمع البیان، ج ۷-۸، ص ۲۹، و جوامع الجامع، ج ۲، ص ۴۳۶

(۴) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۶۴

يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ﴿۱۰۳﴾
نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ﴿۱۰۴﴾
وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ﴿۱۰۵﴾
فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ﴿۱۰۶﴾
لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ﴿۱۰۷﴾
يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ﴿۱۰۸﴾

---

(۱۰۳) وہ آپس میں چپکے چپکے یہ کہہ رہے ہوں گے کہ تم تو صرف دس دن رہے ہو۔

(۱۰۴) ہم جانتے ہیں وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں جو ان میں زیادہ آشنائے راہ ہوگا وہ یہ کہے گا بس تم تو صرف ایک دن ٹھہرے رہے ہو۔

(۱۰۵) اے رسول وہ آپ سے پہاڑوں کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ فرما دیجیے کہ میرا رب انھیں ریزہ ریزہ کرکے اڑا دے گا۔

(۱۰۶) پھر زمین کو چٹیل میدان بنا دے گا۔

(۱۰۷) آپ نہ اس میں کسی طرح کی کجی دیکھیں گے اور نہ ہی بلندی۔

(۱۰۸) اس روز سب لوگ منادی کی پکار پر دوڑ پڑیں گے اور کوئی کجی نہ ہوگی اور تمام آوازیں رحمان کے آگے دب جائیں گی سوائے سرسراہٹ کے تم کچھ نہ سنو گے۔

---

(۱۰۳) يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا

وہ آپس میں چپکے چپکے یہ کہہ رہے ہوں گے کہ تم تو صرف دس دن رہے ہو وہ اپنی آوازوں کو دھیما رکھیں گے اس لیے کہ اُن کے سینے رعب اور خوف سے بھر چکے ہوں گے۔ وہ دنیا میں اپنی اقامت کو کم سمجھ رہے ہیں یا قبر میں اپنے قیام کا ذکر کر رہے ہیں اس کے زائل ہوجانے کی وجہ سے۔

(۱۰۴) نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ

ہم جانتے ہیں وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں ور وہ ان کے قیام کے مدت ہے۔

اِذْ یَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِیْقَةً

جو ان میں زیادہ آشنائے راہ ہوگا وہ یہ کہے گا۔

اَمْثَلُهُمْ کے معنی میں اعدلھم زیادہ عدل پسند۔

تفسیر قمی میں ہے اعلمھم واصلحھم ان میں زیادہ علم رکھنے والا اور زیادہ درست کار۔[1]

اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا یَوْمًا

بس تم تو صرف ایک دن ٹھہرے ہو۔

(۱۰۵) وَیَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ اور اے رسول وہ آپ سے پہاڑوں کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔

فَقُلْ یَنْسِفُهَا رَبِّیْ نَسْفًا

آپ فرما دیجیے کہ میرا رب انھیں ریزہ ریزہ کر کے اڑا دے گا اسے ریت کی مانند بنا دے گا پھر ہوائیں بھیجے گا جو اسے اڑا لے جائیں گی تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ ثقیف کے ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ پہاڑ اپنی عظمت کے باوجود قیامت میں کس طرح ہوں گے؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ انھیں چلائے گا اس طرح کہ انھیں ریت کی طرح ریزہ ریزہ کر دے گا پھر ان کی طرف ہواؤں کو بھیجے گا جو انھیں بکھیر دیں گی اور اڑا لے جائیں گی۔[2]

(۱۰۶) فَیَذَرُهَا پھر وہ اس کے ٹھکانے یا زمین کو بنا دے گا۔

''ھا'' کی ضمیر لائے ہیں اس لیے کہ ضمیر پہاڑ کی طرف دلالت کرتی ہے جیسے اللہ کا قول ہے مَّا تَرَكَ عَلَیْهَا مِنْ دَآبَّةٍ (نحل ۶۱) زمین پر کوئی چلنے والا جانور نہ چھوڑے اس آیت میں ''ھا'' سے زمین کی طرف اشارہ ہے۔

قَاعًا صَفْصَفًا

خالی چٹیل، زمین کے برابر گویا کہ اس کے اجزا ایک ہی صف میں تھے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ قاع اس زمین کو کہتے ہیں جس میں تراب نہ ہو اور صف اس زمین کو کہتے ہیں جس میں نباتات نہ ہوں۔[3]

(۱۰۷) لَّا تَرٰی فِیْهَا عِوَجًا وَّلَاۤ اَمْتًا

اے نبی آپ اس میں نہ کسی طرح کی کجی دیکھیں گے اور نہ ہی بلندی تفسیر قمی میں ہے امت کے معنی میں

---

(۱) تفسیر قمر، ج ۲، ص ۶۴

(۲) مجمع البیان، ج ۷-۸، ص ۲۹

(۳) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۶۷

بلندی، اور عوج کا مفہوم ہے کھردری زمین اور کنکریوں کے بھڑکتے ہوئے انگارے۔[۱]

کہا گیا ہے کہ تینوں حالتیں مرتب ہیں پہلی دو احساس کے اعتبار سے ہیں اور تیسری مقیاس (پیمانے) کے لحاظ سے اسی لیے عوج کا ذکر کیا ہے اور اس کے معانی مخصوص ہیں۔[۲]

(۱۰۸) يَتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ

اس روز سب لوگ منادی کی پکار پر دوڑیں گے داعی سے مراد ہے قیامت کے دن اللہ کی جانب سے بلانے والا کہا گیا ہے یہ اسرافیل علیہ السّلام ہیں جو بیت المقدس کی ایک چٹان پر کھڑے ہو کر لوگوں کو بلائیں گے جو ہر طرف سے درست جگہ پر پہنچ جائیں گے۔[۳]

لَا عِوَجَ لَهٗ

اور کوئی کجی نہ ہوگی۔

جسے بلایا گیا ہے وہ کج نہ ہوگا اور نہ ہی اس راستے سے منحرف ہوگا۔

وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ

اور تمام آوازیں رحمان کے آگے دب جائیں گی اللہ کے خوف اور ہیبت کی وجہ سے آوازیں نیچی ہوں گی دب جائیں گی۔

فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا

بہت ہلکی آواز سنائی دے گی۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تبارک و تعالیٰ لوگوں کو ایک ہی روئے زمین پر جمع کرے گا لوگ ننگے پاؤں اور بے لباس ہوں گے لوگ محشر میں کھڑے ہوں گے یہاں تک کہ پسینے میں نہا جائیں گے اور ان کی سانسیں مشکل سے چل رہی ہوں گی لوگ پچاس سال تک اسی عالم میں رہیں گے اور یہ بات اللہ کے قول سے ثابت ہے وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا

امام علیہ السّلام نے فرمایا پھر منادی عرش کے مقابل سے پکارے گا کہ بنی امی کہاں ہیں تو لوگ کہیں گے ان کا نام تو سنا ہوا ہے تو اس کے بعد ان کے نام سے پکارا جائے گا۔

اَيْنَ نَبِيُّ الرحمة اَيْنَ محمد بن عبد الله الامی بنی رحمت کہاں ہیں محمد بن عبداللہ امی کہاں ہیں تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انسانوں کے سامنے تشریف لائیں گے اور ایک حوض کے قریب آ کر ٹھہر جائیں گے جس کی لمبائی ایلہ (ینبع کے قریب مکہ اور مدینہ کا پہاڑ) اور صنعا کے درمیان جتنی ہوگی آنحضرت اس پر کھڑے

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۶۴ (۲) بیضاوی انوار التنزیل، ج ۲، ص ۶۱

(۳) طبری تفسیر جوامع الجامع، ج ۲، ص ۴۳۷، تفسیر مجمع البیان، ج ۷-۸، ص ۳۱، الکشاف، ج ۳، البیضاوی، ج ۲-ص ۶۱

ہوں گے پھر تمھارے والی کو آواز دی جائے گی تو علی علیہ السّلام لوگوں کے سامنے تشریف لے آئیں گے اور ان کے ساتھ کھڑے ہوجائیں گے پھر لوگوں کو اجازت دی جائے گی لوگ گزرنے لگیں گے کچھ لوگ ان میں سے حوض پر وارد ہوں گے اور کچھ اس سے برگشتہ کر دیے جائیں۔

جب رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ملاحظہ فرمائیں گے کہ ہمارے مُحبّین کو حوض سے ہٹایا جا رہا ہے تو گریہ فرمائیں گے اور کہیں کہ اے میرے پروردگار میں دیکھ رہا ہوں کہ علیؑ کے شیعہ جہنّمیوں کے سامنے پلٹا دیے گئے ہیں اور انھیں حوض پر وارد ہونے سے روک دیا گیا ہے۔

امام علیہ السّلام نے فرمایا تو اللّٰہ ایک فرشتے کو ان کے پاس بھیجے گا فرشتہ دریافت کرے گا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کے رونے کا سبب کیا ہے؟ تو آنحضرتؐ فرمائیں گے میں ان لوگوں کے لیے رو رہا ہوں جن کا تعلق علیؑ کے شیعوں سے ہے تو فرشتہ ان سے کہے گا اللّٰہ تعالیٰ آپ سے ارشاد فرما رہا ہے اے محمدؐ میں نے علیؑ کے شیعوں کو تمھیں ہِبَہ کر دیا ہے اور تمھاری اور عزت کی محبت کی وجہ سے ان کے گناہوں کی مغفرت کر دی ہے اور میں نے انھیں تمھارے ساتھ ملحق کر دیا ہے اور ان کے ساتھ وہ جن کے ساتھ تھے اور کہہ رہے تھے ہم نے ان سب کو تمھارے زمرے میں قرار دے دیا ہے لہٰذا ان سب کو اپنے حوض پر لے آؤ۔[1]

امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا کہ بہت سے رونے والے مرد اور رونے والی عورتیں جب یہ دیکھیں گی تو پکاریں گی اے محمدؐ اور اس روز کوئی ایسا شخص باقی نہ بچے گا جو ہمیں دوست رکھتا ہو ہم سے محبت کرتا ہو اور ہمارے دشمنوں سے بَراءَت کا اظہار کرتا ہو اور انھیں ناپسند کرتا ہو وہ ہمارے ساتھ نہ ہو، وہ ہمارے ٹولے میں ہوگا ہمارے ساتھ ہوگا اور ہمارے حوض پر وارد ہوگا۔[2]

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۶۴۔۶۵

(۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۶۵

يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ﴿۱۰۹﴾
يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَ لَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ﴿۱۱۰﴾
وَ عَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ؕ وَ قَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ﴿۱۱۱﴾
وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّ لَا هَضْمًا ﴿۱۱۲﴾
وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّ صَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ
اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴿۱۱۳﴾
فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰۤى اِلَيْكَ
وَحْيُهٗ ۫ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ﴿۱۱۴﴾

---

(۱۰۹) اس روز کسی کی شفاعت فائدہ نہ دے گی الّا یہ کہ رحمان کسی کو اس کی اجازت مرحمت فرما دے اور اس کی بات کو سننا پسند کرے۔

(۱۱۰) وہ اللّٰہ ان کے اگلے اور پچھلے تمام حالات کو جانتا ہے اور یہ لوگ علم کے ذریعے اس کی ذات کا احاطہ نہیں کر سکتے۔

(۱۱۱) سب کے سر اس حیّ و قیّوم کے سامنے جھکے ہوں گے اور جس نے ظلم کا بوجھ اٹھایا وہ ناکام رہے گا۔

(۱۱۲) اور جو نیک اعمال بجا لائے اور وہ مومن بھی ہو تو وہ نہ ظلم سے ڈرے گا اور نہ ہی نقصان سے۔

(۱۱۳) اور اسی طرح ہم نے قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا ہے اور اس میں طرح طرح سے تنبیہات کی ہیں ہو سکتا ہے اس طرح وہ لوگ متقی بن جائیں یا قرآن ان کے اندر کچھ عبرت پیدا کر دے۔

(۱۱۴) پس بلند و بالا ہے وہ اللّٰہ جو بادشاہ برحق ہے اور اے نبی آپ تکمیل وحی سے پہلے قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کیجیے اور دعا کیجیے اے میرے پروردگار میرے علم میں اضافہ فرما۔

---

(۱۰۹) يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا

اس روز کسی کی شفاعت فائدہ نہ دے گی الا یہ کہ رحمان کسی کو اس کی اجازت مرحمت فرما دے اور اس کی بات سننا پسند کرے۔

صرف وہی شفاعت کر سکے گا رحمان جسے شفاعت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائے گا اور اللّٰہ کے پاس اس کی منزلت ہوگی یا اللّٰہ اجازت دے گا کہ اس کی شفاعت کی جائے اور اس کے لیے شفاعت کرنے والے کی

بات کو پسند کرے یا اس کی بات کو اس شخص کے لیے یا اس کی شان میں پسند کرے۔

(۱۱۰) یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وہ ان کی اگلی زندگی کے احوال سے باخبر ہے۔

وَمَا خَلْفَهُمْ

اور آنے والی زندگی جو بعد میں ظہور پذیر ہوگی اللّٰہ اس کے بارے میں بھی جانتا ہے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ ان کی اگلی زندگی انبیائے کرام کے جو حالات گزر چکے ہیں اور ان کے بعد قائم علیہ السّلام کے جو احوال ہوں گے۔[1]

وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا اور یہ لوگ علم کے ذریعے سے اس کا احاطہ نہیں کر سکتے۔

کتاب توحید میں امیر المومنین علیہ السّلام سے اس آیت کے ذیل میں واقع ہوا ہے کہ مخلوقات اللّٰہ تبارک و تعالیٰ کا اپنے علم کے ذریعے احاطہ نہیں کر سکتی۔

اس کے لیے اللّٰہ تبارک و تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے لہٰذا کوئی فہم اس کی کیفیت تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ ہی کوئی دل اس کے حد کو ثابت کر سکتا ہے ہم اس کا وصف بیان نہیں کر سکتے مگر وہی جیسا کہ خود اس نے اپنا وصف بیان کیا ہے لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ (الشوریٰ ۱۱) اس جیسی کوئی شے نہیں ہے اور وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ (الحدید ۳) وہی اوّل ہے وہی آخر ہے وہی ظاہر ہے اور وہی باطن ہے۔ اَلْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ (الحشر ۲۴) وہ خالق ایجاد کرنے والا اور تصویر بنانے والا ہے۔ اس نے تمام چیزوں کو خلق فرمایا ہے اشیا میں سے کوئی شے بھی اس جیسی نہیں ہو سکتی وہ تبارک و تعالیٰ ہے۔[2]

(۱۱۱) وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَیِّ الْقَیُّوْمِ

اور سب کے سر اس حیّ و قیّوم کے سامنے جھکے ہوں گے۔

اس کے سامنے جھکے ہوں گے اور عاجزی کے ساتھ ہوں گے جس طرح قیدی عاجزی کرتا ہے اور وہ سب کے سب اس غالب بادشاہ کے قیدیوں کی طرح ہوں گے۔

وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا اور جس نے ظلم کا بوجھ اٹھایا وہ ناکام رہے گا۔

(۱۱۲) وَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ اور جو نیک عمل بجا لائے اور وہ مومن بھی ہو۔

فَلَا یَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا تو وہ نہ ظلم سے ڈرے گا اور نہ ہی نقصان سے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اس کے عمل سے کسی شے کو کم نہیں کیا جائے گا۔ اور اِمّا ظُلْمًا کے معنی ہیں اس کا عمل ہرگز نہیں لے جایا جائے گا۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۶۵

(۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۶۵

(۱۱۳) وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا

اور اسی طرح ہم نے قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا ہے مکمل قرآن اسی طرح نازل کیا ہے۔

وَّ صَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ اور اس میں طرح طرح سے تنبیہات کی ہیں آیات وعید کو مکرر لائے ہیں۔

لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اس طرح ہوسکتا ہے وہ لوگ متقی بن جائیں گناہوں سے بچیں اور تقویٰ ان کی عادتِ ثانیہ بن جائے۔

اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا یا قرآن ان کے اندر کچھ عبرت پیدا کردے۔

جب قرآن سنیں تو نصیحت حاصل کریں۔ انھیں عبرت ہو اور وہ معاصی سے باز رہیں اور اسی نکتے کو واضح کرنے کے لیے تقویٰ کی نسبت ان سے دی گئی ہے اور احداث قرآن یعنی قرآن سننے کی بات کی گئی ہے۔

(۱۱۴) فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ پس بلند و بالا ہے وہ اللّٰہ جو بادشاہ برحق ہے۔

وہ اپنی ذات و صفات میں مخلوقات کی مشابہت سے بلند و بالا ہے وہ اپنے امر و نہی کو استحقاق کے مطابق نافذ کرتا رہتا ہے۔

وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰۤى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ

اور اے نبی آپ تکمیل وحی سے پہلے قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کیجیے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ جب بھی قرآن نازل ہوتا تھا رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکمل آیت کے نازل ہونے سے پہلے ہی اُسے پڑھنا شروع کردیتے تھے تو اس وقت اللّٰہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰۤى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ.

وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا اور دعا کیجیے اے میرے پروردگار میرے علم میں اضافہ فرما۔

یعنی قرآن کی تلاوت میں جلدی کرنے کی بجائے آپ اللّٰہ تبارک و تعالیٰ سے علم میں زیادتی کی دعا فرمائیں اس لیے کہ آپ پر جو وحی کی گئی ہے وہ لامحالہ آپ تک پہنچ جائے گی۔

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ اگر مجھ تک کوئی ایسا دن پہنچے جب میرے علم میں اضافہ نہ ہو جو مجھے قرب خداوندی عطا کرتا ہے تو اس دن سورج کا طلوع ہونا میرے لیے بابرکت نہ ہو۔[۱]

کتاب خِصال میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ امیر المومنین علیہ السّلام سے سوال کیا گیا ہے کہ سب سے بڑا عالم کون ہے تو آپ نے فرمایا کہ جو لوگوں کے علم کو اپنے علم کے ساتھ جمع کرلے۔[۲]

اور امام صادق علیہ السّلام اپنے آبا و اجداد سے وہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا علم میں افضل ہونا اللّٰہ تعالیٰ کے نزدیک عبادت میں افضل ہونے سے بہتر ہے۔[۳]

---

(۱) مجمع البیان، ج ۷–۸، ص ۳۲ (۲) الخصال، ح ۱۳، ص ۵ (۳) الخصال، ح ۹، ص ۴

وَ لَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰۤى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِىَ وَ لَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴿۱۱۵﴾
وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى ﴿۱۱۶﴾
فَقُلْنَا يٰۤاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَ لِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿۱۱۷﴾
اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَ لَا تَعْرٰى ﴿۱۱۸﴾
وَ اَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَ لَا تَضْحٰى ﴿۱۱۹﴾
فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰۤاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَ مُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ﴿۱۲۰﴾
فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۫ وَ عَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿۱۲۱﴾

(۱۱۵) اور ہم نے اس سے پہلے آدم سے ایک عہد لیا تھا جسے وہ بھول گئے اور ہم نے ان میں عزم نہیں پایا۔

(۱۱۶) یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے کہا تھا کہ آدم کو سجدہ کرو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے اس نے انکار کیا۔

(۱۱۷) ہم نے کہا اے آدم یہ تمھارا اور تمھاری بیوی کا دشمن ہے یہ تم دونوں کو جنت سے نکلوا نہ دے کہ تم مشقت برداشت کرو۔

(۱۱۸) اس میں کچھ شک نہیں کہ اس جنت میں نہ تم بھوکے رہو گے اور نہ ہی برہنہ رہو گے۔

(۱۱۹) اور نہ یہاں پر پیاسے رہو گے اور نہ ہی دھوپ میں رہو گے۔

(۱۲۰) شیطان نے ان کے دل میں وسوسہ ڈالا اور کہا اے آدم کیا میں تمھیں اس درخت کا پتا بتادوں جس سے ابدی زندگی اور لازوال سلطنت حاصل ہوتی ہے۔

(۱۲۱) دونوں نے اس کا پھل کھا لیا دونوں کے ستر ان کے سامنے ظاہر ہو گئے اور وہ جنت کے پتوں سے خود کو ڈھانپنے لگے آدم نے پروردگار کی نصیحت پر عمل نہ کیا تو راحت سے دور ہو گئے۔

(۱۱۵) وَ لَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰۤى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ

اور ہم نے اس سے پہلے آدمؑ سے ایک عہد لیا تھا یعنی انھیں حکم دیا تھا۔

کہا گیا ہے کہ فرشتہ ان کے پاس آیا اور انھیں پیغام پہنچایا اور انھیں آمادہ کیا اور ان سے وعدہ لیا جب

انھیں حکم دیا۔[۱]

فَنَسِیَ

حضرت آدمؑ وعدہ بھلا بیٹھے اور اسے کوئی اہمیت نہ دی۔

وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا

اور ہم نے ان میں کوئی عزم نہیں پایا۔

عزم کا مفہوم ہے رائے کا مصمم ہونا اور امر پر ثابت قدم رہنا۔

تفسیر قمی میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السّلام کو درخت کا پھل کھانے سے منع کیا گیا تھا۔[۲]

کتاب کافی اور اکمال میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السّلام سے یہ عہد و پیمان لیا تھا کہ وہ اس درخت کے قریب نہ جائیں جب وہ وقت آیا جو اللہ کے علم میں تھا کہ وہ اس میں سے کھالیں گے تو وہ بھول گئے اور اس میں سے کھا لیا اور وہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے وَلَقَدْ عَهِدْنَآ۔[۳]

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ خداوند عالم نے حضرت آدمؑ اور ان کی بیوی سے کہا کہ تم دونوں اس درخت کے قریب نہ جانا یعنی اس میں سے نہ کھانا دونوں نے کہا ہاں اے ہمارے پروردگار ہم اس درخت کے قریب نہیں جائیں گے اور نہ ہی اس میں سے کچھ کھائیں اور انھوں نے ''نعم'' (ہاں) کہتے وقت انشاء اللہ نہیں کہا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ان کے نفوس اور ان کی یاد کے سپرد کر دیا۔[۴]

کتاب علل میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ انسان کو انسان اسی لیے کہا جاتا ہے کہ وہ بھول جاتا ہے ارشاد رب العزت ہے وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِیَ۔[۵]

تفسیر عیّاشی میں صادقین میں سے کسی ایک سے روایت ہے آپ سے سوال کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کا نسیان کے بارے میں کس طرح مواخذہ کیا امام علیہ السّلام نے جواب دیا کہ نہیں وہ بھولے نہیں تھے اور کس طرح بھول سکتے تھے انھیں یاد تھا اور ابلیس ان سے کہہ رہا تھا مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ (اعراف ۲۰) تمھارے رب نے تمھیں صرف اس لیے روکا ہے کہ کہیں تم دونوں فرشتے نہ بن جاؤ یا کہیں تم دونوں ہمیشہ رہنے والوں میں سے نہ ہو جاؤ۔[۶] میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ ہوسکتا ہے کہ جس چیز کو بھلا دیا گیا وہ نہی (روکنا) کا قصد و ارادہ ہے جو کسی تاویل اور چھوٹ کو قبول نہیں کرتا، اور جسے بھلایا نہیں گیا وہ اصل نہی ہے یا یہ کہا جاسکتا ہے کہ جس عہد کو بھلا دیا گیا وہ اقرار ہے نبی اکرمؐ کی فضیلت ان کے

---

(۱) انوار التنزیل، ج ۲، ص ۶۲ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۶۵

(۳) الکافی، ج ۸، ص ۱۱۳، ح ۹۲ واکمال الدین واتمام النعمۃ، ص ۲۱۳، ح ۲

(۴) الکافی، ج ۷، ص ۴۴۷-۴۴۸، ح ۷ (۵) علل الشرائع، ص ۱۵، ح ۱، باب ۱۱

(۶) تفسیر عیاشی، ج ۲، ص ۹-۱۰، ح ۹

وصی اور ان کی ذریت میں آنے والے معصومین علیہم السلام کی فضیلت اور اس مقام پر نسیان کا مفہوم ہے ترک کر دینا جیسا کہ دوسری روایات سے رہنمائی ملتی ہے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی آپ نے اللہ تعالیٰ کے قول:

''وَ لَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ'' کے ذیل میں فرمایا کہ کلمات حضرت محمدؐ اور علیؑ اور فاطمہؑ اور حسنؑ اور حسینؑ اور ان کی ذریت میں آنے والے ائمہ سے متعلق تھے آدمؑ نے اسے بھلا دیا۔[1]

کتاب کافی اور علل اور بصائر میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ حضرت آدم علیہ السّلام سے حضرت محمدؐ اور ان کے بعد تشریف لانے والے ائمہ علیہم السّلام کے بارے میں عہد لیا گیا تھا انھوں نے اس عہد کو ترک کر دیا اور انھیں ان ہستیوں کے بارے میں کوئی عزم نہیں تھا کہ وہ اس منزلت کے مالک ہیں اور انبیاء کو اولوالعزم اس لیے کہا گیا کہ ان سے عہد لیا گیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے بعد آنے والے اوصیاء کے بارے میں اور مہدیؑ اور ان کی سیرت کے بارے میں تو ان سب کا عزم جمع ہو گیا کہ یہ سب ہستیاں اس شان وعظمت کی حامل ہیں اور انھوں نے اقرار بھی کیا۔[2]

کتاب علل میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اولوالعزم انبیا سے عہد لیا کہ میں تمھارا رب ہوں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے رسول ہیں اور علیؑ امیر المومنین اور ان کے بعد آنے والے انبیا میرے امر کے والی اور میرے علم کے مخزن ہیں اور مہدی (علیہ السّلام) سے اپنے دین کو کامیاب کروں گا اور اپنی سلطنت کو غلبہ دلاؤں گا اور اپنے دشمنوں سے انتقام لوں گا اور ان کے ذریعے سے رضامندی اور مجبوری سے میری عبادت کی جائے گی۔ تمام انبیا نے کہا اے ہمارے پروردگار ہم نے اقرار کیا اور گواہی دی اور حضرت آدمؑ نے نہ اقرار کیا اور نہ ہی انکار کیا تو صرف پانچ انبیا کے لیے مہدی علیہ السّلام کے بارے میں عزیمت ثابت ہو گئی اور آدمؑ کو اس اقرار کرنے کے لیے کوئی عزم نہ تھا اور وہ اللہ تعالیٰ کے قول سے ثابت ہے وَ لَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَ لَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا امام علیہ السّلام نے فرمایا اس سے مراد ترک کر دینا ہے۔[3]

(۱۱۶) وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ

اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو اس بارے میں ہم گفتگو کر چکے ہیں۔

فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى

سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے اس نے انکار کیا۔

(۱۱۷) فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَ لِزَوْجِكَ

ہم نے کہا اے آدمؑ یہ تمھارا اور تمھاری بیوی کا دشمن ہے۔

---

(۱) الکافی ج۱، ص۴۱۶، ح۲۳ (۲) کتاب الکافی، ح۱، ص۴۱۶ وعلل الشرائع، ص۱۲۲، ح۱ و بصائر الدرجات، ص۹، ح۱

(۳) یہ روایت علل الشرائع میں نہیں ہے بلکہ الکافی ج۲، ص۸، ح۱، میں ہے۔

فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى

یہ تم دونوں کو جنت سے نکلوا نہ دے کہ تم مشقت برداشت کرو۔ کہا گیا ہے کہ نکلتے وقت آدمؑ وحواؑ دونوں کا ذکر ہے لیکن مشقت اٹھاتے وقت صرف آدمؑ کا ذکر کیا گیا اس بات کو کافی سمجھتے ہوئے کہ آدمؑ کی مشقت حوا کی مشقت ہوگی کیوں کہ مرد عورتوں کے لیے بمنزلۂ قَیِّم کے ہے یعنی ان کا ذمے دار ہے یا کہ مرد عورتوں کے لیے فیصلہ کن حکم کا مالک ہے یا یہ کہ یہاں پر ''شقاء'' سے مراد طلب معاش میں زحمتیں اور پریشانیاں ہیں اور یہ مرد کا فریضہ ہے اور بعد میں آنے والی آیت اس کی تائید کر رہی ہے۔[1]

(۱۱۸) اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَ لَا تَعْرٰى

اس میں کچھ شک نہیں کہ اس جنت میں نہ تم بھوکے رہو گے اور نہ ہی برہنہ رہو گے۔

(۱۱۹) وَ اَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَ لَا تَضْحٰى

اور بہ تحقیق تم یہاں پر نہ پیاسے رہو گے اور نہ ہی دھوپ میں رہو گے۔

(۱۲۰) فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ

شیطان نے ان کے دل میں وسوسہ ڈالا یعنی ان تک اپنے خیالات کو پہنچایا۔

قَالَ يٰۤاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ

شیطان نے کہا اے آدمؑ کیا میں تمھیں اس درخت کا پتا بتلا دوں جس سے ابدی زندگی حاصل ہو جائے گی۔ ایسا درخت کہ جو بھی اس کا پھل کھائے گا وہ ہمیشہ کی زندگی پا جائے گا اور اصلاً اُسے موت نہیں آئے گی۔

وَ مُلْكٍ لَّا يَبْلٰى

اور لازوال سلطنت حاصل ہو جائے گی نہ اسے زوال آئے گا اور نہ ہی وہ کمزور ہوگی۔

(۱۲۱) فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا

دونوں نے اس درخت کا پھل کھایا دونوں کے ستر اُن کے سامنے ظاہر ہو گئے۔

وَ طَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ

اور وہ دونوں جنت کے پتوں سے خود کو ڈھانپنے لگے۔ انھوں نے پتوں سے اپنی شرم گاہوں کو چھپانا شروع کیا۔

وَ عَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى

آدمؑ نے پروردگار کی نصیحت پر عمل نہ کیا تو راحت سے دور ہو گئے وَ عَصٰۤى اٰدَمُ کا مفہوم ہے کہ درخت کا پھل کھانے میں آدمؑ نے اللہ کی نصیحت پر عمل نہیں کیا۔

فَغَوٰى کا مطلب ہے کہ اپنے مطلوب اور مقصود سے دور ہو گئے اور ناکام ہو گئے کہ انھوں نے پھل کھا کر دوام کو طلب کیا۔

---

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج ۲، ص ۶۲

ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ﴿۱۲۲﴾
قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى ۙ
فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَ لَا يَشْقٰى ﴿۱۲۳﴾
وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴿۱۲۴﴾
قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَ قَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ﴿۱۲۵﴾
قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴿۱۲۶﴾
وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَ لَمْ يُؤْمِنْۢ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ؕ وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ
اَشَدُّ وَاَبْقٰى ﴿۱۲۷﴾

---

(۱۲۲) پھر ان کے رب نے انھیں منتخب کرلیا، ان کی توبہ قبول کی اور انھیں صحیح راستا دکھایا۔

(۱۲۳) ارشاد ہوا تم دونوں بہشت سے نیچے اتر جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن رہو گے اس کے بعد اگر میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو بھی میری ہدایت کی پیروی کرے گا وہ نہ تو گم راہ ہوگا اور نہ ہی بدبختی میں مبتلا ہوگا۔

(۱۲۴) اور جو بھی میرے ذکر سے منہ موڑے گا تو اس کی زندگی نہایت تنگ و تاریک ہوگی اور ہم اسے روز قیامت اندھا اٹھائیں گے۔

(۱۲۵) وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں محشور کیا جبکہ میں بینا تھا۔

(۱۲۶) خدا فرمائے گا ایسا ہی ہے جب ہماری آیتیں تیرے پاس آئیں تو نے انھیں بھلا دیا اور اسی طرح آج تجھے بھی فراموش کر دیا جائے گا۔

(۱۲۷) اور ہم اسراف کرنے والوں اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہ لانے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیں گے اور آخرت کا عذاب زیادہ شدید اور دیرپا ہے۔

---

(۱۲۲) ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ

پھر ان کے رب نے انھیں منتخب کرلیا اور توبہ کی توفیق دے کر اور اس پر آمادہ کر کے انھیں تقرب عطا کیا۔

فَتَابَ عَلَيْهِ ان کی توبہ قبول کرلی جب انھوں نے توبہ کی۔

وَهَدٰى

اور انھیں صحیح راستا دکھایا کہ وہ توبہ پر باقی رہیں اور اسباب عصمت سے چمٹے رہیں۔

(۱۲۳) قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ

ارشاد ہوا تم دونوں بہشت سے نیچے اتر جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن رہو گے۔

اس آیت میں آدمؑ اور حواؑ دونوں سے خطاب ہے یا خطاب آدمؑ و ابلیس سے ہے اور چوں کہ آدمؑ و حواؑ دونوں ذریت کے لیے اصل تھے لہٰذا ان دونوں سے خطاب کیا گیا۔[1]

اور یہ مکمل قصہ اور ان آیات کی تفسیر سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۳۶-۳۸ کے ذیل میں بیان کی جا چکی ہے۔

فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى

اس کے بعد اگر میری طرف سے کوئی ہدایت یعنی کتاب اور رسول آ جائے۔

فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ

تو جو بھی میری ہدایت کی پیروی کرے گا تو وہ دنیا میں گم راہ نہ ہوگا۔

وَلَا يَشْقٰى

اور نہ ہی آخرت میں وہ بدبختی میں مبتلا ہوگا۔

(۱۲۴) وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا

اور جو بھی میرے ذکر سے منہ موڑے گا تو اس کی زندگی نہایت تنگ و تاریک ہوگی۔

وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى

اور ہم اسے روزِ قیامت اندھا محشور کریں گے۔

(۱۲۵) قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا

وہ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں محشور کیا جبکہ میں بینا تھا۔

(۱۲۶) قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا

خدا فرمائے گا ایسا ہی ہے جب ہماری واضح اور روشن آیتیں تجھ تک پہنچیں تو ان سے اندھا ہو گیا تو نے انھیں چھوڑ دیا اور ان کی طرف نظر بھی نہ ڈالی۔

وَكَذٰلِكَ

اور جس طرح تو نے انھیں ترک کر دیا ہے۔

الْيَوْمَ تُنْسٰى آج کے دن تجھے بھی اندھے پن اور عذاب میں چھوڑ دیا جائے گا۔

---

(۱) چوں کہ آدم و حوا دونوں بشر کے لیے بمنزلۂ اصل تھے لہٰذا دونوں کو بشر قرار دیتے ہوئے ان سے خطاب کیا، تفسیر جوامع الجامع، طبرسی، ج ۲، ص ۴۴۰

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ "فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا" ناصبی[1] لوگوں کے لیے ہے آپ سے دریافت کیا گیا ہم نے دیکھا کہ وہ اپنی طویل حیات کے دوران نہایت مرفہ الحال رہتے ہیں یہاں تک کہ انھیں موت آجاتی ہے امام علیہ السّلام نے فرمایا خدا کی قسم وہ رجعت میں ہوگا جب وہ براز (پاخانہ) کھائیں گے۔[2]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول "وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ" سے مراد ولایت امیر المومنین علیہ السّلام ہے میں نے سوال کیا اور "وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى" سے کیا مراد ہے فرمایا کہ آخرت میں وہ بے بصارت ہوگا دنیا میں اس کا دل ولایت امیر المومنین سے اندھا تھا اور وہ قیامت میں حیران ہو کر کہہ رہا ہوگا "لِمَ حَشَرْتَنِيْ" اے اللہ تو نے مجھے کیوں محشور کیا امام علیہ السّلام نے فرمایا "آیات" سے مراد ائمہ علیہم السّلام ہیں فَنَسِيْتَهَا کے معنی ہیں تم نے انھیں چھوڑ دیا وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى تمھیں اسی طرح جہنم میں چھوڑ دیا جائے گا جس طرح تم نے ائمہ علیہم السّلام کو چھوڑا ہے تم نے ان کے حکم کو تسلیم نہیں کیا اور ان کی بات پر کان نہیں دھرا۔[3]

کتاب فقیہ اور مجمع البیان اور قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے آپ سے ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے حج نہیں کیا اور اس کے پاس مال و دولت تھی تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ وہ ان لوگوں میں سے ہے جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى کہا گیا سبحان اللہ اعمی (اندھا) فرمایا کہ اللہ نے اسے اعمالِ خیر سے اندھا رکھا ہے۔[4]

تفسیر قمی میں ہے کہ اسے جنت کے راستے سے اندھا رکھا گیا۔[5]

کتاب کافی میں اسی سے ملتی جلتی روایت ہے۔[6]

(۱۲۷) وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْۢ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ

اور ہم اِسراف کرنے والوں اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہ لانے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیں گے کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جو شخص امیر المومنینؑ کی ولایت میں ان کے غیر کو شریک قرار دیتا ہے وَلَمْ يُؤْمِنْۢ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ یعنی ائمہ علیہم السّلام کو بر بنائے عناد ترک کر دیتا ہے نہ تو ان کے نشانات قدم پر چلتا ہے اور نہ ہی انھیں دوست رکھتا ہے۔

وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى

اور آخرت کا عذاب زیادہ شدید اور دیر پا ہے تنگ و تاریک زندگی اور اندھے پن سے۔

---

(۱) ناصبی وہ فرقہ جو حضرت علی علیہ السّلام کا سخت مخالف ہو اور ان کا دشمن ہو۔ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۶۵

(۳) الکافی، ج ۱، ص ۴۳۵، ح ۹۲

(۴ من لایحضرہ الفقیہ، ج ۲، ص ۲۷۳، ح ۱۳۳۲، ومجمع البیان، ج ۷-۸، ص ۳۴، وتفسیر قمی، ج ۲، ص ۶۶)

(۵) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۶۶ (۶) الکافی، ج ۴، ص ۶۲۹، ح ۶

اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿۱۲۸﴾ ع

وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّ اَجَلٌ مُّسَمًّى ﴿۱۲۹﴾

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَ مِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴿۱۳۰﴾

وَ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَ رِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴿۱۳۱﴾

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَ اصْطَبِرْ عَلَيْهَا ؕ لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ؕ وَ الْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ﴿۱۳۲﴾

---

(۱۲۸) کیا انھیں اس بات سے رہبری نہیں ملی کہ ان سے پہلے ہم نے کتنی نسلوں کو ہلاک کر ڈالا جن کے گھروں میں یہ چلتے پھرتے ہیں یقیناً اس بات میں لاتعداد نشانیاں ہیں صاحبانِ عقل وخرد کے لیے۔

(۱۲۹) اور اگر آپ کے رب کی جانب سے ایک بات طے نہ ہو چکی ہوتی تو لازمی طور پر عذاب آ جاتا اور ایک مدت کا تعین ہوتا۔

(۱۳۰) لہٰذا اے نبی آپ ان کی باتوں پر صبر کیجیے اور اپنے رب کے حمد کی تسبیح کیجیے سورج نکلنے سے پہلے اور سورج ڈوبنے سے پہلے اور اوقات شب میں اور دن کے اطراف میں بھی شاید اس طرح آپ راضی ہو جائیں۔

(۱۳۱) اے نبی آپ اپنی نظریں دنیوی زندگی کی اس شان وشوکت کی طرف نہ بڑھائیں جو ہم نے مختلف قسم کے لوگوں کو دے رکھی ہے اس کے ذریعے ہم انھیں آزمانا چاہتے ہیں اور آپ کے پروردگار کا دیا ہوا رزق بہترین اور باقی رہنے والا ہے۔

(۱۳۲) آپ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجیے اور خود بھی اس پر کاربند رہیے ہم آپ سے رزق کے طلبگار نہیں ہیں ہم تو خود ہی رزق دیتے ہیں اور انجام کی بہتری تقوی سے وابستہ ہے۔

---

(۱۲۸) اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ

کیا انھیں اس بات سے رہبری نہیں ملی کہ ان سے پہلے ہم نے کتنی نسلوں کو ہلاک کر ڈالا جن کے گھروں میں

یہ چلتے پھرتے ہیں اور ان کے چھوڑے ہوئے آثار کا مشاہدہ کرتے ہیں جو ان کی ہلاکت کی داستانیں بتلا رہے ہیں۔

اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّہٰی

یقیناً اس بات میں لاتعداد نشانیاں ہیں صاحبانِ عقل وخرد کے لیے ایسی عقلیں جو تغافل اور اندھے ہونے سے روکتی ہیں۔

(۱۲۹) وَ لَوۡ لَا کَلِمَۃٌ سَبَقَتۡ مِنۡ رَّبِّکَ اور اگر آپ کے رب کی جانب سے ایک بات طے نہ ہو چکی ہوتی۔

اور وہ وعدہ ہے کہ اس امت پر عذاب کو آخرت تک کے لیے موخر کر دیا گیا ہے۔

لَکَانَ لِزَامًا

تو ان کفار پر لازمی طور سے عذاب آ جاتا جس طرح عاد وثمود پر عذاب آیا تھا۔

وَّ اَجَلٌ مُّسَمًّی اور ایک خاص مدت کا تعین ہوتا۔

یہ جملہ کلمہ پر عطف ہے یعنی اگر وعدہ نہ ہوتا تاخیر عذاب اور ایک مقررہ مدت حیات کا یا ان کے عذاب کا تو عذاب لازمی طور سے آ جاتا کلمہ اور اجل مسمی میں فاصلہ اس لیے کر دیا کہ دونوں کا مستقل ہونا لزوم عذاب کی نفی کی جانب رہنمائی کرتا ہے۔

تفسیر قمی میں ہے فرمایا کہ اللزام کا مفہوم ہے ہلاکت۔[۱]

فرمایا کہ ان پر عذاب نازل ہونا تھا لیکن ان کے عذاب کو ایک خاص مدت تک کے لیے موخر کر دیا۔[۲]

(۱۳۰) فَاصۡبِرۡ عَلٰی مَا یَقُوۡلُوۡنَ لہٰذا اے نبی آپ ان کی باتوں پر صبر کیجیے۔

وَ سَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ قَبۡلَ طُلُوۡعِ الشَّمۡسِ وَ قَبۡلَ غُرُوۡبِہَا

اور آپ اپنے رب کے حمد کی تسبیح کیجیے سورج نکلنے اور سورج ڈوبنے سے پہلے۔

وَ مِنۡ اٰنَآیِٔ الَّیۡلِ فَسَبِّحۡ وَ اَطۡرَافَ النَّہَارِ لَعَلَّکَ تَرۡضٰی

اور اوقات شب میں اور دن کے اطراف میں شاید اسی طرح آپ راضی ہو جائیں لَعَلَّکَ تَرۡضٰی کا مفہوم ہے کہ اس طمع میں کہ آپ کو اللہ کے پاس سے وہ کچھ مل جائے جس سے آپ راضی ہو جائیں۔

کتاب خصال میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس سے آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا کہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ سورج طلوع ہونے سے قبل اور سورج ڈوبنے سے پہلے دس مرتبہ پڑھے لا إله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد يحيي ويميت وهو حيٌّ لا يموت بيده الخير وهو على كل شيء قدير (نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اقتدار کائنات اور تمام حمد وثنا اسی کے لیے وہی جلاتا اور وہی مارتا ہے اور وہ زندہ ہے اس کے لیے موت نہیں ہے تمام تر خیر اسی کے ہاتھ میں ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔)[۳]

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۶۷ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۶۶ (۳) الخصال، ص ۴۵۲، ح ۵۸

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اللّٰہ کے قول: واطراف النھار سے مراد ہے دن کے وقت اللّٰہ کی عبادت کرنا اور نماز نوافل پڑھنا۔[1]

(۱۳۱) وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

اے نبیؐ آپ اپنی نظریں دنیوی زندگی کی اس شان وشوکت کی طرف نہ بڑھائیں جو ہم نے مختلف لوگوں کو دے رکھی ہے۔ اسے بنظر استحسان دیکھتے ہوئے اور یہ تمنا کرتے ہوئے کہ ویسی ہی زندگی آپ کی ہو جائے۔

اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ کافروں میں سے مختلف لوگوں کو۔

زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیاوی زندگی کی زینت اور شان وشوکت۔

لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ

تاکہ ہم اس کے ذریعے انھیں آزمائیں ان کا امتحان لیں اور اسی وجہ سے آخرت میں ان پر عذاب نازل کریں۔

وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى

اور آپ کے پروردگار کا رزق بہتر اور باقی رہنے والا ہے یعنی ہدایت اور نبوت کبھی بھی منقطع نہ ہوگی۔

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدھے ہو کر بیٹھ گئے پھر فرمایا کہ جو اللّٰہ کی دی ہوئی مصیبت پر صبر نہ کرے گا تو دنیا کی حسرت میں اس کی سانس رک جائے گی اور جو کچھ لوگوں کے ہاتھ میں وہ اسے دیکھتا رہے گا تو اس کا غم طویل ہو جائے گا اور اس کا غصہ فرو نہیں ہوگا اور جو اس بات کو نہیں جان لے گا کہ اس پر اللّٰہ کی نعمتیں ہیں جن کا تعلق کھانے اور پینے سے نہیں ہے تو اس کی مدت حیات کم ہو جائے گی اور اس کا عذاب قریب آ جائے گا۔[2]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ امام علیہ السّلام نے فرمایا خبردار اپنے مافوق کی طرف نظریں اٹھا کر دیکھنے کی کوشش نہ کرو اور جو کچھ اللّٰہ تعالی نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ارشاد فرمایا ہے وہ کافی ہے فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ (توبہ ۵۵) اے نبیؐ ان کے اموال اور ان کی اولاد آپ کو حیرت میں نہ ڈالیں اور فرمایا وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ آپ اپنی آنکھیں اس طرف نہ اٹھائیں۔[3]

(۱۳۲) وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا

اور آپ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجیے اور خود بھی اس پر کاربند رہیے۔

لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا

ہم آپ سے رزق کے طلب گار نہیں یعنی ہم یہ نہیں کہتے کہ آپ خود کو اور اپنے اہل وعیال کو رزق دیں۔

نَحْنُ نَرْزُقُكَ ہم نے آپ کا اور ان کے رزق کا ذمہ لے لیا ہے آپ تو آخرت کی فکر کیجیے۔

---

(۱) الکافی، ج ۲، ص ۴۴۴، ح ۱۱، باب صلاۃ النوافل (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۶۶

(۳) الکافی، ج ۸، ص ۱۶۸، ۱۸۹

وَ الْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى

اور انجام کی بہتری تقوی سے وابستہ ہے یعنی جو لوگ تقوی اختیار کرتے ہیں۔

کتاب عوالی اور مجمع البیان میں امام باقر علیہ السّلام سے روایت ہے آپ نے اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا ہے کہ اپنے اہل بیت اور اہل وعیال کا دوسروں کے مقابل میں خصوصیت سے ذکر کریں تا کہ لوگوں کو پتا چل جائے کہ ان اہل وعیال کو جو منزلت حاصل ہے وہ ان کے غیر کو نہیں ہے لہٰذا پہلے انھیں عام انسانوں کے ساتھ عمومی طور پر بیان کیا گیا پھر ان کا خصوصی طور پر ذکر کیا گیا۔[۱]

کتاب عیون میں امام رضا علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے اس آیت کے ذیل میں فرمایا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے ہمیں اس خصوصیت سے نوازا ہے جب کہ اپنی امت کے ساتھ اقامت صلوٰۃ کا حکم دیا پھر امت کے مقابل میں خصوصیت کے ساتھ ہمارا ذکر کیا ہے تو رسول اکرم حضرت علی علیہ السّلام اور حضرت فاطمہ علیہا السّلام کے دروازے پر اس آیت کے نازل ہونے کے بعد نو مہینے تک ہر روز جب پنج گانہ نماز کا وقت ہوتا تھا اس وقت تشریف لاتے تھے اور فرماتے تھے: الصلوٰۃ یَرْحَمُکُمُ اللّٰہ نماز کا وقت ہے اللّٰہ تم پر اپنی رحمتیں نازل کرے۔ انبیا کی اولاد میں سے کسی کو یہ کرامت نہیں ملی تمام اہل بیت میں ہمیں جس کرامت سے مخصوص کیا گیا ہے۔[۲]

تفسیر مجمع البیان میں خدری سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم نے اللّٰہ کے قول یَرْحَمُکُمُ اللّٰہ کے بعد فرمایا۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا (الاحزاب ۳۳) بس اللّٰہ کا ارادہ یہی ہے کہ اے اہل بیت اللّٰہ آپ سے ہر طرح کے رجس کو دور رکھے اور آپ سب کو پاک رکھے جو پاک رکھنے کا حق ہے۔[۳]

تفسیر قمی میں ہے کہ مدینہ تشریف لانے کے بعد آنحضرتؐ مسلسل ہر روز یہ عمل انجام دیتے رہے یہاں تک کہ دنیا سے روانہ ہو گئے۔[۴]

کتاب نہج البلاغہ میں ہے کہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم جنت کی بشارت مل جانے کے بعد نماز کے ذریعے خود کو تھکا دیتے تھے اللّٰہ تعالیٰ کے اس قول کی بنیاد پر وامر اھلك بالصلوۃ واصطبر علیھا تو رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم نماز کا حکم دیتے تھے اور خود صبر سے کام لیتے تھے۔[۵]

کتاب کافی میں اسی جیسی روایت موجود ہے۔[۶]

---

(۱) عوالی الکتابی، ج ۲، ص ۲۲، ح ۴۹ و مجمع البیان، ج ۷-۸، ص ۳۷

(۲) عیون اخبار الرضا، ج ۱، ص ۲۴۰، ح ۱۲، باب ۲۳

(۳) مجمع البیان، ج ۷-۸، ص ۳۵

(۴) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۶۷

(۵) نہج البلاغہ، ص ۳۱۷، خطبہ ۱۹۹

(۶) الکافی، ج ۵، ص ۳۶-۳۷، ح ۱

وَ قَالُوْا لَوْ لَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿۱۳۳﴾

وَلَوْ اَنَّاۤ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْ لَاۤ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ﴿۱۳۴﴾

قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَ مَنِ اهْتَدٰى ﴿۱۳۵﴾ ع

(۱۳۳) اور اہل مکہ نے کہا کہ یہ (محمد) اپنے رب کی طرف سے کوئی معجزہ کیوں نہیں لاتے؟ کیا ان کے پاس اگلے صحیفوں کے واضح بیانات نہیں آئے؟

(۱۳۴) اور اگر ہم انھیں رسول کی تشریف آوری سے قبل کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے تو وہ کہتے پروردگارا! تو نے ہماری طرف کسی رسول کو کیوں نہیں بھیجا؟ ہم ذلیل اور رسوا ہونے سے پہلے ہی تیری آیتوں کا اتباع کر لیتے۔

(۱۳۵) اے نبی آپ فرما دیجیے کہ ہر ایک اپنے اپنے انجام کار کا منتظر ہے تم بھی انتظار کرو عنقریب تمھیں جلد ہی معلوم ہو جائے گا کہ کون لوگ سیدھی راہ والے ہیں اور کون ہدایت یافتہ ہیں۔

(۱۳۳) وَ قَالُوْا لَوْ لَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ

اور اہل مکہ نے کہا کہ یہ محمدؐ اپنے رب کی طرف سے کوئی معجزہ کیوں نہیں لاتے جو اُن کی صداقت اور دعوائے نبوت پر دلالت کرے۔

اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى

کیا ان کے پاس اگلے صحیفوں کے واضح بیانات نہیں آئے یعنی توریت، انجیل اور جملہ کتب سماوی سے اس لیے کہ ان کتابوں میں جو عقائد و احکام بیان کیے گئے ہیں قرآن کریم ان میں سے منتخب کلیّات کو بیان کرتا ہے اور جو کچھ یہ محمد لے کر آئے ہیں اسے اُنھوں نے دیکھا نہیں اور جاننے والوں سے سیکھا نہیں یہ واضح معجزہ نہیں تو کیا ہے۔

(۱۳۴) وَلَوْ اَنَّاۤ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ

اور اگر ہم انھیں رسولؐ کی تشریف آوری سے قبل کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے۔

لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْ لَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا

تو وہ کہتے اے ہمارے پروردگار تو نے ہماری طرف کسی رسول کو کیوں نہیں بھیجا۔

فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى

ہم دنیا میں قتل اور قید کی ذلّت برداشت کرنے سے پہلے اور آخرت میں جہنم میں جانے سے پہلے تیری آیتوں کا اتباع کر لیتے۔

(۱۳۵) قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ اے نبیؐ آپ فرما دیجیے کہ ہر ایک اپنے اپنے انجام کار کا منتظر ہے۔

فَتَرَبَّصُوْا تم بھی انتظار کرو۔

فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ

عنقریب تمھیں جلد ہی معلوم ہو جائے گا کہ کون سیدھی راہ والے ہیں۔

وَمَنِ اهْتَدٰى اور کون گم راہی سے راہ راست پر آ گئے ہیں۔

کشف المحجہ میں امیر المومنین علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک حدیث میں نقل کیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا اے اللہ کے رسول ولی کون ہے؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس زمانے میں تمھارا ولی میں ہوں اور میرے بعد میرا وصی ہے اور میرے وصی کے بعد ہر زمانے میں اللہ کی حجّتیں موجود ہیں تا کہ تم کہیں یہ نہ کہو جیسا کہ تم سے پہلے گمراہ لوگوں نے کہا جب ان کے انبیا ان کے پاس سے چلے گئے۔

رَبَّنَا لَوْ لَآ اَرْسَلْتَ الخ یقیناً ان کی مکمل گمراہی اور جہالت آیات کے بارے میں تھی جس سے مراد اوصیا ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو جواب دیا قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ آپ فرما دیجیے ہر ایک اپنے اپنے انجام کار کا منتظر ہے ان کا انتظار یہ تھا کہ وہ کہہ رہے تھے کہ ہم اوصیا کی معرفت حاصل کر رہے ہیں یہاں تک کہ امام اپنے علم کا اعلان کر دے۔[1]

کتاب ثواب الاعمال میں اور مجمع البیان میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا تم لوگ سورۃ طٰہٰ کی تلاوت کو ترک نہ کرو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اس سورے سے محبت کرتا ہے اور جو اس سورے کو پڑھتا ہے اللہ اسے دوست رکھتا ہے اور جو شخص مسلسل اس سورے کو پڑھتا رہے گا تو خداوند عالم اس کے نامۂ عمل کو اس کے دائیں ہاتھ میں دے دے گا اور اس نے اسلام کی راہ میں جو کچھ کیا ہوگا اس کا حساب نہیں لے گا اور آخرت میں اسے اتنا اجر ملے گا جس سے وہ راضی ہو جائے گا۔[2]

---

(۱) کشف المحجہ، ص ۱۹۰ (۲) ثواب الاعمال، ص ۱۸، ومجمع البیان، ج ۷-۸، ص ۱

سورۃ الانبیاء

مکمل سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا کوفیوں کے نزدیک اس سورہ میں ۱۱۲ آیتیں ہیں اور دوسروں کے نزدیک ۱۱۱ آیتیں ہیں ایک آیت میں اختلاف ہے اور یہ آیت مَا لَا یَنْفَعُکُمْ شَیْئًا وَّ لَا یَضُرُّکُمْ (انبیاء ۶۶) ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَ هُمْ فِیْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۝۱
مَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ یَلْعَبُوْنَ ۝۲
لَاهِیَةً قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى ۖۗ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ۖۗ هَلْ هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَ اَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ۝۳

اللّٰہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت مشفق ہے

(۱) لوگوں کے حساب کا وقت قریب آ گیا ہے دراں حالے کہ وہ غفلت میں پڑے کنارہ کشی کر رہے ہیں۔

(۲) ان کے رب کی جانب سے جو بھی تازہ نصیحت آتی ہے وہ کھیل کود کے دوران (ہنسی مذاق میں) سنتے ہیں۔

(۳) ان کے دل غفلت میں پڑے ہوئے ہیں ظالموں نے چپکے چپکے سرگوشیاں کیں کہ یہ (رسول) تو تم جیسا ایک بشر ہے کیا تم جان بوجھ کے جادو میں پھنس رہے ہو؟

---

(۱) اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ

لوگوں کے حساب کا وقت قریب آ گیا ہے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ قیامت قریب آ گئی ہے اور قیامت کی گھڑی اور حساب کا وقت آ گیا۔[۱]

کتاب مجمع البیان میں ہے قُربِ قیامت کا ذکر کیا گیا کیوں کہ بعثت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کی شرائط میں سے ایک شرط ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بعثت انا والساعة کَھَاتَیْن میں اور قیامت اس طرح مبعوث کیے گئے ہیں (اور آپ نے اپنی دو انگلیوں سے اشارہ فرمایا)

تفسیر جوامع میں امیر المومنین علیہ السّلام سے مروی ہے کہ دنیا نہایت تیزی سے گزر گئی اور اس کے کچھ آثار نہیں رہے مگر جس طرح ظرفِ آب میں پانی کے کچھ قطرے باقی بچ جائیں۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۶۷

وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ

دراں حالے کہ وہ غفلت میں پڑے کنارہ کشی کر رہے ہیں۔

وہ حسابِ روز جزا سے غافل ہو کر اس بارے میں غور و فکر کرنے سے اِعراض کر رہے ہیں۔

(۲) مَا يَأْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ

ان کے رب کی جانب سے جو بھی تازہ نصیحت آتی ہے تاکہ انھیں غفلت اور جہالت کی اونگھ سے بیدار کر دے اور متنبہ کر دے۔

مُّحْدَثٍ تازہ تاکہ بار بار ان کے کانوں تک تنبیہ پہنچتی رہے ہوسکتا کہ وہ نصیحت کو قبول کر لیں۔

اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ

وہ کھیل کود کے دوران (ہنسی مذاق میں) اسے سنتے ہیں۔

سن کر اس کا مذاق اڑاتے ہیں، اس کا تمسخر کرتے ہیں اس لیے کہ غفلت میں وہ انتہائی حد کو پہنچے ہوئے ہیں اور امور میں غور و فکر کرنے اور انجام پر تفکر کرنے سے پوری طرح روگردانی کر رہے ہیں۔

(۳) لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ

ان کے دل غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔

تفسیر قمی میں ہے لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ تَلَهِّي سے ہے یعنی وہ روگردانی اور اعراض کر رہے ہیں۔

وَاَسَرُّوا النَّجْوَى

وہ چپکے چپکے سرگوشیاں کر رہے ہیں۔

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا

جو کچھ انھوں نے مخفی رکھا ہے اس وجہ سے کہ وہ ظالم ہیں۔

هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ

کہ یہ رسولؐ تو تم جیسا ہی ایک بشر ہے کیا تم جان بوجھ کر جادو میں پھنس رہے ہو؟ کہا گیا ہے کہ گویا کہ انھوں نے ان کے بشر ہونے پر استدلال کیا کہ وہ ادّعائے رسالت میں جھوٹے ہیں اس لیے کہ وہ اعتقاد رکھتے تھے کہ رسولؐ صرف فرشتہ ہوسکتا ہے اور ان پر یہ الزام عائد کر لیا کہ وہ خلاف عادت جو قرآن لے کر آئے ہیں وہ جادو ہے اسی لیے وہ قرآن سننے سے انکار کرتے ہیں اور انھوں نے مشورہ کر کے جس بات کو مخفی رکھا تھا وہ یہ تھی کہ ہم ایسا کوئی کام کریں جو آنحضرتؐ کے امر کو تباہ کر دے اور اس کا فساد عام لوگوں تک پہنچ جائے۔[۱]

(۱) البیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج ۲، ص ۶۷

قُلَ رَبِّیۡ یَعۡلَمُ الۡقَوۡلَ فِی السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ ۫ وَ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۴﴾
بَلۡ قَالُوۡۤا اَضۡغَاثُ اَحۡلَامٍۭ بَلِ افۡتَرٰىہُ بَلۡ ہُوَ شَاعِرٌ ۚۖ فَلۡیَاۡتِنَا بِاٰیَۃٍ کَمَاۤ
اُرۡسِلَ الۡاَوَّلُوۡنَ ﴿۵﴾
مَاۤ اٰمَنَتۡ قَبۡلَہُمۡ مِّنۡ قَرۡیَۃٍ اَہۡلَکۡنٰہَا ۚ اَفَہُمۡ یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۶﴾
وَ مَاۤ اَرۡسَلۡنَا قَبۡلَکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوۡحِیۡۤ اِلَیۡہِمۡ فَسۡـَٔلُوۡۤا اَہۡلَ الذِّکۡرِ اِنۡ
کُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۷﴾
وَ مَا جَعَلۡنٰہُمۡ جَسَدًا لَّا یَاۡکُلُوۡنَ الطَّعَامَ وَ مَا کَانُوۡا خٰلِدِیۡنَ ﴿۸﴾

---

(۴) رسول نے کہا میرا رب آسمان وزمین میں ہر بات کو جانتا ہے اور وہ سمیع وعلیم ہے۔
(۵) بلکہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ خواب پریشان ہے اس کی من گھڑت باتیں ہیں، بلکہ وہ تو شاعر ہے اسے چاہیے کہ سابقہ رسولوں کی طرح کوئی معجزہ پیش کرے۔
(۶) ان سے پہلے جن بستیوں کو ہم نے ہلاک کیا وہ ایمان نہیں لائیں اب کیا یہ لوگ ایمان لائیں گے؟
(۷) اور اے محمد ہم نے آپ سے پہلے انسانوں کو ہی رسول بنا کر بھیجا تھا جن کی طرف ہم وحی کیا کرتے تھے تم صاحبانِ ذکر سے دریافت کرلو اگر تم اس بات سے بے خبر ہو۔
(۸) اور ہم نے اپنے انبیا کے لیے ایسے جسم نہیں بنائے جو کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ ہی وہ ہمیشہ رہنے والے تھے۔

---

(۴) قُلَ رَبِّیۡ یَعۡلَمُ الۡقَوۡلَ فِی السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ
رسولؐ نے کہا کہ میرا رب آسمان وزمین میں ہر بات کو جانتا ہے خواہ وہ علانیہ ہو یا پوشیدہ طور سے کہی گئی ہو۔
وَ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ
وہ سننے اور جاننے والا ہے۔
یہ لوگ جو کچھ چھپاتے ہیں اور جو کچھ اپنے دلوں میں رکھتے ہیں وہ اللہ پر مخفی نہیں رہتا۔
(۵) بَلۡ قَالُوۡۤا اَضۡغَاثُ اَحۡلَامٍۭ بَلِ افۡتَرٰىہُ بَلۡ ہُوَ شَاعِرٌ
بلکہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ خواب پریشان ہے، اس کی من گھڑت باتیں ہیں بلکہ وہ تو شاعر ہے۔
ان کے قول کی کئی قسمیں بیان کی ہیں وہ جادو ہے جو خواب آلودہ ہو گیا ہے پھر یہ کہ یہ من گھڑت باتیں ہیں پھر یہ کہا کہ یہ تو ایک شاعر کا قول ہے۔

فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ

بلکہ اسے یہ چاہیے کہ یہ سابقہ رسولوں کی طرح کوئی معجزہ پیش کرے۔ جیسے ید بیضا، عَصَا پیدائشی نابینا کو بینا بنا دینا اور مُردوں کو زندہ کر دینا۔

(۶) مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا

ان سے پہلے بستی کے جن لوگوں کو ہم نے ہلاک کیا وہ ایمان نہیں لائے اس لیے کہ انھوں نے ان معجزات کا انکار کر دیا جو ان کی طرف بھیجے گئے۔

اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ

اب کیا یہ لوگ ایمان لے آئیں گے؟

جبکہ یہ لوگ ان سے زیادہ گستاخ اور سرکش ہیں۔

تفسیر قمی میں ہے کہ بھلا یہ کیسے ایمان لائیں گے جبکہ جو لوگ ان سے پہلے تھے وہ معجزات پر ایمان نہیں لائے یہاں تک کہ ہلاک ہو گئے۔[۱]

(۷) وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ

اور اے محمدؐ! ہم نے آپ سے پہلے انسانوں کو ہی رسول بنا کر بھیجا تھا جن کی طرف ہم وحی کیا کرتے تھے۔

فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

تم صاحبانِ ذکر سے دریافت کر لو اگر تم اس بات سے بے خبر ہو کہا گیا ہے کہ یہ کفار کے قول: هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کا جواب ہے۔[۲]

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے ان سے سوال کیا کہ ہمارے پاس کچھ لوگ ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے قول فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ سے مراد یہودی اور عیسائی ہیں۔

امام علیہ السّلام نے فرمایا ایسی صورت میں وہ تمھیں اپنے دین کی طرف بلائیں گے پھر اپنے ہاتھ سے اپنے سینے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا "نحن اهل الذکر" ہم ہی اہلِ ذکر ہیں اور "نحن المسئولون" ہم سے ہی دریافت کیا جائے گا۔[۳] یہ حدیث دیگر احادیث کے ساتھ اس مفہوم کو واضح کرنے کے لیے سورۂ نحل کی آیت نمبر ۴۳ کے ذیل میں بیان کی جا چکی ہے۔

(۸) وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ

اور ہم نے ان انبیا کے لیے ایسے جسم نہیں بنائے جو کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ ہی وہ ہمیشہ رہنے والے تھے۔

یہ آیت کفار کے اعتقادات کی نفی کر رہی ہے کہ رسالت فرشتوں کی خصوصیات میں سے ہے۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۶۸ (۲) البیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج ۲، ص ۶۷ (۳) الکافی، ج ۱، ص ۲۱۱، ح ۷

ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَ مَنْ نَّشَآءُ وَ اَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ ۝۹
لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۱۰
وَ كَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّ اَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ۝۱۱
فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ۝۱۲
لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَ مَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ ۝۱۳
قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝۱۴
فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ۝۱۵
وَ مَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ۝۱۶

---

(۹) پھر ہم نے ان سے جو وعدہ کیا تھا اسے سچ کر دکھایا پھر ہم نے انھیں اور جنھیں چاہا نجات دی اور حد سے تجاوز کرنے والوں کو ہم نے ہلاک کر ڈالا۔

(۱۰) ہم نے تمھاری طرف ایک کتاب کو نازل کیا جس میں تمھارا ہی تذکرہ ہے کیا تم سمجھتے نہیں؟

(۱۱) اور ہم نے بہتیری بستیاں تہس نہس کر دیں جو ظالم تھیں اور ہم نے ان کے بعد دوسری قوموں کو پیدا کر دیا۔

(۱۲) پس جب انھوں نے ہمارا عذاب محسوس کیا تو اسے دیکھ کر وہاں سے بھاگنے لگے۔

(۱۳) ہم نے کہا اب بھاگو نہیں اور اپنے عیش و عشرت کے سامانوں اور اپنے گھروں کی طرف لوٹ جاؤ تاکہ تم سے سوال کیا جائے۔

(۱۴) وہ کہیں گے ہائے افسوس بے شک ہم ہی ظالم تھے۔

(۱۵) وہ یہی پکارتے رہے یہاں تک کہ ہم نے انھیں کٹی ہوئی فصلوں اور بجھی ہوئی راکھ کی طرح بنا دیا۔

(۱۶) اور ہم نے آسمان و زمین اور اس کے مابین چیزوں کو لہو ولعب کے لیے نہیں بنایا ہے۔

---

(۹) ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ

پھر ہم نے ان سے جو وعدہ کیا تھا اسے سچ کر دکھایا۔

فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَ مَنْ نَّشَآءُ

پھر ہم نے انھیں اور جنھیں چاہا نجات دی۔

یعنی ان میں جو لوگ مومن تھے انھیں نجات دی اور جن لوگوں کے باقی رکھنے میں حکمت تھی انھیں نجات عطا کر دی یعنی وہ خود ایمان قبول کر لے گا یا اس کی ذرّیت میں سے کوئی ایمان قبول کرے گا۔

وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ

اور حد سے تجاوز کرنے والوں کو ہم نے ہلاک کر ڈالا یعنی کفر وعصیاں میں حد سے گزر جانے والے لوگ۔

(۱۰) لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا

اے قریش ہم نے تمھاری طرف ایک کتاب کو نارل کیا۔ یعنی قران حکیم کو نازل کیا ہے۔

فِيْهِ ذِكْرُكُمْ

جس میں تمھارے لیے وصیت (تلقین) ہے یا پند ونصیحت ہے۔

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ

کیا تم سمجھتے نہیں جو ایمان لے آؤ۔

(۱۱) وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً

اور ہم نے بہتیری بستیاں تہس نہس کر دیں جو ظالم تھیں۔

وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ

اور ان کے بعد ان کی جگہ پر دوسری قوموں کو پیدا کر دیا۔

(۱۲) فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ

پس جب انھوں نے ہمارے عذاب کی شدت کو ایسا محسوس کیا جس طرح کوئی شخص کسی شے کو اپنے حواس سے مشاہدہ کر کے اس کا ادراک کر لیتا ہے۔

اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ

تو وہ اسے دیکھ کر وہاں سے تیزی سے بھاگنے لگے۔

(۱۳) لَا تَرْكُضُوْا

ان کے قول کے ارادے پر بطور استہزا کہا جا رہا ہے کہ بھاگو نہیں!

وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ

تم واپس چلے آؤ اور ہم نے تمھیں جو عیش وعشرت کے سامان مہیا کیے ہیں ان کی طرف لوٹ آؤ۔

وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ

اور تم اپنی ان رہائش گاہوں کی طرف لوٹ آؤ جو ہم نے تمھیں عطا کی تھیں تا کہ تم سے سوال کیا جائے۔

(۱۴) قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ

وہ کہیں گے ہائے افسوس بے شک ہم ہی ظالم تھے۔

(۱۵) فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ

وہ لوگ مسلسل یہی دہراتے رہے اور اسے بلانا اس لیے کہا گیا کہ مبتلائے مصیبت اپنی مصیبت کو خود آواز دیتا ہے اور کہتا ہے یاویل تعالِ ھذا اوانك اے مصیبت آجا تیرے آنے کا وقت پہنچ گیا ہے۔

حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ

یہاں تک کہ ہم نے انھیں کٹی ہوئی فصلوں اور بجھی ہوئی راکھ کی طرح کر دیا۔

حَصِيْدًا سے مراد ہے کٹی ہوئی فصل۔

خٰمِدِيْنَ کے معنی ہیں مردہ یہ لفظ خمدت النار سے جب آگ بجھ جائے یعنی چراغ حیات گل ہو جائے۔

کہا گیا ہے کہ یہ آیت اہل یمن کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنھوں نے اپنے نبی حنظلہ کو جھٹلا دیا تھا اور انھیں قتل کر دیا تھا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر بخت نصر کو مسلط کر دیا تھا جس نے انھیں تلوار سے ہلاک کر دیا۔[1]

لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ کا مفہوم ہے کہ تم اپنی دنیا سے متعلق سوالات کرو گے اس لیے کہ تم صاحبِ ثروت و نعمت ہو اور وہ درحقیقت ان سے استہزا کرنا مطلوب ہے۔

کتاب کافی میں امام سجاد علیہ السّلام سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تمھیں واضح انداز میں سنا دیا ہے کہ اس نے تم سے پہلے بستیوں کے رہنے والے ظالموں کی قوم کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا فرمایا:

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً... اور ہم نے بہت سی بستیاں تہس نہس کر دیں جو ظالم تھیں اور اس آیت میں قریہ سے مراد باشندگانِ قریہ تھے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ...وَّ اَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ اور ہم نے ان کے بعد دوسری قوموں کو پیدا کر دیا پھر فرمایا فَلَمَّاۤ اَحَسُّوْا بَاْسَنَاۤ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ پس جب انھوں نے ہمارا عذاب محسوس کیا تو اسے دیکھ کر وہاں سے بھاگنے لگے فرمایا جب ان پر عذاب آیا قَالُوْا يٰوَيْلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ تو وہ کہہ اٹھے ہائے افسوس بے شک ہم ہی ظالم تھے امام علیہ السّلام نے فرمایا خدا کی قسم یہ تمھارے لیے ایک طرح کی موعظت ہے اور ڈراوا ہے اگر تم نصیحت قبول کرو اور اللہ کا خوف تمھارے دل میں ہو۔[2]

(۱۶) وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿۱۶﴾

اور ہم نے آسمان اور زمین اور اس کے مابین چیزوں کو لہو و لعب کے لیے نہیں بنایا بلکہ ہم نے انھیں اس لیے خلق فرمایا ہے کہ دیکھنے والے اس میں غور و فکر کریں اور اور نصیحت حاصل کرنے والوں کے لیے یاد دہانی ہو اور بندوں کے لیے معاش اور معاد کے امور کی تنظیم کا سبب بنے لہٰذا انھیں چاہیے کہ وہ اس کی طرف راغب ہوں تاکہ کمال تک رسائی حاصل کر سکیں اور اس کے بناؤ سنگھار سے دھوکا نہ کھائیں جو جلد ہی زائل ہو جائے گا۔

---

(۱) انوار التنزیل، ج ۲، ص ۶۸ (۲) الکافی، ج ۸، ص ۷۴، حدیث نمبر ۲۱ کا کچھ حصہ۔

لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّا تَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ ۖ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۱۷﴾
بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ؕ وَ لَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾
وَ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ مَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ لَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾
يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ﴿۲۰﴾
اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ﴿۲۱﴾
لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۲۲﴾

---

(۱۷) اگر ہم تفریح کا سامان بنانا چاہتے تو ہم خود اپنی طرف سے ایسا کر لیتے اگر ہم ایسا کرنا چاہتے۔

(۱۸) مگر ہم تو باطل پر حق کی ضرب لگاتے ہیں جو اس کا سر توڑ دیتی ہے پھر باطل بالکل ملیامیٹ ہو جاتا ہے اور تم پر افسوس ہے کہ ایسی ایسی ناحق باتیں بناتے ہو۔

(۱۹) اور اسی کے ہیں جو بھی آسمانوں اور زمینوں میں ہیں اور جو (فرشتے) اس کے پاس ہیں وہ خود کو بڑا سمجھ کر اس کی عبادت سے سرتابی نہیں کرتے اور نہ ہی وہ اکتاتے ہیں۔

(۲۰) وہ رات دن تسبیح میں مصروف ہیں اور اس میں کوتاہی نہیں کرتے۔

(۲۱) کیا انھوں نے زمین میں ایسے معبود بنا لیے ہیں جو بے جان کو جان دار بنا کر کھڑا کر دیں۔

(۲۲) اگر آسمان و زمین میں ایک اللہ کے سوا دوسرے خدا ہوتے تو دونوں کا نظام فاسد ہو جاتا، چناں چہ اللہ عرش کا رب ان باتوں سے پاک ہے جسے یہ مشرک بیان کرتے ہیں۔

---

(۱۷) لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا — اور اگر ہم تفریح کا سامان بنانا چاہتے یعنی جس سے لہو ولعب ہو سکے۔
لَّا تَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ — تو ہم خود اپنی طرف سے ایسا کر لیتے۔

کہا گیا ہے کہ ہم ایسا اپنی قدرت سے کرتے یا اپنی جانب سے کرتے جو روحانیات کے اعتبار سے ہماری بارگاہ کے لیے مناسب و موزوں ہوتا اس کا تعلق جسم و جسمانیات سے نہ ہوتا۔[۱]

---

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج ۲، ص ۶۹

اِنۡ كُنَّا فٰعِلِيۡنَ اگر ہم ایسا کرنا چاہتے۔

(۱۸) بَلۡ نَقۡذِفُ بِالۡحَقِّ عَلَى الۡبَاطِلِ فَيَدۡمَغُهٗ

بلکہ ہم تو باطل پر حق کی ضرب لگاتے ہیں جو اس کا سر توڑ دیتی ہے اسے مٹا دیتی ہے۔

فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ پھر باطل بالکل ملیامیٹ ہو جاتا ہے۔

یہ لہو کو اختیار کرنے سے گریز ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات کو لعب سے پاک و پاکیزہ قرار دینا ہے جملے کا مفہوم یہ ہے کہ ہماری شان یہ ہے کہ ہم حق کو غلبہ عطا کرتے ہیں جس میں سے باطل کے خلاف بھرپور سعی کرنا ہے جسے لہو میں شمار کیا جاتا ہے اور بطور استعارہ اس سے مراد قذف ہے یعنی دور تک پھینک دینا جو نشانے کی صلابت پر مستلزم ہو اور دمغ کے معنی ہیں سر کا توڑ دینا اس طرح کہ اس کا پردہ شق ہو جائے جو روح کو ختم کر دینے کا باعث ہو باطل کو شکست دینے کی تصویر کشی کی ہے اور اسے بطور تاکید بیان کیا ہے۔

وَلَكُمُ الۡوَيۡلُ مِمَّا تَصِفُوۡنَ اور تم پر افسوس ہے کہ ایسی ایسی ناحق باتیں بناتے ہو۔

تم اللہ کے لیے جو اوصاف بتاتے ہو وہ کسی طرح بھی اس کے لیے جائز اور مناسب نہیں ہیں کتاب محاسن میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ کوئی باطل ایسا نہیں ہے جو حق کے مقابل آ کر کھڑا ہو جائے ایسی صورت میں حق ہمیشہ باطل پر غالب رہے گا اور یہ اللہ کے قول:

بَلۡ نَقۡذِفُ بِالۡحَقِّ عَلَى الۡبَاطِلِ فَيَدۡمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ... سے ثابت ہے۔[1]

اور امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے ہر شخص تک حق پہنچتا ہے یہاں تک کہ اس کے دل کو چاک کر دیتا ہے (اور اس میں حق کو جاگزیں کر دیتا ہے) اب اس کی مرضی ہے کہ وہ اس حق کو قبول کرے یا اسے چھوڑ دے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالی اپنی کتاب میں فرما رہا ہے:

بَلۡ نَقۡذِفُ بِالۡحَقِّ الایہ۔[2]

(۱۹) وَلَهٗ مَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ

تخلیق اور ملکیت کے اعتبار سے اسی کے لیے ہیں جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہیں۔

وَمَنۡ عِنۡدَهٗ اور جو فرشتے اس کے پاس ہیں۔

لَا يَسۡتَكۡبِرُوۡنَ عَنۡ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسۡتَحۡسِرُوۡنَ

وہ خود کو بڑا سمجھ کر اس کی عبادت سے سرتابی نہیں کرتے اور نہ ہی وہ اکتاتے ہیں۔

(۲۰) يُسَبِّحُوۡنَ الَّيۡلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفۡتُرُوۡنَ

وہ رات دن تسبیح میں مصروف ہیں اور اس میں کوتاہی نہیں کرتے يُسَبِّحُوۡنَ کا مفہوم ہے کہ وہ ہمیشہ اللہ کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں اور مسلسل اس کی تعظیم وتکریم کو ملحوظ خاطر رکھتے ہیں۔

---

(۱) المحاسن ج۱، ص ۳۵۴–۳۵۵، ح ۷۵۱، باب ۱۴ (۲) المحاسن ج۱، ص ۴۳۱، ح ۹۹۵–۳۹۷، باب ۳۹

کتاب عیون میں امام رضا علیہ السّلام سے مروی ہے کہ فرشتے معصوم ہیں، اللّٰہ تعالیٰ کے لطف و کرم سے کفر اور قبیح باتوں سے محفوظ ہیں اللّٰہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے... لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ (التحریم ۶) اللّٰہ تعالیٰ نے انھیں جو حکم دیا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور انھیں جو حکم دیا جاتا ہے وہ اسے بجالاتے ہیں۔

اور اللّٰہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، "وَلَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَنْ عِنْدَهٗ..." یعنی ملائکہ جو اس کے پاس ہیں لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ وہ تکبّر نہیں کرتے الایۃ۔[۱]

کتاب اکمال میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے فرشتوں کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ کیا فرشتے سوتے ہیں؟ تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ جو بھی زندہ ہے وہ سوتا ہے سوائے اللّٰہ تبارک و تعالیٰ کے اور فرشتے سوتے ہیں تو سوال کیا گیا اللّٰہ تعالیٰ فرما رہا ہے:

"یُسَبِّحُوْنَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ لَا یَفْتُرُوْنَ" تو فرمایا کہ ان کی سانس کو تسبیح کہا گیا ہے۔[۲]

اور ایک روایت میں ہے کہ اجساد کے طبقے میں سے کوئی شے ایسی نہیں ہے جو اپنے گوشے سے مختلف آوازوں میں اللّٰہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید نہ کر رہی ہو۔[۳]

(۲۱) اَمِ اتَّخَذُوْۤا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ یُنْشِرُوْنَ

کیا انھوں نے زمین سے ایسے معبود بنا لیے ہیں جو بے جان کو جان دار بنا کر کھڑا کر دیں۔ اَمْ، بَلْ کے معنیٰ میں ہے یعنی انھوں نے معبود بنا لیے ہیں۔

هُمْ یُنْشِرُوْنَ کہ وہ مردہ کو دوبارہ زندہ کر کے لا سکتے ہیں اگرچہ انھوں نے اس امر کی وضاحت نہیں کی ہے لیکن الٰہیت کا دعویٰ اس امر کا متقاضی ہے۔ اقتدار ہونا الٰہیت کے لوازم میں سے ہے اور اس سے مراد ان لوگوں کی جہالت اور اس بات کا مذاق اڑانا ہے۔

(۲۲) لَوْ كَانَ فِیْهِمَاۤ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ اگر آسمان و زمین ایک اللّٰہ کے سوا دوسرے کئی خدا ہوتے۔

لَفَسَدَتَا تو آسمان و زمین کا نظام باطل ہو جاتا ہے اور یہ شگافتہ ہو جاتے اور جو درستی پائی جاتی ہے اور وہ عالم کا باقی رہنا اور اس کا وجود ہے تو اس بات سے پتا چلتا ہے کہ عالم کا موجد ایک ہی ہے اور وہ اللّٰہ جل جلالہ ہے۔

کتاب توحید میں امام صادق علیہ السّلام سے سوال کیا کہ اس کی دلیل کیا ہے کہ اللّٰہ ایک ہے؟

تو امام علیہ السّلام نے فرمایا تدبیر کا متصل ہونا اور صنعتوں کا مکمل ہونا جیسا کہ اللّٰہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے لَوْ كَانَ فِیْهِمَاۤ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا...[۴]

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ چناں چہ اللّٰہ عرش کا رب ان باتوں سے پاک ہے۔

اور وہ تمام ان اجسام کا احاطہ کیے ہوئے ہے جو تدابیر کے مقامات ہیں اور جہاں پر تقدیریں جنم لیتی ہیں۔

عَمَّا یَصِفُوْنَ جسے یہ مشرک بیان کرتے ہیں۔

کسی کو اللّٰہ کا شریک قرار دینا، اس کے لیے کسی کو بیوی بنا دینا اور کسی بیٹا کو سمجھ لینا۔

---

(۱) عیون اخبار الرضا، ج۱، ص۲۶۹، ح۱، باب ۲۷ (۲) اکمال الدین واتمام النعمہ، ص۶۶۶، ح۸، باب ۵۸

(۳) التوحید، ص۲۸۰، ح۲، باب ۳۸ (۴) علل الشرائع، ص۱۰۶، ح۱ کا کچھ حصہ

لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَ هُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ﴿۲۳﴾
اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ
وَ ذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۴﴾
وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْۤ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا
فَاعْبُدُوْنِ ﴿۲۵﴾
وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۲۶﴾

---

(۲۳) وہ جو کچھ کرتا ہے اس سے سوال نہیں کیا جاسکتا جب کہ ان لوگوں سے باز پرس ہوگی۔
(۲۴) کیا انھوں نے اللہ کے علاوہ دوسرے معبود بنا لیے ہیں اے نبی آپ فرما دیجیے کہ تم اپنی دلیل پیش کرو یہ میرے ساتھ والوں کی کتاب اور میرے پیش رووں کی کتب موجود ہیں۔ لوگوں کی اکثریت حق سے بے خبر ہے اسی لیے وہ منہ موڑے ہوئے ہیں۔
(۲۵) اور ہم نے آپ سے پہلے جو بھی رسول بھیجا اس کو یہی وحی کی ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے تم صرف میری عبادت کرو۔
(۲۶) اور انھوں نے کہا کہ رحمان نے اولاد بنا لی وہ تو پاک و منزہ ہے یہ فرشتے اللہ کے مکرم بندے ہیں۔

---

(۲۳) لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ
وہ جو کچھ کرتا ہے اس سے سوال نہیں کیا جاسکتا۔
اس کی عظمت، اس کی بادشاہت کی طاقت اور الوہیت میں یکتا ہونے اور اس کی ذاتی حکومت کی وجہ سے۔
وَ هُمْ يُسْـَٔلُوْنَ
جب کہ ان لوگوں سے باز پرس ہوگی۔
اس لیے کہ یہ لوگ اس کے مملوک (غلام) ہیں اور اس کے عبد (بندے) بنائے گئے ہیں۔
کتاب علل میں علی علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد اس کی مخلوق ہے کہ وہ ان سے سوال کرے گا۔[1]
کتاب توحید میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ جب خدا کسی کام کو انجام

---

(۱) علل الشرائع، ص ۱۰۶، ح ۱ باب ۹۶

دیتا ہے تو اس سے سوال کیوں نہیں کیا جائے گا؟ تو امام علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا کہ وہ نہیں کرتا ہے مگر وہی جو حکمت کے مطابق اور درست ہو اور وہ متکبر اور بہت قہر وغضب والا ہے وہ واحد اور قہار (سب پر غالب) ہے اس نے جو فیصلہ کر دیا اگر کوئی اس کے بارے میں اپنے دل میں ذرا سی بھی تنگی محسوس کرتا ہے تو وہ کافر ہو جاتا ہے اور جس نے اس کے افعال میں سے کسی بھی فعل کا انکار کر دیا تو وہ جھٹلانے والا ہو گیا۔[1]

امام رضا علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا اللّٰہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، ''اے فرزندِ آدم تم جو کچھ اپنے لیے چاہ رہے تھے۔ وہ سب کچھ میری مشیت کی بدولت تھا، اور تم نے جو فرائض ادا کیے تھے اس کے لیے میں نے قوت و طاقت فراہم کی تھی اور میری دی ہوئی نعمتوں کی وجہ سے ہی کم معصیت کرنے پر قادر ہوئے تھے میں نے تمھیں سمیع، بصیر اور قوی بنایا تھا لہٰذا جو بھی اچھی بات تم تک پہنچتی ہے وہ اللّٰہ کی جانب سے ہوتی ہے اور جو بھی برائی تم تک آتی ہے وہ تمھارے نفس کی طرف سے ہوتی ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ میں تمھارے حسنات کے بارے میں تم سے اولیٰ ہوں اور تم میرے مقابلے میں سَیِّئات کے زیادہ اولیٰ ہو اور یہی وجہ ہے کہ میں جو کچھ کرتا ہوں مجھ سے اس بارے میں باز پرس نہیں کی جاتی دراں حالے کہ ان لوگوں سے باز پرس کی جائے گی۔[2]

(۲۴) اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً

کیا انھوں نے اللّٰہ کے علاوہ دوسرے معبود بنا لیے ہیں۔

اس جملے کو مکرر لانا ان کے کفر کے استعظام (بڑا سمجھنا) اور ان کے امر کے استقطاع (دشوار اور مشکل سمجھنا) اور ان کی جہالت کو ظاہر کرنے اور اس پر سرزنش کی وجہ سے ہے۔

قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ

اے نبیؐ آپ ان سے فرما دیجیے کہ اس بات پر اپنی دلیل پیش کرو اس لیے کہ بغیر دلیل کے کوئی بات درست نہیں ہوتی۔

هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ

یہ میرے ساتھ والوں کی کتاب تھی قرآن اور میرے پیش رووں کی کتب توریت، زبور اور انجیل موجود ہیں کہا گیا ہے کہ ذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ سے مراد آسمانی کتابیں ہیں تو تم ان کتابوں میں دیکھو تمھیں اس میں اللّٰہ کی وحدانیت اور شرک سے دور رہنے کا حکم ملے گا۔[3]

کتاب مجمع البیان میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ''ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ'' سے مراد جو کچھ مستقبل میں ہونے والا ہے اور ''ذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ'' سے مراد جو کچھ ماضی میں ہو چکا ہے۔[4]

---

(۱) التوحید، ص ۳۳۹، ح ۱۳، باب ۶۱
(۲) التوحید، ص ۳۳۸، ذیل حدیث نمبر ۶، باب ۵۵
(۳) بیضاوی انوار التنزیل، ج ۲، ص ۷۰
(۴) مجمع البیان، ج ۷-۸، ص ۴۴

بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ

جب کہ لوگوں کی اکثریت حق سے لاعلم ہے وہ حق اور باطل اور کے درمیان تمیز نہیں کرتے۔

فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ

اسی وجہ سے وہ توحید اور اتباع رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روگردانی کرتے ہیں۔

(۲۵) وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ

اور ہم نے آپ سے پہلے جو بھی رسول بھیجا اس کی طرف یہی وحی کی ہے۔

اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ

کہ میرے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے لہٰذا صرف میری عبادت کرو۔ اس جملے میں تاکید بھی ہے اور عمومیت بھی پائی جاتی ہے۔

(۲۶) وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا

اور انھوں نے کہا کہ رحمان نے اولاد بنالی ہے۔

کہا گیا ہے کہ یہ آیت خُزاعہ کے بارے میں نازل ہوئی جب انھوں نے کہا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔[۱]

تفسیر قمی میں ہے فرمایا کہ اس سے مراد وہ ہے جو نصاری کہتے ہیں "ان المسیح ابن اللہ" (کہ مسیح فرزند خدا ہیں) اور جو کچھ یہودیوں نے کہا "عُزَیر ابن اللہ" عُزَیر خدا کے بیٹے ہیں اور ائمہ علیہم السّلام کے بارے میں انھوں نے جو کچھ کہا ہے تو اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔[۲]

سُبْحٰنَهٗ وہ تو پاک و پاکیزہ ہے

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی وحدانیت کو بچاتے ہوئے کہا۔

بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ

یہ فرشتے تو اللہ کے مکرم بندے ہیں جن کے بارے میں یہ لوگ سمجھ رہے ہیں کہ وہ اللہ کی اولاد ہیں۔

قمی نے کہا اس کا جواب سورۂ زمر میں اللہ تعالیٰ کے قول:

لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (الزمر ۴)

(اگر اللہ اپنا کوئی بیٹا بنانے کا ارادہ کرتا تو جنھیں وہ پیدا کرتا ہے اُن میں سے جسے چاہتا منتخب کر لیتا) کے ذیل میں آئے گا۔[۳]

---

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج ۲، ص ۷۰

(۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۶۹

(۳) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۶۹

لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَ هُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾
يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَ لَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَ
هُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ﴿۲۸﴾
وَ مَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْۤ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ؕ كَذٰلِكَ
نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾ ع ۲ ۱۹ ۲
اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ
وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ؕ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۰﴾

---

(۲۷) وہ گفتگو میں اس سے سبقت نہیں کرتے بلکہ اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔

(۲۸) وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے اور پیچھے ہے اور وہ صرف اس کی سفارش کریں گے اللہ جن سے راضی ہو اور وہ اس کے خوف سے لرزہ براندام ہیں۔

(۲۹) اور ان میں سے جو یہ کہے کہ ''بے شک میں بھی اللہ کے سوا معبود ہوں'' تو اُسے ہم جہنم کی سزا دیں گے اور ہم ظالموں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔

(۳۰) کیا کافروں نے غور نہیں کیا؟ کہ آسمان و زمین دونوں بند تھے پھر ہم نے انھیں کھول دیا اور ہم نے پانی سے ہر شے کو حیات بخشی ہے کیا وہ اس بات کو تسلیم نہیں کرتے۔

---

(۲۷) لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ

وہ گفتگو میں اللہ سے سبقت نہیں لے جاتے جب تک اللہ ارشاد نہ فرمائے وہ کچھ بھی نہیں کہتے اور مہذب غلاموں کا یہی شیوہ ہوتا ہے۔

وَ هُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ

بلکہ وہ فرشتے اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔

اللہ نے انھیں جس چیز کا حکم نہیں دیا وہ اس پر ہرگز عمل نہیں کرتے۔

(۲۸) يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ

وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے اور ان کے پیچھے ہے جو کچھ انھوں نے پہلے کیا اور جو کچھ وہ بعد میں کریں گے اللہ تعالیٰ سے کوئی پوشیدہ شے بھی مخفی نہیں ہے گویا کہ یہ ماقبل کی علّت ہے اور مابعد کی تمہید ہے چوں کہ اللہ

تعالیٰ نے ان تمام امور کا احاطہ کر رکھا ہے اس لیے وہ اپنے آپ کو منضبط (مُنظم) رکھتے ہیں اور اپنے احوال پر نگہبان رہتے ہیں۔

وَ لَا یَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی اور وہ صرف اس کی سفارش کریں گے اللہ جن سے راضی ہو۔

کتاب عیون میں امام رضا علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا:

اِلَّا لِمَنِ ارْتَضَی اللہ دینہ، صرف اس کی سفارش کریں گے اللہ نے جس کے دین کو پسند فرمایا ہو۔[1]

کتاب خصال میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے اور جن لوگوں پر حد جاری کر دی جائے وہ فاسق ہیں نہ وہ مومن ہیں اور نہ ہی کافر ہیں وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں نہیں رہیں گے بلکہ ایک دن وہاں سے باہر لائے جائیں گے۔ان کے لیے شفاعت کرنا جائز ہے اور مستضعفین (وہ لوگ جنھیں دنیا میں کمزور بنا دیا گیا) کے لیے بھی شفاعت ہوگی اگر اللہ ان کے دین سے راضی ہو۔[2]

کتاب توحید میں امام کاظم علیہ السّلام سے مروی ہے وہ اپنے آبا و اجداد سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری شفاعت میری امت میں گناہان کبیرہ کرنے والوں کے لیے ہے میری امت میں جو لوگ محسن ہیں تو ان کا کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔ دریافت کیا گیا یا رسول اللہؐ یہ فرمایئے کہ گناہانِ کبیرہ کرنے والوں کی شفاعت کیسے ہوگی جب کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے "وَ لَا یَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی..."

لہٰذا جو بھی گناہ کبیرہ کرے گا وہ مرتضی (پسندیدہ) نہیں ہوگا آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جب بھی کوئی مومن کسی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے تو وہ اسے برا جانتا ہے اور اس پر شرمندہ ہوتا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ توبہ کے لیے شرمندہ ہونا کافی ہے اور امام عالی مقام نے فرمایا کہ جسے اچھے کاموں سے خوشی محسوس ہو اور برے کاموں سے برا لگتا ہو تو وہ مومن ہے اور جسے ارتکاب گناہ کے بعد ندامت نہ ہو تو وہ مومن نہیں ہے اور اس کے لیے شفاعت کی اجازت نہیں ہے اور ایسا شخص ظالم ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔...مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ حَمِیْمٍ وَّ لَا شَفِیْعٍ یُّطَاعُ (المومن ۱۸) (ظالموں کے لیے نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی کہ جس کی بات مانی جائے) امام علیہ السّلام سے سوال کیا گیا اے فرزندِ رسولؐ جو شخص ارتکاب گناہ کے بعد نادم نہیں ہوا وہ مومن کیسے نہیں رہے گا؟ تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ جب بھی کوئی شخص گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ اس گناہ کے بدلے میں اسے سزا ملے گی مگر یہ کہ وہ اس گناہ کرنے کے بعد اس پر شرمندہ ہو جائے اور جب وہ شرمندہ ہو جائے گا تو وہ تائب ہو جائے گا اور شفاعت کا مستحق ہوگا اور جب وہ اپنے گناہ پر نادم نہیں ہوا تو وہ مصر (اصرار کرنے والا) کہلائے گا اور مصر کی مغفرت نہیں ہوگی اس لیے کہ وہ اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کہ اس کے کیے ہوئے گناہ کی اسے سزا ملے گی اگر اسے سزا پر یقین ہوتا تو وہ یقیناً شرمندہ ہوتا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے استغفار کے ساتھ کوئی گناہ کبیرہ نہیں اور اصرار کے ساتھ کوئی گناہ

---

(۱) عیون اخبار الرضا ج۱، ص ۱۳۶۔ ۱۳۷ باب ۱۱ ح ۳۵ (۲) الخِصال ص ۶۰۸۔ ۶۰۹ ح ۹ کا ایک حصہ۔

صغیرہ نہیں اور اب رہا اللہ تعالیٰ کا قول:

وَ لَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى تو وہ فرشتے شفاعت نہیں کریں گے مگر اس کی اللہ جس کے دین سے راضی ہو اور دین کا مفہوم ہے نیک اعمال یعنی حسنات (نیک اعمال) اور سیئات (برے اعمال) کی جزا کا اقرار کرنا لہٰذا اللہ تعالیٰ جس کے دین سے راضی ہوگا تو اس شخص نے جن گناہوں کا ارتکاب کیا ہوگا وہ ان پر شرمندہ ہوگا اس لیے کہ اسے معرفت ہوگی کہ قیامت میں اسے ان گناہوں کی سزا ملے گی۔[1]

وَ هُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ اور وہ اس کے خوف اور عظمت کی وجہ سے لرزہ براندام ہیں۔

اور خشیت کا مفہوم ہے کہ ایسا خوف جس میں تعظیم ہو اسی لیے علماء کو خشیت کے ساتھ مخصوص کیا گیا۔

(...اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا...) (فاطر ۲۸) (اللہ سے اس کے بندوں میں صرف علماء ہی ڈرتے ہیں)

اور اشفاق ایسا خوف ہے جس میں مہربانی کا عنصر شامل ہو۔

لہٰذا اگر اشفق مِنہُ کہا جائے تو مفہوم ہوگا وہ اس سے خوف زدہ ہوا۔

اور اگر اشفق علیہ کہا جائے تو معنی ہوں گے وہ اس پر مہربان ہوا۔

(۲۹) وَ مَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ

فرشتوں اور مخلوقات میں سے جو یہ کہے کہ ''بے شک میں بھی اللہ کے سوا معبود ہوں''

فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ تو اسے ہم جہنم کی سزا دیں گے۔

کہا گیا ہے کہ اس سے مراد نفی ربوبیت ہے اور مخلوق کی جانب سے اس دعوے کی نفی کرنا مقصود ہے اور جو ربوبیت کا دعوے دار ہے اس کی تہدید (ڈراوا تنبیہ) کے ساتھ ساتھ مشرکین کی تہدید بھی کی گئی ہے۔[2]

تفسیر قمی میں ہے فرمایا کہ جو یہ سمجھتا ہے کہ وہ امام ہے حالاں کہ وہ امام نہیں ہے۔[3]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں ہوسکتا ہے یہ تاویل ہو اور وہ تفسیر تھی۔

كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ اور ہم ظالمین کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔

(۳۰) اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا

کیا کافروں نے غور نہیں کیا؟ کیا یہ بات ان کو معلوم نہیں ہوئی۔

اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا

کہ آسمان و زمین دونوں بند تھے پھر ہم نے انھیں کھول دیا کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو امام علیہ السّلام نے فرمایا شاید تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ دونوں

---

(۱) التوحید، ص ۴۰۷-۴۰۸، ح ۶، باب ۶۳ (۲) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج ۲، ص ۱۷۱

(۳) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۶۹

ایک دوسرے سے ملے ہوئے باہم متصل اور ایک دوسرے سے چپکے ہوئے تھے تو ایک کو دوسرے سے علاحدہ کر دیا گیا؟ سائل نے کہا ہاں ہم تو ایسا ہی سمجھتے ہیں تو امام علیہ السّلام نے فرمایا تم اپنے پروردگار سے مغفرت طلب کرو، اس لیے کہ اللّٰہ تبارک وتعالیٰ کا قول "کَانَتَا رَتْقًا" سے مراد یہ ہے کہ آسمان بند تھا اس سے بارش نازل نہیں ہو رہی تھی اور زمین بند تھی اس میں سے کوئی چیز اگتی نہ تھی جب اللّٰہ تعالیٰ نے مخلوقات کو خلق فرمایا اور اس میں ہر چوپائے جانور کو پھیلا دیا تو آسمان سے بارش ہونے لگی اور زمین سے نباتات اگنے لگی تو سائل نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ انبیا کے فرزندوں میں سے ہیں اور آپ کا علم ان کا علم ہے۔[۱]

کتاب احتجاج میں امام باقر علیہ السّلام سے اسی سے ملتی جلتی روایت پائی جاتی ہے۔[۲]

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اللّٰہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السّلام کو زمین پر اتارا اور آسمان بند تھا اس سے بارش نہیں ہوتی تھی اور زمین بند تھی اس سے نباتات نہیں اگتی تھی جب اللّٰہ تعالیٰ نے آدم کی توبہ قبول فرمالی تو اللّٰہ تعالیٰ نے آسمان کو حکم دیا تو اس نے بارش برسائی پھر اللّٰہ نے اسے حکم دیا تو اس نے اپنے مشکیزے کا منہ کھول دیا یعنی موسلا دھار بارش شروع ہوگئی۔ پھر اللّٰہ نے زمین کو حکم دیا تو درخت اگے اور پھل نکلے اور زمین میں نہریں جاری ہوگئی "رتق" اور "فتق" سے یہ مراد ہے۔[۳]

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السّلام نے فرمایا اللّٰہ ویسا ہے جیسا خود اپنے بارے میں فرمایا ہے اس کا عرش پانی پر تھا اور پانی ہوا پر تھا اور ہوا کی کوئی حد نہ تھی اور اس دن ہوا اور پانی کے علاوہ کوئی اور مخلوق نہ تھی اور اس دن پانی آب شیریں تھا پس جب اللّٰہ نے زمین کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو ہوا کو حکم دیا تو اس نے پانی کو تھپیڑے دیے تو وہ موج بن گیا پھر اس میں جھاگ پیدا ہوا تو وہ جھاگ یکجا ہو گیا اسے خانہ کعبہ کی جگہ پر جمع کر دیا پھر اس جھاگ کا پہاڑ بنا دیا پھر اس کے نیچے زمین کا فرش بچھا دیا۔ اللّٰہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا..." (آل عمران ۹۶) بے شک پہلا گھر جو انسانوں کے لیے بنایا گیا جو مکہ میں واقع ہے وہ بڑا بابرکت ہے۔ پھر اس نے جب تک چاہا توقف کیا اس کے بعد جب اس نے آسمان کو پیدا کرنا چاہا تو ہواؤں کو حکم دیا تو انھوں نے سمندروں میں مار کر اس میں جھاگ بنا دیے امواج اور جھاگ کے درمیان میں سے دھواں نکلا جس میں آگ کا شعلہ نہ تھا تو اس سے آسمان کو پیدا کیا گیا۔

اور اس میں بروج اور نجوم بنائے گئے اور شمس وقمر کی منزلیں بنائی گئیں اور انھیں آسمان میں رواں کر دیا اور آسمان سبز تھا سبز رنگ کے پانی کی طرح اور زمین خاکستری رنگ کی تھی آب شیریں کے رنگ پر اور آسمان وزمین

(۱) الکافی، ج۸، ص۹۴-۹۵، ح۶۷ (۲) الاحتجاج، ج۲، ص۶۱-۶۲

(۳) تفسیر قمی، ج۲، ص۶۹-۷۰

دونوں بند تھے ان کے دروازے نہ تھے اور زمین کے دروازے بھی نہ تھے اور وہ نباتات ہیں اور آسمان سے اس پر بارش نہیں ہوئی تھی کہ اس میں سے کوئی چیز اگنے لگے تو آسمان بارش کے ساتھ کھل گیا اور زمین نباتات کے ساتھ کھل گئی اور اللہ کے قول اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا... سے یہی مراد ہے۔[۱]

وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ

اور ہم نے پانی سے ہر شے کو حیات بخشی ہے۔

ہم نے ہر ذی روح کو پانی سے پیدا کیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَ اللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ... (النور ۴۵) اللہ نے ہر دابہ (زمین پر چلنے والا چوپایہ، جان دار) کو پانی سے پیدا کیا ہے۔ اس لیے کہ پانی اس کی پیدائش کا سب سے بڑا عنصر ہے اور پانی کی سب سے زیادہ ضرورت ہے اور اس سے فی نفسہ فائدہ حاصل کیا جاتا ہے مفہوم یہ ہوگا کہ ہم نے ہر شے کو پانی کی وجہ سے زندگی عطا کی ہے اس کے علاوہ زندگی ملنا ممکن نہ تھا۔

تفسیر قمی میں ہے کہ ہر چیز کی نسبت پانی کی طرف ہے لیکن پانی کی نسبت کسی چیز کی طرف نہیں ہے۔[۲]

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے اسی جیسی روایت موجود ہے۔[۳]

امام جعفر صادق علیہ السّلام سے پانی کے مزے کے بارے میں سوال کیا گیا؟ تو امام علیہ السّلام نے فرمایا پانی کا مزہ، زندگی کا مزہ ہے۔[۴]

تفسیر مجمع البیان، تفسیر عیّاشی اور قرب الاسناد میں بھی ایسی ہی روایات پائی جاتی ہیں۔ اس میں یہ اضافہ ہے وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ...[۵]

اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ

یہ نشانیوں کے ظاہر ہو جانے کے بعد بھی ایمان کیوں نہیں لاتے اس بات کو تسلیم کیوں نہیں کرتے۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۶۹-۷۰ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۷۰

(۳) الکافی، ج ۸، ص ۹۴، ح ۶۷ (۴) الکافی، ج ۶، ص ۳۸۱، ح ۷

(۵) مجمع البیان، ج ۷-۸، ص ۴۵ و تفسیر عباسی میں یہ حوالہ نہیں البتہ مجمع البیان طبرسی، ج ۷-۸، ص ۴۵ اور تفسیر قمی، ج ۲، ص ۲۳۹ پر یہ حوالہ وقرب الاسناد، ص ۱۱۶، ح ۴۰۵

وَ جَعَلْنَا فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِهِمْ ۪ وَ جَعَلْنَا فِیْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ یَهْتَدُوْنَ ﴿۳۱﴾

وَ جَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚۖ وَّ هُمْ عَنْ اٰیٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۳۲﴾

وَ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ وَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ كُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ ﴿۳۳﴾

وَ مَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ اَفَاْىِٕنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴿۳۴﴾

كُلُّ نَفْسٍ ذَآىِٕقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَ نَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَ الْخَیْرِ فِتْنَةً ؕ وَ اِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۵﴾

---

(۳۱) اور ہم نے زمین میں پہاڑ جما دیے کہ وہ انھیں لے کر جھکنے نہ پائے اور ہم نے اس میں کھلی راہیں رکھیں تا کہ وہ لوگ راہ یافتہ رہیں۔

(۳۲) اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنا دیا جبکہ وہ اس کی نشانیوں سے روگردانی کرتے ہیں۔

(۳۳) وہی تو ہے جس نے رات، دن اور سورج چاند کو پیدا کیا یہ سب کے سب اپنے اپنے مدار میں تیر رہے ہیں۔

(۳۴) اور ہم نے آپ سے پہلے کسی بشر کے لیے دوام نہیں رکھا کیا آپ مر گئے تو یہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

(۳۵) ہر متنفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور ہم تمھیں برائی اور بھلائی کے ذریعے آزمائش میں مبتلا کرتے ہیں اور تمھیں ہماری ہی طرف پلٹ کر آنا ہے۔

---

(۳۱) وَ جَعَلْنَا فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِهِمْ

اور ہم نے زمین میں پہاڑ جما دیے کہ وہ انھیں لے کر جھکنے نہ پائے۔

وَ جَعَلْنَا فِیْهَا فِجَاجًا سُبُلًا

اور ہم نے زمین میں کشادہ اور وسیع راستے رکھ دیے۔

لَّعَلَّهُمْ یَهْتَدُوْنَ

تا کہ وہ لوگ اپنے مصالح کے اعتبار سے راہ یافتہ رہیں۔

(۳۲) وَ جَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا

اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنا دیا جو گرنے سے، زائل ہونے سے اور ایک وقت معلوم تک اس کی مشیت کے سبب ختم ہو جانے سے محفوظ ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے...وَ یُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ...(الحج ۶۵)

اور وہی آسمان کو اس طرح تھامے ہوئے ہے کہ وہ اللہ کی اجازت کے بغیر زمین پر نہیں گر سکتا۔ اور اس کا قول ہے اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا... (فاطر ۴۱) (بے شک اللہ ہی آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ کہیں دونوں اپنی جگہ سے ہٹ نہ جائیں۔)

تفسیر قمی میں ہے کہ آسمان کو شیاطین سے محفوظ چھت بنا دیا گیا ہے۔ یعنی وہ چوری سے بھی نہیں سن سکتے۔[1]

وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ

جب کہ وہ اس کی نشانیوں سے روگردانی کرتے ہیں۔

آیات سے مراد وہ احوال ہیں جو اس کی کمالِ قدرت اور عظمت اور انتہائے علم وحکمت پر دلالت (رہنمائی) کرتے ہیں۔

معرضون کا مفہوم ہے کہ وہ غور وفکر نہیں کرتے۔

(۳۳) وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ

اور وہی تو ہے جس نے رات، دن اور سورج، چاند کو پیدا کیا یہ اللہ تعالیٰ کی کچھ نشانیوں کا بیان ہے۔

كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ یہ سب کے سب اپنے اپنے مدار میں تیر رہے ہیں۔

يَّسْبَحُوْنَ کا مفہوم ہے جس طرح پیراک پانی میں تیرتا ہے یہ اسی طرح تیز تیز تیر رہے ہیں۔

(۳۴) وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ

اور ہم نے آپ سے پہلے کسی بشر کے لیے دوام نہیں رکھا۔

اَفَاْئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ کیا آپ مر گئے تو یہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

(۳۵) كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ہر متنفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔

کہا گیا ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب کافروں نے یہ کہا کہ ...نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ (الطور ۳۰) ہم اِن کے بارے میں حوادثِ زمانہ (موت) کا انتظار کر رہے ہیں۔[2]

سورۂ آل عمران آیت نمبر ۱۸۵ کے ذیل میں اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ہم نے موت اور قتل کا فرق بیان کیا ہے۔

وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ؕ وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ

اور ہم تمھیں برائی اور بھلائی کے ذریعے آزمائش میں مبتلا کرتے ہیں اور تمھیں ہماری طرف پلٹ کر آنا ہے۔

ہم تم سے وہی معاملہ کریں گے جو آزمائش لینے والوں سے کرتے ہیں ''شر'' سے مراد آفات اور مصیبتیں ہیں اور ''خیر'' سے مراد نعمتیں ہیں فتنہ کا مفہوم ہے آزمائش۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۷۱ (۲) بیضاوی انوار التنزیل، ج ۲، ص ۷۲

وَ اِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ۚ وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۶﴾

خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ؕ سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۳۷﴾

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾

لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَ لَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۳۹﴾

بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَ لَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۴۰﴾

---

(۳۶) جب یہ کافر آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ کا مذاق اڑاتے ہیں کہ ''یہی ہے جو تمھارے معبودوں کا تذکرہ کرتا ہے دراں حالے کہ وہ خود رحمان کے ذکر سے منکر ہیں۔

(۳۷) انسان کو جلد بازی کے خمیر سے بنایا گیا ہے عنقریب میں تمھیں اپنی نشانیاں دکھلاؤں گا لہٰذا تم مجھ سے جلدی کا مطالبہ نہ کرنا۔

(۳۸) وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو بتاؤ یہ وعدہ کب پورا ہوگا۔

(۳۹) کاش ان کافروں کو کچھ علم ہوتا جب یہ نہ اپنے چہروں سے آگ کو دور کر سکیں گے اور نہ ہی اپنی پیٹھ سے اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی۔

(۴۰) بلکہ یہ قیامت ان پر اچانک ٹوٹ پڑے گی اور ان کے ہوش کھودے گی پھر وہ اسے ٹال نہ سکیں گے اور نہ ہی انھیں مہلت دی جائے گی۔

---

(۳۶) وَ اِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا

جب یہ کافر آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ کا مذاق اڑاتے ہیں۔

اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ

یہی ہے جو تمھارے معبودوں کا ذکر بُرائی کے ساتھ کرتا ہے۔

وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ

حال آں کہ وہ خود رحمان کے ذکر سے منکر ہیں حق یہ ہے کہ ان کا مذاق اڑایا جائے۔

(۳۷) خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ

انسان کو جلد بازی کے خمیر سے بنایا گیا ہے۔

یعنی گویا کہ انسان کی جلد بازی اور ثبات کی کمی کے باعث ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ جلد بازی کے خمیر سے بنایا گیا ہے۔

تفسیر قمی میں ہے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ میں روح ڈالی اور وہ ان کے قدموں سے ہوتی ہوئی ان کے گھٹنوں تک پہنچی تو انھوں نے کھڑے ہونے کا ارادہ کیا لیکن ایسا نہ کر سکے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ...[1]

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السّلام سے اسی سے ملتی جلتی روایت موجود ہے۔[2]

نہج البلاغہ میں ہے کہ دیکھو وقت سے پہلے کسی کام میں جلد بازی نہ کرنا اور جب اس کا موقع آ جائے تو پھر کمزوری نہ دکھانا (مکتوب نمبر ۵۳، مالک اشتر کی جانب)

سَاُورِیْکُمْ اٰیٰتِیْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ

میں عنقریب تمھیں اپنی نشانیاں دکھلاؤں گا۔ لہٰذا تم مجھ سے جلدی کا مطالبہ نہ کرنا کہ میں اسے جلد لے آؤں۔

(۳۸) وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی ھٰذَا الْوَعْدُ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ

وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو بتاؤ یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟ "اِنْ کُنْتُمْ" سے مراد نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اصحاب ہیں۔

(۳۹) لَوْ یَعْلَمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا حِیْنَ لَا یَکُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْھِھِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُھُوْرِھِمْ وَلَا ھُمْ یُنْصَرُوْنَ

کاش ان کافروں کو کچھ علم ہوتا جب یہ نہ اپنے چہروں سے آگ کو دور کر سکیں گے اور نہ ہی اپنی پیٹھ سے اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی۔ جب کفار نے جلدی کی تو یہ جواب دیا گیا۔

(۴۰) بَلْ تَاْتِیْھِمْ بَغْتَةً

بلکہ یہ قیامت ان پر اچانک ٹوٹ پڑے گی۔

فَتَبْھَتُھُمْ

اور ان کے ہوش کھو دے گی ان کو مغلوب کر دے گی یا انھیں حیران کر دے گی۔

فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ رَدَّھَا وَلَا ھُمْ یُنْظَرُوْنَ

پھر وہ اسے ٹال نہ سکیں گے اور نہ ہی انھیں مہلت دی جائے گی۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۷۱

(۲) مجمع البیان، ج ۷-۸، ص ۴۸

وَ لَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۱﴾

قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَ النَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ؕ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۲﴾

اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ؕ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَ لَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ ﴿۴۳﴾

بَلْ مَتَّعْنَا هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ؕ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾

قُلْ اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ ۫ وَ لَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ﴿۴۵﴾

---

(۴۱) اور اے نبی آپ سے پہلے بھی نبیوں کا مذاق اڑایا جاتا رہا ہے۔ پھر ان میں سے جن لوگوں نے مذاق اڑایا انھیں اس عذاب نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔

(۴۲) آپ فرما دیجیے کہ رات ہو یا دن تمھیں کون رحمان سے بچا سکتا ہے بلکہ وہ لوگ تو اپنے رب کے ذکر سے روگردانی کرتے ہیں۔

(۴۳) کیا وہ ایسے خدا رکھتے ہیں جو ہمارے مقابلے میں ان کی حمایت کریں، وہ نہ تو خود اپنی مدد کر سکتے ہیں اور نہ ہی انھیں ہماری تائید حاصل ہے۔

(۴۴) بلکہ ہم نے انھیں اور ان کے باپ دادا کو ایک مدت تک فائدہ اٹھانے دیا حتی کہ عرصۂ دراز بیت گیا۔ کیا وہ دیکھتے نہیں کہ ہم زمین کو مختلف سمتوں سے گھٹاتے چلے جا رہے ہیں کیا پھر بھی وہی غالب آئیں گے۔

(۴۵) فرما دیجیے کہ میں تم لوگوں کو وحی مطابق عذاب سے ڈراتا ہوں اور بہرے کو جب بھی ڈرایا جاتا ہے وہ پکار کو سنتے ہی نہیں۔

---

(۴۱) وَ لَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ

اور اے محمدؐ! آپ سے پہلے بھی انبیا و مرسلین کا مذاق اڑایا جاتا رہا ہے یہ درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے۔

فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ

پھر ان میں سے جن لوگوں نے مذاق اڑایا انھیں اس عذاب نے گھیر لیا، جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔

نبی سے وعدہ کیا گیا کہ ان کفار نے جو عمل کیا تھا اس بنیاد پر انھیں اس عذاب نے گھیر لیا ہے۔

(۴۲) قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَ النَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ

آپ فرما دیجیے کہ اگر اللہ تم پر عذاب نازل کرنا چاہے تو رات ہو یا دن کون تمھیں رحمان سے بچا سکتا ہے؟ اور لفظ رحمان لا کر اس بات کی جانب توجہ دلائی گئی ہے کہ اللہ کی رحمتِ عمومی کے سوا کوئی بھی ان کا محافظ نہیں ہے اور اس عذاب کا ان سے دور رکھنا ایک طرح کی مہلت ہے۔

بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ

یہ لوگ اللہ کے عذاب سے ڈرنے کی بجائے اللہ کے ذکر سے منہ موڑے ہوئے ہیں کبھی ان کے دل میں خدا کا خیال تک نہیں آتا۔

(۴۳) اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا

کیا وہ ایسے خدا رکھتے ہیں جو ہمارے مقابلے میں ان کی حمایت کریں گے۔

کیا ان کے پاس ایسے معبود ہیں جو انھیں عذاب سے بچا سکیں اور ہماری طاقت وقوت سے بڑھ جائیں یا انھیں اس عذاب سے بچا سکیں جو ہماری طرف سے ان تک پہنچے گا۔

لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَ لَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ

وہ نہ تو خود اپنی مدد کر سکتے ہیں اور نہ ہی انھیں ہماری تائید حاصل ہے۔

یہ نیا جملہ ہے جس کے ذریعے ان لوگوں کے معتقدات کو باطل قرار دیا جا رہا ہے کہ جو شخص خود اپنی مدد پر قادر نہ ہو اور اللہ کی نصرت بھی اس کو حاصل نہ ہو تو وہ اپنے غیر کی مدد کیسے کر سکتا ہے۔

(۴۴) بَلْ مَتَّعْنَا هٰٓؤُلَآءِ وَ اٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ

بلکہ ہم نے انھیں اور ان کے باپ دادا کو ایک مدت تک فائدہ اٹھانے دیا حتی کہ ان پر عرصہ دراز بیت گیا۔ اس بات کو بیان کر کے کہ ان کی حفاظت کا داعی کیا تھا ان کی توہّم کی مثالیں بیان کی گئی ہیں اور وہ استدراج (خدا کا کسی کو ڈھیل دینا) اور تمتیع (فائدہ اٹھانے کا موقع فراہم کرنا) تھا جتنی مدتِ حیات انھیں دی گئی ہے اس کے مطابق یا مثال دی گئی ہے تا کہ اُن کے توہمات کو بیان کر کے اس کے باطل ہونے کی طرف رہنمائی کی جائے تو وہ سمجھ لیں کہ وہ ہمیشہ ایسے نہیں رہیں گے وہ جس حال پر ہیں اس کا سبب ان کا اس حال پر باقی رہنا ہے اور یہ بعد میں آنے والی زندگی سے زیادہ مطابقت رکھتا ہے۔

اَفَلَا یَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا

کیا وہ دیکھتے نہیں کہ ہم زمین کو مختلف سمتوں سے گھٹاتے چلے جارہے ہیں۔

کہا گیا ہے کہ اس سے مراد کفار کی سرزمین ہے۔۱؎

کہا گیا ہے نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا کا مفہوم ہے کہ مسلمانوں کے تسلط کے ذریعے ہم زمین کو ان کے لیے تنگ کررہے ہیں اور یہ تصویر کشی ہے اس کی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے ہاتھوں انجام دیا تھا۔۲؎

اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ

کیا پھر بھی وہی غالب آئیں گے۔

کیا رسول اللہؐ اور مومنین پر وہی لوگ غالب آجائیں گے۔

کتاب کافی اور تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ "ننقصها" یعنی ہم زمین کو گھٹائیں گے علماء کی موت کے ذریعے فرمایا زمین کا نقصان (گھٹنا) اس کے علماء کا چلا جانا ہے اور یہ بات سورۂ رعد کی آیت نمبر ۴۱ کے ذیل میں بیان کی جاچکی ہے۔۳؎

(۴۵) قُلْ اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْیِ

فرما دیجیے کہ میں تم لوگوں کو وحی کے مطابق عذاب سے ڈراتا ہوں۔

وَلَا یَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا یُنْذَرُوْنَ

اور بہرے کو جب بھی ڈرایا جاتا ہے وہ پکار کو سنتا ہی نہیں۔

ضمیر لانے کی بجائے لفظ "صم" لایا گیا تاکہ یہ واضح کیا جائے کہ یہ کفار بہرے ہیں اور یہ جو کچھ سنتے ہیں اس سے کچھ بھی فائدہ حاصل نہیں کررہے ہیں۔

---

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج ۲، ص ۷۳

(۲) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج ۲، ص ۷۳۔۷۴

(۳) الکافی، ج ۱، ص ۳۸ ح ۶ ومجمع البیان ج ۷۔۸، ص ۴۹

وَ لَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۴۶﴾

وَ نَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ؕ وَ اِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَ كَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴿۴۷﴾

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَ ضِيَآءً وَّ ذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾

الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَ هُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ﴿۴۹﴾

وَ هٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ؕ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾ ج

(۴۶) البتہ اگر انھیں آپ کے رب کے عذاب کا ذرا سا جھونکا بھی چھو جائے تو وہ ضرور یہ کہیں گے ہائے ہماری کم بختی بلاشبہ ہم ہی ظالم تھے۔

(۴۷) اور ہم قیامت کے دن میزانِ عدل قائم کریں گے پھر کسی شخص پر ذرّہ برابر ظلم نہ ہوگا اور اگر کسی کا عمل رائی کے دانے کے برابر بھی ہے تو اسے ہم سامنے لے آئیں گے اور سب کا حساب کرنے کے لیے ہم کافی ہیں۔

(۴۸) اور یقیناً ہم نے موسیٰؑ اور ہارونؑ کو فرقان، ضیاء اور متقین کے لیے ذکر عطا کیا تھا۔

(۴۹) جو لوگ بغیر دیکھے اپنے رب سے ڈریں اور جنھیں حساب کی گھڑی کا خوف دامن گیر ہو۔

(۵۰) اور یہ (قرآن) ایک بابرکت ذکر ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے کیا تم اسے قبول نہیں کرو گے؟

(۵۱) اور ہم اس سے پہلے ابراہیمؑ کو فہم و فراست سے نواز چکے ہیں اور ہم ان کے احوال سے باخبر تھے۔

(۴۶) وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ

البتہ اگر انھیں آپ کے رب کے عذاب کا ذرا سا جھونکا بھی چھو جائے جس عذاب سے انھیں ڈرایا گیا تھا۔

لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ

تو ضرور بالضرور یہ کہیں گے ہائے ہماری کم بختی بلاشبہ ہم ہی ظالم تھے تو وہ لوگ اپنے خلاف ''ویل'' کو دعوت دیں گے اور اپنے نفس کے خلاف وہ ظلم کا اعتراف کریں گے۔

(۴۷) وَ نَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ

اور ہم قیامت کے دن میزانِ عدل قائم کریں گے۔

قسط کے معنی ہیں عدل جس کے ذریعے اعمال کا وزن کیا جائے گا۔

فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا

پھر کسی شخص پر ذرّہ برابر ظلم نہ ہوگا۔

نہ تو اس کا حق چھینا جائے گا اور نہ ہی کسی اور طرح سے ظلم کیا جائے گا۔

وَ اِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا

اور اگر کسی کا عمل رائی کے دانے کے برابر ہے تو اسے ہم سامنے لے آئیں گے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ ہم اس عمل کی جزا دیں گے اور وہ جزا پھیلی ہوئی ہوگی۔[۱]

وَ كَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ

اور سب کا حساب کرنے کے لیے ہم کافی ہیں۔

اور اس لیے کہ ہمارے علم اور ہمارے عدل میں کسی مزید کی گنجائش نہیں۔

کتاب کافی اور معانی الاخبار میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جب آپ سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ "بِنَا حٰسِبِيْنَ" سے مراد انبیا اور اولیاء ہیں۔[۲]

اور دوسری روایت میں ہے نَحْنُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطِ ہم ہی عدل کے موازین (میزان کی جمع ترازو) ہیں۔

کتاب توحید میں امیر المومنین علیہ السّلام نے بعض مشتبہ آیات کے جوابات دیتے ہوئی فرمایا:

وَ نَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ سے مراد میزانِ عدل ہے قیامت کے دن مخلوقات کو اسی کے ذریعے مواخذہ کیا جائے گا اللہ تعالیٰ مخلوقات میں سے ایک دوسرے کا موازین کے ذریعے سے فیصلہ فرمادے گا۔[۳]

میں (فیض کا شانی) کہتا ہوں کہ ہماری جانب سے یہ مفہوم بیان کیا چکا ہے کہ موازین سے مراد انبیاء اور اوصیاء ہیں اور میزان کے معنی کی تحقیق سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۸ وَ الْوَزْنُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ... کے ذیل میں کی جا چکی ہے۔

کتاب کافی میں امام سجاد علیہ السّلام سے ان کے کلام میں مروی ہے جو انھوں نے وعظ و نصیحت اور زہد کے بارے میں فرمایا ہے۔ پھر کتاب میں اللہ کا قول واپس آتا ہے عصیان (نافرمانی) اور گناہ کرنے والوں پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا وَ لَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۷۱

(۲) الکافی، ج ۱، ص ۴۱۹، ۳۶ و معانی الاخبار، ص ۳۱-۳۲، ح ۱

(۳) التوحید، ص ۲۶۸، ح ۵، باب ۳۶

اے لوگو! اگر تم یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے مشرکین کو مراد لیا ہے تو کیسے ممکن ہوگا جب کہ وہ فرما رہا ہے:

وَ نَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ... اے اللہ کے بندو! جان لو کہ مشرکین کے لیے کسی قسم کے موازین نصب نہیں کیے جائیں گے اور نہ ہی ان کے نامۂ اعمال نشر کیے جائیں گے بلکہ انھیں جہنم کی طرف ٹولیوں کی شکل میں لایا جائے گا اور یقیناً موازین صاحبانِ ایمان کے لیے نصب کیے جائیں گے اور نامۂ اعمال بھی انھی کے نشر کیے جائیں گے تو اے اللہ کے بندو! تم اللہ ہی سے ڈرتے رہو۔[1]

(۴۸) وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَ ضِيَآءً وَّ ذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ

اور یقیناً ہم نے موسیٰؑ اور ہارونؑ کو فرقان، ضیاء اور متقین کے لیے ذکر عطا کیا تھا یعنی ایک جامع کتاب اسے فرقان اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ کتاب حق و باطل کے مابین فرق کرتی ہے اور ضیاء اس لیے کہا جاتا کہ حیرت اور جہالت کی ظلمتوں میں اسی سے روشنی ملتی ہے اور یہ کتاب اس لیے ذکر کے نام سے موسوم ہے کہ اس سے متقین نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

(۴۹) الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَ هُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ

جو لوگ بغیر دیکھے اپنے رب سے ڈریں اور جنھیں حساب کی گھڑی کا خوف دامن گیر ہو **مشفقون** کے معنی میں **خائفون** ڈرنے والے۔

(۵۰) وَ هٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ؕ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ

اور یہ (قرآن) ایک بابرکت ذکر ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے کیا تم اسے قبول نہیں کرو گے؟ اور یہ قرآن ذکر ہے جس کا خیر بہت زیادہ ہے جسے ہم نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا ہے...

اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ استفہام ہے جس کا انداز تنبیہی ہے سرزنش کرنا مقصود ہے کہ ایسی کتاب کا بھی تم انکار کر رہے ہو؟

(۵۱) وَ لَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ اور ہم ابراہیمؑ کو فہم و فراست سے نواز چکے ہیں۔

رشد کا مفہوم ہے اسباب صلاح و فلاح کی جانب ہدایت کرنا اور اللہ نے رُشد کو اپنی طرف نسبت دی تا کہ رہنمائی کرے کہ وہ بھی ایسا ہی رشید ہے اور اس کی ایک خاص نشانی اور منزلت ہے۔

مِنْ قَبْلُ

اس سے پہلے موسیٰؑ اور ہارونؑ سے پہلے یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل۔

وَ كُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ

اور ہم ان کے احوال سے باخبر تھے۔

یعنی ہم جانتے تھے کہ ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو کچھ عطا فرمایا ہے وہ اس کے لیے اہل اور اس کے حق دار ہیں۔

---

(۱) الکافی ج ۸، ص ۷۴-۷۵، ح ۲۹

اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِیْلُ الَّتِیْۤ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ﴿۵۲﴾
قَالُوْا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِیْنَ ﴿۵۳﴾
قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۵۴﴾
قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِیْنَ ﴿۵۵﴾
قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الَّذِیْ فَطَرَهُنَّ ۫ وَ اَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۵۶﴾
وَ تَاللّٰهِ لَاَكِیْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِیْنَ ﴿۵۷﴾
فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِیْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَیْهِ یَرْجِعُوْنَ ﴿۵۸﴾

---

(۵۲) جب انھوں نے اپنے (مُربّی) باپ اور اپنی قوم سے کہا تھا، یہ کیسی صورتیں ہیں جن کے تم گرویدہ ہو رہے ہو۔

(۵۳) انھوں نے جواب دیا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ان کی عبادت کرتے ہوئے پایا۔

(۵۴) ابراہیمؑ نے کہا کہ یقیناً تم اور تمھارے آبا و اجداد کھلی ہوئی گمراہی میں تھے۔

(۵۵) ان لوگوں نے کہا کیا تم واقعی حق بات لے کر آئے ہو یا ہمارے ساتھ کھیل تماشا کر رہے ہو۔

(۵۶) ابراہیمؑ نے کہا تمھارا پروردگار تو آسمانوں اور زمین کا رب ہے اسی نے انھیں ایجاد کیا ہے اور میں اس دعوے پر دلیل بھی رکھتا ہوں۔

(۵۷) اور خدا کی قسم تمھارے چلے جانے کے بعد میں تمھارے بتوں کی خبر لوں گا۔

(۵۸) چناں چہ ابراہیمؑ نے ان بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا سوائے ان کے بڑے بت کے ہوسکتا ہے یہ لوٹ پلٹ کر اس کے آس پاس آئیں۔

---

(۵۲) اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِیْلُ الَّتِیْۤ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ

جب انھوں نے اپنے (مُربّی) باپ اور اپنی قوم سے کیا تھا یہ کیسی صورتیں ہیں جن کے تم گرویدہ ہو رہے ہو۔ تماثیل کی تحقیر مقصود تھی اور اس کے اجلال و توقیر پر سرزنش کرنا تھا اس لیے کہ تمثال ایسی صورتوں کو کہا جاتا ہے جن میں روح کا فقدان ہو۔

(۵۳) قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ

انھوں نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ان کی عبادت کرتے ہوئے پایا ہے ہم انھی کی تقلید کر رہے ہیں۔

(۵۴) قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ

ابراہیمؑ نے کہا یقینا تم اور تمھارے آبا و اجداد کھلی ہوئی گم راہی میں تھے۔ اس لیے کہ دونوں فریق اس بارے میں کوئی دلیل پیش نہ کر سکے۔

(۵۵) قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ

ان لوگوں نے کہا کیا تم واقعی حق بات لے کر آئے ہو یا ہمارے ساتھ کھیل تماشا کر رہے ہو؟ گویا کہ انھوں نے اپنے آبا و اجداد کو گم راہی سے دور جانتے ہوئے یہ خیال کیا کہ ابراہیمؑ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ شوخی اور مذاق ہے تو انھوں نے کہا اَبِجِدٍّ تَقُوْلُهٗ اَمْ تَلْعَبُ بِهٖ اے ابراہیمؑ یہ بتلاؤ کیا تم واقعی صحیح معنی میں یہ بات کہہ رہے ہو یا یہ سب کچھ کھیل کود ہے۔

(۵۶) قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ

ابراہیمؑ نے کہا تمھارا پروردگار تو آسمانوں اور زمین کا رب ہے اسی نے انھیں ایجاد کیا ہے ابراہیمؑ نے اپنے دعوے پر دلیل لا کر اس بات کی وضاحت کی ہے کہ یہ کھیل کود نہیں ہے۔

وَ اَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ اور میں اس دعوے پر دلیل بھی رکھتا ہوں۔

میں ان لوگوں میں ہوں کہ جو اسے درست جانتے ہیں اور میں دلیل دینے والوں میں سے ہوں اس لیے کہ شاہد وہ ہوتا ہے جو کسی چیز کو ثابت کرے اور اس کی حفاظت کرے۔

(۵۷) وَ تَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ

اور خدا کی قسم میں تمھارے چلے جانے کے بعد تمھارے بتوں کی خبر لوں گا۔

میں انھیں توڑنے کی کوشش کروں گا۔ لَاَكِيْدَنَّ میں لفظ کید تعجب کا مفہوم دیتا ہے اس لیے کہ یہ کام بے حد دشوار تھا اور اس میں ایک طرح کا حیلہ درکار تھا۔

تم اپنی عید منانے چلے جاؤ گے اس کے بعد اور ہوسکتا ہے کہ یہ جملہ پوشیدہ طور سے کہا ہو۔

(۵۸) فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا

چناں چہ ابراہیمؑ نے ان بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔

جُذٰذًا مفعول کے معنی دے رہا ہے یعنی مجذوذاً انھیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا جیسے سوکھی لکڑی کے ٹکڑے ہوں۔

اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ

سوائے ان کے بڑے بت کے ہوسکتا ہے یہ لوگ پلٹ کر اس کے پاس آئیں۔

قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۹﴾
قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۰﴾
قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ﴿۶۱﴾
قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۲﴾
قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ﴿۶۳﴾
فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾
ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ ﴿۶۵﴾
قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يَضُرُّكُمْ ﴿۶۶﴾

---

(۵۹) وہ کہنے لگے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ سلوک کس نے کیا ہے؟ یقیناً وہ بڑا ظالم تھا۔
(۶۰) کچھ لوگوں نے بتایا ہم نے ایک جوان کو ان کا ذکر کرتے سنا تھا جس کا نام ابراہیمؑ ہے۔
(۶۱) وہ بولے تو اسے سب کے سامنے لے کر آؤ تا کہ سب لوگ اسے دیکھ لیں۔
(۶۲) لوگوں نے دریافت کیا اے ابراہیمؑ کیا تم نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے؟
(۶۳) ابراہیمؑ بولے یہ سب ان کے بڑے کا کیا دھرا ہے اگر یہ بولتے ہوں تو ان سے پوچھ لو۔
(۶۴) یہ سن کر وہ لوگ خود اپنے بارے میں غور کرنے لگے اور انھوں نے کہا واقعی تم خود ظالم ہو۔
(۶۵) پھر انھوں نے سر جھکا کر کہا ابراہیمؑ تم جانتے ہو کہ یہ بولتے نہیں ہیں۔
(۶۶) ابراہیمؑ نے کہا تم اللہ کو چھوڑ کر ایسوں کی عبادت کیوں کرتے ہو جو نہ تمھیں کچھ فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان۔

---

(۵۹) قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ
وہ کہنے لگے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ سلوک کس نے کیا ہے؟ یقینا وہ بڑا ظالم تھا۔
(۶۰) قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ
کچھ لوگوں نے بتایا ہم نے ایک جوان کو ان کا ذکر کرتے ہوئے سنا تھا جس کا نام ابراہیمؑ ہے۔
(۶۱) قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ
تو وہ بولے اسے سب کے سامنے لے کر آؤ تا کہ سب لوگ اسے دیکھ لیں اس کے فعل کو یا اس کے قول کو۔

(۶۲) قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ

جب وہ لائے گئے تو ان لوگوں نے دریافت کیا اے ابراہیمؑ کیا واقعی تم نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے۔

(۶۳) قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ

ابراہیمؑ بولے یہ سب ان کے بڑے کا کیا دھرا ہے؟ یہ بولتے ہوں تو ان سے پوچھ لو۔

کتاب عیون میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ابراہیم علیہ السّلام نے کہا اگر یہ بولتے ہوں تو ان کے بڑے نے ایسا کیا ہے اور اگر یہ نہ بولیں تو گویا کہ ان کے بڑے نے کچھ بھی نہیں کیا وہ اصنام بولے نہیں اور ابراہیمؑ نے جھوٹ نہیں کہا وہ جھوٹ نہیں بولے۔[۱]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ابراہیم علیہ السّلام نے فرمایا تھا:

"بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ" ان کا ارادہ اصلاح کرنا تھا اور اس بات کی طرف رہنمائی کرنی تھی کہ وہ بت ایسا نہیں کر سکتے پھر امام علیہ السّلام سے فرمایا خدا کی قسم بتوں نے ایسا نہیں کیا اور ابراہیمؑ جھوٹ نہیں بولے۔[۲]

(۶۴) فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ

یہ سن کر انھوں نے سوچنا شروع کیا اور وہ ایک دوسرے سے یہ کہنے لگے کہ تم ہی ظالم لوگ ہو اس لیے کہ اس کی عبادت کرتے ہوئے جو نہ بولتا ہے نہ نقصان پہنچاتا ہے اور نہ ہی فائدہ دیتا ہے۔

(۶۵) ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ

پھر انھوں نے سر جھکا کر کہا۔

کہا گیا ہے کہ عقل سے مراجعت کرنے کے بعد استقامت آئی تھی اس کے بعد وہ پھر جھگڑنے اور بحث کرنے لگے۔ ان لوگوں کے باطل کی طرف لوٹ جانے کو اس طرح تشبیہ دی ہے جس طرح کوئی بلند شے بلندی سے پستی کی طرف لوٹ جائے۔[۳]

لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ

ابراہیمؑ تم جانتے ہو کہ یہ بولتے نہیں تو پھر تم کیسے یہ کہتے ہو کہ ہم ان سے دریافت کریں۔

(۶۶) قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يَضُرُّكُمْ

ابراہیمؑ نے کہا تم اللّٰہ کو چھوڑ کر ایسوں کی عبادت کیوں کرتے ہو جو نہ تمھیں کچھ فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان۔

ان کی عبادت کا انکار کرنا ہے اس بات کے اعتراف کے بعد کہ وہ بُت جمادات ہیں نہ کچھ فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان اس لیے کہ یہ بات الوہیت کے منافی ہے۔

---

(۱) عیون اخبار الرضا کی بجائے یہ روایت معانی الاخبار، ص۲۰۹–۲۲۰، ح۱، میں ہے۔

(۲) الکافی، ج۱، ص۲۴۱–۲۴۲، ح۱۷، باب الکتاب۔ (۳) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج۲، ص۷۶

أُفٍّ لَّكُمْ وَ لِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾
قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَ انْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۶۸﴾
قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ ۙ
وَ اَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ﴿۷۰﴾ ۚ
وَ نَجَّيْنٰهُ وَ لُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾

---

(۶۷) تُف ہے تم پر اور تمھارے ان معبودوں پر جنھیں تم اللّٰہ کے علاوہ پوجتے ہو کیا تمھاری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی؟

(۶۸) انھوں نے کہا اسے جلا ڈالو اور اپنے خداؤں کی حمایت کرو اگر تمھیں کچھ کرنا ہے۔

(۶۹) ہم نے کہا اے آگ تو ابراہیمؑ پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہوجا۔

(۷۰) اور انھوں نے ابراہیمؑ کا برا چاہا تو ہم نے انھیں ہی خسارے میں ڈال دیا۔

(۷۱) اور ہم ابراہیمؑ اور لوط کو بچا کر اس سرزمین کی طرف لے گئے دنیا والوں کے لیے جس میں ہم نے برکتیں رکھی ہیں۔

---

(۶۷) أُفٍّ لَّكُمْ وَ لِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ تُف ہے تم پر اور تمھارے ان معبودوں پر جنھیں تم اللّٰہ کے علاوہ پوجتے ہو کیا تمھاری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ تمھارا یہ عمل کتنا قبیح ہے۔

ان سے اکتاہٹ کا اظہار ہے ان کے باطل پر اصرار کرنے کی وجہ سے جو بالکل واضح ہے اور لفظ ''اُف'' اکتانے والے کی آواز ہے اور اس کا مفہوم ہے پیپ اور بدبودار سڑاند۔

(۶۸) قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَ انْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ

انھوں نے کہا اسے جلا ڈالو اور اپنے خداؤں کی حمایت کرو اگر تمھیں کچھ کرنا ہے جب بت پرست حجت و دلیل سے عاجز آ گئے تو انھوں نے ابراہیمؑ کو نقصان پہنچانے کی بات شروع کر دی اور کہا جلا ڈالو اس لیے کہ سزا دینے کے لیے آگ سب سے زیادہ ہولناک ہے اور انھوں نے کہا کہ ان سے انتقام لے کر اپنے خداؤں کی مدد کرو اگر تم واقعی اپنے بتوں کے مددگار اور پشت پناہ ہو۔

(۶۹) قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ

ہم نے کہا اے آگ تو ابراہیمؑ پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہوجا یعنی ایسی ٹھنڈی کہ اس کی ٹھنڈک انھیں

نقصان نہ پہنچائے بلکہ سلامتی کے ساتھ رکھے۔

(۷۰) وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ

اور انھوں نے ابراہیمؑ کا برا چاہا تو ہم نے انھیں ہی خسارے میں ڈال دیا۔

كَيْدًا ۔مکر۔ ابراہیمؑ کو ضرر پہنچانے کے لیے۔

الْاَخْسَرِيْنَ کا مفہوم ہے ہر نقصان اٹھانے والے سے زیادہ خسارے میں بت پرستوں کی سعی برہان قاطع بن گئی کہ وہ لوگ باطل پر ہیں اور ابراہیم علیہ السّلام حق پر ہیں اور مزید درجات کے اہل ہیں اور یہ بت پرست شدید ترین عذاب کے مستحق ہیں۔

کتاب احتجاج میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو آگ میں ڈالا گیا تو انھوں نے فرمایا **اللھم انی۔۔۔ علیہ بردا و سلاما**۔ اے اللہ میں تجھ سے محمد وآلِ محمد علیہم السّلام کے حق کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ مجھے اس آگ سے نجات دے دے تو اللہ تعالیٰ نے اس آگ کو ابراہیمؑ کے لیے ٹھنڈی اور باسلامت بنا دیا۔[۱]

(۷۱) وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ

اور ہم ابراہیمؑ اور لوط کو بچا کر اس سرزمین کی طرف لے گئے دنیا والوں کے لیے جس میں ہم نے برکتیں رکھی تھیں یعنی سرزمین شام کی جانب۔

کہا گیا ہے کہ شام کی برکت عام ہے۔ اکثر انبیا وہاں مبعوث ہوئے اور ان کی لائی ہوئی شریعتیں جو دینی اور دنیوی کمالات اور نیکیوں کا آغاز ہیں اور شام میں نعمتیں بھی بہت زیادہ ہیں اور ہر طرف ہریالی پائی جاتی ہے۔[۲]

تفسیر قمی میں ہے فرمایا کہ جب ابراہیم علیہ السّلام نے انھیں بت پرستی سے روکا اور اس کے خلاف دلائل دیے لیکن وہ لوگ نہ مانے اتنے میں ان کی عید کا دن آ گیا تو اسے منانے کے لیے نمرود اور اس کی مملکت کے لوگ شہر سے باہر چلے گئے ابراہیم علیہ السّلام نے ان کے ساتھ جانا پسند نہ کیا تو نمرود نے انھیں ''بیتِ اصنام'' کی حفاظت پر مامور کر دیا۔ جب وہ لوگ چلے گئے تو ابراہیمؑ کھانا لے کر آئے اور اسے بت خانے میں لے کر گئے اور پھر ایک ایک بت کے پاس جا کر کہتے کھاؤ اور بات کرو جب وہ کچھ جواب نہ دیتا تو بڑھئی کا تیشہ لے کر اس کے ہاتھ پاؤں توڑ دیتے یہاں تک کہ ابراہیم علیہ السّلام نے تمام بتوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا پھر اس تیشے کو ان میں جو بڑا بت درمیان میں تھا اس کی گردن میں لٹکا دیا۔

جب بادشاہ اور اس کے ساتھ جانے والے سب عید کے تہوار سے واپس آئے تو انھوں نے بتوں کو ٹوٹا ہوا دیکھا تو انھوں نے کہا **من فعل۔۔۔ یقال لہ ابراھیم**۔ وہ کہنے لگے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ سلوک کس نے کیا ہے؟ یقیناً وہ بڑا ظالم تھا، کچھ لوگوں نے بتایا ہم نے ایک جوان کو ان کا ذکر کرتے سنا تھا جس کا نام ابراہیمؑ ہے۔

(۱) کتاب احتجاج، ج۱، ص۵۵ (۲) تفسیر انوار التنزیل، ج۲، ص۷۷

جو آزر کے فرزند ہیں (آزر چچا کا نام ہے) لوگ ابراہیمؑ کو لے کر نمرود کے پاس آئے تو نمرود نے آزر سے کہا تم نے خیانت کی اور اس بیٹے کو مجھ سے چھپا کر رکھا تو آزر نے کہا اے بادشاہ یہ کام اس کی ماں نے کیا ہے اور وہ اس کی دلیل پر قائم ہے۔

نمرود نے ابراہیمؑ کی والدہ کو طلب کیا اور اس سے کہا تمھیں کس چیز نے آمادہ کیا کہ تم نے اس بچے کے معاملے کو مجھ سے مخفی رکھا یہاں تک کہ انھوں نے ہمارے خداؤں کے ساتھ جو حشر کرنا تھا کیا مادر ابراہیمؑ نے جواب دیا کہ میں نے آپ کی رعایا کو دیکھتے ہوئے یہ کام کیا ہے نمرود نے دریافت کیا وہ کیسے؟ مادر ابراہیمؑ نے کہا میں نے دیکھا تھا کہ تم اپنی رعایا کہ بچوں کو قتل کر رہے ہو اور اس طرح نسل ختم ہونے کا امکان تھا میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اگر یہ بچہ تم کو مطلوب ہے تو میں اسے تمھارے حوالے کر دوں گی تا کہ تم اسے قتل کر دو اور دیگر افراد کے بچوں کو قتل کرنے سے باز رہو اور اگر ایسا نہیں ہوا تو ہمارا بیٹا بچ جائے گا۔ اب تم سب اسے حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے ہو تو جو چاہے کرو اور لوگوں کی اولاد کو قتل کرنے سے باز رہو۔

نمرود نے مادر ابراہیمؑ کی رائے کو درست جانا پھر ابراہیمؑ سے کہا **من فعل هذا بالهتنا یا ابرهیم**۔ اے ابراہیمؑ ہمارے بتوں کے ساتھ یہ سلوک کس نے کیا ہے؟ ابراہیمؑ نے جواب دیا **فعله کبیرهم هذا فسئلوهم ان کانو ینطقون** ان کے بڑے نے کیا ہے اگر یہ بولتے ہوں تو ان سے پوچھ لو امام صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ خدا کی قسم ان کے بڑے نے ایسا نہیں کیا تھا اور نہ ہی ابراہیمؑ جھوٹ بولے، سوال کیا گیا یہ کیسے ہوا؟ تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے فرمایا کہ ان کے اس بڑے نے کیا ہے اگر وہ بولتا ہے اور اگر نہیں بولا تو ان کے بڑے نے یہ کچھ نہیں کیا تو نمرود نے اپنی قوم والوں سے ابراہیمؑ کے لیے مشورہ طلب کیا تو انھوں نے جواب دیا **حرقوه وانصروا۔۔۔ فاعلین** انھیں جلا ڈالو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر تم کر سکتے ہو اور موسیٰؑ کے دور کا فرعون اور اس کے ساتھی صاحبانِ عقل وخرد تھے اس لیے کہ فرعون نے جب اپنے ساتھیوں سے موسیٰ علیہ السّلام کے بارے میں مشورہ لیا تو انھوں نے کہا قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِي الْمَدَآىِٕنِ حٰشِرِيْنَ ۙ﴿۱۱۱﴾ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿۱۱۲﴾ (الاعراف) کہ انھیں اور ان کے بھائی (ہارونؑ) کو مہلت دے دو اور شہروں میں ہرکارے بھیج دو تا کہ وہ تمام ماہر جادوگروں کو تمھارے پاس لے آئیں۔

ابراہیمؑ کو قید میں رکھا گیا اور ان کے جلانے کے لیے لکڑیاں جمع کی گئیں یہاں تک کہ وہ دن آ گیا جب نمرود نے ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا تو نمرود اور اس کا لشکر نمودار ہوا اور نمرود کے لیے ایک عمارت بنائی گئی تھی جس میں سے وہ ابراہیمؑ کو دیکھ سکتا تھا کہ آگ انھیں کس طرح اپنے اندر لے لیتی ہے ابلیس آیا اور ان کے لیے منجنیق بنا دی اس لیے کہ کوئی بھی آگ کے قریب نہیں جا سکتا تھا اور اگر پرندہ بھی ہوا میں گزرتا تو جل جاتا ابراہیمؑ کو منجنیق میں بٹھلایا گیا اور ان کے (مُربی) باپ نے آ کر انھیں ایک طمانچہ مارا اور ان سے کہا تم جس مسلک پر ہو اس

سے واپس لوٹ جاؤ۔

اور رب العزت نے دنیاوی آسمان کی طرف فرشتوں کو نازل فرمایا اور ہر چیز نے اللہ تعالیٰ سے ابراہیمؑ کے لیے دعا طلب کی زمین نے کہا یارب لیس۔۔۔ غیرہ فیحرق۔ اے میرے پروردگار میری پشت کے اوپر اس کے علاوہ کوئی نہیں ہے جو تیرا عبادت گزار ہو کیا اسے جلا دیا جائے گا، اور فرشتوں نے کہا یارب خلیلک ابراھیم یحرق۔ پروردگارا کیا تیرا خلیل ابراہیمؑ جلا دیا جائے گا؟ تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہاں اگر ابراہیمؑ نے مجھ سے دعا طلب کی تو میں ان کے لیے کافی ہو جاؤں گا اور جبرئیل امین علیہ السّلام نے کہا۔ یارب خلیلک ۔۔۔ یحرقہ بالنارِ! تیرے خلیل ابراہیمؑ کے علاوہ اس روئے زمین پر کوئی اور تیرا عبادت گزار نہیں ہے، تو نے اس پر اپنے دشمن کو مسلط کر دیا ہے جو اسے آگ میں جلا رہا ہے؟

اللہ نے فرمایا خاموش ہو جاؤ تم جیسا بندہ یہ کہہ رہا ہے جو مرنے سے ڈر رہا ہے ابراہیمؑ میرا بندہ ہے میں جب چاہوں گا اس کا ہاتھ تھام لوں گا اگر وہ دعا کرے گا تو اسے قبول کروں گا تو ابراہیم علیہ السّلام نے اپنے رب سے سورۂ اخلاص کے وسیلے سے دعا طلب کی اور کہا یااللہ یَا اَحَدُ یَا صَمَدُ یَا مَنْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُولد ولم یکن لہ کفوًا احد نَجِّنِی مِنَ النَّارِ بِرَحْمَتِکَ۔ امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ جبرئیل امین علیہ السّلام نے ان سے ہوا میں ملاقات کی جبکہ انھیں منجنیق میں ڈالا گیا تھا جبرئیل علیہ السّلام نے ان سے کہا ھَلْ لَکَ اِلَیَّ مِنْ حَاجَۃٍ کیا آپ کو میری ضرورت ہے؟ ابراہیم علیہ السّلام نے جواب دیا ''اَمَّا اِلَیْکَ فَلَا'' حاجت تو ہے مگر تمھاری نہیں ہاں رب العالمین سے میری حاجت ہے۔

جبرئیل امین نے انھیں ایک انگوٹھی مرحمت فرمائی جس پر تحریر تھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔۔۔ وفوضت امری الی اللہ۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں نے اپنی پیٹھ اللہ کی پناہ میں دے دی ہے میں نے اپنے امر کو اللہ کی طرف منسوب کر دیا ہے میں نے اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا ہے تو اس وقت اللہ تبارک وتعالی نے آگ کی طرف وحی کی کونی بردا (ٹھنڈی ہو جا) تو ابراہیمؑ کے دانت سردی کی وجہ سے کانپنے لگے۔ یہاں تک کہ اللہ نے کہا سلاما علیٰ ابراھیم ابراہیمؑ کو سلامت کے ساتھ رکھنا۔

جبرئیل امین نازل ہوئے اور ان کے ساتھ آگ میں بیٹھ کر گفتگو کرنے لگے نمرود نے ابراہیمؑ کی طرف دیکھ کر کہا جسے خدا بنانا ہو وہ ابراہیمؑ کے خدا جیسا خدا بنائے تو نمرود کے ساتھیوں میں ایک بڑے ساتھی نے کہا میں نے آگ کو اکسایا تھا کہ وہ نہ جلائے تو آگ کا ایک ستوں اس شخص کی طرف آیا اور اسے جلا دیا لوط ابراہیمؑ پر ایمان لے آئے اور ابراہیم علیہ السّلام کے ساتھ شام کی طرف ہجرت کی نمرود نے دیکھا کہ ابراہیمؑ آگ کے سبز باغ میں کسی شیخ سے مصروف گفتگو ہیں تو اس نے آزر سے کہا اے آزر تمھارا بیٹا اپنے رب کے نزدیک کس قدر معظم ومحترم ہے؟ بڑی چھپکلی ابراہیمؑ کی آگ میں پھونک مار رہی تھی اور مینڈک پانی لے کر آ رہا تھا تا کہ آگ کو بجھا دے۔

امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ جب اللّٰہ تبارک وتعالیٰ نے آگ سے کہا کُونی بردًا وَسَلَامًا تو یہ سن کر دنیا میں تین دن تک آگ نہیں جلی پھر اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا وارادو به کیدا فجعلناهم الاخسرین اور انھوں نے ابراہیمؑ کا برا چاہا تو ہم نے انھیں ہی خسارے میں ڈال دیا اور اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا ونجینا ہ لُوطًا ۔۔۔ فیها للعلمین۔ اور ہم نے ابراہیمؑ اور لوطؑ کو اس زمین یعنی شام اور سوادِ کوفہ کی طرف نجات دی جس میں ہم نے تمام جہانوں کے لیے برکت رکھ دی تھی۔[۱]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام ابتدائے حدیث کی تمام باتیں حذف و اختصار کے ساتھ موجود ہیں۔[۲]

اور امام باقر علیہ السّلام سے اس سے ملتی جلتی روایات پائی جاتی ہیں۔[۳]

امام صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے جب نمرود کے بتوں کو توڑا اور نمرود نے حکم دیا تو انھیں باندھ دیا گیا اور ان کے لیے ممنوعہ جگہ بنائی گئی جہاں پر لکڑیاں جمع کی گئیں اور آگ بھڑکائی گئی اور پھر ابراہیمؑ کو آگ میں پھینک دیا گیا۔ تاکہ آگ انھیں جلا ڈالے پھر انھوں نے آگ سے کنارہ کشی اختیار کر لی یہاں تک کہ آگ بجھ گئی پھر وہ اس ممنوعہ جگہ پر آئے تو انھوں نے کیا دیکھا کہ ابراہیمؑ نمرود کی بندش سے آزاد ہیں جب نمرود کو اس بات سے آگاہ کیا گیا تو اس نے حکم دیا ابراہیمؑ کو اس کے شہر سے باہر نکال دیا جائے اور انھیں مویشی اور مال لے جانے کی اجازت نہ دی جائے تو اس وقت ابراہیمؑ نے ان سے بحث کی اور کہا اگر تم نے میرے مویشی اور مال پر قبضہ کرلیا ہے تو تم پر میرا یہ حق ہے کہ تم اسے واپس کردو میں نے ایک عرصۂ حیات تمھارے ساتھ گزارا ہے لوگ معاملے کو لے کر نمرود کے قاضی کے پاس گئے تو اس نے ابراہیم علیہ السّلام کے خلاف فیصلہ سنایا کہ انھیں اس شہر سے جو کچھ ملا ہے وہ نمرود کے سپرد کر دیں اور اصحاب نمرود کے خلاف یہ فیصلہ سنایا کہ ان کے شہروں میں ابراہیمؑ نے اپنی زندگی کے جتنے سال گزارے ہیں وہ انھیں واپس کر دیں نمرود کو اس بات سے مطلع کیا گیا تو اس نے حکم دیا کہ ابراہیمؑ کو اس کے مال مویشی کے ساتھ جانے دیں انھیں یہاں سے نکال باہر کرو اور نمرود نے کہا کہ اگر یہ تمھارے شہر میں رہیں گے تو تمھارے دین کو فاسد کر دیں گے اور تمھارے خداؤں کو نقصان پہنچائیں گے۔[۴]

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۳۵۷
(۲) الکافی، ج ۸، ص ۳۶۸-۳۶۹، ح ۵۵۹
(۳) الکافی، ج ۸، ص ۳۶۹، ح ۵۵۹
(۴) الکافی، ج ۸، ص ۳۷۱، ح ۵۶۰

وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ ؕ وَ یَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَ كُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِیْنَ ﴿۷۲﴾
وَ جَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَیْنَاۤ اِلَیْهِمْ فِعْلَ الْخَیْرٰتِ وَ اِقَامَ الصَّلٰوةِ وَ اِیْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِیْنَ ﴿۷۳﴾
وَ لُوْطًا اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا وَّ نَجَّیْنٰهُ مِنَ الْقَرْیَةِ الَّتِیْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓىِٕثَ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِیْنَ ﴿۷۴﴾
وَاَدْخَلْنٰهُ فِیْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۷۵﴾ ع

(۷۲) اور ہم نے ابراہیمؑ کو اسحاق جیسی اولاد دی اور مزید برآں یعقوب کو اُن کی اولاد میں رکھا اور ہم نے سب کو صالح بنایا۔
(۷۳) اور ہم نے انھیں امام بنا دیا جو ہمارے امر کی ہدایت کرتے تھے اور ہم نے ان پر نیکیاں کرنے، نماز قائم رکھنے اور زکوٰۃ دینے کی وحی کی اور وہ ہمارے عبادت گزار تھے۔
(۷۴) اور لوط کو ہم نے قوت فیصلہ اور علم عطا کیا اور اس بستی سے انھیں نجات دی جو بدکاریاں کرتی تھی وہ بہت بری اور فاسق قوم تھی۔
(۷۵) اور ہم نے لوط کو اپنی رحمت میں داخل کرلیا یقیناً وہ نیکوکاروں میں سے تھے۔

(۷۲) وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ ؕ وَ یَعْقُوْبَ نَافِلَةً

اور ہم نے ابراہیمؑ کو اسحاقؑ جیسی اولاد دی اور مزید برآں یعقوبؑ کو ان کی اولاد میں رکھا کتاب معانی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے اس آیت کے بارے میں فرمایا ولد الولد نافلة بیٹے کا بیٹا نافلہ کہلاتا ہے۔[۱]

تفسیر قمی میں ہے کہ ولد الولد سے مراد حضرت یعقوب علیہ السّلام ہیں۔[۲]

وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِیْنَ

اور ہم نے سب کو صالح بنایا ہے۔

(۷۳) وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً

اور ہم نے انھیں امام قرار دیا جن کی اقتدا کی جاتی ہے۔

(۱) معانی الاخبار ص ۲۲۴۔۲۲۵ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۷۳

يَّهْدُوْنَ

جو لوگوں کو حق کی جانب ہدایت کرتے ہیں۔

بِاَمْرِنَا ہمارے امر کی۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ائمہ اللّٰہ کی کتاب میں دو طرح کے ہیں ارشاد رب العزت ہے وَ جَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا۔ اور ہم نے انھیں امام بنایا ہے جو ہمارے امر کی ہدایت کرتے ہیں نہ لوگوں کے امر کی اللّٰہ تعالیٰ نے جو حکم دیا ہے اسے اپنے امر سے پہلے مقدم رکھتے ہیں اور اپنے حکم پر اللّٰہ کے حکم کو ترجیح دیتے ہیں اور فرمایا جعلناهم ائمة يدعون الى النار (القصص ۴۱) اور ہم نے انھیں ایسا امام بنایا ہے جو لوگوں کو جہنم کی آگ کی طرف بلاتے ہیں اللّٰہ کے امر سے پہلے اپنے امر کو مقدم رکھتے ہیں۔

اور اپنے حکم کو اللّٰہ کے حکم پر ترجیح دیتے ہیں اور جو کچھ کتاب اللّٰہ میں موجود ہے اس کے خلاف اپنی خواہشات سے احکامات لیتے ہیں۔[1]

وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَ اِقَامَ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ

اور ہم نے ان پر نیکیاں کرنے، نماز قائم رکھنے اور زکوٰۃ دینے کی وحی کی۔

وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ

اور وہ ہمارے عبادت گزار تھے۔

یعنی موحد تھے اور عبادت میں اخلاص رکھتے تھے اسی لیے نماز کو مقدم رکھا ہے۔

(۷۴) وَلُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا

اور ہم نے لوط کو قوت فیصلہ اور علم عطا کیا۔

وَّ نَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ

اور اس بستی سے انھیں نجات دی جو بدکاریاں کرتی تھی۔

تفسیر قمی میں ہے کہ وہ لوگ مردوں سے نکاح کرتے تھے۔[2]

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ

یقینا وہ بہت بری اور فاسق قوم تھی۔

(۷۵) وَاَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ

اور ہم نے لوطؑ کو اپنی رحمت میں داخل کرلیا یقینا وہ نیکو کاروں میں سے تھے۔

---

(۱) الکافی، ج۱؛ ص۲۱۷، ۲۷

(۲) تفسیر قمی، ج۲، ص۷۳

وَ نُوْحًا اِذْ نَادٰی مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّیْنٰهُ وَ اَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِیْمِ ۚ﴿۷۶﴾
وَ نَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ
فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۷۷﴾
وَ دَاوٗدَ وَ سُلَیْمٰنَ اِذْ یَحْكُمٰنِ فِی الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِیْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَ
كُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِیْنَ ﴿۷۸﴾
فَفَهَّمْنٰهَا سُلَیْمٰنَ ۚ وَ كُلًّا اٰتَیْنَا حُكْمًا وَّ عِلْمًا ۫ وَّ سَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ
یُسَبِّحْنَ وَ الطَّیْرَ ؕ وَ كُنَّا فٰعِلِیْنَ ﴿۷۹﴾
وَ عَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ﴿۸۰﴾

(۷۶) اور ان سے پہلے جب نوح نے ہمیں پکارا تھا تو ہم نے ان کی دعا قبول کی تھی اور انھیں اور ان کے اہل کو بہت بڑے کرب سے نجات دی تھی۔

(۷۷) اور اس قوم کے مقابلے میں ان کی مدد کی جس نے ہماری آیات کو جھٹلا دیا تھا بے شک وہ برے لوگ تھے لہٰذا ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔

(۷۸) اور داؤد اور سلیمان جب دونوں ایک کھیت کا فیصلہ کر رہے تھے جسے رات کو ایک قوم کی بکریاں چر گئی تھیں اور ہم ان کے فیصلے کے شاہد تھے۔

(۷۹) اور ہم نے سلیمان کو اس کا فیصلہ سمجھا دیا اور ہر ایک کو ہم نے حکم اور علم دیا اور ہم نے داؤد کے ساتھ پہاڑ اور پرندے مسخر کر دیے تھے جو تسبیح کرتے تھے اور یہ سب کچھ ہم نے کیا تھا۔

(۸۰) اور ہم نے انھیں تمھارے لیے زرہ کی صنعت سکھائی تا کہ تمھیں ایک دوسرے کے وار سے بچائے پھر کیا تم شکر کرنے والے ہو؟

---

(۷۶) وَنُوْحًا اِذْ نَادٰی مِنْ قَبْلُ

اور یاد کرو ان انبیاء سے قبل جب نوحؑ نے اپنی قوم کے خلاف اللہ سے ہلاکت کی دعا طلب کی۔

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّیْنٰهُ وَ اَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِیْمِ

تو ہم نے ان کی دعا قبول کی تھی اور انھیں اور ان کے اہل کو بڑے کرب سے نجات دی تھی۔

کرب عظیم سے مراد ہے۔ شدید غم، اور اس سے مراد قوم کی اذیت ہے یا طوفان ہے۔

(۷۷) وَنَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا

اور اس قوم کے مقابلے میں ان کی مدد کی جس نے ہماری آیات کو جھٹلا دیا تھا۔

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ

بے شک وہ برے لوگ تھے لہٰذا ہم نے ان سب کو غرق کر دیا اس لیے کہ وہ حق کو جھٹلایا کرتے تھے اور ہمیشہ شر میں منہمک رہتے تھے۔

(۷۸) وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ

اور داؤدؑ اور سلیمانؑ جب دونوں ایک کھیت کا فیصلہ کر رہے تھے۔

اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ

جسے رات کو ایک قوم کی بکریاں چر گئی تھیں اور ہم ان کے فیصلہ کے شاہد تھے یعنی دونوں فیصلہ کرنے والوں پر اور جن کے بارے میں فیصلہ کیا گیا تھا ان پر ہم شاہد تھے۔

(۷۹) فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا

اور ہم نے سلیمانؑ کو اس کا فیصلہ سمجھا دیا اور ہر ایک کو ہم نے حکم اور علم عطا کیا۔

کتاب کافی میں اس آیت کے بارے میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے۔ امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السّلام سے پہلے اللّٰہ تعالیٰ نے تمام نبیوں کو یہ وحی کی تھی یہاں تک کہ اللّٰہ تعالیٰ نے داؤدؑ کو مبعوث فرمایا کہ جو بکری کھیت میں چر جائے تو اس وقت کھیت کے مالک کے لیے بکری کی گردنیں ہوں گی اور چرواہے کے بغیر بکریوں کا چرنا رات کے وقت ہوتا ہے لہٰذا کھیت کے مالک پر یہ لازم ہے کہ دن کے وقت اپنے کھیت کی حفاظت کرے اور بکریوں کے مالک پر یہ لازم ہے کہ وہ رات کے وقت بکریوں کی حفاظت کرے داؤد علیہ السّلام نے وہی حکم دیا جو ان سے پہلے انبیائے کرام دیتے چلے آ رہے تھے اس کے بعد اللّٰہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السّلام پر وحی کی جس بکری نے کھیت میں چرا ہو تو زراعت والے کے لیے نہیں ہوگا مگر یہ کہ جو اس بکری کے شکم سے نکلے اور حضرت سلیمان علیہ السّلام کے بعد یہ طریقہ رائج ہو گیا اور وہ اللّٰہ تعالیٰ کا قول ہے:

وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا اور ہم نے ہر ایک کو حکم اور علم عطا کیا تھا تو ان میں سے ہر ایک کا حکم اللّٰہ تبارک و تعالیٰ کے حکم کے مطابق تھا۔[۱]

اور دوسری روایت میں اسی سے ملتا جلتا مفہوم ہے۔[۲]

اور امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السّلام پر وحی کی کہ وہ اپنے اہل میں سے کسی کو وصی بنائیں اس لیے کہ یہ میرے علم میں ہے کہ میں نے جسے بھی

(۱) الکافی، ج۵، ص۳۰۲، ح۳ (۲) الکافی، ج۵، ص۳۰۱، ح۲

نبی بنا کر بھیجا اس کے اہل سے اس کے لیے وصی مقرر کیا اور حضرت داؤدؑ کے بہت سے بیٹے تھے اور ان میں ایک لڑکا تھا جس کی ماں حضرت داؤدؑ کی زوجیت میں تھی اور حضرت داؤدؑ اس سے محبت بھی کرتے تھے تو حضرت داؤدؑ وحی آنے کے بعد اس کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ اللہ تعالی نے مجھ پر وحی کی ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے اہل میں سے کسی کو اپنا وصی مقرر کروں تو ان کی بیوی نے ان سے کہا کیوں نہ یہ میرا بیٹا ہو حضرت داؤد علیہ السّلام نے فرمایا میں بھی یہی چاہتا ہوں اور اللہ کے سابقہ حتمی علم میں یہ تھا کہ وہ لڑکا سلیمانؑ ہے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ کی طرف وحی کی کہ جلدی نہ کرو یہاں تک کہ تم تک میرا امر نہ آ جائے اس بات کو کچھ عرصہ نہ گزرا تھا کہ ان کے پاس دو شخص بکری اور انگور کے باغ کا جھگڑا لے کر آئے تو اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السّلام پر وحی کی کہ تم اپنی تمام اولاد کو جمع کرو جس نے اس قضیے کا صحیح فیصلہ کیا تو وہ تمھارے بعد تمھارا وصی ہوگا۔

حضرت داؤد علیہ السّلام نے اپنی تمام اولاد کو جمع کیا جب دونوں جھگڑنے والوں نے اپنی داستان سنائی تو سلیمان علیہ السّلام نے فرمایا کہ اے انگور کے باغ کے مالک اس شخص کی بکری تمھارے باغ میں کب داخل ہوئی؟ اس نے کہا کہ وہ بکری رات کے وقت داخل ہوئی تو حضرت سلیمان علیہ السّلام نے فرمایا کہ اے بکری کے مالک میں نے تمھارے خلاف فیصلہ دیا ہے کہ اس سال تمھاری بکری کی اولاد اور اس کا اون باغ کے مالک کو ملے گا داؤد علیہ السّلام نے سلیمانؑ سے کہا کہ تم نے یہ فیصلہ کیوں نہیں کیا کہ خود بکری اس کے حوالے کر دو علمائے نبی اسرائیل نے اس کی قیمت مقرر کر رکھی ہے اس لیے کہ انگور کے بیل کی قیمت بکری کی قیمت کے برابر ہے تو سلیمان علیہ السّلام نے فرمایا کہ انگور کی بیل کو جڑ سے نہیں اکھاڑا گیا البتہ اس کا پھل کھایا گیا اور آئندہ سال وہ دوبارہ واپس آ جائے گا تو اللہ تعالی نے حضرت داؤد علیہ السّلام پر وحی کی اس معاملے میں وہی فیصلہ درست ہے۔ جو سلیمانؑ نے کیا ہے اے داؤدؑ تم نے کسی اور امر کا ارادہ کیا اور ہم نے اس کے علاوہ دوسرے امر کا ارادہ کیا تو داؤد علیہ السّلام اپنی بیوی کے پاس آئے اور اس سے کہا ہم نے کسی امر کا ارادہ کیا اور اللہ نے اس کے علاوہ دوسرے امر کا ارادہ کر لیا اور وہی ہو کر رہا اللہ نے جس کا ارادہ کیا۔ ہم اللہ کے امر پر راضی ہیں اور ہم نے اسے تسلیم کر لیا ہے اور اسی طرح اوصیاء علیہم السّلام کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اس امر امامت میں حد سے تجاوز کریں اور جو اس کا اہل ہے اس سے لے کر کسی دوسرے کو دے دیں۔[1]

تفسیر قمی میں ہے امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کا ایک شخص تھا جس کا انگور کا باغ تھا اور رات کے وقت کسی شخص کی بکری رات کو چرواہے کے بغیر اس میں چرنے لگی اور توڑ ڈالا اور برباد کر دیا انگور کے باغ کا مالک حضرت داؤد علیہ السّلام کے پاس آیا اور بکری کے مالک کے خلاف ان سے مدد طلب کی حضرت داؤد علیہ السّلام نے ان دونوں سے کہا تم دونوں سلیمان کے پاس چلے جاؤ تا کہ وہ تمھارے درمیان فیصلہ کر دیں وہ دونوں حضرت سلیمان علیہ السّلام کے پاس گئے تو حضرت سلیمان علیہ السّلام نے

(۱) الکافی، ج۱، ص۲۷۱، ح۳

فرمایا کہ اگر بکری نے انگور کے بیل کو جڑ سے کھا لیا ہے تو بکری کے مالک پر یہ لازم ہے کہ وہ انگور کے باغ کے مالک کو بکری اور جو کچھ اس کے شکم میں ہے وہ سب اس کے حوالے کر دے اور اگر صرف انگور کی بیل کو کھایا ہے اور جڑ ابھی باقی ہے تو وہ باغ کے مالک کو اس کا بچہ حوالے کرے گا اور حضرت داؤد علیہ السّلام کا بھی یہی حکم تھا البتہ انھوں نے یہ سوچا تھا کہ بنی اسرائیل کو پتا چل جائے کہ سلیمانؑ، داؤدؑ کے بعد ان کے وصی ہیں انھوں نے فیصلہ میں کوئی اختلاف نہیں کیا تھا اگر ان دونوں کے فیصلے مختلف ہوتے تو اللّٰہ یہ فرماتا:

وَكُنَّا لِحُكْمِهِمَا شٰهِدِيْنَ۔[1] کتاب فقیہ میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ انھوں نے فیصلہ نہیں کیا تھا بلکہ وہ دونوں مناظرہ کر رہے تھے سلیمان علیہ السّلام نے اس بات کو سمجھ لیا۔[2]

اور حضرت امام کاظم علیہ السّلام سے مروی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السّلام نے پوری بکری کا فیصلہ کیا تھا اور اللّٰہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان کو جو سمجھایا تھا کہ فیصلہ کھیت کے مالک کے حق میں ہوگا کہ وہ پورے سال کھیت کے مالک کو دودھ اور اون دیتا رہے گا۔[3]

تفسیر مجمع البیان میں صادقین سے مروی ہے کہ انگور کے گچھے ظاہر ہو گئے تھے اس لیے حضرت داؤدؑ نے حکم دیا کہ انگور کے مالک کے لیے صرف بھیڑ بکری ہوگی۔ حضرت سلیمان علیہ السّلام نے اس کے علاوہ کہا اے اللّٰہ کے نبی آپ نرمی سے کام لیجیے داؤد نے فرمایا وہ کیا ہے؟ سلیمان علیہ السّلام نے فرمایا کہ آپ انگور کی بیل بھیڑ بکری کے مالک کو دے دیجیے وہ اس کی نگرانی کرتا رہے یہاں تک کہ انگور کی بیل جیسی تھی وہی ہو جائے اور بھیڑ بکری انگور کی بیل کے مالک کو دے دیں کہ وہ بیل کے سابقہ حالت پر لوٹنے تک بھیڑ بکری سے فائدہ اٹھائے پھر ان میں سے دونوں جو جس چیز کا مالک تھا اسے وہ چیز لوٹا دیں۔[4]

اور نبی اکرم صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ سلیمان علیہ السّلام نے یہ فیصلہ کیا کہ چوپائے کے مالک رات کے وقت اپنے چوپاؤں کی حفاظت کریں اور کھیت کے مالکان دن کے وقت اپنے کھیت کی دیکھ بھال کریں۔[5]

وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ

اور ہم نے داؤدؑ کے ساتھ پہاڑ اور پرندے مسخر کر دیے تھے جو تسبیح کرتے تھے۔ یعنی حضرت داؤد علیہ السّلام کے ساتھ ساتھ تسبیح و تقدیس میں مصروف رہتے تھے اور کہا گیا ہے کہ يُسَبِّحْنَ کا مفہوم ہے کہ وہ پرندے تیرتے ہوئے چلتے تھے۔[6]

کتاب اکمال میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السّلام گھر سے نکل کر زبور

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۷۳۔۷۴
(۲) من لایحضرہ الفقیہ، ح ۳، ص ۵، ح ۱۹۸
(۳) من لایحضرہ الفقیہ، ج ۳، ص ۵۷، ح ۱۹۹
(۴) مجمع البیان، ج ۷۔۸، ص ۵
(۵) مجمع البیان، ج ۷۔۸، ص ۵۸
(۶) بیضاوی انوار التنزیل، ج ۲، ص ۷۸

پڑھتے تھے تو وہ جب زبور پڑھا کرتے تھے تو ہر پہاڑ پتھر اور پرندہ ان کے ساتھ ساتھ جواب دیتا تھا۔[۱]

کتاب احتجاج میں امیر المومنین علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ایک یہودی نے آپ سے کہا کہ داؤدؑ اپنی غلطی پر گریہ کر رہے تھے یہاں تک کہ پہاڑ بھی ان کے خوف سے ان کے ساتھ ساتھ تسبیح کرنے لگے تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ ہاں ایسا ہی تھا کہ پہاڑ ان کے ساتھ تسبیح کیا کرتے تھے۔[۲]

کتاب مناقب میں حضرت سجاد علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور اس کے سجدے میں تسبیح پڑھنی شروع کی تو کوئی درخت اور کوئی پتھر ایسا نہ تھا جس نے آپ کے ساتھ تسبیح نہ کی ہو۔[۳]

وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ

اور یہ سب کچھ ہم نے ہی کیا تھا اس جیسے دوسرے افراد کے لیے یہ ہمارے لیے کوئی نئی بات نہ تھی اگرچہ وہ تمھارے نزدیک عجیب وغریب تھی۔

(۸۰) وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ

اور ہم نے انھیں تمھارے لیے زرہ کی صنعت سکھائی۔

صَنْعَةَ لَبُوْسٍ سے مراد ہے زرہ کا بنانا اور وہ دراصل لباس ہے۔

لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ

تاکہ تمھیں ایک دوسرے کے وار سے بچائے پھر کیا تم اس بات پر شکر ادا کرنے والے ہو؟

کتاب کافی میں امیر المومنین علیہ السّلام سے مروی ہے امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السّلام کی طرف وحی کی ''تم بہترین بندے ہو'' تم بیت المال سے کھاتے ہو لیکن اپنے ہاتھ سے کوئی کام نہیں کرتے امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ حضرت داؤدؑ چالیس روز تک گریہ فرماتے رہے تو اللّٰہ تعالیٰ نے لوہے پر وحی کی ہے کہ ''اے لوہے تو میرے بندے داؤدؑ کے لیے نرم ہو جا۔ لہٰذا اللّٰہ نے ان کے لیے لوہے کو نرم بنا دیا وہ اس طرح ہر روز ایک زرہ بناتے تھے اور اسے ہزار درہم میں فروخت کرتے تھے انھوں نے اس طرح ۳۶۰ زرہیں بنائیں اور انھیں تین سو ساٹھ ہزار میں فروخت کر دیا اور وہ بیت المال سے مستغنی ہو گئے۔[۴]

---

(۱) اکمال الدین واتمام النعمہ، ص ۵۲۴، ح ۶

(۲) الاحتجاج، ج ۱، ص ۳۲۶

(۳) المناقب ابن شہر آشوب، ج ۴، ص ۱۳۶

(۴) الکافی، ج ۵، ص ۷۴، ح ۵

وَ لِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖۤ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَ كُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ﴿۸۱﴾

وَ مِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَ يَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَ كُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ۙ﴿۸۲﴾

وَ اَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۖۚ﴿۸۳﴾

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّ اٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ ذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ﴿۸۴﴾

وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِدْرِيْسَ وَ ذَا الْكِفْلِ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ۖۚ﴿۸۵﴾

وَ اَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۶﴾

---

(۸۱) اور سلیمان کے لیے تیز و تند ہوا مسخر کر دی جو ان کے حکم سے اس سرزمین کی طرف چلتی تھی ہم نے جس میں برکتیں رکھی تھیں اور ہم ہر چیز کو اچھی طرح جانتے ہیں۔

(۸۲) اور کچھ شیاطین بھی ان کے تابع بنا دیے تھے جو ان کے لیے سمندر میں غوطہ لگاتے تھے اور اس کے علاوہ بھی کئی کام انجام دیتے تھے اور ہم ہی ان کے نگران تھے۔

(۸۳) اور یاد کرو جب ایوب نے اپنے رب کو آواز دی بے شک مجھے بیماری نے چھو لیا ہے اور تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

(۸۴) چناں چہ ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ان کی ہر تکلیف کو دور کر دیا اور انھیں ان کے اہل و عیال عطا کیے اور اپنی رحمتِ خاصہ سے اس جیسی نعمتوں سے مزید نوازا تا کہ یہ عبادت گزاروں کے لیے ایک نصیحت ہو۔

(۸۵) اسماعیل، ادریس اور ذوالکفل (کے واقعات کو یاد کرو) سب صبر کرنے والوں میں سے تھے۔

(۸۶) اور ہم نے ان سب کو اپنی رحمت میں داخل کر لیا تھا یقیناً یہ صالحین میں سے تھے۔

---

(۸۱) وَ لِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً

اور ہم نے سلیمانؑ کے لیے تیز و تند ہوا مسخر کر دی۔

عَاصِفَةً کے معنی تیز و تند جو بڑی مسافت کو کم وقت میں طے کر لے جیسا کہ فرمایا ہے... غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّ رَوَاحُهَا

شَهْرٌ... (سبا ۱۲) اس کا صبح کا چلنا بھی ایک ماہ کی مسافت تھا اور اس کا شام کو چلنا بھی ایک ماہ (کی مسافت) تھا۔

تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖۤ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا

جو ان کے حکم سے اس سرزمین کی طرف چلتی تھی ہم نے جس میں برکتیں رکھ دی تھیں۔

فرمایا کہ وہ ہر جانب سے چل رہی تھیں۔[1]

جس سرزمین کی طرف چل رہی تھی وہ بہت المقدس اور شام تھے۔

وَكُنَّا بِكُلِّ شَیْءٍ عٰلِمِیْنَ

اور ہم ہر چیز کو اچھی طرح جانتے ہیں۔

ہوا اس کی حکمت کے تقاضوں کے مطابق رواں دواں رہتی ہے۔

(۸۲) وَ مِنَ الشَّیٰطِیْنِ مَنْ یَّغُوْصُوْنَ لَهٗ

اور کچھ شیاطین بھی ان کے تابع بنا دیے تھے جو سمندر میں غوطے لگا کر سلیمانؑ کے لیے نفیس اور عمدہ چیزیں نکالتے تھے۔

وَ یَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ

اور اس کے علاوہ بھی اور کئی کام انجام دیتے تھے جیسے شہروں کی تعمیر محلات تعمیر کرنا اور نت نئی اشیا کو ایجاد کرنا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا یَشَآءُ مِنْ مَّحَارِیْبَ وَ تَمَاثِیْلَ... (سبا ۱۳) سلیمانؑ جو چاہتے وہ شیاطین (جنات) ان کے لیے وہی بناتے تھے مثلاً عالی شان عمارتیں اور تصویریں۔

وَ كُنَّا لَهُمْ حٰفِظِیْنَ

اور ہم ہی ان کے نگران تھے کہ کہیں وہ ہمارے امر سے کج نہ ہو جائیں یا فساد برپا نہ کریں جو ان کی جبلت اور فطرت کا تقاضا تھا۔

(۸۳) وَ اَیُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ

اور یاد کرو جب ایوبؑ نے اپنے رب کو آواز دی بے شک مجھے بیماری نے چھو لیا ہے۔

لفظ ضر اگر زبر کے ساتھ ہو تو اس سے مراد ہر قسم کی تکلیف ہے اور اگر پیش کے ساتھ ہو یعنی ضُر تو اس کا تعلق نفس سے ہے جیسے بیماری اور کمزوری۔

وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ

اور تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

حضرت ایوبؑ نے اپنی بیماری کا ذکر کرنے کے بعد اپنے رب کی انتہائی رحمت کا ذکر کیا ہے اور سوال کرنے کے بجائے مطلوب و مدعا کے عرض کرنے کو کافی جانا ہے۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۷۴

کہا گیا ہے کہ ایوبؑ رومی النسل تھے عیص بن اسحاق کی اولاد سے تھے۔

اللّٰہ تعالیٰ نے انھیں نبی بنایا انھیں اولادِ کثیر عطا کی اور کثرت مال سے نوازا پھر اللّٰہ تعالیٰ نے ان کی اولاد کو ہلاک کرکے، ان کے اموال کو ختم کرکے اور ان کے جسم کو بیمار بنا کر انھیں آزمائش میں مبتلا کیا اور ان کا امتحان لیا۔[1]

اور انشاء اللّٰہ ہم حضرت ایوبؑ کا مکمل واقعہ سورہ ''ص'' کی آیات ۴۱۔۴۴ کے ذیل میں بیان کریں گے۔

(۸۴) فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ

چناں چہ ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ان کی ہر تکلیف کو دور کر دیا۔ ان کی بیماری دور کرکے انھیں شفایاب کر دیا۔

وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ

اور انھیں ان کے اہل وعیال عطا کیے اور اس جیسی نعمتوں سے مزید نوازا۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے آپ سے سوال کیا گیا کہ ان کے اہل وعیال کی مانند ان کے ساتھ کس طرح دیا گیا امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ حضرت ایوبؑ کے لیے ان کی اولاد کو جو اس سے پہلے اپنی موت کے وقت آنے پر مر گئے تھے زندہ کر دیا ان لوگوں کی طرح جو اس روز ہلاک ہوئے تھے۔[2]

رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ

اپنی رحمت خاصہ سے تا کہ یہ عبادت گزاروں کے لیے ایک نصیحت ہو۔

کتاب خصال میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ حضرت ایوبؑ بغیر کسی گناہ کے سات سال تک مبتلائے غم رہے۔[3]

(۸۵) وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ

اسماعیلؑ، ادریسؑ اور ذوالکفلؑ کے واقعات کو یاد کرو سب صبر کرنے والوں میں سے تھے۔

ذوالکفلؑ سے مراد یوشع بن نون ہیں اسے کتاب عیون میں روایت کیا ہے امام رضا علیہ السّلام سے انھوں نے امیر المومنین علیہ السّلام سے خبر شامی کے ذیل میں۔[4]

كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ

یہ سب کے سب تکالیف کو برداشت کرنے اور مصائب کی سختیاں سہنے میں صبر کرنے والوں میں سے تھے۔

(۸۶) وَ اَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ

اور ہم نے انھیں اپنی رحمت میں داخل کرلیا دنیا میں نبوت عطا کرکے اور آخرت میں نعمتوں سے نواز کر اور وہ سب کے سب یقینا صالحین میں سے تھے۔

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل، ج ۲، ص ۷۹
(۲) الکافی، ج ۸، ص ۲۵۲، ح ۳۵۴
(۳) الخصال، ص ۳۹۹، ح ۱۰۷
(۴) عیون الاخبار الرضا، ج ۱، ص ۲۴۵، ح ۱

وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي
الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۖ ﴿۸۷﴾
فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۭ وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾
وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ۚ ﴿۸۹﴾
فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۡ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا
يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ۭ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ﴿۹۰﴾

(۸۷) اور ذُوالنُّون (مچھلی والے) (یونس) جب غصے میں بھرے ہوئے گئے تو انھوں نے یہ حسن ظن کیا کہ ہم ان پر روزی کو تنگ نہیں کریں گے تو انھوں نے تاریکیوں میں ہمیں پکارا کہ ''تیرے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے تو پاک ہے میں نے ہی ظلم کیا ہے۔

(۸۸) ہم نے ان کی دعا قبول کی اور انھیں غم سے نجات دی اور ہم مومنین کو اسی طرح نجات دیا کرتے ہیں۔

(۸۹) اور زکریا نے جب اپنے رب کو پکارا اے میرے رب تو مجھے اکیلا نہ چھوڑنا اور تو ہی بہترین وارث ہے۔

(۹۰) تو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور انھیں یحییٰ عطا کر دیا اور ان کی بیوی کو ان کے لیے درست بنا دیا تمام انبیاء نیکی کے کاموں میں سبقت لے جایا کرتے تھے اور ہمیں شوق اور خوف سے پکارتے تھے اور وہ ہمارے سامنے سرنگوں تھے۔

(۸۷) وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا

اور ذوالنون (مچھلی والے) جب غصے میں بھرے ہوئے گئے اور وہ یونس بن متی تھے جو قوم سے غضب ناک ہو کر روانہ ہوئے تھے جب وہ قوم کو کافی عرصے سے دعوت دینے کے بعد اور ان کے غرور و تکبر کی شدت اور ان کے اپنے کفر پر ڈٹے رہنے کی وجہ سے زچ ہو کر وہاں سے روانہ ہو گئے اور انھیں ترک کر دیا قبل اس کے کہ انھیں اس بات کا حکم دیا جاتا جیسا کہ اس سے پہلے ان کے واقعے کے ذیل میں سورۂ یونس کی آیت نمبر ۹۸ میں بیان کیا جا چکا ہے۔

فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ

تو انھوں نے یہ حسن ظن کیا کہ ہم ان پر روزی کو تنگ نہیں کریں گے کہا گیا کہ ہم ان پر روزی کو تنگ نہیں کریں گے، یا یہ کہ قدر سے ان کی سزا کا فیصلہ نہیں کریں گے یا یہ کہ ہم ان کے معاملے میں اپنی قدرت کے

مطابق عمل نہیں کریں گے۔[1]

اور کہا گیا ہے کہ یہ تمثیل ہے ان کے حال کی اس شخص کے حال سے جو یہ سمجھتا ہے کہ ہمارے حکم کا انتظار کیے بغیر وہ قوم سے ناراض ہو کر چلا جائے تو ہم اس پر قابو نہ پائیں گے یا یہ ایک شیطانی وسوسہ ہے جو پہلے ان کے وہم و خیال میں آ گیا جسے مبالغہ کی وجہ سے ظن کہا گیا۔[2]

فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ

تو انھوں نے تاریکیوں میں ہمیں پکارا کہ تیرے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے تو پاک ہے۔

اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ

میں نے ہی ظلم کیا ہے۔

کہا گیا ہے کہ میں خود اپنے نفس پر ظلم کیا ہے کہ قوم کو چھوڑ کر جانے میں جلدی کی ہے۔[3]

کتاب عیون میں امام رضا علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ (ذوالنون) یونس بنی متی تھے جو اپنی قوم سے غضب ناک ہو کر روانہ ہو گئے تھے تو انھوں نے گمان کیا یعنی انھیں یقین تھا کہ ہم ان پر روزی کو ہرگز تنگ نہیں کریں گے اور اسی متعلق اللہ کا یہ قول ہے وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ... (الفجر ۱۶) اور جب وہ اسے آزمائے اور اس کا رزق اس پر تنگ کر دے (یعنی روزی کم ملے اور نفقہ میں کمی واقع ہو جائے) ...فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ... تو انھوں نے رات کے اندھیرے، سمندر کے اندھیرے اور شکم ماہی کے اندھیرے میں سے آواز دی ان...لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ

یہ کہ تیرے علاوہ کوئی اور معبود نہیں ہے تو پاک ہے میں نے ہی ظلم کیا ہے۔ اس جیسی عبادت کو ترک کر کے تو نے شکم ماہی میں مجھے جس کے لیے فراغت مہیا کی تھی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمالی اور ارشاد فرمایا:

فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ۝ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ (الصافات ۱۴۳-۱۴۴)

اگر یہ بات نہ ہوتی اور وہ بے شک تسبیح کرنے والوں میں سے تھا تو وہ لوگوں کے دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جانے کے دن یعنی (روز قیامت) تک مچھلی کے شکم میں رہتا۔[4]

اور دوسری روایت میں امام رضا علیہ السّلام سے لن نقدر کی تفسیر کے بعد ذکر کیا گیا ہے کہ اگر یونسؑ یہ گمان کرتے کہ اللہ ان پر قدرت نہیں رکھتا تو وہ کافر ہو جاتے۔[5]

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل، ج ۲، ص ۸۰
(۲) انوار التنزیل، ج ۲، ص ۸۰
(۳) بیضاوی انوار التنزیل، ج ۲، ص ۸۰
(۴) عیون اخبار الرضا، ج ۱، ص ۲۰۱، ح ۱، باب ۱۵
(۵) عیون اخبار الرضا، ج ۱، ص ۱۹۳، ح ۱، باب ۱۴

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے اللّٰہ تعالیٰ کے قول وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا وہ قوم کے اعمال کی وجہ سے غضب ناک ہوئے تھے فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ انھوں نے جو کچھ کیا ہے ہم انھیں ان کی غلطیوں سے آگاہ نہ کریں گے۔[1]

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے دریافت کیا گیا کہ وہ کیا سبب تھا جس کی بنیاد پر یونسؑ یہ سمجھ رہے تھے ہم ہرگز ان پر قادر نہ ہوسکیں گے تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے ایک پل بھر کے لیے انھیں ان کے نفس کے سپرد کر دیا تھا۔[2]

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ اللّٰہ تبارک وتعالیٰ نے یونسؑ بن متی کو پلک جھپکنے کی مدت تک ان کے نفس کے سپرد کر دیا تھا لہٰذا ان سے جو ہونا تھا ہوا۔[3]

اور امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ سورۂ یونسؑ میں جو اُن کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اس کے بعد ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یونسؑ غضب ناک ہوئے اور اللّٰہ کے بارے میں غضب ناک ہوکر منہ کے سیدھ راہ فرار اختیار کی جیسا کہ اللّٰہ تعالی نے ان کے بارے میں بیان کرتے ہوئے کہا ہے یہاں تک کہ وہ سمندر کے ساحل پر پہنچے تو دیکھا کہ ایک کشتی سامان سے لدی ہوئی کھڑی ہے۔الحدیث۔[4]

اس کا بقیہ حصہ انشاء اللّٰہ سورۂ الصافات کی آیات نمبر ۱۳۹ سے ۱۴۷ تک کے ذیل میں بیان کیا جائے گا اور اس میں اس دعا کا ذکر کیا جائے گا جو انھوں نے اللّٰہ کو پکارتے ہوئے ظلمات میں کی تھی۔

(۸۸) فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ

ہم نے ان کی دعا قبول کی اور انھیں غم سے نجات دی۔

مچھلی نے انھیں ساحل پر لاکر پھینک دیا اور اللّٰہ تعالیٰ نے ان کے اوپر یقطین کے درخت کو اگا دیا۔[5]

وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ

اور ہم مومنین کو اسی طرح نجات دیا کرتے ہیں۔

ہم مومنین کو ان کے غموں سے اسی طرح نجات دیتے ہیں اگر وہ اخلاص کے ساتھ دعا طلب کریں۔

کتاب فقیہ اور خصال میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے مجھے تعجب ہے کہ جو چار چیزوں سے ڈرتا ہے تو پھر وہ چار چیزوں سے خوف کے وقت پناہ کیوں نہیں لیتا امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ مجھے تعجب ہے کہ جو مبتلائے غم ہوتا ہے وہ اللّٰہ تعالیٰ کے اس قول کی پناہ کیوں نہیں لیتا:

لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ اس لیے کہ میں نے سنا ہے کہ اللّٰہ نے اس کے فوراً بعد

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۷۵-۷۵-۷۵-۷۵ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۷۵-۷۵-۷۵-۷۵

(۳) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۷۵-۷۵-۷۵-۷۵ (۴) تفسیر قمی، ج ۱، ص ۳۱۸

(۵) یقطین، بغیر تنے کا پودا کدّو ککڑی یا تربوز کی بیل عموماً کدو کی بیل۔

فرمایا ہے فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ۔[1]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ جب بھی کوئی مبتلائے غم اور پریشان حال اس دعا کو طلب کرتا ہے یقینا اس کی دعا مستجاب ہوتی ہے۔[2]

(۸۹) وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا

اور زکریا نے جب اپنے رب کو پکارا اے میرے رب تو مجھے اکیلا بغیر اولاد کے نہ چھوڑنا جو میرا وارث بنے۔

وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ

اور اگر تو نے مجھے اولاد عطا نہ کی جو میری وارث بنے تو مجھے اس کی کوئی پروا نہیں کیوں کہ تو ہی بہترین وارث ہے۔

(۹۰) فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۪ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ

تو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور انھیں یحییٰ عطا کر دیا اور ان کی بیوی کو ان کے لیے درست بنا دیا۔

تفسیر قمی میں ایک روایت میں ہے فرمایا کہ زکریاؑ کی بیوی کو حیض نہیں آ رہا تھا انھیں حیض آنا شروع ہو گیا یعنی وہ بچہ جنم دینے کے قابل ہو گئیں۔[3]

اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ

یہ تمام انبیا نیکی کے کاموں میں سبقت لے جاتے تھے۔

ابواب خیر کی جانب تیزی سے بڑھا کرتے تھے۔

وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا

اور ہمیں شوق اور خوف سے پکارتے تھے۔

تفسیر قمی میں ہے فرمایا: رَغَبًا وَّرَهَبًا مائل ہوتے ہوئے رغبت کے ساتھ اور خوف وخشیت کے ساتھ۔[4]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں شاید رغبت سے مراد اطاعت میں رغبت ہے ثواب میں نہیں اور معصیت کا خوف ہے عذاب کا نہیں اس لیے کہ انبیا کا مقام اس سے اعلی و ارفع ہے امیر المومنین علیہ السّلام نے فرمایا ہے **انھی ماعبدتک خوفا من نارک، وَلا طمعًا فی جنّتک ولکن وجدتک اھلًا للعبادۃ فعبدتک** میرے معبود میں نے تیری عبادت تیرے جہنم کے خوف سے نہیں کی اور نہ ہی تیری جنت کی طمع میں کی ہے لیکن میں نے

---

(۱) من لایحضرہ الفقیہ، ج ۴، ص ۲۸۰، ح ۸۳۱ والخصال، ص ۲۱۸، ح ۴۳

(۲) الکشاف، ج ۳، ص ۱۳۲

(۳) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۷۵

(۴) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۷۵

تجھے لائق عبادت جانا ہے اس لیے میں تیری عبادت کر رہا ہوں۔[۱]

کتاب خصال میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ لوگ تین وجہوں سے عبادت کرتے ہیں ایک طبقہ ثواب کی رغبت میں اللّٰہ کی عبادت کرتا ہے یہ حریصوں کی عبادت ہے اور یہ طمع ہے اور دوسرے لوگ آتش جہنم سے دوری کے لیے عبادت کرتے ہیں تو یہ غلامانہ عبادت ہے اور یہ خوف ہے لیکن میں اللّٰہ کی عبادت اس کی محبت میں کرتا ہوں یہ کریم اور شریف لوگوں کی عبادت ہے۔[۲]

اور کہیں حرصاء یعنی حریصوں کی جگہ اجراء کا لفظ آیا یعنی اجرت لینے والے اور تم پر یہ لازم ہے کہ کہو کہ اللّٰہ کے ولی بعض اعمال جنت کے حصول اور جہنم سے دوری کے لیے کرتے ہیں اس لیے کہ ان کا محبوب (اللّٰہ) اس بات کو پسند کرتا ہے یہ امیر المومنین سید الاولیاء نے جنھیں اپنا اموال وقف کیا تھا ان میں سے کسی کو خط لکھا ہے۔

بسم اللّٰہ الرَّحمٰن الرَّحیم کے بعد یہ تحریر فرمایا **ھذا ما اوصی بہ وقضی بہ فی مالہ عبداللّٰہ علی ابتغاء۔۔۔ وتسود وجوہ** یہ وہ ہے جس کی وصیت کی ہے اور اپنے مال کے بارے میں فیصلہ کیا ہے عبدِ خدا علی نے اللّٰہ کی رضا چاہتے ہوئے کہ اس کی وجہ سے مجھے جنت میں داخل کردے اور اس کے سبب جہنم کا رخ مجھ سے پھیر دے اور مجھ سے آتش جہنم کو برگشتہ رکھے جس روز کچھ چہرے نورانی ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے۔[۳]

یا تم یہ کہہ سکتے ہو کہ یقینا جنت اولیا اللّٰہ کی ملاقات اور اس کی قربت ہے اور آتش جہنم اللّٰہ کا فراق اور اس سے دوری ہے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ''رغبت'' یہ ہے کہ اپنی ہتھیلیوں کو آسمان کی طرف رکھو اور ''رہبت'' یہ ہے کہ تم ہتھیلیوں کی پشت آسمان کی جانب رکھو۔[۴]

وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ

اور وہ ہمارے سامنے سرنگوں تھے یعنی عاجزی و انکساری کرتے تھے دائمی طور پر خوف ان کے دل میں بسا تھا مفہوم یہ ہے کہ انھوں نے جو کچھ اللّٰہ پاک سے پایا ہے اپنی انھی صفات کی وجہ سے پایا ہے۔

---

(۱) بحار الانوار، ج ۷، ص ۱۸۶، ح ۱

(۲) الخصال، ص ۱۸۸، ح ۲۸۹، باب ۳

(۳) الکافی، ج ۷، ص ۴۹، ح ۷

(۴) الکافی، ج ۲، ص ۴۷۹، ح ۱

وَالَّتِیۡۤ اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَهَا فَنَفَخۡنَا فِیۡهَا مِنۡ رُّوۡحِنَا وَجَعَلۡنٰهَا وَ ابۡنَهَاۤ اٰیَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۹۱﴾

اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمۡ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّ اَنَا رَبُّكُمۡ فَاعۡبُدُوۡنِ ﴿۹۲﴾

وَتَقَطَّعُوۡۤا اَمۡرَهُمۡ بَیۡنَهُمۡ ؕ كُلٌّ اِلَیۡنَا رٰجِعُوۡنَ ﴿۹۳﴾ ع

فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَ هُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَا كُفۡرَانَ لِسَعۡیِهٖ ۚ وَ اِنَّا لَهٗ كٰتِبُوۡنَ ﴿۹۴﴾

وَ حَرٰمٌ عَلٰی قَرۡیَةٍ اَهۡلَكۡنٰهَاۤ اَنَّهُمۡ لَا یَرۡجِعُوۡنَ ﴿۹۵﴾

حَتّٰۤی اِذَا فُتِحَتۡ یَاۡجُوۡجُ وَ مَاۡجُوۡجُ وَهُمۡ مِّنۡ كُلِّ حَدَبٍ یَّنۡسِلُوۡنَ ﴿۹۶﴾

---

(۹۱) اور اس عورت کو یاد کریں جس نے اپنی عفت کی حفاظت کی تھی پھر ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی اور ہم نے اسے اور اس کے بیٹے کو اہل عالم کے لیے نشانی بنا دیا۔

(۹۲) بے شک یہ تمھاری ملت ایک ملت واحدہ ہے اور میں تمھارا پروردگار ہوں تم صرف میری عبادت کرو۔

(۹۳) اور انھوں نے آپس میں دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا سب ہماری ہی طرف پلٹ کر آنے والے ہیں۔

(۹۴) پس جو بھی نیک اعمال بجا لائے گا بشرطے کہ وہ مومن ہو تو اس کی کوشش کی ناقدری نہ ہوگی اور ہم اسے لکھ رہے ہیں۔

(۹۵) جس بستی والوں کو ہم نے ہلاک کر دیا ان کے لیے دنیا میں واپسی ناممکن ہے۔

(۹۶) یہاں تک کہ جب یاجوج اور ماجوج کھول دیے جائیں گے اور وہ ہر بلندی سے تیزی کے ساتھ آتے نظر آئیں گے۔

---

(۹۱) وَالَّتِیۡۤ اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَهَا فَنَفَخۡنَا فِیۡهَا مِنۡ رُّوۡحِنَا

اور اس عورت کو یاد کریں جس نے اپنی عفت کی حفاظت کی تھی پھر ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی۔

تفسیر قمی میں علی بن ابرہیم امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت مریمؑ کی طرف کسی شے نے نظر نہیں کی۔ لفظ روح کی تحقیق سورۂ حجر کی آیت نمبر ۲۹ کے ذیل میں بیان کی جا چکی ہے۔

وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

اور ہم نے اسے اور اس کے بیٹے کو اہل عالم کے لیے نشانی بنا دیا۔

اگر کوئی شخص بھی ان دونوں ماں بیٹے کے حال پر غور وفکر کرے گا تو اسے اللہ تعالیٰ کی کمالِ قدرت نظر آئے گی۔

(۹۲) اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً

بے شک یہ تمھاری ملت ایک ملت واحدہ ہے۔

جو ملت اسلام اور ملت توحید ہے انبیا کے درمیان ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ

اور میں تمھارا پروردگار ہوں میرے علاوہ کوئی اور معبود نہیں ہے لہٰذا تم صرف میری عبادت کرو میرے غیر کی نہیں۔

(۹۳) وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ

اور انھوں نے آپس میں دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا، دین میں تفرقہ پیدا کیا اور اس کے معاملے کو ٹکڑوں میں بانٹ دیا۔

كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ

مختلف گروہوں میں منقسم فرقے سب کے سب ہماری ہی طرف واپس آئیں گے اور ہم ہی انھیں جزا دیں گے۔

(۹۴) فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ

پس جو بھی نیک اعمال بجا لائے گا بشرطے کہ وہ مومن ہو تو اس کی کوشش کی ناقدری نہ ہوگی۔ یعنی وہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتا ہو، کفران ثواب روکنے کا استعارہ ہے جس طرح شکر عطا کرنے کا استعارہ ہے۔

وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ

اور ہم اس کی سعی وکوشش کو لکھ رہے ہیں اور اسے اس کے صحیفۂ عمل میں مندرج کر رہے ہیں۔

(۹۵) وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ

اور جس بستی والوں کو ہم نے ہلاک کر دیا ان کے لیے واپسی ناممکن ہے اس بستی کے باشندوں کے لیے محال ہے ان کے بارے میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ وہ واپس آ جائیں کہا گیا ہے یعنی اس دنیا میں ان کی واپسی یا ان کا توبہ کرنا ممکن نہیں ہے۔[۱]

اور کہا گیا ہے کہ ''لا'' زائد ہے۔[۲]

کتاب فقیہ میں امیر المومنین علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ نے جمعہ کے خطبے میں فرمایا:

الم تروا الی۔۔۔ انھم لا یرجعون کیا تم نے دیکھا نہیں کہ تمھارے گزشتگان واپس نہیں آئے اور تمھارے

(۱) انوار التنزیل، ج ۲، ص ۸۱ (۲) انوار التنزیل، ج ۲، ص ۸۱

بعد آنے والے جو موجود ہیں وہ باقی نہیں رہیں گے۔

اللّٰہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے اور جس بستی والوں کو ہم نے ہلاک کر دیا ان کے لیے واپسی ناممکن ہے۔[۱]

تفسیر قمی میں صادقین سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے جس بستی والوں کو عذاب نازل کر کے ہلاک کر دیا وہ رجعت میں واپس نہیں آئیں گے۔[۲]

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ہر وہ بستی جسے اللّٰہ نے عذاب نازل کر کے ہلاک کر ڈالا اس کے باشندے واپس نہیں آئیں گے۔[۳]

(۹۶) حَتّٰۤی اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَ مَاْجُوْجُ

یہاں تک کہ جب یاجوج اور ماجوج کے بند کو کھول دیا جائے گا۔

تفسیر قمی میں ہے کہ جب زمانے کا آخری دور ہوگا تو یاجوج اور ماجوج دنیا میں آئیں گے اور لوگوں کو کھائیں گے۔[۴]

وَ هُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ

اور وہ ہر بلندی سے تیزی کے ساتھ آتے نظر آئیں گے۔

---

(۱) من لایحضرہ الفقیہ، ج۱، ص۲۷۶، ح۱۲۶۲

(۲) تفسیر قمی، ج۱، ص۲۵

(۳) مجمع البیان، ج۷۔۸، ص۶۳

(۴) تفسیر قمی، ج۲، ص۷۶

وَ اقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِیَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ یٰوَیْلَنَا
قَدْ كُنَّا فِیْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِیْنَ ﴿۹۷﴾
اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ﴿۹۸﴾
لَوْ كَانَ هٰۤؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ؕ وَكُلٌّ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۹۹﴾
لَهُمْ فِیْهَا زَفِیْرٌ وَّ هُمْ فِیْهَا لَا یَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾
اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤی ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ۙ﴿۱۰۱﴾
لَا یَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَهَا ۚ وَهُمْ فِیْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ۚ﴿۱۰۲﴾
لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَ تَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ هٰذَا یَوْمُكُمُ الَّذِیْ كُنْتُمْ
تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

---

(۹۷) اور وعدہ حق پورا ہونے کا وقت قریب آجائے گا تب کافروں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔ کہیں گے ہائے ہماری کم بختی ہم اس چیز کی طرف سے غفلت میں پڑے ہوئے تھے بلکہ ہم ہی خطا کار تھے۔

(۹۸) بے شک تم اور اللہ کے علاوہ تم جنھیں پوجتے ہو وہ جہنم کا ایندھن ہیں اور تم کو بھی وہیں جانا ہے۔

(۹۹) اگر یہ واقعی خدا ہوتے تو وہاں نہ جاتے ان سب کو ہمیشہ اسی دنیا میں رہنا ہے۔

(۱۰۰) اس میں اُن کے لیے چیخ وچنگھاڑ ہوگی اور وہاں کان پڑی آواز سنائی نہ دے گی۔

(۱۰۱) بے شک جن لوگوں کے لیے ہماری طرف سے پہلے ہی بھلائی مقرر ہوچکی ہے وہ لوگ اس سے دور رکھے جائیں گے۔

(۱۰۲) وہ اس کی سرسراہٹ تک نہ سنیں گے اور وہ ہمیشہ اپنی من پسند چیزوں کے درمیان میں رہیں گے۔

(۱۰۳) انھیں قیامت کا ہول ناک منظر بھی غمگین نہ کرسکے گا فرشتے اُن کا استقبال کریں گے اور کہیں گے یہ تمھارا وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔

---

(۹۷) وَ اقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِیَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا

اور وعدۂ حق پورا ہونے کا وقت قریب آجائے گا تب کافروں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔

یہ جملہ جواب شرط ہے اور لفظ ''اذا'' کسی چیز کے غیر متوقع طور پر ہونے پر بولا جاتا ہے۔

یٰوَیْلَنَا قَدْ كُنَّا فِیْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا

کہیں گے ہائے ہماری کم بختی ہم اس چیز کی طرف سے غفلت میں پڑے ہوئے تھے، ہمیں معلوم نہیں تھا کہ یہ حق ہے۔

بَلْ كُنَّا ظٰلِمِیْنَ

بلکہ ہم ہی خطا کار تھے ہم نے نظر کے بگاڑ کی وجہ سے اپنے نفسوں پر ظلم ڈھایا ہے اور تنبیہ پر دھیان نہ دینے کے سبب اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے۔

(۹۸) اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ

بے شک تم اور اللہ کے علاوہ تم جنھیں پوجتے ہو وہ جہنم کا ایندھن ہیں

اور تم کو بھی وہیں جانا ہے۔ انھیں جہنم میں پھینک دیا جائے گا اور جہنم کو بھڑکا دیا جائے گا۔

تفسیر قمی میں ہے یقذفون فیھا قذفا انھیں جہنم میں اس طرح پھینکا جائے گا جسے پتھر کو پھینکا جاتا ہے۔[۱]

اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ (اور تم کو بھی وہیں جانا ہے) یہ جملہ دلالت کرتا ہے کہ انھیں جہنم کی خاطر لایا گیا ہے۔

(۹۹) لَوْ كَانَ هٰۤؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ؕ وَكُلٌّ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ

اگر یہ واقعی خدا ہوتے تو یہ لوگ جہنم میں نہ جاتے ان سب کو ہمیشہ اسی میں رہنا ہے اس سے کبھی بھی چھٹکارا نہ پاسکیں گے۔

(۱۰۰) لَهُمْ فِیْهَا زَفِیْرٌ وَّهُمْ فِیْهَا لَا یَسْمَعُوْنَ

اس میں ان کے لیے چیخ و چنگھاڑ ہوگی اور وہاں کان پڑی آواز سنائی نہ دے گی۔

زفیر کے معنی ہیں آہ آہ کرنا، اور بہت تیز سانس لینا۔

کتاب قرب الاسناد میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ روز قیامت ہر اس چیز کو لے آئے گا اللہ کو چھوڑ کر جس کی عبادت کی جاتی تھی سورج، یا چاند یا اس کے علاوہ دوسری چیزیں پھر ہر انسان سے جس کی وہ عبادت کیا کرتا تھا اس کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ جس نے بھی غیر خدا کی عبادت کی تھی وہ یہ کہے گا اے ہمارے پروردگار ہم اس چیز کی عبادت اس لیے کرتے تھے کہ وہ شے ہمیں تجھ سے قریب کر دے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرشتوں سے کہے گا کہ انھیں اور یہ جن چیزوں کی عبادت کیا کرتے تھے سب کو جہنم میں لے جاؤ سوائے ان کے جنھیں میں نے مستثنیٰ کر دیا ہے اس لیے کہ وہ لوگ جہنم سے دور کر دیے گئے ہیں۔[۲]

کتاب علل الشرائع میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو سورج اور چاند

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۷۶ (۲) قرب الاسناد، ص ۸۵، ح ۲۷۹

کو دوٹیلوں کی شکل میں لایا جایا جائے گا پھر ان کو اور جو ان کی عبادت کیا کرتے تھے انھیں جہنم میں پھینک دیا جائے گا وہ اس لیے کہ جب ان کی عبادت کی گئی تو یہ اس سے راضی تھے۔[1]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ اس حدیث کی تاویل سورۂ رحمٰن کی آیت نمبر ۱۲ کے ذیل میں بیان کی جائے گی۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اس سے مکے کے باشندوں کو بہت زیادہ افسوس ہوا عبداللّٰہ بن زبعری ان کے پاس آیا اور کفارِ قریش اس آیت کے بارے میں باتوں میں الجھے ہوئے تھے ابن الزبعری نے ان سے کہا کیا میں محمد سے اس بارے میں گفتگو کروں؟ انھوں نے کہا بے شک تو ابن الزبعری بولا اگر محمدؐ نے اعتراف کرلیا کہ یہ آیت نازل ہوئی ہے تو ہم ان سے اس بارے میں جھگڑا کریں گے وہ دونوں جمع ہوئے تو ابن الزبعری نے کہا اے محمد تم نے جو آیت ابھی پڑھی ہے کیا وہ ہمارے بارے میں ہے اور خاص طور پر ہمارے معبودوں کے بارے میں ہے یا دیگر امت اور ان کے معبودوں کے بارے میں بھی ہے آنحضرتؐ نے فرمایا یہ آیت تمھارے اور تمھارے معبودوں کے بارے میں اور دیگر امتوں اور ان کے خداؤں کے بارے میں ہے مگر اللّٰہ نے انھیں مستثنیٰ کر دیا ہے تو ابن الزبعری نے کہا خدا کی قسم میں تم سے بحث کروں گا کیا تم حضرت عیسیٰ کا اچھے الفاظ میں ذکر نہیں کرتے ہو؟ جب کہ تم جانتے ہو کہ نصاریٰ عیسیٰؑ اور ان کی والدہ کی عبادت کرتے ہیں اور انسانوں کا ایک گروہ فرشتوں کی عبادت کرتا ہے کیا یہ بھی دیگر خداؤں کے ساتھ جہنم میں ہوں گے؟ تو رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں ایسا نہیں ہے! قریش شور مچانے اور قہقہہ لگانے لگے قریش نے کہا ابن الزبعری نے تمھیں لاجواب کر دیا تو رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم غلط بات کہہ رہے ہو کیا میں نے کہا نہیں تھا مگر اللّٰہ نے جسے مستثنیٰ کر دیا ہے اور وہ اللّٰہ تعالیٰ کا قول ہے اِنَّ الَّذِیۡنَ سَبَقَتۡ لَہُمۡ مِّنَّا الۡحُسۡنٰۤی ۙ اُولٰٓئِکَ عَنۡہَا مُبۡعَدُوۡنَ تک[2]

(۱۰۱) اِنَّ الَّذِیۡنَ سَبَقَتۡ لَہُمۡ مِّنَّا الۡحُسۡنٰۤی

بے شک جن لوگوں کے لیے ہماری طرف سے پہلے ہی بھلائی مقرر ہو چکی ہے۔

الۡحُسۡنٰۤی سے مراد ہے اچھی عادتیں۔

اُولٰٓئِکَ عَنۡہَا مُبۡعَدُوۡنَ وہ لوگ اس سے دور رکھے جائیں گے۔

تفسیر قمی میں ہے یعنی ملائکہ اور عیسیٰ بن مریم علیہ السلام۔[3]

(۱۰۲) لَا یَسۡمَعُوۡنَ حَسِیۡسَہَا ۚ وَ ہُمۡ فِیۡ مَا اشۡتَہَتۡ اَنۡفُسُہُمۡ خٰلِدُوۡنَ

وہ اس کی سرسراہٹ تک نہ سنیں گے اور وہ ہمیشہ اپنی من پسند چیزوں کے درمیان میں رہیں گے۔

حَسِیۡس وہ آواز جسے محسوس کیا جائے۔

---

(۱) علل الشرائع، ص ۲۰۵، ح ۸۷ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۷۶ (۳) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۷۶-۷۷

(۱۰۳) لَا یَحۡزُنُهُمُ الۡفَزَعُ الۡاَکۡبَرُ وَ تَتَلَقّٰىهُمُ الۡمَلٰٓئِکَةُ ؕ هٰذَا یَوۡمُکُمُ الَّذِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ

انھیں قیامت کا ہول ناک منظر بھی غمگین نہ کر سکے گا، فرشتے ان کا استقبال کریں گے اور کہیں گے یہ تمھارا دن ہے جس کا تم سے دنیا میں وعدہ کیا گیا تھا۔[۱]

کتاب مجالس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے حضرت علی علیہ السّلام سے فرمایا کہ اے علی تم اور تمھارے شیعہ حوض پر جسے چاہیں گے سیراب کریں گے اور جسے ناپسند کرتے ہوں گے اسے حوض سے ہٹا دیں گے اور فزع اکبر[۲] والے دن عرش کے سایے میں تم سب محفوظ رہو گے لوگ خوف زدہ ہوں گے مگر تم لوگ خوف زدہ نہیں ہو گے لوگ محزون وملول ہوں گے لیکن تم ملول وغمگین نہ ہوؤ گے اور یہ آیت تمھارے ہی بارے میں نازل ہوئی ہے... اِنَّ الَّذِیۡنَ سَبَقَتۡ لَهُمۡ مِّنَّا الۡحُسۡنٰٓی... اور تمھارے ہی لیے یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

لَا یَحۡزُنُهُمُ الۡفَزَعُ الۡاَکۡبَرُ...[۳]

کتاب محاسن میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ ہمارے شیعوں کو قیامت کے دن ان کے گناہوں کے باوجود اس طرح مبعوث کرے گا کہ ان کے چہرے نورانی ہوں گے، ان کی شرم گاہیں چھپی ہوئی ہوں گی وہ خوف سے محفوظ ہوں گے، انھیں آنے میں آسانی ہوگی اور ان سے سختیاں ختم ہوچکی ہوں گی وہ یاقوت کے ناقوں پر سوار ہوں گے وہ جنت میں مسلسل چکر لگاتے رہیں گے ان پر نُور کی ایک جالی ہوگی جو چمک رہی ہوگی ان کے لیے دسترخوان لگائے جائیں گے وہ کھانے پینے میں مشغول ہوں گے اور لوگ حساب کتاب میں پھنسے ہوں گے اور وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ثابت ہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ سَبَقَتۡ لَهُمۡ مِّنَّا الۡحُسۡنٰٓی...[۴]

---

(۱) الامال شیخ صدوق، ص ۴۵۱

(۲) الفزع الاکبر بڑے خوف کا دن یعنی روز قیامت

(۳) الامالی از شیخ صدوق، ص ۴۵۱، ح ۲، مجلس ۸۳

(۴) المحاسن، ج ۱، ص ۲۸۵–۲۸۶، ح ۵۶۳

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ؕ كَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۱۰۴﴾

وَ لَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

اِنَّ فِيْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ؕ

وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾

---

(۱۰۴) جس روز ہم آسمان کو ایسے لپیٹ دیں گے جیسے طومار میں اوراق لپیٹ دیے جاتے ہیں۔ جس طرح ہم نے خلقت کی ابتدا کی تھی اسی طرح ہم اسے واپس لائیں گے۔ یہ ہمارا وعدہ ہے جسے ہم پورا کر کے رہیں گے۔

(۱۰۵) اور بے شک ہم نے زبور میں ذکر کے بعد لکھ دیا ہے کہ میرے صالح بندے زمین کے وارث بنیں گے۔

(۱۰۶) بلاشبہ اس میں ہمارے عبادت گزار بندوں کے لیے ایک بہت بڑا پیغام ہے۔

(۱۰۷) اور اے نبی ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

---

(۱۰۴) يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ

جس روز ہم آسمان کو ایسے لپیٹ دیں گے جیسے طومار میں اوراق لپیٹ دیے جاتے ہیں۔

کہا گیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جیسے اوراق کو کتابت یا جس کے لیے کتابت کی گئی ہو اس کے لیے لپیٹ دیا جائے۔[1]

اور سجل کو بصورت جمع بھی پڑھا گیا ہے یعنی کثیر معانی و مطالب کے لیے جو اس میں تحریر کی جائیں۔

تفسیر قمی میں ہے فرمایا السِّجِلِّ سے مراد وہ فرشتہ ہے جو نامۂ اعمال کو لپیٹتا ہے اور نَطْوِي کا مفہوم یہ ہے کہ ہم اس دنیا کو فنا کر دیں گے تو آسمان دھواں بن جائے گا اور زمین آگ میں تبدیل ہو جائے گی۔[2]

كَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ

جس طرح ہم نے خلقت کی ابتدا کی تھی اسی طرح ہم اسے واپس لائیں گے۔

---

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج ۲، ص ۸۲

(۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۷۷

وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ

اس وعدے کو پورا کرنا ہمارا کام ہے اور ہم بہرحال اسے پورا کر کے رہیں گے تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تمھیں روز قیامت برہنہ، ننگے پاؤں، غیر مختنوں محشور کیا جائے گا ...وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ[1]

(۱۰۵) وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اور بے شک ہم نے داؤدؑ کی کتاب زبور میں لکھ دیا ہے ذکر کے بعد تفسیر قمی میں ہے کہ تمام کتابیں ذکر ہیں۔[2]

اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ

کہ میرے صالح بندے زمین کے وارث ہوں گے۔

فرمایا اس سے مراد قائم علیہ السّلام اور ان کے اصحاب ہیں۔[3]

فرمایا زبور میں جنگوں کا ذکر، حمد، بزرگی اور دعا ہے۔[4]

اور دوسری روایت میں ہے کہ خداوند عالم نے داؤدؑ پر زبور کو نازل فرمایا جس میں حمد باری عزاسمہ، اس کی بزرگی وعظمت، دعا، رسول اللہؐ کے بارے میں خبریں، امیرالمومنینؑ اور ان کی ذریت میں آنے والے ائمہ کا ذکر ہے نیز رحمت کی خبریں اور قائم علیہ السّلام کا تذکرہ بھی موجود ہے۔[5]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا گیا ہے کہ زبور کیا ہے؟ اور ذکر کیا ہے؟ تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ ذکر اللہ کے پاس ہے اور زبور وہ کتاب ہے جسے داؤد علیہ السّلام پر نازل کیا گیا اور جو کتاب بھی نازل ہوئی وہ اہل علم کے پاس ہے اور ہم وہی اہلِ علم ہیں۔[6]

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السّلام سے اللہ تعالیٰ کے قول اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ کے ذیل میں وارد ہوا ہے امام علیہ السّلام نے فرمایا وہ آخری زمانے میں اصحاب مہدی علیہ السّلام ہیں۔[7]

صاحب مجمع البیان نے فرمایا اور اس امر پر وہ روایات دلالت کرتی ہیں جو خاص و عام سے مروی ہیں وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اگر دنیا کے ختم ہونے میں ایک دن باقی رہ جائے گا تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس دن کو طولانی بنا دے گا یہاں تک کہ اللہ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص کو مبعوث کرے گا اور وہ آ کر زمین کو عدل و داد سے اسی طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔[8]

(۱۰۶) اِنَّ فِيْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ

یہ جو اخبار و مواعظ ذکر کیے گئے ہیں بے شک اس میں ہمارے تمام عبادت گزار بندوں کے لیے ایک

---

(۱) مجمع البیان، ج ۷–۸، ص ۶۶ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۷۷ (۳) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۷۷
(۴) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۷۷ و ۱۲۶ (۵) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۷۷ و ۱۲۶ (۶) الکافی، ج ۱، ص ۲۲۵–۲۲۶، ح ۶
(۷) مجمع البیان، ج ۷–۸، ص ۶۶–۶۷ (۹) مجمع البیان، ج ۷–۸، ص ۶۶–۶۷

بہت بڑا پیغام ہے۔

(۱۰۷) وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ

اور اے نبیؐ ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اس لیے کہ نبی کو جس کے ساتھ بھیجا گیا ہے وہ سبب ہے ان کو نیک بخت بنانے کے لیے اور ان کے معاش اور معاد کی درستی کا باعث ہے اور یہ نبی کافروں کے لیے بھی رحمت ہیں کہ وہ آپ کی وجہ سے زمین کو دھنسنے، مسخ ہونے اور نیست و نابود کر دینے والے عذاب سے محفوظ رہیں گے۔

کتاب احتجاج میں امیر المومنین علیہ السّلام سے مروی ہے آپ کسی زندیق کو جواب دے رہے تھے اللہ تعالیٰ کا قول اپنے نبی کے لیے وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ہے اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ ایمان کے مخالف جو صاحبان ملت ہیں اور کافروں میں جو ان کے نقش قدم پر چل رہے ہیں وہ سب کفر میں اپنی انتہا تک پہنچے ہوئے ہیں اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر ایک کے لیے رحمت ہوتے تو وہ سب کے ہدایت یافتہ ہو جاتے اور عذاب جہنم سے نجات پا جاتے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو رحمۃ للعالمین کہا ہے تو انھیں اس دنیا کے باشندوں کے لیے مہلت کا سبب بنا دیا ہے اس لیے کہ آپ سے پیشتر جو انبیا تشریف لائے وہ تصریح کے ساتھ آئے نہ کہ تعریض (دوسرے پر ڈال کر بات کرنا) کے ساتھ اور ان میں سے کوئی نبی بھی جب اللہ کے حکم کو واضح طور سے بیان کرتا تھا اور اس کی قوم اسے قبول کر لیتی تھی تو وہ محفوظ رہتے تھے اور جملہ مخلوقات اپنے اپنے گھروں میں بحفاظت رہتے تھے اور اگر وہ مخالفت کرتے تھے تو وہ ہلاک ہوجاتے اور گھروں کے تمام باشندے ان آفتوں کے باعث ہلاک ہو جاتے تھے۔

ان کے نبی انھیں جن سے ڈرایا کرتے تھے اور ان آفتوں کے آنے اور ان کے تمھارے صحن میں نازل ہونے کی خبر دیتے تھے جیسے زمین کا دھنسنا یا آگ میں پھینکا جانا یا بھونچال کا آنا یا تیز و تند ہوا کا چلنا یا زلزلہ کا آنا یا ان کے علاوہ دیگر عذاب سے دوچار ہونا جس کی وجہ سے سابقہ امتیں ہلاک ہوگئیں اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی اور ان کی حجتوں کو زمین میں صبر کی تعلیم دی ایسا صبر کہ سابقہ انبیائے کرام جسے برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے اللہ تعالیٰ نے انھیں تعریض کے ساتھ مبعوث فرمایا نہ کہ تصریح کے ساتھ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کی محبت کو تعریض کے ساتھ ثابت کر دیا نہ کہ تصریح کے ساتھ۔

جیسا کہ انھوں نے اپنے وصی کے لیے فرمایا **من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ وھو منی بمنزلہ ھارون من موسی الا انہ لا نبی بعدی** میں جس کا مولیٰ ہوں علیؑ اس کا مولیٰ ہے اور اس کو مجھ سے وہی منزلت حاصل ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ کے ساتھ تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور نبی کی طبیعت اور عادت سے مناسبت نہیں رکھتا کہ وہ ایسی بات کہے جس کا کوئی مفہوم نہ ہو تو امت پر لازم ہے کہ وہ جان لے کہ جب نبوت اور اخوت دونوں

ہارونؑ کی خلقت میں موجود تھیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس کو ان کی منزلت قرار دیا تھا اس میں معدوم تھیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت پر اسی طرح جانشین بنایا تھا جس طرح موسیٰؑ نے ہارونؑ کو بنایا تھا جبکہ ان سے کہا تھا۔

اخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ... (الاعراف: ۱۴۲) اے ہارونؑ تم میری قوم میں میرے جانشین بن جاؤ اور اگر ان سے یہ کہا ہوتا تم امامت کا قلادہ نہ پہناؤ مگر بعینہٖ فلاں شخص کو ورنہ تم پر عذاب نازل ہو جائے گا تو ان پر عذاب نازل ہو جاتا اور مہلت اور تاخیر کا باب ختم ہو جاتا۔[۱]

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے جبرئیل امین سے دریافت کیا کہ کیا اس رحمت سے کچھ تم تک بھی پہنچا ہے جبرئیل نے جواب دیا ہاں میں اپنے انجام امر سے ڈرتا تھا تو میں آپ پر ایمان لایا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قول سے میری تعریف کی:

ذِیْ قُوَّۃٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَکِیْنٍ (التکویر ۲۰) جو بڑی قوت والا عرش والے کے نزدیک بلند مرتبہ ہے۔[۲]

---

(۱) الاحتجاج، ج۱، ص۳۷۹۔۳۸۰

(۲) مجمع البیان، ج۷۔۸، ص۶۷

قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۸﴾
فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ وَاِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ اَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۹﴾
اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۱۱۰﴾
وَاِنْ اَدْرِيْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۱۱۱﴾
قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ ع ۷ ۹ ۷

(۱۰۸) فرما دیجیے کہ مجھ پر یہ وحی آئی ہے کہ یقیناً تمھارا معبود بس ایک خدا ہے تو پھر کیا تم تسلیم کرتے ہو؟
(۱۰۹) پھر اگر وہ روگردانی کریں تو کہہ دیجیے کہ میں نے علی الاعلان تم کو خبردار کر دیا ہے مجھے یہ پتا نہیں کہ جس عذاب کا وعدہ کیا گیا ہے وہ قریب ہے یا دور۔
(۱۱۰) بے شک اللہ وہ باتیں بھی جانتا ہے جو بلند آواز میں کہی جاتی ہیں اور وہ بھی جنھیں تم چھپاتے ہو۔
(۱۱۱) میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ تاخیر میں تمھارے لیے آزمائش ہے اور ایک خاص مدت تک تمھیں مزے کرانا ہے۔
(۱۱۲) آخرکار رسول نے دعا کی اے میرے رب حق کے ساتھ فیصلہ کر دے اور اور لوگو تم جو باتیں بناتے ہو ان کے مقابلے میں ہمارا رب فیض رساں ہے اور ہمارے لیے مدد کا سہارا ہے۔

(۱۰۸) قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ
اے پیغمبرؐ آپ فرما دیجیے کہ مجھ پر یہ وحی آئی ہے کہ یقیناً تمھارا معبود بس ایک خدائے واحد ہے۔
مجھ پر جو وحی کی گئی ہے انہ لا الہ لکم الا الہ واحد کہ بلاشبہ کوئی معبود نہیں ہے مگر جو تمھارا معبود ہے اور وہ ایک خدائے واحد ہے اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا اصل مقصد توحید پر منحصر ہے۔
فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ تو پھر کیا تم اسے تسلیم کرتے ہو؟
وحی کے مطابق کیا تم اپنی عبادت خالصۃً اللہ کے لیے کرتے ہو؟
(۱۰۹) فَاِنْ تَوَلَّوْا پس اگر وہ توحید یا وصیت سے روگردانی کریں۔
فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَآءٍ
تو کہہ دیجیے کہ مجھے جو حکم دیا گیا تھا میں نے تمھیں عدل کے مطابق اس سے مطلع کر دیا ہے۔
وَاِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ اَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ مجھے یہ پتا نہیں کہ جس عذاب کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ

قریب ہے یا دور بہر حال ہو کر رہے گا۔

(۱۱۰) اِنَّهٗ یَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ

بے شک اللہ وہ باتیں بھی جانتا ہے جو تم علانیہ طور سے اسلام کی طعن و تشنیع کرتے ہوئے کہتے ہو۔

وَیَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ اور مسلمانوں کے لیے جو کینہ اور بغض تم اپنے دل میں پوشیدہ طور سے رکھتے ہو اللہ کو اس کی بھی خبر ہے وہ اس بات پر تمھیں سزا دے گا۔

(۱۱۱) وَ اِنْ اَدْرِیْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ

اور مجھے معلوم نہیں لیکن ہو سکتا ہے کہ تمھاری جزا میں تاخیر کا سبب استدراج (خدا کا تم کو ڈھیل دینا) ہو اور تمھاری آزمائش میں اضافہ کرنا ہو یا امتحان ہو کہ وہ دیکھے کہ تم کس طرح عمل کر رہے ہو؟

وَمَتَاعٌ اِلٰى حِیْنٍ اور ایک خاص مدت تک کے لیے جو اس کی مشیت کا تقاضا ہو تمہیں فائدہ پہنچانا اور لذت سے دوچار کرنا مطلوب ہو۔

(۱۱۲) قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ آخر کار رسولؐ نے دعا کی اے میرے رب تو حق کے ساتھ فیصلہ کر دے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ کافروں کو نہ چھوڑ اور حق سے مراد ظالمین سے انتقام ہے فرمایا کہ اس جیسا مفہوم سورۂ آل عمران میں ہے لَیْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ اَوْ یَتُوْبَ عَلَیْهِمْ اَوْ یُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ (آل عمران ۱۲۸) اے نبیؐ آپ کا اس معاملے میں کچھ اختیار نہیں ہے اللہ چاہے تو ان کی توبہ قبول کرلے چاہے تو انھیں عذاب دے کیوں کہ وہ ظالم ہیں[۱] قول رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیان کرنے کے لیے لفظ ''قال'' لایا گیا۔[۲]

وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ اور ہمارا رب فیض رساں ہے مخلوقات پر بہت زیادہ رحمت کرنے والا ہے۔

الْمُسْتَعَانُ ہمارے لیے مدد کا سہارا ہے اسی سے مدد طلب کی جاتی ہے۔

عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ وہ اللہ نہایت مہربان اور مددگار ہے

اس لیے کہ قوت و طاقت ان کے پاس تھی اور یہ کہ پرچم اسلام کچھ دنوں تک لہرایا پھر ٹھہر گیا اور اگر وعدہ سچا ہوتا تو ان پر عذاب نازل ہوتا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی دعا کو قبول کر لیا ان کی آرزوؤں کو خاک میں ملا دیا اور ان کے خلاف اپنے رسول کی مدد و نصرت کی۔

کتاب ثواب الاعمال اور تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جو بھی سورۂ انبیا کو اس سورے سے محبت کرتے ہوئے تلاوت کرے گا تو گویا کہ اس نے تمام انبیائے کرام سے جنات النعیم میں رفاقت حاصل کر لی اور وہ شخص دنیاوی زندگی میں ہی لوگوں کی نگاہوں میں بارعب ہوگا۔[۳]

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۷۸ (۲) انوار التنزیل، ج ۲، ص ۸۴ (۳) ثواب الاعمال، ص ۱۰۸، سورۂ انبیا پڑھنے کا ثواب

سورۃ الحج

سورۃ الحج مدنی سورہ ہے سوائے ان آیتوں کے جو سفر کے دوران نازل ہوئیں اور کچھ لوگوں کا خیال ہے سوائے چھ آیتوں کے اور کچھ نے کہا ہے کہ چار آیتیں ہیں اس سورہ میں آیتوں کی تعداد ۷۸ ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّكُمۡ ۚ اِنَّ زَلۡزَلَةَ السَّاعَةِ شَیۡءٌ عَظِیۡمٌ ۝۱
یَوۡمَ تَرَوۡنَهَا تَذۡهَلُ كُلُّ مُرۡضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرۡضَعَتۡ وَ تَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمۡلٍ
حَمۡلَهَا وَ تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَ مَا هُمۡ بِسُكٰرٰى وَ لٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ
شَدِیۡدٌ ۝۲

اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان، نہایت مشفق ہے۔

(۱) اے لوگو! اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو یہ کہ قیامت کا زلزلہ بڑا ہی ہولناک ہے۔

(۲) جس روز تم دیکھو گے کہ دودھ پلانے والی عورتیں اپنے دودھ پیتے بچے سے غافل ہو جائیں گی اور حاملہ عورتیں اپنا حمل گرا دیں گی اور تم لوگوں کو نشے کی حالت میں پاؤ گے حالاں کہ وہ نشے میں نہ ہوں گے البتہ اللہ کا عذاب شدید ہوگا۔

---

(۱) یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّكُمۡ

اے لوگو! تم اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو۔

اِنَّ زَلۡزَلَةَ السَّاعَةِ شَیۡءٌ عَظِیۡمٌ

یہ کہ قیامت کا زلزلہ بڑا ہی ہولناک ہے۔

کتاب احتجاج میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا، اے لوگو! تقویٰ اختیار کرو تقویٰ اختیار کرو قیامت سے ڈرو جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّ زَلۡزَلَةَ السَّاعَةِ شَیۡءٌ عَظِیۡمٌ [۱]

تفسیر قمی میں ہے کہ اس آیت میں عام لوگوں سے خطاب کیا گیا ہے۔[۲]

---

(۱) احتجاج، ج۱، ص۸۲ (۲) تفسیر قمی، ج۲، ص۷۸

کہا گیا ہے یہ وہ زلزلہ ہے جو مغربی جانب سے سورج نکلنے سے پہلے ہوگا اور یہ قیامت کی شرطوں میں سے ہے۔[1]

(۲) يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ

جس روز تم دیکھو گے کہ دودھ پلانے والی عورتیں اپنے دودھ پیتے بچے سے غافل ہو جائیں گی۔

کہا گیا ہے کہ یہ قیامت کی ہولناکی کی تصویر ہے اور ترونہا میں "ھا" کی ضمیر زلزلہ کی طرف اشارہ کرتی ہے اور اس امر کی جانب رہنمائی کرنا مطلوب ہے کہ زلزلے کی ہولناکی اس بلا کی ہوگی کہ وہ اس عورت کو مدہوش کر دے گی جو اپنے بچے کو پستان سے دودھ پلا رہی ہوگی وہ اس کے منہ سے پستان کو باہر نکال دے گی اور اپنے بچے سے غافل ہو جائے گی۔[2]

وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا

اور حاملہ عورتیں اپنا حمل گرا دیں گی۔

تفسیر قمی میں ہے امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ جو حاملہ عورت قیامت کے زلزلے کے وقت موت سے ہمکنار ہوگی تو وہ قیامت کے دن اپنا حمل گرا دے گی۔[3]

وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى

اور تم لوگوں کو نشے کے عالم میں پاؤ گے حال آں کہ وہ نشے میں نہ ہوں گے۔

جب تم لوگوں کو اس روز دیکھو گے تو یوں محسوس ہوگا کہ گویا کہ وہ نشے کے عالم میں ہیں لیکن درحقیقت وہ نشے میں نہ ہوں گے۔

وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ

البتہ اللّٰہ کا عذاب شدید ہوگا۔

تفسیر قمی میں ہے کہ غم و الم اور خوف اور ڈر کی وجہ سے ان کی عقلیں زائل ہو جائیں گی اور وہ لوگ عالمِ حیرت میں ہوں گے۔[4]

تفسیر مجمع البیان میں ہے عمران الحصین اور ابوسعید خدری نے کہا ہے کہ آغاز سورہ کی دو آیتیں رات کے وقت بنو مصطلق کی جنگجوؤں (غازیوں) کے بارے میں نازل ہوئیں اور وہ خزاعہ کا ایک قبیلہ ہے اور لوگ جا رہے تھے رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں آواز دی انھوں نے اپنی سواریاں بٹھلائیں یہاں تک کہ وہ رسول اکرمؐ کے گردوپیش جمع ہو گئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیتیں انھیں پڑھ کر سنائیں اس شب سے زیادہ کسی کو روتے ہوئے نہیں دیکھا جب صبح ہوئی تو انھوں نے اپنی سواریوں سے نہ تو زینیں اتاریں اور نہ ہی خیمے نصب کیے بس

---

(۱) انوار التنزیل، ج ۲، ص ۸۴ (۲) انوار التنزیل، ج ۲، ص ۸۴
(۳) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۷۸ (۴) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۷۸

لوگ یا تو رو رہے تھے یا غمگین بیٹھے ہوئے سوچوں میں گم تھے۔

رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے کہا کیا تمھیں معلوم ہے وہ کون سا دن ہوگا انھوں نے جواب دیا کہ اللّٰہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ دن وہ ہوگا جب اللّٰہ تعالیٰ آدمؑ سے کہے گا کہ تمھاری اولاد میں سے جو جہنم میں جانے والے ہیں انھیں جہنم کی طرف بھیج دو تو آدمؑ کہیں گے کتنے کتنے تو اللّٰہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا ہر ہزار میں سے ۹۹۹ جہنم میں جائیں گے صرف ایک جنت میں جائے گا۔

مسلمانوں کو یہ بات بہت گراں گزری اور وہ رونے لگے اور انھوں نے کہا یارسول اللّٰہؐ پھر کون نجات پائے گا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمھیں بشارت ہو تمھارے ساتھ دو مخلوقات ہیں یاجوج اور ماجوج جب بھی وہ کسی چیز میں ہوں گے اسے بڑھاتے ہی رہیں گے تم دوسروں لوگوں کی بہ نسبت اس طرح ہو جیسے کالے بیل میں ایک سفید بال یا جوان اونٹ کے بازو پر کوئی نشان یا اونٹ کے پہلو میں کالے تل۔

پھر رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے امید ہے کہ تم اہل جنت کا ایک چوتھائی ہو گے انھوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا پھر فرمایا میں امید کرتا ہوں تم اہل جنت کے ایک تہائی ہو انھوں نے پھر تکبیر کہی پھر فرمایا مجھے امید ہے کہ تم جنت والوں میں دو تہائی ہو گے اس لیے کہ جنت والوں کی ایک سو بیس قطاریں ہوں گی جن میں سے اسّی قطاروں میں میری امت کے لوگ ہوں گے پھر فرمایا میری امت میں سے ستّر ہزار افراد بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔

اور بعض روایات میں ہے کہ عمر بن الخطابؓ نے کہا یا رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ستّر ہزار فرمایا ہاں اور ہر ایک کے ساتھ ستّر ہزار تو عکاشہ بن حصین کھڑے ہوئے اور انھوں نے کہا یارسول اللّٰہؐ آپ اللّٰہ سے دعا فرمائیں کہ اللّٰہ مجھے ان لوگوں میں سے قرار دے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللّٰہ تو اسے ان لوگوں میں سے قرار دے تو انصار کا ایک شخص کھڑا ہوا اس نے بھی کہا کہ یارسول اللّٰہؐ آپ اللّٰہ سے دعا کریں کہ مجھے بھی ان لوگوں میں سے قرار دے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عکاشہ تم سے سبقت لے گیا ابن عباس فرماتے ہیں چوں کہ انصاری منافق تھا اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لیے دعا طلب نہیں کی۔[1]

---

(۱) مجمع البیان، ج ۷۔۸، ص ۷۰

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ يَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ۙ﴿۳﴾
كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَ يَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۴﴾
يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ
مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّ غَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ
لَكُمْ ؕ وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا
ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ۚ وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ
الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ وَ تَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَاۤ
اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَ رَبَتْ وَ اَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِيْجٍ ﴿۵﴾

(۳) اور لوگوں میں سے کچھ ایسے افراد بھی ہیں جو اللہ کے بارے میں بغیر علم کے بحث کرتے ہیں اور سرکش شیطان کی پیروی کرنے لگتے ہیں۔

(۴) اس کے بارے میں یہ لکھ دیا گیا ہے کہ جو بھی اسے دوست بنائے گا وہ اسے گم راہ کر دے گا اور اسے جہنم کے عذاب کی راہ دکھائے گا۔

(۵) اے لوگو! اگر مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کے بارے میں تمھیں کوئی شک ہو تو یاد رکھو ہم نے تمھیں مٹی سے پیدا کیا پھر نطفے سے پھر علقہ سے پھر مضغہ سے جو تخلیق شدہ ہوتی ہے اور بغیر تخلیق کے بھی تاکہ تم پر اس حقیقت کو واضح کر دیں کہ ہم جس نطفے کو چاہتے ہیں ایک خاص وقت تک رحموں میں ٹھہراتے ہیں پھر تمھیں ایک بچے کی صورت میں نکال لاتے ہیں (پھر تمھاری پرورش کرتے ہیں) تاکہ تم اپنی مکمل جوانی تک پہنچو اور تم میں سے کچھ کو پہلے ہی بلا لیا جاتا ہے اور کسی کو بدترین عمر کی طرف پھیر دیا جاتا ہے تاکہ وہ علم کے بعد کچھ جاننے کے قابل نہ رہ جائے اور تم زمین کو خشک پاتے ہو اور جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ لہلہانے لگتی ہے اور نشوونما پاتی ہے اور ہر قسم کے خوش نما نباتات اگاتی ہے۔

(۳) وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ

اور لوگوں میں سے کچھ افراد ایسے بھی ہیں جو اللہ کے بارے میں بغیر علم کے بحث کرتے ہیں يُّجَادِلُ کے معنی ہیں یخاصم لڑنا جھگڑنا مخالفت اور دشمنی کرنا۔

وَّ یَتَّبِعُ کُلَّ شَیۡطٰنٍ مَّرِیۡدٍ

اور ہر سرکش شیطان کی پیروی کرنے لگتے ہیں۔

مَّرِیۡدٍ کے لفظی معنی ہیں جو فساد کے لیے وقف ہو چکا ہو۔

تفسیر قمی میں ہے کہ مَّرِیۡدٍ کے معنی میں الخبیث مکار، شرارتی، پست فطرت[1] کہا گیا ہے کہ یہ آیت نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی جو لڑا کا تھا وہ کہتا تھا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور قرآن گزشتہ لوگوں کے من گھڑت قصے ہیں اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا اور یہ آیت عمومیت رکھتی ہے اس کے لیے اور اس جیسے دوسرے افراد کے لیے۔[2]

(۴) کُتِبَ عَلَیۡہِ اَنَّہٗ مَنۡ تَوَلَّاہُ فَاَنَّہٗ یُضِلُّہٗ

اس کے بارے میں یہ لکھ دیا گیا ہے کہ جو بھی اسے دوست بنائے گا وہ اسے گمراہ کر دے گا۔

یعنی شیطان کے بارے میں لکھ دیا گیا ہے کہ جو شخص بھی شیطان سے دوستی رکھے گا شیطان اسے گمراہ کر دے گا اس لیے کہ گمراہ کرنا اس کی جبلّت میں شامل ہے۔

وَ یَہۡدِیۡہِ اِلٰی عَذَابِ السَّعِیۡرِ

اور اسے جہنم کے عذاب کی راہ دکھائے گا۔

(۵) یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اِنۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ رَیۡبٍ مِّنَ الۡبَعۡثِ

اے لوگو! اگر مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کے بارے میں تمھیں کوئی شک ہو اس کے امکان کے بارے میں اور اس کے واقع ہونے کے بارے میں۔

فَاِنَّا خَلَقۡنٰکُمۡ مِّنۡ تُرَابٍ

تو تم اپنی ابتدائے خلقت پر غور کرو وہ تمھارے شک کو زائل کر دے گی کیوں کہ ہم نے تمھیں مٹی سے پیدا کیا ہے آدمؑ کو مٹی سے خلق کیا اور ان غذاؤں سے جن سے منی بنتی ہے۔

ثُمَّ مِنۡ نُّطۡفَۃٍ

پھر اس کے بعد نطفہ سے یعنی منی کے جاری پانی سے۔

ثُمَّ مِنۡ عَلَقَۃٍ

پھر علقہ سے جمے ہوئے خون کے ٹکڑے سے۔

ثُمَّ مِنۡ مُّضۡغَۃٍ

پھر لوتھڑے سے، گوشت کا ایک ٹکڑا وہ اتنا ہوتا ہے جسے چبایا جا سکے اس لیے کہ مضغ کے معنی ہیں چبانا۔

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ نطفہ سفید ہوتا ہے جیسے گھاڑا بلغم وہ رحم میں ٹھہرا رہتا

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۷۸ (۲) بیضاوی انوار التنزیل، ج ۲، ص ۸۵

ہے جب چالیس دن گزرتے ہیں تو وہ نطفہ علقہ بن جاتا ہے اور یہ جونک کی طرح ہے جیسے جمے ہوئے خون میں پچھنا لگاتے ہیں اور علقہ نطفہ سے تبدیل ہونے کے بعد ۴۰ روز تک رحم میں رہتا ہے پھر وہ مضغہ بن جاتا ہے فرمایا کہ یہ سرخ گوشت کا ٹکڑا ہوتا ہے جس میں جالی کی طرح سبز رگیں ہوتی ہیں۔ پھر اس میں ہڈیاں آتی ہیں اور اس کے کان اور آنکھیں بنتی ہیں اور اس کے تمام اعضا و جوارح مرتب ہوتے ہیں۔[۱]

مُّخَلَّقَةٍ وَّ غَيْرِ مُخَلَّقَةٍ

جو تخلیق شدہ ہوتی ہے اور غیر تخلیق شدہ۔

تفسیر قمی میں ہے فرمایا مُخَلَّقَةٍ اسے کہتے ہیں جو مکمل ہو جائے اور غیر مُخَلَّقَةٍ وہ ہوتا ہے جو ساقط ہو جاتا ہے۔[۲]

لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ

تا کہ ہم تم پر اس حقیقت کو واضح کر دیں کہ ان امور سے اللہ کی ایسی قدرت اور حکمت واضح ہوتی ہے ذکر جس کا احاطہ نہیں کر سکتا۔

تفسیر قمی میں ہے امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے تا کہ ہم تم پر واضح کر دیں کہ تم اسی طرح ارحام میں تھے۔[۳]

وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ

اور ہم جس نطفے کو چاہتے ہیں رحموں میں ٹھہراتے ہیں فرمایا کہ پھر وہ ساقط ہو کر باہر نہیں نکلتا۔[۴]

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے مخلقہ اور غیر مخلقہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو امام علیہ السّلام نے فرمایا المخلقة وہ ان لوگوں کی ذریت ہے اللہ تعالیٰ نے جنھیں آدمؑ کے صلب میں خلق فرمایا ہے اور ان سے میثاق لیا ہے پھر انھیں مردوں کے اصلاب اور عورتوں کے ارحام میں جاری فرما دیا اور وہی لوگ ہیں جو دنیا میں آئیں گے یہاں تک کہ ان سے میثاق کے بارے میں سوال کیا جائے گا اور جہاں تک اللہ کے قول غیر مخلقه کا تعلق ہے تو وہ ہر ایسی چیز ہے جسے اللہ تعالیٰ نے صلب آدمؑ میں خلق نہیں فرمایا جب اس نے ذریت کو خلق کیا تھا اور ان سے میثاق لیا تھا اور وہ ایسے نطفے ہیں جنھیں عَزْل (جدا کرنا) کیا جاتا ہے یا وہ گر جاتے ہیں قبل اس کے اس میں روح، حیات اور بقا ودیعت کی جائے۔[۵]

اور امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ نطفہ رحم میں چالیس دنوں تک رہتا ہے پھر علقہ بن کر چالیس دنوں تک رہتا ہے پھر مُضغہ کی صورت میں چالیس دنوں تک رہتا ہے پھر جب چار مہینے مکمل ہو جاتے ہیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ دو خلاق (پیدا کرنے والے) فرشتوں کو بھیجتا ہے وہ دونوں کہتے ہیں اے پروردگار تو کیا پیدا کرنا

---

(۱) الکافی، ج۷، ص۳۴۵ (۲) تفسیر قمی، ج۲، ص۷۸ (۳) البیضاوی انوار التنزیل، ج۲، ص۸۵
(۴) تفسیر قمی، ج۲، ص۷۸ (۵) الکافی، ح۶، ص۱۲، ح۱

چاہتا ہے مرد یا عورت تو انھیں حکم دیا جاتا ہے پھر وہ کہتے ہیں تو انھیں شقی بنانا چاہتا ہے یا سعید تو انھیں حکم دیا جاتا ہے پھر وہ فرشتے دریافت کرتے ہیں پروردگارا! اس کی مدت حیات کتنی ہے اور اس کا رزق کتنا ہے اور اس کے تمام احوال اور اس میں سے بہت سی چیزوں کا شمار کرتے ہیں اور وہ دونوں فرشتے میثاق کو اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھ دیتے ہیں جب اللہ اس کی مدت کو پورا کرتا ہے تو اللہ ایک فرشتے کو بھیجتا ہے جو اسے ایک ڈانٹ پلاتا ہے تو وہ باہر نکل آتا ہے جبکہ وہ میثاق کو بھلا چکا ہوتا ہے۔[۱]

اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی

ایک خاص وقت تک۔

اور وہ وضع حمل کا وقت ہے جس کی کم از کم مدت چھ ماہ اور انتہائی مدت ۹ ماہ ہوتی ہے۔

کتاب کافی میں امیر المومنین علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ چھ ماہ سے کم مدت میں عورت بچے کو جنم نہیں دیتی۔[۲]

امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے حمل کی انتہائی مدت کا سوال کیا گیا کہ اولاد ماں کے شکم میں کتنے عرصے رہتی ہے اس لیے کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بچہ ایک سال تک ماں کے شکم میں موجود رہے تو امام علیہ السّلام نے فرمایا وہ جھوٹ بولتے ہیں حمل کی انتہائی مدت ۹ مہینے ہے اس سے ایک لحظہ بھی بڑھ نہیں سکتی اگر ایک ساعت بھی اضافہ ہو گیا تو وہ نکلنے سے پہلے ماں کو مار ڈالے گا۔[۳]

ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا

پھر تمھیں ایک بچے کی صورت میں نکال لاتے ہیں۔

ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ

پھر تمھاری پرورش کرتے ہیں تا کہ تم اپنی مکمل جوانی تک پہنچو۔

یعنی قوت اور عقل میں منزل کی کمال تک پہنچ جاؤ۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ یتیم کی یتیمی منقطع ہو جاتی ہے جب اسے احتلام آجاتا ہے اور وہی بلوغت ہے۔[۴]

وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى

اور تم میں سے وہ بھی ہیں جو جوانی تک پہنچتے ہی یا اس سے قبل ہی وفات پا جاتے ہیں۔

وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ

اور کسی کو بدترین عمر کی طرف پھیر دیا جاتا ہے۔

---

(۱) الکافی، ج ۲، ص ۱۳، ح ۳ (۲) الکافی، ۵۱، ص ۵۶۳

(۳) الکافی، ج ۶، ص ۵۲، ح ۳ (۴) الکافی، ج ۶، ص ۱۰۱، ح ۳

ارذل العمر سے مراد ہے بہت زیادہ بڑھاپا یا سن رسیدگی اور بڑھاپے کی وجہ سے عقل کی خرابی (بڈھا کھوسٹ)۔

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انھوں نے فرمایا کہ جب انسان سو سال کی عمر کو پہنچ جائے تو اسے ارذل العمر کہتے ہیں۔[1]

تفسیر مجمع البیان میں امیر المومنین علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ارذل العمر ۷۵ سال ہے جیسا کہ سورۂ النحل کی آیت نمبر ۷۰ کے ذیل میں گزر چکا ہے۔[2]

لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا

تا کہ وہ علم کے بعد کچھ جاننے کے قابل نہ رہ جائے۔

تا کہ وہ اس ہیئت پر واپس لوٹ جائے جیسا کہ بچپن میں تھا کم عقلی اور کم فہمی کی بنیاد پر جو کچھ اس نے کیا ہے وہ اسے بھول جائے اور جسے پہچانتا تھا اسے پہچاننے سے انکار کر دے۔

وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً

اور تم زمین کو خشک پاتے ہو اور مردہ حالت میں دیکھتے ہو۔

فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِيْجٍ

پس جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ لہلہانے لگتی ہے اور نشوونما پاتی ہے اور ہر قسم کے خوش نما نباتات اُگاتی ہے۔

اهْتَزَّتْ کے معنی ہیں تحرکت بالنبات نباتات کے ساتھ متحرک ہوتی ہے۔

رَبَتْ کے معنی ہیں انتفخت پرورش پانا پھولے نہ سمانا۔

كُلِّ زَوْجٍ کے معنی ہیں ہر قسم کے (پودے)

بَهِيْجٍ جمیل خوش نما سرسبز و شاداب۔

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۷۹ (۲) مجمع البیان، ج ۵-۶، ص ۳۷۲

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ﴿۶﴾
وَّ اَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴿۷﴾
وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ لَا هُدًى وَّ لَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۙ﴿۸﴾
ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّ نُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۹﴾
ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۱۰﴾ ع

(۶) یہ سب کچھ اسی وجہ سے ہے کہ اللہ ہی حق ہے اور وہی مردوں کو حیات بخشتا ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

(۷) اور قیامت آ کر رہے گی اس کے آنے میں کسی شک کی گنجائش نہیں اور یہ کہ اللہ باشندگان قبر کو دوبارہ اٹھائے گا۔

(۸) اور انسانوں میں وہ بھی ہے جو بغیر علم، ہدایت اور روشن کتاب کے اللہ کے بارے میں جھگڑتا رہتا ہے۔

(۹) تکبر کی وجہ سے حق سے پہلو تہی کرتے ہوئے تاکہ وہ خدا کے راستے سے بھٹکا دے اس کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور قیامت کے دن ہم اسے جلانے والے عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

(۱۰) یہ تمھارے ہاتھوں نے خود وہاں تک بھیجا ہے اور اللہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں ڈھاتا۔

(۶) ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ

یہ سب کچھ اسی وجہ سے کہ اللہ ہی حق ہے۔

جب تخلیق انسانی کے مختلف ادوار اور متضاد مراحل میں اس کی تبدیلیوں کا ذکر کیا اور اس کے بعد زمین کو مردہ ہو جانے کے بعد زندہ کرنے کو بیان کیا تو فرمایا کہ اس سے پتا چلتا ہے اللہ وہ ہستی ہے جس سے مختلف اشیا وجود میں آتی ہیں۔

وَ اَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى

اور وہی مردوں کو حیات بخشتا ہے۔

یعنی وہی انھیں زندگی بخشنے پر قدرت رکھتا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ نطفہ کو اور مردہ زمین کو حیات عطا نہ کرتا۔

وَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

اور وہی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اس لیے کہ وہ فی نفسہ قادر مطلق ہے اور ہر چیز کی طرف اس کی نسبت برابر ہے۔

(۷) وَّ اَنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ لَّا رَیْبَ فِیْهَا

اور قیامت آ کر رہے گی اس کے آنے میں کسی شک کی گنجائش نہیں۔ کسی چیز میں تغیر اور تبدل کا ہونا دلیل ہے کہ وہ چیز ختم ہو جائے گی اور نئے سرے سے واقع ہوگی۔

وَ اَنَّ اللّٰهَ یَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ

اور اللہ وعدے کے مطابق ساکنانِ قبر کو دوبارہ اٹھائے گا کتاب قرب الاسناد میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرئیلؑ سے فرمایا! اے جبرئیلؑ مجھے دکھلاؤ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ مردوں کو روز قیامت کس طرح زندہ کرے گا۔ جبرئیلؑ نے کہا بے شک میں دکھلاتا ہوں وہ مقبرۂ بنی ساعدہ کی طرف روانہ ہوئے ایک قبر تک پہنچے اور اس سے کہا "اخرج باذن اللّٰہ" تم اللہ کے حکم سے باہر نکل آؤ تو قبر میں سے ایک شخص نکلا جو اپنے سر سے مٹی کو جھاڑ رہا تھا اور یہ کہہ رہا تھا "وَالْهَفَاهُ" اور اللَّهَفُ ہلاکت کو کہتے ہیں پھر فرمایا داخل ہو جا تو وہ قبر میں چلا گیا پھر انھوں نے دوسری قبر کا قصد کیا اور اس سے کہا اخرج باذن اللہ تم اللہ کی اجازت سے باہر آ جاؤ تو اس قبر سے ایک جوان باہر نکلا جو اپنے سر سے مٹی کو جھاڑ رہا تھا اور کہہ رہا تھا اشهدان لا اله الا الله وحده لاشريك له واشهدان محمد اعبده ورسوله واشهدان الساعة اتية لاريب فيها وان الله يبعث من فى القبور

(میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے اللہ کے کوئی اور معبود نہیں اور وہ یکتا اور لاشریک ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ قیامت آنے والی ہے اس کے آنے میں کوئی شک و شبہ نہیں اور یہ کہ اللہ قبر کے ساکنین کو دوبارہ زندہ کرے گا) پھر جبرئیلؑ امین نے کہا کہ لوگ اسی طرح قبروں سے مبعوث کیے جائیں گے۔[۱]

اور تفسیر قمی میں اسی سے ملتی جلتی روایت ہے جسے سورۂ زمر میں بیان کیا جائے گا۔[۲]

کتاب المجالس اور قمی میں سے امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا جب اللہ ارادہ کرے گا کہ مخلوق کو مبعوث کرے تو چالیس دنوں تک آسمان سے زمین پر بارش ہوگی جس کی وجہ عضو بدن باہم متصل ہو جائیں گے اور گوشت اگ جائے گا۔ یعنی بدن پر گوشت چڑھ جائے گا۔[۳]

---

(۱) قرب الاسناد، ص ۵۸، ح ۱۸۷ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۲۵۳

(۳) الامالی شیخ صدیق، ص ۱۴۹، ح ۵ و تفسیر قمی ج ۲، ص ۲۵۳

(۸) وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ لَا هُدًى وَّ لَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ

اور انسانوں میں وہ بھی ہے جو بغیر علم، ہدایت اور روشن کتاب کے اللّٰہ کے بارے میں جھگڑتا رہتا ہے۔

(۹) ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

تکبر کی وجہ سے حق سے پہلوتہی کرتے ہوئے تاکہ وہ خدا کے راستے سے بھٹکا دے ثَانِيَ عِطْفِهٖ تکبر کرتے ہوئے ثنی العطف کنایہ ہے یعنی تکبر سے گردن کو اکڑانا۔

لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّ نُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ

اور اس کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ہم قیامت کے دن اسے جلانے والے عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔[۱]

ثَانِيَ عِطْفِهٖ کے بارے میں فرمایا وہ حق سے برگشتہ ہو گیا اور عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ کا مفہوم ہے اللّٰہ تعالیٰ کے راستے سے اور ایمان سے۔

کتاب مصباح الشریعہ میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے جو شخص مخلوق سے اس بارے میں جھگڑتا ہے جس کا حکم نہیں دیا گیا ہے تو گویا کہ وہ خالقیّت اور ربوبیت سے جھگڑا کرتا ہے اللّٰہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ الایۃ فرمایا اور اس سے زیادہ شدید عذاب کسی اور نہیں ملے گا جس نے زہد وتقویٰ کا لباس زیب تن کیا ایسے دعوے کے ساتھ جس کی کوئی حقیقت اور کوئی مفہوم نہیں۔[۲]

(۱۰) ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ

یہ تمھارے ہاتھوں نے خود وہاں تک بھیجا ہے اور اللّٰہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں ڈھاتا۔

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۷۹

(۲) مصباح الشریعہ، ص ۵۷، باب ۲۵

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ِۨاطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَ اِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ِۨانْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ⑪

يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ⑫

يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗۤ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ؕ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَ لَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ⑬

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ⑭

---

(۱۱) اور انسانوں میں وہ بھی ہے جو کنارے پر رہ کر اللہ کی عبادت کرتا ہے اگر اسے بھلائی مل گئی تو اس پر مطمئن ہو گیا اور اگر کوئی آزمائش آ گئی تو الٹا پھر گیا اس نے دنیا میں بھی نقصان اٹھایا اور آخرت میں بھی اور یہ تو صریحی گھاٹا ہے۔

(۱۲) وہ اللہ کے علاوہ اسے پکارتا ہے جو نہ اسے نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ ہی فائدہ دے سکتا ہے اور اس گمراہی کا سلسلہ دور تک چلا جاتا ہے۔

(۱۳) وہ اسے پکارتا ہے جس کا نقصان اس کے فائدے سے زیادہ قریب ہے یقیناً برا ہے وہ کارساز اور برا ہے وہ ساتھی۔

(۱۴) بلاشبہ اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجا لائے ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اللہ جو چاہتا ہے وہ کر گزرتا ہے۔

---

(۱۱) وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ

اور انسانوں میں وہ بھی ہے جو کنارے پر رہ کر اللہ کی عبادت کرتا ہے یعنی دین کے ایک کنارے پر کھڑے ہو کر جس میں کوئی ثبات و قرار نہیں ہوتا اس شخص کی طرح جو لشکر کے ایک کنارے پر کھڑا ہوتا ہے اگر اسے کامیابی کا احساس ہو تو ٹھہرا رہتا ہے ورنہ وہاں سے راہِ فرار اختیار کرتا ہے۔

فَاِنْ اَصَابَهٗ خَیْرُ ِۨاطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَ اِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ِۨانْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ

اگر اسے بھلائی مل گئی تو اس پر مطمئن ہو گیا اور اگر کوئی آزمائش آ گئی تو الٹا پھر گیا۔

خَسِرَ الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ

اس نے دنیا میں بھی نقصان اٹھایا اور آخرت میں بھی اور یہ صریحی گھاٹا ہے۔

دنیا میں نقصان یہ ہے کہ اس کی حفاظت ختم ہوگئی اور آخرت میں اس کے تمام اعمال ارتداد (مرتد ہوجانے) کی وجہ سے ختم ہو گئے اس سے بڑھ کر اور خسارہ کیا ہوسکتا ہے۔

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو امام عالی مقام نے فرمایا کہ وہ ایسی قوم ہے جس نے اللّٰہ کی وحدانیت کا اقرار کیا اور اللّٰہ کے علاوہ جس کی عبادت کی جاتی ہے اسے ترک کر دیا تو وہ شرک سے باہر نکل گئے لیکن انھوں نے یہ نہیں جانا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللّٰہ کے رسول ہیں تو وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور وہ جو کچھ لے کر آئے ہیں اس کے بارے میں شک رکھتے ہوئے اللّٰہ کی عبادت کرتے ہیں وہ رسول اللّٰہ کے پاس آئے اور کہا ہم انتظار کرتے ہیں اگر ہمارے اموال میں اضافہ ہو گیا اور اپنی جانوں اور اپنی اولاد کے بارے میں ہمیں عافیت مُیَسَّر آئی تو ہم سمجھ لیں گے کہ وہ صادق ہے اور وہ اللّٰہ کا رسول ہے اور اگر اس کے علاوہ کچھ اور ہوا تو ہم غور کریں گے۔ اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا:

"فَاِنْ اَصَابَهٗ خَیْرُ ِۨاطْمَاَنَّ بِهٖ" یعنی دنیاوی عافیت مُیَسَّر آجائے تو وہ مطمئن ہو جائے گا۔

وَ اِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ِۨ یعنی اس کا امتحان لیا جائے:

انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ تو وہ منہ پھرا لے گا یعنی وہ اپنے شک پر منقلب ہو کر شرک کی طرف چلا جائے گا۔[1]

(۱۲) یَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَضُرُّهٗ وَ مَا لَا یَنْفَعُهٗ

وہ اللّٰہ کے علاوہ اسے پکارتا ہے جو اسے نقصان پہنچا سکتا ہے اور ہی نہ فائدہ۔

امام باقر علیہ السّلام نے فرمایا وہ شرک کی طرف پلٹ جائے گا وہ غیر خدا کو پکارے گا اور غیر خدا کی عبادت کرے گا ان میں سے جو بھی صاحب معرفت تھا تو ایمان اس کے دل میں داخل ہو جائے گا اور وہ ایمان لے آئے گا اور تصدیق کرے گا اور منزلت شک سے ایمان کی منزل میں داخل ہو جائے گا اور ان میں سے وہ بھی ہوگا جو اپنے شک پر باقی رہے گا اور ان میں سے وہ بھی ہوگا جو شرک کی طرف منقلب ہو جائے گا۔[2]

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے ایسا ہی مروی ہے سوائے تفسیر خیر اور فتنہ کے۔[3]

ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِیْدُ

اور اس گم راہی کا سلسلہ دور تک چلا جاتا ہے۔

---

(۱) الکافی، ج ۲، ص ۴۳۔ ۴۴، ح ۲ (۲) الکافی، ج ۲، ص ۴۱۴، ح ۲

(۳) تفسیر قمی، ج، ص ۷۹

یعنی مقصد سے دور لے جاتا ہے۔

(۱۳) یَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗۤ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ

وہ اسے پکارتا ہے جس کا نقصان اس کے فائدے سے زیادہ قریب ہے اس لیے کہ اس کا معبود ہونا دنیا میں قتل و غارت گری کا موجب بنتا ہے اور آخرت میں عذاب کا سبب قرار پاتا ہے۔

اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ کا مفہوم ہے کہ جس فائدے کی توقع اس کی عبادت سے کی جاتی ہے اور وہ شفاعت اور اس کے وسیلے سے اللہ تک رسائی ہے۔

لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَ لَبِئْسَ الْعَشِيْرُ

یقیناً بہت برا ہے وہ کارساز اور برا ہے وہ ساتھی۔

الْمَوْلٰى کے معنی ناصر اور مددگار کے ہیں اور الْعَشِيْرُ کا مفہوم ہے ساتھی اور رفیق۔

(۱۴) اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

بلاشبہ اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور اعمالِ صالحہ بجا لائے ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔

اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ

اللہ جو چاہتا ہے وہ کر گزرتا ہے۔

یعنی مُوَحِّدِ صالح کی توبہ قبول کرنا اور مشرک کو سزا دینا جس کا نہ کوئی دور کرنے والا ہے اور نہ ہی رکاوٹ ڈالنے والا۔

مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ
اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ ﴿۱۵﴾
وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ ﴿۱۶﴾
اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَ الصّٰبِـُٔوْنَ وَ النَّصٰرٰى وَ الْمَجُوْسَ
وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا ۖ اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ
شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۱۷﴾

---

(۱۵) جو یہ سمجھتا ہے کہ اللہ دنیا اور آخرت میں اپنے رسول کی مدد نہیں کرے گا تو اسے چاہیے کہ وہ آسمان تک رسّی دراز کرے پھر اسے کاٹ ڈالے اور یہ دیکھے کہ اس کی تدبیر کیا اس کے غُصّے کو دور کرتی ہے؟
(۱۶) اور اسی طرح ہم نے اس قرآن کو واضح نشانیوں کی شکل میں نازل کیا اور اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت سے نوازتا ہے۔
(۱۷) بے شک جو لوگ ایمان لائے اور یہودی اور صابئ (ستارہ پرست) اور نصاریٰ اور مجوس (آتش پرست) اور مشرکین، اللہ قیامت کے دن ان سب کے درمیان فیصلہ کر دے گا بے شک اللہ ہر چیز پر شاہد ہے۔

---

(۱۵) مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ
جو یہ سمجھتا کہ اللہ دنیا اور آخرت میں اپنے رسول کی مدد نہیں کرے گا۔
فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ
تو اسے چاہیے کہ وہ آسمان تک رسی دراز کرے پھر اسے کاٹ ڈالے۔
فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ
اور یہ دیکھے کہ کیا اس کی تدبیر اس کے غصے کو دور کرتی ہے کہا گیا ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت دونوں میں اپنے رسول کا مددگار ہے۔ جو شخص اس کے خلاف سوچتا ہے اور وہ اپنے غصے اور جزع وفزع کے سبب کسی اور چیز کا متوقع ہے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے غُصّے یا بے صبری کے ازالے کے لیے وہ سب کچھ کر ڈالے جو غصے میں بھرا ہوا اور خوف زدہ انسان کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنے گھر کی چھت میں ایک رسی لٹکا دے رسّی کو کاٹ کر جس کا گلا گھونٹنا ہے اس کا گلا گھونٹ دے اس لیے کہ جس کا گلا گھونٹا جائے گا وہ سانس کی نالیوں کے بند ہونے سے سانس نہیں لے سکے گا یا دنیاوی آسمان تک ایک رسّی باندھ دے پھر اس سے مسافت طے کرے یہاں تک کہ وہ آسمان کے کناروں تک پہنچ جائے اور پھر وہ محمدؐ سے نصرت کو دور کرنے کی سعی

لا حاصل کرے۔[1]

اور کہا گیا ہے کہ یہاں "نصر" سے مراد "رزق" ہے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ کتاب اللہ میں ظن کی دو قسمیں بیان کی گئیں ہیں ظن یقین اور ظن شک یہ ظن شک ہے فرمایا کہ جو شخص یہ شک کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اپنے رسول کی مدد نہیں کرے گا تو اسے چاہیے کہ آسمان کی طرف ایک رسّی دراز کرے یعنی اپنے اور اللہ کے درمیان کوئی دلیل لائے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ سَبَبٌ کے معنی دلیل کے ہیں جیسا کہ سورۂ کہف میں اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ﴿۸۴﴾ فَاَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۸۵﴾ (الکھف ۸۴-۸۵) اور ہم نے انھیں ہر شے کا سَبَبٌ دے دیا تھا انھوں نے سَبَبٌ کی پیروی اور سَبَبٌ کے معنی ہیں دلیل۔[2]

اور فرمایا ثُمَّ لْيَقْطَعْ یعنی وہ تمیز کرے اور اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا قول ہے وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا... (الاعراف ۱۶۰) اور ہم نے انھیں بارہ قبیلوں کے لحاظ سے بارہ گروہوں میں بانٹ دیا تھا یعنی ہم نے انھیں ایک دوسرے کے لیے ممیز بنایا تھا فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ اور یہ دیکھے کہ اس کا حیلہ کیا اس کے غصے کو دور کرتا ہے؟ یہاں کید کے معنی ہیں حیلہ اور اس پر دلیل کہ کید کے معنی حیلہ ہے یہ آیت ہے...

كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ... (یوسف ۷۶) اور ہم نے یوسفؑ کے لیے حیلہ کیا یعنی ہم نے ایسا حیلہ اور ایسی تدبیر اختیار کی جس سے انھوں نے اپنے بھائی کو روک لیا اور اللہ کا قول فرعون کے بارے میں یہ ہے۔

فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ... (طٰہٰ ۶۴) یعنی تم اپنے تمام حیلے آزمالو پس اگر وہ خود کے لیے سبب اور تمیز وضع کرلے گا تو اسے حق کی طرف رہنمائی مل جائے گی۔ عامّہ نے یہ روایت کی ہے کہ اللہ نے جو کچھ فرمایا ہے اگر اس کی تصدیق نہیں کی تو اسے چاہیے کہ چھت میں ایک رسّی لٹکائے پھر اس میں لٹک جائے گا تا کہ گلا گھٹ جائے۔[3]

(۱۶) وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ

اور اسی طرح ہم نے مکمل قرآن کو واضح آیات کی صورت میں نازل کیا ہے۔

وَّاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ اور اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت سے نوازتا ہے۔

(۱۷) اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـُٔوْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا

بے شک جو لوگ ایمان لائے، اور یہودی اور صابئ (ستارہ پرست) اور نصاریٰ اور مجوس (آتش پرست) اور مشرکین۔

اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بے شک اللہ قیامت کی دن ان سب کے درمیان فیصلہ کر دے گا۔

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ بے شک اللہ ہر چیز پر گواہ، نگہبان اور واقف ہے۔

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل، ج ۲، ص ۸۷ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۷۹

(۳) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۸۰

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ وَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَ الْجِبَالُ وَ الشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَ كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ؕ وَ كَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ؕ وَ مَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿۱۸﴾

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ۫ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ؕ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ﴿۱۹﴾

يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ﴿۲۰﴾

وَ لَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ﴿۲۱﴾

---

(۱۸) کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہیں جو آسمانوں اور زمین میں رہتے ہیں اور سورج اور چاند تارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت سے لوگ اور اکثر لوگ ایسے بھی ہیں جو عذاب کے مستحق ہیں اور اللہ جسے ذلت سے دوچار کرے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں، اللہ جو چاہتا ہے وہ کر گزرتا ہے۔

(۱۹) یہ دو فریق ہیں جو اپنے رب کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں ان میں سے وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ان کے لیے آگ کے کپڑے کاٹے جا چکے ہیں۔ ان کے سروں کے اوپر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا۔

(۲۰) اس سے وہ سب گل جائے گا جو ان کے پیٹوں میں ہے اور ان کی کھالیں بھی۔

(۲۱) اور ان کے لیے لوہے کے گرز مہیا ہوں گے۔

---

(۱۸) اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ

کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہیں جو آسمانوں اور زمین میں رہتے ہیں، یہ سب کے سب اللہ کے مطیع و منقاد ہیں۔

وَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَ الْجِبَالُ وَ الشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَ كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ

اور سورج اور چاند اور تارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور انسانوں کی اکثریت

اس سجود کے بارے میں انشاء اللہ سورۂ نور کی آیت نمبر ۴۱ کے ذیل میں گفتگو کی جائے گی۔

وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ

اور اکثر لوگ ایسے بھی ہیں جو عذاب کے مستحق ہیں۔

اپنے کفر، اطاعت سے انکار اور پیروی نہ کرنے کی وجہ سے۔

وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ

اور اللّٰہ جسے ذلت سے دوچار کر دے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ

اللّٰہ جو چاہتا ہے وہ کر گزرتا ہے۔

کتاب توحید میں امام صادق علیہ السّلام اپنے والد سے اور وہ امیر المومنین سے روایت کرتے ہیں ان سے کہا گیا کہ ایک شخص مشیّت کے بارے میں گفتگو کرتا ہے امیر المومنین علیہ السّلام نے فرمایا اسے میرے پاس بلا کر لاؤ کہا کہ اسے بلایا گیا تو امیر المومنین علیہ السّلام نے اس سے کہا اے عبداللّٰہ اللّٰہ نے تم کو پیدا کیا جیسا اس نے چاہا یا جیسا تم نے چاہا؟ اس نے کہا جیسا اس نے چاہا امام علیہ السّلام نے فرمایا جب چاہے تمھیں بیمار ڈالے گا یا جب تم چاہو گے؟ اس نے کہا جب وہ چاہے گا امیر المومنینؑ نے فرمایا وہ جب چاہے گا تمھیں شفا دے گا یا جب تم چاہو گے اس نے کہا جب وہ چاہے گا امیر المومنین علیہ السّلام نے فرمایا وہ جہاں چاہے تمھیں داخل کرے گا یا جیسا تم چاہو گے اس نے کہا جیسا وہ چاہے گا راوی نے کہا حضرت علی علیہ السّلام نے اس سے فرمایا۔ اگر تو نے اس کے علاوہ کوئی اور جواب دیا ہوتا تو میں اس سر کو اڑا دیتا جس میں تیری آنکھیں ہیں۔[1]

(۱۹) هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ

یہ دو فریق ہیں جو اپنے رب کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں یعنی مومنین اور کافرین یہ دو گروہ ہیں تفسیر قمی میں ہے فرمایا اس سے مراد ہم اور بنو امیہ ہیں ہم نے کہا ''صدق اللّٰہ و رسولہ'' اللّٰہ اور اس کے رسول نے سچ کہا اور بَنُو اُمَیّہ نے کہا کذب اللّٰہ و رسولہ اللّٰہ اور اس کے رسول نے جھوٹ کہا۔[2]

کتاب خصال میں امام حسین علیہ السّلام سے ایسی ہی روایت ملتی ہے البتہ اس میں یہ اضافہ ہے۔

فَنَحْنُ الخصمان یوم القیامۃ ہم روز قیامت دو دشمن کی حیثیت سے ہوں گے۔[3]

فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا

ان میں سے وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا۔

ان کی خصومت (دشمنی) کی وجہ سے ان کا الگ ذکر کیا، کہا گیا ہے یہ مفہوم ہے اللّٰہ تعالیٰ کے اس قول کا۔

... اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ... (الحج ۱۷)

---

(۱) التوحید، ص ۳۳۷، ح ۲، باب ۵۵ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۸۰

(۳) الخصال، ۴۲۔۴۳، ح ۳۵

اللہ قیامت کے دن ان سب کے درمیان فیصلہ کر دے گا۔[1]

تفسیر قمی میں ہے فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا سے مراد بنی امیہ ہیں۔[2]

قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ؕ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ

ان کے لیے آگ کے کپڑے کاٹے جا چکے ہیں ان کے سروں کے اوپر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا۔

الماء الحمیم کے معنی ہیں گرم کھولتا ہوا پانی۔

(۲۰) يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ

اس سے وہ سب گل جائے گا جو ان کے پیٹوں میں ہے اور ان کی کھالیں بھی۔

یعنی حرارت کی زیادتی ان کے اندرونی حصوں کو بھی متاثر کرے گی جس طرح اس نے ظاہری حصے کو متاثر کیا تھا جو کچھ ان کے شکم میں ہے اسی طرح پگھل جائے گا جیسے ان کی کھالیں پگھل گئی ہوں گی۔

(۲۱) وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ

اور ان کے لیے لوہے کے گرز مہیا ہوں گے جن سے انھیں مارا جائے گا۔

مَّقَامِعُ کا مفہوم ہے کوڑے یا گرز۔

تفسیر قمی میں ہے فرمایا کہ آگ انھیں جلائے گی اس کے نچلے حصے کو ڈھیلا چھوڑ دیا جائے گا یہاں تک کہ ناف تک پہنچ جائے اور اس کے اوپر کنارے کو سمیٹا جائے گا یہاں تک کہ وہ سر کے درمیانی حصے تک پہنچ جائے۔

وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ فرمایا اس سے مراد وہ ستون ہیں جن سے مارا جائے گا۔[3]

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے فرمایا۔ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ

اگر لوہے کا ایک گرز زمین پر رکھ دیا جائے پھر تمام جن و انس جمع ہو جائیں تو وہ اسے زمین سے اٹھا نہ سکیں گے۔[4]

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل، ج ۲، ص ۸۸ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۸۰

(۳) تفسیر قمی، ج ۶، ص ۸۰ (۴) مجمع البیان، ج ۷-۸، ص ۷۸

كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ۗ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۲۲﴾

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ لُؤْلُؤًا ؕ وَ لِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴿۲۳﴾

وَ هُدُوْٓا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ۚۖ وَ هُدُوْٓا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ ﴿۲۴﴾

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِيْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ ِۨ الْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ ؕ وَ مَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۵﴾

(۲۲) جب کبھی گھبرا کے وہ جہنم سے نکلنے کی کوشش کریں گے انھیں اسی میں دھکیل دیا جائے گا کہ جلنے کی سزا کا مزہ چکھو۔

(۲۳) اور یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجا لائے انھیں اللہ ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی وہاں انھیں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور وہاں ان کا لباس ریشمی ہوگا۔

(۲۴) انھیں پاکیزہ قول قبول کرنے کی ہدایت کی گئی اور قابل ستائش راستے کی جانب رہنمائی کی گئی۔

(۲۵) بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور وہ لوگوں کو اللہ کے راستے اور مسجد الحرام سے روکتے ہیں جسے ہم نے انسانوں کے لیے بنایا ہے خواہ وہاں کے باشندے ہوں یا باہر سے آنے والے اور جو اس میں ظلم کے ساتھ الحاد کا ارادہ کرے تو ہم اسے نہایت دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

(۲۲) كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا

جب کبھی گھبرا کر وہ جہنم سے نکلنے کی کوشش کریں گے انھیں اسی میں دھکیل دیا جائے گا۔ آگ کے گرز سے انھیں مارا جائے گا اور کہا جائے گا۔

وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ اور جلنے کے عذاب کا مزہ چکھو۔

الْحَرِيْقِ وہ آگ جو بہت زیادہ جلانے والی ہو۔

تفسیر قمی میں ابو بصیر سے روایت ہے وہ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا کہ میں نے کہا اے فرزند رسولؐ آپ مجھے خوف دلائیں میرا دل بے حد سخت ہو گیا ہے تو امام عالی مقام نے فرمایا اے ابو محمد طویل زندگی کے لیے آمادہ ہو جاؤ جبرئیل علیہ السّلام رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تشریف لائے اور وہ تیوری چڑھائے ہوئے تھے جبکہ اس سے پہلے وہ ہمیشہ مسکراتے ہوئے آیا کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے دریافت کیا اے جبرئیل کیا بات ہے آج تم چیں بجبیں آئے ہو تو جبرئیل امین نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے آگ کے ''مناخ'' کو رکھ رہا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا اے جبرئیل ''مناخ النار'' سے کیا مراد ہے تو انھوں نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تبارک وتعالیٰ نے آگ کو حکم دیا تو اس پر ہزار سال تک پھونک ماری گئی یہاں تک کہ وہ سفید ہو گئی پھر ایک ہزار سال تک اسے پھونک ماری گئی یہاں تک کہ وہ سرخ ہو گئی پھر ایک ہزار سال تک اس پر پھونک ماری گئی یہاں تک کہ وہ سیاہ ہو گئی تو مناخ النار سے مراد وہی تاریک اور سیاہ آگ ہے اگر اس بدبودار شے کا ایک قطرہ بھی دنیا والوں کے پانی میں ملا دیا جائے تو اس کی بدبو سے تمام باشندگان جہان موت سے ہم آغوش ہو جائیں اور اگر اس کا ایک حلقہ جس کی لمبائی ستر ہاتھ ہے دنیا پر رکھ دی جائے تو دنیا اس کی حرارت کی وجہ سے پگھل جائے اور اگر جہنم والوں کے لباس میں سے ایک کرتا آسمان و زمین کے درمیان میں آویزاں کر دیا جائے تو اس کی بدبو اور حرارت کی وجہ سے تمام دنیا والے موت کی نیند سو جائیں۔

فرمایا کہ رسول اللہؐ نے گریہ کیا اور جبرئیلؑ بھی رونے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی طرف ایک فرشتے کو مبعوث کیا جس فرشتے نے ان دونوں سے کہا تمھارا پروردگار تمھیں سلام کا تحفہ بھیج رہا ہے اور فرما رہا ہے کہ تمھیں ایسے گناہ سے محفوظ رکھا ہے جس کے سبب تم عذاب میں گرفتار ہو جاتے امام صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی بھی مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا گیا پھر فرمایا کہ جہنمی آتشِ جہنم کو بہت عظیم گردانتے ہیں اور صاحبانِ جنّت، جنت اور اس کی نعمتوں کو عظیم سمجھتے ہیں اور جب لوگ جہنم میں داخل ہوں گے تو اس میں ستّر سال کی مسافت تک گرتے چلے جائیں گے پس جب اس کے بالائی حصے پر پہنچیں گے تو انھیں لوہے کے گرز سے کچوکے لگائے جائیں گے تو پھر وہ جہنم کے نچلے طبقے تک جا پہنچیں گے یہ ہے ان کا حال اور وہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے **كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا** وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ پھر ان کی کھال کو دوسری کھال سے بدل دیا جائے گا تو امام صادق علیہ السّلام نے فرمایا اے ابو محمد کیا تمھارے لیے اتنا کافی ہے تو میں نے جواب دیا بس میرے لیے کافی ہے۔ بس میرے لیے کافی ہے۔[1]

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۸۱

(۲۳) اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

اور یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور اعمالِ صالحہ بجا لائے انھیں اللہ ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔

کہا گیا ہے کہ اس آیت میں اسلوب کو تبدیل کر دیا گیا ہے اور داخل کرنے کی نسبت اللہ کی طرف تاکید کے لیے اور مومنین کی شان کی عظمت کو واضح کرنے کے لیے ہے۔[۱]

يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا

وہاں انھیں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے۔

اَسَاوِرَ سورۃ کی جمع ہے اور یہ سوار کی جمع ہے بمعنی کنگن۔

وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ اور وہاں ان کا لباس ریشمی ہوگا۔

(۲۴) وَهُدُوْٓا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ

اور انھیں پاکیزہ قول کو قبول کرنے کی ہدایت کی گئی۔

تفسیر قمی میں ہے فرمایا اس قول سے مراد توحید اور اخلاص ہے۔[۲]

وَهُدُوْٓا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ اور قابل ستائش راستے کی جانب رہنمائی کی گئی۔

فرمایا کہ اس سے مراد ولایت ہے۔

کتاب مومن میں امام باقر علیہ السّلام سے روایت آپ نے فرمایا خدا کی قسم وہ یہی امر ہے تم جس پر ہو۔[۳]

کتاب کافی میں اس آیت کے بارے میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا کہ وہ حمزہ، جعفر، عبیدہ، سلمان، ابوذر مقداد بن اسود اور عمار ہیں جن کی رہنمائی امیر المومنین علیہ السّلام کی جانب کی گئی۔[۴]

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کوئی بھی ایسا شخص نہیں ہے کہ جس کے نزدیک اللہ جل جلالہ کی حمد سے زیادہ کوئی اور شے محبوب ہو۔[۵]

تفسیر قمی میں ابوبصیر امام صادق علیہ السّلام سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا کہ میں نے امام علیہ السّلام سے درخواست کی میں آپ پر فدا ہو جاؤں آپ میرے شوق میں اضافہ فرمایئے تو امام علیہ السّلام نے فرمایا اے ابومحمد جنت کی نعمت میں سب سے ادنی وہ ہے جس کی خوش بو مسافت دنیا میں ہزار سال کے سفر کی مسافت سے بھی پائی جاتی ہے اور اہل جنت کی ادنی منزل وہ ہے کہ اگر تمام جن و انس بھی وہاں اتر پڑیں تو ان کے کھانے اور پینے کے لیے کافی ہو جائے اور اس کے پاس جو کچھ ہے اس میں کمی واقع نہ ہونے پائے اور اہل جنت کی آسان ترین منزلت یہ ہے کہ جو بھی جنت میں داخل ہوگا تو اس کے لیے تین باغات بلند کیے جائیں گے جب ان میں سب

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل، ج ۲، ص ۸۹ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۸۳ (۳) المحاسن، ح ۱، ص ۲۷۲، ح ۵۳۰
(۴) الکافی، ج ۱، ص ۲۶، ح ۱ (۵) مجمع البیان، ج ۷-۸، ص ۷۸

سے قریب والے باغ میں جائے گا تو اس میں بیویاں، خدم وحشم، نہریں اور پھل وغیرہ دیکھے گا جو اللہ چاہے گا اور جس سے اس کی آنکھوں کو ٹھنڈک ملے گی اور دل کو سرور حاصل ہوگا۔

جب وہ شکر وحمد خدا بجا لائے گا تو اس سے کہا جائے گا تم دوسرے باغ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھو تو اس باغ میں وہ کچھ ہوگا جو اس پہلے باغ میں نہ تھا تو وہ کہے گا پروردگارا مجھے یہ باغ عنایت کر دے تو اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت علی علیہ السّلام سے کہے گا اگر میں اسے یہ باغ عطا کردوں گا تو وہ مجھ سے اس کے علاوہ دوسرے باغ کا مطالبہ کرے گا اور کہے گا یہ اور بس یہ، اور جب وہ باغ میں داخل ہوگا اور حمد وشکر رب بجا لائے گا تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہا جائے گا اس کے لیے کوئی دروازہ جنت کی جانب کھول دو اور اس سے کہا جائے گا تم ذرا اپنا سر اٹھاؤ تو اس کے لیے ''خلد'' کا ایک دروازہ کھول دیا جائے گا اور جو کچھ پہلے باغات میں تھا اس میں اس سے زیادہ دگنا پائے گا لہٰذا مسرتوں کو دگنا ہوتے وقت وہ کہے گا رب لك الحمد الذی لایحصی اذا مَنَنْتَ عَلَیَّ بالجنان وانجیتنی من النّیران اے میرے پروردگار تمام حمد تیرے ہی لیے ہے جب تو نے جنت عطا کر کے مجھ پر احسان کیا ہے جس کا شمار کرنا ممکن نہیں اور تو نے مجھے جہنم سے نجات دلائی ہے۔

ابوبصیر نے کہا میں رونے لگا اور میں نے امام علیہ السّلام سے گزارش کی کہ مولا اس میں مزید اضافہ کیجیے۔ امام عالی مقام نے فرمایا اے محمد جنت میں ایک نہر ہے جس کے کنارے کنیزیں اگ رہی ہیں جب کوئی مومن کسی کنیز کے قریب سے گزرے گا اور وہ اسے اچھی لگے گی تو وہ اسے وہاں سے اکھاڑ لے گا اور اللہ اس کی جگہ دوسری کنیز اگا دے گا میں نے عرض کی مولا اور اضافہ کیجیے۔

امام عالی مقام نے فرمایا اے محمد مومن آٹھ سو کنواری اور چار ہزار ثیّب (موت یا طلاق کی وجہ سے اپنے شوہر سے جدا عورت) سے شادی کرے گا اور اس کی دو بیویاں حورالعین میں سے ہوں گی میں نے عرض کی میں آپ پر فدا ہو جاؤں آٹھ سو کنواری امام علیہ السّلام نے فرمایا ہاں جب بھی وہ ان کو بیاہ کر لائے گا انھیں کنواری پائے گا۔

میں نے گزارش کی مولا حورالعین کو کس چیز سے خلق کیا گیا؟ فرمایا جنت کی نوارانی مٹی سے اور اس کی پنڈلی کا گودا ستر حلّے کے پیچھے سے بھی نظر آئے گا عورت کا جگر مرد کے لیے بمنزلہ آئینہ ہوگا اور مرد کا جگر عورت کے لیے گویا آئینہ ہوگا میں نے کہا میری جان نثار ہو جائے یہ فرمایئے کیا وہ حوریں جنت میں ہم کلام بھی ہوں گی فرمایا ہاں ایسی گفتگو جس سے زیادہ شیریں گفتگو مخلوقات میں سے کسی نے نہیں سنی ہوگی میں نے عرض کی وہ کون سی گفتگو ہوگی تو امام علیہ السّلام نے فرمایا وہ نہایت نرم لہجے میں کہہ رہی ہوں گی ''ہم ہمیشہ کے لیے ہیں ہمیں موت نہیں ہے ہم نرم ونازک ہیں ہم میں سختی نہیں ہے ہم ہمیشہ رہنے کے لیے آئی ہیں ہمیں کوچ نہیں کرنا، ہم راضی ہونے والیاں ہیں ناراض نہیں ہوتیں سعید ہے وہ جو ہمارے لیے پیدا ہوا اور سعید ہے وہ ہم جس کے لیے پیدا ہوئے ہم ان

حوروں میں سے ہیں کہ اگر ہم میں سے کسی کی چوٹی آسمان کی فضاؤں معلق ہو جائے تو اس کا نور آنکھوں کو ڈھانپ لے۔[1]

(۲۵) اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ یَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ الَّذِیۡ جَعَلۡنٰہُ لِلنَّاسِ

بے شک جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور وہ لوگوں کو اللہ کے راستے اور مسجد الحرام سے روکتے ہیں جسے ہم نے انسانوں کے لیے بنایا ہے۔

سَوَآءَۨ الۡعَاکِفُ فِیۡہِ وَالۡبَادِ

خواہ وہاں کے باشندے ہوں یا باہر سے آنے والے۔

الۡعَاکِفُ کے معنی میں المقیم وہاں کے باشندے۔

اور ''البادی'' کے معنی میں الطاری اجنبی، غیر ملکی لوگ۔

خبر کو حذف کر دیا گیا اس لیے کہ آیت کا آخری حصہ اس پر دلالت کر رہا ہے یعنی ان پر عذاب کیا جائے گا۔

تفسیر قمی میں ہے یہ آیت قریش کے بارے میں نازل ہوئی جب انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ آنے سے روکا اور اللہ کا قول کہ سَوَآءَۨ الۡعَاکِفُ فِیۡہِ وَالۡبَادِ کا مفہوم ہے کہ اہل مکہ اور جو دوسرے شہروں سے آیا ہو وہ سرزمین مکہ میں برابر ہیں انھیں نہ آنے سے روکا جاسکتا ہے اور نہ ہی حرم میں داخل ہونے سے۔[2]

نہج البلاغہ میں ہے حضرت علی السلام نے قثم بن عباس کو ایک خط میں لکھا جو مکہ کے عامل (گورنر) تھے مکہ والوں کو حکم دو کہ ٹھہرنے والے حاجیوں سے گھر کا کرایہ نہ لیں کیوں کہ خدا فرماتا ہے سَوَآءَۨ الۡعَاکِفُ فِیۡہِ وَالۡبَادِ ''عاکف مقیم مکہ ہے اور بادی وہ ہے جو باہر سے حج کرنے آتا ہے'' دونوں برابر ہیں۔[3]

قرب الاسناد میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے مکہ کے گھروں کو کرائے پر دینے سے منع فرمایا ہے اور آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔[4]

کتاب تہذیب میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ مکہ کے اردگرد کوئی دروازہ نہ تھا سب سے پہلے جس نے اس کے دروازے پر دو پٹ لگوائے وہ معاویہ ابن ابی سفیان تھا اور کسی کے لیے بھی یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنے گھروں اور رہائش گاہوں میں کسی شے سے حاجی کو منع کرے۔[5]

کتاب علل الشرائع میں امام صادق علیہ السلام سے اس آیت کے ذیل میں مروی ہے آپ نے فرمایا یہ مناسب نہیں ہے کہ مکے کے اطراف میں دروازے بنائیں جائیں اس لیے حجاج کرام کے لیے جائز ہے کہ وہ اہلِ مکہ کے ساتھ ان کے گھروں میں اور ان کے گھروں کے صحن میں نازل ہوں تاکہ مناسک حج ادا کرسکیں اور سب سے پہلے جس نے مکہ کے گرد دروازے بنائے وہ معاویہ تھا۔[6]

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۸۲ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۸۳ (۳) نہج البلاغہ، مکتوب نمبر ۶۷

(۴) قرب الاسناد، ص ۱۴۰، ح ۴۹۸ (۵) تہذیب الاحکام، ج ۵، ص ۴۲۰، ح ۱۴۵۸ (۶) علل الشرائع، ص ۳۹۶، ح ۱، باب ۱۲۵

وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ

اور جو اس میں ظلم کے ساتھ الحاد کا ارادہ کرے تو ہم اسے نہایت دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

الحاد کے معنی ہیں میانہ روی سے روگردانی۔

ظلم کے معنی ہیں بغیر حق کے یعنی ناحق۔

کتاب کافی میں اس آیت کے ذیل میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جو بھی مکہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی عبادت کرے یا یہاں اولیاء اللہ کے علاوہ کسی اور سے تولّا رکھے تو وہ اس نے ظلم کے ساتھ الحاد بھی کیا ہے اور اللہ تعالیٰ پر ہے کہ وہ ایسے شخص کو دردناک عذاب کا مزہ چکھائے۔[۱]

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ نے اس آیت کے ذیل میں فرمایا کہ بغیر کسی قصور اور خطا کے خادم کو مارنا بھی الحاد ہے۔[۲]

امام علیہ السّلام سے سوال کیا کہ کون سی چیز الحاد سے سب سے زیادہ قریب ہے تو امام عالی مقام نے فرمایا تکبر الحاد سے سب سے زیادہ قریب ہے۔[۳]

کتاب کافی اور علل الشرائع میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کوئی شخص مکہ مکرمہ میں اپنے نفس پر جو ظلم کرتا ہے خواہ وہ چوری ہو یا کسی پر ظلم ڈھانا ہو یا ظلم کی کوئی شے ہو میں اسے الحاد دیکھتا ہوں اسی وجہ سے آپ حرم میں سکونت اختیار کرنے کو منع فرماتے تھے۔[۴]

کتاب علل الشرائع میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے ان سے کہا گیا کہ شکاری پرندوں میں سے ایک پرندہ کعبے پر موجود ہے جب حرم کے کبوتر اس کے پاس سے گزرتے ہیں تو وہ انھیں شکار کر لیتا ہے تو امام علیہ السّلام نے فرمایا تیراندازی کر کے اسے قتل کر دو اس لیے کہ اس نے حرم میں الحاد کیا ہے۔[۵]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو کعبہ میں داخل ہوئے اور امیر المومنین علیہ السّلام کے بارے میں جو کچھ نازل ہوا ہے اس کا انکار کیا اور کفر پر جمے رہنے کا معاہدہ کیا تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ظلم ڈھا کر کعبہ میں الحاد کیا ہے۔

فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (المومنون ۴۱) قوم ظالمین کے لیے دوری ہے۔[۶]

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت اس کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو امیر المومنین علیہ السّلام سے الحاد کر رہا تھا اور ان پر ظلم ڈھا رہا تھا۔[۷]

---

(۱) الکافی، ج ۸، ص ۳۳۷، ح ۵۳۳ (۲) الکافی، ج ۴، ص ۲۲۷، ح ۳

(۳) الکافی، ج ۲، ص ۳۰۹، ح ۱ (۴) الکافی، ج ۴، ص ۲۲۷، ح ۳ و علل الشرائع، ص ۴۴۵، ح ۱، باب ۱۹۶

(۵) علل الشرائع، ص ۴۵۳، ح ۴، باب ۲۱۰ (۶) الکافی، ج ۱، ص ۴۲۱، ح ۴۴ (۷) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۸۳

وَ اِذۡ بَوَّاۡنَا لِاِبۡرٰهِيۡمَ مَكَانَ الۡبَيۡتِ اَنۡ لَّا تُشۡرِكۡ بِىۡ شَيۡـًٔا وَّ طَهِّرۡ بَيۡتِىَ لِلطَّآئِفِيۡنَ وَ الۡقَآئِمِيۡنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوۡدِ ﴿۲۶﴾

وَ اَذِّنۡ فِى النَّاسِ بِالۡحَجِّ يَاۡتُوۡكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاۡتِيۡنَ مِنۡ كُلِّ فَجٍّ عَمِيۡقٍ ۙ﴿۲۷﴾

لِّيَشۡهَدُوۡا مَنَافِعَ لَهُمۡ وَ يَذۡكُرُوا اسۡمَ اللّٰهِ فِىۡۤ اَيَّامٍ مَّعۡلُوۡمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمۡ مِّنۡۢ بَهِيۡمَةِ الۡاَنۡعَامِ‌ۚ فَكُلُوۡا مِنۡهَا وَ اَطۡعِمُوا الۡبَآئِسَ الۡفَقِيۡرَ ﴿۲۸﴾ۖ

ثُمَّ لۡيَقۡضُوۡا تَفَثَهُمۡ وَلۡيُوۡفُوۡا نُذُوۡرَهُمۡ وَ لۡيَطَّوَّفُوۡا بِالۡبَيۡتِ الۡعَتِيۡقِ ﴿۲۹﴾

---

(۲۶) وہ وقت یاد کرو جب ہم نے ابراہیم کے لیے اس گھر (خانۂ کعبہ) کی جگہ تجویز کی تھی اور ان سے عہد لیا تھا کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا اور میرے گھر کو پاک رکھنا طواف کرنے والوں، قیام کرنے والوں اور رکوع وسجدہ کرنے والوں کے لیے۔

(۲۷) اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دو وہ تمھارے پاس دور دراز راستوں سے پاپیادہ اور دبلے پتلے اونٹوں پر سوار ہو کر آئیں گے۔

(۲۸) تاکہ وہ فائدے دیکھیں جو ان کے لیے رکھے گئے ہیں اور مقررہ دنوں میں ان چوپایوں پر اللّٰہ کا نام لیں جو اس نے انھیں عطا کیے ہیں تم خود بھی اس میں سے کھاؤ اور نادار ومحتاج کو بھی کھلاؤ۔

(۲۹) پھر لوگوں کو چاہیے کہ اپنے بدن کی کثافت کو دور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں اور انھیں چاہیے کہ بیتِ عتیق (خانۂ کعبہ) کا طواف کریں۔

---

(۲۶) وَ اِذۡ بَوَّاۡنَا لِاِبۡرٰهِيۡمَ مَكَانَ الۡبَيۡتِ

وہ وقت یاد کرو جب ہم نے ابراہیم کے لیے اس گھر (خانۂ کعبہ) کی جگہ تجویز کی۔

اَنۡ لَّا تُشۡرِكۡ بِىۡ شَيۡـًٔا

اور ان سے عہد لیا تھا کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا۔

وَّ طَهِّرۡ بَيۡتِىَ لِلطَّآئِفِيۡنَ وَ الۡقَآئِمِيۡنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوۡدِ

اور میرے گھر کو پاک رکھنا طواف کرنے والوں، قیام کرنے والوں اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لیے۔

کتاب کافی اور تہذیب میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرما رہا ہے...وَّ طَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَ الْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ

لہٰذا بندے پر لازم ہے کہ جب وہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوتو طاہر اور پاک ہو اس نے اپنے پسینے کو دھولیا ہو اور اذیت سے خود کو پاک صاف کرلیا ہو۔[1]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ کعبے کے گرد اللہ تعالیٰ کی ایک سو بیس رحمتیں ہیں جن میں سے ساٹھ طواف کرنے والوں کے لیے ۴۰ نماز گزاروں کے لیے اور بیس دیکھنے والوں کے لیے ہیں۔[2]

اور اس آیت سے تعلق رکھنے والی دیگر احادیث سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۲۵ کے ذیل میں بیان کی جاچکی ہیں۔[3]

(۲۷) وَ اَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ اور لوگوں کو بلانے کے لیے حج کا اعلان کردو۔

يَّاْتُوْكَ رِجَالًا وہ تمھارے پاس پاپیادہ چلے آئیں گے۔

رجال راجل کی جمع ہے چل کر آنا

وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ

اور دبلے پتلے اونٹوں پر سوار ہوکر آئیں گے ایسا اونٹ جسے دور دراز سفر کرنے نے تھکا دیا ہو اور وہ کمزور ہو۔

يَّاْتِيْنَ یعنی یہ اونٹ آئیں گے۔

یہ لفظ ضَامِرٍ کی صفت ہے۔

اور یہ لفظ "یاتون" بھی پڑھا گیا ہے جو رجال اور رکبان (سوار ہونے والے) کی صفت ہے یا نیا جملہ ہے یہ مجمع البیان میں بیان کیا گیا ہے۔[4]

مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ہر دور دراز راستوں سے نکل کر۔

فَجٍّ۔ راستا عمیق دور دراز۔

کتاب کافی اور علل الشرائع میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ جب ابراہیم علیہ السّلام اور اسماعیل علیہ السّلام کو گھر (خانۂ کعبہ) کی تعمیر کا حکم دیا گیا اور اس کی تعمیر مکمل ہوگئی تو ابراہیم علیہ السّلام ایک رکن پر بیٹھے اور انھوں نے آواز دی "هلم الحج" حج کے لیے آؤ۔ حج کے لیے آؤ اگر وہ هلم کی جگہ "هلموا الحج" کہتے تو جو اس وقت انسانی مخلوق تھی وہی حج کرتی لیکن آپ نے آواز دی هلم الحج هلم الحج تو اصلاب رجال میں سے لوگوں نے لبیک کہی:

---

(۱) تہذیب الاحکام، ج۵، ص۲۵۱، ح۸۵۲
(۲) الکافی، ج۴، ص۲۴۰، ح۲
(۳) ہماری کتاب تفسیر صافی، ح۱، ص۲۷۷ اردو ترجمہ۔
(۴) مجمع البیان، ج۷-۸، ص۸۰

لبیک داعی اللہ لبیک داعی اللہ اے اللہ کے داعی ہم حاضر ہیں اے اللہ کی طرف بلانے والے ہم حاضر ہیں، جس نے دس مرتبہ لبیک کہی وہ دس مرتبہ حج کرے گا اور جس نے پانچ مرتبہ لبیک کہی وہ پانچ مرتبہ حج کرے گا اور جس نے اس سے زیادہ مرتبہ لبیک کہی وہ اسی اعتبار سے حج بجالائے گا اور جس نے ایک مرتبہ لبیک کہی وہ صرف ایک حج کرے گا اور جس نے لبیک نہیں کی وہ حج نہیں کرے گا۔[1]

کتاب علل الشرائع میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ جب اللہ جل جلالہ نے ابراہیم علیہ السّلام کو حکم دیا کہ وہ لوگوں میں حج کا اعلان کردیں تو وہ مقام پر کھڑے ہوئے اور اس پر بلند ہوئے یہاں تک کہ وہ ابی قبیس کے مقابل میں آ گئے اور لوگوں کو حج کے لیے پکارا تو اسے قیامت تک آنے والی تمام نسلوں نے سنا جو اصلاب رجال اور ارحام نساء میں تھے۔[2]

تفسیر قمی میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام جب کعبے کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا کہ وہ لوگوں کو حج کے لیے آواز دے کر بلائیں حضرت ابراہیمؑ نے کہا میری آواز کہاں تک پہنچے گی تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اذن، علیك الاذان وعلیّ البلاغ اے ابراہیمؑ تم لوگوں کو پکارو پکارنا تمھارا کام ہے پہنچانا ہماری ذمے داری ہے۔

حضرت ابراہیمؑ "مقام" پر بلند ہوئے اور وہ ان دنوں خانۂ کعبہ سے متصل تھا وہ مقام انھیں لے کر بلند ہوا یہاں تک کہ وہ پہاڑ سے بھی زیادہ اونچا ہوگیا ابراہیمؑ نے پکارا اور اپنی انگلی اپنے کانوں میں داخل کی اور مشرق کی طرف رخ کیا اور مغرب کی جانب رخ کیا وہ کہہ رہے تھے "ایھا الناس کتب علیکم الحج الی البیت العتیق فاجیبوا ربّکم" اے لوگو! تم پر خانۂ کعبہ بیت عتیق کا حج فرض قرار دیا گیا ہے تم پر لازم ہے کہ تم اپنے رب کو لبیک کہو تو سب نے جواب دیا ساتوں سمندر کے نیچے سے مشرق اور مغرب کے درمیان سے اور زمین کے چاروں طرف سے جہاں خشکی جدا ہوتی ہے۔ اصلاب رجال سے ارحام نساء سے لبیک کہہ کر لبیك اللھم لبیك اے میرے اللہ میں حاضر ہوں اے میرے پروردگار میں حاضر ہوں تم انھیں دیکھ بھی نہیں رہے ہو انھوں نے لبیک کہی لہٰذا اس دن سے روز قیامت تک جو بھی حج کرے گا وہ ان لوگوں میں سے ہوگا جنھوں نے اللہ کی دعوت پر لبیک کہی ہوگی اور یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے فیه آیات بینات مقام ابراھیم یعنی ابراہیم علیہ السّلام کا مقام پر ندا دینا۔[3]

کتاب کافی اور تہذیب الاحکام میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں دس سال مقیم رہے اور آپ نے کوئی حج نہیں کیا پھر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی:

---

(۱) الکافی، ج ۴، ص ۲۰۶، ح ۶ وعلل الشرائع، ص ۴۱۹، ح ۱، باب ۱۵۸

(۲) علل الشرائع، ص ۴۱۹-۴۲۰، ح ۲، باب ۱۵۸ (۳) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۸۳

واذن فی الناس بالحج تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے موذنین کو حکم دیا کہ وہ بلند آواز میں اعلان کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سال حج کے لیے روانہ ہوں گے اور اس طرح جو لوگ مدینے میں مقیم تھے اور جو اردگرد کے رہنے والے اور قرب و جوار کے بادیہ نشین تھے سب کو علم ہوگیا وہ سب کے سب رسول اللہ کے ساتھ حج کرنے کے لیے جمع ہو گئے وہ سب لوگ اتباع کرنے والے لوگ تھے۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ جو انھیں حکم دیا جائے وہ اس کا اتباع کریں یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی کام انجام دیں تو وہ لوگ بھی ویسا ہی عمل کریں۔ الحدیث۔[۱]

(۲۸) لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ

تاکہ وہ فائدے حاصل کریں جو ان کے لیے رکھے گئے ہیں۔ خواہ ان کا تعلق دین سے ہو یا وہ دنیاوی فوائد ہوں۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے آپ سے کہا گیا اے کاش آپ محمل میں اپنے بدن کو آرام پہنچاتے تو امام علیہ السّلام نے فرمایا میں چاہتا ہوں ان منفعتوں کو حاصل کروں، ان کا مشاہدہ کروں جنھیں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے "لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ" جب بھی کوئی شخص ان کا مشاہدہ کرے گا اللہ اسے فائدہ پہنچائے گا تم اس حال میں واپس آؤ گے کہ تمھاری مغفرت ہو چکی ہوگی اور تمھارے غیر اپنے اہل وعیال اور اپنے اموال میں محفوظ رہیں گے۔[۲]

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے انھیں شدید بیماری کے عالم میں محمل میں بٹھلا کر خانۂ کعبہ کا طواف کرایا جارہا تھا جب وہ رکن یمانی کے قریب پہنچے تو انھوں نے حکم دیا محمل کو زمین پر رکھا گیا تو امام علیہ السّلام نے اپنا ہاتھ محمل کے سوراخ سے نکالا اور اسے زمین پر کھینچا اور پھر فرمایا مجھے اٹھاؤ جب آپ نے ہرشوط (چکّر) پر ایسا کیا تو آپ سے کہا گیا اے فرزندِ رسول یہ آپ کے لیے نہایت دشوار ہے تو امام عالی مقام نے فرمایا میں نے اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ آپ سے دریافت کیا گیا کیا دنیا کی منفعت ہے یا آخرت کی منفعت ہے تو آپ نے فرمایا یہ تمام منفعتیں ہیں۔[۳]

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السّلام سے ہے کہ آخرت کی منفعت عفو و مغفرت ہے۔[۴]

کتاب عیون میں امام رضا علیہ السّلام سے مروی ہے کہ حج کی علّت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف آنا اور اس سے مزید کا مطالبہ کرنا، تمام گناہوں سے باہر آجانا، گزشتہ ہو کچھ ہو چکا اس کے لیے توبہ کرنا، اور آنے والی زندگی کا از سرِ نو آغاز اور حج کے اخراجات کے لیے مال نکالنا، بدن کو تھکن سے دوچار کرنا اور خواہشات اور لذتوں سے اپنے آپ کو بچانا اور عبادت کے ذریعے اللہ تبارک و تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنا، خضوع و خشوع، عاجزی اور انکساری اور کوشش کرے کہ مسلسل اسی کی طرف متوجہ رہے خواہ گرمی ہو، سردی ہو، امن ہو

---

(۱) الکافی، ج ۴، ص ۲۴۵، ح ۴ وتہذیب الاحکام، ج ۵، ح ۱۵۸۸ (۲) الکافی، ج ۴، ص ۲۶۳-۲۶۴، ح ۴۶
(۳) الکافی، ج ۴، ص ۴۲۲، ح ۱ (۴) مجمع البیان، ج ۷-۸، ص ۸۱

یا خوف ہو اور ان امور میں تمام مخلوقات کے لیے منفعتیں، رغبت اور خوف خدا ہے اور اسی میں سے بے رحمی کو ترک کرنا، نفسوں کی جسارت، ذکر کا نسیان اور آرزو اور امید کا منقطع ہونا ہے، اور حقوق کی تجدید ہے اور فساد سے اپنے نفس کو بچانا ہے اور جو زمین کے مشرق اور مغرب میں خشکی اور سمندر میں، جس نے حج کیا ہو یا حج نہ کیا ہو اسے فائدہ پہنچانا ہے وہ تاجر ہو، لوگوں کو جمع کرنے والا ہو، بیچنے والا ہو، خریدنے والا ہو، کمانے والا ہو اور مسکین ہو، آس پاس لوگوں کی ضروریات کو پورا کرنا اور ایسے مقامات کا انتخاب جہاں ان کا اجتماع ممکن ہو لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ۔ [۱]

اور دوسری روایت میں یہ اضافہ ہے کہ اس میں تفقہ (سمجھ بوجھ) ہے یعنی علم فقہ اور ہر محلے اور گلی کوچے میں ائمہ کی احادیث کو منتقل کرنا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ... فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآىِٕفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ (توبہ:۱۲۲) (مومنوں کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ سب نکل پڑیں ہر فرقے میں سے ایک گروہ دین میں سمجھ بوجھ حاصل کرنے کے لیے کیوں نہ نکلا تاکہ جب وہ اپنے قبیلے میں واپس جائیں تو انھیں خبردار کریں تاکہ وہ بھی اللہ سے ڈریں۔ [۲]

وَ يَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ

اور مقررہ دنوں میں چوپایوں پر وہ ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیں جو اس نے انھیں عطا کیے ہیں۔

یذکروا اسم اللہ کہا گیا ہے، تم اللہ کا نام لو اس کو ذبح کرتے وقت۔ [۳]

اور کہا گیا ہے کہ لفظ ذکر ذبح کا کنایہ ہے اس لیے کہ وہ اس سے جدا نہیں ہے۔ [۴]

کتاب عوالی میں صادقین سے مروی ہے کہ "يَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ" سے مراد پندرہ نمازوں کے بعد تکبیر یعنی اللہ اکبر کہنا ہے جن میں پہلی نماز عید کی نماز ظہر ہے۔ [۵]

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السّلام سے ایسی ہی روایت ملتی ہے۔ [۶]

کتاب معانی میں امام صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السّلام نے اللہ کے قول "وَ يَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ" کے ذیل میں فرمایا کہ اس سے مراد دس دن ہیں۔ [۷]

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا اس سے مراد "ایام تشریق" ہے۔ [۸] اور امام صادق علیہ السّلام نے فرمایا المعلومات اور المعدودات میں کوئی فرق نہیں اور ان دونوں سے مراد ایامِ تشریق ہیں۔ [۹]

---

(۱) عیون اخبار الرضا، ج ۲، ص ۹۰، باب ۳۳
(۲) عیون اخبار الرضا، ج ۲، ص ۱۱۹، باب ۳۴
(۳) انوار التنزیل، ج ۲، ص ۹۰
(۴) انوار التنزیل، ج ۲، ص ۹۰
(۵) عوالی اللآلی، ج ۲، ص ۸۸، ح ۲۳
(۶) تفسیر مجمع البیان، ج ۷-۸، ص ۸۱
(۷) معانی الاخبار، ص ۲۹۶-۲۹۷، ح ۱
(۸) معانی الاخبار، ص ۲۹۷، ح ۲
(۹) معانی الاخبار، ص ۲۹۷، ح ۳

کتاب تہذیب میں امام صادق اپنے آبا و اجداد سے ایسی روایت بیان کرتے ہیں[۱] ایک روایت میں حضرت علی علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ایام معلومات سے ایام العشر مراد ہیں (وہ ایّام جو دس دنوں پر مشتمل ہوتے ہیں) اور معدودات سے ایام تشریق مراد ہیں۔[۲]

کتاب الجوامع میں امام باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ ایام معلومات سے قربانی کا دن اور ان کے بعد تین دن ایام التشریق ہیں اور الایام المعدودات سے مراد دس ذی الحجہ ہے۔[۳]

فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْبَآىِٕسَ الْفَقِيْرَ تم خود بھی اس میں کھاؤ اور نادار محتاج کو بھی کھلاؤ۔

الْبَآىِٕسَ الْفَقِيْرَ ایسا محتاج جسے شدید تکلیفوں کا سامنا ہو سختیاں اور تکلیفیں اس تک پہنچ چکی ہوں۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے یہ وہ لنجا اور معذور ہے جو اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے نکل نہیں سکتا۔[۴]

(۲۹) ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ

پھر لوگوں کو چاہیے کہ اپنے بدن کی کثافت کو دور کریں ناخن کاٹ کر مونچھیں کتروا کر اور سر منڈوا کر اور اسی قبیل کی مختلف چیزیں۔

وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ

اور انھیں چاہیے کہ اپنی نذریں پوری کریں یعنی مناسک حج بجا لائیں کتاب کافی اور فقیہ میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے التفث سے مراد سر کے بال مونڈنا ہیں اور وہ تمام بال جو انسان کی کھال پر ہوتے ہیں۔[۵]

امام رضا علیہ السّلام سے مروی ہے کہ التفث کے معنی ہیں ناخن کاٹنا، میل کچیل دور کرنا اور خود سے احرام کا دور کرنا۔[۶]

کتاب فقیہ میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے "التفث" کا مفہوم ہے کسی شخص کا خوش بو سے دور رہنا جب اس کا حج پورا ہو جاتا ہے تو خوشبو لگانا اس کے لیے حلال ہے۔[۷]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے "تفث" یہ بھی ہے کہ تم حالتِ احرام میں نامناسب کلمات زبان سے ادا کرو جب تم مکہ میں داخل ہوئے اور تم نے کعبے کا طواف کیا اور گفتگو میں شائستگی پیدا کر لی تو وہ اس کا کفارہ بن جائے گی۔[۸]

عبداللّٰہ بن سنان نے ذریح محاربی سے روایت سے ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السّلام

---

(۱) تہذیب الاحکام، ج۵، ص۴۴۷، ح۱۵۵۸
(۲) تہذیب الاحکام، ج۵، ص۴۸۷، ح۱۷۳۶
(۳) جوامع الجامع، ج۳، ص۹۵
(۴) الکافی، ج۴، ص۴۶، ح۴
(۵) الکافی، ج۴، ص۵۰۳، ح۸ و من لایحضرہ الفقیہ ج۲، ح۱۴۳۴
(۶) الکافی، ج۴، ص۵۰۳-۵۰۴، ح۱۲
(۷) من لایحضرہ الفقیہ، ج۲، ص۲۲۴، ح۱۰۵۱، باب ۱۱۸
(۸) الکافی، ج۴، ص۳۳۸، ح۳

سے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں مجھے حکم دیا ہے میں اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں امام علیہ السّلام نے فرمایا وہ کون سی بات ہے؟ میں نے کہا اللہ تعالیٰ کا قول ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ امام علیہ السّلام نے فرمایا "لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ" امام سے ملاقات کرنا ہے اور "وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ" سے مناسک حج مراد ہیں عبداللہ بن سنان کہتے ہیں کہ میں امام صادق علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے کہا میری جان آپ پر فدا ہو جائے فرمایئے اللہ تعالیٰ کے قول ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ سے کیا مراد ہے؟ امام علی مقام نے فرمایا مونچھوں کا ترشوانا ناخن کاٹنا اور جو کام اس جیسے ہوں اس نے کہا میری جان آپ پر قربان ہو ذریح محاربی نے مجھ سے بیان کیا کہ آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ سے مراد امام سے ملاقات ہے اور وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ سے مناسک حج مراد ہیں۔ امام علیہ السّلام نے فرمایا اس نے سچ کہا اور تم نے بھی سچ کہا قرآن کے ظاہر اور باطن ہوتے ہیں اور کس کی ہمت ہے ذریح جتنا علم برداشت کر سکے۔[1]

میں (فیض کا ثانی) کہتا ہوں تفسیر اور تاویل میں اشتراک کا سبب محض پاک کرنا ہے ان میں سے ایک ظاہری میل کچیل سے پاک کرنا ہے اور دوسرا جہالت اور گمراہی سے فرمایا کہ فقیہ میں "التفث" کا مفہوم یہ ہے کہ اس سے ہر وہ شے مراد ہے جو احادیث میں وارد ہوئی ہیں۔[2]

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے آپ فرماتے تھے اور جب انھوں نے لوگوں کو مکہ مکرمہ میں زمانۂ جاہلیت کے اعمال کو انجام کرتے ہوئے ملاحظہ فرمایا تو کہا "خدا کی قسم انھیں ان باتوں کا حکم نہیں دیا گیا ہے" بس انھیں تو یہ حکم دیا گیا ہے "لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ" انھیں چاہیے کہ وہ ہمارے پاس سے گزریں اور ہمیں بتلائیں کہ وہ ہماری ولایت پر ہیں اور انھیں چاہیے کہ وہ اپنی بصیرت کو ہمارے سامنے پیش کریں۔[3]

وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ

اور انھیں چاہیے کہ وہ بہت عتیق (خانۂ کعبہ) کا طواف کریں۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس طواف کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا اس سے مراد "طواف النساء" ہے۔[4]

امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے دریافت کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے خانۂ کعبہ کا نام "بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ" کیوں رکھا ہے فرمایا کہ یہ وہ گھر ہے جو آزاد ہے لوگوں کی قید میں نہیں ہے اور کوئی فرد اس کا مالک نہیں ہے۔[5]

کتاب محاسن اور علل الشرائع اور قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے اس کا نام "بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ" اس لیے رکھا گیا ہے کہ یہ ڈوبنے سے محفوظ رہا۔[6]

---

(۱) الکافی، ج ۴، ص ۵۴۹، ح ۴ (۲) من لایحضرہ الفقیہ، ج ۲، ص ۲۹۱ (۳) الکافی، ج ۱، ص ۳۹۲، ح ۲
(۴) الکافی، ج ۲، ص ۵۱۳، ح ۲ (۵) الکافی، ج ۴، ص ۱۸۹، ح ۶
(۶) المحاسن، ج ۲، ص ۶۶، ح ۱۱۸۳ وعلل الشرائع، ص ۳۹۵-۳۹۹ وتفسیر قمی، ج ۱، ص ۳۲۰ وج ۲، ص ۸۴

ذٰلِكَ ۚ وَ مَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ وَ اُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَ اجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۙ﴿۳۰﴾

حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ؕ وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴿۳۱﴾

ذٰلِكَ ۚ وَ مَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿۳۲﴾

لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَاۤ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۳۳﴾

(۳۰) یہ تعمیر کعبہ کا مقصد تھا اور جو کوئی اللہ کی قائم کردہ حرمتوں کی تعظیم کرے تو وہ اس کے رب کے نزدیک بہتر ہے۔ اور تمھارے لیے مویشی جانور حلال قرار دیے گئے ہیں ان چیزوں کے علاوہ جو تمھیں بتلا دی گئی ہیں لہٰذا تم بتوں کے رجس سے بچو اور جھوٹی باتوں سے پرہیز کرو۔

(۳۱) یکسو ہو کر اللہ کے ہو جاؤ اس کی ذات میں کسی کو شریک قرار نہ دو اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا گویا کہ وہ آسمان سے گر پڑا اب یا تو اسے پرندے اچک لے جائیں یا اسے ہوا اڑا کر دور دراز جگہ پر پھینک دے۔

(۳۲) اس بات کو سمجھ لو کہ جو بھی شعائر اللہ کی تعظیم کرے گا تو بلاشبہ اس کا تعلق دلوں کے تقویٰ سے ہے۔

(۳۳) ان چوپایوں میں ایک مقررہ وقت تک تمھارے لیے فائدے ہیں پھر ان کے قربان کرنے کی جگہ اسی بیتِ عتیق کے پاس ہے۔

(۳۰) ذٰلِكَ

یہ امر وہ ہے یعنی تعمیر کعبہ کا مقصد یہ لفظ جملوں میں فاصلہ قائم کرنے کے لیے لایا جاتا ہے۔

وَ مَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ

اور جو کوئی اللہ کی قائم کردہ حرمتوں کی تعظیم کرے گا تو وہ اس کے رب کے نزدیک اس کے لیے بہتر ہے۔ از روئے ثواب۔

وَ اُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ

اور تمھارے لیے مویشی جانور حلال قرار دیے گئے ہیں ان چیزوں کے علاوہ جو تمھیں بتلا دی گئی ہیں۔ جیسے

مردار، یا جسے غیر خدا کے نام پر ذبح کیا جائے تم ان مویشیوں میں سے خود کسی چیز کو حرام قرار نہ دو سوائے اس کے اللہ نے جسے حرام قرار دیا ہے جسے بحیرہ اور سائبہ (اس کی تفصیل سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۱۰۳ کے ذیل میں بیان کی جا چکی ہے)

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ

لہٰذا تم بتوں کے رجس سے اجتناب کرو اور جھوٹی باتوں سے پرہیز کرو۔

یعنی تم رجس سے اجتناب کرو جو بتوں کو پوجنا ہے جس طرح تم تمام نجس چیزوں اور ہر افترا پردازی سے پرہیز کرتے ہو۔

کتاب کافی اور قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا الرجس من الاوثان سے مراد شطرنج ہے اور قَوْلُ الزُّور سے مراد گانا بجانا ہے۔[۱]

اور مجمع البیان میں یہ اضافہ ہے کہ جوئے کی تمام اقسام اور لہو و لعب کے تمام اقوال یعنی ہر طرح کا گانا، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ جھوٹی گواہی شرک باللہ میں تبدیل ہو جاتی ہے پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔[۲]

(۳۱) حُنَفَآءَ لِلّٰهِ

یکسو ہو کر اللہ کے ہو جاؤ۔

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے یعنی پاک و پاکیزہ ہو جاؤ۔[۳]

غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ

اس کی ذات میں کسی کو شریک قرار نہ دو۔

کتاب توحید میں ہے امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس بارے میں اور حنیفیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو امام علیہ السّلام نے فرمایا یہ وہ فطرت ہے اللہ نے انسانوں کو جس پر خلق فرمایا ہے اللہ کی تخلیق میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوتی فرمایا اللہ نے انسانوں کو معرفت پر خلق فرمایا ہے۔[۴]

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ

اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا گویا کہ وہ آسمان سے گر پڑا۔ اس لیے کہ وہ ایمان کی بلندی سے کفر کی پستی میں جا گرا۔

فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ

اب یا تو اسے پرندے اچک کر لے جائیں۔

---

(۱) الکافی، ج۶، ص۴۳۵، ح۲ و تفسیر قمی، ج۲، ص۸۴ (۲) مجمع البیان، ج۷-۸، ص۸۲

(۳) تفسیر قمی، ج۲، ص۸۴ (۴) التوحید، ص۳۳۰، ح۹، باب ۵۳

اس لیے کہ ہلاک کر دینے والی خواہشات افکار کو پراگندہ کر دیتی ہیں۔

اَوْ تَهْوِیْ بِهِ الرِّیْحُ فِیْ مَكَانٍ سَحِیْقٍ

یا ہوا اسے اڑا کر دور دراز جگہ پر پھینک دے۔ اس لیے کہ شیطان نے اسے گم راہی میں ڈھکیل دیا ہے۔

(۳۲) ذٰلِكَ یہ وہ معاملہ ہے۔

وَ مَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآىٕرَ اللّٰهِ اور جو بھی شعائر اللہ یعنی دین کی نمایاں باتوں کی تعظیم کرے گا۔

فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ

تو بلاشبہ اس کا تعلق دلوں کے تقویٰ سے ہے۔

تفسیر قمی میں فرمایا تعظیم البدن وجودتہا۔ قربانی کے جانور کی تعظیم اور اس کا بہترین ہونا (بُدنہ جمع بدن وہ گائے یا اونٹ جس کی قربانی حج کے موقع پر مکہ میں کی جائے)[۱]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اگر قربانی بُدنہ سے کم ہو تو جزا دو چند ہو جائے گی اور جب بُدنہ تک پہنچ جائے تو پھر دو چند نہیں ہوگی اس لیے کہ وہ سب سے زیادہ عظیم ہے جو قربانی دی جارہی ہے ارشاد رب العزت ہے۔ ...وَ مَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآىٕرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ۔[۲]

اور امام صادق علیہ السّلام سے قصۂ حجّۃ الوداع میں مروی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن قربانی کے جانوروں کو لائے تھے ان کی تعداد ۶۴ یا ۶۶ تھی اور حضرت علی علیہ السّلام جو قربانی کے جانور لے کر آئے تھے وہ ۳۴ یا چھتیس تھے۔[۳]

(۳۳) لَكُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى

ان چوپایوں میں ایک مقررہ مدت تک تمھارے لیے فائدے ہیں۔

کتاب کافی اور فقیہ میں امام صادق علیہ السّلام سے اس آیت کے ذیل میں مروی ہے آپ نے فرمایا اگر اس کی پیٹھ کی ضرورت ہو یعنی اس پر سوار ہونا چاہو تو اس پر سختی کیے بغیر سواری کرو اور اگر اس کے تھنوں میں دودھ ہو تو اس کو اچھی طرح دوہنا مگر اس کے تھنوں کو دودھ سے خالی نہ کر دینا۔[۴]

ثُمَّ مَحِلُّهَاۤ اِلَى الْبَیْتِ الْعَتِیْقِ

پھر ان کے قربانی کرنے کی جگہ اسی بیت عتیق کے پاس ہے۔ تفسیر قمی میں ہے فرمایا قربانی کے جانور (اونٹ) پر محرم اس جگہ سے سواری کرے گا جہاں سے احرام باندھے گا نہ اسے مارے گا اور نہ ہی اس پر سختی کرے گا اور اگر اس کے تھنوں میں دودھ ہو تو وہ اس کا دودھ "یَوْمُ النَّحْر" قربانی کے دن تک پیے گا۔[۵]

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۸۴ (۲) الکافی، ج ۴، ص ۳۹۵، ح ۵

(۳) الکافی، ج ۴، ص ۲۴۵–۲۴۷، ح ۴، باب حج النبی

(۴) الکافی، ج ۴، ص ۴۹۲، ح ۱ و من لایحضرہ الفقیہ، ج ۲، ص ۳۰۰، ح ۱۴۹۳ (۵) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۸۴

وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ؕ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسْلِمُوْا ؕ وَ بَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ۙ﴿۳۴﴾
الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ الصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَاۤ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِى الصَّلٰوةِ ۙ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۵﴾
وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَ الْمُعْتَرَّ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۳۶﴾

---

(۳۴) ہم نے ہر اُمّت کے لیے قربانی کا ایک طریقہ متعین کر دیا ہے تا کہ وہ لوگ ان چوپائے مویشیوں پر اللّٰہ کا نام لیں جو اس نے انھیں عطا کیے ہیں تو جان لو کہ تمھارا معبود ایک اللّٰہ ہے اسی کے سامنے سر جھکاؤ اور اے نبی آپ عاجزی کرنے والوں کو بشارت دے دیجیے۔

(۳۵) جن کے سامنے جب ذکر خدا کیا جاتا ہے تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں اور جو مصیبت انھیں پہنچتی ہے وہ اس پر صبر کرتے ہیں وہ نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انھیں عطا کیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

(۳۶) اور قربانی کے اونٹوں کو ہم نے تمھارے لیے شعائر اللّٰہ میں قرار دیا ہے، تمھارے لیے ان میں بھلائی ہے لہٰذا (وقتِ نحر) جب وہ کھڑے ہوں تو ان پر اللّٰہ کا نام لو پھر جب وہ پہلو کے بل گر جائیں تو تم ان کا گوشت کھاؤ اور قناعت اور پسند محتاج سوالی کو بھی کھلاؤ ہم نے ان جانوروں کو اس لیے تمھارے مُسَخَّر کر دیا ہے تا کہ تم شکر ادا کرو۔

---

(۳۴) وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا

اور ہر امّت کے لیے ہم نے قربانی کا ایک طریقہ متعین کر دیا ہے لِكُلِّ اُمَّةٍ سے مراد ہر دین کے ماننے والے کے لیے۔

مَنْسَكًا کا مفہوم ہے عبادت کا طریقہ اور قربانی جس کے ذریعے وہ اللّٰہ کا تقرب چاہتے ہیں۔

لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ

تا کہ وہ لوگ ان چوپائے مویشیوں پر اللّٰہ کا نام لیں جو اس نے انھیں عطا کیے ہیں۔

صرف اللّٰہ کا نام لیں غیر اللّٰہ کا نام نہ لیں اور اپنی قربانی صرف اللّٰہ کے لیے خالص کر دیں قربانی کی یہ عِلّت بیان کی گئی تا کہ مُتنَبِّہ کیا جاے کہ قربانی کا مقصد اور ہدف معبود کو یاد کرنا ہے۔تم ذبح کرتے وقت اللّٰہ کا نام لیا کرو۔

فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ

تو جان لو کہ تمھارا معبود صرف ایک اللّٰہ ہے۔

فَلَهٗۤ اَسْلِمُوْا

اسی کے سامنے سر جھکاؤ۔

وَ بَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ

اور اے نبی آپ عاجزی کرنے والوں کو بشارت دے دیجیے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ المخبتین کے معنی میں العابدین عبادت گزار۔[1]

(۳۵) الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ

جن کے سامنے جب ذکر خدا کیا جاتا ہے تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں۔

ان کے دل لرزتے ہیں اللّٰہ کی ہَیبت کی وجہ سے اس لیے کہ اللّٰہ کی عظمت و جلالت کی شعائیں ان کے دلوں پر پڑتی ہیں۔

وَ الصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَاۤ اَصَابَهُمْ وَ الْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ ۙ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ

اور جو مصیبتیں ان تک پہنچتی ہیں ان پر صبر کرتے ہیں وہ نماز کو مقررہ اوقات میں پڑھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انھیں عطا کیا ہے اسے کارِ خیر میں خرچ کرتے ہیں۔

(۳۶) وَ الْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآىِٕرِ اللّٰهِ

اور قربانی کے اونٹوں کو ہم نے تمھارے لیے شعائر اللّٰہ میں قرار دیا ہے۔

بُدن قربانی کا جانور اونٹ وغیرہ۔ یہ بُدنہ کی جمع ہے۔

لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ

تمھارے لیے ان میں دین اور دنیا کی بھلائی رکھ دی ہے۔

فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ

جب وہ اونٹنیاں کھڑی ہوئی ہوں تو اس وقت ان پر اللّٰہ کا نام لے لو ''صَوَآفَّ'' کا مفہوم ہے کھڑی ہوئی اپنی ٹانگوں اور ہاتھوں کو پھیلائے ہوئے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ اونٹ کو کھڑے ہونے کی حالت میں نحر کیا جائے گا۔[2]

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۸۴ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۸۴

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ جب انھیں نحر کرنے کے لیے کھڑا کیا جاتا ہے تو اس کے کھر سے اس کے گھٹنوں تک اس کے دونوں ہاتھ باندھ دیے جاتے ہیں۔[۱]

فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا

پھر جب وہ پہلو کے بل گر جائیں۔

کتاب کافی اور معانی الاخبار میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جب وہ ناقہ زمین پر گر جائے۔[۲]

فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَ الْمُعْتَرَّ

تو تم ان کا گوشت کھاؤ اور قناعت پسند اور محتاج سوالی کو بھی کھلاؤ فرمایا القانع کے معنی ہیں تم جو کچھ عطا کردو وہ اس پر راضی ہو جائے نہ ناراض ہو نہ تیوری چڑھائے اور نہ ہی عالم غضب میں اپنا رخ پھیرے۔ اور مُعْتَرّ وہ شخص ہے جو تمھارے پاس سے گزرے تا کہ تم اسے کھلاؤ اور کتاب معانی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ تم قربانی کے جانور کا ایک تہائی اپنے اہل وعیال کو کھلانا، اور قانع کو ایک تہائی اور مسکین کو ایک تہائی کہا گیا کیا مسکین ہی سائل ہے؟ تو فرمایا ہاں۔ اور قانع وہ ہے کہ تم جسے ایک ٹکڑا یا اس سے بڑھ کر بھیجو تو وہ قانع ہو جائے اور معتر وہ ہے جو تمھارے پاس آئے مگر دست سوال دراز نہ کرے۔[۳]

تفسیر مجمع البیان میں ہے معصومین سے روایت ہے قربانی کرنے والے کے لیے یہ مناسب ہے کہ وہ ایک ثلث جو بچ رہا ہے اسے اپنے دوستوں کی خدمت میں ہدیہ پیش کرے۔[۴]

ثلث کے معنی ہیں ایک تہائی ۱/۳

كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ

اور اسی طرح ہم نے ان جانوروں کو تمھارے لیے اسی لیے مسخر کر دیا باوجودے کہ وہ جانور عظیم اور قوی ہیں ہم نے انھیں تمھارے زیر نگیں کر دیا تم انھیں باندھتے ہو تم ان کے قوائم کو باندھ دیتے ہو اور پھر تم ان کے سینے کے اوپری حصے پر نیزہ مار کر انھیں زخمی کر دیتے ہو۔

لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ

تا کہ تم شکر (رب) ادا کرو۔

یہ تمام انعام واکرام اس لیے ہے کہ تم تقرب خداوندی اور عمل میں اخلاص پیدا کرو۔

---

(۱) الکافی، ج ۴، ص ۴۹۷، ح ۱، باب الذبح۔

(۲) الکافی، ج ۴، ص ۴۹۷، ح ۱ کے ذیل میں ومعانی الاخبار، ص ۲۰۸، ح ۱

(۳) معانی الاخبار، ص ۲۰۸، ح ۲

(۴) تفسیر مجمع البیان، ج ۷۔۸، ص ۸۶

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَ لَا دِمَآؤُهَا وَ لٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۷﴾
اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۸﴾ ع
اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۙ﴿۳۹﴾
الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَ بِيَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ وَ لَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۴۰﴾

(۳۷) نہ ان جانوروں کے گوشت اللہ تک پہنچتے ہیں نہ ان کے خون البتہ تمھارا تقویٰ اس تک رسائی حاصل کرتا ہے اسی طرح ہم نے ان جانوروں کو تمھارا تابع بنا دیا ہے کہ خدا کی عطا کردہ ہدایت پر تم اس کی کبریائی کا اظہار کرو اور اے نبی آپ نیک عمل کرنے والوں کو خوش خبری سنا دیں۔

(۳۸) یقیناً اللہ صاحبان ایمان کی جانب سے مدافعت کرتا ہے اور بے شک اللہ کسی خائن اور ناشکرے کو پسند نہیں کرتا۔

(۳۹) جن پر جنگ مسلط کی جائے انھیں جنگ کی اجازت دی گئی ہے اس لیے کہ وہ مظلوم ہیں اور اللہ ان کی کمک پر قدرت رکھتا ہے۔

(۴۰) یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے ناحق نکال دیے گئے صرف اس قصور پر کہ وہ یہ کہہ رہے تھے کہ ہمارا رب اللہ ہے اور اگر اللہ ایک دوسرے کے ذریعے لوگوں کا دفاع نہ کرتا رہتا تو خانقاہیں، گرجا معبد اور مسجدیں منہدم کر دی جاتیں جن میں اللہ کا کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے اللہ ضرور ان لوگوں کی مدد کرے گا جو اللہ کی مدد کریں گے۔ بے شک اللہ بڑا طاقتور اور غالب ہے۔

(۳۷) لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَ لَا دِمَآؤُهَا وَ لٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ

نہ ان جانوروں کے گوشت اللہ تک پہنچتے ہیں نہ ان کے خون البتہ تمھارا تقوی اس تک رسائی حاصل کرتا ہے۔

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ۔ ہرگز اس کی رضا مندی حاصل نہیں کرتا اور نہ ہی اُسے قبولیت کی سند ملتی ہے۔

لُحُوْمُهَا۔ اس گوشت کے سبب جو صدقہ کیا گیا ہے۔

وَلَا دِمَآؤُهَا۔ اور نہ ہی جو خون بہایا گیا ہے اونٹ کو نحر کرتے وقت اس لیے یہ صرف گوشت اور خون ہے۔

وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ۔ لیکن اللہ تک صرف تمھارے دلوں کا تقوی پہنچتا ہے جو تمھیں امر الٰہی کی طرف بلاتا ہے اور اُس کی تعظیم کا حکم دیتا ہے اور اللہ کے تقرب اور اخلاص کا سبب بنتا ہے۔

کتاب جوامع میں روایت ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں جب وہ نحر کرتے تھے تو وہ خانۂ کعبہ کو خون سے آلودہ کر دیتے تھے جب مسلمانوں نے حج کیا تو انھوں نے نے بھی ایسا ہی کرنا چاہا تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔[1]

کتاب علل میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے قربانی کی علّت کے بارے میں سوال کیا گیا؟ امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ جب پہلا قطرہ زمین پر گرتا ہے تو یہ قربانی، قربانی کرنے والے کے لیے مغفرت کا سبب بن جاتی ہے اور اس طرح اللہ یہ جان لیتا ہے کہ حالتِ غیب میں کون تقویٰ اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا الایہ پھر فرمایا ذرا غور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے ہابیل کی قربانی کو کس طرح قبول کر لیا اور قابیل کی قربانی کو کیسے رد کر دیا۔[2]

كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ اسی طرح ہم نے ان جانوروں کو تمھارا تابع بنا دیا ہے۔

اس جملے کو مکرر لایا گیا تا کہ نعمتِ خداوندی یاد دلائی جائے اور مابعد کے لیے علت بن جائے۔

لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ

کہ خدا کی عطا کردہ ہدایت پر تم اس کی کبریائی کا اظہار کرو۔

تم عظمت الٰہی کی معرفت حاصل کرو کہ اس کا اقتدار ان تمام چیزوں پر ہے جن پر کوئی دوسرا قدرت نہیں رکھتا لہٰذا اس کبریائی پر تم اس کی وحدانیت کا اقرار کرو۔

تفسیر قمی میں ہے فرمایا ایام تشریق کے دوران منیٰ میں پندرہ نمازوں کے بعد تکبیر کہنا اور دیگر شہروں میں دس نمازوں کے بعد۔[3]

عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ اللہ نے جس طرح تمھاری رہنمائی کی ہے کہ تم جانوروں کو کس طرح مسخر کرو اور کیسے اللہ کا تقرب حاصل کرو۔

وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ اے نبی آپ نیک عمل کرنے والوں کو خوش خبری سنا دیں۔

وہ جو چیزیں بجا لاتے ہیں اور جنھیں ترک کرتے ہیں وہ ان میں مخلص ہیں۔

(۳۸) اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

یقیناً اللہ صاحبانِ ایمان کی طرف سے مدافعت کرتا ہے مشرکین کی جانب سے اگر کوئی مصیبت آئے یا فساد برپا ہو۔

---

(۱) جوامع الجامع، ج ۳، ص ۵۰ (۲) علل الشرائع، ص ۴۳۷-۴۳۸، ح ۲، باب ۱۷۸ (۳) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۸۴

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ بے شک اللہ کسی خائن اور ناشکرے کو پسند نہیں کرتا۔

خَوَّانٍ۔ اللہ کی امانت میں خیانت کرنے والا

كَفُوْرٍ۔ اللہ کی نعمت کا کفران کرنے والا اس شخص کی طرح جو اپنے ذبیحے کے ذریعے بتوں کی قربت چاہتا ہے۔

(۳۹) اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا

جن پر جنگ مسلط کی جائے انھیں جنگ کی اجازت دی گئی ہے اس لیے کہ وہ مظلوم ہیں جو لوگ مشرکین سے قتال کریں اس وجہ سے کہ ان پر ظلم کیا گیا ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتال کا حکم نہیں دیا گیا اور نہ انھیں اس بات کی اجازت دی گئی یہاں تک کہ جبرئیل امین اس آیت کو لے کر نازل ہوئے اور انھیں تلوار حمائل کی۔[۱]

اسی کتاب میں ہے کہ مشرکین مسلمانوں کو اذیت پہنچاتے تھے اور سر یا پیشانی پر زخم کھائے ہوئے لوگ اور مار کھاتے ہوئے افراد مسلسل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آتے تھے اور اس بات کی شکایت آنحضرتؐ سے کیا کرتے تھے تو آپ ان سے فرماتے تھے ''صبر کرو'' ابھی مجھے قتال کا حکم نہیں دیا گیا ہے یہاں تک کہ آپ نے ہجرت کی تو یہ آیت مدینۂ منورہ میں نازل ہوئی اور قتال کے بارے میں یہ پہلی آیت ہے جو نازل ہوئی ہے۔[۲]

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ، حضرت حمزہؓ، اور حضرت جعفرؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے پھر آگے سلسلہ جاری رہا۔[۳]

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ عامہ یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں نازل ہوئی جب قریش نے انھیں مکّہ سے نکالا تھا اور یقینا وہ قائم ہوں گے جو خون حسینؑ کا انتقام لینے کے لیے تشریف لائیں گے اور وہ فرما رہے ہوں گے نحن اولیاء الدم وطلاب الترۃ ہم خون کے وارث ہیں اور ہم ہی بدلہ لینے والے ہیں۔[۴]

وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ اور اللہ یقیناً ان کی کمک پر قدرت رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان سے نصرت کا وعدہ کر رکھا ہے جس طرح اس نے یہ وعدہ کیا کہ وہ کفار کی اذیت رسانی کو ان سے دور کرتا رہے گا۔

(۴۰) الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ

یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے ناحق نکال دیے گئے صرف اس قصور پر کہ وہ یہ کہہ رہے تھے کہ ہمارا رب اللہ ہے یعنی وہ نہیں نکلے مگر اپنے اس قول کی بنیاد پر کہ رَبُّنَا اللّٰهُ۔

---

(۱) یہ روایت مجمع البیان میں نہیں ہے البتہ نور الثقلین میں، ج ۳، ص ۵۰۱، ح ۱۵۳، مجمع سے نقل کی گئی ہے۔

(۲) مجمع البیان، ج ۷-۸، ص ۸۷ (۳) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۸۴ (۴) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۸۴-۸۵

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علیؑ، حضرت حمزہؓ اور حضرت جعفرؓ کے بارے میں نازل ہوئی اور اس کا سلسلہ حضرت حسین علیہ السّلام تک پہنچا۔[۱]

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا کہ یہ آیت مہاجرین کے بارے میں نازل ہوئی اور ان آل محمدؐ کے بارے میں جاری ہوئی جنھیں ان کے شہروں سے نکالا گیا اور انھیں ڈرایا گیا۔[۲]

کتاب المناقب میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اس آیت سے مراد ہم میں یہ ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہے۔[۳]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے حدیث زبیری میں ہے کہ یہ صرف ایک قوم کے لیے ہے اور انھی کے لیے یہ جائز ہے اور جو ان میں سے ہوگا صرف وہی اس پر عمل کر سکتے ہیں پھر اس کے بعد شرائط کو نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے جسے کتاب الجہاد میں رکھا گیا ہے جو چاہتا ہے وہاں پر مراجعہ کر سکتا ہے۔[۴]

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ

اور اگر اللہ مومنین کو کافرین پر غلبہ دلا کر ایک دوسرے کا دفاع نہ کرتا۔

لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ

تو صاحبانِ ملت پر مشرکینِ غالب آ جاتے ہیں اور منہدم کر دیا جاتا خانقاہوں، گرجا گھروں، اور یہودیوں کی عبادت گاہوں کو کہا گیا ہے کہ یہودیوں کی عبادت گاہ کو صلوات کہا گیا کیوں کہ وہ اس میں نمازیں پڑھتے ہیں۔[۵]

اور کہا گیا ہے کہ اس کی اصل ''ثلوثا'' ہے عبرانی زبان میں جس کے معنی ہیں مُصلّی نماز کی جگہ اسے عربی بنا لیا گیا۔[۶]

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ نے اسے صلوات پڑھا ہے۔[۷]

وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا

اور مسلمانوں کی مسجدیں جن میں کثرت سے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔

وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ

اور اللہ ضرور بالضرور اس کی مدد کرے گا جو اللہ کی مدد کریں گے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ

بے شک اللہ بڑا طاقتور اور غالب ہے اس کے لیے کوئی چیز رکاوٹ نہیں ہے۔

---

(۱) الکافی، ج۸، ص۳۳۷-۳۳۸، ح۵۳۴
(۲) مجمع البیان، ج۷-۸، ص۸۷
(۳) المناقب لابن شہر آشوب، ج۴، ص۱۷۹
(۴) الکافی، ج۵-۱۳-۲۰، ح۱
(۵) انوار التنزیل، ج۲، ص۹۳
(۶) انوار التنزیل، ج۲، ص۹۳
(۷) مجمع البیان، ج۷-۸، ص۸۵

اَلَّذِیۡنَ اِنۡ مَّکَّنّٰہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَ اَمَرُوۡا بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ نَہَوۡا عَنِ الۡمُنۡکَرِ ؕ وَ لِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الۡاُمُوۡرِ ﴿۴۱﴾

وَ اِنۡ یُّکَذِّبُوۡکَ فَقَدۡ کَذَّبَتۡ قَبۡلَہُمۡ قَوۡمُ نُوۡحٍ وَّ عَادٌ وَّ ثَمُوۡدُ ۙ﴿۴۲﴾

وَ قَوۡمُ اِبۡرٰہِیۡمَ وَ قَوۡمُ لُوۡطٍ ۙ﴿۴۳﴾

وَّ اَصۡحٰبُ مَدۡیَنَ ۚ وَ کُذِّبَ مُوۡسٰی فَاَمۡلَیۡتُ لِلۡکٰفِرِیۡنَ ثُمَّ اَخَذۡتُہُمۡ ۚ فَکَیۡفَ کَانَ نَکِیۡرِ ﴿۴۴﴾

فَکَاَیِّنۡ مِّنۡ قَرۡیَۃٍ اَہۡلَکۡنٰہَا وَ ہِیَ ظَالِمَۃٌ فَہِیَ خَاوِیَۃٌ عَلٰی عُرُوۡشِہَا وَ بِئۡرٍ مُّعَطَّلَۃٍ وَّ قَصۡرٍ مَّشِیۡدٍ ﴿۴۵﴾

---

(۴۱) یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انھیں زمین میں اقتدار عطا کریں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوۃ دیں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے اور تمام امور کا انجام اللہ کے اختیار میں ہے۔

(۴۲) اور اے محمد اگر یہ آپ کو جھٹلا رہے ہیں تو ان سے پہلے نوح کی قوم اور عاد اور ثمود نے بھی اپنے اپنے انبیاء کو جھٹلایا تھا۔

(۴۳) اور ابراہیم کی قوم اور لوط کی قوم نے بھی۔

(۴۴) اور اصحاب مدین نے بھی اور موسیٰ کو بھی جھٹلایا گیا پہلے تو میں نے کافروں کو ڈھیل دی اور پھر اپنی گرفت میں لے لیا اب دیکھ لو کہ میری عقوبت کیسی تھی۔

(۴۵) بہتیری بستیاں ہیں جنھیں ہم نے ہلاک کر دیا جو کہ ظالم تھیں وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں کنویں مُعَطّل پڑے ہیں اور مضبوط محل بھی کھنڈر بنے ہوئے ہیں۔

---

(۴۱) اَلَّذِیۡنَ اِنۡ مَّکَّنّٰہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انھیں زمین میں اقتدار عطا کریں۔

اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَ اَمَرُوۡا بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ نَہَوۡا عَنِ الۡمُنۡکَرِ

تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوۃ ادا کریں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ یہ آیت آل محمد صلوات اللہ علیہم کے بارے میں ہے آخری امام تک امام مہدی علیہ السّلام اور ان کے اصحاب اللہ تعالیٰ انھیں زمین کے مشارق اور مغارب کا اقتدار عطا کرے گا اور دین غالب آ کر رہے گا۔ اور اللہ تعالیٰ امام مہدیؑ اور ان کے اصحاب کے ذریعے بدعتوں اور

باطل امور کو مٹا دے گا جس طرح اس نے حق کے مخالفین کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ یہاں تک کی یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ ظلم کہاں پر ہے وہ لوگ نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے۔[1]

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اس آیت سے مراد ہم لوگ ہیں۔[2]

کتاب مناقب میں امام موسیٰ الکاظم علیہ السّلام اور ان کے جد سید الشہدا سے مروی ہے کہ یہ آیت ہم اہل بیت کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔[3]

وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ اور تمام امور کا انجام اللہ کے اختیار میں ہے۔

(۴۲) وَ اِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ عَادٌ وَّ ثَمُوْدُ

اے محمدؐ اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلا رہے ہیں تو نوح کی قوم اور عاد اور ثمود نے بھی اپنے اپنے انبیاء کو جھٹلا دیا تھا۔

(۴۳) وَ قَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ وَ قَوْمُ لُوْطٍ

اور ابرہیمؑ کی قوم اور لوطؑ کی قوم نے بھی (اپنے انبیاء کو جھٹلایا تھا)

(۴۴) وَّ اَصْحٰبُ مَدْيَنَ

اور اصحاب مدین نے اپنے نبی کی تکذیب کی تھی یہ سب تذکرے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلّی دینے کے لیے ہیں۔

وَ كُذِّبَ مُوْسٰى اور موسیٰؑ کو بھی جھٹلایا گیا۔

کہا گیا ہے اس جگہ نظم آیت کو تبدیل کر دیا اس لیے کہ موسیٰؑ کی قوم نے ان کی تکذیب نہیں کی تھی بلکہ قبطیوں نے حضرت موسیٰؑ کو جھٹلایا تھا اور اس لیے کہ موسیٰ کی تکذیب بہت قبیح اور قابل نفرت تھی اور وہ جو نشانیاں لے کر آئے تھے وہ نہایت باعظمت اور مشہور تھیں۔[4]

فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ پہلے تو میں نے کافروں کو ڈھیل دی تا کہ ان کی مقررہ مدت ختم ہو جائے۔

ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ پھر انھیں اپنی گرفت میں لے لیا اب دیکھ لو کہ میری عقوبت (سزا) کیسی تھی ان کے انکار کا نتیجہ یہ ہوا کہ نعمت مشقت، زندگی ہلاکت اور آبادی بربادی میں تبدیل ہو گئی۔

(۴۵) فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا بہتیری بستیاں ہیں جنھیں ہم نے ہلاک کر دیا۔

اسی بستی کے رہنے والوں کو نیست و نابود کر دیا۔

وَ هِيَ ظَالِمَةٌ جو کہ ظالم تھیں یعنی اس کے باشندے ظالم تھے۔

فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ان کی دیواریں ان کے چھتوں پر گری ہوئی ہیں۔

وَ بِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ

اور کنویں معطل پڑے ہیں بستی والے مر چکے ہیں اس لیے کہ کوئی اس سے پانی کھینچنے والا نہیں۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۸۷ (۲) مجمع البیان، ج ۷-۸، ص ۸۸

(۳) المناقب لابن شہر آشوب، ج ۴، ص ۴۷ (۴) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج ۲، ص ۹۴

وَّ قَصْرٍ مَّشِيْدٍ

اور مضبوط محل بھی کھنڈر بنے ہوئے ہیں بلند و بالا محلات ہیں لیکن ان میں کوئی رہنے والا نہیں ہے۔

اور اہل بیت کی تفسیر میں اللہ کے قول "وَ بِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ" سے مراد ہے کہ بہتیرے ایسے عالم ہیں لوگ ان کی طرف رجوع نہیں کرتے اور نہ ہی ان کے علم سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔[۱]

کتاب اکمال اور معانی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے اور کتاب کافی میں امام موسیٰ الکاظم علیہ السّلام سے روایت ہے کہ "البئر لمعطّلة" سے مراد امام صامِت (خاموش) ہے اور قصر مشید سے امام ناطق (بولنے والا) مراد ہے۔[۲]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں امام صامت کو کنویں سے اس لیے بطورِ کنایہ بیان کیا گیا ہے کہ امام علم کا وہ منبع ہے جو روحوں کی زندگی کا سبب ہے باوجودے کہ وہ پوشیدہ ہے مگر جو اس تک پہنچ جائے جس طرح کنواں اس پانی کا سرچشمہ ہے جو حیات بدن کا سبب ہے پوشیدہ ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے لیے جو اس کنویں تک آ جائے اور عالم کی خاموشی کو معطل ہونے سے تعبیر کیا ہے اس لیے کہ اس کے علم سے فائدہ حاصل نہیں کیا جا رہا ہے اور امام ناطق کو مضبوط محل سے تعبیر کیا ہے کیوں کہ وہ ظاہر ہوتا ہے اس کا درجہ بلند ہوتا ہے اور اس کا چرچا ہر طرف ہوتا ہے۔

کتاب کافی میں امیر المومنین علیہ السّلام سے ایک روایت مَقْطُوع میں وارد ہوا ہے کہ امیر المومنین علیہ السّلام "قَصْرٍ مَّشِيْدٍ" ہیں اور "بِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ" حضرت فاطمہ زہراؑ اور ان کی اولاد ہے جو اقتدار اور حکومت سے معطل ہیں۔[۳]

تفسیر قمی میں ہے فرمایا کہ یہ مثال ہے آل محمد صلوات اللہ علیہم کے لیے اور "بِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ" وہ کنواں ہے جس سے کوئی پانی کھینچنے والا نہیں اور اس سے مراد وہ امام ہیں جو غیبت میں ہیں اور وقت ظہور تک ان سے علم حاصل نہیں کیا جا سکتا اور "قَصْرٍ مَّشِيْدٍ" وہ ہے جو بلند و بالا ہے اور اس سے مراد امیر المومنین علیہ السّلام اور ائمہ کرام علیہم السّلام ہیں اور ان کے وہ فضائل ہیں جو کائنات میں پھیلے ہوئے ہیں وہ بلندی سے دنیا کو دیکھ رہے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے لیظهره علی الدین کله۔

شاعر نے کہا ہے۔

بئر معطلة وقصر مشرف	معطل کنواں ہے اور بلند و بالا محل۔
مثل لال محمد مستطرف	یہ آل محمد کی مثال ہے جو مقبول اور پسندیدہ ہے۔
فالقصر مجدهم الذی لا یرتقی	محل ان کی وہ عظمت ہے جس تک کوئی بلند نہیں ہو سکتا۔
والبئر علمهم الذی لا ینزف	اور کنواں ان کا وہ علم ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔[۴]

---

(۱) مجمع البیان، ج ۷۔۸، ص ۸۹

(۲) اکمال الدین و اتمام النعمۃ، ص ۴۱۸، ح ۱۰ و معانی الاخبار، ص ۱۱۱، ح ۱ و الکافی، ج ۱، ص ۴۲۷، ح ۷۵

(۳) معانی الاخبار، ص ۱۱۱، ح ۳ (۴) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۸۸

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴿۴۶﴾

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ۭ وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿۴۷﴾

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا ۚ وَاِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿۴۸﴾

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَآ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۴۹﴾

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۵۰﴾

---

(۴۶) کیا انھوں نے زمین میں سیر نہیں کی؟ کہ ان کے پاس ایسے دل ہوتے جس سے سمجھ سکتے یا ایسے کان ہوتے جس سے سن سکتے حقیقت یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں کے اندر ہیں۔

(۴۷) اے نبی یہ لوگ آپ سے جلدی عذاب لانے کا مطالبہ کر رہے ہیں اور اللہ ہرگز وعدہ خلافی نہ کرے گا اور ایک دن تمھارے رب کے نزدیک ہزار سال کے برابر ہے جسے تم شمار کرتے ہو۔

(۴۸) اور بہت سے ایسی بستیاں ہیں جو ظالم تھیں انھیں پہلے میں نے مہلت دی پھر انھیں اپنی گرفت میں لے لیا اور میری ہی طرف بازگشت ہے۔

(۴۹) اے نبی آپ فرما دیجیے کہ اے لوگو! بلاشبہ میں ہی تمھارے لیے واضح ڈرانے والا ہوں۔

(۵۰) پس جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجالائے ان کے لیے مغفرت اور باعزت رزق ہے۔

---

(۴۶) اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ کیا انھوں نے زمین میں سیر نہیں کی؟

کہا گیا ہے کہ انھیں سفر کرنے پر آمادہ کیا گیا ہے کہ وہ سفر کریں تا کہ ہلاک شدگان کے مقامات دیکھ لیں اور اس سے عبرت حاصل کریں۔[1]

کتاب خصال میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کیا وہ قرآن میں غور و خوض نہیں کرتے؟[2]

---

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج ۲، ص ۹۴

(۲) الخصال، ص ۳۹۶، حدیث نمبر ۱۰۲ کے ذیل میں۔

فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ

کہ ان کے پاس ایسے دل ہوتے جس کے ذریعے جن چیزوں کا سمجھنا ضروری ہے انھیں سمجھ سکتے۔

اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا یا ایسے کان ہوتے جن سے وہ سن سکتے جن چیزوں کا سننا لازمی ہے۔

فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ

حقیقت یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں کے اندر ہیں یعنی عبرت حاصل نہیں کرتے ان کے مشاعر یعنی بصارت اور سماعت میں کوئی خلل نہیں ہے البتہ ان کے عقول خواہشات کی پیروی کی وجہ سے اور تقلید میں منہمک ہو جانے کی بنیاد پر نخوت پسند ہو گئے ہیں۔

کتاب توحید اور خصال میں امام سجاد علیہ السّلام سے مروی ہے کہ بندے کے پاس چار آنکھیں ہوتی ہیں دو آنکھیں وہ ہیں جن سے وہ دین و دنیا کے امور پر نظر کرتا ہے اور دو آنکھیں وہ ہیں جن کے ذریعے وہ آخرت کے امور کو دیکھتا ہے۔ اللّٰہ جب کسی بندے پر خیر کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی ان آنکھوں کو کھول دیتا ہے جو دل کے اندر ہیں تو وہ ان آنکھوں سے غیب اور آخرت کے امر کو دیکھ لیتا ہے اور اگر اللّٰہ اس کے علاوہ کوئی اور ارادہ کرتا ہے تو دل کو اس کی حالت پر چھوڑ دیتا ہے۔[۱]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے بلاشبہ ہمارے شیعہ چار آنکھوں والے ہیں ان کی دو آنکھیں سر میں ہوتی ہیں اور دو آنکھیں دل میں ہوتی ہیں آگاہ ہو جاؤ کہ تمام مخلوقات کی یہی کیفیت ہے لیکن اللّٰہ تبارک وتعالیٰ ان کی آنکھوں کو کھول دیتا ہے اور ان کی آنکھوں کو بے بصارت کر دیتا ہے۔[۲]

کتاب فقیہ میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اندھا ہونا درحقیقت دل کا اندھاپن ہے۔ پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔[۳]

(۴۷) وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ

اے نبی یہ لوگ آپ سے جلدی عذاب لانے کا مطالبہ کر رہے ہیں اور اللّٰہ ہرگز وعدہ خلافی نہ کرے گا۔

وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ

اور ایک دن تمھارے رب کے نزدیک ہزار سال کے برابر ہے جسے تم شمار کرتے ہو۔

اور ارشاد شیخ مفید میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جب قائم قیام فرمائیں گے تو وہ کوفے تشریف لے جائیں گے اور وہاں چار مسجدوں کو منہدم کر دیں گے اور روئے زمین پر کوئی ایسی مسجد باقی نہ رہے گی جس کے کنگرے بلند ہوں اسے منہدم نہ کریں اور اسے بغیر کنگرے کے بنائیں اور طریق اعظم کو وسعت دیں اور راستے

---

(۱) التوحید، ص ۳۶۶–۳۶۷، ذیل حدیث ۴، باب ۶۰، والخصال، ص ۲۴۰، ح ۹۰

(۲) الکافی، ج ۸، ص ۲۱۴–۲۱۵، حدیث نمبر ۲۶۰ کے ذیل میں۔

(۳) من لایحضرہ الفقیہ، ج ۱، ص ۲۴۸، ج ۱۱۱۰ / ۲۰، باب ۵۶

میں نکلے ہوئے تمام بازوؤں کو توڑ ڈالیں گے اور وہ راستوں کی جانب بنے ہوئے تمام بیت الخلا اور پرنالوں کو باطل کر دیں گے اور وہ ہر بدعت کو ختم کریں گے اور ہر سنت کو قائم کریں گے وہ قسطنطنیہ اور چین اور دیلم کے پہاڑوں کو فتح کریں گے وہ اسی نہج پر سات سال تک رہیں گے ہر سال کی مقدار تمھارے سالوں سے دس سال کے برابر ہوگی۔ پھر اللہ جو چاہے گا وہ کرے گا دریافت کیا گیا سال کس طرح طولانی ہو جائیں گے فرمایا اللہ آسمان کو حکم دے گا کہ ٹھہر جاؤ اور حرکت کم کرو اس طرح دن لمبے اور سال طولانی ہو جائیں گے کہا گیا لوگ کہتے ہیں کہ فلک میں اگر کوئی تغیر واقع ہوا تو تباہی آجائے گی امام علیہ السّلام نے فرمایا یہ زندیقوں کا قول ہے جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے تو ان کے لیے ایسی کوئی سبیل نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لیے چاند کو شق کر دیا تھا اور ان سے پہلے یوشع بن نون کے لیے سورج کو پلٹایا تھا اور روز قیامت کے طویل ہونے کے بارے میں بتلایا تھا کہ کَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ کہ تم جو شمار کرتے ہو تو ایک دن ایک ہزار سال کے برابر ہوگا۔[1]

کتاب کافی میں معصومینؑ سے مروی ہے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰؑ کو اسی بات کی تلقین کی واعبدنی لیوم تم میری عبادت ایک دن کے لیے کرو جو دن ہزار سال کے برابر ہے جسے تم شمار کرتے ہو میں اس میں حسنات کی جزا دو چند کروں گا۔[2]

(۴۸) وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا ۚ وَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ

اور بہت سی ایسی بستیاں ہیں جو ظالم تھیں انھیں میں نے پہلے مہلت دی پھر انھیں اپنی گرفت میں لے لیا اور میری ہی طرف بازگشت ہے۔

مِّنْ قَرْيَةٍ سے مراد بستی کے باشندے ہیں۔

اَمْلَيْتُ لَهَا میں نے انھیں اسی طرح مہلت دی جس طرح تمھیں دے رہے ہیں۔

وَهِيَ ظَالِمَةٌ وہ لوگ تمھاری طرح ظالم تھے۔

ثُمَّ اَخَذْتُهَا پھر میں نے انھیں عذاب میں گرفتار کر لیا۔

وَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ اور میرے حکم کی جانب سب کی بازگشت ہے۔

(۴۹) قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَاۤ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ اے نبی آپ فرما دیجیے کہ اے لوگو! بلاشبہ میں تمھارے لیے واضح ڈرانے والا ہوں۔ میں جس چیز سے تمھیں ڈرا رہا ہوں میں اس کی وضاحت کروں گا۔

(۵۰) فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ

پس جو لوگ ایمان لائے اور اعمالِ صالحہ بجا لائے ان کے لیے مغفرت اور باعزت رزق ہے جو ہر اعتبار سے باعزت ہے اس کے فضائل جمع نہیں کیے جا سکتے۔

---

(۱) الارشاد شیخ مفید، ص ۳۶۵ (۲) الکافی، ج ۸، ص ۱۳۴، حدیث ۱۰۳ کا ایک حصہ۔

وَ الَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۵۱﴾
وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّ لَا نَبِيٍّ اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰۤى اَلْقَى
الشَّيْطٰنُ فِيْۤ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ؕ
وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۲﴾ۙ
لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّ الْقَاسِيَةِ
قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ﴿۵۳﴾ۙ
وَّ لِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ
لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۴﴾
وَ لَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ
يَاْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ ﴿۵۵﴾

(۵۱) اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو نیچا دکھانے کی کوشش کی، وہ لوگ جہنمی ہیں۔

(۵۲) اے محمد ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول اور نبی بھیجے جب اس نے کوئی تمنا کی تو شیطان اس کی تمنا میں خلل اندازی کرنے لگا اس طرح شیطان جو بھی خلل اندازی کرتا اللہ اسے مٹا دیتا پھر اس کے بعد اللہ اپنی آیات کو محکم کر دیتا اور اللہ بڑا علیم اور صاحبِ حکمت ہے۔

(۵۳) تا کہ اللہ شیطان کی خلل اندازی کو بیمار دلوں اور سنگ دل افراد کے لیے فتنہ (آزمائش) بنا دے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ظالم لوگ عناد میں بہت دور نکل گئے ہیں۔

(۵۴) تا کہ جن لوگوں کو علم عطا ہوا ہے وہ جان لیں کہ یہ حق آپ کے رب کی جانب سے ہے وہ اس پر ایمان لے آئیں اور اس کے سامنے ان کے دل جھک جائیں اور بے شک اللہ ہدایت کرتا ہے مومنین کی سیدھے راستے کی طرف۔

(۵۵) اور جنھوں نے کفر اختیار کیا ہے وہ اس کی طرف سے ہمیشہ شک میں مبتلا رہیں گے یہاں تک کہ اچانک قیامت کی گھڑی آ جائے یا ان پر کسی منحوس دن کا عذاب وارد ہو جائے۔

(۵۱) وَ الَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ
اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو رد و ابطال کے ذریعے نیچا دکھانے کی کوشش کی وہ لوگ جہنمی ہیں۔

مُعٰجِزِيْنَ کا مفہوم ہے مسابقین آگے بڑھنے کی کوشش کرنا مشاقین مشقت و دشواری میں پڑنے والا قبول اور تحقیق کے لیے کوشاں، عاجز کرنے والا جب اسے عاجز کر دے۔

جب مقابلہ ہو تو آگے بڑھ جائے اس لیے کہ سبقت لے جانے والوں میں سے ہر ایک دوسرے کا معجزہ طلب کرتا ہے تاکہ اس سے ملحق ہو جائے۔

اَلْجَحِيْمِ سے مراد ہے بھڑکتی ہوئی آگ۔

(۵۲) وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّ لَا نَبِيٍّ

اے محمد ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول اور نبی بھیجے۔

کتاب کافی میں صادقین سے مروی ہے کہ آپ سے دریافت کیا گیا کہ رسول نبی اور محدث کیا ہے؟ تو فرمایا کہ رسول وہ ہوتا ہے فرشتہ جسے دکھائی دیتا ہے اور اس سے ہم کلام ہوتا ہے اور نبی وہ ہے جو خواب میں دیکھتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ رسالت و نبوت یکجا ہو جاتی ہے اور محدث وہ ہوتا ہے جو آواز سنتا ہے لیکن صورت نہیں دیکھتا۔ سوال کیا گیا کہ کیسے پتا چلتا ہے کہ اس نے جو کچھ خواب میں دیکھا ہے وہ حق ہے اور یہ بات فرشتہ لے کر آیا ہے؟ فرمایا اسے اس بات کی توفیق عطا ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ اسے جان لیتا ہے اللہ تعالیٰ نے تمھاری کتاب پر تمام کتابوں کو ختم کر دیا اور تمھارے نبی پر تمام انبیاء کو ختم کر دیا۔[۱]

اور اس مفہوم سے تعلق رکھنے والی دوسری روایات بصائر اور دیگر کتب میں ہیں۔[۲]

کتاب کافی میں امام سجاد علیہ السّلام سے مروی ہے کہ قرآن میں آیت ہے حضرت علی علیہ السّلام جس کے ذریعے اپنے قاتل کو پہچانتے تھے اور اس کے ذریعے بڑے بڑے امور سے واقفیت حاصل کرتے تھے جس کے بارے میں لوگوں سے گفتگو فرماتے تھے جب آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا ارشاد رب العزت ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّ لَا نَبِيٍّ اور محدثِ بھی اسی کے ذیل میں آتا ہے اور علی ابن ابی طالبؑ محدث تھے۔[۳]

کتاب بصائر میں ایسی ہی روایت ملتی ہے۔[۴]

اور اس کتاب میں ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ کون ان سے ہم کلام ہوتا ہے؟ فرمایا فرشتہ ان سے محوِ گفتگو ہوتا ہے پھر سوال کیا گیا آیا وہ نبی ہیں یا رسول ہیں؟ تو جواب دیا نہیں وہ نبی و رسول نہیں ہیں البتہ ان کی مثال حضرت سلیمانؑ کے صحابی اور حضرت موسیٰؑ کے صحابی اور ذوالقرنین جیسی ہے۔[۵]

---

(۱) الکافی، ج۱، ص۱۷۷، ح۴

(۲) الکافی، ج۲، ص۱۷۶، ح۱، ۲، ۳ و بصائر الدرجات، ص۳۸۸، ح۱، ۲، ۳، ۴ و بحار الانوار، ج۱۱، ص۵۴

(۳) الکافی، ج۱، ص۲۷۰، ح۲ (۴) بصائر الدرجات، ص۳۳۹-۳۴۰، ح۳، باب۵

(۵) بصائر الدرجات، ص۳۳۲-۳۴۴، ح۱۱، باب۶ (۶) الکافی، ج۱، ص۲۷۰-۲۷۱، ح۱، ۲، ۳، ۴، ۵

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں صاحب سلیمانؑ سے مراد آصف بن برخیا ہیں، اور صاحب موسیٰؑ سے یوشع بن نون علیہما السّلام مراد ہیں۔

کتاب کافی میں بہت سی روایات ہیں کہ ائمہ علیہم السّلام محدث تھے وہ صرف آواز سنتے تھے لیکن فرشتے کو دیکھتے نہیں تھے۔[1]

اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ

جب اس نے کوئی تمنا کی تو شیطان اس کی تمنا میں خلل اندازی کرنے لگا۔

فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِى الشَّيْطٰنُ

اس طرح شیطان جو بھی خلل اندازی کرتا ہے اللّٰہ اسے مٹا دیتا ہے۔

ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ

پھر اس کے بعد اللّٰہ اپنی آیات کو محکم کر دیتا ہے۔

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ

اور اللّٰہ بڑا علیم اور صاحبِ حکمت ہے۔

تفسیر قمی میں ہے اور جہاں تک تعلق ہے اللّٰہ تبارک و تعالیٰ کے "قول وما ارسلنا من قبلك من رسول" کا تو عامہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے کہ آپ نے مسجد الحرام میں سورۃ النجم کی تلاوت فرمائی اور قریش آپ کی قرأت کو سن رہے تھے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس آیت تک پہنچے افرایتم اللات والعزی ومنوۃ الثالثہ الاخریٰ تو ابلیس نے ان کی زبان سے یہ جملہ جاری کرا دیا فانہا الغرانیق العلی وان شفاعتہن لَتُرتجّٰی (کہ یہ تو بلند و بالا غرانیق ہیں اور ان کی شفاعت کی امید کی جاتی ہے) قریش یہ سن کر خوش ہو گئے اور انھوں نے سجدہ کیا اور قوم کے درمیان ولید بن مغیرہ مخزومی بھی تھا اور وہ ایک بوڑھا شخص تھا اس نے ایک مٹھی بھر کنکری لی اور اس پر سجدہ کیا دراں حالے کہ وہ بیٹھا ہوا تھا تو قریش نے کہا کہ محمدؐ نے اقرار کر لیا کہ لات اور عزی شفاعت کریں گے فرمایا جبرئیل علیہ السّلام نازل ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا آپ نے وہ کچھ پڑھ دیا جو آپ پر نازل نہیں ہوا تھا اور ان پر نازل ہوا وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ الایۃ۔[2]

(۵۳) لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِى الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ

تاکہ اللّٰہ شیطان کی خلل اندازی کو بیمار دلوں اور سنگ دل افراد کے لیے "فتنہ" (آزمائش) بنا دے۔

---

(۱) الکافی، ج۱، ص۲۷۰-۲۷۱، ح۱، ۲، ۳، ۴، ۵

(۲) تفسیر قمی، ج۲، ص۸۵-۸۶ (یہ روایت نقل کی گئی ہے اس کے درست یا نادرست ہونے کا فیصلہ نہیں کیا گیا) یہ جو حدیث بیان کی گئی ہے وہ ہمارے عقیدے کے خلاف ہے رسول معصوم ہوتے ہیں اور یہ روایت ان کی شان کے منافی ہے

وَ اِنَّ الظّٰلِمِیْنَ لَفِیْ شِقَاقٍۭ بَعِیْدٍ

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ظالم لوگ عناد میں بہت دور نکل گئے ہیں۔

(۵۴) وَّ لِیَعْلَمَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ

تاکہ جن لوگوں کو علم عطا ہوا ہے وہ جان لیں کہ یہ حق آپ کے رب کی جانب سے ہے یعنی یہ کہ قرآن وہ حق ہے جو اللہ کے پاس سے نازل ہوا ہے۔

فَیُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ

وہ اس پر ایمان لے آئیں اور اس کے سامنے ان کے دل جھک جائیں از روئے اطاعت اور خشیت۔

وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ

اور بے شک اللہ ہدایت کرتا ہے مومنین کی سیدھے راستے کی طرف۔

تفسیر قمی میں ہے کہ صراط مستقیم کا مفہوم ہے امام مستقیم یعنی امام مستقیم کی طرف ہدایت کرتا ہے۔[۱]

(۵۵) وَ لَا یَزَالُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْهُ

اور جنھوں نے کفر اختیار کیا ہے وہ اس کی طرف سے ہمیشہ شک میں مبتلا رہیں گے۔

حَتّٰى تَاْتِیَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ یَاْتِیَهُمْ عَذَابُ یَوْمٍ عَقِیْمٍ

یہاں تک کہ اچانک قیامت کی گھڑی آ جائے یا ان پر کسی منحوس دن کا عذاب وارد ہو جائے۔

تفسیر قمی میں ہے العقیم سے مراد ہے زمانے میں جس کی کوئی مثال نہ ہو۔[۲]

---

(۱)

(۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۸۶

اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۵۶﴾

وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۵۷﴾

وَ الَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۵۸﴾

لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿۵۹﴾

ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ﴿۶۰﴾

---

(۵۶) اس دن صرف اللہ کی بادشاہت ہوگی اور وہی ان کے درمیان فیصلہ کرے گا جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجالائے وہ نعمت سے پُر جنتوں میں جائیں گے۔

(۵۷) اور جنھوں نے کفر اختیار کیا اور ہماری نشانیوں کو جھٹلایا ہے تو ان کے لیے رسوا کن عذاب ہوگا۔

(۵۸) اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی پھر قتل کر دیے گئے یا مر گئے تو اللہ ضرور بالضرور انھیں بہترین رزق عطا کرے گا اور یقیناً اللہ بہترین روزی رساں ہے۔

(۵۹) وہ انھیں ایسی جگہ پہنچا دے گا جس سے وہ راضی ہوں گے اور بے شک اللہ علیم اور حلیم ہے۔

(۶۰) یہ تو ہے ان کا حال اور جو بدلہ لے ویسا ہی جیسا اس کے ساتھ کیا گیا ہے پھر اس پر زیادتی بھی کی گئی ہو تو اللہ ضرور بالضرور اس کی مدد کرے گا بے شک اللہ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔

---

(۵۶) اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ

اس دن صرف اللہ کی بادشاہت ہوگی اور وہی ان کے درمیان فیصلہ کرے گا۔

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ

جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجالائے وہ نعمت سے پر جنتوں میں جائیں گے۔

(۵۷) وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا

اور جنھوں نے کفر اختیار کیا اور ہماری نشانیوں کو جھٹلایا ہے۔

فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ

تو ان کے لیے رسوا کن عذاب ہوگا۔

(۵۸) وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا

اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی پھر جہاد میں قتل کر دیے گئے یا مر گئے۔

لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا

تو اللہ ضرور بالضرور انھیں بہترین رزق عطا کرے گا۔

وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ

اور یقیناً اللہ ہی وہ ہے جو بہترین روزی رساں ہے وہ انھیں بغیر حساب کے رزق سے نوازے گا۔

(۵۹) لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ

وہ انھیں ایسی جگہ پہنچا دے گا جس سے وہ راضی ہوں گے یعنی وہ جنت ہے جسے یہ چاہتے تھے۔

وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ

اور بے شک اللہ علیم اور حلیم ہے علیم کا مفہوم ہے کہ وہ ان کے احوال سے باخبر ہے حلیم کا مفہوم ہے کہ وہ سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا ہے۔

کتاب جوامع میں ہے روایت کی گئی ہے کہ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ جو لوگ قتل کر دیے گئے ہیں ان کے بارے میں تو ہم نے جان لیا کہ اللہ نے انھیں جس خیر سے نوازا ہے اور ہم آپ کے ساتھ جہاد کر رہے ہیں جس طرح انھوں نے جہاد کیا تھا ہم آپ کے ساتھ اگر موت سے ہم آغوش ہو گئے تو ہمیں کیا ملے گا تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان دونوں آیتوں کو نازل فرمایا۔[1]

(۶۰) ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ

یہ تو ہے ان کا حال اور جو بدلہ لے ویسا ہی بدلہ اس کے ساتھ کیا گیا ہے قصاص میں زیادتی نہیں کی گئی ہے۔

ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ

پھر اگر اس پر زیادتی کی گئی ہو یعنی اسے دوبارہ سزا دی گئی ہو۔

لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ

تو ضرور بالضرور لامحالہ اللہ اس کی مدد کرے گا۔

اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ

بے شک اللہ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے جو اس سے کسی کے خلاف مدد طلب کر رہا تھا۔

تفسیر قمی میں ہے وہ رسول اللہؐ ہیں جب قریش نے انھیں مکہ سے نکالا تھا اور وہ ان سے جان چھڑا کر غار

(۱) جوامع الجامع ج ۳ ص ۵۷

میں چلے گئے تھے اور وہ تلاش کر رہے تھے کہ انھیں قتل کر ڈالیں تو اللہ تعالیٰ نے غزوۂ بدر کے موقعے پر انھیں سزا دی اور عتبہ اور شیبہ، ولید، ابوجہل اور حنظلہ بن ابی سفیان وغیرہ قتل کر دیے گئے پس جب رسول اکرمؐ سفر آخرت پر روانہ ہوئے تو ان کے بعد ان کے خون کا بدلہ طلب کیا گیا اور امام حسین علیہ السّلام اور آل محمد علیہم السّلام کو ظلم و زیادتی اور دشمنی کے ساتھ قتل کر ڈالا اور وہ یزید کا قول ہے جو ان اشعار کو پڑھ رہا تھا۔

لیت اشیا خی ببدر شهدوا
جزع الخزرج من وقع الاسل
لاهلوا وا ستهلوا فرحا
ثم قالوا یا یزید لاتشل
لست من خندف ان لم انتقم
من بنی احمد ماکان فعل
قد قتلنا القوم من ساداتهم
وعدلناهم ببدر فاعتدل
وکذاك الشیخ او صانی به
فاتبعت الشیخ فیما قد سال

اور یزید نے یہ بھی کہا جب وہ امام حسین علیہ السّلام کے سر کو الٹ پلٹ رہا تھا۔

نقول والرأس مطروح نقلّبه
یالیتَ اشیاخنا الماضون بالحضر
حتی یَقِیسُوْا قیاساًلویُقَاسُ به
اَیّامَ بدر لکان الوزن بالقدر

تو اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ذلك ومن عاقب یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ بمثل ماعوقب به یعنی جس وقت انھوں نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کا ارادہ کیا پھر ان پر زیادتی و ظلم کیا تو اللہ تعالیٰ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند قائم علیہ السّلام کے ذریعے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضرور نصرت کرے گا۔[1]

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۸۹۔۹۰

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۶۱﴾

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۶۲﴾

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۫ فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿۶۳﴾ ج

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۶۴﴾ ع ۷ ۱۵

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ يُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۵﴾

---

(۶۱) یہ سب اس لیے ہے کہ اللہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور بے شک اللہ سمیع و بصیر ہے۔

(۶۲) بات یہ ہے کہ اللہ ہی حق ہے اور اللہ کے علاوہ وہ جسے پکارتے ہیں وہ باطل ہے اور یقیناً اللہ بلند و بالا ہے۔

(۶۳) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ بلاشبہ اللہ ہی نے آسمان سے پانی نازل فرمایا اور اس کی بدولت زمین سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے۔ بے شک اللہ لطف و کرم والا اور ہر بات سے باخبر ہے۔

(۶۴) اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ غنی اور حمید ہے۔

(۶۵) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے تمھارے لیے زمین کی تمام چیزوں کو مسخر کر دیا ہے اور اسی کے حکم سے سمندر میں کشتی رواں دواں ہے اور وہی آسمان کو اس طرح تھامے ہوئے ہے کہ وہ اللہ کی اجازت کے بغیر زمین پر نہیں گر سکتا بے شک اللہ انسانوں پر بڑا مہربان اور نہایت مشفق ہے۔

---

(۶۱) ذٰلِكَ

یعنی وہ نصرت اس لیے ہے۔

بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ

کہ اللّٰہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اللّٰہ بعض امور کو دیگر امور میں تبدیل کرنے پر قدرت رکھتا ہے اور وہ چیزیں جو ایک دوسرے سے متضاد ہیں انھیں یکے بعد دیگرے لانے پر اسے کوئی دشواری نہیں ہوتی۔

وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ

اور بے شک اللّٰہ سمیع اور بصیر ہے۔

اللّٰہ ان کے قول کو سن رہا ہے جنھیں سزا دی گئی ہے اور جو سزا دے رہا ہے اور اللّٰہ ان دونوں کے افعال و اعمال کو دیکھ رہا ہے وہ انھیں مہلت نہیں دے گا۔

(۶۲) ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ

بات یہ ہے کہ اللّٰہ ہی حق ہے اور اللّٰہ کے علاوہ وہ جسے پکارتے ہیں وہ باطل ہے اللّٰہ کا حق ہونا ثابت ہے اور وہ دوسرے جن معبودوں کو پکارتے ہیں وہ باطل ہے۔

وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ

اور یقینا اللّٰہ ہی بلند و بالا ہے۔

کہ اس کی ذات میں کوئی شریک ہو کوئی شے بھی شان و عظمت میں اس سے بڑھ کر نہیں اور نہ ہی کسی کی سلطنت عظیم ہے۔

(۶۳) اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ بلاشبہ اللّٰہ ہی نے آسمان سے پانی نازل فرمایا۔

فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً

اس کی بدولت زمین سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے صیغۂ ماضی سے مضارع کا صیغہ لایا گیا تاکہ اس بات کی وضاحت کی جائے کہ بارش کا اثر ایک زمانے سے دوسرے زمانے تک باقی رہتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ

بے شک اللّٰہ لطف و کرم والا ہے اس کا علم ہر جلیل اور دقیق شے تک پہنچتا ہے۔

خَبِيْرٌ وہ ظاہری اور باطنی تدبیروں سے باخبر اور آگاہ ہے۔

(۶۴) لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ

اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین ہے۔

تخلیق کے اعتبار سے اور ملکیت کے لحاظ سے۔

وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِیُّ

اور یہ کہ اللّٰہ ہی فی ذاتہٖ غنی ہے۔

الْحَمِیْدُ

اور سزاوار حمد ہے۔ اپنے صفات اور افعال کی وجہ سے۔

(۶۵) اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللّٰہ نے تمھارے لیے زمین کی تمام چیزوں کو مسخر کر دیا ہے؟

یعنی زمین کی ہر شے کو تمھارا تابع بنا دیا ہے اور تمھارے فائدے کے لیے اسے آمادہ اور تیار کیا ہے۔

وَ الْفُلْكَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ

اور اسی کے حکم سے سمندر میں کشتی رواں دواں ہے۔

وَ یُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَی الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ

اور وہی آسمان کو اس طرح تھامے ہوئے ہے کہ وہ اللّٰہ کی مشیت کے بغیر زمین پر نہیں گر سکتا۔ یہاں پر اذن کے معنی ہیں مشیت۔

اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ

بے شک اللّٰہ انسانوں پر بڑا مہربان اور نہایت مشفق ہے۔

کتاب اکمال میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے بارہ اماموں کا نام بہ نام ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ جو بھی ان کا انکار کرے گا یا ان میں سے کسی ایک کا انکار کرے گا تو گویا کہ وہ میرا انکار کرے گا انھی کی وجہ سے اللّٰہ نے آسمان کو تھام رکھا ہے کہ وہ زمین پر گرنے نہ پائے مگر جب اس کی مشیت ہو اور انھی کے طفیل اللّٰہ نے زمین کو محفوظ رکھا ہے کہ وہ زمین پر رہنے والوں کو ساتھ لے کر کہیں حرکت میں نہ آجائے (ایسی حرکت جو تباہی سے دوچار کر دے)۔[۱]

(۱) اکمال الدین واتمام النعمہ، ص ۲۵۸۔ ۲۵۹، ح ۳ کے ذیل میں سے باب ۳۴

وَ هُوَ الَّذِیۡۤ اَحۡیَاکُمۡ ۟ ثُمَّ یُمِیۡتُکُمۡ ثُمَّ یُحۡیِیۡکُمۡ ؕ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَکَفُوۡرٌ ﴿۶۶﴾
لِکُلِّ اُمَّۃٍ جَعَلۡنَا مَنۡسَکًا هُمۡ نَاسِکُوۡهُ فَلَا یُنَازِعُنَّکَ فِی الۡاَمۡرِ وَادۡعُ اِلٰی
رَبِّکَ ؕ اِنَّکَ لَعَلٰی هُدًی مُّسۡتَقِیۡمٍ ﴿۶۷﴾
وَ اِنۡ جٰدَلُوۡکَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۶۸﴾
اَللّٰهُ یَحۡکُمُ بَیۡنَکُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ فِیۡمَا کُنۡتُمۡ فِیۡهِ تَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۶۹﴾
اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ یَعۡلَمُ مَا فِی السَّمَآءِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ اِنَّ ذٰلِکَ فِیۡ کِتٰبٍ ؕ
اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیۡرٌ ﴿۷۰﴾

---

(۶۶) وہی تو ہے جس نے تمھیں زندہ کیا پھر تمھیں موت سے ہم کنار کرے گا پھر تمھیں زندگی عطا کرے گا بے شک انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔

(۶۷) ہر امت کے لیے ہم نے ایک طریق عبادت مقرر کر رکھا ہے وہ جس کی پیروی کر رہی ہے۔ اے محمد وہ اس بارے میں آپ سے جھگڑا نہ کریں آپ اپنے رب کی طرف دعوت دیں۔ بے شک آپ راہِ راست پر ہیں۔

(۶۸) اور اپنے نبی اگر یہ آپ سے جھگڑا کریں تو آپ فرما دیجیے کہ تم جو کچھ کر رہے ہو اللّٰہ اسے اچھی طرح جانتا ہے۔

(۶۹) اللّٰہ قیامت کے دن تمھارے درمیان اس سب امور کا فیصلہ کرے گا جن میں تم اختلاف کر رہے ہو۔

(۷۰) کیا تمھیں معلوم نہیں کہ اللّٰہ آسمان و زمین کی ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ یہ سب کچھ ایک کتاب میں مندرج ہے اور بہ تحقیق یہ بات اللّٰہ کے لیے بہت آسان ہے۔

---

(۶۶) وَ هُوَ الَّذِیۡۤ اَحۡیَاکُمۡ ۟ ثُمَّ یُمِیۡتُکُمۡ ثُمَّ یُحۡیِیۡکُمۡ

وہی تو ہے جس نے تمھیں زندہ کیا پھر تمھیں موت دے گا پھر تمھیں زندگی عطا کرے گا۔

اَحۡیَاکُمۡ۔ تم نطفہ کی شکل میں تھے تمھیں حیات عطا کی۔

ثُمَّ یُمِیۡتُکُمۡ۔ جب تمھاری موت کا وقت آ جائے گا تو تمھیں موت سے ہم کنار کرے گا۔

ثُمَّ یُحۡیِیۡکُمۡ۔ پھر آخرت میں تمھیں دوبارہ زندگی عطا کی جائے گی۔

اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَکَفُوۡرٌ۔ بے شک انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔

نعمتوں کا انکار کر کے جو ظاہر و آشکارا ہیں۔

(۶۷) لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ

ہر اُمّت کے لیے ہم نے ایک طریق عبادت مقرر کر رکھا ہے وہ جس کی پیروی کر رہی ہے۔

لِكُلِّ اُمَّةٍ۔ ہر دین والے کے لیے اہل ملت کے لیے۔

مَنْسَكًا۔ عبادت کا طریقہ شریعت اور مذہب۔

نَاسِكُوْهُ۔ وہ اس کی پیروی کرتے ہیں اور اسی کو بطور دین اختیار کرتے ہیں۔

فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ

لہٰذا اے محمدؐ تمام ارباب ملل دین کے معاملے میں آپ سے جھگڑا نہ کریں۔ کتاب جوامع میں ہے کہ بُدَیل بن ورقاء اور اس کے علاوہ بنی خزاعہ کے کافروں نے مسلمانوں سے کہا تمھیں کیا ہو گیا ہے تم جنھیں قتل (ذبح) کرتے ہو وہ کھا لیتے ہو اور جنھیں اللہ نے قتل کر دیا اسے نہیں کھاتے ان کی مراد مردار جانوروں سے تھی تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔[۱]

وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ ؕ اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ

اور اے نبیؐ آپ اپنے رب کی جانب یعنی توحید اور عبادت خداوندی کی طرف دعوت دیں۔ بے شک آپ حق کے سیدھے راستے پر ہیں۔

(۶۸) وَ اِنْ جٰدَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

اور اے نبیؐ اگر یہ آپ سے جھگڑا کریں تو حق واضح ہو چکا ہے اور حُجّت لازم ہو چکی ہے۔ آپ ان سے فرما دیجیے کہ اللہ اسے اچھی طرح جانتا تم جو کام کر رہے ہو کہ بلاوجہ جھگڑا کر رہے ہو اللہ تمھیں اس کا بدلہ دے گا اور یہ ایک ایسی وعید (دھمکی) ہے جس میں نرمی ہے۔

(۶۹) اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ اللہ قیامت کے دن تمھارے ان سب امور کا فیصلہ کر دے گا جن میں تم اختلاف کر رہے ہو یعنی دین کے معاملے میں۔

(۷۰) اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ

کیا تمھیں معلوم نہیں کہ اللہ آسمان و زمین کی ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔

اس سے کوئی بھی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔

اِنَّ ذٰلِكَ فِيْ كِتٰبٍ۔ یہ سب کچھ ایک کتاب میں مندرج ہے۔

یعنی کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے کہ تخلیق سے پہلے ہی اس کتاب میں لکھا جا چکا تھا۔

اِنَّ ذٰلِكَ۔ بہ تحقیق اس کا لوح میں تحریر کیا جانا یا ان کے درمیان فیصلہ کرنا۔

عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ۔ اللہ کے لیے بے حد آسان ہے۔

---

(۱) الکافی، ج ۴، ص ۵۴۲، ح ۱۱ باب النوادر۔

وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّ مَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿۷۱﴾

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ؕ يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ؕ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۷۲﴾ ع

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّ لَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَ اِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَ الْمَطْلُوْبُ ﴿۷۳﴾

مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۷۴﴾

(۷۱) یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر ان (بتوں) کی عبادت کر رہے ہیں جن کے لیے اللہ نے کوئی سند اور برہان نازل نہیں کی اور جس کا ان کو علم بھی نہیں ہے اور ظالمین کا کوئی مددگار نہیں ہے۔

(۷۲) اور جب انھیں ہماری واضح آیتیں سنائی جاتی ہیں تو کافروں کے چہروں کی ناگواری کو دیکھا جاسکتا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ ان لوگوں پر ٹوٹ پڑیں گے جو انھیں ہماری آیتیں سنا رہے ہیں۔ اے نبی آپ فرما دیجیے کہ کیا میں تمھیں بتاؤں کہ اس سے بدتر چیز کیا ہے وہ آگ اللہ نے کافروں سے جس کا وعدہ کر رکھا ہے اور یہ تو بہت برا ٹھکانا ہے۔

(۷۳) اے لوگو! ایک مثال بیان کی جارہی ہے اسے غور سے سنو یقیناً تم جنھیں اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ سب مل کر ایک مکھی بھی پیدا نہ کرسکیں گے اور اگر مکھی ان سے کچھ چھین لے تو وہ اس سے چھڑا بھی نہیں سکتے طالب و مطلوب دونوں کمزور ہیں۔

(۷۴) اور انھوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جو اس کی قدر کرنے کا حق ہے بے شک اللہ قوّت اور عزّت والا ہے۔

---

(۷۱) وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا

یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر ان (بتوں) کی عبادت کر رہے ہیں جن کے لیے اللہ نے کوئی سند اور بُرہان نازل نہیں کی۔

سلطان کے معنی ہیں ایسی حُجّت و دلیل جو عبادت کے درست ہونے پر دلالت کرے۔

وَّ مَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ

اور جس کا ان کو علم بھی نہیں ہے۔

وَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ

اور ظالمین کا کوئی مددگار نہیں۔

(۷۲) وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ

اور جب اُنھیں (قرآن سے) ہماری واضح آیات سنائی جاتی ہیں۔

بینات کا مفہوم ہے وہ آیتیں جو عقائد حقہ اور احکام الٰہیہ پر واضح طور سے دلالت کرتی ہیں لہٰذا اے محمد وہ اس بارے میں آپ سے جھگڑا نہ کریں۔ آپ اپنے رب کی طرف دعوت دیں بے شک آپ راہ راست پر ہیں۔

تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ

تو کافروں کے چہروں کی ناگواری کو دیکھا جاسکتا ہے۔

انکار کا سبب یہ ہے کہ وہ حق کے سب سے بڑے منکر ہیں اور وہ ان باطل امور کی وجہ سے پیچ و تاب کھارہے ہیں جو انھوں نے اپنے باپ دادا سے تقلید کے طور پر حاصل کی تھیں اور یہ انتہائے جہالت ہے۔

يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا

اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ ان لوگوں پر ٹوٹ پڑیں گے جو انھیں ہماری آیتیں سنا رہے ہیں

''يَسْطُوْن'' کا مفہوم ہے چھلانگ لگانا، حملہ کرنا، ٹوٹ پڑنا۔

قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ

اے نبیؐ آپ فرما دیجیے کہ کیا میں تمھیں بتاؤں کہ اس سے بدتر چیز کیا ہے؟

تلاوتِ قرآن کرنے والوں پر تمھارا غصہ کرنا اور تمھارے سامنے جس چیز کی تلاوت کی جائے اس سے تمھارا اکتاہٹ محسوس کرنا۔

وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ

وہ آگ ہے اللّٰہ نے جس کا وعدہ کیا ہوا ہے ان کافروں کے حق میں اور یہ تو بہت بُرا ٹھکانا ہے۔

(۷۳) يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ

اے لوگو! ایک مثال بیان کی جارہی ہے اسے غور سے سنو۔ ایسا سننا جس میں تدبّر اور تفکّر ہو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّ لَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ

تم جن اَصنام کو اللّٰہ کے سوا پکارتے ہو وہ سب مل کر بھی باہمی تعاون سے ایک مکھی تک تو پیدا کرنہیں سکتے جو حجم میں کتنی چھوٹی ہے۔

وَ اِنْ یَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَیْـًٔا لَّا یَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ

اور اگر مکھی ان سے کچھ چھین لے تو وہ اس سے چھڑا نہیں سکتے۔

ضَعُفَ الطَّالِبُ وَ الْمَطْلُوْبُ

طالب و مطلوب دونوں کتنے کمزور ہیں۔

تو پھر سوچو کہ وہ معبود کیسے ہو سکتے ہیں اور تمام مقرر کردہ اشیاء پر کیسے قادر ہو سکتے ہیں؟

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ قریش ان بتوں کو جو کعبہ کے گرد رکھے ہوئے تھے مشک و عنبر سے آلودہ کر دیتے تھے ''یغوث'' دروازے کے سامنے تھا ''یعوق'' کعبے کے داہنی طرف تھا اور ''نسر'' کعبے کے بائیں طرف تھا اور وہ جب بھی داخل ہوتے تو ''یغوث'' کے سامنے جھکتے نہیں تھے بلکہ سجدہ کرتے تھے پھر ''یعوق'' کی طرف اپنا رُخ موڑ لیتے تھے پھر وہ اپنے بائیں جانب ''نسر'' کی طرف مڑتے تھے پھر وہ تلبیہ پڑھتے تھے اور کہتے تھے

لَبَّیْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ لبیك لا شَریكَ لك اِلَّا شَرِیكٌ هُوَ لَكَ تَمْلكهُ وَما ملَكَ

(حاضر ہوں اے اللّٰہ حاضر ہوں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں مگر ایک شریک ہے وہ تیرا ہے تو اس کا مالک ہے اور وہ مالک نہیں)

امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ اللّٰہ نے چار پروں والی سبز مکھی بھیجی تو اس نے تمام مشک و عنبر کو کھا لیا اور کچھ بھی نہ چھوڑا تو اس وقت اللّٰہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ضُرِبَ مَثَلٌ الخ۔[1]

(۷۴) مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ

اور انھوں نے اللّٰہ کی قدر نہیں کی جو قدر کا حق ہے۔

انھوں نے اس کی معرفت کا حق ادا نہیں کیا اس لیے کہ اس کا شریک بنا لیا اور اسے ایسے نام سے پکارا جو مناسبت کے اعتبار سے اس سے بعید ترین شے ہے اور اس بارے میں حدیث سورۂ انعام کی آیت نمبر ۹۱ کے ذیل میں بیان کی جا چکی ہے اور دوسری حدیث ان شاء اللّٰہ تعالیٰ سورۂ زمر کی آیت نمبر ۶۷ کے ذیل میں بیان کی جائے گی۔

اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ

بے شک اللّٰہ قوت اور عزت والا ہے۔ اس پر کوئی شے غالب نہیں آ سکتی۔

---

(۱) الکافی، ج ۴، ص ۵۴۲، ح ۱۱ باب النوادر۔

اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝۷۵ ج
يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝۷۶
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۷۷ ۩ ج
وَجَاهِدُوْا فِى اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِى الدِّيْنِ
مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ وَفِىْ
هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۚ ص
فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى
وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ ۝۷۸ ع

(۷۵) اللّٰہ فرشتوں میں سے اور انسانوں میں سے کچھ پیغام رساں چن لیتا ہے بے شک اللّٰہ سمیع و بصیر ہے۔
(۷۶) وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے سامنے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور تمام امور اللّٰہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔
(۷۷) اے ایمان لانے والو! تم رکوع اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور امور خیر انجام دو تا کہ فلاح پاسکو۔
(۷۸) اور تم جہاد کرو اللّٰہ کی راہ میں جو جہاد کرنے کا حق ہے اُس نے تمھیں چن لیا ہے اور اس نے دین میں تمھارے لیے کوئی تنگی نہیں رکھی یہ تمھارے باپ ابراہیم کی ملّت ہے اس سے پہلے اللہ نے تمھارا نام مسلمان رکھا تھا اور اس قرآن میں بھی (یہی تمھارا نام ہے) تا کہ رسول تم پر گواہ رہے اور تم لوگوں پر شاہد ہو جاؤ لہٰذا تم نماز قائم کرو، اور زکوۃ دو اور اللّٰہ کے دین کو مضبوطی سے تھامے رہو وہی تمھارا مولا ہے وہ بہت ہی اچھا مولیٰ اور بہترین مددگار ہے۔

(۷۵) اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا
اللّٰہ منتخب کر لیتا ہے فرشتوں میں سے کچھ پیغام رساں۔
رُسُلًا سے مراد ہے سَفَرَۃ ایسے فرشتے جو اللّٰہ اور انبیا کے درمیان وحی کے ذریعے واسطہ بنتے ہیں۔

تفسیر قمی میں ہے کہ وہ جبرئیل علیہ السّلام، میکائیل علیہ السّلام، اسرافیل علیہ السّلام اور عزرائیل علیہ السّلام ہیں۔[1]

وَّ مِنَ النَّاسِ

اور نسانوں میں سے بھی پیغام رساں منتخب کرتا ہے جو سب لوگوں کو حق کی جانب بلاتے ہیں اور ان پر جو کچھ نازل کیا جاتا ہے وہ ان لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔

تفسیر قمی میں ہے کہ اس سے مراد انبیاء علیہم السّلام اور اوصیاء علیہم السّلام ہیں انبیاء میں حضرت نوح علیہ السّلام، حضرت ابراہیم علیہ السّلام، حضرت موسیٰ علیہ السّلام، حضرت عیسیٰ علیہ السّلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور ان پانچ انبیائے کرام میں حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اوصیاء میں حضرت علی علیہ السّلام اور ائمہ کرام علیہم السّلام ہیں امام علیہ السّلام نے فرمایا اور اس آیت کے بارے میں اس کے علاوہ بھی تاویل ہے۔[2]

اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ

بے شک اللہ ہر بات کا سننے والا اور ہر چیز کا دیکھنے والا ہے۔

(۷۶) يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ

وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے سامنے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے۔

یعنی جو کچھ ہو چکا ہے وہ اسے بھی جانتا ہے اور جو کچھ واقع ہوگا وہ اس سے بھی واقف ہے۔

وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ

اور تمام امور اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔

(۷۷) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَ اسْجُدُوْا وَ اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ

اے ایمان لانے والو تم رکوع کرو، سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو ان تمام طریقوں سے جو عبادت کے لیے بتلائے گئے ہیں۔

وَ افْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

اور امورِ خیر انجام دو تا کہ فلاح پاسکو۔

وَ افْعَلُوا الْخَيْرَ اور عبادت کے لیے خالص کردو جو چیز بہتر اور درست ہو جو تم بجالاؤ اور جسے تم ترک کرو جیسے نوافل، طاعات، صلۂ ارحام اور مکارم اخلاق۔

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تا کہ تم فلاح پاسکو۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان کو بنی آدمؑ کے اعضا و جوارح پر فرض قرار دیا ہے اور ان پر تقسیم کر دیا اور ان میں تفریق قائم کر دی ہے چہرے پر سجدوں کو فرض قرار دیا ہے کہ

(۱) تفسیر قمر، ج ۲، ص ۸۷ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۸۷

وہ رات اور دن کو نماز کے اوقات میں یہ عمل انجام دے فرمایا: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا

اور یہ ایک جامع فریضہ ہے چہرہ، ہاتھوں اور پیروں کے لیے۔[۱]

اور امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے۔

جعل الخیر کلّه فی بیت وجعل مفتاحه الزهد فی الدنیا۔

تمام خیر ایک گھر میں رکھ دیا گیا اور اس کی کنجی کو ترکِ دنیا قرار دیا گیا۔[۲]

کتاب جوامع میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ سورۂ حج میں دو سجدے ہیں تم نے اگر یہ سجدے نہیں کیے تو سورے کی تلاوت نہ کرو۔[۳]

(۷۸) وَجَاهِدُوْا فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ

اور تم جہاد کرو اللّٰہ کی راہ میں جو جہاد کرنے کا حق ہے۔

ظاہری دشمن اور باطنی دشمن دونوں سے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ جب غزوۂ تبوک سے واپس آئے تو فرمایا رجعنا من الجهاد الاصغر الی الجهاد الاکبر ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف واپس آئے ہیں یعنی نفس کا جہاد۔[۴]

هُوَ اجْتَبٰىكُمْ

اللّٰہ نے تمھیں اپنے دین اور اپنی نصرت کے لیے منتخب کر لیا ہے کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے اس سے مراد ہم لوگ ہیں اور ہم ہی ہیں وہ منتخب افراد۔[۵]

وَمَا جَعَلَ عَلَیْكُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ

اور اس نے دین میں تمھارے لیے کوئی تنگی نہیں رکھی۔

مِلَّةَ اَبِیْكُمْ اِبْرٰهِیْمَ

یہ تمھارے باپ ابراہیمؑ کی ملّت ہے۔

امام باقر علیہ السّلام نے فرمایا اس سے صرف ہم لوگ مراد ہیں۔[۶]

هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِیْنَ اللّٰہ نے اس سے پہلے تمھارا نام مسلم رکھا تھا۔

فرمایا اللّٰہ تبارک وتعالیٰ نے ہمارا نام مسلم رکھا ہے۔[۷]

مِنْ قَبْلُ پہلے یعنی ان کتابوں میں جو گزر چکی ہیں۔[۸]

---

(۱) الکافی، ج ۲، ص ۳۴

(۲) الکافی، ج ۲، ص ۱۲۸، ح ۲

(۳) جوامع الجامع، ج ۳، ص ۶۱

(۴) انوار التنزیل، ج ۲، ص ۱۰۱ اور جوامع الجامع، ج ۳، ص ۶۲

(۵) الکافی، ج ۱، ص ۱۹۱، ح ۴

(۶) الکافی، ج ۱، ص ۱۹۱، ح ۴

(۷) الکافی، ج ۱، ص ۱۹۱، حدیث نمبر ۴ کا ایک حصہ

(۸) الکافی، ج ۱، ص ۱۹۱، حدیث نمبر ۴ کا ایک حصہ

وَفِیْ هٰذَا

اور اس قرآن میں بھی (یہی تمھارا نام ہے)

لِیَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِیْدًا عَلَیْكُمْ

تا کہ رسول تم پر گواہ رہے۔

وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ

اور تم، لوگوں پر شاہد بن جاؤ۔

امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم پر گواہ ہیں جو کچھ ہم نے پہنچایا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے اور ہم قیامت کے دن تک لوگوں پر گواہ ہیں پس جس نے تصدیق کی ہم قیامت کے دن اس کی تصدیق کریں گے اور جس نے جھٹلایا ہم قیامت کے دن اسے جھٹلائیں گے۔[۱]

کتاب اکمال میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ اس سے مراد تیرہ افراد ہیں جن کا اس امت سے خصوصی تعلق ہے پھر فرمایا میں اور میرے بھائی علیؑ اور گیارہ افراد جو میری اولاد میں سے ہیں۔[۲]

کتاب مناقب میں اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قول "هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِیْنَ" سے ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کی دعا ہے آل محمد صلوات اللہ علیہم کے لیے اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا تعلق قریش سے ہے جنھوں نے حرم کو مضبوطی سے تھامے رکھا یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے پھر انھوں نے آنحضرت کا اتباع کیا اور ان پر ایمان لے آئے اور اللہ کے قول "لِیَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِیْدًا عَلَیْكُمْ" سے مراد یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آل محمد علیہم السّلام پر گواہ ہیں اور وہ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عام لوگوں پر گواہ ہیں۔[۳]

کتاب قرب الاسناد میں امام صادق علیہ السّلام اپنے والد سے اور وہ نبی اکرم صلوات اللہ علیہم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا جو کچھ اللہ تعالیٰ نے میری امت کو عطا فرمایا ہے اور جس وجہ سے انھیں دیگر امتوں سے افضل قرار دیا ہے انھیں تین صفات ایسی عطا کی ہیں جو صرف نبی کو ملتی ہیں اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب بھی کسی نبی کو معبوث فرماتا ہے تو اس سے کہتا تم دین کے بارے میں کوشش کرو اور تم پر کوئی تنگی نہیں ہوگی اور اللہ تعالیٰ نے میری امت کو یہ خصوصیت دیتے ہوئے فرمایا "وَمَا جَعَلَ عَلَیْكُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ" اور فرمایا کہ اللہ جب کسی نبی کو بھیجتا تھا تو اسے اس کی قوم پر گواہ قرار دیتا تھا اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے میری امت کو مخلوقات پر گواہ بنایا جیسا کہ فرما رہا ہے لِیَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِیْدًا عَلَیْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ۔[۴]

---

(۱) الکافی، ج۱، ص۱۹۰، ح۲

(۲) اکمال الدین واتمام النعمہ، ص۲۷۹، ح۲۵، باب ۳۴

(۳) المناقب لابن شہر آشوب، ج۴، ص۱۲۹ ومجار الانوار، ج۲۳، ص۳۵۰، ح۶۰

(۴) قرب الاسناد، ص۸۴، ح۲۷۷

فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ

لہٰذا تم نماز قائم کرو اور زکوۃ دو۔

انواع و اقسام کی اطاعت کے ذریعے تقرّبِ خداوندی حاصل کرو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں اس فضل اور شرف سے نوازا ہے۔

وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ

تم اللہ کے دین کو مضبوطی سے تھامے رکھو۔

تم اپنے تمام اور جملہ امور میں اللہ پر اعتماد رکھو اور اعانت و نصرت اللہ کے علاوہ کسی اور سے طلب نہ کرو۔

هُوَ مَوْلٰىكُمْ

وہی تمھارا مددگار اور تمھارے امور کا متولّی ہے۔

فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ

وہ بہت ہی اچھا مولیٰ اور بہترین مددگار ہے۔

اس لیے کہ ولایت اور نصرت میں کوئی اس جیسا نہیں بلکہ حقیقت میں اس کے علاوہ نہ کوئی مولیٰ ہے اور نہ کوئی نصیر ہے۔

کتاب ثواب الاعمال میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا کہ جو بھی سورۂ حج ہر تین روز میں پڑھے گا تو ایک سال نہ گزرنے پائے گا کہ وہ حج بیت اللہ الحرام کے لیے روانہ ہو جائے اور اگر سفر کے دوران اس کی موت واقع ہو گئی تو وہ جنت میں جائے گا کہا گیا کہ اگر وہ مخالف ہو؟ تو فرمایا کہ وہ جس عالم میں ہوگا اس میں تخفیف کر دی جائے گی۔[1]

مجمع البیان میں ایسی ہی روایت ہے امام علیہ السّلام کے قول ''دخل الجنّۃ'' تک۔[2]

---

(۱) ثواب الاعمال، ص ۱۰۸

(۲) مجمع البیان، ج ۷۔۸، ص ۶۸

سورۃ مومنون

سورۃ مومنون مکہ مکرمہ میں نازل ہوا اس میں آیتوں کی تعداد ۱۱۸ ہیں جو کوفی تعداد ہے اور باقیوں کے نزدیک اس کی تعداد ۱۱۹ ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ۙ﴿۱﴾
الَّذِیۡنَ ہُمۡ فِیۡ صَلَاتِہِمۡ خٰشِعُوۡنَ ۙ﴿۲﴾
وَ الَّذِیۡنَ ہُمۡ عَنِ اللَّغۡوِ مُعۡرِضُوۡنَ ۙ﴿۳﴾
وَالَّذِیۡنَ ہُمۡ لِلزَّکٰوۃِ فٰعِلُوۡنَ ۙ﴿۴﴾
وَ الَّذِیۡنَ ہُمۡ لِفُرُوۡجِہِمۡ حٰفِظُوۡنَ ۙ﴿۵﴾

اللّٰہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت مشفق ہے

(۱) یقیناً مومنین فلاح پا گئے۔

(۲) وہ لوگ جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں۔

(۳) اور وہ لوگ جو لغو باتوں سے روگردانی کرتے ہیں۔

(۴) اور وہ لوگ جو زکوۃ کا فرض انجام دیتے ہیں۔

(۵) اور وہ لوگ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

---

(۱) قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ

یقینا مومنین فلاح پا گئے۔

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا تم جانتے ہو وہ کون لوگ ہیں؟ کہا گیا آپ زیادہ بہتر جانتے ہیں فرمایا، قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ یعنی مسلمان فلاح پا گئے بے شک مسلمان ہی شرفا ہیں۔[۱]

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ اللّٰہ تبارک وتعالیٰ نے جب جنت کو خلق فرمایا تو اس سے کہا کچھ کلام کر تو جنت گویا ہوئی اور کہا "قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ"[۲]

---

(۱) الکافی، ج۱، ص۳۹۱، ح۵ (۲) تفسیر القمی، ج۲، ص۸۸

(۲) الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ

وہ لوگ جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں۔

تفسیر قمی میں ہے فرمایا اس سے مراد ہے نماز میں نظریں جھکانا اور نماز کی طرف متوجہ ہونا۔[۱]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ جب تم اپنی نماز میں داخل ہو جاؤ تو تم پر لازم ہے کہ اپنی نماز میں خشوع اختیار کرو اور پوری طرح متوجہ ہو جاؤ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے "الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ"[۲]

امام صادق علیہ السّلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ جو کچھ دل میں ہے اگر جسم کا خشوع (عاجزی فروتنی) اس سے بڑھ جائے تو ہمارے نزدیک وہ نفاق ہے۔[۳]

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے آپ نے دیکھا کہ ایک شخص نماز کے دوران اپنی ڈاڑھی سے کھیل رہا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اس کا دل خاشع ہوتا تو اس کے اعضا و جوارح بھی خشوع کرتے ہیں۔[۴]

روایت کی گئی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی نماز میں اپنی آنکھیں آسمان کی جانب بلند کیا کرتے تھے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے اپنا سر جھکا دیا اور زمین میں نگاہیں مرکوز کر دیں۔[۵]

(۳) وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ

اور وہ لوگ جو لغو باتوں سے روگردانی کرتے ہیں۔

تفسیر قمی میں ہے کہ یعنی گانے بجانے اور کھیل کود سے روگردانی کرتے ہیں۔[۶]

ارشاد شیخ مفید میں امیر المومنین علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جس بات میں نصیحت نہ ہو وہ لغو ہے۔[۷]

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی تمھارے خلاف جھوٹ باتیں گھڑ کے پیش کرتا ہے یا ایسی باتیں لے کر آتا ہے جو تم میں نہیں ہیں تو اللہ کی خاطر اس سے تعرض اختیار کرو۔[۸]

اور دوسری روایت میں ہے کہ اس سے مراد (غنا) گانا بجانا اور (مَلاھی) غافل کرنے والی چیزیں ہیں۔[۹]

کتاب اعتقادات میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے قصہ گویوں کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا ان کا سننا جائز ہے تو امام علیہ السّلام نے فرمایا نہیں۔[۱۰]

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۸۸
(۲) الکافی، ج ۳، ح ۳
(۳) الکافی، ج ۲، ص ۳۹۶، ح ۶
(۴) مجمع البیان، ج ۷-۸، ص ۹۹
(۵) مجمع البیان، ج ۷-۸، ص ۹۹
(۶) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۸۸
(۷) ارشاد شیخ مفید، ص ۱۵۷
(۸) مجمع البیان، ج ۷-۸، ص ۹۹
(۹) مجمع البیان، ج ۷-۸، ص ۹۹
(۱۰) الاعتقادات فی دین الامامیہ، ص ۸۴، ص ۳۹

(۴) وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ

اور وہ لوگ جو زکوٰۃ کا فرض انجام دیتے ہیں۔

تفسیر قمی میں ہے امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جو بھی زکوٰۃ سے ایک قیراط (۱۷۵ گرام) روک لیتا ہے تو وہ نہ مومن ہے نہ مسلم ہے اور نہ ہی اس کے لیے کوئی کرامت اور فضیلت ہے۔[1]

(۵) وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ

اور جو لوگ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۸۸

إِلَّا عَلَىٰٓ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۝٦
فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَآءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰٓئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ۝٧
وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَٰنَٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَٰعُونَ ۝٨
وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَوَٰتِهِمْ يُحَافِظُونَ ۝٩
أُولَٰٓئِكَ هُمُ الْوَٰرِثُونَ ۝١٠
الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ ۖ هُمْ فِيهَا خَٰلِدُونَ ۝١١

(۶) سوائے اپنی ازواج یا ان کنیزوں کے جو ان کی ملکیت میں ہوں۔ کیوں کہ ان کے معاملے میں ان پر کوئی الزام عائد نہیں ہوتا۔

(۷) البتہ جو اس کے علاوہ کچھ اور چاہیں تو وہ لوگ زیادتی کرنے والے ہیں۔

(۸) اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور وعدوں کا پاس ولحاظ کرتے ہیں۔

(۹) اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی محافظت کرتے ہیں۔

(۱۰) وہی لوگ تو وارث ہیں۔

(۱۱) جو فردوس کے وارث ہوں گے اور اس میں ہمیشہ کے لیے رہیں گے۔

(۶) إِلَّا عَلَىٰٓ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ

سوائے اپنی ازواج یا ان کنیزوں کے جو ان کی ملکیت میں ہوں کیوں کہ اس معاملے میں ان پر کوئی الزام عائد نہیں ہوتا۔

تفسیر قمی میں ہے کہ مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ سے مراد کنیزیں ہیں امام علیہ السّلام نے فرمایا مُتعہ کی تعریف وہی ہے جو کنیزی کی تعریف ہے۔[1]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے متعہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا حلال ہے مگر تم پاک دامن عورتوں کے علاوہ کسی اور سے ازدواج (شادی) نہ کرو اس لیے کہ خداوند عالم فرمارہا ہے وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ۔[2]

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے تین طریقے سے اندام نہانی حلال ہوتی ہے ایک وہ نکاح جس

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۸۹ (۲) الکافی، ح ۵، ص ۴۵۳، ح ۲

میں وراثت ہوتی ہے دوسرا وہ جس میں میراث نہیں ملتی اور تیسرا وہ نکاح جو دائیں ہاتھ کی ملکیت کی بنیاد پر ہوتا ہے یعنی جو عورت کنیزی میں آجائے۔[1]

امام صادق علیہ السّلام اپنے آبا و اجداد سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اندام نہانی کو تین مفاہیم میں حلال قرار دیا ہے فرج مورث (وراثت والی) اور وہ گھر میں رہنے والی ہے اور فرج غیر مورث ایسی فرج جس میں وراثت نہ ہو تو اس سے مراد متعہ ہے اور جو تمھارے قبضے میں ہو یعنی کنیزیں۔[2]

فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ

البتہ جو اس کے علاوہ کچھ اور ہیں۔

تفسیر قمی میں ہے کہ جو اس سے تجاوز کرے۔[3]

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ

تو ایسے لوگ زیادتی کرنے والے ہیں یعنی دشمنی میں کامل ہیں۔

(۸) وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ

اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں کا پاس اور لحاظ کرتے ہیں۔

یعنی وہ حق کی جانب سے یا خلق کی جانب سے امانت اور دعووں کی حفاظت اور اصلاح قائم کرتے ہیں۔

(۹) وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ

اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی محافظت کرتے ہیں۔

تفسیر قمی میں ہے کہ وہ نمازوں کے اوقات اور اس کے حدود کی پابندی کرتے ہیں۔[4]

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو امام عالی مقام نے فرمایا اس سے مراد فریضہ ہے یعنی واجب نمازیں اور سوال کیا کہ اس آیت ''الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ'' (المعارج ۲۳) سے کیا مراد ہے تو فرمایا کہ اس سے مراد نوافل ہیں یعنی نافلہ نمازیں۔[5]

(۱۰) اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ

تو وہی لوگ جو اِن صفات کے مالک ہوں وہ وارث ہیں۔

(۱۱) الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ

جو فردوس کے وارث ہوں گے اور اس میں ہمیشہ کے لیے رہیں گے۔

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو مخلوق بھی پیدا کی

---

(۱) الخصال، ص ۱۱۹، ح ۱۰۶
(۲) تہذیب الاحکام، ج ۷، ص ۲۴۱ ذیل حدیث نمبر ۱۰۵۱
(۳) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۸۹
(۴) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۸۹
(۵) الکافی، ج ۳، ص ۲۶۹-۲۷۰، ح ۱۲

ہے اس کا مقام جنت میں اور جہنم میں رکھ دیا ہے جب جنتی جنت میں جا گزیں ہو جائیں گے اور جہنمی جہنم میں چلے جائیں گے تو ایک منادی ندا دے گا اے جنت والو! ذرا اوپر سے دیکھو تو وہ بلندی سے جہنمیوں پر نظر کریں گے اور جہنم میں جو ان کی منازل تھیں اسے بلند کر دیا جائے گا پھر ان سے کہا جائے گا جہنم میں تمھاری یہ منزل تھی اگر تم اللہ کی نافرمانی کرتے تو اسی جگہ پر پہنچتے اور اس میں داخل ہوتے۔

امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص خوشی خوشی مرتا ہے تو اس روز جنت والے خوشی خوشی موت کا استقبال کرتے ہیں اس لیے کہ ان سے عذاب کے رخ کو پھیر دیا گیا پھر اس کے بعد ایک منادی ندا دے گا اے جہنم والو! تم اپنے سروں کو اٹھاؤ تو وہ اپنے سروں کو بلند کریں گے تو وہ جنّت میں اپنے مکانات اور اس کی نعمتیں ملاحظہ فرمائیں گے ان سے کہا جائے گا کہ اگر تم اپنے پروردگار کی اطاعت کرتے تو جنّت میں یہ تمھارا مقام ہوتا اور تم اس میں داخل ہوتے پھر امام علیہ السّلام نے فرمایا اگر کوئی محزون مرتا ہے تو یہ ان کے منازل کا وارث بن جاتا ہے اور وہ ان کے منازل کے وارث ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے قول سے یہی مراد ہے اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝۱۰ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۱۱ ۔[1]

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے کہ جس کے دو مکانات نہ ہوں ایک مکان جنت میں اور دوسرا جہنم میں پس جب مرنے کے بعد وہ جہنّم میں چلا جاتا ہے تو جنّتی اس کے مکان کا وارث بن جاتا ہے۔[2]

کتاب عُیون میں امیر المومنین علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ یہ آیت ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہے۔[3]

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۸۹ (۲) مجمع البیان، ج ۷۔۸، ص ۹۹

(۳) عیون اخبار الرضا، ج ۲، ص ۶۵، ح ۲۸۸

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾
ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿۱۳﴾
ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا
فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴿۱۴﴾
ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ﴿۱۵﴾
ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ﴿۱۶﴾
وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷﴾

---

(۱۲) اور بلاشبہ ہم نے انسان کو مٹی کے ایک جوہر سے پیدا کیا۔
(۱۳) پھر ہم نے اسے قرار دیا نطفے کی صورت میں ایک پُرسکون جگہ پر۔
(۱۴) پھر ہم نے نطفہ کو علقہ کی شکل میں تخلیق کیا پھر علقہ کی تخلیق مضغہ کی صورت میں ہوئی پھر مضغہ کو ہڈیوں کی تخلیق عطا کی پھر ہڈیوں پر گوشت کا غلاف چڑھایا پھر ہم نے اسے ایک دوسری تخلیق سے نوازا اللہ بابرکت ہے جو خالقین میں سب سے بہتر ہے۔
(۱۵) پھر تم اس کے بعد یقیناً موت سے ہم کنار ہوگے۔
(۱۶) پھر تمھیں روز قیامت دوبارہ اٹھایا جائے گا۔
(۱۷) اور ہم نے تمھارے اوپر سات راستے خلق کر دیے ہیں اور ہم تخلیق کے کام سے نابلد نہ تھے۔

---

(۱۲) وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ
اور بلاشبہ ہم نے انسان کو مٹی کے ایک جوہر سے پیدا کیا ہے۔
تفسیر قمی میں ہے السلالۃ کے معنی ہیں کھانے اور مشروب کا بہترین اور اعلیٰ حصہ جو نطفہ بن جائے اور نطفہ دراصل سلالہ سے ہوتا ہے اور سلالہ کھانے اور پینے کے بہترین حصے سے بنتا ہے اور طعام کی اصل مٹی ہے یہی مفہوم ہے اللہ کے قول "مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ"۔ کا[۱]
(۱۳) ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ
پھر ہم نے اسے قرار دیا نطفے کی صورت میں ایک پرسکون جگہ پر فرمایا قرار مکین سے مراد ہے خصیون میں

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۸۹

جگہ دی اس کے بعد رحم تک پہنچایا۔[1]

(۱۴) ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا

پھر ہم نے نطفے کو علقہ کی شکل میں تخلیق کیا پھر علقہ کی تخلیق مضغہ کی صورت میں ہوئی پھر مضغہ کو ہڈیوں کی تخلیق عطا کی پھر ہڈیوں پر گوشت کا غلاف چڑھایا۔

اس آیت کی تفسیر سورۂ حج کے آغاز میں یعنی آیت نمبر ۵ کے ذیل میں بیان کی جا چکی ہے۔

ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ پھر ہم نے اسے ایک دوسری تخلیق سے نوازا۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ وہ اس میں روح کا پھونکا جانا ہے۔[2]

فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ بابرکت ہے اللّٰہ جو خالقین میں سب سے بہتر ہے۔

کتاب توحید میں امام رضا علیہ السّلام سے مروی ہے آپ سے دریافت کیا گیا کہ کیا خالقِ جلیل کے علاوہ بھی کوئی اور خالق ہے تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ اللّٰہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے فتبارك الله احسن الخالقين اور بتلایا کہ اس کے بندوں میں خالقین اور غیر خالقین دونوں موجود ہیں جن میں سے حضرت عیسیٰؑ بن مریم بھی ہیں جنھوں نے اذنِ خدا سے پرندوں کی شکل مٹی سے بنائی اور سامری نے بنی اسرائیل کے لیے ایسا بچھڑا بنایا جو آواز نکالتا تھا۔[3]

(۱۵) ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ

پھر اس کے بعد تم یقینا موت سے ہم کنار ہو گے۔

(۱۶) ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ

پھر تمھیں روز قیامت دوبارہ اٹھایا جائے گا۔

(۱۷) وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ

اور ہم نے تمھارے اوپر سات راستے خلق کر دیے ہیں۔

سَبْعَ طَرَآئِقَ سے مراد سات آسمان ہیں۔

کہا گیا ہے کہ انھیں ''طرائق'' اس لیے کہا گیا کہ یہ ساتوں آسمان ایک دوسرے کے اوپر اس طرح رکھے ہوئے ہیں جیسے جوتے کے اوپر جوتا رکھ دیا جاتا ہے اور جو شے بھی اس جیسی اس کے اوپر ہو وہ اس کا راستہ ہے۔[4]

وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ اور ہم تخلیق کے کام سے نابلد نہ تھے۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۸۹
(۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۹۱
(۳) التوحید، ص ۶۳، ح ۱۸ کا ایک حصہ۔
(۴) البیضاوی انوار التنزیل، ج ۲، ص ۱۰۳۔ ۱۰۴

وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ ۪ وَ اِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۭ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ۚ﴿۱۸﴾

فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ ۫ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۙ﴿۱۹﴾

وَ شَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَ صِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ﴿۲۰﴾

وَ اِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا وَ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۙ﴿۲۱﴾

وَ عَلَيْهَا وَ عَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾

(۱۸) اور ہم نے آسمان سے ایک اندازے کے مطابق پانی اتارا پھر اس پانی کو زمین میں ٹھہرا دیا اور ہم اسے واپس لے جانے پر بھی قدرت رکھتے ہیں۔

(۱۹) پھر اس پانی کے ذریعے ہم نے تمھارے لیے کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کر دیے جن میں تمھارے لیے بے شمار میوہ جات ہیں اور ان سے تم روزی حاصل کرتے ہو۔

(۲۰) اور وہ درخت پیدا کیا جو طورِ سینا سے نکلتا ہے جو تیل والا پھل اگاتا ہے اور کھانے والوں کے لیے سالن بھی۔

(۲۱) اور بے شک تمھارے لیے مویشیوں میں بھی سامان عبرت ہے ان کے شکم میں جو کچھ ہے اسی سے ہم تمھیں دودھ پلاتے ہیں اور اس میں تمھارے لیے بہت سے دیگر فوائد بھی ہیں اور انھی میں سے بعض کو تم کھاتے بھی ہو۔

(۲۲) ان جانوروں پر اور کشتیوں پر تمھیں سوار بھی کیا جاتا ہے۔

(۱۸) وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ

اور ہم نے آسمان سے ایک اندازے کے مطابق پانی اتارا پھر اس پانی کو زمین میں ٹھہرا دیا۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد دریا، چشمے اور کنویں ہیں۔[۱]

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۹۱

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد ماءِ عقیق ہے۔[1]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ عقیق سے مراد وادی ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ خداوند عالم نے جنت سے پانچ قسم کے دریاؤں کو نازل فرمایا سَیحُون اور یہ ہندوستان کا دریا ہے اور ''جَیحُون'' جو بلخ کا دریا ہے، دریائے دجلہ اور دریائے فرات اور یہ دونوں عراق کے دریا ہیں اور ''نیل'' جو مصر کا دریا ہے۔ اللہ نے ان تمام دریاؤں کو ایک ہی چشمے سے نازل فرمایا اور اسے زمین میں جاری کر دیا اور مختلف قسم کے ذرائع زندگانی میں اس کے ادر لوگوں کے لیے منفعتیں رکھ دیں اور یہ اللہ کا قول ہے وَ اَنۡزَلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسۡکَنّٰہُ فِی الۡاَرۡضِ ۫ وَ اِنَّا عَلٰی ذَہَابٍۭ بِہٖ لَقٰدِرُوۡنَ۔[2] اور ہم اسے واپس لے جانے پر بھی قدرت رکھتے ہیں اسے فاسد اور خراب کر کے اور اسے بلند کر کے یا اتنی گہرائی میں لے جا کر جہاں سے اسے نکالنا مشکل ہو جائے ہم اس بات پر اسی طرح قادر ہیں جیسے ہم اسے نازل کرنے پر قدرت رکھتے تھے۔

(۱۹) فَاَنۡشَاۡنَا لَکُمۡ بِہٖ جَنّٰتٍ مِّنۡ نَّخِیۡلٍ وَّ اَعۡنَابٍ

پھر اس پانی سے ہم نے تمھارے لیے کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کیے۔

لَّکُمۡ فِیۡہَا فَوَاکِہُ کَثِیۡرَۃٌ وَّ مِنۡہَا تَاۡکُلُوۡنَ

جس میں تمھارے لیے بے شمار میوہ جات ہیں جن سے تم لطف اٹھاتے ہو اور اس میں سے کھاتے ہو یعنی اسے اپنی غذا بناتے۔

(۲۰) وَ شَجَرَۃً تَخۡرُجُ مِنۡ طُوۡرِ سَیۡنَآءَ

اور وہ درخت پیدا کیا جو طور سینا سے نکلتا ہے۔

تَنۡۢبُتُ بِالدُّہۡنِ وَ صِبۡغٍ لِّلۡاٰکِلِیۡنَ

جو تیل والا پھل اگاتا ہے اور کھانے والوں کے لیے سالن بھی۔

یعنی اس درخت سے ایسی جامع چیز پیدا ہوتی ہے اس وجہ سے کہ وہ تیل ہے اس سے روغن کیا جاتا ہے، اور اس سے چراغ روشن کیا جاتا ہے اور شوربا ہونے کی وجہ سے اس میں روٹی کو ڈبویا جاتا ہے تاکہ وہ شوربے والی ہو جائے۔

تفسیر قمی میں ہے فرمایا ''شجرۃ الزیتون'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنین علیہ السّلام کے لیے مثال بیان کی گئی ہے اور ''طور'' سے مراد پہاڑ ہے اور سینا ایک درخت کا نام ہے۔[3]

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے آپ نے فرمایا ''الزیت'' بابرکت درخت ہے اسی سالن سے روٹی کھاؤ اور اسی سے روغن حاصل کرو۔[4]

---

(۱) الکافی، ج ۶، ص ۳۹۱، ح ۴
(۲) مجمع البیان، ج ۷-۸، ص ۱۰۳
(۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۹۱
(۴) مجمع البیان، ج ۷-۸، ص ۱۰۳

کتاب تہذیب میں امام باقر علیہ السّلام مروی ہے امیر المومنین علیہ السّلام کی وصیت کے یہ کلمات تھے تم مجھے ظہر کے وقت (کوفے سے) نکال کر لے جانا جب تمھارے قدم صحیح سمت اٹھیں اور ہوا تمھارا استقبال کرے تو مجھے دفن کر دینا اس لیے کہ وہ پہلا طورِ سینا تھا لوگوں نے ایسا ہی کیا۔[1]

امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے اور آپ نے غری کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ اس پہاڑ کا حصہ ہے جس پر حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل کیا تھا اور جس پر حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے اللہ کی پاکیزگی بیان کی تھی اور اللہ نے اسی پر ابراہیم علیہ السّلام کو اپنا خلیل بنایا تھا اور اسی مقام پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حبیب بنایا اور اسے انبیاء کا مسکن (ٹھکانا ٹھہرنے کی جگہ) قرار دیا ہے خدا کی قسم ان کے پاکیزہ آبا آدمؑ و نوحؑ کے بعد امیر المومنین علیہ السّلام سے زیادہ مکرّم کسی نے بھی یہاں پر سکونت اختیار نہیں کی۔[2]

(۲۱) وَ اِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً

اور بے شک تمھارے لیے مویشیوں میں بھی سامانِ عبرت ہے تم ان کی حالت دیکھ کر عبرت حاصل کرتے ہو۔

نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا

اور ان کے شکم میں جو کچھ ہے اسی سے ہم تمھیں دودھ پلاتے ہیں۔

وَ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ

اور اس میں تمھارے لیے بہت سے دیگر فوائد بھی ہیں۔

اس کی پیٹھ پر سوار ہونا اس کے اون اور اس کے بال کو کام میں لانا اور مختلف چیزیں بنانا۔

وَّ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ

اور ان میں سے بعض مویشیوں کو تم کھاتے بھی ہو۔

(۲۲) وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ

ان جانوروں پر اور کشتیوں پر تمھیں سوار بھی کیا جاتا ہے۔

خشکی میں اور تری میں اس لیے کہ اونٹ ریگستان کا جہاز ہے۔

(۱) تہذیب الاحکام، ج۶، ص ۳۴، ح ۶۹ (۲) تہذیب الاحکام، ج۶، ص ۲۳، حدیث نمبر ۵۱، کا حصہ

وَ لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰی قَوۡمِہٖ فَقَالَ یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمۡ مِّنۡ اِلٰہٍ غَیۡرُہٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوۡنَ ﴿۲۳﴾

فَقَالَ الۡمَلَؤُا الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ قَوۡمِہٖ مَا ہٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُکُمۡ ۙ یُرِیۡدُ اَنۡ یَّتَفَضَّلَ عَلَیۡکُمۡ ؕ وَ لَوۡ شَآءَ اللّٰہُ لَاَنۡزَلَ مَلٰٓئِکَۃً ۖۚ مَّا سَمِعۡنَا بِہٰذَا فِیۡۤ اٰبَآئِنَا الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۲۴﴾ۚ

اِنۡ ہُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِہٖ جِنَّۃٌ فَتَرَبَّصُوۡا بِہٖ حَتّٰی حِیۡنٍ ﴿۲۵﴾

قَالَ رَبِّ انۡصُرۡنِیۡ بِمَا کَذَّبُوۡنِ ﴿۲۶﴾

---

(۲۳) اور یقیناً ہم نے ہی نوحؑ کو ان کی قوم کی طرف بھیجا نوح نے ان سے کہا اے میری قوم کے لوگو! تم اللہ کی عبادت کرو تمھارے لیے اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے تم ڈرتے کیوں نہیں۔

(۲۴) تو ان کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا یہ نوح تو تمھاری ہی طرح ایک بشر ہے یہ تمھارے مقابلے میں برتری حاصل چاہتا ہے اگر اللہ چاہتا تو فرشتوں کو نازل کر دیتا ہم نے اپنے باپ دادا کے دور میں کبھی یہ (توحید) نہیں سنی۔

(۲۵) یہ بس ایک آدمی ہی تو ہے جسے جنون لاحق ہے کچھ مدت تک دیکھ لو شاید افاقہ ہو جائے۔

(۲۶) نوح نے کہا اے میرے پروردگار انھوں نے جو مجھے جھٹلایا ہے اس پر اب تو ہی میری مدد فرما۔

---

(۲۳) وَ لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰی قَوۡمِہٖ

اور یقینا ہم نے ہی نوحؑ کو ان کی قوم کی طرف بھیجا۔

فَقَالَ یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمۡ مِّنۡ اِلٰہٍ غَیۡرُہٗ

نوحؑ نے ان سے کہا اے میری قوم کے لوگو تم اللہ کی عبادت کرو تمھارے لیے اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے۔

اَفَلَا تَتَّقُوۡنَ

تم ڈرتے کیوں نہیں۔

تم اس بات سے کیوں نہیں ڈرتے کہ وہ اللہ تم سے اپنی نعمتوں کو کہیں زائل نہ کر دے۔

(۲۴) فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ

تو ان کی قوم کے کافر سرداروں نے اپنے عوام سے کہا۔

مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ

یہ نوحؑ تو تمھارے ہی جیسا ایک بشر ہے یہ تمھارے مقابلے میں برتری حاصل کرنا چاہتا ہے وہ یہ چاہتا ہے کہ تم پر افضیلت حاصل کرے اور تم پر سرداری کرے۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً

اور اگر اللہ چاہتا تو فرشتوں کو رسول بنا کر نازل کر دیتا۔

مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ

ہم نے اپنے باپ دادا میں کبھی یہ (توحید) نہیں سنی۔

یعنی ہم نے اس توحید کے بارے میں اپنے باپ دادا سے کچھ نہیں سنا تھا جس کی طرف یہ ہمیں بلا رہے ہیں۔

(۲۵) اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ

بس یہ ایک آدمی ہے جسے جُنون لاحق ہے اور اسی وجہ سے وہ یہ باتیں کہہ رہا ہے۔

فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ

کچھ مدت تک انتظار کرو اور دیکھ لو شاید یہ اسے جُنون سے افاقہ ہو جائے۔

(۲۶) قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ

نوحؑ نے کہا اے میرے پروردگار انھوں نے جو مجھے جھٹلایا ہے اس پر اب تو ہی میری مدد کر کہ تو انھیں ہلاک کر دے۔

فَاَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡہِ اَنِ اصۡنَعِ الۡفُلۡکَ بِاَعۡیُنِنَا وَ وَحۡیِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمۡرُنَا وَفَارَ التَّنُّوۡرُ ۙ فَاسۡلُکۡ فِیۡہَا مِنۡ کُلٍّ زَوۡجَیۡنِ اثۡنَیۡنِ وَ اَہۡلَکَ اِلَّا مَنۡ سَبَقَ عَلَیۡہِ الۡقَوۡلُ مِنۡہُمۡ ۚ وَ لَا تُخَاطِبۡنِیۡ فِی الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا ۚ اِنَّہُمۡ مُّغۡرَقُوۡنَ ﴿۲۷﴾
فَاِذَا اسۡتَوَیۡتَ اَنۡتَ وَ مَنۡ مَّعَکَ عَلَی الۡفُلۡکِ فَقُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ نَجّٰىنَا مِنَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۲۸﴾
وَ قُلۡ رَّبِّ اَنۡزِلۡنِیۡ مُنۡزَلًا مُّبٰرَکًا وَّ اَنۡتَ خَیۡرُ الۡمُنۡزِلِیۡنَ ﴿۲۹﴾
اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ وَّ اِنۡ کُنَّا لَمُبۡتَلِیۡنَ ﴿۳۰﴾
ثُمَّ اَنۡشَاۡنَا مِنۡۢ بَعۡدِہِمۡ قَرۡنًا اٰخَرِیۡنَ ﴿۳۱﴾ ۚ

---

(۲۷) تو ہم نے نوح کی طرف وحی کی کہ اے نوح تم ہماری نظروں کے سامنے اور ہماری وحی کے مطابق کشتی بناؤ پس جب ہمارا امر آجائے اور تندور ابل پڑے تو ہر قسم کے جوڑے سے دو نر و مادہ لے کر اس میں داخل کرنا اور اپنے اہل و عیال کو بھی ساتھ لے لینا سوائے ان کے جن کے بارے میں پہلے فیصلہ ہو چکا ہے اور دیکھو خبردار ظالموں کے بارے میں مجھ سے کچھ نہ کہنا انھیں غرق کر دیا جائے گا۔
(۲۸) پھر جب تم اور تمھارے ساتھی اطمینان سے کشتی میں سوار ہو جائیں تو کہو ''شکر ہے اس اللہ کا جس نے ہمیں قوم ظالمین سے نجات دے دی۔
(۲۹) اور کہو اے میرے رب مجھے بابرکت جگہ پر اتارنا تو سب سے بہتر اتارنے والا ہے۔
(۳۰) بے شک اس قصے میں اَن گنت نشانیاں ہیں اور ہم ہی امتحان لینے والے ہیں۔
(۳۱) پھر ہم نے ان کے بعد دوسری قوم کو پیدا کیا۔

---

(۲۷) فَاَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡہِ اَنِ اصۡنَعِ الۡفُلۡکَ بِاَعۡیُنِنَا

تو ہم نے نوحؑ کی طرف وحی کی ہے اے نوح تم ہماری نظروں کے سامنے کشتی بناؤ یعنی ہماری نگرانی میں کہ بنانے میں غلطی نہ ہو جائے یا کوئی مفسد کام کو بگاڑ نہ دے۔

وَ وَحۡیِنَا

اور ہماری وحی ہمارے حکم اور ہماری تعلیمات کے مطابق ایسی کشتی بنانی ہے۔

فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ

پس جب ہمارا امر آ جائے عذاب نازل ہونے کی صورت میں اور تندور ابل پڑے۔

کتاب جوامع میں ہے روایت بیان کی گئی ہے کہ حضرت نوح علیہ السّلام سے کہا گیا کہ جب تم یہ دیکھو کہ تندور سے پانی ابل رہا ہے تو اس وقت تم اور تمھارے ساتھ جو لوگ ہیں سب کشتی میں سوار ہو جائیں۔ جب تندور سے پانی ابلا تو ان کی بیوی نے انھیں اطلاع دی اور وہ سوار ہو گئے۔[1]

اس سے پہلے مکمل واقعہ سورۂ ہود کی آیت نمبر ۴۰ کے ذیل میں بیان کیا جا چکا ہے۔

فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ

تم ہر قسم کے جوڑے سے دو نر و مادہ لے کر اس کشتی میں داخل کرنا۔

وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ

اور اپنے اہل و عیال کو بھی ساتھ لے لینا سوائے ان کے جن کے بارے میں پہلے سے فیصلہ ہو چکا ہے کہ انھیں ان کے کفر کی وجہ سے ہلاک کر دیا جائے گا۔

وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا

اور خبردار ظالموں کے بارے میں مجھ سے کچھ نہ کہنا ان کی نجات کے لیے دعا کے ذریعے سے۔

اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ

انھیں تو ہر حال میں غرق کر دیا جائے گا۔

(۲۸) فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ

پھر جب تم اور تمھارے ساتھی اطمینان سے کشتی میں سوار ہو جائیں۔

فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰىنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ

تو کہو شکر ہے اس اللہ کا جس نے ہمیں قوم ظالمین سے نجات دے دی۔

جیسے اللہ کا قول ہے فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (انعام ۴۵)

(پھر اس قوم کی جڑ کاٹ دی گئی جنھوں نے ظلم کیا تھا اور تمام تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔)

(۲۹) وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا

اور کہو اے میرے رب مجھے بابرکت جگہ پر اتارنا۔

وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ

اور تو سب سے بہتر اتارنے والا ہے۔

---

(۱) جوامع الجامع، ج ۳، ص ۷۰

کتاب فقیہ میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علیؑ سے کہا اے علیؑ تم جب بھی کسی جگہ پر اترو تو کہو:

اَللّٰھُمَّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَکًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ اللہ تمھیں اس جگہ کی خیر سے نوازے گا اور تم سے وہاں کے شر کو دور کر دے گا۔[1]

(۳۰) اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ وَّ اِنْ کُنَّا لَمُبْتَلِیْنَ

بے شک اس قصے میں ان گنت نشانیاں ہیں اور ہم ہی امتحان لینے والے ہیں۔

ہم ہی ان آیات اور نشانیوں کے ذریعے اپنے بندوں کو آزماتے ہیں۔

کتاب نہج البلاغہ میں ہے کہ اے لوگو! اللہ نے تمھیں اس امر سے محفوظ رکھا ہے کہ وہ تم پر ظلم کرے مگر اس سے پناہ نہیں کہ وہ تمھیں آزمائش میں ڈالے اس بزرگ و برتر کہنے والے کا ارشاد ہے اس میں ہماری بہت سی نشانیاں ہیں اور ہم تو بس امتحان لیا کرتے ہیں۔[2]

(۳۱) ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِھِمْ قَرْنًا اٰخَرِیْنَ

پھر ہم نے ان کے بعد دوسری قوموں کو پیدا کیا۔

قَرْنًا اٰخَرِیْنَ سے مراد قوم عاد اور قوم ثمود ہیں۔

(۱) من لایحضرہ الفقیہ، ج ۲، ص ۱۹۵، ح ۸۸۷ (۲) نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۱۰۳۔

فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۲﴾

وَ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَ اَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَ يَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ﴿۳۳﴾

وَ لَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۳۴﴾

اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَ كُنْتُمْ تُرَابًا وَّ عِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ﴿۳۵﴾

هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۶﴾

اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَ نَحْيَا وَ مَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۳۷﴾

---

(۳۲) پھر ہم نے ان لوگوں میں انھی میں سے رسول بھیجا (جس نے کہا) تم سب اللہ کی عبادت کرو اس کے علاوہ تمھارا کوئی اور معبود نہیں ہے کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟

(۳۳) اُن کی قوم کے اُن سرداروں نے جنھوں نے کفر اختیار کیا اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا تھا اور ہم نے دنیاوی زندگی میں جنھیں آسودگی عطا کر رکھی تھی یہ کہا کہ یہ تو تمھارے ہی جیسا ایک بشر ہے یہ وہی کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو اور وہی پیتا ہے جو تم پیتے ہو۔

(۳۴) اگر تم اپنے ہی جیسے ایک بشر کی اطاعت کرو گے تو ایسی صورت میں تم خسارے ہی میں رہو گے۔

(۳۵) کیا یہ تم سے وعدہ کرتا ہے کہ جب تم مر جاؤ گے اور مٹی اور ہڈی ہو جاؤ گے تو تمھیں نکالا جائے گا۔

(۳۶) یہ بات ناممکن ہے یہ بات بعید ہے جو تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔

(۳۷) پس صرف یہی دنیاوی زندگی تو ہے جس میں ہم مریں گے اور جئیں گے اور ہمیں دوبارہ نہیں اٹھایا جائے گا۔

---

(۳۲) فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ

پھر ہم نے ان لوگوں میں انھی میں سے رسول بھیجا۔

رسول سے مراد حضرت ہودؑ اور حضرت صالحؑ ہیں۔

اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ

(جنھوں نے کہا) تم سب اللہ کی عبادت کرو اس کے علاوہ تمھارا کوئی اور معبود نہیں ہے۔ کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟

(۳۳) وَ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ

اُن کی قوم کے اُن سرداروں نے جنھوں نے کفر اختیار کیا اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا تھا۔

وَ اَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

اور ہم نے جنھیں دنیاوی زندگی میں نعمتوں سے نوازا تھا۔

مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَ يَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ

یہ کہا:۔ یہ تو تمھارے ہی جیسا ایک بشر ہے یہ وہی کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو اور وہی پیتا ہے جو تم پیتے ہو۔

(۳۴) وَ لَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ

اور اگر تم اپنے ہی جیسے ایک بشر کی اطاعت کرو گے جو تمھیں ان باتوں کا حکم دیتا ہے تو ایسی صورت میں تم خسارے ہی میں رہو گے کیوں کہ تم نے اپنے آپ کو جھکا دیا ہے۔

(۳۵) اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَ كُنْتُمْ تُرَابًا وَّ عِظَامًا

کیا یہ تم سے وعدہ کرتا ہے کہ جب تم مر جاؤ گے اور مٹی اور ہڈی ہو جاؤ گے یعنی گوشت رگوں اور پٹھوں سے خالی ہو جاؤ گے۔

اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ

تو تمھیں قبروں سے نکالا جائے گا۔

(۳۶) هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ

یہ بات ناممکن ہے یہ بات بعید ہے جو تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔

(۳۷) اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَ نَحْيَا

نہیں صرف یہی دنیاوی زندگی تو ہے جس میں ہم مریں گے اور جئیں گے۔

بس اگر کوئی زندگی ہے تو صرف دنیوی زندگی ہے جس میں کچھ لوگ پیدا ہوں گے اور ہم میں سے کچھ مر جائیں گے۔

وَ مَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ

اور ہمیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا۔

اِنۡ هُوَ اِلَّا رَجُلٌ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا وَّ مَا نَحۡنُ لَهٗ بِمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۳۸﴾
قَالَ رَبِّ انۡصُرۡنِیۡ بِمَا كَذَّبُوۡنِ ﴿۳۹﴾
قَالَ عَمَّا قَلِيۡلٍ لَّيُصۡبِحُنَّ نٰدِمِيۡنَ ﴿۴۰﴾
فَاَخَذَتۡهُمُ الصَّيۡحَةُ بِالۡحَقِّ فَجَعَلۡنٰهُمۡ غُثَآءً ۚ فَبُعۡدًا لِّلۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۴۱﴾
ثُمَّ اَنۡشَاۡنَا مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ قُرُوۡنًا اٰخَرِيۡنَ ﴿۴۲﴾
مَا تَسۡبِقُ مِنۡ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَ مَا يَسۡتَاۡخِرُوۡنَ ﴿۴۳﴾
ثُمَّ اَرۡسَلۡنَا رُسُلَنَا تَتۡرَا ؕ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوۡلُهَا كَذَّبُوۡهُ فَاَتۡبَعۡنَا بَعۡضَهُمۡ بَعۡضًا وَّجَعَلۡنٰهُمۡ اَحَادِيۡثَ ۚ فَبُعۡدًا لِّقَوۡمٍ لَّا يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۴۴﴾

---

(۳۸) یہ شخص تو ایسا ہے جو اللہ سے منسوب کر کے جھوٹی باتیں گھڑ رہا ہے ہم اسے تسلیم کرنے والے نہیں ہیں۔

(۳۹) انھوں نے کہا اے میرے رب ان لوگوں نے جو میری تکذیب کی ہے اس پر تو ہی میری مدد فرما۔

(۴۰) اللہ نے ارشاد فرمایا کہ کچھ ہی دنوں میں یہ اپنے کیے پر پچھتائیں گے۔

(۴۱) تو برحق چنگھاڑ نے انھیں اپنی گرفت میں لے لیا پھر ہم نے انھیں خس و خاشاک بنا کر رکھ دیا قوم ظالمین کے لیے سوائے دوری کے کچھ نہیں۔

(۴۲) پھر ہم نے ان کے بعد دوسری اُمّتیں پیدا کیں۔

(۴۳) کوئی بھی اُمّت اپنے مقررہ وقت سے نہ آگے نکل سکتی ہے اور نہ ہی پیچھے رہ سکتی ہے۔

(۴۴) پھر ہم متواتر اپنے رسول بھیجتے رہے جب بھی کسی اُمّت کے پاس ان کا رسول آیا انھوں نے اس کی تکذیب کی تو ہم ایک کے پیچھے دوسری قوم کو ہلاک کرتے رہے اور انھیں قِصَّۂ پارینہ بنا دیا ایمان نہ لانے والوں کے لیے رحمت سے دوری ہے۔

---

(۳۸) اِنۡ هُوَ اِلَّا رَجُلٌ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا

یہ شخص تو ایسا ہے جو اللہ سے منسوب کر کے جھوٹی باتیں گھڑ رہا ہے۔

وہ جو دعویٰ کرتا ہے کہ وہ ہماری طرف رسول بن کر آیا ہے اور وہ جو دوبارہ اٹھائے جانے کے بارے میں

وعدے وعید کر رہا ہے۔

وَّ مَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ

اور ہم اس کی بات کو تسلیم کرنے والے اور تصدیق کرنے والے نہیں ہیں۔

(۳۹) قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ

اس نے کہا اے میرے رب ان لوگوں نے جو میری تکذیب کی ہے اس پر تو ان کے خلاف میری مدد فرما اور ان سے میرا انتقام لے لے۔

(۴۰) قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ

اللہ نے ارشاد فرمایا کہ کچھ ہی دنوں میں یہ اپنے کیے پر پچھتائیں گے۔ یعنی نبی کے جھٹلانے پر جب انھیں عذاب نے آ گھیرا تو وہ اپنے کیے پر پچھتانے لگے۔

(۴۱) فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ

تو برحق چنگھاڑ نے انھیں اپنی گرفت میں لے لیا۔

یہ جبرئیل امینؑ کی آواز تھی جنھوں نے اس قوم پر ایسی ہولناک چیخ ماری تھی جس سے ان کے دل پھٹ گئے تھے اور وہ لوگ مر گئے تھے اور اس سے یہ رہنمائی ملتی ہے کہ یہ حضرت صالح علیہ السّلام کی قوم تھی۔

فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً

پھر ہم نے انھیں خس و خاشاک بنا کر رکھ دیا۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے الغثاء سے مراد ہے زمین کے نباتات سے خشک بھوسا، خس و خاشاک، کوڑا کرکٹ جسے سیلاب بہا کر لائے۔[۱]

کہا گیا ہے ان کی ہلاکت میں انھیں تشبیہ دی سیلاب کے کوڑا کرکٹ سے جو بہہ کر آیا ہے جیسے عرب والے ہلاک ہونے والے کے لیے کہتے ہیں سال به الوادی اسے وادی بہا کر لے گئی۔[۲]

فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ

قوم ظالمین کے لیے سوائے دوری کے کچھ نہیں۔

احتمال یہ ہے کہ یہ جملہ اطلاع فراہم کرنے کے لیے ہو اور بددُعا ہو۔

(۴۲) ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ

پھر ہم نے ان کے بعد دوسری امتیں پیدا کیں۔

یعنی قوم صالحؑ، قوم لوطؑ اور قوم شعیبؑ وغیرہ۔

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۹۱ (۲) بیضاوی انوار التنزیل، ج ۲، ص ۱۰۷

(۴۳) مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ

کوئی بھی امت اپنے مقررہ وقت سے نہ آگے نکل سکتی ہے اور نہ ہی پیچھے رہ سکتی ہے

اَجَلَهَا سے مراد وہ وقت جو اس قوم کی ہلاکت کے لیے مقرر کیا جا چکا ہے۔

(۴۴) ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا

پھر ہم متواتر اپنے رسول بھیجتے رہے۔

متواتر یکے بعد دیگرے اور لفظ "تترا" "وتر" سے نکلا ہے جس کے معنی فرد یعنی ایک کے ہیں۔

كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ

جب بھی کسی اُمّت کے پاس اس کا رسول آیا انھوں نے اس کی تکذیب کی۔

فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا

تو ہم ایک کے پیچھے دوسری قوم کو ہلاک کرتے رہے۔

وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ

اور ہم نے انھیں قصّۂ پارینہ بنا دیا۔

ان کی صرف داستانیں باقی رہ گئیں ہیں جنھیں سنایا جاتا ہے۔

فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ

ایمان نہ لانے والوں کے لیے رحمت سے دوری ہے۔

ثُمَّ اَرۡسَلۡنَا مُوۡسٰی وَ اَخَاهُ هٰرُوۡنَ ۙ بِاٰيٰتِنَا وَ سُلۡطٰنٍ مُّبِيۡنٍ ۙ﴿۴۵﴾
اِلٰی فِرۡعَوۡنَ وَ مَلَا۟ئِهٖ فَاسۡتَكۡبَرُوۡا وَ كَانُوۡا قَوۡمًا عَالِيۡنَ ۚ﴿۴۶﴾
فَقَالُوۡۤا اَنُؤۡمِنُ لِبَشَرَيۡنِ مِثۡلِنَا وَقَوۡمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوۡنَ ۚ﴿۴۷﴾
فَكَذَّبُوۡهُمَا فَكَانُوۡا مِنَ الۡمُهۡلَكِيۡنَ ﴿۴۸﴾
وَ لَقَدۡ اٰتَيۡنَا مُوۡسَی الۡكِتٰبَ لَعَلَّهُمۡ يَهۡتَدُوۡنَ ﴿۴۹﴾
وَ جَعَلۡنَا ابۡنَ مَرۡيَمَ وَ اُمَّهٗۤ اٰيَةً وَّاٰوَيۡنٰهُمَاۤ اِلٰی رَبۡوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّ مَعِيۡنٍ ﴿۵۰﴾

(۴۵) پھر ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون کو اپنی آیتوں (معجزات) اور واضح دلیل کے ساتھ بھیجا۔
(۴۶) فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف انھوں نے تکبر سے کام لیا اور وہ مغرور قوم تھی۔
(۴۷) انھوں نے کہا کہ کیا ہم اپنے جیسے انسانوں پر ایمان لے آئیں جبکہ ان کی قوم کے لوگ ہمارے زیر نگیں ہیں۔
(۴۸) انھوں نے ان دونوں (موسیٰ و ہارون) کو جھٹلایا تو وہ ہلاک شدگان میں سے ہو گئے۔
(۴۹) اور یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تا کہ وہ لوگ ہدایت پا جائیں۔
(۵۰) اور ہم نے عیسیٰ بن مریم اور ان کی ماں کو نشانی بنا دیا اور ہم نے انھیں ایک پرسکون اور چشمے والے ٹیلے پر پناہ بخشی۔

(۴۵) ثُمَّ اَرۡسَلۡنَا مُوۡسٰی وَ اَخَاهُ هٰرُوۡنَ ۙ بِاٰيٰتِنَا وَ سُلۡطٰنٍ مُّبِيۡنٍ
اپنی آیتوں (معجزات) اور واضح دلیل کے ساتھ بھیجا۔
آیات سے مراد نو نشانیاں ہیں۔
اور سلطان مبین سے مراد واضح حجت و دلیل ہے جو دشمن کو مغلوب کر دے۔
اِلٰی فِرۡعَوۡنَ وَ مَلَا۟ئِهٖ
فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف۔
فَاسۡتَكۡبَرُوۡا وَ كَانُوۡا قَوۡمًا عَالِيۡنَ
انھوں نے ایمان اور اتباع سے منہ موڑا اور وہ مغرور قوم تھی۔

(۴۷) فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ

انھوں نے کہا کہ کیا ہم اپنے جیسے انسانوں پر ایمان لے آئیں جبکہ ان کی قوم کے لوگ ہمارے زیر نگین ہیں۔ یعنی بنی اسرائیل ہمارے خادم اور ہمارے زیر فرمان ہیں۔

(۴۸) فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ

انھوں نے ان دونوں (موسیٰ اور ہارون) کو جھٹلایا تو وہ ہلاک شدگان میں سے ہو گئے یعنی انھیں غرق کر دیا گیا۔

(۴۹) وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ

اور یقیناً ہم نے موسیٰؑ کو کتاب دی تا کہ وہ لوگ ہدایت پا جائیں۔

اس آیت میں ''الْكِتٰبَ'' سے مراد توریت ہے۔

لَعَلَّهُمْ میں ''هم'' سے مراد بنی اسرائیل ہیں۔

يَهْتَدُوْنَ یعنی وہ لوگ معارف اور احکام کی ہدایت پا جائیں۔

(۵۰) وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗٓ اٰيَةً

اور ہم نے عیسیٰؑ بن مریم اور ان کی ماں کو نشانی بنا دیا۔

اس لیے کہ حضرت مریمؑ کو کسی بشر نے مس نہیں کیا تھا پھر بھی حضرت عیسیٰؑ کی ولادت ہوئی اس کی وجہ سے حضرت عیسیٰؑ اور ان کی والدہ کو اللہ نے آیت قرار دیا ہے۔

وَّاٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ

اور ہم نے ان دونوں کو ایک پرسکون اور چشمے والے ٹیلے پر پناہ بخشی یعنی بلند مقام کو ان کی پناہ گاہ قرار دیا۔

''ذَاتِ قَرَارٍ'' سے مراد ہے ایسی پھیلی ہوئی زمین جہاں سکون و استقرار ہو اور اس میں زراعت کی جا سکے۔

مَعِيْنٍ وہ پانی جو ظاہر ہو اور زمین کے اوپر جاری ہو۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا کہ ''رَبْوَةٍ'' سے مراد کوفے کی بلند زمین ہے۔ اور ''مَعِيْنٍ'' سے مراد فرات ہے۔[۱]

تفسیر مجمع البیان میں صادقین سے مروی ہے کہ ''رَبْوَةٍ'' سے کوفہ کی بلند کناروں والی نشینی زمین اور کوفے کے اردگرد کی زمین مراد ہے اور ''قَرَارٍ'' سے مسجدِ کوفہ ہے اور معین سے فرات مراد ہے۔[۲]

---

(۱) یہ روایت کافی میں نہیں البتہ تہذیب ج۶، ص۳۸، حدیث ۷۹۰ / ۲۳، باب ۱۰ اور بحار الانوار، ج ۱۴، ص ۲۷۷، ح ۱۹، نیز ح ۱۰، ص ۲۲۸، ج ۱۰ کامل الزیارات سے منقول ہے۔

(۲) مجمع البیان، ج ۷۔۸، ص ۱۰۸

يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۵۱﴾
وَ اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّ اَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ﴿۵۲﴾
فَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۵۳﴾
فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۵۴﴾
اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّ بَنِيْنَ ﴿۵۵﴾ۙ
نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۶﴾

---

(۵۱) اے پیغمبرو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور عمل صالح بجالاؤ مجھے تمھارے عمل سے آگاہی حاصل ہے۔
(۵۲) اور یہ تمھاری امت امتِ واحدہ ہے اور میں ہی تمھارا پروردگار ہوں لہٰذا مجھی سے ڈرتے رہو۔
(۵۳) مگر بعد میں لوگوں نے دین کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے وہ اسی میں مگن ہے۔
(۵۴) اے نبی آپ انھیں چھوڑ دیجیے کہ ایک مقررہ وقت تک اپنی غفلت میں پڑے رہیں۔
(۵۵) وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جو ہم جو ان کے مال اور اولاد میں اضافہ کیے جارہے ہیں۔
(۵۶) تو ہم انھیں تیزی کے ساتھ بھلائیوں کے اسباب فراہم کر رہے ہیں نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ انھیں کچھ بھی شعور نہیں۔

---

(۵۱) يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ

اے پیغمبرو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور عمل صالح بجالاؤ مجھے تمھارے عمل سے آگاہی حاصل ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ اللہ پاک ہے وہ پاک و پاکیزہ چیزوں کو قبول کرتا ہے اور اس نے مومنین کو وہی حکم دیا ہے جو حکم مرسلین کو دیا ہے۔ فرمایا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ... اور فرمایا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ... (البقرہ: ۱۷۲) اے ایمان والو! جو پاک چیزیں ہم نے تمھیں عطا کی ہیں انھیں بے تکلف کھاؤ۔[۱]

(۵۲) وَ اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً

اور بلاشبہ یہ تمھاری امت امتِ واحدہ ہے۔

---

(۱) تفسیر مجمع البیان، ج ۷۔۸، ص ۱۰۹

تفسیر قمی میں ہے فرمایا کہ ایک مذہب پر ہے۔[1]

وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ

اور میں ہی تمھارا پروردگار ہوں لہٰذا مجھی سے ڈرتے رہو۔

قبیلے کے جمعیت کو پراگندہ کرنے سے اور کلمہ کی مخالفت سے۔

(۵۳) فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا

مگر بعد میں لوگوں نے دین کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔

وہ لوگ مختلف ٹولوں میں بٹ گئے، ایک دوسرے سے جدا ہو گئے اور انھوں نے اپنے دین کو مختلف ادیان میں تبدیل کر ڈالا۔

زُبُرًا کے معنی میں ٹکڑے ٹکڑے یہ لفظ زبور کی جمع ہے جو تفرقہ کے معنی میں ہے۔

كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ

ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے وہ اسی میں مگن ہے۔

جتنے بھی گروہ، جماعتیں اور ٹولے ہیں ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے دین کے بارے میں خوش فہمی میں مبتلا ہے اور یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ وہی حق پر ہے۔

تفسیر قمی میں ہے فرمایا کہ جو بھی اپنے لیے کسی دین کو پسند کر لیتا ہے وہ اس پر مسرور و شاداں ہوتا ہے۔[2]

(۵۴) فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ

اے نبیؐ آپ انھیں چھوڑ دیجیے کہ ایک مقررہ وقت تک یہ اپنی غفلت میں پڑے رہیں۔

غَمْرَتِهِمْ سے مراد ہے اپنی جہالت میں، جہالت کو پانی سے تشبیہ دی ہے جو انسان کے پورے جسم کو ڈھانپ لیتا ہے۔

حتی حین سے مراد ہے انھیں قتل کر دیا جائے یا وہ مر جائیں اس وقت تک۔

(۵۵) اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ

وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم جو ان کے مال اور اولاد میں اضافہ کیے جا رہے ہیں۔

نُمِدُّهُمْ کے معنی ہیں جو ہم انھیں عطا کرتے ہیں اور جس سے ان کی مدد کرتے ہیں۔

(۵۶) نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ

تو ہم انھیں تیزی کے ساتھ بھلائیوں کے اسباب فراہم کر رہے ہیں ایسا نہیں ہے بلکہ انھیں کچھ بھی شعور نہیں۔

الْخَيْرٰتِ ؕ ایسی چیز جس میں ان کے لیے سراسر خیر اور عزت و شرف ہو۔

لَّا يَشْعُرُوْنَ وہ اس بات کا شعور نہیں رکھتے کہ یہ ''استدراج'' ہے یعنی انھیں ڈھیل دی گئی ہے۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۹۱ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۹۱

اِنَّ الَّذِیۡنَ هُمۡ مِّنۡ خَشۡیَةِ رَبِّهِمۡ مُّشۡفِقُوۡنَ ۙ﴿۵۷﴾
وَ الَّذِیۡنَ هُمۡ بِاٰیٰتِ رَبِّهِمۡ یُؤۡمِنُوۡنَ ۙ﴿۵۸﴾
وَ الَّذِیۡنَ هُمۡ بِرَبِّهِمۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ ۙ﴿۵۹﴾
وَ الَّذِیۡنَ یُؤۡتُوۡنَ مَاۤ اٰتَوۡا وَّ قُلُوۡبُهُمۡ وَجِلَةٌ اَنَّهُمۡ اِلٰی رَبِّهِمۡ رٰجِعُوۡنَ ۙ﴿۶۰﴾

(۵۷) بے شک جو لوگ اپنے رب کے خوف سے ڈرتے رہتے ہیں۔
(۵۸) اور جو لوگ اپنے رب کی آیات پر ایمان لاتے ہیں۔
(۵۹) اور جو لوگ اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے۔
(۶۰) ان کا حال یہ ہے کہ انھیں اللہ کی راہ میں جو کچھ دینا ہوتا ہے وہ اس طرح دیتے ہیں کہ ان کا دِل لرزتا رہتا ہے کہ انھیں اپنے پروردگار کی طرف واپس لوٹ کر جانا ہے۔

(۵۷) اِنَّ الَّذِیۡنَ هُمۡ مِّنۡ خَشۡیَةِ رَبِّهِمۡ مُّشۡفِقُوۡنَ بے شک جو لوگ اپنے رب کے خوف سے ڈرتے ہیں۔
یعنی وہ عذاب خداوندی سے خوف زدہ ہوتے ہیں۔
(۵۸) وَ الَّذِیۡنَ هُمۡ بِاٰیٰتِ رَبِّهِمۡ یُؤۡمِنُوۡنَ اور جو لوگ اپنے رب کی آیات پر ایمان لاتے ہیں۔
(۵۹) وَ الَّذِیۡنَ هُمۡ بِرَبِّهِمۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ
اور جو لوگ اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو اپنا شریک نہیں ٹھہراتے نہ شرک جلی اور نہ ہی شرک خفی کرتے ہیں۔
(۶۰) وَ الَّذِیۡنَ یُؤۡتُوۡنَ مَاۤ اٰتَوۡا
ان کا حال یہ ہے کہ انھیں اللہ کی راہ میں جو کچھ دینا ہوتا ہے وہ اسے اس طرح دیتے ہیں جیسے صدقات کو دیا جاتا ہے۔
تفسیر قمی میں ہے فرمایا اس کا تعلق عبادت اور اطاعت سے ہے۔[1]
وَّ قُلُوۡبُهُمۡ وَجِلَةٌ کہ ان کا دل لرزتا رہتا ہے۔
کہ کہیں ان کا یہ عمل ان سے قبول نہ کیے جانے کے سبب اور یہ کہ جیسا اسے ہونا چاہیے اس کے مطابق نہ ہونے کی وجہ سے اُن کا مواخذہ نہ ہو۔
اَنَّهُمۡ اِلٰی رَبِّهِمۡ رٰجِعُوۡنَ اس لیے بھی کہ انھیں اپنے رب کی طرف واپس لوٹ کر جانا ہے۔
اس لیے کہ ان کی بازگشت اللہ کی طرف ہے کہ جو بات ان لوگوں سے چھپی رہتی ہے وہ ان باتوں کو بھی جانتا ہے۔
کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۹۱

تو آپ نے فرمایا اس سے مراد ان کا خوف زدہ ہونا اور پرامید ہونا ہے وہ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ اگر انھوں نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت نہ کی تو ان کے اعمال کہیں رد نہ کر دیے جائیں اور اس بات کی امید بھی رکھتے ہیں کہ ان کے اعمال قبول کر لیے جائیں گے۔[۱]

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ "وَّ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ" کا مفہوم ہے وہ ڈرتے ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ ان کا عمل ان سے قبول نہ کیا جائے۔[۲]

فرمایا اور دوسری روایت میں ہے کہ جو کچھ انھیں دیا جاتا ہے اس میں سے دیتے ہیں اس حال میں کہ وہ خائف بھی ہوتے ہیں اور پرامید بھی۔[۳]

کتاب محاسن میں امام صادق علیہ السّلام سے ہے آپ نے اس آیت کے بارے میں فرمایا کہ وہ جو عمل بھی بجالاتے ہیں تو وہ اس بات کو جانتے ہیں کہ انھیں اس کا ثواب دیا جائے گا۔[۴]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا کہ اگر یہ کرنے کی استطاعت رکھتے ہو کہ تمھیں پہچانا نہ جائے تو عمل کرتے رہو اگر لوگ تمھاری تعریف نہیں کرتے ہیں تو یہ بات تمھارے خلاف نہیں ہے اور اگر تم اللہ کے نزدیک پسندیدہ اور قابل ستائش ہو اور بندوں کے نزدیک مذموم (ناپسندیدہ) ہو تو یہ بات بھی تمھارے خلاف نہیں ہے پھر فرمایا کہ حضرت علی بن ابی طالب نے فرمایا ہے کہ زندگی میں دو اشخاص کے سوا کسی کے لیے کوئی خیر نہیں وہ شخص جو ہر روز اپنے خیر میں اضافہ کرتا رہے اور دوسرا وہ شخص جو اپنی برائیوں کا تدارک توبہ سے کر لے خدا کی قسم اگر کوئی شخص سجدے میں جائے یہاں تک کہ اس کی گردن اڑا دی جائے تو خداوند عالم اس کا یہ عمل بھی قبول نہیں کرے گا الّا یہ کہ وہ اہل بیت کی ولایت سے سرشار ہو اور یہ کہ ہمارے حق کی معرفت رکھتا ہو اور ہمارے بارے میں ثواب کی امید رکھتا ہو اور ہر روز نصف مُد[۵] رزق پر راضی ہو جائے اور اس کپڑے پر قناعت کرے جو ستر عورتین کر دے اور جو اس کے سر کو پوشیدہ کر دے خدا کی قسم وہ اس بارے میں اللہ سے ڈرتے اور خوف زدہ رہتے ہیں انھوں نے چاہا کہ یہی دنیا میں ان کا حصہ رہے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے اوصاف بیان کیے ہیں وَ الَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَاۤ اٰتَوْا وَّ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ پھر وہ کیا چیز ہے جو انھیں دی گئی ہے خدا کی قسم انھیں محبت و ولایت کے ساتھ اطاعت دی گئی ہے اور وہ اسی بارے میں ڈرتے رہتے ہیں ان کا خوف شک والا خوف نہیں ہے البتہ انھیں یہ ڈر ہے کہ کہیں وہ لوگ ہماری محبت اور اطاعت میں کوتاہی کرنے والے نہ ہوں۔[۶]

---

(۱) الکافی، ج۸، ص۲۲۹، ح۲۹۴ (۲) مجمع البیان، ج۷-۸، ص۱۱۰ (۳) مجمع البیان، ج۷-۸، ص۱۱۰

(۴) المحاسن، ج۱، ص۳۸۵، ح۸۵۴ / ۲۵۶، باب ۲۱

(۵) مُد ایک پیمانہ جس کی مقدار اہل عراق کے نزدیک دو رطل (پونڈ) اور اہل حجاز کے نزدیک ۳/۱ رطل ہے۔

(۶) الکافی ج۲، ص۴۵۶-۴۵۷، ح۱۵

اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَ هُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ﴿۶۱﴾
وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾
بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَ لَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ﴿۶۳﴾
حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْـَٔرُوْنَ ﴿۶۴﴾
لَا تَجْـَٔرُوا الْيَوْمَ ۫ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۶۵﴾
قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ﴿۶۶﴾
مُسْتَكْبِرِيْنَ ۖ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ﴿۶۷﴾
اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۶۸﴾

---

(۶۱) وہی لوگ بھلائیوں میں سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں اور سب سے آگے رہتے ہیں۔
(۶۲) ہم کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے اور ہمارے پاس ایک کتاب (نامۂ عمل) ہے جو حق کے ساتھ گویا ہوتی ہے اور ان لوگوں پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔
(۶۳) بلکہ ان کفار کے دل اس کتاب سے غافل ہیں اور اس کے علاوہ بھی ان کے بہت سے ایسے کام ہیں جنھیں وہ انجام دیتے ہیں۔
(۶۴) جب ہم ان کے خوش حال افراد کو عذاب میں جکڑ لیں گے تو وہ چیخ و پکار کریں گے۔
(۶۵) ان سے کہا جائے گا کہ آج چیخ و پکار نہ کرو یقیناً ہماری طرف سے تمھیں کوئی مدد نہیں پہنچے گی۔
(۶۶) میری آیتوں کی تلاوت تمھارے سامنے کی جاتی تھی تو تم الٹے پاؤں بھاگ نکلتے تھے۔
(۶۷) مغرورانہ انداز میں تم اسے قصّے کہانی میں اڑا دیتے تھے۔
(۶۸) انھیں کیا ہو گیا وہ اس کلام پر غور کیوں نہیں کرتے یا وہ رسول کوئی ایسی بات لایا ہے جو ان کے اسلاف کے پاس نہیں آئی تھی۔

---

(۶۱) اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَ هُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ
وہی لوگ بھلائیوں میں سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں اور سب سے آگے رہتے ہیں-
يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ کا مفہوم ہے وہ اطاعت کرنے میں بہت زیادہ رغبت اختیار کرتے ہیں

اور اس میں سبقت لے جاتے ہیں۔

امام محمد باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد علی بن ابی طالب علیہ السّلام ہیں کوئی بھی ان سے آگے نہ بڑھ سکا۔

(۶۲) وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا

ہم کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔

صالحین کے اوصاف بیان کیے گئے ہیں انھیں اس کے ذریعے اُبھارنا ہے اور اسے لوگوں پر آسان بنانا ہے۔

وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ

اور ہمارے پاس کتاب (صحیفۂ اعمال) ہے۔

يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ

جو حق یعنی سچائی کے ساتھ گویا ہوتی ہے اس میں کوئی خلاف واقعہ چیز نہیں پائی جاتی۔

وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ

اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا عذاب کو بڑھا کر یا ثواب میں کمی کر کے۔

کتاب مناقب میں امام سجاد علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جب بھی رمضان المبارک کا مہینہ آتا تھا وہ اپنے غلاموں کے گناہوں (غلطیوں) کو لکھتے تھے جب آخری رات ہوتی تو انھیں بلاتے پھر نامۂ عمل انھیں دکھلاتے اور فرماتے اے فلانے تم نے یہ اور یہ کیا ہے اور میں نے تمھیں سزا نہیں دی وہ سب کے سب ان گناہوں کا اقرار کرتے آپ ان کے درمیان میں کھڑے ہو جاتے اور فرماتے کہ تم سب اپنی آوازیں بلند کرو اور کہو اے علی بن الحسینؑ آپ کے پروردگار نے آپ کے اعمال لکھ لیے ہیں جس طرح آپ نے ہمارے اعمال کو تحریر کیا ہے اور اس کے پاس ایسا نامۂ عمل ہے جو حق کے ساتھ بولتا ہے ...لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّ لَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا... (الکہف ۴۹) (نہ ہی چھوٹے عمل کو چھوڑتا ہے اور نہ ہی بڑے کو مگر اس کا اِحصاء کر لیتا ہے) لہٰذا آپ کے رب کے سامنے جو آپ کے مقام کی حیثیت ہے اسے یاد کریں جو ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا اور اللہ گواہی کے لیے کافی ہے لہٰذا آپ درگزر فرمائیں اور معاف کر دیں قادرِ مطلق آپ کی مغفرت فرمائے گا اللہ کے اس قول پر عمل کرتے ہوئے ...وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ ...(النور ۲۲) انھیں معاف کر دینا چاہیے ان سے درگزر کرنا چاہیے کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمھاری مغفرت فرما دے اور پھر حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام گریہ و فریاد کرتے تھے۔[1]

(۶۳) بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا بلکہ کافروں کے دل اس کتاب سے غافل ہیں۔

---

(۱) مناقب ابن شہر آشوب، ج ۴، ص ۱۵۸

غَمْرَةٍ کے معنی ڈھانپ لینے والی غفلت۔

کہا گیا ہے مِّنْ هٰذَا سے مراد ان سے غافل ہیں جن سے ان کے اوصاف بیان کیے گئے ہیں یا کراماً کاتبین کے نامۂ اعمال سے۔[۱]

تفسیر قمی میں ہے یعنی یہ قرآن سے غافل ہیں۔[۲]

وَ لَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ

اور اس کے علاوہ بھی ان کے بہت سے کام ہیں جنھیں وہ انجام دیتے ہیں۔ یعنی وہ شرک کے علاوہ بھی دوسرے خبیث کام کرتے ہیں۔

(۶۴) حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ

جب ہم ان کے خوش حال افراد کو عذاب میں جکڑ لیتے ہیں۔

''مترف'' سے مراد ہے وہ جسے نعمت دی گئی ہے یعنی خوش حال۔[۳]

تفسیر قمی میں ہے کہ ''مُتْرَفِيْهِمْ'' سے مراد ہے ان کے سربرآوردہ لوگ۔[۴]

کتاب جوامع میں ہے کہ ''عذاب'' سے مراد غزوۂ بدر کے موقعے پر انھیں قتل کرنا ہے یا بھوک ہے جب اللہ کے رسول نے ان کے لیے بددعا کی تھی اور فرمایا تھا۔

''اللهم اُشْدد وطاتك على مضر واجعلها عليهم سنين كسنين يوسف عليه السلام''

(یا اللہ تو مضر پر اپنی پامالی کو شدید کردے اور انھیں اسی طرح قحط زدہ قرار دے جس طرح حضرت یوسفؑ کے زمانے میں تھا) تو اللہ تعالیٰ نے انھیں قحط میں مبتلا کر دیا یہاں تک کہ وہ مردار، کتے جلی ہوئی ہڈیاں، دھوپ میں خشک کیے ہوئے گوشت کے ٹکڑے اور اولاد تک کھا گئے۔[۵]

اِذَا هُمْ يَجْـَٔرُوْنَ

تو اس وقت وہ چیخ و پکار کریں گے اور فریاد کر کے مدد کے لیے بلائیں گے۔

(۶۵) لَا تَجْـَٔرُوا الْيَوْمَ ۫ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ

ان سے کہا جائے گا کہ آج چیخ و پکار نہ کرو یقینا ہماری طرف سے تمھیں کوئی مدد نہیں پہنچے گی۔

ان مشرکین سے یہ بات کہی گئی ہے۔[۶]

(۶۶) قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ

میری آیتوں کی تلاوت جب تمھارے سامنے کی جاتی تھی تو تم الٹے پاؤں بھاگ نکلتے تھے تم ان آیتوں کو سننے، ان کی تصدیق کرنے ان پر عمل کرنے سے روگردانی اختیار کرتے تھے۔

---

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج ۲، ص ۱۱۰ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۹۲ (۳) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۹۲
(۴) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۹۲ (۵) جوامع الجامع، ج ۳، ص ۷۸ (۶) بیضاوی انوار التنزیل، ج ۲، ص ۱۱۰

نکص کے معنی ہیں الٹے پاؤں لوٹ جانا واپس چلے جانا۔

(۶۷) مُسْتَكْبِرِيْنَ ۖ بِهٖ

اس سے استکبار کرتے ہوئے۔کہا گیا ہے کہ قرآن سے روگردانی اختیار کرتے ہیں۔

اس لیے کہ استکبار میں جھٹلانے کے معنی شامل ہیں۔[۱]

مُسْتَكْبِرِيْنَ ۖ بِهٖ میں کہا گیا ہے کہ ضمیر "بِهٖ" بیت عتیق (خانۂ کعبہ) اور ان کے استکبار اور افتخار کے شہرت کی طرف ہے اس لیے کہ وہی لوگ اس کے قوّام (نگراں اور منتظم) تھے۔[۲]

سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ

تم اسے قصے کہانی میں اڑا دیتے تھے۔

یعنی تم قرآن کا ذکر داستان کے انداز میں طعن وتشنیع کرتے ہوئے کیا کرتے تھے کہا گیا ہے وہ لوگ خانۂ کعبہ کے گرد رات کے وقت داستان گوئی کی مجلس برپا کرتے تھے۔[۳]

تَهْجُرُوْنَ یا هِجر سے ہے بمعنی قطع تعلق یا ہذیان کا مفہوم رکھتا ہے یعنی تم لوگ قرآن سے اعراض کرتے ہو یا تم اس کی شان میں اول فول باتیں کرتے ہو یا یہ لفظ "هُجر" سے ماخوذ ہے یعنی فحش باتیں۔

(۶۸) اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ

انھیں کیا ہو گیا ہے وہ اس کلام پر غور کیوں نہیں کرتے۔

قول سے مراد قرآنِ حکیم ہے انھیں جاننا چاہیے کہ یہ قرآن ان کے رب کی جانب سے برحق کتاب ہے اس لیے کہ اس کے الفاظ معجزانہ شان رکھتے ہیں اور اس کا مفہوم واضح ہے۔

اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ

یا وہ رسولؐ کوئی ایسی بات لایا ہے جو ان کے اسلاف کے پاس نہیں آئی تھی۔

یعنی رسولؐ اور کتاب۔

کتاب جوامع میں ہے کہ اگر وہ اللہ سے ڈرتے تو اُس پر ایمان لاتے اور اس کی اطاعت کرتے۔

فرمایا اٰبَآءَهُمْ سے مراد اسماعیلؑ اور ان کے بعد آنے والی نسل ہے۔[۴]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ تم مضر اور ربیعہ کو گالی نہ دو اس لیے کہ وہ مسلمان تھے اور حارث بن کعب اور اسد بن خزیمہ اور تیم بن مرّہ پر سب وشتم نہ کرو اس لیے کہ یہ سب اسلام پر تھے اور اگر تم کسی بارے میں شک کرتے ہو تو اس بارے میں شک نہ کرو کہ "تبع" مسلمان تھا۔[۵]

---

(۱) طبرسی جوامع الجامع، ج ۳، ص ۷۹
(۲) بیضاوی انوار التنزیل، ج ۲، ص ۱۱۱
(۳) تفسیر ابوالسعود، ج ۲، ص ۱۴۳
(۴) جوامع الجامع، ج ۳، ص ۸۰
(۵) بیضاوی انوار التنزیل، ج ۲، ص ۱۱۱

اَمۡ لَمۡ يَعۡرِفُوۡا رَسُوۡلَهُمۡ فَهُمۡ لَهٗ مُنۡكِرُوۡنَ ﴿۶۹﴾
اَمۡ يَقُوۡلُوۡنَ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلۡ جَآءَهُمۡ بِالۡحَقِّ وَ اَكۡثَرُهُمۡ لِلۡحَقِّ كٰرِهُوۡنَ ﴿۷۰﴾
وَلَوِ اتَّبَعَ الۡحَقُّ اَهۡوَآءَهُمۡ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالۡاَرۡضُ وَ مَنۡ فِيۡهِنَّ ؕ
بَلۡ اَتَيۡنٰهُمۡ بِذِكۡرِهِمۡ فَهُمۡ عَنۡ ذِكۡرِهِمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ ﴿۷۱﴾ ؕ
اَمۡ تَسۡـَٔلُهُمۡ خَرۡجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيۡرٌ ۖ وَّ هُوَ خَيۡرُ الرّٰزِقِيۡنَ ﴿۷۲﴾
وَ اِنَّكَ لَتَدۡعُوۡهُمۡ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ﴿۷۳﴾
وَ اِنَّ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوۡنَ ﴿۷۴﴾
وَ لَوۡ رَحِمۡنٰهُمۡ وَ كَشَفۡنَا مَا بِهِمۡ مِّنۡ ضُرٍّ لَّلَجُّوۡا فِىۡ طُغۡيَانِهِمۡ يَعۡمَهُوۡنَ ﴿۷۵﴾

---

(۶۹) یا یہ کہ انھوں نے اپنے رسول کو نہیں پہچانا اسی لیے اس سے اجنبیت محسوس کرتے ہیں۔
(۷۰) یا کہتے ہیں کہ یہ تو کوئی دیوانہ ہے ایسا نہیں ہے بلکہ یہ حق لے کر آیا ہے۔ البتہ لوگوں کی اکثریت حق کو ناپسند کرتی ہے۔
(۷۱) اور اگر حق ان کی خواہشات کا اتباع کر لیتا تو آسمان اور زمین اور اس کے جملہ ساکنین تباہ ہو کر رہ جاتے بلکہ ہم ان کے پاس انھی کا ذکر لے کر آئے ہیں اور وہ اپنے ذکر سے منہ موڑ رہے ہیں۔
(۷۲) یا آپ ان سے اجرت طلب کر رہے ہیں تو آپ کے رب نے جو آپ کو دیا ہے وہی بہتر ہے اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے۔
(۷۳) اور یقیناً آپ انھیں صراطِ مستقیم کی طرف بلا رہے ہیں۔
(۷۴) لیکن جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے تو وہ راہِ راست سے ہٹ کر چلنا چاہتے ہیں۔
(۷۵) اگر ہم ان پر رحم کریں اور جس تکلیف میں وہ مبتلا ہیں اسے دور بھی کر دیں پھر بھی یہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں گے۔

---

(۶۹) اَمۡ لَمۡ يَعۡرِفُوۡا رَسُوۡلَهُمۡ فَهُمۡ لَهٗ مُنۡكِرُوۡنَ

یا کہ انھوں نے اپنے رسول کو پہچانا نہیں اسی لیے اس سے اجنبیّت محسوس کرتے ہیں۔ انھوں نے نہیں پہچانا کہ ان کے رسول امانت سچائی حُسن خلق اور کمالِ علم سے آراستہ ہوتے ہیں باوجودے کہ وہ کسی سے علم حاصل نہیں کرتے اس کے علاوہ دیگر باتیں بھی جو انبیا کی صفات میں سے ہیں۔

(۷۰) اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ بِهٖ جِنَّةٌ

یا کہتے ہیں یہ تو کوئی دیوانہ ہے اسی لیے اس کی باتوں کی طرف توجہ مبذول نہیں کرتے۔ جبکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ عقل میں ان سے بہتر اور نظر میں ان سے زیادہ ثابت قدم ہے۔

بَلۡ جَآءَهُمۡ بِالۡحَقِّ وَ اَکۡثَرُهُمۡ لِلۡحَقِّ کٰرِهُوۡنَ

(ایسا نہیں ہے) بلکہ یہ تو حق لے کر آیا ہے البتہ لوگوں کی اکثریت حق کو ناپسند کرتی ہے۔ اس لیے کہ حق ان کی خواہشات اور خیالات کے مخالف ہے اس لیے وہ اس کا انکار کر رہے ہیں کہا گیا ہے کہ "اَکۡثَرُهُمۡ" کی قید اس لیے لگائی گئی ہے کہ ان میں سے ایسے لوگ بھی تھے جنھوں نے قوم کی سرزنش کی وجہ سے ایمان کو ترک کر کے اس سے کنارہ کشی اختیار کر لی یا فہم کی قلّت اور عدم تفکر کی بنیاد پر ایمان کو ترک کر دیا ہے اس لیے کہ انھیں حق ناپسند ہے۔[۱]

(۷۱) وَلَوِ اتَّبَعَ الۡحَقُّ اَهۡوَآءَهُمۡ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالۡاَرۡضُ وَمَنۡ فِیۡهِنَّ

اور اگر حق ان کی خواہشات کا اتباع کر لیتا تو آسمان اور زمین اور اس کے جملہ ساکنین تباہ ہو کر رہ جاتے دنیا جس کی وجہ سے قائم ہے جب وہ چلا جاتا تو دنیا باقی نہ رہتی۔

تفسیر قمی میں ہے فرمایا حق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنین علیہ السّلام ہیں۔[۲]

فرمایا آسمان کا فساد یہ ہے کہ اس سے بارش نہ ہو اور زمین کا فساد یہ ہے جب اس سے کوئی چیز نہ اُگے اور اس میں انسانوں کا فساد مضمر ہے۔[۳]

بَلۡ اَتَیۡنٰهُمۡ بِذِکۡرِهِمۡ فَهُمۡ عَنۡ ذِکۡرِهِمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ

بلکہ ہم ان کے پاس انھی کا ذکر لے کر آئے ہیں اور وہ اپنے ذکر سے منہ موڑ رہے ہیں۔

"ذِکۡرِهِمۡ" سے مراد ہے وہ کتاب جس میں ان کا ذکر یعنی نصیحت ہے یا ان کی شہرت اور فخر کا بیان ہے یا وہ ذکر ہے یہ اپنے قول سے جس کی تمنّا کیا کرتے تھے لَوۡ اَنَّ عِنۡدَنَا ذِکۡرًا مِّنَ الۡاَوَّلِیۡنَ (الصافات ۱۶۸) اے کاش ہمارے پاس اگلوں کی نصیحت (کتاب) ہوتی۔

(۷۲) اَمۡ تَسۡـَٔلُهُمۡ خَرۡجًا فَخَرَاجُ رَبِّکَ خَیۡرٌ

یا آپ ان سے اجر رسالت طلب کر رہے ہیں تو آپ کے رب نے جو اجر آپ کو دیا ہے وہ ہی بہتر ہے یعنی جو اجر انھیں دنیا اور آخرت میں ملا ہے وہ اپنی وسعت اور دائمی ہونے کی وجہ سے بہتر ہے اس میں ان کی عطا سے زیادہ وسعت ہے "خرج" خرچ آمدنی کے مقابل میں ہوتا ہے۔

اور خراج اکثر زمین پر لگان اور ٹیکس کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے اور اس لفظ سے کثرت اور لازم ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے آپ فرما رہے تھے اگر تم اجر کا سوال کر رہے ہو تو یاد رکھو

(۱) بیضاوی انوار التنزیل، ج ۲، ص ۱۱۱ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۹۲ (۳) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۹۲

تمھارے رب کا اجر بہتر ہے۔[۱]

وَّ هُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ اور وہ (اللہ) بہترین رزق دینے والا ہے۔

یہ خرچ کے مبنی بر خیر ہونے کا بیان ہے۔

(۷۳) وَ اِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ اور یقینا آپ انھیں صراط مستقیم کی طرف بلا رہے ہیں۔

تفسیر قمی میں ہے کہ امیر المومنین علیہ السّلام کی ولایت کی طرف۔[۲]

(۷۴) وَ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ

لیکن جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے تو وہ راہِ راست سے ہٹ کر چلنا چاہتے ہیں لَنٰكِبُوْنَ کا مفہوم ہے لعادلون عنه وہ صراط مستقیم سے منحرف ہو کر چلنا چاہتے تھے اس لیے کہ آخرت کا خوف طلب حق کے لیے سب سے زیادہ طاقتور سبب ہے اور اس کی راہ پر گامزن ہونے کا ذریعہ۔

تفسیر قمی میں ہے فرمایا عن الامام لحادون وہ امام سے منہ موڑ لیتے ہیں۔[۳]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا کہ امیر المومنین علیہ السّلام نے فرمایا کہ اگر اللہ چاہتا تو اپنے بندوں کو اپنی معرفت کرا دیتا لیکن ہمیں اس کے دروازے اس کا صراط اور اس کی سبیل قرار دیا گیا ہے اور یہ وہ سبب ہے جس سے آیا جاتا ہے پس جو بھی ہماری ولایت سے روگردانی کرے گا یا ہمارے غیر کو ہم پر فضیلت دے گا تو ایسے لوگ حق سے برگشتہ ہوں گے۔[۴]

(۷۵) وَ لَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَ كَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ

اور اگر ہم ان پر رحم کریں اور جس تکلیف میں وہ مبتلا ہیں اسے دور بھی کر دیں پھر بھی یہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں گے۔

مِّنْ ضُرٍّ سے مراد قحط لَّلَجُّوْا کے معنی ہیں ضد میں اڑے رہیں گے۔ اصرار کرتے رہیں گے۔

طُغْيَانِهِمْ سے مراد ہے کفر میں زیادتی اور حق سے استکبار رسول اور مومنین سے عداوت۔

يَعْمَهُوْنَ۔ یعنی وہ ہدایت سے حیران بھٹکتے پھریں گے۔

روایت کی گئی ہے ان پر قحط آیا یہاں تک کہ انھوں نے موٹے بندر کو کھا لیا۔[۵]

تو ابوسفیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا کہ میں تمھیں اللہ کی قسم اور رشتے داری کی قسم دیتا ہوں کیا تم نہیں سمجھتے کہ تم عالمین کے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہو؟ تم نے ہمارے آبا کو تلوار سے اور ہماری اولاد کو بھوک سے مار ڈالا تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی تفسیر جوامع میں ایسا ہی ہے۔[۶]

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۹۴ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۹۲ (۳) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۹۳

(۴) الکافی، ج ۱، ص ۱۸۴، ح ۹ (۵) حدیث میں علهز کا لفظ ہے یعنی موٹے بندر خون اور گوبر سے بنی ہوئی خوراک۔

(۶) جوامع الجامع، ج ۳، ص ۸۳

وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَ مَا يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۷۶﴾
حَتّٰۤى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿۷۷﴾
وَ هُوَ الَّذِيْۤ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾
وَهُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۹﴾
وَهُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ وَ لَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۸۰﴾
بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ﴿۸۱﴾
قَالُوْۤا ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۸۲﴾

(۷۶) اور بلاشبہ ہم نے انھیں عذاب میں پکڑا تھا پھر بھی نہ انھوں نے رب کے سامنے عاجزی کی اور نہ وہ گڑگڑائے۔

(۷۷) یہاں تک کہ جب ہم نے ان پر سخت عذاب کا دروازہ کھول دیا تو وہ اس میں ناامید ہو گئے۔

(۷۸) وہی تو ہے جس نے تمھارے لیے کان، آنکھوں اور دلوں کو پیدا کیا ہے مگر تم لوگ کم ہی شکر گزار ہوتے ہو۔

(۷۹) اور وہی ہے جس نے تمھیں زمین میں پھیلایا اور اسی کے پاس تمھیں اکٹھا کیا جائے گا۔

(۸۰) اور وہی ہے جو تمھیں زندگی اور موت دیتا ہے اور وہی رات کے بعد دن کو لاتا ہے کیا تم سمجھتے نہیں۔

(۸۱) بلکہ انھوں نے ویسا ہی کہا جیسا ان کے پیش رو کہہ چکے ہیں۔

(۸۲) انھوں نے کہا کہ جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈی بن جائیں گے تو کیا دوبارہ ہمیں زندہ کر کے اٹھایا جائے گا؟

(۷۶) وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ

اور بلاشبہ ہم نے انھیں عذاب میں پکڑا تھا۔

بِالْعَذَابِ کہا گیا ہے کہ اس سے مراد غزوہ بدر میں قتل ہونا ہے۔[۱]

تفسیر قمی میں ہے کہ وہ بھوک، خوف اور قتل ہے۔[۲]

(۱) بیضاوی، ج ۲، ص ۱۱۲ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۹۴

فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ

پھر بھی نہ انھوں نے رب کے سامنے عاجزی کی اور نہ وہ گڑگڑائے۔

بلکہ وہ اپنی نافرمانی اور غرور پر ڈٹے رہے۔

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا تو امام نے فرمایا "استکانہ" سے مراد خضوع ہے اور "تضرع" سے مراد ہاتھوں کو بلند کرنا اور گڑگڑانا ہے۔[۱]

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے "استکانہ" سے مراد دعا اور "تضرع" سے مراد نماز میں رَفعِ یدین (ہاتھوں کو کانوں کے مقابل تک بلند کرنا) ہے۔[۲]

(۷۷) حَتّٰٓى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ

یہاں تک کہ جب ہم نے ان پر شدید عذاب کا دروازہ کھول دیا۔

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے اور یہ اس وقت ہوا جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کے لیے بددعا کی اور فرمایا اللھم اجعلھا علیھم سنین کسنین یوسف علیہ السلام اے اللہ ان پر اسی طرح قحط سالی کردے جس طرح حضرت یوسف علیہ السّلام کے زمانے میں تھی وہ بھوکے رہے یہاں تک کہ انھوں نے "علھز" کھایا اور وہ خون آلودہ گوبر تھا۔[۳]

امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ وہ رجعت میں ہوگا۔

اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ

تو وہ اس میں ناامید ہو گئے۔

مُبْلِسُوْنَ کا مفہوم ہے متحیر اور ہر خبر سے مایوس یہاں تک کہ ان کے ثروت مند افراد آپ کے پاس آکر رحم طلب کرنے لگے۔

(۷۸) وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ

وہی تو ہے جس نے تمھارے لیے کان اور آنکھیں پیدا کی ہیں تاکہ تم ان دونوں سے ان آیات کو محسوس کرو جو نصب کی گئی ہیں۔

وَالْاَفْـِٕدَةَ

اور قلوب پیدا کیے ہیں یعنی (عقول)

تاکہ تم اس سے غور وفکر کرو اور اسی عقل کے ذریعے دوسری منفعتوں تک رہنمائی حاصل کرو۔

---

(۱) الکافی، ج ۲، ص ۴۸۱، ح ۶

(۲) مجمع البیان، ج ۷۔۸، ص ۱۱۳

(۳) مجمع البیان، ج ۷۔۸، ص ۱۱۴

قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ

مگر تم لوگ کم ہی شکر گزار ہوتے ہو۔

تم ان عطا کردہ نعمتوں کا بہت ہم کم شکر ادا کرتے ہو اس لیے کہ ان عطائے ربانی کا بہترین شکریہ ہے کہ انھیں ان کاموں کے لیے استعمال کیا جائے جس مقصد کے لیے انھیں پیدا کیا گیا ہے اور اس بات کا یقین کرلیا جائے کہ منعم کی ذات میں کوئی شریک نہیں ہے۔

(۷۹) وَهُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ

اور وہی تو ہے جس نے تمھیں زمین میں پھیلا دیا۔

اس نے تمھیں زیورِ تخلیق سے آراستہ کیا اور افزائش نسل کے ذریعے تمھیں زمین میں ہر طرف پھیلا دیا۔

وَ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ

اور اس پراگندگی اور علاحدگی کے بعد تم سب اس کے پاس اکٹھے کیے جاؤ گے۔

(۸۰) وَهُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ

اور وہی تو ہے جو تمھیں زندگی اور موت دیتا ہے۔

وَ لَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ

اور وہی رات کے بعد دن کو لاتا ہے۔

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ

کیا تم سمجھتے نہیں۔

دیکھ کر اور غور و فکر کر کے کہ ہر ایک کا تعلق ہم سے ہے۔ اور ہماری قوت ہر چیز پر عام ہے۔

(۸۱) بَلْ قَالُوْا

کفار مکہ نے کہا۔

مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ

جیسا کہ ان کے پیش رو افراد کہہ چکے تھے۔

(۸۲) قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ

انھوں نے کہا جب ہم مر جائیں گے، مٹی اور ہڈی بن جائیں گے تو کیا ہمیں دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔

وہ لوگ اسے بعید از عقل سمجھ رہے ہیں انھوں نے غور نہیں کیا کہ وہ اس تخلیق سے پہلے بھی تراب تھے اور انھیں پیدا کیا گیا۔

لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸۳﴾

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۴﴾

سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۵﴾

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۸۶﴾

سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۸۷﴾

قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّ هُوَ يُجِيْرُ وَ لَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۸﴾

---

(۸۳) بلاشبہ اس سے پہلے ہم سے اور ہمارے باپ دادا سے اس بات کا وعدہ ہوتا چلا آیا ہے بس یہ تو محض پہلے لوگوں کے افسانے ہیں۔

(۸۴) اے نبی آپ دریافت کیجیے کہ اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ کہ یہ زمین اور اس میں تمام رہنے والے کس کے ہیں؟

(۸۵) وہ ضرور کہیں گے ''اللہ'' کے ہیں اے نبی آپ فرما دیجیے کہ تم نصیحت قبول کیوں نہیں کرتے؟

(۸۶) اے نبی آپ دریافت کیجیے کہ ساتوں آسمانوں کا رب اور عرش عظیم کا پروردگار کون ہے؟

(۸۷) تو وہ کہیں گے ''اللہ'' فرما دیجیے کیا تم ڈرتے نہیں۔

(۸۸) آپ سوال کیجیے وہ کون ہے جس کے قبضے میں ہر چیز کا اقتدار ہے اگر تم جانتے ہو تو ذرا بتاؤ وہی ہے جو پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔

---

(۸۳) لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ

اور بلاشبہ ہم سے اور ہمارے آباؤ اجداد سے اس بات کا وعدہ ہوتا چلا آیا ہے۔

اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ

بس یہ تو محض پہلے لوگوں کے افسانے ہیں۔

اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ۔ ان کے اکاذیب ہیں جنھیں ان لوگوں نے لکھ لیا ہے یہ اسطور کی جمع ہے۔ لفظ اساطیر وہاں استعمال ہوتا ہے جہاں کسی چیز سے دل بہلانا مقصود ہو جیسے اعاجیب اور اضاحیک وغیرہ۔

اور کہا گیا ہے کہ اساطیر اسطار کی جمع ہے اور یہ سطر کی جمع ہے۔[۱]

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل، ج ۲، ص ۱۱۳

(۸۴) قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ

اے نبیؐ آپ دریافت کیجیے کہ اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ کہ یہ زمین اور اس میں تمام رہنے والے کس کے ہیں؟

(۸۵) سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ

وہ سب بول اٹھیں گے اللّٰہ کے۔

اس لیے کہ عقل صریح نے انھیں ادنیٰ توجہ کرنے سے اس بات پر مجبور کر دیا کہ وہ کہہ اٹھے کہ اللّٰہ اس کا خالق ہے۔

قُلْ اے نبیؐ آپ ان کے اس قول کے بعد فرما دیجیے۔

اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ تم نصیحت قبول کیوں نہیں کرتے۔

کہ تم جان لو! کہ جس نے ابتدا میں زمین اور جو کچھ بھی زمین میں ہے اسے بغیر کسی نمونے کے خلق فرمایا تھا تو وہ اسے دوبارہ تخلیق کرنے پر بھی قدرت رکھتا ہے اور تخلیق کی ابتدا اس کے دوبارہ تخلیق کرنے سے زیادہ آسان نہیں ہے۔

(۸۶) قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ

اے نبیؐ آپ دریافت کیجیے ساتوں آسمانوں کا رب اور عرش عظیم کا پروردگار کون ہے؟ اس لیے کہ یہ ان سب چیزوں سے جن کا ذکر کیا جا چکا ہے زیادہ باعظمت ہے۔

(۸۷) سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ تو وہ کہیں گے اللّٰہ۔

لفظ للّٰہ بغیر ''ل'' کے اللّٰہ بھی پڑھا گیا ہے جو لفظ سوال کا تقاضا ہے۔

قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ

آپ فرما دیجیے کیا تم اس کے عذاب سے نہیں ڈرتے تمھیں چاہیے کہ اس کی بعض مخلوقات کو اس کی ذات میں شریک نہ بناؤ اور اس کی بعض مقدورات (جو قسمت میں لکھا ہوا ہے) پر اس کی قدرت کا انکار نہ کرو۔

(۸۸) قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ

آپ سوال کیجیے وہ کون ہے؟ جس کے قبضے میں ہر چیز کا اقتدار ہے۔

وَّهُوَ يُجِيْرُ اور وہی پناہ دیتا ہے۔

جس کی چاہتا ہے فریاد رسی کرتا ہے اور اس کی حفاظت کرتا ہے۔

وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ

اور اس کے مقابلے میں کوئی پناہ نہیں دے سکتا نہ ہی کسی سے فریاد کی جا سکتی ہے اور نہ ہی کوئی حفاظت کر سکتا ہے اور ''یجار'' کا تعدیہ ''علیٰ'' سے کیا گیا اس لیے کہ اس میں نصرت کے معنی شامل ہیں۔

اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اگر تم جانتے ہو تو ذرا بتاؤ؟

سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿۸۹﴾
بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۹۰﴾
مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّ مَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ
بِمَا خَلَقَ وَ لَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۹۱﴾
عٰلِمِ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۹۲﴾
قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ ﴿۹۳﴾
رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۹۴﴾
وَ اِنَّا عَلٰۤى اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۹۵﴾

(۸۹) تو وہ جواب دیں گے اللہ اے نبی آپ پوچھیے کہ کہاں سے تم پر جادو کیا جاتا ہے۔
(۹۰) بلکہ ہم ان کے پاس حق لے کر آئے ہیں اور یقیناً وہی لوگ جھوٹے ہیں۔
(۹۱) اللہ نے کسی کو بھی اپنا بیٹا نہیں بنایا اور نہ ہی اس کے ساتھ کوئی اور معبود ہے اگر ایسا ہوتا تو ہر معبود اپنی پیدا کردہ مخلوق کو لے جاتا اور وہ ایک دوسرے پر چڑھائی کرنے لگتے۔ وہ لوگ جو اوصاف بیان کرتے ہیں اللہ ان سے پاک اور منزہ ہے۔
(۹۲) وہ غیب اور شہادت (حاضر) کا جاننے والا ہے وہ لوگ جو شرک کرتے ہیں اللہ اس سے بلند و بالا ہے۔
(۹۳) اے محمد آپ دعا کیجیے پروردگار! جس عذاب کی دھمکی انھیں دی جارہی ہے اگر تو میری موجودگی میں اسے لے آئے۔
(۹۴) تو اے میرے رب تو مجھے ان ظالم لوگوں میں شامل نہ کیجیو۔
(۹۵) ہم انھیں جو عذاب کی دھمکی دے رہے ہیں یقیناً ہم اسے آپ کو دکھلانے کی قدرت رکھتے ہیں۔

(۸۹) سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ
تو وہ جواب دیں گے اللہ۔
قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ
اے نبیؐ آپ پوچھیے کہ کہاں سے تم پر جادو کیا جارہا ہے۔ تمھیں کوئی فریب دے رہا ہے کہ امر کے ظاہر ہو

جانے اور دلائل کے واضح ہو جانے کے باوجود تم لوگ ہدایت سے منحرف ہو رہے ہو۔

(۹۰) بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ

بلکہ ہم ان کے پاس حق لے کر آئے ہیں۔

یعنی توحید اور مرنے کے بعد دوبارہ اُٹھایا جانا۔

وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ

اور یقیناً وہی لوگ جھوٹے ہیں کیوں کہ انھوں نے حق کا انکار کر دیا ہے۔

(۹۱) مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ

اللّٰہ نے کسی کو بھی اپنا بیٹا نہیں بنایا۔

اس لیے کہ وہ کسی فرد کی مماثلت سے پاک ہے۔

وَّ مَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اور نہ ہی اس کے ساتھ کوئی اور معبود ہے

جو الوہیت میں اس کا شریک و سہیم ہو۔

اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ اگر ایسا ہوتا تو ہر معبود اپنی پیدا کردہ تخلیق کو لے جاتا۔

اور اس کے ذریعے وہ مطلق العنانی کرتا اور اپنے ملک کو دوسرے ملک سے ممتاز کر دیتا۔

وَ لَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اور وہ ایک دوسرے پر چڑھائی کرنے لگتے۔ جیسا کہ دنیاوی بادشاہوں کا حال ہے۔

لہٰذا یہ محکم تدبیر اور ان کا باہم متصل ہونا اور بعض کا بعض پر قائم ہونا یہ بتلا رہا ہے کہ ان سب کا بنانے والا ایک ہے۔

سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وہ لوگ جو اوصاف بیان کرتے ہیں اللّٰہ ان سے پاک اور منزہ ہے۔

نہ اس کا کوئی بیٹا ہے اور نہ ہی اس کی ذات میں کوئی شریک ہے۔

(۹۲) عٰلِمِ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ وہ غیب اور شہود (حاضر) کا جاننے والا ہے۔

فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ وہ لوگ جو شرک کرتے ہیں اللّٰہ اس سے بلند و بالا ہے۔

کتاب معانی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے غیب وہ ہے جو نہیں ہوا اور شَهَادَةٌ وہ ہے جو کچھ ہو چکا ہے۔[۱]

(۹۳) قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ

اے محمدؐ آپ دعا کیجیے کہ پروردگار! جس عذاب کی دھمکی انھیں دی جا رہی ہے اگر تو میری موجودگی میں اسے لے آئے۔

---

(۱) معانی الاخبار، ص ۱۴۶، ح ۱

اِمَّا تُرِيَنِّيْ کا مفہوم یہ کہ اگر ضروری ہو تو وہ مجھے دکھلا دے اس لیے کہ ''ان'' اور ''ما'' اور ''ن'' یہ سب تاکید کے لیے لائے گئے ہیں۔

(۹۴) رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ اے میرے رب تو مجھے ان ظالم لوگوں میں شامل نہ کیجیو۔ یعنی ایسے لوگوں کا قرین اور ہم نشین نہ بنانا۔

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا جب کہ وہ منیٰ میں موجود تھے ''دیکھو تم لوگ میرے بعد دوبارہ کفر کی آغوش میں نہ چلے جانا اور ایک دوسرے کی گردن نہ اڑانے لگنا خدا کی قسم اگر تم نے ایسا کیا تو تم مجھے پہچانو گے ایک لشکر کے ساتھ جو تمھیں ضرب لگا رہا ہوگا راوی نے کہا کہ کسی نے جو ان کے پیچھے تھا ان کے بائیں جانب تھا انھیں اپنی طرف متوجہ کیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا۔ یا علیؑ۔ ہوں گے، تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔[۱]

میں (فیض کا ثانی) کہتا ہوں طریقِ خاصہ سے جسے روایت کیا ہے سعد بن عبداللہ نے اپنی کتاب مختصر بصائر میں اپنی سند سے جابر بن عبداللہ سے کہا کہ فرمایا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبکہ وہ فتح مکہ کے دن ہمیں خطبہ دے رہے تھے ''اے لوگو! میں تمھیں پہچانتا ہوں تم میرے بعد کفر کی طرف لوٹ جاؤ گے ایک دوسرے کی گردنیں مارو گے اور اگر تم نے ایسا کیا تو میں تمھیں تلوار سے ماروں گا پھر آنحضرتؐ اپنے داہنی جانب متوجہ ہوئے تو لوگوں نے کہا جبرئیلؑ نے انھیں اشارہ کیا اور ان سے کہا یا علی (علیہ السّلام)۔[۲]

اور ابان بن تغلب کی روایت میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا کہ حضرت جبرئیل علیہ السّلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں نازل ہوئے اور فرمایا اے محمدؐ کہ اگر اللہ چاہے تو یا وہ علی بن ابی طالبؑ ہوں گے تو رسول اللہؐ نے فرمایا یا وہ علی بن ابی طالبؑ ہوں گے تو جبرئیلؑ نے ان سے کہا ایک مرتبہ آپ ہوں گے اور دو مرتبہ علی بن ابی طالبؑ اور آپ کی وعدہ گاہ ''السّلام'' ہے تو ابان نے دریافت کیا میری جان آپ پر قربان ہو فرمائیے کہ سلام کہاں پر واقع ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ابان ''السّلام'' کوفے کی پشت پر ہے۔[۳]

میں (فیض کا ثانی) کہتا ہوں کہ یہ واقعہ رجعت میں پیش آئے گا۔

(۹۵) وَ اِنَّا عَلٰٓى اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ

اور ہم نے جو انھیں عذاب کی دھمکی دی ہے ہم یقیناً اُسے آپ کو دکھلانے پر قدرت رکھتے ہیں۔ یعنی اس سے مراد رجعت ہے۔

---

(۱) مجمع البیان، ج ۷۔۸، ص ۱۱۷ و ح ۹۔۱۰، ص ۴۹

(۲) مختصر بصائر الدرجات حسن بن سلیمان علی، ص ۲۱، امان شیخ طوسی، ص ۵۰۹، ح ۱۱۰۱، و بحار الانوار، ج ۳۲، ص ۲۹۳، ح ۲۵۰ و جوامع الجامع، ج ۳، ص ۸۶

(۳) بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۶۶۔۶۷، ح ۶۰

اِدۡفَعۡ بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ السَّیِّئَةَ ؕ نَحۡنُ اَعۡلَمُ بِمَا یَصِفُوۡنَ ﴿۹۶﴾
وَ قُلۡ رَّبِّ اَعُوۡذُبِكَ مِنۡ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیۡنِ ﴿۹۷﴾
وَ اَعُوۡذُبِكَ رَبِّ اَنۡ یَّحۡضُرُوۡنِ ﴿۹۸﴾
حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الۡمَوۡتُ قَالَ رَبِّ ارۡجِعُوۡنِ ﴿۹۹﴾
لَعَلِّیۡۤ اَعۡمَلُ صَالِحًا فِیۡمَا تَرَكۡتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ وَ مِنۡ وَّرَآئِهِمۡ بَرۡزَخٌ اِلٰی یَوۡمِ یُبۡعَثُوۡنَ ﴿۱۰۰﴾

(۹۶) اے محمد آپ برائی کا دفاع احسن طریقے سے کیجیے وہ آپ کے لیے جو باتیں بناتے ہیں ہمیں ان کا سب سے زیادہ علم ہے۔

(۹۷) اور آپ دعا کیجیے اے میرے رب میں شیاطین کے وسوسوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

(۹۸) بلکہ اے میرے رب میں اس سے بھی تیری پناہ چاہتا ہوں کہ وہ میرے پاس آئیں۔

(۹۹) جب ان کافروں میں سے کسی کی موت کا وقت آئے گا تو وہ یہ کہے گا پروردگارا مجھے اسی دنیا میں واپس بھیج دے۔

(۱۰۰) ہوسکتا ہے میں نے جو نیک عمل چھوڑ دیے ہیں میں انھیں بجالاؤں نہیں ایسا ہرگز نہیں ہے یہ تو صرف کہنے کی بات ہے اور ان کے پیچھے ایک برزخ ہے جو دوبارہ زندہ کیے جانے کی دن تک ہوگی۔

(۹۶) اِدۡفَعۡ بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ السَّیِّئَةَ

اے محمدؐ آپ برائی کا دفاع احسن طریقے سے کیجیے۔

یعنی اس برائی پر ان سے درگزر کیجیے اور اس کے بالمقابل ان پر احسان کیجیے اور یہ زیادہ رَسا ہے کہ برائی کا دفاع اچھائی سے کیا جائے اس لیے اس میں بطورِ نص وارد ہوا ہے کہ یہ باعثِ فضیلت ہے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ سے مراد تقیہ ہے۔[۱]

نَحۡنُ اَعۡلَمُ بِمَا یَصِفُوۡنَ

ہم زیادہ بہتر طور پر جانتے ہیں وہ مشرکین جو آپ کے لیے باتیں بناتے ہیں۔

(۱) الکافی، ج ۲، ص ۳۱۸؛ ح ۶

(۹۷) وَ قُلْ رَّبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ

اور آپ دعا کیجیے کہ اے میرے رب میں شیاطین کے وسوسوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

ھمزات کے معنی ہیں وسوسے اور ھمزہ کی اصل النَّخس ہے یعنی ابھارنا اور برانگیختہ کرنا۔

تفسیر قمی میں ہے کہ اس سے مراد ہے تمھارے دل میں جو شیاطین کا وسوسہ واقع ہو جاتا ہے۔[۱]

(۹۸) وَ اَعُوْذُبِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ

بلکہ اے میرے رب میں اس سے بھی تیری پناہ چاہتا ہوں کہ وہ میرے پاس آئیں۔

یعنی احوال میں سے کسی شے کے لیے بھی میرے گرد چکر لگائیں۔

(۹۹) حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ

یہاں تک کہ جب ان کافروں میں سے کسی کی موت کا وقت آئے گا۔

قَالَ

تو وہ کافر جب امر سے آگاہ ہو جائے گا تو ایمان و اطاعت میں جو کوتاہی اس سے ہوئی ہے اس کے بارے میں حسرت و یاس سے کہے گا۔

رَبِّ ارْجِعُوْنِ

اے میرے پالنے والے تو مجھے دوبارہ دنیا میں لوٹا دے۔

ارجعون میں ''و'' مخاطب کی تعظیم کے لیے لایا گیا جس طرح اس کا قول الا فارجمونی یا الہ محمد فان لم اکن اھل فانت لہ اھل ''اے محمد کے معبود مجھ پر ترس کھا اگر میں اس بات کا اہل نہیں ہو تو کیا ہوا تو تو اس بات کا اہل ہے۔

(۱۰۰) لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ

ہوسکتا ہے میں نے جو نیک عمل چھوڑ یے ہیں میں انھیں بجا لاؤں۔

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت مانع زکوۃ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔[۲]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جس نے زکوۃ نہیں دی ہوگی وہ مرتے وقت رجعت کا سوال کرے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے...رَبِّ ارْجِعُوْنِ... لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ۔[۳]

كَلَّا

نہیں ایسا ہرگز نہیں ہے۔

یہ کلمہ ردع ہے یعنی باز رہنا انجام نہ دینا یہ رجعت سے انکار ہے اور اسے بعید سمجھنا ہے۔

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۹۳ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۹۳ (۳) الکافی، ج ۳، ص ۴-۵، ح ۱۱

اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا

یہ تو صرف کہنے کی بات ہے وہ حسرت و ناکامی کے غلبے کی وجہ سے ایسی بات زبان سے نکال رہا ہے۔

وَ مِنْ وَّرَآئِهِمْ

اور ان کے پیچھے یعنی ان کے سامنے، آگے۔

بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ

ایک برزخ ہے جو دوبارہ زندہ کیے جانے کے دن تک ہوگی۔

تفسیر قمی میں ہے فرمایا برزخ دو امور میں سے ایک امر ہے اور وہ دنیا اور آخرت کے درمیان ثواب اور عذاب ہے اور وہ امام صادق علیہ السّلام کا قول ہے۔

واللہ ما اخاف علیکم الا البرزخ۔

خدا کی قسم میں برزخ کی وجہ سے تمھارے لیے خوف زدہ ہوں لیکن جب امر ہماری طرف آئے گا تو ہم تمھارے معاملے میں بہترین ثابت ہوں گے۔[۱]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے آپ سے کہا گیا ہے کہ میں نے سنا ہے آپ فرما رہے تھے کہ ہمارے تمام شیعہ جنت میں جائیں گے وہ جس حال میں بھی ہوں امام علیہ السّلام نے فرمایا تم نے سچ کہا خدا کی قسم وہ سب کے سب جنتی ہیں کہا گیا گناہ بہت ہیں اور کبیرہ ہیں فرمایا کہ ہاں تم سب جنتی ہو اس نبی کی شفاعت کے سبب جس کی اطاعت کی جاتی ہے یا وصی نبی کی شفاعت سے لیکن میں تمھارے بارے میں زیادہ خائف برزخ کی وجہ سے ہوں۔

سوال کیا گیا برزخ کیا ہے؟ تو امام عالی مقام نے فرمایا کہ اس سے مراد قبر ہے مرنے کے وقت سے لے کر قیامت کے دن تک۔[۲]

کتاب خصال میں امام سجاد علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی اور کہا کہ اس سے مراد قبر ہے اور یہ کہ وہاں ان کی زندگی نہایت تنگ و تاریک ہوگی۔[۳]

واللہ ان القبر لروضة من ریاض الجنة او حفرة من حفر النار۔

خدا کی قسم قبر جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔[۴]

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۹۴

(۲) الکافی، ج ۳، ص ۲۴۲، ح ۳

(۳) اقتباس ہے اللہ تعالیٰ کے قول فان له معیشة ضنکا (طہ ۱۲۴) سے۔

(۴) الخصال، ص ۱۱۹۔۱۲۰، ذیل ح ۱۰۸

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوۡرِ فَلَاۤ اَنۡسَابَ بَیۡنَہُمۡ یَوۡمَئِذٍ وَّ لَا یَتَسَآءَلُوۡنَ ﴿۱۰۱﴾
فَمَنۡ ثَقُلَتۡ مَوَازِیۡنُہٗ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴿۱۰۲﴾
وَ مَنۡ خَفَّتۡ مَوَازِیۡنُہٗ فَاُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَہُمۡ فِیۡ جَہَنَّمَ خٰلِدُوۡنَ ﴿۱۰۳﴾
تَلۡفَحُ وُجُوۡہَہُمُ النَّارُ وَ ہُمۡ فِیۡہَا کٰلِحُوۡنَ ﴿۱۰۴﴾
اَلَمۡ تَکُنۡ اٰیٰتِیۡ تُتۡلٰی عَلَیۡکُمۡ فَکُنۡتُمۡ بِہَا تُکَذِّبُوۡنَ ﴿۱۰۵﴾
قَالُوۡا رَبَّنَا غَلَبَتۡ عَلَیۡنَا شِقۡوَتُنَا وَ کُنَّا قَوۡمًا ضَآلِّیۡنَ ﴿۱۰۶﴾

---

(۱۰۱) پس جب صور پھونکا جائے گا تو اس دن ان کے درمیان کوئی رشتہ باقی نہ رہے گا اور نہ ہی وہ باہم سوال کریں گے۔

(۱۰۲) پس جس کے اعمال کے پلڑے بھاری ہوں گے وہ کامیاب ہونے والے افراد ہوں گے۔

(۱۰۳) اور جس کے اعمال کے پلڑے ہلکے ہوں گے تو یہ وہ افراد ہوں گے جنھوں نے اپنے آپ کو گھاٹے میں ڈال لیا وہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہیں گے۔

(۱۰۴) آگ ان کے چہروں کو جھلسا دے گی اور وہ اس میں بدصورت ہوں گے۔

(۱۰۵) (ان سے دریافت کیا جائے گا) کیا میری آیتیں تمھیں پڑھ کر نہیں سنائی جاتی تھیں پھر تم انھیں جھٹلا دیا کرتے تھے۔

(۱۰۶) وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار ہماری بدبختی ہم پر غالب آ گئی اور واقعی ہم لوگ گمراہ تھے۔

---

(۱۰۱) فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوۡرِ فَلَاۤ اَنۡسَابَ بَیۡنَہُمۡ یَوۡمَئِذٍ

جب قیامت کے واقع ہونے کے لیے صور پھونکا جائے گا تو اس دن ان کے درمیان کوئی رشتہ باقی نہ رہے گا۔ جو انھیں ایک دوسرے پر مہربانی اور رحم و کرم کے ذریعے منفعت بخش ہو یا جس رشتے پر یہ فخر کیا کرتے تھے اور یہ سب کچھ حیرت کی زیادتی کے سبب اور دہشت کے غلبے کی وجہ سے ہوگا اس طرح کہ انسان اپنے بھائی سے ماں باپ سے بیوی اور بچوں سے راہِ فرار اختیار کر رہا ہوگا۔

یَوۡمَئِذٍ کا مفہوم اس دن وہی کیفیت ہوگی جو آج کے دن ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے۔

کل حسب ونسب منقطع الا حسبی ونسبی۔

ہر حسب اور نسب منقطع ہو جائے گا سوائے میرے حسب اور نسب کے۔[1]

وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ

اور نہ ہی وہ باہم سوال کریں گے۔

یعنی وہ ایک دوسرے سے سوال نہ کریں گے کیوں کہ وہ خود ہی اپنی مصیبت میں گرفتار ہوں گے اور یہ اللہ تعالیٰ کے قول سے متناقض (ٹکرانا) نہیں ہے۔

وَ اَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ (الصافات:۲۷) (اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر باہم پوچھیں گے) اس لیے کہ یہ صور پھونکے جانے کا وقت ہوگا اور وہ حساب کے وقت۔

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے اس آیت کے بارے میں مروی ہے آپ نے فرمایا کہ کوئی شخص بھی قیامت کے دن آگے نہیں بڑھے گا مگر اعمال کے سبب۔[2]

کتاب مناقب میں امام سجاد علیہ السّلام سے اس آیت کے بارے میں وارد ہوا ہے خدا کی قسم کل تمھیں کوئی چیز فائدہ نہیں پہنچائے گی مگر وہی عمل صالح جسے تم پہلے بھیج چکے ہو۔[3]

(۱۰۲) فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ

پس جس کے اعمال کے پلڑے بھاری ہوں گے۔

یعنی اس کے عقائد و اعمال کے پلڑے کا وزن زیادہ ہوگا۔

تفسیر قمی میں ہے فرمایا اعمال حسنہ کے وزن سے بھاری ہوں گے۔[4]

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

تو وہ کامیاب ہونے والے افراد ہوں گے۔

(۱۰۳) وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ

اور جس کے اعمال کے پلڑے ہلکے ہوں گے۔

فرمایا ان کے اعمالِ حسنہ کے وزن سے (یعنی ان کے اعمال حسنہ کم ہوں گے)۔[5]

(میں فیض کاشانی) کہتا ہوں وزن کے معنی کی تحقیق سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۶ کے ذیل میں کی جا چکی ہے۔

فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

وہ سراسر گھاٹے میں ہے اس لیے کہ انھوں نے استکمال (کامل و مکمل کرنا) کے زمانے کو برباد کر دیا اور کمال تک پہنچنے کی جو صلاحیت تھی اسے باطل کر دیا۔

---

(۱) تفسیر مجمع البیان، ج ۷۔۸، ص ۱۱۹ (۲) تفسیر قمی، ج ۳، ص ۹۴

(۳) المناقب ابن شہر آشوب، ج ۴، ص ۱۵۲ (۴) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۹۴ (۵) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۹۴

فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ وہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہیں گے۔

(۱۰۴) تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ

آگ ان کے چہروں کو جھلسا دے گی۔

تَلْفَحُ کے معنی میں تحرق جلا دے گی۔

تفسیر قمی میں ہے کہ آگ کے شعلے بھڑکیں گے اور انھیں جلا ڈالیں گے۔[۱]

کہا گیا ہے "اللفح" "نفخ" کی طرح ہے مگر اس میں نفخ سے زیادہ اثر ہے۔[۲]

(لفح کے معنی ہیں آگ یا لو کا جھلس دینا اور نفخ کا مفہوم ہے آگ میں پھونک مارنا)

وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ

اور وہ اس میں بدصورت ہوں گے۔

شدید جل جانے کی وجہ سے اور کلوح کا مفہوم ہے ہونٹوں کا دانت سے سکڑ جانا۔

تفسیر قمی میں ہے کہ منہ کا کھلا ہونا اور چہروں کا بگڑ جانا۔[۳]

(۱۰۵) اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ

(ان سے دریافت کیا جائے گا) کیا میری آیتیں تمھیں پڑھ کر نہیں سنائی جاتی تھیں یعنی ان سے یہ کہا جائے گا سرزنش کے طور پر اور یاد دہانی کے لیے۔

فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ

پھر تم انھیں جھٹلا دیا کرتے تھے۔

(۱۰۶) قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا

وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار ہماری بدبختی ہم پر غالب آ گئی تھی۔

شِقْوَتُنَا کا مفہوم ہے ہماری ملکیت، ہمارا اقتدار ایسا تھا کہ جس نے ہمارے احوال کو برے انجام تک پہنچا دیا۔

کتاب توحید میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا وہ اپنے اعمال کی وجہ سے بدبختی کا شکار تھے۔[۴]

وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ

اور واقعی ہم لوگ گمراہ تھے۔

حق سے بھٹکے ہوئے تھے۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۹۴

(۲) انوار التنزیل، ج ۲، ص ۱۱۵

(۳) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۹۴

(۴) التوحید، ص ۳۵۶، ح ۲، باب ۵۸

رَبَّنَآ اَخۡرِجۡنَا مِنۡهَا فَاِنۡ عُدۡنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوۡنَ ﴿۱۰۷﴾
قَالَ اخۡسَـُٔوۡا فِيۡهَا وَ لَا تُكَلِّمُوۡنِ ﴿۱۰۸﴾
اِنَّهٗ كَانَ فَرِيۡقٌ مِّنۡ عِبَادِىۡ يَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغۡفِرۡ لَنَا وَارۡحَمۡنَا وَ اَنۡتَ خَيۡرُ الرّٰحِمِيۡنَ ﴿۱۰۹﴾
فَاتَّخَذۡتُمُوۡهُمۡ سِخۡرِيًّا حَتّٰٓى اَنۡسَوۡكُمۡ ذِكۡرِىۡ وَ كُنۡتُمۡ مِّنۡهُمۡ تَضۡحَكُوۡنَ ﴿۱۱۰﴾
اِنِّىۡ جَزَيۡتُهُمُ الۡيَوۡمَ بِمَا صَبَرُوۡۤا اَنَّهُمۡ هُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ ﴿۱۱۱﴾
قٰلَ كَمۡ لَبِثۡتُمۡ فِى الۡاَرۡضِ عَدَدَ سِنِيۡنَ ﴿۱۱۲﴾

---

(۱۰۷) پروردگار! تو ہمیں اِس آتش جہنم سے نکال پھر اگر ہم دوبارہ وہی عمل کریں تو ہم ظالم ہوں گے۔
(۱۰۸) آوازِ قدرت آئے گی تم دھتکارے ہوئے اسی میں پڑے رہو اور مجھ سے کچھ نہ کہو۔
(۱۰۹) میرے بندوں میں ایک گروہ تھا جو یہ کہتا تھا پروردگارا! ہم ایمان لے آئے تُو ہماری مغفرت کر دے اور ہم پر رحم فرما اور تُو بہترین رحم کرنے والا ہے۔
(۱۱۰) تم ان کا مذاق اڑانے لگے حتیٰ کہ انھوں نے تمھیں میرا ذکر بھلا دیا تھا اور تم ان پر ہنستے تھے۔
(۱۱۱) بلاشبہ آج کے دن میں نے انھیں صبر کا بدلہ دے دیا ہے وہی لوگ کامیاب ہیں۔
(۱۱۲) اللہ نے ان سے پوچھا تم زمین میں کتنے سال رہ چکے ہو؟

---

(۱۰۷) رَبَّنَآ اَخۡرِجۡنَا مِنۡهَا
اے ہمارے پروردگار تو ہمیں جہنم سے باہر نکال۔
فَاِنۡ عُدۡنَا
پھر اگر ہم دوبارہ وہی عمل کریں یعنی جھٹلائیں۔
فَاِنَّا ظٰلِمُوۡنَ
تو ہم اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہوں گے۔
(۱۰۸) قَالَ اخۡسَـُٔوۡا فِيۡهَا وَ لَا تُكَلِّمُوۡنِ
آواز قدرت آئے گی تم دھتکارے ہوئے اسی میں پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔
تم چپ رہو، ذلت و پستی کی خاموشی اختیار کرو اس لیے کہ اب سوال کا محل نہیں۔

اخْسَـُٔوْا کا لفظ خسأت الکلب سے ہے جب تم کتے کو ڈانٹ دو تو دم سادھ لیتا ہے وَلَا تُكَلِّمُوْنِ اور مجھ سے بات نہ کرو۔ تفسیر قمی میں ہے مجھ تک یہ بات پہنچی ہے اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ لوگ ستر سال تک ایک دوسرے پر اچھل کود کرتے رہے۔ یہاں تک کہ جہنم کے گڑھے تک پہنچ گئے۔[1]

(۱۰۹) اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ

وہ میرے بندوں ہی میں سے ایک گروہ تھا جو یہ کہہ رہا تھا۔

رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ

پروردگارا! ہم ایمان لے آئے تو ہماری مغفرت کر دے اور ہم پر رحم فرما اور تو، تو بہترین رحم کرنے والا ہے۔

(۱۱۰) فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا

تم ان کا مذاق اُڑانے لگے۔

حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ

حتی کہ انھوں نے تمھیں میرا ذکر بھلا دیا۔

اس وجہ سے کہ تم ان کے ساتھ ہنسی مذاق میں مشغول رہے تم میرے اولیا کے بارے میں مجھ سے خائف نہیں ہوئے۔

وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ

اور تم ان پر ہنسا کرتے تھے بطور استہزا ان پر ہنستے تھے۔

(۱۱۱) اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا

بلاشبہ میں نے آج کے دن انھیں صبر کا بدلہ دیا ہے۔

کیوں کہ انھوں نے تمھاری اذیت رسانی پر صبر سے کام لیا تھا۔

اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ

یقینا وہی لوگ کامیاب ہیں۔

اپنی مرادوں میں کامیابی کے ساتھ مخصوص ہیں۔

(۱۱۲) قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ

ان سے دریافت کیا گیا تم زمین میں کتنے عرصے رہے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا یا فرشتے نے جو اُن سے سوال کرنے کے لیے متعین تھا۔ تم زندہ صورت میں اور مرنے کے بعد قبر میں کل کتنے عرصے رہے ہو؟

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۹۴

قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْـَٔلِ الْعَآدِّيْنَ ﴿۱۱۳﴾
قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱۴﴾
اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱۵﴾
فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ﴿۱۱۶﴾
وَ مَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۱۷﴾
وَ قُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَ اَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۱۸﴾

(۱۱۳) انھوں نے جواب دیا ہم ایک دن رہے یا دن کا کچھ حصہ تُو گنتی کرنے والوں سے پوچھ لے۔
(۱۱۴) اللّٰہ فرمائے گا واقعی تم دنیا میں بہت کم رہے اے کاش تم اس بات کو پہلے جان لیتے۔
(۱۱۵) کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم نے تمھیں عبث (بے فائدہ) پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے۔
(۱۱۶) پس اعلیٰ و ارفع ہے اللّٰہ جو بادشاہِ برحق ہے نہیں ہے کوئی معبود سوائے اس کے وہ عرش کریم کا پروردگار ہے۔
(۱۱۷) اور جو بھی اللّٰہ کے ساتھ دوسرے معبودوں کو پکارتا ہے تو اس کے پاس اس بات کی کوئی دلیل نہیں ہے بلاشبہ اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہے کافر لوگ یقیناً فلاح نہیں پائیں گے۔
(۱۱۸) اے نبی آپ دعا طلب کیجیے اے میرے رب میری مغفرت فرما مجھ پر رحم کر اور تو بہترین رحم کرنے والا ہے۔

(۱۱۳) قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ

انھوں نے جواب دیا ہم صرف ایک دن رہے یا دن کا کچھ حصہ۔ زمین میں قیام کی مدت کو حقیر اور بے وقعت سمجھتے ہوئے انھوں نے ایسا کہا۔

فَسْـَٔلِ الْعَآدِّيْنَ

اے اللّٰہ تُو گنتی کرنے والوں سے دریافت کرلے۔

تفسیر قمی میں فرمایا ہے اے اللّٰہ تو ان فرشتوں سے دریافت کرلے جو ہمارے لیے دنوں کی گنتی کرتے ہیں

اور ہم نے جو بھی ساعتیں وہاں گزاری ہیں اور جو بھی اعمال ہم نے وہاں انجام دیے ہیں وہ اسے ضبطِ تحریر میں لاتے رہے ہیں۔[۱]

(۱۱۴) قٰلَ اِنۡ لَّبِثۡتُمۡ اِلَّا قَلِيۡلًا لَّوۡ اَنَّكُمۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ

اللہ فرمائے گا واقعی تم دنیا میں بہت کم رہے اے کاش تم اس بات کو پہلے جان لیتے۔

(۱۱۵) اَفَحَسِبۡتُمۡ اَنَّمَا خَلَقۡنٰكُمۡ عَبَثًا

کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم نے تمھیں عبث (بے کار) پیدا کیا ہے۔

ان کی غفلت پر انھیں سرزنش کی جارہی ہے یعنی یہ کہ ہم نے تمھیں اس لیے پیدا نہیں کیا تھا کہ ان کا مذاق اڑاؤ اور یقینا ہم نے تمھیں اس لیے خلق کیا تھا کہ تم ہماری بندگی کرو اور ہم تمھارے اعمال کی بنیاد پر تمھیں جزا دیں اور یہ گویا کہ دوبارہ زندہ کیے جانے پر دلیل ہے۔

وَّاَنَّكُمۡ اِلَيۡنَا لَا تُرۡجَعُوۡنَ

اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے نہ جاؤ گے۔

کتاب علل الشرائع میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ خداوند عالم نے کسی مخلوق کو عبث (بے کار) پیدا نہیں کیا اور انھیں لغو اور بے کار نہیں چھوڑا بلکہ ان کی غرض خلقت یہ تھی کہ وہ اپنی قدرت کا اظہار کرے اور انھیں اپنی اطاعت پر مکلف کرے تاکہ وہ اس طرح اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے مستحق ہو جائیں اور اللہ نے انھیں اس لیے پیدا نہیں کیا کہ ان سے کوئی فائدہ حاصل کرے یا ان کے ذریعے دفعِ مضرت کرے بلکہ انھیں اس لیے خلق فرمایا تاکہ انھیں فائدہ پہنچائے اور انھیں اپنی نعمت تک رسائی دلا دے۔[۲]

اور امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے کہا گیا ہم فنا کے لیے خلق ہوئے ہیں تو امام علیہ السّلام نے فرمایا ذرا رکو ایسا نہیں ہے ہمیں باقی رہنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے اور ایسا کیسے ہوگا جبکہ اس کی جنت ختم نہیں ہوتی اور اس کی آگ بجھتی نہیں بس ایسا ہے کہ ہم ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہوتے ہیں۔[۳]

(۱۱۶) فَتَعٰلَى اللّٰهُ الۡمَلِكُ الۡحَقُّ

پس اعلیٰ و ارفع ہے اللہ جو بادشاہ برحق ہے۔

اقتدار اور حکومت جس کے لیے سزاوار ہے۔

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡكَرِيۡمِ

نہیں ہے کوئی معبود سوائے اس کے وہ عرش کریم (مکرم، محترم) کا پروردگار ہے۔

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۹۵ (۲) علل الشرائع، ص ۹، ح ۲، باب ۹ (۳) علل الشرائع، ص ۱۱، ح ۵، باب ۹

(۱۱۷) وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ

اور جو بھی اللّٰہ کے ساتھ دوسرے معبودوں کو پکارتا ہے تو اس کے پاس اس بات کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اس لیے کہ باطل کے لیے کوئی برھان یا دلیل نہیں ہوتی اس بات سے متنبہ کیا گیا ہے کہ جس بات کی کوئی دلیل نہ ہو اسے دین سمجھ لینا ممنوع ہے جبکہ اس کے خلاف دلیل راہنمائی کر رہی ہے۔

فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ

بلاشبہ اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہے۔

وہی اس کے استحقاق کے مطابق اسے جزا دینے والا ہے۔

اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ

کافر لوگ یقینا فلاح نہیں پائیں گے۔

سورہ کا آغاز مومنین کے فلاح پر گفتگو سے ہوا اور اختتام سورہ کافرین کے لیے فلاح کی نفی سے ہوا۔

(۱۱۸) وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ

اور اے نبی آپ دعا طلب کیجیے اے میرے رب میری مغفرت فرما مجھ پر رحم کر اور تو بہترین رحم کرنے والا ہے۔

کتاب ثواب الاعمال میں اور مجمع البیان میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ جو شخص سورۃ المومنین (المومنون) کی تلاوت کرے تو اللّٰہ تعالیٰ اس کا خاتمہ سعادت پر کرے گا اور اگر وہ ہر جمعے کے روز مسلسل اس کی تلاوت کرتا رہے گا تو اس کا مرتبہ اور منزل فردوسِ اعلیٰ میں انبیا اور مرسلین کے ساتھ ہوگی۔[۱]

(۱) ثواب الاعمال، ص ۱۰۸۔۱۰۹، باب ثواب قرأۃ سورۃ للمومنین و مجمع البیان، ج ۷۔۸، ص ۹۸، فی فضل السورۃ۔

سورۃ النور

سورۃ النور مدنی سورہ ہے اور اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے اس سورہ میں آیتوں کی تعداد ۶۴ ہے عراقی اور شامی۔ دو آیتیں حجازی ہیں یعنی ۶۲ آیتیں جن روایتوں میں اختلاف ہے وہ یہ ہیں ۔ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ (النور:۳۶) اور یَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ (النور:۴۳) یہ دونوں عراقی اور شامی ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَ فَرَضْنٰهَا وَ اَنْزَلْنَا فِيْهَاۤ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝۱ اَلزَّانِيَةُ وَ الزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۪ وَّ لَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَ لْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۲

اللّٰہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت مشفق ہے

(۱) یہ ایک سورت ہے جسے ہم نے نازل کیا اور اسے ہم نے فرض قرار دیا ہے اور اس میں واضح نشانیاں نازل کی ہیں تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

(۲) زانیہ عورت اور زانی مرد میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے لگاؤ اور ان پر ترس کھانے کا جذبہ اللّٰہ کے دین کے معاملے میں تمھیں اپنی گرفت میں نہ لے لے اگر تم اللّٰہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور مومنین کی ایک جماعت کو ان کی سزا کے وقت موجود ہونا چاہیے۔

---

(۱) سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا

یہ ایک سورت ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے۔

وَ فَرَضْنٰهَا اور ہم نے اس سورے میں احکام کو فرض قرار دیا ہے۔

وَ اَنْزَلْنَا فِيْهَاۤ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ

اور ہم نے اس سورے میں ایسی نشانیاں نازل کی ہیں جن کے دلائل واضح ہیں۔

لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ

تاکہ تم نصیحت حاصل کرو یعنی حرام کاموں سے بچو۔

(۲) اَلزَّانِيَةُ وَ الزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ

زانیہ عورت اور زانی مرد میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے لگاؤ۔

تفسیر قمی میں ہے کہ اس آیت نے اللہ کے قول وَ الّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ ... (النساء: ۱۵) کو منسوخ کر دیا ہے۔[۱]

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے ایک حدیث میں مروی ہے کہ سورۂ النور سورۃ النسا کے بعد نازل ہوئی اور اس کی تصدیق اس بات سے ہوتی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سورۂ نسا میں وَ الّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ سے اللہ کے قول "لَهُنَّ سَبِيْلًا" تک نازل فرمایا لہٰذا سبیل وہ ہے جس کے لیے اللہ جل جلالہ نے فرمایا سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا سے اللہ کے قول "مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ" تک۔[۲]

کتاب کافی اور تہذیب میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آزاد مرد اور آزاد عورت اگر زنا کریں تو دونوں کو سو سو کوڑے مارے جائیں اگر دونوں شادی شدہ ہو کر ایسا کریں تو ان کے لیے "رجم" (سنگسار کرنا) ہے۔[۳]

اور دوسری روایت میں محصن (شادی شدہ مرد) اور محصنہ (شادی شدہ عورت) کے لیے بھی ایسا ہی حکم ہے یعنی رجم کرنا۔[۴]

اور کنوارے اور کنواری کو سو سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کے لیے کسی دوسرے شہر جو ان کے شہر کے علاوہ ہو نکال دیا جائے گا اور یہ دونوں وہ ہیں جو قدرت رکھتے تھے لیکن وہاں داخل نہیں ہوئے۔[۵]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے شادی شدہ مرد کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا جو زنا کرے اور اس کے پاس وہ ہو جو اس کے لیے کافی ہو۔[۶]

کتاب تہذیب اور کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ محصن ایسا شخص ہوتا ہے جس کے پاس بیوی ہو اور وہ صبح و شام اس کے پاس کے آتا جاتا ہو۔[۷]

امام موسیٰ الکاظم علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے کنیز کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا وہ محصنہ (شادی شدہ) ہے فرمایا ہاں وہ استغنا کے اعتبار سے ہے کہا گیا کہ کیا متعہ ہے؟ فرمایا نہیں بلکہ یہ ایک دائمی چیز پر ہے۔[۸]

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کسی مرد اور نہ کسی عورت کو رجم (سنگسار) کیا جائے گا جب تک ان کے خلاف چار آدمی گواہی نہ دیں کہ انھوں نے جماع کیا ہے اور آلۂ تناسل اندام نہانی میں گیا ہے اور اس طرح

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۹۵
(۲) الکافی، ج ۲، ص ۲۳ ذیل حدیث نمبر ۱، باب ۱
(۳) الکافی، ج ۷، ص ۱۷۷، ح ۲ و تہذیب الاحکام، ح ۱۰، ص ۳، ح ۶
(۴) تہذیب الاحکام، ج ۱۰، ص ۴، ح ۱۳
(۵) تہذیب الاحکام، ج ۱۰، ص ۳-۴، ح ۹، باب ۱
(۶) الکافی، ج ۷، ص ۱۷۸، ح ۴
(۷) تہذیب الاحکام، ج ۱۰، ص ۱۲، ح ۲۸ و کافی ج ۷، ص ۱۷۹، ح ۱۱
(۸) الکافی، ج ۷، ص ۱۷۹، ح ۶

داخل ہوا ہے جیسے سرمہ دانی میں سلائی داخل ہوتی ہے۔[۱]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ ان شاء اللہ تعالیٰ عِلّت بیان کی جائے گی کہ چار گواہوں کا اعتبار کیوں رکھا گیا۔

اصبغ بن نباتہ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس پانچ افراد لائے گئے جن میں سے ہر ایک کو زنا کے جرم میں گرفتار کیا گیا تھا تو حضرت عمرؓ نے ہر ایک پر حد جاری کرنے کا حکم صادر کر دیا امیر المومنین علیہ السّلام وہاں تشریف رکھتے تھے آپ نے فرمایا اے عمرؓ یہ ان کا حکم نہیں ہے حضرت عمرؓ نے کہا اے علیؑ آپ آیئے اور ان پر حد جاری فرمایئے ان میں سے ایک آگے بڑھا تو آپ نے اس کی گردن اڑا دی یعنی اسے قتل کر دیا دوسرا آگے آیا تو اسے سنگسار کیا تیسرا آیا تو اس پر حد جاری کی سو کوڑے مارے چوتھا آیا تو اس پر آدھی حد جاری کی پانچواں آیا تو اس کی مدد کی اسے آزاد کر دیا حضرت عمرؓ اس فیصلے پر حیران ہو گئے اور لوگوں کو بھی امیر المومنین کے اس عمل پر تعجب ہوا حضرت عمرؓ نے ان سے کہا اے ابوالحسن پانچ افراد ایک ہی جرم میں پکڑے گئے ہیں اور آپ نے ان پر پانچ قسم کی حدیں جاری کیں جن میں ایک دوسرے کی مانند نہیں ہے تو امیر المومنین علیہ السّلام نے فرمایا کہ پہلا شخص کافر ذمی تھا وہ اپنی ذمے داری سے باہر نکل چکا تھا اور اس کے لیے کوئی حد نہیں تھی سوائے تلوار کے دوسرا شخص شادی شدہ تھا اور اس کی حد سنگسار کرنا تھا تیسرا شخص غیر شادی شدہ تھا جس کی حد کوڑے مارنا تھا چوتھا شخص غلام تھا لہٰذا ہم نے اس پر آدھی حد نافذ کی اور پانچواں دیوانہ تھا جنون اس کی عقل پر غالب تھا لہٰذا اس کے ساتھ ویسا سلوک کیا گیا۔[۲]

تفسیر قمی میں ایسی ہی روایت ہے البتہ اس میں چھ افراد کا ذکر ہے پھر فرمایا کہ پانچواں وہ تھا کہ اس سے یہ عمل شبہے کے طور پر واقع ہوا تھا لہٰذا ہم نے اسے تعزیر کی اور تادیب کی اور چھٹا دیوانہ تھا جنون اس کی عقل پر غالب تھا لہٰذا اس سے تکلیف شریعت ساقط تھی۔[۳]

اور کافی اور تہذیب میں امام باقر علی علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا کہ مرد کو حد جاری کرتے وقت کھڑا رکھا جائے گا اور عورت کو بٹھلا کر حد جاری کی جائے گی اور ہر ہر عضو کو مارا جائے گا سوائے سر اور آلۂ تناسل کے۔[۴]

امام کاظم علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے زانی کے بارے میں سوال کیا گیا کہ اسے کس طرح کوڑے مارے جائیں گے فرمایا کہ نہایت سختی کے ساتھ دریافت کیا گیا کیا کپڑوں کے اوپر سے فرمایا نہیں بلکہ لباس اتار کر۔[۵]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ باقی احکام کے لیے کتاب وافی کی طرف رجوع کریں۔[۶]

---

(۱) الکافی، ج۷، ص۱۸۴، ح۴ (۲) الکافی ج۷، ص۲۶۵، ح۲ وتہذیب الاحکام، ج۱۰، ص۵۰، ح۱۸۸
(۳) تفسیر قمی، ج۲، ص۹۶ (۴) التہذیب، ج۱۰، ص۳۱، ح۱۰۴ والکافی، ج۷، ص۱۸۳، ح۲
(۵) الوافی، ج۱۵، ص۲۳۷-۳۳۱، باب۳۵ (۶) الوافی، ج۵، ص۲۳۷-۳۳۱ باب۳۵

وَّ لَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا

اور ان پر ترس کھانے کا جذبہ تمھیں اپنی گرفت میں نہ لے لے۔

رَاْفَةٌ کے معنی ہیں رحمت

فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ

اللّٰہ کے دین کے معاملے میں۔

اللّٰہ کی اطاعت میں اور حد قائم کرنے میں تم ترس کھا کر حد کو معطل کر دو یا چشم پوشی سے کام لو۔

کتاب تہذیب میں امیر المومنین علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا کہ حدود قائم کرنے میں۔[1]

اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ

اگر تم اللّٰہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔

اس لیے کہ ایمان تقاضا کرتا ہے کہ اللّٰہ کی اطاعت میں سعی کی جائے اور احکام کو نافذ کرنے کی کوشش کی جائے۔

وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

اور مومنین کی ایک جماعت کو ان کی سزا کے وقت موجود ہونا چاہیے۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا کہ ان کی سزا کو دیکھا جائے، فرما رہے ہیں کہ ان کے مارے جانے کو مومنین کا ایک گروہ دیکھے اور جب انھیں سزا دی جائے تو وہاں پر لوگوں کا اجتماع ہونا چاہیے۔[2]

کتاب تہذیب میں امیر المومنین علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا کہ طائفہ سے مراد ایک گروہ ہے۔[3]

کتاب عوالی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا کہ وہ گروہ جو موجود ہے اور وہ ایک ہے۔[4]

کتاب جوامع میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ کم از کم ایک فرد ضرور دیکھے۔[5]

---

(۱) تہذیب الاحکام، ج۱۰، ص۱۵۰، ح۶۰۲

(۲) تفسیر قمی، ج۲، ص۹۵

(۳) تہذیب الاحکام، ج۱۰، ص۱۵۰، ح۶۰۲

(۴) عوالی اللآلی، ج۲، ص۱۵۳، ح۴۲۸

(۵) جوامع الجامع، ج۳، ص۹۴

اَلزَّانِیْ لَا یَنْكِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۫ وَّ الزَّانِیَةُ لَا یَنْكِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَ حُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ ۳

وَ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَةً وَّ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۙ۴

اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ اَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۵

وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَ لَمْ یَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّاۤ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۶

---

(۳) زانی (مرد) زانیہ یا مشرکہ عورت ہی سے نکاح کرے گا اور زانیہ (عورت) زانی یا مشرک مرد سے ہی نکاح کرے گی اور مومنین کے لیے یہ عمل حرام قرار دیا گیا ہے۔

(۴) اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں اور پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں تو ایسے لوگوں کو اسّی کوڑے مارو اور ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور یاد رکھو یہ لوگ خود فاسق (بدکار) ہیں۔

(۵) مگر اس کے بعد جن لوگوں نے توبہ کی اور اصلاح کر لی تو بلاشبہ اللّٰہ بہت زیادہ بخشنے والا، نہایت مشفق ہے۔

(۶) اور جو لوگ اپنی بیویوں پر زنا کی تہمت لگائیں اور ان کے پاس اپنے سوا کوئی اور گواہ نہ ہو تو ان میں سے ایک کی شہادت اس طرح ہوگی کہ چار بار اللّٰہ کی قسم کھا کر کہے کہ بے شک وہ سچوں میں سے ہے۔

---

(۳) اَلزَّانِیْ لَا یَنْكِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِكَةً — زانی (مرد) زانیہ یا مشرکہ عورت سے ہی نکاح کرے گا۔

وَّ الزَّانِیَةُ لَا یَنْكِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ — اور زانیہ (عورت) زانی یا مشرک مرد سے ہی نکاح کرے گی۔

وَ حُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ — اور مومنین کے لیے یہ عمل حرام قرار دیا گیا ہے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت زانیہ عورتوں کے ساتھ تمتع کو رد کر دیتی ہے۔ اور ان کے ساتھ شادی کرنے کو جائز قرار نہیں دیتی ایسی عورتیں دنیا میں مشہور اور معروف ہوتی ہیں کوئی شخص ان کو پاک قرار دینے پر قدرت نہیں رکھتا امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ یہ آیت مکہ مکرمہ کی ان عورتوں کے بارے میں نازل ہوئی جو علانیہ زنا کار تھیں۔ سارہ، حَنُتَمہ اور رباب جو رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو میں گانے گاتی تھیں تو اللّٰہ تعالیٰ نے ان سے نکاح کرنے کو حرام کر دیا اور اسی طرح انھیں جیسی عورتوں سے ان کے بعد یہ سلسلہ جاری رہا۔[۱]

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۹۵-۹۶

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ وہ عورتیں ہیں جو زنا کاری میں مشہور تھیں اور وہ مرد جو زنا کرنے میں مشہور تھے اور پہچانے جاتے تھے اور جو لوگ آج اسی منزلت میں ہیں لہٰذا جس پر بھی زنا کی حد قائم ہو جائے یا زنا کرنے میں کی اس شہرت ہو تو کسی کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ ان سے نکاح کرے یہاں تک کہ یہ پتا چلے کہ اس نے توبہ کر لی۔[۱]

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے یہ اس کے لیے جو علانیہ یہ عمل انجام دیتا ہے پھر فرمایا کہ اگر کسی انسان نے زنا کیا پھر اس نے توبہ کر لی تو جس طرح چاہے شادی کر لے۔[۲]

امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد وہ مرد اور عورتیں تھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں تھے اور زنا کاری میں شہرت یافتہ تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس طرح کے مردوں اور عورتوں سے شادی سے منع فرما دیا اور وہ لوگ جو آج اسی مقام پر ہیں اگر ان میں سے کئی ان باتوں میں مشہور ہو یا اس پر حد جاری کی گئی ہو تو اس سے شادی نہ کرو یہاں تک کہ تمھیں اس کی توبہ کا علم ہو جائے۔[۳]

امام صادق علیہ السّلام سے ایک حدیث میں مردی ہے کہ یہ آیت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے زانی مرد کو مومن اور زانیہ عورت کو مومنہ نہیں کہا فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ زانی جس وقت زنا کر رہا ہے وہ زنا کرتے ہوئے مومن نہیں ہوتا اور چور جس وقت چوری کرتا ہے تو چوری کرتے وقت وہ مومن نہیں رہتا اس لیے کہ جب وہ یہ عمل انجام دیتا ہے تو اس سے ایمان کو اس طرح الگ کر دیا جاتا ہے جیسے قمیص اتار لی جائے۔[۴]

(۴) وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً

اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں اور پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں تو ایسے لوگوں کو اسّی کوڑے مارو۔

طرفین میں سے مرد ہو یا عورت سزا میں کوئی فرق نہیں ہے۔

کتاب کافی اور تہذیب میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کسی شخص کے بارے میں جو کسی مرد پر زنا کی تہمت لگاتا ہے فرمایا کہ کتاب اللہ اور اس کے نبی کی سنت میں ایسے شخص کو کوڑے مارے جائیں گے۔[۵]

امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ کسی عورت نے مرد پر زنا کی تہمت لگائی تو فرمایا کہ اس عورت کو اسّی کوڑے مارے جائیں گے۔[۶] لیکن اگر ان میں سے کوئی ایک غلام ہو یا کنیز ہو یا مجنون ہو تو اس پر حد جاری نہیں ہوگی جیسا کہ معصومین کی روایت میں آیا ہے۔[۷]

(۱-۲-۳) الکافی، ج۵، ص۳۵۴-۳۵۵، ح۱، ۶، ۳، باب الزانی والزانیۃ۔
(۴) الکافی، ج۲، ص۳۳، ح۱ کا حصہ۔
(۵) الکافی، ج۷، ص۲۰۵، ح۳ وتہذیب الاحکام، ج۱، ص۶۷، ح۲۳۸
(۶) الکافی، ج۷، ص۲۰۵، ح۴
(۷) تہذیب الاحکام، ج۱۰، ص۶۸، ح۲۵۱ وکافی ج۷، ص۲۰۵، ج۵

کتاب تہذیب اور الکافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اگر کوئی غلام کسی آزاد شخص پر تہمت لگائے تو اسے اسی کوڑے مارے جائیں گے فرمایا کہ یہ انسانی حقوق میں سے ہے۔[۱]

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اگر کسی ایسے شخص کو میرے پاس لایا جائے جس نے مسلمان غلام پر زنا کی تہمت لگائی ہو جس غلام سے سوائے خیر کے اور کچھ نہیں جانا جاتا تو میں اس پر آزاد شخص کی حد جاری کروں سوائے ایک کوڑے کے۔[۲]

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی غلام پر الزام لگایا تو اسلام کی حرمت کے لیے اسے سخت سزا دی جائے گی۔[۳]

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے آزاد شخص کے بارے میں جو غلام پر الزام تراشی کر رہا ہے فرمایا اس سے سوال کیا جائے گا اگر اس کی ماں آزاد ہوگی تو اس پر حد کے مطابق کوڑے لگائے جائیں گے۔[۴]

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا کہ امیر المومنین علیہ السّلام نے فیصلہ کیا کہ تہمت وافترا تین طرح کی ہوتی ہے یعنی اس کے تین اسباب ہیں جب کوئی مرد کسی مرد پر زنا کی تہمت لگائے اور جب یہ کہے کہ اس کی ماں زانیہ ہے اور جب اسے بغیر باپ کے بلایا جائے تو اس میں اسّی کوڑے حد معین ہے۔[۵]

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے ایک شخص کے بارے میں جس سے کسی شخص سے کہا اے فاعلہ کے فرزند یعنی فرزندِ زنا کار تو امام علیہ السّلام نے فرمایا اگر اس کی ماں زندہ ہو گواہی دینے والی ہو پھر آ کر اپنا حق طلب کرے تو تہمت لگانے والے کو اسّی کوڑے مارے جائیں گے اور اگر ماں غائب ہو تو اس کا انتظار کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ آ کر اپنا حق طلب کرے اور اگر ماں مر چکی ہو اور اس سے سوائے خیر کے اور کچھ نہیں معلوم تو اس پر تہمت لگانے والے کو اسّی کوڑے مارے جائیں گے۔[۶]

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اگر کوئی مرد کسی مرد پر تہمت لگائے اور کہے کہ تم تو قوم لوط کا عمل کرتے ہو تم مردوں سے نکاح کرتے ہو تو اسے بھی تہمت لگانے والے کی حد یعنی اسّی کوڑے مارے جائیں گے۔[۷]

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا کہ حضرت علی علیہ السّلام فرماتے تھے کہ اگر کوئی مرد کسی مرد سے کہے "یامعفوج" اے دبر میں نکاح کرنے والے تو اس پر بھی تہمت لگانے والے کی حد یعنی اسّی کوڑے مارے جائیں گے۔[۸]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں "العفج" کے معنی ہیں جماع کرنا۔

---

(۱) تہذیب الاحکام، ج۱۰، ص۷۲، ح۲۷ والکافی، ج۷، ص۲۳۴

(۲) الکافی، ج۷، ص۲۰۸، ح۱۷

(۳) تہذیب الاحکام، ج۱۰، ص۷۱، ح۲۶۹

(۴) تہذیب الاحکام، ج۱۰، ۷۱، ح۲۶۸

(۵) الکافی، ج۷، ۲۰۵، ۲۰۶، ح۱-۶

(۶) الکافی، ج۷، ۲۰۵، ۲۰۶، ح۱-۶

(۷) الکافی، ج۷، ص۲۰۸، ح۱۴-۱۶

(۸) الکافی، ج۷، ص۲۰۸، ح۱۴-۱۶

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا کہ جس نے پوری قوم پر جماعت کے لحاظ سے تہمت و الزام لگایا تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ اگر وہ اجتماعی شکل میں آئیں تو صرف ایک حد جاری ہوگی اور اگر وہ الگ الگ آئیں تو ان میں سے ہر ایک کے لیے الگ الگ حد جاری کی جائے گی۔[۱]

امام باقر علیہ السّلام سے ایک شخص کے بارے میں مروی ہے کہ جو ایک جملے سے پوری قوم پر تہمت لگا دیتا ہے امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ اگر اس نے کسی کا نام نہیں لیا تو تو صرف ایک حد جاری ہوگی اور اگر نام لے لیا ہے تو اس کے ذمے ہر ایک کے لیے الگ الگ حد ہوگی۔[۲]

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ امیر المومنین علیہ السّلام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ تہمت لگانے والے کے کپڑوں میں سے سوائے چادر کے کچھ نہ اتارا جائے۔[۳]

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ زنا کرنے والے کو شرابی سے زیادہ سخت ضرب لگائی جائے گی اور شرابی کو تہمت لگانے والے سے زیادہ شدید ضرب لگائی جائے گی اور تہمت لگانے والے کو تعزیر والے سے زیادہ شدید ضرب لگائی جائے گی۔[۴]

امام کاظم علیہ السّلام سے مروی ہے کہ تہمت و الزام لگانے پر دو ضربوں کے درمیان ایک ضرب ماری جائے گی اور اس کے پورے جسم پر ضرب ماری جائے گی۔[۵]

وَّ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ

اور ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور یاد رکھو یہ لوگ تو خود فاسق ہیں۔

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے ایک حدیث میں مروی ہے کہ مدینۂ منورہ میں "وَ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ" نازل ہوئی تو جو لوگ تہمت لگانے والے تھے اللہ نے ان سے برأت کا اظہار کیا کہ انھیں مومن کہا جائے اور فرمایا اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا يَسْتَوٗنَ (السجدہ ۱۸) اور اللہ نے اسے منافق قرار دیا اور فرمایا... اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (التوبہ ۶۷) اور اللہ نے اسے ابلیس کے دوستوں میں سے قرار دیا اور فرمایا... اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ... (الکہف ۵۰) اور اللہ نے اسے ملعون قرار دیا اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۪ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۙ﴿۲۳﴾ يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَ اَيْدِيْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾ (النور ۲۳۔۲۴) اور اعضا و جوارح مومن کے خلاف گواہی نہیں دیں گے البتہ صرف اس کے لیے گواہ بنیں گے جس کے لیے کلمۂ عذاب ثابت ہو چکا ہے جہاں تک مومن کا تعلق ہے تو اس کا نامۂ عمل اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا

---

(۱) الکافی، ج۷، ص۲۰۹، ح۱
(۲) تہذیب الاحکام، ج۱، ص۶۹، ح۲۵۸
(۳) الکافی، ج۷، ص۲۱۳، ح۲
(۴) الکافی، ج۷، ص۲۱۴، ح۵
(۵) الکافی، ج۷، ص۲۱۳، ح۲

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ (الانشقاق ۷) فاولئك یقرءُونَ کتابهم ولا یظلمون فتیلا (اسرا ۷۱)
جن کا نامۂ عمل دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ لوگ اپنا نامۂ عمل پڑھیں گے اور اُن پر ذرّہ برابر ظلم نہ ہوگا۔[۱]

(۵) اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ اَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

مگر اس کے بعد جن لوگوں نے توبہ کی اور اصلاح کر لی تو بلاشبہ اللّٰہ بہت زیادہ بخشنے والا نہایت مشفق ہے۔

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ تہمت لگانے والے کو اسّی کوڑے مارے جائیں گے اور کبھی بھی ان کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی الّا یہ کہ وہ توبہ کر لے یا اپنے نفس کو جھٹلائے اور اگر تین افراد گواہی دیں اور ایک انکار کرے تو تین کو کوڑے مارے جائیں گے اور ان کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی یہاں تک کہ چوتھا یہ کہے کہ ہم نے اس طرح دیکھا جیسے سرمہ دانی میں سلائی جاتی ہے اور جو شخص اپنے نفس کے خلاف گواہی دے تو اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی یہاں تک کہ وہ اسے چار مرتبہ دہرائے۔[۲]

کتاب کافی اور تہذیب میں امام صادق علیہ السّلام سے سوال کیا گیا کہ اس کی توبہ کے بارے میں کیسے پتا چلے گا تو امام صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ وہ لوگوں کی موجودگی میں اپنے نفس کو جھٹلائے گا جس وقت اسے ضرب لگائی جارہی ہوگی اور اپنے رب سے طلب مغفرت کر رہا ہوگا اگر اس نے ایسا کر لیا تو اس کی توبہ ظاہر ہوگی۔[۳]

اور امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کوئی شخص تہمت لگاتا ہے تو اس پر حد جاری کر دی جاتی ہے پھر وہ توبہ کر لیتا ہے اور اس سے سوائے خیر کے اور کسی بات کا علم نہیں ہوتا کیا ایسے شخص کی شہادت قبول کی جائے گی تو امام علیہ السّلام نے فرمایا ہاں یہ بتاؤ تمھارے ہاں کیا کہا جاتا ہے کہا گیا لوگ کہتے ہیں کہ اس کی توبہ تو اس کے اور اللّٰہ کے درمیان ہے اس کی گواہی کبھی بھی ہرگز قبول نہیں کی جائے گی تو امام علیہ السّلام نے فرمایا انھوں نے بہت برا کہا میرے والد فرمایا کرتے تھے کہ جب اس نے توبہ کر لی اور اس سے سوائے خیر کے اور کسی بات کا علم نہیں ہے تو ایسے شخص کی گواہی قبول ہے۔[۴]

(۶) وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَ لَمْ یَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّاۤ اَنْفُسُهُمْ

اور جو لوگ اپنی بیویوں پر زنا کی تہمت لگائیں اور ان کے پاس اپنے علاوہ کوئی اور گواہ نہ ہو۔

فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ

تو ان میں سے ایک کی شہادت اس طرح ہوگی کہ وہ چار بار اللّٰہ کی قسم کھائے۔

اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ کہ بے شک وہ سچوں میں سے ہے۔

یعنی اس نے بیوی پر جو زنا کا الزام لگایا ہے وہ سچا ہے۔

---

(۱) الکافی، ج ۲، ص ۳۲، ح ۱
(۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۹۶
(۳) الکافی، ج ۷، ص ۲۴۱، ح ۷
(۴) تہذیب الاحکام، ح ۶، ص ۲۶۳، ح ۶۹۹

وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝۷
وَ يَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝۸ۙ
وَ الْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۹
وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَ اَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ۝۱۰ع
اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝۱۱

(۷) اور پانچویں بار یہ کہے کہ اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو تو اس پر اللہ کی لعنت ہے۔
(۸) اور عورت کی سزا اس طرح ٹلتی ہے کہ وہ چار بار اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ اس کا خاوند جھوٹوں میں سے ہے۔
(۹) اور پانچویں بار یہ کہے کہ اگر اس کا خاوند سچوں میں سے ہو تو اس (عورت) پر اللہ کا غضب نازل ہو۔
(۱۰) اگر تم لوگوں پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور اللہ توبہ کا قبول کرنے والا اور صاحبِ حکمت نہ ہوتا تو اس کی تہمت کا انجام بہت برا ہوتا۔
(۱۱) بے شک جو لوگ بہتان گھڑ لائے ہیں وہ تمھیں میں سے ایک ٹولہ ہے تم اس واقعے کو اپنے حق میں شر نہ سمجھو بلکہ وہ تمھارے لیے خیر ہی ہے۔ ان میں سے ہر شخص کے لیے اتنا ہی گناہ ہے جو اس نے کمایا ہے اور ان میں سے جس نے اس بڑے گناہ کا بوجھ اٹھایا ہے تو اس کے لیے تو عذابِ عظیم ہے۔

(۷) وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ
اور پانچویں بار یہ کہے کہ اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو تو اس پر اللہ کی لعنت ہے۔
یعنی اس الزام لگانے میں۔
(۸) وَ يَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اور عورت سے رجم کی سزا اس طرح ٹلتی ہے۔
اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ
کہ وہ چار بار اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ اس کا خاوند جھوٹوں میں سے ہے۔

(۹) وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ

اور پانچویں بار یہ کہے کہ اگر اس کا خاوند سچوں میں سے ہو تو اس (عورت) پر اللہ کا غضب نازل ہوگا۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا؟ تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ وہ تہمت لگانے والا ہے جو اپنی بیوی پر تہمت لگا رہا ہے جب اس نے تہمت لگائی پھر اس نے اقرار کر لیا کہ وہ اس کے خلاف جھوٹ بولا تھا تو اس پر کوڑوں کی حد جاری کی جائے گی اور اس کی بیوی اسے لوٹا دی جائے گی اور اگر اس نے انکار کیا اور چاہا کہ معاملے کو انجام تک پہنچایا جائے تو پھر وہ اپنی بیوی کے خلاف چار بار اللہ کی قسم کھا کر چار گواہیاں پیش کرے کہ وہ سچوں میں ہے اور پانچویں بار یہ کہ کہ اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو تو اس پر اللہ کی لعنت ہے اور اگر عورت اپنے آپ سے رجم کی سزا کو ٹالنا چاہے دور کرنا چاہے تو اسے چاہیے کہ وہ چار بار اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ اس کا خاوند جھوٹوں میں سے ہے اور پانچویں بار یہ کہے کہ اگر اس کا خاوند سچوں میں ہو تو اس پر اللہ کا غضب نازل ہو اگر اس نے ایسا نہیں کیا تو اس عورت کو سنگسار کر دیا جائے گا اور اگر ایسا کر لے گی تو گویا کہ اس نے اپنے آپ سے حد کو دور کر دیا پھر وہ قیامت تک مرد کے لیے حلال نہ ہوگی۔

امام سے کہا گیا؟ کیا آپ دیکھتے ہیں کہ جب ان دونوں کے درمیان جدائی ہوگئی اور اس عورت کا ایک بیٹا تھا جو مر گیا؟ تو امام علیہ السّلام نے فرمایا اس کی ماں اس کی وارث ہوگی اور اگر اس کی ماں مر جائے تو اس کے اخوال (ماموں حضرات) وارث ہوں گے اور جس نے یہ کہا کہ یہ وَلَدُ الزِّنا (زنا کی اولاد) ہے تو اسے کوڑوں کی سزا دی جائے گی کہا گیا ہے کہ کیا اس کا بیٹا اسے واپس کر دیا جائے گا اگر وہ اقرار کر لے فرمایا نہیں اور نہ ہی اس کے لیے کوئی شرف و منزلت ہوگی اور وہ بیٹے کا وارث نہیں ہوگا البتہ بیٹا اس کا وارث بنے گا۔[1]

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ مسلمانوں میں سے کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کیا فرماتے ہیں کہ کوئی شخص اپنے گھر میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ ایک شخص اس کی بیوی کے ساتھ مجامعت کر رہا ہے اسے کیا کرنا چاہیے؟ امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منہ موڑ لیا اور وہ شخص واپس چلا گیا اور یہی وہ شخص تھا جس کی بیوی کے ساتھ یہ کچھ ہوا تھا امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی نازل ہوئی جس میں ان دونوں کے بارے میں حکم نازل کیا گیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کو بلوایا اور اس سے دریافت کیا کہ کیا تم ہی ہو جس نے اپنی بیوی کے ساتھ کسی شخص کو دیکھا ہے اس نے جواب دیا ہاں، تو اس سے فرمایا کہ جا اور اپنی بیوی کو لے کر آ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے تم دونوں کے بارے میں حکم نازل فرمایا ہے۔

اس کا شوہر اپنی بیوی کو لے آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کو کھڑا کر دیا پھر شوہر سے کہا تم چار بار

---

(۱) الکافی، ج۶، ص ۱۶۲۔ ۱۶۳ ح ۳

اللّٰہ کی قسم کھا کر کہو کہ تم نے اپنی بیوی پر جو تہمت لگائی ہے تم اس میں سچے ہو فرمایا اس نے گواہی دی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ اللّٰہ سے ڈر اس لیے کہ اللّٰہ کی لعنت بہت شدید ہوتی ہے پھر شوہر سے کہا پانچویں بار گواہی دے کہ تجھ پر خدا کی لعنت ہوگی اگر تو جھوٹوں میں سے ہے فرمایا کہ اس نے گواہی دی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے حکم دیا کہ وہ ایک طرف چلا جائے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورت سے کہا کہ تو چار بار اللّٰہ کی قسم کھا کر گواہی دے کہ تیرے شوہر نے تجھ پر جو الزام لگایا ہے تیرا شوہر جھوٹا ہے فرمایا کہ اس نے گواہی دی تھی تو آنحضرتؐ نے فرمایا ٹھہر جا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے نصیحت کی اور اس سے کہا تجھے چاہیے کہ اللّٰہ سے ڈرے یاد رکھ اللّٰہ کا غضب بہت شدید ہے پھر اس سے کہا تو پانچویں بار گواہی دے کہ تجھ پر اللّٰہ کا غضب نازل ہو تیرے شوہر نے تجھ پر جو الزام لگایا ہے اگر وہ سچوں میں سے ہو امام علیہ السّلام نے فرمایا تو اس نے گواہی دی فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا اور ان دونوں سے کہا تم نے جب ایک دوسرے پر لعنت بھیجی ہے تو اس کے بعد تم ہرگز ایک دوسرے کے نکاح میں نہیں آ سکتے۔[1]

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت لِعَان کے بارے میں نازل ہوئی اور سبب یہ تھا کہ جب رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس لوٹے تو عویمر بن ساعدہ عجلانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کا تعلق انصار سے تھا اس نے کہا یا رسول اللّٰہؐ میری بیوی کے ساتھ شریک بن سحما نے زِنا کیا اور وہ اس سے حاملہ ہوگئی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منہ پھیر لیا وہ اس سے آ کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اپنی بات پھر دہرائی رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منہ پھیر اس نے چار مرتبہ ایسا کیا رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شانۂ نبوت میں داخل ہوئے تو ان پر آیت لِعَان نازل ہوئی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خانہ اقدس سے باہر تشریف لائے۔ لوگوں کے ساتھ نمازِ ظہر ادا فرمائی اور آپ نے عویمر سے کہا تم اپنی بیوی کو لے کر میرے پاس آؤ اللّٰہ تعالیٰ نے تم دونوں کے بارے میں قرآن کی آیتیں نازل کی ہیں عویمر اپنی بیوی کے پاس آیا اور اس سے کہا رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمھیں بلاتے ہیں اور وہ عورت اپنی قوم میں بلند مرتبہ رکھتی تھی اس کے ساتھ ایک جماعت بھی آئی جب وہ عورت مسجد میں آ گئی تو رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عویمر سے کہا تم منبر کے پاس آؤ اور ایک دوسرے پر لعن کرو اس نے کہا میں کیسے لعن کروں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آگے بڑھو اور کہو میں اللّٰہ کی قسم کھا کر گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اپنی بیوی پر جو تہمت لگائی ہے میں سچوں میں سے ہوں وہ آگے بڑھا اور اس نے اپنی بیوی سے ایسا ہی کہا رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے کہا تم دوبارہ یہ کہو تو اس نے دوبارہ یہی کہا یہاں تک کہ چار بار اس نے ایسا کہا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانچویں بار اس سے کہا کہ تم نے اپنی بیوی پر جو الزام لگایا ہے اگر تم جھوٹوں میں سے ہو تو تم پر خدا کی لعنت ہو تو اس نے پانچویں بار کہا کہ اس نے اپنی بیوی پر جو الزام لگایا ہے اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو تو اس پر اللّٰہ کی لعنت ہے۔

---

(۱) الکافی، ج۶، ص۱۶۳، ح۴ باب اللعان

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے کہا کہ اگر تم جھوٹے ہوئے تو تم پر اللہ کی لعنت لازم ہو جائے گی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا تم دور چلے جاؤ وہ ایک طرف ہو گیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی زوجہ سے کہا کہ جس طرح تمھارے شوہر نے گواہی دی ہے تم بھی گواہی دو ورنہ میں اللہ کی حد جاری کروں گا اس نے اپنی قوم کے اعیان پر نظر کی اور کہا کہ اس شام میں ان چہروں کو سیاہ نہ ہونے دوں گی تو وہ منبر کے پاس آئی اور اس نے کہا میں اللہ کی قسم کھا کر گواہی دیتی ہوں کہ عویمر بن ساعدہ نے مجھ پر جو الزام عاید کیا ہے وہ جھوٹوں میں سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے کہا کہ تم دوبارہ یہی کہو اس نے چار مرتبہ یہ دہرایا تو رسول اللہؐ نے اس سے کہا پانچویں مرتبہ تم اپنے نفس پر لعنت کرو کہ اس نے جو الزام لگایا ہے اگر وہ سچوں میں ہو تو اس نے پانچویں بار کہا کہ اس نے مجھ پر جو الزام لگایا ہے اگر وہ سچوں میں سے ہے تو اس پر اللہ کا غضب نازل ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے کہا تجھ پر وائے ہو یہ لعنت تجھ پر لازم ہو جائے گی۔

پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے شوہر سے کہا کہ جا چلا جا یہ عورت تجھ پر کبھی حلال نہ ہوگی تو اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مال کا کیا ہوگا جو میں نے اسے دیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تو جھوٹا ہے تو یہ مال اس سے بھی زیادہ دور ہے اور اگر تو سچا ہے تو وہ اس عورت کا ہے کیوں کہ تو نے اس کی اندامِ نہانی کو اپنے لیے حلال کر رکھا تھا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اس کا بیٹا پتلی ٹانگوں والا، بڑی آنکھوں والا چھوٹے گھنگھریالے بال والا ہو تو وہ برے کام کا انجام ہے اور اگر اس کا بیٹا نیلگوں آنکھوں والا اور سنہری بالوں والا ہو تو وہ اپنے باپ کی اولاد ہوگا تو کہا گیا کہ یہ برے امر کو لے کر آئی ہے تو وہ عورت اپنے شوہر کے لیے حلال نہ ہوگی اور اگر اولاد لے کر آئے تو اس کا باپ اس بیٹے کا وارث نہ ہوگا اور اس کی میراث اس کی ماں کو ملے گی اور اگر اس کی ماں نہ ہو تو اس کے ماموؤں کی طرف جائے گی اور اگر اس لڑکے پر کوئی تہمت لگائے گا تو اس پر تہمت لگانے والے جیسی حد جاری کی جائے گی۔[1]

کتاب عوالی میں روایت کی گئی ہے کہ بلال بن امیہ نے اپنی بیوی پر تہمت لگائی کہ اس کے تعلقات شریک بن سحاء سے ہیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا واضح ثبوت اور کھلی ہوئی شہادت لے کر آؤ ورنہ تمھاری پشت پر حد جاری کی جائے گی اس نے کہا یا رسول اللہؐ ہم سے کوئی اپنی بیوی کے ساتھ کسی کو دیکھتا ہے اس بینہ (ثبوت) طلب کیا جاتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں ثبوت اور گواہ چاہییں ورنہ تمھاری پشت پر حد جاری ہوگی اس نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے بیشک میں سچا ہوں اور عنقریب اللہ نازل فرمائے گا جس سے میری پشت کوڑوں سے بری ہوئی ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ **والذین یرمون ازواجھم**[2]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جب کوئی مرد اپنی بیوی پر تہمت لگائے تو وہ اس

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۹۸-۹۹ (۲) عوالی اللالئی، ج ۳، ص ۴۱۱

وقت تک لعن نہیں کر سکتا جب تک یہ نہ کہے کہ میں نے اس کی ٹانگوں کے درمیان ایک شخص کو دیکھا ہے جو زنا کر رہا تھا۔[۱]

امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ امام پشت قبلہ ہو کے بیٹھتا تھا اور پھر سزا پانے والوں کو اپنے سامنے قبلہ رخ کھڑا کرتا تھا اور سب سے پہلے مرد سے آغاز کرتا پھر عورت کی طرف رخ کرتا تھا۔[۲]

اور ایک روایت میں ہے کہ وہ مرد کو اپنے داہنی طرف اور عورت کو اپنے بائیں طرف رکھتے تھے۔[۳]

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے اس شخص کے بارے میں جسے امام نے لعان کے لیے کھڑا کیا تھا تو اس نے دو مرتبہ گواہی دی پھر وہ پیچھے ہٹ گیا اور اس نے لعان سے فارغ ہونے سے قبل اپنے آپ کو جھٹلایا تو امام علیہ السّلام نے فرمایا اسے تہمت لگانے والے کی حد جاری کی جائے اور اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی نہ کی جائے۔[۴]

امام جواد علیہ السّلام سے مروی ہے آپ سے سوال کیا گیا یہ کیسے ہو گیا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی پر تہمت لگائے تو اس کی گواہی اللہ کی قسم کے ساتھ چار گواہی شمار ہوگی اور اگر اس کے علاوہ کسی اور پر جیسے باپ یا بھائی یا بیٹے پر یا کسی قریبی عزیز پر تہمت لگائے تو اس پر کوڑوں کی حد جاری کی جائے گی یا جو کچھ کہا ہے اس پر ثبوت طلب کیا جائے گا امام علیہ السّلام نے فرمایا حضرت امام صادق علیہ السّلام سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ جب شوہر اپنی بیوی پر الزام لگاتا ہے تو یہ کہتا ہے میں نے اس کام کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے تو اس کی گواہی اللہ تعالیٰ کی قسم سے چار گواہی قرار پاتی ہے اور اگر وہ کہے کہ اس نے دیکھا نہیں ہے تو اس سے کہا جائے گا تم نے جو کچھ کہا ہے اس پر گواہ اور ثبوت پیش کرو ورنہ وہ اپنے غیر کے برابر آجائے گا بات یہ ہے کہ اللہ نے شوہر کے لیے ایسا مَدْخَل (داخل ہونے کی جگہ) قرار دیا ہے جو اس کے غیر کے لیے نہیں ہے نہ باپ کے لیے اور نہ ہی بیٹے کے لیے وہ شوہر رات دن جب چاہے جا سکتا ہے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ یہ کہے کہ میں نے دیکھا ہے اور اگر شوہر کے علاوہ دوسرا کوئی کہے کہ میں نے دیکھا ہے تو اس سے کہا جائے گا تمھیں اس جگہ تنہا کس نے داخل کر دیا جو تم نے یہ دیکھ لیا تم تہمت لگا رہے ہو لہٰذا ضروری ہے کہ تم پر حد جاری کی جائے جسے اللہ نے تم پر لازم قرار دیا ہے امام علیہ السّلام نے فرمایا اور شوہر کی گواہی چار گواہیاں ہیں چار گواہوں کی جگہ پر گواہ اس کی قسم ہے۔[۵]

کتاب علل الشرائع میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ زنا میں چار گواہ کیوں قرار دیے گئے اور قتل میں صرف دو گواہ کافی ہیں تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے متعہ کو حلال قرار دیا ہے اور اسے معلوم تھا کہ اس بارے میں تمھیں معیوب ٹھہرایا جائے گا لہٰذا تمھاری خاطر احتیاطاً چار گواہ قرار دیے اگر ایسا نہ ہوتا تو لوگ تمھارے خلاف دعویٰ کر دیتے اور ایسا کم ہی ہوتا ہے کہ کسی ایک امر پر چار گواہ یکجا ہو جائیں۔[۶]

---

(۱) الکافی، ج۶، ص ۱۶۳-۱۶۴، ح۶
(۲) الکافی، ج۶، ص ۱۶۵، ح۱۰
(۳) الکافی، ج۶، ص ۱۶۵، ح۱۱
(۴) الکافی، ج۶، ص ۶۳، ح۵
(۵) الکافی، ج۶، ص ۱۶۵، ح۱۱
(۶) علل الشرائع، ص ۵۰۹، ح۱، باب ۲۸۲

اور دوسری روایت میں ہے فرمایا زنا میں دو حدود ہیں اور جائز نہیں ہے کہ ہر دو ایک پر گواہی دیں اس لیے کہ مرد اور عورت دونوں پر حد جاری ہوگی اور قتل کا مسئلہ یہ ہے کہ قاتل پر حد قائم کی جائے گی اور مقتول کی جانب سے ادائیگی ہوگی۔[1]

(۱۰) وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ

اگر تم لوگوں پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور اللہ توبہ کا قبول کرنے والا اور صاحب حکمت نہ ہوتا تو تمھیں رسوا کر دیتا اور تمھاری سزا میں جلدی کرتا تعظیم کی وجہ سے جواب کو حذف کر دیا۔

(۱۱) اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ

بے شک جو لوگ بہتان گھڑ لائے ہیں۔

افك ایسا جھوٹ جو اپنی انتہائی منزل پر ہو، تہمت، بہتان۔

عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ

وہ تمھیں میں سے ایک ٹولہ ہے۔

لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ

تم اس بہتان کو اپنے حق میں شر نہ سمجھو۔

بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ

بلکہ وہ تمھارے لیے خیر ہی خیر ہے اس لیے کہ تم اس کے ذریعے ثواب عظیم حاصل کر رہے ہو۔

لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ

ان میں سے ہر شخص کے لیے اتنا ہی گناہ ہے جو اس نے کمایا ہے۔ یعنی جس قدر وہ گناہوں میں ملوث ہوا ہے۔

وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ

اور ان میں سے جس نے اس بڑے گناہ کا بوجھ اٹھایا ہے۔

لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ

تو اس کے لیے عذابِ عظیم ہے۔

کتاب جوامع میں ہے کہ افک کا سبب یہ ہوا کہ حضرت عائشہؓ نے غزوۂ بنی المصطلق میں اپنے گلے کا ہار گم کر دیا اور وہ قضائے حاجت کے لیے گئی تھیں پھر وہ ہار تلاش کرنے چلی گئیں اور ان کا ہودج ان کے اونٹ پر رکھ دیا گیا اس خیال میں کہ وہ اس ہودج میں موجود ہیں جب وہ اس جگہ واپس آئیں تو یہ دیکھا کہ لوگ روانہ ہو چکے ہیں البتہ صفوان لشکر کے پیچھے رہ گئے تھے جب صفوان اس جگہ پہنچے اور انھوں نے حضرت عائشہؓ کو پہچانا تو انھوں نے اپنا اونٹ بٹھلا دیا یہاں تک کہ حضرت عائشہؓ اس پر سوار ہو گئیں اور وہ کھینچتا ہوا لشکر سے آ ملا اور وہ لوگ

(۱) علل الشرائع، ص ۵۱۰، ح ۳ کے ذیل میں باب ۲۸۲

نصف النہار کے وقت اترے ہوئے تھے فرمایا کہ زہری نے حضرت عائشہؓ سے ایسی ہی روایت کی ہے۔[۱]

تفسیر قمی میں ہے کہ عامہ کی روایت ہے کہ یہ آیت حضرت عائشہؓ کے بارے میں نازل ہوئی اور ان پر غزوۂ بنی المصطلق میں جو خزاعہ سے تھی تہمت لگائی گئی تھی۔ لیکن خاصہ سے روایت ہے کہ یہ آیت حضرت ماریہ قبطیہ کے بارے میں نازل ہوئی اور حضرت عائشہؓ نے ان پر جو الزام عاید کیا تھا۔ امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا کہ جب ابراہیم ابن رسول اللّٰہ کا انتقال ہوا تو رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے انتقال کر جانے سے کافی حزیں و غمگین ہوئے تو حضرت عائشہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا آپ کس بات سے غمگین ہیں وہ تو جریح کا فرزند تھا تو رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السّلام کو روانہ کیا اور جریح کے قتل کا حکم دے دیا حضرت علی علیہ السّلام تلوار لے کر روانہ ہوئے اور جریح قبطی ایک احاطہ میں تھا علیؑ نے باغ کے دروازے پر مارا تو جریح دروازہ کھولنے کے لیے آیا اور جب اس کی نظر علیؑ پر پڑی اور ان کے چہرے پر غصے کے آثار دیکھے تو وہ پلٹ گیا اور باغ کا دروازہ نہیں کھولا علیؑ نے دیوار کو پھلانگ لیا اور باغ میں داخل ہو گئے اور اس کا پیچھا کیا جریح پیٹھ پھرا کے بھاگا اور اس بات سے ڈرا کہ علیؑ اس تک پہنچ جائیں گے تو وہ درخت خُرما پر چڑھ گیا اور علیؑ بھی اس کے نشانات قدم پر چڑھتے چلے گئے جب وہ اس کے قریب پہنچے تو جریح نے خود کو کھجور کے درخت سے نیچے گرا دیا اس کی شرم گاہ کھل گئی تو اس کے پاس نہ تو مردوں کی کوئی علامت تھی اور نہ ہی عورتوں کی نشانی علیؑ یہ دیکھ کر نبی اکرمؐ کی خدمت میں واپس ہوئے اور ان سے کہا یا رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب آپ نے مجھے اس کام پر مامور کیا تھا تو میں اس میں ایسا تھا جیسا گرم کیل گوبر میں ٹھوک دی جائے آپ فرمایئے میں وہ کام کر گزروں یا اس بات کا ثبوت فراہم کروں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ تم ثبوت فراہم کرو تو علی علیہ السّلام نے فرمایا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے جریح کے پاس نہ تو مردوں کی علامت ہے اور نہ ہی عورتوں کی علامت ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا خدا کا شکر ہے کہ جس نے ہم اہل بیتؑ سے برائی کا رخ پھیر دیا ہے۔[۲]

اور یہ روایت وہ ہے جسے قمی نے سورۂ حجرات کی آیت ...اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا ... (الحجرات ۶) کے ذیل میں دوسری عبارت میں بیان کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے۔

اس میں یہ اضافہ ہے کہ جریح رسول اللّٰہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے دریافت کیا تم کیوں آئے ہو؟ اس نے کہا یا رسول اللّٰہؐ قبطی لوگ اپنی عزت وحشمت اور جو ان کے خاندان میں داخل ہوتا ہے اس کی عزت وحرمت کو ملحوظ رکھتے ہیں اور قبطی لوگ صرف قبطیوں سے مانوس ہوتے ہیں مجھے ماریہ قبطی کے والد نے بھیجا ہے کہ میں ماریہ کے پاس رہوں اس کی خدمت کروں اور اسے مانوس رکھوں۔[۳]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں اگر یہ روایت درست ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی علیہ السّلام کو جریح کی

(۱) جوامع الجامع، ج ۳، ص ۹۸ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۹۹-۱۰۰ (۳) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۳۱۹

طرف روانہ کیا تھا تا کہ حق ظاہر ہو جائے اور برائی کا رخ پھر جائے اور آنحضرت کو علم تھا کہ علی اسے قتل نہیں کریں گے اور صرف حضرت عائشہؓ کے کہنے پر آنحضرتؐ نے جریح کے قتل کا حکم صادر نہیں کیا۔

اور اس امر کی طرف رہنمائی کرتا ہے جسے قمی نے روایت کیا ہے سورۂ حجرات میں امام صادق علیہ السّلام سے کہ آپ سے دریافت کیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبطی کے قتل کا حکم دے دیا تو کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم تھا کہ عائشہؓ نے غلط الزام لگایا ہے یا معلوم نہیں تھا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؑ کے ثابت کرنے پر قبطی کے قتل کو ختم کر دیا تھا تو امام علیہ السّلام نے فرمایا ہاں خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پورا علم تھا اور اگر رسول اللہ کا ارادہ یہ ہوتا کہ علیؑ اسے قتل کر دیں تو علیؑ کبھی بھی بغیر قتل کیے واپس نہ آتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا اس لیے کہا کہ حضرت عائشہؓ اپنے گناہ سے توبہ کرلیں تو وہ واپس نہیں ہوئیں اور نہ ہی ان کے جھوٹ کی وجہ سے ایک مسلمان کا قتل ان کی گردن پر آیا۔[1]

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۳۱۹

لَوْ لَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّ قَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۲﴾

لَوْ لَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۳﴾

وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۴﴾

اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّ هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ﴿۱۵﴾

---

(۱۲) آخر ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم لوگوں نے یہ جھوٹ سنا تھا تو مومنین اور مومنات اپنوں کی نسبت اچھا گمان رکھتے اور یہ کہہ دیا ہوتا یہ تو صریحی بہتان ہے۔

(۱۳) وہ لوگ اپنے الزام کے ثبوت میں چار گواہ کیوں نہ لائے جبکہ وہ گواہ نہیں لائے تو اللہ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں۔

(۱۴) اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت دنیا اور آخرت میں نہ ہوتی تو تم لوگ جن باتوں میں پڑ گئے تھے اس کی پاداش میں تم پر عذاب عظیم آتا۔

(۱۵) یاد کرو جب تم اپنی زبانوں سے اس بات کا چرچا کر رہے تھے اور اپنے منہ سے وہ بات کہہ رہے تھے جس کا تمھیں کچھ علم نہ تھا تم اسے ایک معمولی بات سمجھ رہے تھے اور اللہ کے نزدیک یہ ایک سنگین مسئلہ تھا۔

---

(۱۲) لَوْ لَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا

آخر ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم لوگوں نے یہ جھوٹ سنا تھا تو مومنین اور مومنات اپنوں کی نسبت اچھا گمان رکھتے۔

وَّ قَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ اور کہہ دیا ہوتا یہ تو صریحی بہتان ہے۔

جس طرح وہ شخص یقینی طور سے کہتا ہے جو حالات سے واقفیت رکھتا ہے اور اس عبارت میں خطاب سے غیبت کی طرف عدول کیا تا کہ سرزنش میں تاکید کی جائے اور اس بات کی طرف توجہ دلائی جائے کہ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ مومنین سے خیر کا گمان رکھیں اور ان کے بارے میں طعن و تشنیع سے باز رہیں اور ان مومنین سے طعنہ

زنوں کو دور رکھیں جس طرح وہ انھیں خود سے دور رکھتے ہیں۔

(۱۳) لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ

وہ لوگ اپنے الزام کے ثبوت میں چار گواہ کیوں نہ لائے کاش لے آتے۔

فَاِذْلَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ

جبکہ وہ گواہ لے کر نہیں آئے تو اللہ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں۔

کہا گیا ہے کہ یہ علاحدہ جملہ ہے یا وہ اس بات کو بیان کرنے کے لیے ہے کہ وہ جھوٹے ہیں اس لیے جس کے پاس کوئی حجت نہیں ہے تو وہ اللہ کے نزدیک جھوٹا ہے یعنی اس کے حکم میں ہے۔ لہٰذا اس پر حد مرتب ہوگی۔[1]

(۱۴) وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت دنیا اور آخرت میں نہ ہوتی اور لفظ ''لولا'' وجودِ غیر کے سبب امتناع شے کے لیے آتا ہے۔

اس عبارت کا مفہوم یہ ہوگا کہ اگر دنیا میں تم پر اللہ کا فضل نہ ہوتا ان انواع و اقسام کی نعمتوں کے ذریعے جن میں سے توبہ کی مہلت دینا بھی ہے اور آخرت میں عفو و مغفرت کے ذریعے اس کی رحمت بھی ہے جو اس نے تمھارے لیے مقرر کر رکھی ہے۔

لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ

تو تم لوگ جن باتوں میں پڑ گئے تھے اور ملوث ہو گئے تھے اس کے پاداش میں تم پر عذاب عظیم آتا۔

ایسا عذاب جس کے سامنے لعنت و ملامت اور کوڑے کی سزا بھی ہیچ ہو جاتی ہے۔

(۱۵) اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ یاد کرو جب تم اپنی زبانوں سے اس بات کا چرچا کر رہے تھے۔

اس کے بارے میں سوال کر کے تم ایک دوسرے سے وہ بات حاصل کر رہے تھے۔

وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ اور اپنے منہ سے وہ بات کہہ رہے تھے۔

جس میں دل کی کوئی مدد شامل نہ تھی۔

مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ جس کا تمھیں کچھ علم نہ تھا۔

وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ

اور تم اسے ایک معمولی بات سمجھ رہے تھے اور وہ اللہ کے نزدیک ایک سنگین مسئلہ تھا۔

تم سمجھ رہے تھے کہ یہ آسان ہے معمولی ہے اس کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوگا حال آں کہ وہ درحقیقت بوجھ اور وزن کے لحاظ سے سنگین تھا آہستہ آہستہ عذاب کے اعتبار سے عظیم تھا یہ تین ایسے گناہ تھے جو مترتب تھے جس سے عذاب عظیم کا تعلق تھا۔

---

(۱) بیضاوی نیز انوار التنزیل، ج ۲، ص ۱۲۰

وَ لَوْ لَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا یَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ۫ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۶﴾

یَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖۤ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۷﴾

وَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ﴿۱۸﴾

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۙ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾

وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ وَ اَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲۰﴾

(۱۶) ایسا کیوں نہ ہوا کیوں نہ تم نے اسے سنتے ہی کہہ دیا ہمارے لیے مناسب نہیں کہ ہم اس بارے میں بات کریں۔ سبحان اللہ یہ تو ایک عظیم بہتان ہے۔

(۱۷) اللہ تمھیں نصیحت کرتا ہے آئندہ کبھی اس جیسی حرکت نہ کرنا اگر تم مومن ہو۔

(۱۸) اللہ تمھارے لیے آیات کو واضح طور سے بیان کرتا ہے اور اللہ علیم وحکیم ہے۔

(۱۹) جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ صاحبانِ ایمان میں فحش پھیلے، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے، اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

(۲۰) اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی (تو بہتان لگانے والوں پر فوراً عذاب آجاتا) اور بہ تحقیق اللہ بڑا مہربان نہایت مشفق ہے۔

(۱۶) وَ لَوْ لَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا یَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا

اور ایسا کیوں نہ ہوا اسے سنتے ہی تم نے یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمارے لیے مناسب اور درست نہ تھا کہ ہم اس بارے میں کوئی بات کریں۔

سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِیْمٌ

سبحان اللہ یہ تو ایک عظیم بہتان ہے۔

جو ایسی بات کہہ رہا ہے اس شخص کے بارے میں تعجب ہے اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ پر تعجب کرنے والے کے نزدیک پاک و پاکیزہ ہے کہ ایسی بات اسے کسی مشکل سے دوچار نہ کردے یا اللہ کی پاکیزگی اس لیے بیان کی جارہی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیوی کو فسق وفجور سے نسبت نہ دی جائے کیوں کہ بیوی کا فاجر قرار پانا

کفر کے برخلاف اُن سے روگردانی کا سبب نہ بن جائے۔

(۱۷) یَعِظُکُمُ اللّٰہُ اَنۡ تَعُوۡدُوۡا لِمِثۡلِہٖۤ اَبَدًا اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ

اللّٰہ تمھیں نصیحت کرتا ہے کہ آئندہ کبھی ایسی حرکت نہ کرنا اگر تم مومن ہو اس لیے کہ ایمان ان باتوں سے روکتا ہے اور اس جملے کے ذریعے برانگیختہ کرنا اور کھٹکھٹانا مقصود ہے۔

(۱۸) وَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمُ الۡاٰیٰتِ ؕ وَ اللّٰہُ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ

اور اللّٰہ تمھارے لیے آیات کو واضح طور سے بیان کرتا ہے اور اللّٰہ علیم وحکیم ہے وہ آیات جو شریعتوں اور محاسن آداب کی جانب رہنمائی کرتی ہیں تاکہ تم ان سے نصیحت حاصل کرو اور ادب سیکھو۔

عَلِیۡمٌ۔ اللّٰہ تمھارے تمام احوال کو بخوبی جانتا ہے۔

حَکِیۡمٌ۔ وہ اپنی تدبیروں میں باحکمت ہے۔

(۱۹) اِنَّ الَّذِیۡنَ یُحِبُّوۡنَ اَنۡ تَشِیۡعَ الۡفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا

جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ صاحبان ایمان میں فحش پھیلے۔

لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ۙ فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ

ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

وَ اللّٰہُ یَعۡلَمُ وَ اَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ

اللّٰہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

کتاب کافی، امالی اور تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ جو شخص مومن کے بارے میں کہے جو کچھ اس کی آنکھوں نے دیکھا ہو اور جو کچھ اس کے کانوں نے سنا ہے تو اس کا تعلق ان لوگوں سے ہے جن کے بارے میں اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ یُحِبُّوۡنَ... الایۃ۔[۱]

کتاب کافی میں امام موسیٰ الکاظم علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ان سے کہا گیا کہ میرے بھائیوں میں سے ایک شخص ہے اس کے بارے میں مجھے ایسی بات معلوم ہوتی ہے جو مجھے ناپسند ہے میں نے جب اس سے دریافت کیا تو وہ اس بات سے انکار کرتا ہے اور اس کے بارے میں نہایت معتبر لوگوں نے مجھے اطلاع دی ہے تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ تم اپنی سماعت اور بصارت کو اپنے بھائی کے بارے میں جھٹلا دو خواہ تمھارے پاس پچاس قسم کھانے والوں ہوں اور اگر تمھارا بھائی ایک بات کہے تو تم اس کی تصدیق کرو اور ان سب کو جھٹلا دو اور خبردار اس کے بارے میں ایسی باتوں کو شہرت نہ دو جس کے سبب اس پر کوئی الزام لگتا ہو اور اس کی مروت منہدم ہو جاتی ہو ورنہ تم ان لوگوں میں سے ہو جاؤ گے جن کے بارے میں اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

---

(۱) الکافی، ج ۲، ص ۲۵۷، ح ۲ والامالی شیخ صدوق، ص ۲۷۶، ح ۱۶ وتفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۰۰

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ...الایۃ۔[1]

امام صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص فحش باتوں کو شہرت دیتا ہے گویا کہ وہ اس فحش کا آغاز کر رہا ہے۔[2]

(۲۰) وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ

اور اگر اللّٰہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی (تو بہتان لگانے والے پر فوراً عذاب آ جاتا) دوبارہ احسان کا ذکر کیا ہے کہ اللّٰہ نے عذاب میں جلدی نہیں کی جو اس کی رحمت کا تقاضا تھا۔

حالاں کہ جرم نہایت عظیم تھا اور اس عبارت میں جواب کو محذوف کر دیا اس لیے کہ دوبارہ اسے بیان کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

اور بہ تحقیق اللّٰہ بڑا مہربان نہایت مشفق ہے۔

اس لیے کہ وہ تم پر عذاب نازل کرنے میں جلدی نہیں کرتا۔

(۱) الکافی، ج۸، ص۱۴۷، ح۱۲۵ (۲) الکافی، ج۲، ص۳۵۶، ح۲

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ ۭ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۱﴾
وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۠ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۭ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲﴾
اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۙ ﴿۲۳﴾
يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾

(۲۱) اے ایمان والو! تم شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو اور جو بھی شیطان کے نشانات قدم کا اتباع کرے گا تو وہ بے حیائی اور برے کام کا حکم دیتا ہے اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی ایک بھی کبھی پاک نہ ہوتا البتہ اللہ جسے چاہتا ہے پاک کر دیتا ہے اور اللہ سمیع اور علیم ہے۔

(۲۲) تم میں سے جو لوگ صاحبانِ فضل اور مرفہ الحال ہیں وہ اس بات کی قسم نہ کھائیں کہ وہ اپنے رشتے داروں، قرابت داروں، مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کی مدد نہ کریں گے انھیں معاف کر دینا چاہیے ان سے درگزر کرنا چاہیے کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمھاری مغفرت فرما دے اور اللہ تو بہت بخشنے والا اور مشفق ہے۔

(۲۳) جو لوگ پاک دامن، بے خبر مومن عورتوں پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا میں بھی لعنت ہے اور آخرت میں بھی اور ان کے لیے عذاب عظیم ہے۔

(۲۴) جس روز ان کی زبانیں، ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے خلاف ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔

(۲۱) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ

اے ایمان والو! تم شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو فحش کی اشاعت کے ذریعے۔

وَ مَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ

اور جو بھی شیطان کے نشاناتِ قدم کا اتباع کرے گا تو وہ بے حیائی اور برے کام کا حکم دیتا ہے۔

بِالْفَحْشَآءِ کا مفہوم ہے جس کا قبح (برائی) بہت زیادہ ہو۔

الْمُنْكَرِ کا مطلب ہے شریعت اور عقل جس بات کو تسلیم نہ کرے۔

وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا

اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی ایک کبھی پاک نہ ہوتا یعنی اگر توبہ کی توفیق نہ ملتی جو گناہوں کو مٹا دیتی ہے اور حدود کو جاری و نافذ کر کے جو گناہوں کو ختم کر دیتے ہیں تو تم میں سے کوئی بھی اپنے میل کچیل سے ہرگز آخری زمانے تک پاک صاف نہ ہوتا۔

وَّ لٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ

البتہ اللہ جسے چاہتا ہے پاک کر دیتا ہے اسے توبہ کے لیے آمادہ کر کے اور اس کی توبہ قبول کر کے۔

وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ

اور اللہ سمیع و علیم ہے۔

اللہ ان کی تمام باتوں کو سن رہا ہے اور ان کی نیتوں کو اچھی طرح جانتا ہے۔

(۲۲) وَ لَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَ السَّعَةِ

اور تم میں سے جو لوگ صاحبانِ فضل اور مرفہ الحال ہیں وہ اس بات کی قسم نہ کھائیں۔

وَ لَا يَاْتَلِ اور قسم نہ کھائیں یہ لفظ اَلِيَّة بروزن فَعِيْلَة ہے جس کے معنی ہیں قسم یا اس کا مفہوم ہوگا کوتاہی نہ کی جائے تو ایسی صورت میں یہ لفظ ''الو'' سے مشتق ہوگا۔

اُولُوا الْفَضْلِ کے معنی ہیں دولت مند۔

وَ السَّعَةِ کے معنی ہیں جس کے مال میں وسعت ہو۔

اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

کہ وہ اپنے رشتے داروں، قرابت داروں، مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کی مدد کریں گے۔

کتاب جوامع میں ہے کہ یہ آیت صحابہ کی اس جماعت کے بارے میں نازل ہوئی جنھوں نے یہ قسم کھائی تھی کہ جو بھی ''افک'' کے بارے میں کچھ کہے گا اسے صدقات و خیرات نہیں دیں گے اور نہ ہی ان سے مواسات (ہمدردی) کریں گے۔[1]

وَ لْيَعْفُوْا وَ لْيَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ

انھیں معاف کر دینا چاہیے ان سے درگزر کرنا چاہیے کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمھاری مغفرت فرما دے۔

---

(۱) جوامع الجامع، ج ۳، ص ۱۰۰

وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

اور اللّٰہ تو بہت بخشنے والا اور نہایت مشفق ہے۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ اولوالقربیٰ سے رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت داری مراد ہے۔ اللّٰہ فرما رہا ہے تم ایک دوسرے کو معاف کردو اور تم ایک دوسرے سے درگزر کرو اگر تم نے ایسا کیا تو اللّٰہ تعالیٰ کی رحمت تمھارے لیے ضرور ہوگی اللّٰہ تعالیٰ فرما رہا ہے ... اَلَا تُحِبُّوْنَ ... الخ۔[1]

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے ... وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ... یہ بھی ایک قرأت ہے۔[2]

اور کتاب مناقب میں سورۂ مومنون کی آیت ۶۲ ... وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ ... کی تفسیر میں پہلے اس آیت کی تفسیر بیان کی جا چکی ہے۔[3]

(۲۳) اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ

بے شک جو لوگ پاک دامن، بے خبر مومن عورتوں پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں۔

الْمُحْصَنٰتِ پاک دامن عورتیں۔

الْغٰفِلٰتِ وہ عورتیں جو زنا کی تہمت کے بارے میں بے خبر ہیں۔

الْمُؤْمِنٰتِ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والی عورتیں۔

لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۪ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ

جس طرح ان لوگوں نے ان عورتوں پر طعن و تشنیع کی ہے۔

ان پر دنیا اور آخرت دونوں میں لعنت ہے اور ان کے لیے عذاب عظیم ہے اس لیے کہ ان کا گناہ بھی عظیم۔

(۲۴) يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَ اَيْدِيْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ

جس روز ان کی زبانیں، ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے خلاف ان کے اعمال کی گواہی دیں گے اللّٰہ تعالیٰ ان کی مرضی کے بغیر ان اعضائے جسمانی کو قوت گویائی عطا کرے گا۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۰۰

(۲) مجمع البیان، ج ۷۔۸، ص ۴۳۳

(۳) المناقب ابن شہر آشوب، ج ۴، ص ۱۵۸، ذیل آیت ۶۲ سورۂ مومنون

يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ﴿۲۵﴾
اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَ الطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَ الطَّيِّبُوْنَ
لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۶﴾ ع
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا
عَلٰٓى اَهْلِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾
فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَ اِنْ قِيْلَ لَكُمُ
ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۲۸﴾

(۲۵) جس دن اللہ ان کا پورا پورا ٹھیک بدلہ دے دے گا جس کے وہ مستحق ہیں اور وہ جان لیں گے کہ اللہ ہی حقِ مبین (واضح) ہے۔

(۲۶) خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لیے اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لیے اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے ہیں ان کا دامن ان کی من گھڑت باتوں سے پاک ہے ان کے لیے مغفرت اور رزق کریم ہے۔

(۲۷) اے ایمان والو! تم اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو حتیٰ کہ اجازت لے لو اور گھر والوں پر سلام کرو اسی میں تمھارے لیے بھلائی ہے ہوسکتا ہے تم نصیحت حاصل کرلو۔

(۲۸) پھر اگر وہاں کسی کو نہ پاؤ تو داخل نہ ہونا جب تک تمھیں اجازت نہ مل جائے اور اگر تم سے کہا جائے کہ واپس چلے جاؤ تو واپس لوٹ جاؤ یہ تمھارے لیے پاکیزہ طریقہ ہے اور تم جو کچھ کر رہے ہو اللہ اسے بخوبی جانتا ہے۔

(۲۵) يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ

جس دن اللہ ان کا پورا پورا ٹھیک بدلہ دے دے گا۔

دِيْنَهُمُ الْحَقَّ مفہوم ہے کہ مستحق کو ان کی جزا دے دی جائے گی۔

وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ

اور وہ امر کا مشاہدہ کر کے جان لیں گے کہ اللہ ہی حق مبین ہے۔

اَلْحَقُّ الْمُبِیْنُ کا مفہوم ہے عادلِ ظاہر، ایسا عدل جس کے حکم میں کسی قسم کا ظلم نہ ہو۔

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اعضا و جوارح مومن کے خلاف گواہی نہیں دیں گے البتہ اس کے لیے گواہ بنیں گے جس کے لیے عذاب کا واقع ہونا متعین ہو چکا ہے اور مکمل حدیث سورۂ نور کی آیت نمبر ۴ کے ذیل میں گزر چکی ہے۔[۱]

(۲۶) اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ

خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لیے، اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لیے ہیں۔

وَ الطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَ الطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ

اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے ہیں تفسیر مجمع البیان میں صادقین علیہما السّلام سے مروی ہے کہ جو خبیث عورتیں ہیں وہ خبیث مردوں کے لیے ہیں اور جو خبیث مرد ہیں وہ خبیث عورتوں کے لیے ہیں اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے ہیں۔ دونوں نے (یعنی صادقین علیہما السلام) فرمایا یہ آیت اللہ تعالی کے اس قول کی مانند ہے اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَۃً اَوْ مُشْرِکَۃً ... (النور ۳) مگر کچھ لوگوں نے اس قسم کی عورتوں سے شادی رچانی چاہی تو خداوند عالم نے انھیں اس عمل سے روک دیا اور اس عمل کو ان کے لیے ناپسندیدہ قرار دیا۔[۲]

اور کہا گیا ہے کہ خبیث اور پاکیزہ عورتوں سے مراد اقوال اور کلمات میں خبیث اور پاک ہونا مراد ہے۔[۳]

تفسیر قمی میں ہے فرمایا کہ کلام و عمل میں جو خبیث ہو وہ خبیث مردوں اور عورتوں کے لیے ہے وہ انھیں تسلیم کرتے ہیں اور ان کی تصدیق کرتے ہیں۔

اور جو پاکیزہ مرد اور عورتیں ہیں وہ پاک و پاکیزہ کلام اور عمل کو پسند کرتے ہیں۔[۴]

سورۂ انفال کی آیت نمبر ۳۷ کے ذیل میں اس آیت کی تفسیر سے متعلق اس سے قریب ایک روایت گزر چکی ہے۔[۵]

اُولٰٓئِکَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا یَقُوْلُوْنَ

ان کا دامن ان کی من گھڑت باتوں سے پاک ہے۔

یعنی جو پاک و پاکیزہ مرد ہیں اور جو پاک و پاکیزہ عورتیں ہیں۔

مِمَّا یَقُوْلُوْنَ جو کچھ وہ ان کے بارے میں کہتے ہیں یا اس بات سے پاک ہے کہ یہ لوگ بھی انھی جیسی باتیں کرنے لگیں۔

---

(۱) الکافی، ج ۲، ص ۳۲، ح ۱
(۲) تفسیر مجمع البیان، ج ۷-۸، ص ۱۳۵
(۳) انوار التنزیل، ج ۲، ص ۱۲۳
(۴) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۱۱
(۵) تفسیر صافی؛ ج ۳، ص

لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ

ان کے لیے مغفرت اور رزق کریم ہے۔

(۲۷) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا

اے ایمان لانے والو! تم اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو حتیٰ کہ اجازت لے لو۔

تَسْتَاْنِسُوْا کا مفہوم ہے تستاذنوا یعنی تم اجازت طلب کرلو یہ لفظ استیناس سے بنا ہے جس کے معنی ہیں ''الاستعلام'' معلومات حاصل کرنا من انس الشی اذا ابصرہ کسی شے سے مانوس ہوا یہاں تک کہ اسے دیکھ لیا۔ جس سے اجازت طلب کی جاتی ہے وہ حالت کو جانتا ہے اس پر واضح ہو جاتا ہے کہ کیا اس سے داخل ہونا مراد لیا گیا ہے؟ یا یہ لفظ استیناس سے مشتق ہے جو استیحاش (تنہائی محسوس کرنا، گھبرانا) کے مخالف ہے۔ اجازت طلب کرنے والا اجازت نہ ملنے پر گھبراتا اور ڈرتا ہے۔

وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا

اور گھر والوں پر سلام کرو۔

یعنی کہو السّلام علیکم کیا میں داخل ہو جاؤں۔

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ کسی شخص نے آپ سے اجازت طلب کی اور اس کے لیے کھنکھارا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک عورت سے کہا جس کا نام ''روضہ'' تھا تم اس کے پاس اٹھ کر جاؤ اور اس سے کہو کہ وہ کہے السّلام علیکم کیا میں داخل ہو جاؤں اس شخص نے یہ بات سن لی اور یہی کہا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم داخل ہو جاؤ۔[۱]

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے آپ سے سوال کیا کہ استیناس کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ انسان کا سبحان اللّٰہ، الحمدللّٰہ اور اللّٰہ اکبر کہنا اور گھر والوں کے لیے تَنَحْنُحْ (کھنکھارنا) کرنا۔[۲]

کتاب معانی اور قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا کہ استیناس کا مفہوم ہے جوتے کا زور سے مارنا اور سلام کرنا۔[۳]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ کوئی شخص جب باپ کے پاس جائے تو اجازت طلب کرے لیکن باپ کو بیٹے کے پاس جانے کے لیے اجازت کی کوئی ضرورت نہیں لیکن وہ شخص اپنی بیٹی اور بہن کے پاس اجازت طلب کرے گا اگر وہ شادی شدہ ہوں۔[۴]

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ کسی شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا میں اپنی ماں کے پاس

---

(۱) تفسیر مجمع البیان، ج ۷-۸، ص ۱۳۶ (۲) مجمع البیان، ج ۷-۸، ص ۱۳۵

(۳) معانی الاخبار، ص ۱۶۳، ح ۱ وقمی، ح ۲، ص ۱۰۱ (۴) الکافی، ج ۵، ص ۵۲۸، ح ۳

جانے کے لیے اجازت طلب کروں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں، اس نے کہا کہ اس کے پاس میرے علاوہ کوئی اور خدمت گزار نہیں ہے کیا جب بھی میں اس کے پاس جاؤں اجازت طلب کیا کروں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم اسے عریاں حالت میں دیکھنا پسند کرو گے؟ تو اس شخص نے جواب دیا نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لہٰذا اس سے اجازت طلب کیا کرو۔[1]

کتاب فقیہ میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اذن کا تعلق (بیت) گھروں سے ہے دار سے نہیں۔[2]

نوٹ: بَیْت اس گھر کو کہتے ہیں جہاں انسان رات بسر کرتا ہے یعنی رہائش گاہ جسے مکان کہا جاتا ہے اور دار عارضی گھر جیسے خانہ بدشوں کا ہوتا ہے آج یہاں اور کل وہاں۔

ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ

اسی میں تمھارے لیے بھلائی ہے ہوسکتا ہے تم نصیحت حاصل کرلو۔

یعنی استیذان (اجازت طلب کرنا) اور تسلیم (السّلام علیکم کہنا) تمھارے لیے بہتر ہے اس بات سے کہ تم اچانک داخل ہو جاؤ۔

کہا گیا ہے کہ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ کا مفہوم یہ ہے کہ ارادہ یہ ہے کہ تم نصیحت حاصل کرو اور وہ عمل انجام دو جس میں تمھاری بھلائی مضمر ہو۔[3]

(۲۸) فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ

پھر اگر وہاں کسی کو نہ پاؤ تو داخل نہ ہونا جب تک تمھیں اجازت نہ مل جائے۔

وَ اِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ

اور اگر تم سے کہا جائے کہ وہ واپس چلے جاؤ تو واپس لوٹ جاؤ یہ تمھارے لیے پاکیزہ طریقہ ہے اور خبردار اصرار نہ کرنا۔

وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ اور تم جو کچھ کر رہے ہو اللّٰہ اسے بخوبی جانتا ہے۔

---

(۱) تفسیر مجمع البیان، ج ۷-۸، ص ۱۳۵

(۲) من لایحضرہ الفقیہ، ج ۳، ص ۱۵۴، ح ۶۷۷

(۳) انوار التنزیل، ج ۲، ص ۱۲۳

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۲۹﴾

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴿۳۰﴾

---

(۲۹) البتہ تم پر کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ تم ایسے گھروں میں داخل ہو جاؤ جہاں کوئی رہتا نہیں جس میں تمھاری منفعت کا سامان ہو اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جسے تم چھپاتے ہو۔

(۳۰) اے نبی آپ مومن مردوں سے فرما دیجیے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں ور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اس سے باخبر ہے۔

---

(۲۹) لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ

البتہ تم پر کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ تم ایسے گھروں میں داخل ہو جاؤ جہاں کوئی رہتا نہیں جس میں تمھاری منفعت کا سامان ہو۔

مَتَاعٌ لَّكُمْ تمھاری منفعت کا سامان ہو جیسے گرمی اور سردی سے حفاظت اور لوگوں کی پناہ گاہ اور معاملات طے کرنے کے لیے وہاں بیٹھنا۔ تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ان سے مراد حمّام، دکان اور چکیّاں ہیں جہاں بغیر اجازت کے داخل ہو سکتے ہیں۔[۱]

وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا تَكْتُمُوْنَ اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جسے تم چھپاتے ہو۔

وعید (دھمکی، ڈراوا) ہے اس شخص کے لیے جو کسی جگہ داخل ہو فساد کی غرض سے یا شرم گاہ پر نظر کرنے کے لیے۔

(۳۰) قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ

اے نبی آپ مومن مردوں سے فرما دیجیے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔

وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ

اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اس نظر سے جسے حرام قرار دیا گیا ہے۔

ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے۔

یہ زیادہ ظاہر ہے اس لیے اس میں شک و شبہے سے دوری ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ وہ جو کچھ کرتے ہیں اللہ اس سے باخبر ہے۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۰۱

وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ يَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۪ وَ لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۪ وَ لَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ؕ وَ تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۳۱

---

(۳۱) اور اے نبی آپ مومن عورتوں سے فرما دیجیے کہ وہ اپنی نظریں جھکا کر رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں بجز اس کے جو خود ظاہر ہو جائے اور اپنی اوڑھنیاں اپنے سینوں پر ڈالے رکھیں اور اپنا اپنا بناؤ سنگھار ظاہر نہ کریں مگر ان لوگوں کے سامنے یعنی اپنے شوہروں، اپنے باپ، اپنے شوہروں کے باپ، اپنے بیٹوں، شوہروں کے بیٹے، اپنے بھائی، اپنے بھائیوں کے بیٹے، اپنی بہنوں کے بیٹے، اپنے میل جول کی عورتیں یا مملوک (کنیزیں) نوکر چاکر جو عورتوں سے رغبت نہ رکھتے ہوں۔ یا وہ بچے جو ابھی عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف نہ ہوں عورتوں کو چاہیے کہ وہ اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلا کریں کہ جو زینت انھوں نے چھپا رکھی ہے اس کا لوگوں کو علم ہو جائے۔ اے مومنو! تم سب مل کر اللہ سے توبہ کرو توقع ہے کہ تم فلاح پا جاؤ گے۔

---

(۳۱) وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ

اور اے نبیؐ آپ مومن عورتوں سے فرما دیجیے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔

وَ يَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ

اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے قرآن کی جن آیتوں میں فروج (شرم گاہوں) کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان کا تعلق زنا سے ہے سوائے اس آیت کے کیوں کہ اس کا تعلق نظر سے ہے۔ کسی مرد مومن کے لیے

یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کی شرم گاہ کی طرف نظر کرے اور نہ ہی کسی عورت کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنی بہن کی شرم گاہ کو دیکھے۔[۱]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے آپ ایک حدیث میں بیان فرما رہے تھے کہ اعضا و جوارح پر ازروئے ایمان کیا فرض ہے اور آنکھ پر یہ فرض ہے کہ وہ اسے نہ دیکھے اللّٰہ نے جس کو دیکھنا حرام قرار دیا ہے اور اس سے روگردانی کرے اللّٰہ نے جس سے منع فرمایا ہے جو اس کے لیے حلال نہیں ہے اور وہ اس کا عمل ہے اور اس کا تعلق ایمان سے ہے۔ اللّٰہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا **قل للمومنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم** اللّٰہ نے مومنین کو منع فرمایا ہے کہ ان کی شرم گاہوں پر نظر کریں اور یہ کہ کوئی شخص اپنے بھائی کی شرم گاہ کو دیکھے اور یحفظ فرجہ کا مفہوم ہے کہ اس کی طرف دیکھے اور فرمایا ...**قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِھِنَّ وَ یَحْفَظْنَ فُرُوْجَھُنَّ**... اور اللّٰہ تعالیٰ نے مومن عورتوں کو منع فرما دیا ہے کہ وہ اپنی بہن کی شرم گاہ پر نظر کریں اور **تحفظ فرجھا** سے مراد ہے کہ اس کی طرف نگاہ کرے اور فرمایا کہ قرآن میں جہاں بھی ''**حفظ الفرج**'' شرم گاہ کی حفاظت کی بات آتی ہے تو اس کا تعلق زنا سے ہے سوائے اس آیت کے اس کا تعلق صرف نظر سے ہے۔[۲]

امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ مدینہ منورہ میں انصار کے ایک جوان نے ایک عورت کو دیکھا اور ان دنوں عورتیں کانوں کے پیچھے مقنع پہنتی تھیں اس جوان نے اس کی طرف دیکھا اور وہ سامنے سے آ رہی تھی جب وہ وہاں سے گزری اس نے اس عورت کی طرف دیکھا اور ایک گلی میں داخل ہوا جس کا نام بنی فلان کے نام پر کھا گیا تھا وہ اس عورت کے پیچھے کی طرف دیکھنے لگا اور اس کا چہرہ یک دیوار تک چلا گیا جس میں ہڈی ابھری ہوئی تھی یا شیشہ لگا ہوا تھا اس کا چہرہ پھٹ گیا جب عورت چلی گئی تو اس نے کیا دیکھا کہ خون اس کے کپڑے اور سینے پر بہہ رہا ہے اس نے کہا خدا کی قسم میں رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور انھیں اس بارے میں بتلاؤں گا امام علیہ السّلام نے فرمایا وہ شخص آیا تو رسول اللّٰہ نے اسے دیکھ کر فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ تو اس نے پورا ماجرا رسول کو سنایا تو اس وقت جبرئیل یہ آیت لے کر نازل ہوئے۔[۳]

وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا

اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں بجز اس کے کہ جو خود بخود ظاہر ہوئے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے اللّٰہ تعالیٰ کے قول۔

اِلَّا مَا ظَھَرَ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے امام عالی مقام نے فرمایا اس سے مراد ظاہری زینت ہے سرمہ اور انگوٹھی۔[۴]

اور ایک روایت میں ہے انگوٹھی اور ہاتھی دانت کے کنگن یا پازیب وغیرہ۔[۵]

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۰۱ (۲) الکافی، ج ۲، ص ۳۵-۳۶، ح ۱ کا ایک حصہ (۳) الکافی، ج ۵، ص ۵۲، ح ۵
(۴) الکافی، ج ۵، ص ۵۲۱، ح ۳ (۵) الکافی، ج ۵، ص ۵۲۱، ح ۴

میں (فیض کا ثانی) کہتا ہوں کہ قلب کے معنی میں کنگن کتاب جوامع میں معصومین سے مروی ہے۔

''اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا'' سے مراد دونوں ہتھیلیاں اور انگلیاں ہیں۔[۱]

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے اس آیت کے ذیل میں وارد ہوا ہے فرمایا اس سے مراد کپڑے، سرمہ، انگوٹھی، ہتھیلی کا خضاب اور کنگن وغیرہ۔ زینت تین طرح کی ہوتی ہے۔ (۱) لوگوں کے لیے زینت۔ (۲) محرم کے لیے زینت۔ (۳) شوہر کے لیے زینت جہاں تک لوگوں کے لیے زینت کا تعلق ہے اسے ہم بیان کر چکے ہیں اور محرم کے لیے جو زینت ہے وہاں ہار اور اس سے اوپر کی چیزیں ہیں اور ہاتھوں میں پہننے کے کنگن اور اس کے نیچے جو کچھ ہو اور خلخال (پازیب) اور جو اس سے نیچے ہو اور جہاں تک شوہر کے لیے زینت کا تعلق ہے تو بیوی کا پورا جسم اس کے لیے زینت ہے۔[۲]

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی گئی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا شوہر کے لیے عورت کی قمیض کے نیچے جو کچھ ہے اور بھائی اور بیٹے کے لیے قمیض کے اوپر جو کچھ ہے اور غیر ذی محرم کے لیے چار کپڑے ہیں قمیض دوپٹہ، چادر اور ازار (تہبند)۔[۳]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا مرد کے لیے عورت کی کس چیز پر نظر کرنا جائز ہے اگر وہ عورت نامحرم ہو تو امام علیہ السّلام نے فرمایا چہرہ، کلائی تک پورا ہاتھ اور دونوں قدم۔[۴]

اور امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اہل تہامہ (جو نجد سے آ کر حجاز کے شہروں میں بس گئے) کے سروں کے بال پر نظر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں اور عرب کے بدّو اور اہلِ سواد (حبشی) کُفّارِ عجم اس لیے کہ یہ لوگ منع کرنے پر بھی نہیں مانتے فرمایا اور دیوانی عورت اور وہ عورت جس کی عقل صحیح سالم نہ ہو تو ایسوں کے بال اور جسم کو دیکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے جب تک اس کا قصد نہ کیا جائے۔[۵]

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ذِمّی عورتوں کے بالوں اور ہاتھوں کو دیکھنے میں کوئی حرج نہیں۔[۶]

نوٹ: ذِمّی: اسلامی ریاست کا غیر مسلم باشندہ۔

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو کسی عورت سے شادی کرنا چاہتا ہے کیا اس کے بارے میں غور کر سکتا ہے اور اس کے پیچھے سے دیکھ سکتا ہے اور اس کے چہرے کو دیکھ سکتا ہے؟ تو امام علیہ السّلام نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں۔[۷]

اور ایک روایت میں ہے کہ کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ وہ عورت کے چہرے اور اس کی کلائیوں کو دیکھے اگر وہ

---

(۱) جوامع الجامع، ج ۳، ص ۱۰۳ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۰۱ (۳) مجمع البیان، ج ۷-۸، ص ۱۵۵
(۴) الکافی، ج ۵، ص ۵۲۱، ح ۲ (۵) الکافی، ج ۵، ص ۵۴۴، ح ۱ (۶) الکافی، ج ۵، ص ۵۲۴، ح ۱
(۷) الکافی، ج ۵، ص ۳۶۵، ح ۳

اس سے شادی کرنا چاہتا ہو۔[1]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ مُعْصَم بروزن منبر ہے کنگن پہننے کی جگہ اور دوسری روایت میں ہے اگر لذت کی بنا پر نہ ہو تو اس کے بال اور اس کے محاسن (بدن کے نظر آنے والے خوب صورت حصے) کو دیکھ سکتا ہے۔[2]

اور دوسری روایت میں ہے کہ وہ اسے مہنگے داموں خرید رہا ہے (لہٰذا دیکھ بھال کے خریدنا چاہیے۔)[3]

کتاب خصال میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین علیہ السّلام سے فرمایا اے علی پہلی نظر تمھارے لیے ہے اور دوسری نظر تمھارے خلاف ہے تمھارے لیے نہیں ہے۔[4]

اور ایک روایت میں ہے کہ کسی عورت پر پہلی نظر ڈالنا جائز ہے لیکن خبردار اسے دوسری نظر سے پیوست نہ کردو اور فتنوں سے بچنے کی کوشش کرو۔[5]

وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ

اور وہ اپنی اوڑھنیاں اپنے سینوں پر ڈالے رکھیں اپنی گردنوں کو چھپاتے ہوئے۔

وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ

اور اپنے بناؤ سنگھار کو ظاہر نہ کریں۔ مکرر بیان کیا ہے کہ زینت کا ظاہر کرنا کن لوگوں کے لیے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جائز ہے اور کن افراد کے لیے حلال نہیں ہے۔

اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ

مگر اپنے شوہروں کے لیے۔

اس لیے کہ زینت انھی کے لیے مقصود ہے اور ان کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی بیویوں کے پورے جسم پر نظر کر سکتے ہیں جیسا کہ بیان کیا گیا۔

اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ

اپنے باپ یا اپنے شوہروں کے باپ یا اپنے بیٹے یا اپنے شوہروں کے بیٹوں۔

اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ

یا بھائی یا بھائیوں کے بیٹے یا بہنوں کے بیٹے۔

اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ وہ کیا چیزیں ہیں جن پر لوگ نظر کر سکتے ہیں کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ آیا عورت کے دونوں ذراع (بازو ہاتھ سمیت کہنی تک کا حصہ) اس زینت میں سے ہیں اللہ تعالیٰ نے جس کے بارے میں فرمایا ہے وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا

---

(۱) الکافی، ج۵، ص۳۶۵، ح۲ (۲) الکافی، ج۵، ص۳۶۵، ح۵ (۳) الکافی، ج۵، ص۳۶۵، ح۲
(۴) الخصال، ص۳۰۶، ح۸۴ (۵) الخصال، ص۶۳۲، ح۱۰

فرمایا ہاں جو دوپٹّے کے نیچے ہے وہ زینت ہے اور جو کنگنوں کے نیچے ہے وہ زینت ہے۔[1]

اَوۡ نِسَآئِہِنَّ

یا اپنے میل جول کی عورتوں یعنی مومن عورتیں۔

کتاب کافی اور فقیہ میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا کہ عورت کے لیے مناسب نہیں ہے کہ یہودی اور عیسائی عورت کے سامنے اپنے آپ کو بے پردہ کرے ظاہر کرے اس لیے کہ وہ جو کچھ دیکھتی ہیں اسے اپنے شوہروں سے بیان کرتی ہیں۔[2]

اَوۡ مَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُہُنَّ

یا جو تمھارے قبضے میں ہوں یعنی مملوک (کنیزیں) اور غلام ایسا ہی تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے۔[3]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ مملوک (غلام) بال اور پنڈلی کو دیکھے۔[4]

اور دوسری روایت میں ہے کہ غلام اپنی مالکن کے بال اور پنڈلی کو دیکھ سکتا ہے۔[5]

اور ایک روایت میں ہے کہ اگر حالت امن میں تو اس کے بالوں کی طرف دیکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔[6]

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ عورت کے لیے جائز نہیں ہے کہ اس کے جسم کے کسی حصے پر نظر کرے سوائے بال کے لیکن یہ عمل عمداً انجام نہ ہونے پائے۔[7]

اَوِ التّٰبِعِیۡنَ غَیۡرِ اُولِی الۡاِرۡبَۃِ مِنَ الرِّجَالِ

یا وہ نوکر چاکر جو عورتوں سے رغبت نہیں رکھتے۔

اُولِی الۡاِرۡبَۃِ یعنی جو عورتوں کی حاجت وضرورت محسوس کرتے ہوں۔

الۡاِرۡبَۃِ کے معنی ہیں عقل اور رائے کی عمدگی۔

مِنَ الرِّجَالِ تفسیر قمی میں ہے کہ اس سے مراد وہ معدوم ہو جانے والا بوڑھا شخص ہے جسے عورتوں کی کوئی ضرورت نہ ہو۔[8]

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد وہ احمق شخص ہے جو عورتوں کے پاس

---

(۱) الکافی، ج۵، ص۵۲۰-۵۲۱، ح۱
(۲) الکافی، ج۵، ص۵۱۹، ح۵ و من لایحضرہ الفقیہ، ح۳، ص۳۲۶، ح۱۷۴۲
(۳) مجمع البیان، ج۷-۸، ص۱۳۸
(۴) الکافی، ج۵، ص۵۳۱، ح۲
(۵) الکافی، ج۵، ص۵۳۱، ح۳
(۶) الکافی، ج۵، ص۵۳۱، ح۴
(۷) الکافی، ج۵، ص۵۳۱، ح۴
(۸) تفسیر قمی، ج۲، ص۱۰۲

نہیں آتا۔[1]

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد احمق ابلہ کمزور عقل والا ہے جو کسی کا زیر نگیں ہو جو عورتوں کے قریب نہ آتا ہو۔[2]

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ تابع سے مراد وہ شخص ہے جو تمھارا اتباع اس لیے کرتا ہے تا کہ تمھارے کھانے میں سے اسے کچھ مل جائے۔ اسے عورتوں کی طرف کوئی رغبت نہیں ہوتی اور وہ کمزور عقل والا زیر نگیں ہوتا ہے۔[3]

کتاب کافی میں امام کاظم علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے ایک ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا جو فوطے رکھتا تھا اور وہ ان کی عورتوں کے پاس جاتا تھا انھیں وضو کراتا تھا اور ان کے بالوں کو دیکھتا تھا تو امام علیہ السّلام نے فرمایا نہیں۔[4]

اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ

یعنی ابھی انھیں اس امر کی تمیز حاصل نہیں ہوئی یہ لفظ لَمْ يَظْهَرُوْا الظھور سے ہے یعنی اطلاع اور معلومات۔ یا ابھی تک وہ ظہور کے اعتبار سے شہوت کی حدوں تک نہیں پہنچے ہیں یہاں پر ظہور بمعنی غلبہ ہے۔

وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ

اور عورتوں کو چاہیے کہ وہ اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلا کریں کہ جو زینت انھوں نے چھپا رکھی ہے اس کا لوگوں کو علم ہو جائے۔

اس کے پازیب بجنے لگیں تو لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اس نے پازیب پہن رکھے ہیں اور یہ لوگوں کے میلان کا سبب بن جائے۔

وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

اور اے مومنو! تم سب مل کر اللّٰہ سے توبہ کرو توقع ہے کہ تم فلاح پا جاؤ گے یعنی تمھیں سعادت دارین حاصل ہو جائے گی۔ اے مومنو! تم میں سے کوئی تفریط (کوتاہی، غفلت) سے خالی نہیں ہے بالخصوص خواہشات نفسانی سے باز رہنا۔

---

(۱) الکافی، ج۵، ص۵۲۳، ح۱

(۲) الکافی، ج۵، ص۵۲۳، ح۲

(۳) مجمع البیان، ج۷-۸، ص۱۳۸

(۴) الکافی، ج۵، ص۵۳۲، ح۲

وَ اَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَ الصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآئِكُمْ ؕ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۲﴾

وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ الَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ۖ وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ ؕ وَ لَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَ مَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۳﴾

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّ مَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۴﴾ ع

(۳۲) تم میں سے جو لوگ مجرد ہوں تم ان کے نکاح اپنے صالح غلاموں اور کنیزوں سے کر دو اگر وہ محتاج ہوں تو اللہ اپنے فضل سے انھیں غنی کر دے گا اور اللہ بڑی وسعت والا اور علیم ہے۔

(۳۳) اور جو نکاح کی طاقت نہ رکھتے ہوں انھیں پاک دامن رہنا چاہیے یہاں تک اللہ اپنے فضل سے انھیں غنی کر دے اور تمھارے لونڈی غلام جو مکاتبت کے خواہاں ہوں اگر تم ان میں کوئی بھلائی سمجھتے ہو تو انھیں (آزادی کی) تحریر لکھ کر دے دو اور تم انھیں اللہ کے اس مال میں سے بھی دو جو اللہ نے تمھیں دیا ہے اور تمھاری لونڈیاں اگر پاک دامن رہنا چاہتی ہوں تو اپنے دنیوی فائدے کے لیے انھیں قحبہ گری پر مجبور نہ کرو اور جو کوئی انھیں مجبور کرے تو بے شک انھیں مجبور کیے جانے کے بعد اللہ ان کے لیے غفور اور رحیم ہے۔

(۳۴) اور بلاشبہ ہم نے کھول کر بیان کرنے والی واضح آیات تمھاری طرف نازل کی ہیں اور تم سے پہلے گزرنے والی قوموں کی مثالیں بھی پیش کر چکے ہیں اور متقین کے لیے نصیحتیں بھی کر دی ہیں۔

(۳۲) وَ اَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَ الصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآئِكُمْ

تم میں سے جو لوگ مجرد ہوں اور تمھارے غلاموں اور کنیزوں میں جو صالح ہو تم ان کے نکاح کر دو۔

ایامی ایایم کا مقلوب ہے جو ایم کی جمع ہے اس سے مراد ہے غیر شادی شدہ افراد ہیں خواہ وہ مرد ہو یا عورت خواہ باکرہ ہو یا ثیبہ (اپنے شوہر سے جدا عورت موت یا طلاق کی وجہ سے) کہا گیا ہے صالحین سے اس

لیے مخصوص کیا کہ ان کے دین کی حفاظت زیادہ اہم ہے۔[1]

کہا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو نکاح کے قابل ہوں۔[2]

اِنۡ یَّکُوۡنُوۡا فُقَرَآءَ یُغۡنِہِمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ

اگر وہ محتاج ہوں تو اللہ انھیں اپنے فضل سے غنی کردے گا۔

جس کے بارے میں امید ہے کہ وہ نکاح سے فقر کے سبب منع کردے گا اس کا رد کیا گیا ہے۔

وَ اللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ

اور اللہ بڑی وسعت والا ہے اس کی نعمتیں ختم نہیں ہوتیں اور علیم ہے۔ وہ اپنی تقاضائے حکمت کے مطابق رزق کو بڑھاتا اور مقرر فرماتا ہے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے وہ اپنے آباء و اجداد سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے غریبی اور محتاجی کے خوف سے شادی کرنا ترک کردیا تو گویا کہ اس نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے سوءِ ظن رکھا اس لیے کہ خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے ... اِنۡ یَّکُوۡنُوۡا فُقَرَآءَ یُغۡنِہِمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ...[3]

اور امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور ان سے اپنی حاجت وضرورت بیان فرمائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم شادی کرلو اس نے شادی کرلی تو اس کے رزق میں وسعت ہوگئی۔[4]

(۳۳) وَلۡیَسۡتَعۡفِفِ الَّذِیۡنَ لَا یَجِدُوۡنَ نِکَاحًا

اور جو نکاح کی طاقت نہ رکھتے ہوں انھیں پاک دامن رہنا چاہیے۔ یعنی جن لوگوں کے پاس نکاح کرنے کے اسباب فراہم نہیں ہیں۔

حَتّٰی یُغۡنِیَہُمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ یہاں تک اللہ اپنے فضل سے انھیں غنی کردے۔

اس آیت کی تفسیر میں یہ مشہور ہے کہ انھیں چاہیے کہ وہ اپنی شہوت کو ہٹانے اور پاک دامنی حاصل کرنے کے لیے ریاضت کریں تاکہ ان کی شہوت کو تسکین مل جائے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

یا معشر الشبان من استطاع منکم الباہ فلیتزوّج ومن لم یستطع فعلیہ بالصّوم فانہ لہ وِجَاءٌ[5]

اے جوانو! تم میں سے جو بھی جماع کے لیے شادی کی استطاعت رکھتا ہو اسے چاہیے کہ وہ شادی کرلے

---

(۱) انوار التنزیل، ج ۲، ص ۱۲۵ (۲) انوار التنزیل، ج ۲، ص ۱۲۵

(۳) الکافی، ج ۵، ص ۳۳۰-۳۲۱، ح ۵ (۴) الکافی، ج ۵، ص ۳۳۰، ح ۲

(۵) مستدرک الوسائل، ج ۷، ص ۵۰۶-۵۰۷، ح ۸۷۶۲

اور جس میں استطاعت نہ ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ روزہ رکھے اس لیے کہ روزہ اس کی شہوت کو ختم کر دے گا۔

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ ''الباہ'' کا مفہوم ہے جماع کرنا اور وجاء کا مطلب یہ ہے کہ سانڈنی کو اتنا تیز دوڑایا جائے کہ اس کی شہوت جماع ختم ہو جائے۔ مراد یہ ہے کہ روزہ خواہش جماع کو اسی طرح ختم کر دیتا ہے جس طرح وجاء ختم کرتا ہے۔

کہا گیا ہے کہ پہلی آیت آئی ہے کہ مومن کو روکا نہ جائے اور مومنہ سے تزویج کو ختم نہ کیا جائے اور دوسری آیت ہے کہ فقیر و محتاج کو حکم دیا جائے کہ ترک نکاح پر صبر کرے اس سے بچانے کے لیے جسے حالتِ زواج نے تھکا دیا ہو لہٰذا ان دونوں میں کوئی تناقض نہیں ہے۔

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ پہلی آیت کو محمول کیا جائے عمومی نہی پر کہ فقر و فاقے کے خوف سے شادی کو ترک نہ کیا جائے جیسا کہ حدیث رہنمائی کرتی ہے کہ محتاجی کے خوف سے شادی کو ترک نہ کرو اور دوسری آیت کو محمول کیا جائے عفت و پاک دامنی پر اس فقر کے سبب جو موجود ہے اور خاص طور سے اس امر میں رکاوٹ ہے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا کہ وہ شادی کریں یہاں تک کہ اللہ انھیں اپنے فضل سے غنی بنا دے۔[۱]

اور ہو سکتا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہو کہ وہ لوگ پاکیزگی کو شادی کرنے اور شادی شدہ ہونے میں تلاش کرتے ہیں تو اس معنی کے اعتبار سے دونوں آیتیں ایک دوسرے کے موافق نظر آتی ہیں لیکن یہ تفسیر عدم وجدان سے مناسبت رکھتی الّا یہ کہ تکلف کیا جائے ممکن ہے کہ لفظ ''لا'' حدیث کی ابتدا میں گر گیا ہے اور علم اللہ کے پاس ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ

اور تمھارے لونڈی، غلام جو مکاتبت کے خواہاں ہوں۔

مکاتبہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے مملوک (غلام، کنیز) سے کہے کاتبتك علیٰ کذا میں نے اس شرط پر تم سے مکاتبت کی ہے یعنی میں نے اپنے اوپر یہ لازم کر لیا ہے کہ اگر تم اتنا مال مجھے ادا کرو گے تو میں تمھیں آزاد کر دوں گا۔

فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا

اگر تم ان میں کوئی بھلائی جانتے ہو تو تم انھیں (آزادی کی) تحریر لکھ کر دے دو۔

کتاب کافی اور تہذیب میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اگر تمھیں علم ہو کہ ان کے پاس مال ہے۔[۲]

اور ایک روایت میں ہے دین اور مال ہے۔[۳]

کتاب فقیہ میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ''خیر'' کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اشهدان لا اله الا

---

(۱) الکافی، ج ۶، ص ۱۸۷، ذیل حدیث نمبر ۹ و تہذیب الاحکام، ج ۸، ص ۲۶۸ ذیل حدیث نمبر ۹۷۵

(۲) الکافی، ج ۶، ص ۱۷۸، ح ۱۰ (۳) من لایحضرہ الفقیہ، ج ۳، ص ۷۸، ح ۲۷۸، باب ۵۰

اللہ واشھدان محمدا رسول اللہ کہے اور اس کے ہاتھ میں کوئی حرفت ہو جس سے اس کی کمائی ہوتی ہو یا وہ کوئی دوسرا کام انجام دیتا ہو۔[1]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے آپ سے ایسے غلام کے بارے میں سوال کیا گیا جس سے اس کا مالک مکاتبت کر رہا ہے اور وہ جانتا ہے کہ اس کے پاس نہ کم ہے اور نہ ہی زیادہ ہے تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ اسے چاہیے کہ وہ مکاتبت کرے خواہ وہ غلام لوگوں سے مانگ مانگ کر گزارہ کرتا ہو اور وہ مکاتبت سے اس لیے منع نہ کرے کہ اس کے پاس مال و دولت نہیں ہے کیوں کہ اللہ اپنے بندوں کو ایک دوسرے کے ذریعے سے رزق مہیا کرتا ہے اور مومن کی مدد کی جاتی ہے۔[2]

وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ

اور تم انھیں اللہ کے اس مال میں سے دو جو اللہ نے تمھیں دیا ہے۔

انھیں عطا کر دو جو کچھ تم نے ان سے کسی چیز کے بارے میں مکاتبت کی ہے۔

کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ تم وضع کرلو اپنے اس قرضے میں سے تم نہیں چاہتے کہ وہ کم ہو اور جو کچھ تم نے اپنے دل میں طے کرلیا ہے اس سے بڑھنے نہ پائے۔

تو سوال کیا گیا کہ وہ کس قدر ہوگا تو آپ نے فرمایا کہ امام محمد باقر علیہ السّلام نے ایک غلام سے چھ ہزار میں سے ایک ہزار وضع کرلیا۔

اور امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ تم یہ نہ کہو کہ میں مکاتبت کرتا ہوں پانچ ہزار پر اور ایک ہزار چھوڑ رہا ہوں لیکن تم نے اپنے دل میں جو نیت کی ہے اس پر نظر کرو اور اسے عطا کر دو۔[3]

وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا

اور تمھاری لونڈیاں اگر پاک دامن رہنا چاہتی ہوں تو انھیں قحبہ گری پر مجبور نہ کرو۔

لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

تا کہ تم (ان کے ذریعے سے) دنیاوی فائدے حاصل کرو۔

تفسیر قمی میں ہے کہ عرب کے باشندے اور قریش کنیزوں کو (لونڈیوں، باندیوں) کو خریدتے تھے اور ان پر بہت بھاری ٹیکس لگا دیتے تھے اور کہتے تھے کہ جاؤ زنا کرو اور پیسے کماؤ اللہ تعالیٰ نے انھیں اس سے منع فرمایا ہے۔[4]

وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

اور جو کوئی انھیں مجبور کرے تو بے شک انھیں مجبور کیے جانے کے بعد اللہ ان کے لیے غفور اور رحیم ہے۔

---

(۱) الکافی، ج ۶، ص ۱۸۹، ص ۱۷

(۲) الکافی، ج ۶، ص ۱۸۶-۱۷۸، ح ۷

(۳) مستدرک الوسائل، ج ۷، ص ۵۰۶-۵۰۷، ح ۸۷۶۲

(۴) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۰۲

تفسیر قمی میں ہے کہ اگر ان باندیوں کو اس امر پر مجبور کیا گیا تو ان سے کوئی مواخذہ نہیں کیا جائے۔[1]

امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ یہ آیت منسوخ ہو چکی ہے اور اسے منسوخ کیا ہے ...فَاِنْ اَتَیْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَیْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ... (النساء ۲۵)[2]

(۳۴) وَلَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ اٰیٰتٍ مُّبَیِّنٰتٍ

اور بلاشبہ ہم نے کھول کر بیان کرنے والی واضح آیات تمھاری طرف نازل کی ہیں۔

وَّ مَثَلًا مِّنَ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِیْنَ

اور تم سے پہلے گزرنے والی قوموں کی مثالیں پیش کر چکے ہیں اور متّقین کے لیے نصیحتیں بھی کر دی ہیں۔

وَّ مَثَلًا کے معنی ہیں عجیب وغریب قصے۔

مِّنَ الَّذِیْنَ ان جیسے لوگوں سے

لِّلْمُتَّقِیْنَ متقین سے اس لیے مخصوص کیا کہ وہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں۔

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۰۲

(۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۰۲

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّ لَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَ لَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۙ﴿۳۵﴾

فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَ يُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۙ﴿۳۶﴾

---

(۳۵) اللّٰہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق میں چراغ رکھا ہو، چراغ ایک فانوس میں ہو، فانوس ایسا ہو گویا چمکتا ہوا تارا اور وہ چراغ زیتون کے بابرکت درخت کے تیل سے روشن کیا جا رہا ہو جو نہ شرقی ہو نہ غربی یوں لگے کہ اس کا تیل خود بخود بھڑک اٹھے گا اگرچہ اسے آگ نے مَس نہ کیا ہو وہ نور بالائے نور ہے اللّٰہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی جانب ہدایت کر دیتا ہے اور اللّٰہ انسانوں کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے اور اللّٰہ ہر شے کا بخوبی علم رکھتا ہے۔

(۳۶) ایسے گھروں میں ہیں جن کے بارے میں اللّٰہ نے حکم دیا ہے کہ انھیں بلند کیا جائے اور ان میں اللّٰہ کا نام لیا جائے وہ وہاں صبح و شام اس کی تسبیح کرتے ہیں۔

---

(۳۵) اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اللّٰہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔

وہ فی نفسہ ظاہر ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین ہے ان سب کا ظاہر کرنے والا ہے۔

کتاب توحید میں امام رضا علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اللّٰہ آسمان والوں کے لیے ہادی ہے اور زمین والوں کے لیے ہادی ہے۔[1] فرمایا اور برقی کی روایت ہے کہ جو آسمانوں میں رہتے ہیں ان کے لیے ہادی ہے اور جو زمین کے ساکنین ہیں ان کے لیے بھی ہادی ہے۔[2]

مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق میں چراغ رکھا ہو۔

اس کے نور کی مثال جو عجیب الشان ہے ایک طاق جیسی ہے جس میں ایک چراغ رکھا ہوا ہو جو دبیز اور چمکدار ہو۔

اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اور چراغ شیشے سے بنے ہوئے فانوس میں رکھا ہوا ہو۔

---

(۱) التوحید، ص ۱۵۳، ح ۱، باب ۱۵۔ (۲) التوحید، ص ۱۵۳، ح ۱، باب ۱۵۔

اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ فانوس ایسا ہو گویا چمکتا ہوا تارا۔

دُری دُر کی طرف منسوب ہے یعنی موتی کی طرح روشن اور چمکدار یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ اپنی روشنی سے اندھیرے کو دور کر رہا ہے۔

يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّ لَا غَرْبِيَّةٍ

اور وہ چراغ زیتون کے ایک بابرکت درخت کے تیل سے روشن کیا جا رہا ہو جو نہ مشرقی ہو اور نہ مغربی۔

زیتون چراغ کی پہلی روشنی شجرۂ زیتون سے تعلق رکھتی ہے جس کے ان گنت فائدے ہیں اس لیے اس کی بتّی زیتون کے تیل سے سیراب ہوتی ہے۔ سورج اس کے اوپر وقفے وقفے سے پڑتا رہتا ہے بلکہ پورے دن زیتون کے درخت کی شعاع پڑتی رہتی ہے اسی وجہ سے اس کا پھل پکا ہوا اور اس کا تیل زیادہ صاف اور شفّاف ہوتا ہے۔

يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَ لَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ

یوں لگتا ہے کہ اس کا تیل خود بخود بھڑک اٹھے گا اگرچہ اسے آگ نے مس نہ کیا ہو یعنی وہ فی نفسہ بغیر آگ کے روشن رہے گا اس لیے کہ وہ چمک دار ہے اور اپنی دھیمی چمک کی زیادتی کے سبب روشنی دے رہا ہے۔

نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ وہ نور بالائے نور ہے۔

اس کا نور دگنا ہے اس لیے کہ چراغ کے نور کو بڑھانے میں تیل کی صفائی سُتھرائی اور قندیل کی چمک دمک ہے اور اس لیے بھی کہ طاق اس کی شعاؤں کو ضابطے میں لاتا ہے۔

يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ اللّٰہ جسے چاہتا ہے اس چمکدار نور کی طرف اُس کی ہدایت کر دیتا ہے۔

وَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ اور اللّٰہ انسانوں کے لیے مثال بیان کرتا ہے۔

معقول کو محسوس سے قریب کرنے کے لیے توضیح اور بیان کے ذریعے۔

کتاب توحید میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ یہ وہ مثال ہے جسے اللّٰہ تعالیٰ نے ہمارے لیے بیان کیا ہے۔[1]

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ... اللّٰہ آسمان اور زمین کا نور ہے اور وہ ایسا ہی ہے مَثَلُ نُوْرِهٖ۔ اس کے نور کی مثال حضرت محمدؐ ہیں كَمِشْكٰوةٍ طاق کی طرح فرمایا یہ حضرت محمد کا سینہ ہے فِيْهَا مِصْبَاحٌ اس میں چراغ ہے فرمایا اس میں علم کا نور ہے یعنی نبوت ہے... اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ... چراغ ایک فانوس ہے فرمایا علم رسول اللّٰہ قلب علی علیہ السّلام سے ظاہر ہوا ... اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ فرمایا وہ امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں جو نہ یہودی ہیں اور نہ عیسائی۔

يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَ لَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ... آگ کے مس کیے بغیر ہی اس کا تیل خود بخود بھڑک اٹھے گا فرمایا کہ آل محمد علیہم السّلام کے منہ سے کہے بغیر ہی علم باہر نکل آتا ہے نور بالائے نور یعنی ایک امام کے بعد دوسرا امام

(۱) التوحید، ص ۱۵۷، ح ۲، باب ۱۵

آئے گا۔[1]

اس مفہوم کی حامل دیگر روایات بھی ہیں۔[2]

کتاب کافی میں امام علیہ باقر علیہ السّلام سے ایک حدیث میں مروی ہے اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا ہے میں آسمانوں اور زمین کا ہادی ہوں اس علم کی مثال جو میں نے اسے عطا کیا ہے اور وہ میرا نور ہے جس سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے اس کی مثال ایک طاق جیسی ہے جس میں چراغ روشن ہے مشکاۃ محمد کا دل ہے اور مصباح ان کا نور ہے جس میں عِلم ہے اور اللّٰہ کا قول... اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ... فرما رہا ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ کی روح قبض کرلوں لہٰذا آپ کے پاس جو کچھ ہے وہ آپ وصی کے پاس رکھ دیں جس طرح چراغ کو طاق میں رکھا جاتا ہے۔

كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّیٌّ اے نبی آپ انھیں وصی کی فضیلت سے باخبر کر دیں... یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ... تو شجرۂ مبارکہ کی جڑ حضرت ابراہیم علیہ السّلام ہیں اور وہ اللّٰہ کا قول... رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ (ھود ۷۳) اے اہل بیت تم پر اللّٰہ کی رحمت اور برکتیں ہوں بے شک اللّٰہ لائق حمد اور بزرگ و برتر ہے) اور وہ اللّٰہ کا قول ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤی اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ۙ﴿۳۳﴾ ذُرِّیَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۳۴﴾

(بے شک اللّٰہ نے چن لیا آدم کو، نوح کو آلِ ابراہیم کو اور آل عمران کو تمام جہانوں پر یہ ایک دوسرے کی ذریت میں سے تھے اور اللّٰہ سمیع و علیم ہے (آل عمران ۳۳-۳۴)... لَّا شَرْقِیَّةٍ وَّ لَا غَرْبِیَّةٍ... فرمایا نہ تو تم یہودی ہو کہ مغرب سے پہلے نماز پڑھو اور نہ ہی نصاری ہو کہ سورج طلوع ہونے سے قبل پڑھو بلکہ تم ملت ابراہیمی پر ہو۔

اور اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا ہے مَا كَانَ اِبْرٰهِیْمُ یَهُوْدِیًّا وَّ لَا نَصْرَانِیًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ (آل عمران ۶۷) (ابراہیم نہ تو یہودی تھے اور نہ نصرانی بلکہ سچے مسلمان تھے اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے) اور اللّٰہ کا قول... یَّكَادُ زَیْتُهَا یُضِیْٓءُ... فرما رہا ہے جو اولاد تم سے جنم لے گی اس کی مثال اُس تیل کی طرح ہے جسے زیتون سے نکالا جاتا ہے وہ ایسے ہوں گے کہ نبوت کی بات کرتے ہوں گے اگرچہ ان پر فرشتہ نازل نہیں ہوا ہوگا۔[3]

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اس آیت کے بارے میں فرمایا... اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ... میں اللّٰہ نے اپنے نور سے آغاز کیا مَثَلُ نُوْرِهٖ اس کی ہدایت کی مثال قلبِ مومن میں كَمِشْكٰوةٍ فِیْهَا مِصْبَاحٌ ایک طاق جیسی ہے جس میں چراغ روشن ہے۔

مِشْكٰوةٍ سے مراد اندرونی حصہ ہے اور قندیل کا دل ہے اور مِصْبَاحٌ سے مراد نور ہے اور جو کچھ اللّٰہ نے اس کے میں قرار دیا ہے۔

یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ فرمایا الشجرۃ سے مراد ہے مومن ...زَیْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِیَّةٍ وَّ لَا غَرْبِیَّةٍ... یہ دونوں

---

(۱) التوحید، ص ۱۵۷، ح ۳، باب ۱۵ (۲) التوحید، ص ۱۵۸، ح ۴، باب ۱۵

(۳) الکافی، ج ۱، ص ۳۸۰-۳۸۱، حدیث نمبر ۵۷۴ کے ذیل میں۔

برابر ہیں ایک پہاڑ ہے جو مغربی نہیں یعنی اس کا کوئی مشرق نہیں اور مشرقی نہیں یعنی اس کا کوئی مغرب نہیں جب بھی سورج نکلتا ہے اس کے اوپر طلوع ہوتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو اسی کے اوپر غروب ہوتا ہے ... يَّكَادُ زَيْتُهَا ... یعنی قریب ہے کہ وہ نور جسے اللّٰہ نے اس کے دل میں قرار دیا ہے وہ روشن جائے اگرچہ اس نے کلام بھی نہ کیا ہو۔

نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ایک فریضہ کے بعد دوسرا فریضہ اور ایک سنت کے دوسری سنت ... يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ... فرمایا اللّٰہ تعالیٰ اپنے فرائض اور سنتوں کے لیے جس کی چاہتا ہے ہدایت کر دیتا ہے ... وَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ... فرمایا اور یہ وہ مثال ہے اللّٰہ تعالیٰ نے جسے مومن کے لیے بیان فرمایا ہے کہ مومن پانچ انوار میں متقلب ہوتا رہتا ہے اس کا مدخل (داخل ہونے کی جگہ) نور ہے اس کا مخرج (نکلنے کی جگہ) نور ہے اس کا علم نور ہے اس کا کلام نور ہے اور روزِ قیامت اس کا جنت کی جانب جانا نور ہے راوی نے کہا میں نے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے کہا کہ وہ لوگ کہتے ہیں نورِ رب کی مثال امام علیہ السّلام نے فرمایا سبحان اللّٰہ اللّٰہ کا کوئی مثل نہیں ہے کیا اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا نہیں فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ... (اللّٰہ کے لیے مثالیں بیان نہ کرو) (النحل: ۷۴)[۱]

(۳۶) فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَ يُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ یہ ایسے گھروں میں ہیں جن کے بارے میں اللّٰہ نے حکم دیا ہے کہ انھیں بلند کیا جائے اور ان میں اللّٰہ کا نام لیا جائے۔

یعنی یہ بعض گھروں میں طاق کی مانند ہے یا گھروں میں روشن ہے اللّٰہ نے حکم دیا ہے کہ ان کی تعظیم کی جائے اور ان میں اللّٰہ کا نام لیا جائے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ یہ بنی اکرم صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم کے خانہ ہائے اقدس ہیں۔[۲]

کتاب کافی اور اکمال میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ یہ انبیاء و مرسلین کے گھر ہیں نیز حکما اور ائمہ ہدی کے گھر ہیں۔[۳]

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے ہے کہ یہ انبیاء کے گھر ہیں اور علی علیہ السّلام کا گھر بھی انھی گھروں میں سے ہے۔[۴]

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ قتادہ نے ان سے کہا خدا کی قسم میں بارہا فقہاء کی بزم میں بیٹھا ہوں لیکن ان میں سے کسی کے سامنے میرے دل میں وہ اضطراب پیدا نہیں ہوا جو آپ کے حضور بیٹھ کر ہو رہا ہے تو امام علیہ السّلام نے ان سے فرمایا کیا جانتے ہو تم کہاں ہوں؟ تم بُيُوْتٍ کے سامنے ہو۔

اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ (آخر آیت تک) تم وہی ہو اور ہم وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں حکم دیا گیا ہے قتادہ نے ان سے کہا آپ نے سچ فرمایا اللّٰہ مجھے آپ پر فدیہ کردے خدا کی قسم یہ گھر پتھر اور مٹی کے نہیں ہیں۔[۵]

يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وہ وہاں صبح و شام اس کی تسبیح کرتے ہیں۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۰۳ (۲) الکافی، ج ۸، ص ۳۳۱، ح ۵۱۰

(۳) الکافی، ج ۸، ص ۱۱۹، ح ۹۲ و اکمال الدین و اتمام النعمہ، ص ۲۱۸، ح ۲، باب ۲۲

(۴) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۵۴ (۵) الکافی، ج ۶، ص ۲۵۶، ح ۱

رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ۬ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَ الْاَبْصَارُ ﴿۳۷﴾ قلا
لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَ يَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۸﴾
وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا وَّ وَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۳۹﴾

(۳۷) وہ لوگ ایسے ہیں جنھیں تجارت اور خرید وفرخت اللہ کا ذکر کرنے، نماز بجا لانے اور زکوۃ دینے سے غافل نہیں کرتی وہ لوگ اس دن سے ڈرتے ہیں جس کے ہول سے دل اور آنکھیں الٹ پلٹ ہو جائیں گی۔
(۳۸) تا کہ اللہ ان کے اعمال کی بہترین جزا دے اور اپنے فضل سے اس میں اضافہ کر دے اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔
(۳۹) اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا تو ان کے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے دشت بے آب میں سراب پیاسا جسے پانی سمجھ رہا تھا مگر جب وہاں پہنچا تو کچھ نہ پایا بلکہ اس نے وہاں اللہ کو موجود پایا جس نے اس کا پورا حساب چکا دیا اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

(۳۷) رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ

وہ لوگ ایسے ہیں جنھیں تجارت اور خرید وفرخت اللہ کا ذکر کرنے، نماز بجا لانے اور زکوۃ دینے سے غافل نہیں کرتی کتاب فقیہ میں اس آیت کے ذیل میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا کہ وہ لوگ تجارت پیشہ تھے جب نماز کا وقت آیا تو انھوں نے تجارت ترک کردی اور نماز کے لیے روانہ ہوگئے انھیں تجارت نہ کرنے والوں سے زیادہ اجر ملے گا۔[۱]

تفسیر مجمع البیان میں صادقین علیہ السّلام سے ایسی ہی روایت ملتی ہے۔[۲]

کتاب کافی میں روایت مرفوع ہے فرمایا کہ وہ ایسے تاجر حضرات ہیں... لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ... کہ جنھیں تجارت اور خرید وفروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی جب نماز کے اوقات آتے ہیں تو وہ ان اوقات میں اللہ نے جو ان پر جو فرض قرار دیا ہے اسے ادا کرتے ہیں۔[۳]

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ایک تاجر نے جو کچھ کیا تھا اس بارے میں امام علیہ السّلام سے

(۱) من لایحضرہ الفقیہ، ج ۳، ص ۱۱۹، ح ۴، باب ۶۱ (۲) مجمع البیان، ج ۷-۸، ص ۱۴۵ (۳) الکافی، ج ۵، ص ۱۵۴، ح ۲۱

سوال کیا گیا ان سے کہا گیا کہ وہ شخص نیکو کار ہے لیکن اس نے تجارت کو ترک کر دیا ہے تو آپ نے تین مرتبہ فرمایا یہ شیطانی عمل ہے کیا تمھیں معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اونٹوں یا گورخر کا وہ قافلہ جس پر کھانے پینے کا سامان لایا جاتا تھا جو شام سے آیا تھا اسے خریدا آپ نے اس سے نفع کمایا جس سے اپنا قرضہ ادا کر دیا۔ اور باقی ماندہ رقم رشتے داروں میں تقسیم کر دی۔ اللہ تعالی فرما رہا ہے رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ.. داستان گو کہتے ہیں کہ قوم کے وہ لوگ تجارت نہیں کرتے تھے وہ جھوٹے ہیں، البتہ وہ نماز کو ان کے مقررہ اوقات پر ادا نہیں کرتے تھے اور وہ شخص اس سے افضل ہے جو نماز میں حاضر ہو جائے اور اس نے تجارت نہیں کی۔[1]

يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَ الْاَبْصَارُ

وہ لوگ اس دن سے ڈرتے ہیں جس کے ہول سے دل اور آنکھیں الٹ پلٹ ہو جائیں گی۔

اتنے ذکر اور اطاعت کے باوجود بھی ہول سے ان کے دِل اور ان کی آنکھیں مضطرب اور متغیر ہوتی ہیں۔

(۳۸) لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَ يَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ

تا کہ اللہ ان کے اعمال کی بہترین جزا دے اور اپنے فضل سے اس میں اضافہ بھی کر دے۔

یعنی ان کے اعمال کے بدلے میں وہ چیزیں انھیں عطا کر دے گا جس کا وعدہ بھی نہیں تھا اور اور کبھی ان کے خیال میں بھی وہ چیز نہیں آئی تھی۔

وَ اللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

زیادہ دینے کی وضاحت ہے اور کمالِ قدرت نفاذ مشیت (مشیت کو نافذ کرنا) اور احسان کی وسعت سے متنبہ کرنا مقصود ہے۔

(۳۹) وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ

اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ان کے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے دشت بے آب میں سراب۔

قِيْعٌ ایسی زمین کو کہتے ہیں جو ہموار ہو۔

يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً پیاسا جسے پانی سمجھ رہا تھا۔

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا مگر جب وہاں پہنچا تو جیسا وہ سمجھ رہا تھا ویسا کچھ نہ پایا۔

وَّ وَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ بلکہ اس نے وہاں اللہ کو موجود پایا جو اس کا حساب لینا چاہتا تھا۔

فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ

جس نے اس کا پورا حساب چکا دیا اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے ایک کا حساب اسے دوسرے کے حساب سے غافل نہیں کرتا یہ مفہوم پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ روایت ہے کہ یہ آیت عتبہ بن ربیعہ بن امیہ کے بارے میں نازل ہوئی جو زمانہ جاہلیت میں عبادت کرتا تھا اور اس نے دین کا تقاضا کیا لیکن جب اسلام آ گیا تو اس نے کفر اختیار کر لیا۔[2]

(۱) الکافی، ج ۵، ص ۷۵، ح ۸ (۲) مجمع البیان ج ۷۔۸، ص ۱۴۶

اَوۡ كَظُلُمٰتٍ فِىۡ بَحۡرٍ لُّجِّىٍّ يَّغۡشٰهُ مَوۡجٌ مِّنۡ فَوۡقِهٖ مَوۡجٌ مِّنۡ فَوۡقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعۡضُهَا فَوۡقَ بَعۡضٍ ؕ اِذَاۤ اَخۡرَجَ يَدَهٗ لَمۡ يَكَدۡ يَرٰٮهَا ؕ وَمَنۡ لَّمۡ يَجۡعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوۡرًا فَمَا لَهٗ مِنۡ نُّوۡرٍ ﴿۴۰﴾

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَالطَّيۡرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدۡ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسۡبِيۡحَهٗ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌۢ بِمَا يَفۡعَلُوۡنَ ﴿۴۱﴾

وَلِلّٰهِ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الۡمَصِيۡرُ ﴿۴۲﴾

(۴۰) یا پھر اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک گہرے سمندر میں اندھیرا گھپ موج کے اوپر موج اور اس کے اوپر بادل تاریکی پر تاریکی مسلط ہو اگر آدمی اپنا ہاتھ نکالے تو اسے بھی نہ دیکھ سکے اور جس کے لیے اللہ نے نور نہیں بنایا اس کے لیے کوئی نور نہیں۔

(۴۱) کیا تم نے دیکھا نہیں کہ آسمان و زمین کے تمام ساکنین اللہ کی تسبیح میں مصروف ہیں اور یہ پرندے جو پر پھیلائے ہوئے محوِ پرواز ہیں ان میں سے ہر ایک کو علم ہے کہ اس کی نماز اور اس کی تسبیح کیا ہے اور یہ سب جو کچھ کر رہے ہیں، اللہ اسے اچھی طرح جانتا ہے۔

(۴۲) آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللہ کے لیے ہے اور اللہ کی طرف سب کی بازگشت ہے۔

---

(۴۰) اَوۡ كَظُلُمٰتٍ فِىۡ بَحۡرٍ لُّجِّىٍّ

یا پھر اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک گہرے سمندر میں اندھیرا گھپ۔

ظلمات کا عطف سراب پر ہے یا ''اَوۡ'' تخییر (انتخاب کرنا، پسند کرنا) کے لیے ہے اس لیے کہ ان کے اعمال لغو اور بے کار تھے ان کا کوئی فائدہ نہ تھا جیسے سراب (دھوکا) اور اس لیے بھی کہ وہ نورِ حق سے عاری تھے جیسے سمندر کی گہرائی اور امواج اور بادل سے مسلسل اندھیروں کا وجود یا لفظ ''اَوۡ'' نوعیت کی وضاحت کے لیے آیا ہے کہ اگر ان کے اعمال نیک اور اچھے ہوں تو سراب کی مانند ہیں اور اگر برے اور خراب ہوں تو ظلمات (اندھیروں) کی طرح ہیں۔

لُّجِّىٍّ کے معنی ہیں عمیق (گہرا) یہ لفظ لُجّ کی طرف منسوب ہے اور وہ سمندر کا بڑا حصہ ہے۔

يَّغۡشٰهُ مَوۡجٌ مِّنۡ فَوۡقِهٖ مَوۡجٌ

سمندر کو ڈھانپ لیا ہے موج بالائے موج نے یعنی امواج یکے بعد دیگرے اور تہہ بہ تہہ ہیں۔

مِّنۡ فَوۡقِهٖ مَوۡجٌ مِّنۡ فَوۡقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعۡضُهَا فَوۡقَ بَعۡضٍ اس کے اوپر بادل تاریکی پر تاریکی مسلط ہو۔

مِّنۡ فَوۡقِهٖ یعنی دوسری موج کے اوپر ڈھانپ دیا اور سحاب بادل ہیں جنھوں نے ستاروں کو ڈھانپ دیا ہے اور ان کی نورانیت کو پوشیدہ کر دیا ہے۔

اِذَاۤ اَخۡرَجَ یَدَهٗ لَمۡ یَكَدۡ یَرٰىهَا اگر آدمی اپنا ہاتھ نکالے تو اسے بھی نہ دیکھ سکے۔

جب وہ خود نہیں دیکھ سکتا تو دوسروں کو کیا دکھلائے گا۔

وَمَنۡ لَّمۡ یَجۡعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوۡرًا فَمَا لَهٗ مِنۡ نُّوۡرٍ اور جس کے لیے اللہ نے نور نہیں بنایا اس کے لیے کوئی نور نہیں۔

یعنی ہدایت جس کے نصیب میں نہیں ہے اور جس کے لیے اسباب ہدایت مہیا نہیں ہیں تو یہ اس کے برعکس ہے جسے توفیق حاصل ہے جو نور بالائے نور ہے۔

(۴۱) اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُسَبِّحُ لَهٗ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ

کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ آسمان و زمین کے تمام ساکنین اللہ کی تسبیح میں مصروف ہیں۔

وَالطَّیۡرُ صٰٓفّٰتٍ اور یہ پرندے جو پر پھیلائے ہوئے محوِ پرواز ہیں۔

صٰٓفّٰتٍ کا مفہوم ہے فضا میں ٹھہرے ہوئے ہیں اپنے پروں کو ہوا میں پھیلائے ہوئے ہیں۔

كُلٌّ قَدۡ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسۡبِیۡحَهٗ ان میں سے ہر ایک کو علم ہے کہ ان کی نماز اور اُن کی تسبیح کیا ہے؟

وَ اللّٰهُ عَلِیۡمٌۢ بِمَا یَفۡعَلُوۡنَ

اور یہ سب جو کچھ کر رہے ہیں اللہ اسے اچھی طرح جانتا ہے۔

کچھ اصحاب معرفت کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو اس لیے خلق فرمایا ہے کہ وہ اس کی تسبیح کریں لہٰذا اللہ نے انھیں گویا کیا کہ وہ اس کی تسبیح کریں اس کی توصیف کریں اور اس کے لیے سجدے کریں تو فرمایا اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُسَبِّحُ لَهٗ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَالطَّیۡرُ... الایہ (النور ۴۱) اور یہ بھی فرمایا اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یَسۡجُدُ لَهٗ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَنۡ فِی الۡاَرۡضِ وَ الشَّمۡسُ وَالۡقَمَرُ وَالنُّجُوۡمُ... (الحج ۱۸) کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ کے سامنے سجدہ ریز جو بھی زمین میں ہیں سورج، چاند اور ستارے بھی اور ان دونوں آیتوں میں اللہ اپنے نبی سے مخاطب ہوا ہے اور انھیں ان اجرام سماوی و ارضی کے سجدوں اور تسبیح کا مشاہدہ کرایا ہے اور فرمایا "اَلَمۡ تَرَ" اے نبی کیا آپ نے نہیں دیکھا یہ نہیں فرمایا اَلَمۡ تَرَوا اے لوگو! کیا تم نے نہیں دیکھا ہم نے جن چیزوں کا مشاہدہ نہیں کیا ہمارا ان پر ایمان ہے اور وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے عیان (نظر آنے والی) ہیں انھیں اللہ تعالیٰ ہر شے کے سجدوں کو دکھایا اور یہ کہ دکھایا کہ ہر شے اللہ کے سامنے جھکی ہوئی ہے اور ہر وہ شخص جسے اللہ نے یہ مشاہدہ کرایا ہے اور جس نے ان چیزوں کو دیکھا ہے وہ اس خطاب میں داخل ہے۔ یہ فطری تسبیح اور ذاتی سجود ہیں اور وہ اس تجلی سے جنم

لیتے ہیں جس نے انھیں جلوہ دکھایا اور انھوں نے اسے محبوب جانا لہٰذا بغیر کسی زحمت کے وہ ثنائے ربانی کرنے لگے بلکہ یہ سب کچھ ذاتی تقاضوں کے مطابق ہے اور یہ وہ عبادت ذاتیہ ہے اللّٰہ نے جس عبادت کے لیے انھیں تیار کیا اس حکم استحقاق کی بنیاد پر جس کا وہ مستحق ہے فرمایا یہ تسبیح زبان حال سے نہیں ہے جیسا کہ صاحب نظر اس کے لیے کہتے ہیں جس پر کشف نہیں ہوتا فرمایا اور ہم نے ایمان کے ساتھ ساتھ کشف کی چیزوں کا اضافہ کرلیا ہے ہم نے پتھروں کو اللّٰہ کا اس طرح ذکر کرتے ہوئے سنا ہے جیسے انھوں نے آنکھوں سے دیکھا ہو ایسی زبان سے جس گفتگو کو ہمارے کان سنتے ہیں اور وہ ہم سے اس طرح خطاب کرتے ہیں جیسے جلال خداوندی کی معرفت رکھنے والوں کا خطاب ہوتا ہے ہر انسان جس کا ادراک نہیں کرسکتا۔

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ اس سے پہلے سورۂ نحل اور سورۂ بنی اسرائیل میں اس مفہوم کی زیادہ وضاحت کی جاچکی ہے۔

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جب بھی خشکی یا تری میں یعنی سمندر میں کسی پرندے کا شکار کیا جاتا ہے یا کسی وحشی جانور کا شکار ہونا ہے تو اس کا سبب تسبیح الٰہی کو ترک کردینا ہے۔[1]

امیر المومنین علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اللّٰہ کا ایک فرشتہ ہے اس مرغ کی صورت میں جو ملیح ہے اور بھورے رنگ کا ہے شیر صفت اس کے پنجے ساتویں زمیں میں ہیں اور اس کی کلغی عرش کے نیچے ہے اس کے دو بازو ہیں ایک بازو مشرق میں اور دوسرا مغرب میں ہے جو مشرقی بازو ہے تو وہ برف کا بنا ہوا ہے اور جو مغرب میں وہ آگ سے بنا ہوا ہے جب نماز کا وقت آتا ہے تو وہ اپنے پنجوں کے بل کھڑا ہوجاتا ہے اور اپنی کلغی کو عرش کے نیچے بلند کرتا ہے پھر وہ اپنا ایک بازو اٹھا کر دوسرے پر مارتا ہے جس طرح تمھارے گھروں میں مرغ پروں کو جھٹکتے ہیں تو جو برف والا بازو ہے وہ آگ کو بجھا دیتا ہے اور جو آگ والا بازو ہے وہ برف کو پگھلا دیتا ہے پھر وہ بلند آواز میں پکارتا ہے اشهدان لا اله الا اللّٰه و اشهدان محمد اعبده ورسوله خاتم النبين وان وصيه خير الوصيّين (اور یہ کہ حضرت محمدؐ کے وصی بہترین وصی ہیں) سبوح قدوس رب الملائكه والروح (پاک و پاکیزہ ہے اللّٰہ جو فرشتوں اور روح القدس کا پروردگار ہے) تو اس وقت دنیا کے تمام مرغ اس کا جواب دیتے ہیں اس کی بات کو قبول کرتے ہیں اور اللّٰہ تعالیٰ کے قول ...وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ؕ... سے یہی مراد ہے۔[2]

کتاب توحید میں امام صادق علیہ السّلام سے ایسی ہی روایت موجود ہے۔[3]

(۴۲) وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ

آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللّٰہ کے لیے ہے اور اس کی طرف سب کی بازگشت ہے۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۰۷ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۰۶ (۳) التوحید، ص ۲۷۹، ح ۴، باب ۳۸

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزۡجِىۡ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيۡنَهٗ ثُمَّ يَجۡعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الۡوَدۡقَ يَخۡرُجُ مِنۡ خِلٰلِهٖ ۚ وَ يُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ جِبَالٍ فِيۡهَا مِنۡۢ بَرَدٍ فَيُصِيۡبُ بِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ وَيَصۡرِفُهٗ عَنۡ مَّنۡ يَّشَآءُ ؕ يَكَادُ سَنَا بَرۡقِهٖ يَذۡهَبُ بِالۡاَبۡصَارِ ؕ﴿۴۳﴾

يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيۡلَ وَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَعِبۡرَةً لِّاُولِى الۡاَبۡصَارِ ﴿۴۴﴾

وَ اللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنۡ مَّآءٍ ۚ فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّمۡشِىۡ عَلٰى بَطۡنِهٖ ۚ وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّمۡشِىۡ عَلٰى رِجۡلَيۡنِ ۚ وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّمۡشِىۡ عَلٰٓى اَرۡبَعٍ ؕ يَخۡلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ﴿۴۵﴾

---

(۴۳) کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اللہ بادلوں کو سبک رفتاری سے چلاتا ہے پھر انھیں باہم ملاتا ہے پھر انھیں تہہ بہ تہہ کر دیتا ہے پھر آپ دیکھتے ہیں کہ ان کے درمیان سے مینہ برستا ہے اور آسمان میں جمے ہوئے بادلوں کے پہاڑ سے وہ اولے نازل کرتا ہے جس تک چاہتا ہے اسے پہنچاتا ہے اور جس سے چاہے ان اولوں کو روک دیتا ہے۔ اس کی بجلی کی چمک اتنی تیز ہے کہ نگاہوں کو خیرہ کر رہی ہے۔

(۴۴) اللہ رات اور دن کا الٹ پھیر کر رہا ہے یقیناً اس میں صاحبانِ نظر کے لیے سامانِ عبرت ہے۔

(۴۵) اور اللہ نے ہر جان دار کو پانی سے پیدا کیا ہے ان میں سے وہ ہے جو اپنے شکم کے بل چلتا ہے اور ان میں سے وہ بھی ہے جو دو ٹانگوں پر چلتا ہے۔ اور کوئی چار ٹانگوں پر چل رہا ہے اللہ جو چاہتا ہے خلق فرماتا ہے۔ بے شک اللہ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔

---

(۴۳) اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزۡجِىۡ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيۡنَهٗ

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ بادلوں کو سبک رفتاری سے چلاتا ہے پھر انھیں باہم ملاتا ہے کہ وہ الگ الگ ٹکڑوں میں ہوتے ہیں پھر ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں۔

ثُمَّ يَجۡعَلُهٗ رُكَامًا پھر انھیں تہہ بہ تہہ کر دیتا ہے۔

فَتَرَى الۡوَدۡقَ يَخۡرُجُ مِنۡ خِلٰلِهٖ پھر آپ دیکھتے ہیں کہ ان کے درمیان سے مینہ برستا ہے۔

ودق کے معنی میں بارش خلال خلل کی جمع ہے یعنی شگاف۔

وَ یُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ جِبَالٍ فِیۡهَا مِنۡۢ بَرَدٍ

اور آسمان میں جمے ہوئے بادلوں کے پہاڑ سے وہ اولے نازل کرتا ہے۔

السماء سے مراد ہے بادل، ویسے جو بھی تمھارے اوپر بلند ہوا سے سما کہتے ہیں۔

مِنۡ جِبَالٍ بادلوں کے بڑے ٹکڑوں کو پہاڑ سے تشبیہ دی ہے اس لیے کہ وہ عظیم بھی ہیں اور جمے ہوئے بھی ہیں۔

فَیُصِیۡبُ بِهٖ مَنۡ یَّشَآءُ وَ یَصۡرِفُهٗ عَنۡ مَّنۡ یَّشَآءُ

جس تک چاہتا ہے اسے پہنچاتا ہے اور جس سے چاہے انھیں روک دیتا ہے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے وہ اپنے والد اور وہ امیر المومنینؑ سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خداوند عالم نے بادلوں کو بارش کے لیے چھلنی بنا دیا ہے وہ برف کو پگھلا کر پانی بنا دیتے ہیں تا کہ پہنچنے والی شے کے لیے تکلیف دہ نہ ہو اور تم جو اولے اور بجلیاں دیکھتے ہو یہ خداوند عالم کی جانب سے بدلہ اور سزا ہے اللہ اپنے بندوں میں جس تک چاہتا ہے اسے پہنچا دیتا ہے۔[۱]

اور کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اولے کو کھایا نہیں جاتا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے... یُصِیۡبُ بِهٖ مَنۡ یَّشَآءُ... (یونس ۱۰۷)[۲]

کتاب اہلیلجیہ میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ایک حدیث میں آپ نے ہواؤں کا ذکر فرمایا ہے اور کہا کہ ہوا سے بکھرے ہوئے باہم متحد ہوتے ہیں اور ان دونوں سے تہہ بہ تہہ اوپر تلے کے بادل جدا ہوتے ہیں یہاں تک کہ آسمانوں میں اس طرح پھیل جاتے ہیں جیسا ان کا مدبر (تدبیر کرنے والا، اللہ) چاہتا ہے پھر وہ انھیں ٹکڑوں میں تبدیل کر دیتا ہے پھر تم دیکھو گے ان کے درمیان سے ایک مقرر اندازے کے مطابق بارش ہو رہی ہے اس معاش کے لیے جسے سمجھا جا چکا ہے اور جس رزق کو تقسیم کیا جا چکا ہے اور جس مدت کو تحریر کیا جا چکا ہے۔[۳]

کتاب فقیہ میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے ایک حدیث میں آپ نے طرح طرح کی ہواؤں کا ذکر فرمایا ہے فرمایا کہ ان میں سے ایسی ہوا بھی ہے جو بادلوں کو نچوڑتی ہے تو وہ اذنِ خداوندی سے برسنے لگتے ہیں۔ اور ایسی بھی ہوا ہے جو بادلوں کو جدا جدا کر دیتی ہیں۔[۴]

یَکَادُ سَنَا بَرۡقِهٖ یَذۡهَبُ بِالۡاَبۡصَارِ

اس کی بجلی کی چمک اتنی تیز ہے کہ جو نگاہوں کو خیرہ کر رہی ہے یعنی اس کی چمک دمک اتنی زیادہ ہے کہ نگاہیں چکا چوند ہو رہی ہیں۔

---

(۱) الکافی، ج۸، ص۲۳۹۔۲۴۱، ذیل حد ۳۲۶ (۲) الکافی، ج۶، ص۳۸۸، ح۳

(۳) اس کا حوالہ تفسیر نور الثقلین، ج۳، ص۶۱۴، ح۲۰۴، میں ہے۔

(۴) من لایحضرہ الفقیہ، ج۱، ص۳۴۵، حدیث، ۱۵۲۵ کا ایک حصہ باب ۸۱۔

(۴۴) يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ اللّٰہ رات اور دن کا الٹ پھیر کر رہا ہے۔

یعنی انھیں ایک دوسرے کے عقب میں لاکر اور ایک کو گھٹا کر اور دوسرے کو بڑھا کر اور گرمی، سردی، اندھیرے اور روشنی کے ذریعے ان کے احوال میں تغیر رونما کر کے۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ

یقینا اس میں صاحبانِ نظر کے لیے سامانِ عبرت ہے۔

(۴۵) وَ اللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ

اور اللّٰہ نے ہر جان دار کو پانی سے خلق فرمایا ہے۔

دَآبَّةٍ ہر وہ جان دار جو زمین پر چلتا ہے۔

مِّنْ مَّآءٍ پانی سے تفسیر قمی میں ہے کہ ''من منی'' منی سے پیدا کیا ہے۔[۱]

اور کہا گیا ہے اس پانی سے جو اس کے مادے کا حصہ ہوتا ہے اس لیے کہ جانوروں میں کچھ ایسے جانور بھی ہیں جن کے تولد کے لیے نطفے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔[۲]

فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ ان میں سے وہ ہے جو اپنے شکم کے بل پر چلتا ہے۔ جیسے سانپ۔

وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ

ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو دو ٹانگوں پر چلتے ہیں۔

جیسے انسان اور پرندے۔

وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰۤى اَرْبَعٍ

اور ان میں سے وہ بھی ہے جو چار ٹانگوں پر چل رہا ہے۔

جیسے چوپائے اور اونٹ وغیرہ اور وحشی جانور۔

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السّلام سے اور تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ان میں سے کچھ جان دار ایسے ہیں جو چار ٹانگوں سے زیادہ پر چلتے ہیں۔[۳]

يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ

اللّٰہ جو چاہتا ہے خلق فرماتا ہے۔

جن میں سے کچھ کا ذکر کر دیا اور کچھ کا ذکر نہیں کیا وہ اپنی مشیت کے تقاضوں کے اعتبار سے تخلیقی عمل کو جاری رکھتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

بے شک اللّٰہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۰۷ (۲) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج ۲، ص ۱۳۱ (۳) مجمع البیان، ۷۔۸، ص ۱۴۸

لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ؕ وَ اللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۶﴾
وَ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالرَّسُوْلِ وَ اَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَ مَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾
وَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۸﴾
وَ اِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْٓا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ﴿۴۹﴾ ؕ
اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْٓا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ رَسُوْلُهٗ ؕ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع

ع ۶ ۱۲

(۴۶) بے شک ہم نے کھول کر بیان کرنے والی آیات نازل کیں ہیں اور اللہ جسے چاہتا ہے صراط مستقیم کی ہدایت کر دیتا ہے۔

(۴۷) اور وہ (منافق) کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور رسول پر اور ہم نے اطاعت بھی کی مگر اس کے بعد ان میں سے ایک گروہ اطاعت سے منحرف ہو گیا درحقیقت یہ لوگ مومن نہیں ہیں۔

(۴۸) اور جب انھیں بلایا جاتا ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف تا کہ رسول ان کے مابین فیصلہ کر دیں تو ان میں سے ایک گروہ روگردانی کرتا ہے۔

(۴۹) اور اگر حق ان کی موافقت میں ہو تو وہ رسول کی طرف فرماں بردار بن کر آ جاتے ہیں۔

(۵۰) کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے یا یہ شک میں مبتلا ہیں یا انھیں اس بات کا خوف ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان پر ظلم ڈھائیں گے بلکہ یہی لوگ ظالم ہیں۔

(۴۶) لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ

بے شک ہم نے کھول کر بیان کرنے والی آیتیں نازل کی ہیں۔

جو حقائق کو طرح طرح کے دلائل کے ساتھ پیش کرتی ہیں۔

وَ اللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

اور اللہ جسے چاہتا ہے صراطِ مستقیم کی ہدایت کر دیتا ہے۔

ہدایت کرنے کا مفہوم ہے توفیق فراہم کرنا ہے تا کہ ان آیتوں میں غور و فکر کریں اور ان کے معانی میں تدبر وتعقُّل سے کام لیں۔

صراط مستقیم سے مراد وہ راستا ہے جو حق سے ملاتا ہے اور جنت تک پہنچاتا ہے۔

(۴۷) وَ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالرَّسُوْلِ وَ اَطَعْنَا

اور وہ (منافق) یہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اللّٰہ پر اور رسول پر اور ہم نے ان دونوں کی اطاعت بھی کی۔

ثُمَّ یَتَوَلّٰى فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ

اور اس بات کے کہنے کے بعد ان میں سے ایک گروہ حق سے یعنی حکم کو قبول کرنے سے منحرف ہو گیا۔

وَ مَاۤ اُولٰٓىٕكَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ

اور درحقیقت یہ لوگ مومن نہیں ہیں۔

اے نبی جنھیں آپ نے پہچان لیا ہے حال آں کہ وہ بظاہر ایمان میں مخلص ہیں اور پر اس ثابت قدم ہیں۔

(۴۸) وَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِیَحْكُمَ بَیْنَهُمْ

اور جب انھیں بلایا جاتا ہے اللّٰہ اور اس کے رسول کی طرف تا کہ رسول ان کے مابین فیصلہ کر دیں۔

تا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فیصلہ کر دیں اس لیے وہ ایسے حاکم ہیں جو ظاہر ہیں اور انھی کی جانب بلایا جارہا ہے اور اللّٰہ کا ذکر اس کی عظمت کے لیے کیا گیا ہے اور اس بات کی رہنمائی کے لیے کہ نبی اکرمؐ کا حکم درحقیقت اللّٰہ کا ہی حکم ہوتا ہے۔

اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ

تو ان میں سے ایک فریق روگردانی کرتا ہے۔

تو ان میں سے اچانک ایک گروہ روگردانی کر لیتا ہے جب حق اس کے خلاف ہو اس بات کو جاننے کے بعد کہ ان کے حق میں فیصلہ نہیں ہوگا، روگردانی کا سبب بیان کیا جارہا ہے اور اس کے بارے میں تاکیدی بیان ہے۔

(۴۹) وَ اِنْ یَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ یَاْتُوْۤا اِلَیْهِ مُذْعِنِیْنَ

اور اگر حق ان کی موافقت میں ہو تو وہ رسول کی طرف فرماں بردار بن کر آجاتے ہیں۔ مطیع و منقاد بن کر آتے ہیں وہ یہ جانتے ہیں کہ فیصلہ ان کے حق میں ہوگا۔

(۵۰) اَفِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ

کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے یعنی کفر کی بیماری اور ظلم کی طرف میلان ہے۔

اَمِ ارْتَابُوْۤا

یا یہ لوگ شک میں مبتلا ہیں۔

اس لیے کہ انھوں نے آپ کے تعلق سے تہمت دیکھی تو آپ کی ذات سے ان کا اعتماد جاتا رہا۔

اَمْ یَخَافُوْنَ اَنْ یَّحِیْفَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ وَرَسُوْلُہٗ

یا انھیں اس بات کا خوف ہے کہ فیصلہ کرنے میں اللہ اور اس کا رسول ان پر ظلم ڈھائیں گے۔

بَلْ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ

بلکہ درحقیقت یہی لوگ ظالم ہیں۔

قسم اول کو ثابت کرنے کے لیے دونوں بعد کی اقسام کی مثالیں دی گئی ہیں چوں کہ یہ اپنے غیر کی نفی کرتے ہیں اس لیے فصل قائم کر دیا گیا بالخصوص جنھیں حکم پیغمبر کی طرف بلایا گیا۔

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ یہ آیت حضرت امیر المومنین علیہ السّلام اور حضرت عثمانؓ کے بارے میں نازل ہوئی بات یہ تھی کہ دونوں کے مابین ایک باغ کے بارے میں جھگڑا تھا امیر المومنین علیہ السّلام نے فرمایا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلے پر راضی ہوں گے عبدالرحمن بن عوف نے حضرت عثمانؓ سے کہا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں فیصلہ کرانے نہ جاؤ وہ تمھارے خلاف فیصلہ دیں گے بلکہ تم ابن شیبہ یہودی کے پاس جاؤ حضرت عثمانؓ نے امیر المومنین علیہ السّلام سے کہا ہم تو ابن شبیہ یہودی کے علاوہ کسی اور راضی نہ ہوں گے تو ابن شبیہ نے حضرت عثمانؓ سے کہا کہ جب آسمان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی آتی ہے تو تم اس پر ایمان لاتے ہو اور احکام میں ان پر الزام لگاتے ہو تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر یہ آیت نازل فرمائی۔ وَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ...[1]

تفسیر مجمع البیان نے بلخی سے یہ بیان نقل کیا ہے کہ حضرت علیؑ اور حضرت عثمانؓ کے درمیان ایک زمین کے بارے میں جھگڑا تھا جو انھوں نے حضرت علیؑ سے خریدی تھی اس زمین میں پتھر نکلے اس عیب کی وجہ سے حضرت عثمانؓ نے اسے واپس کرنا چاہا حضرت علیؑ نے وہ زمین واپس نہیں لی اور فرمایا میرے تمھارے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فیصلہ کریں گے تو حکم بن العاص نے کہا کہ اے عثمانؓ اگر تم ان کے چچازاد بھائی کے پاس فیصلہ کرانے جاؤ گے تو وہ ان کے حق میں فیصلہ کریں گے لہٰذا تم اس معاملے میں ان سے فیصلہ مت کراؤ تو یہ آیتیں نازل ہوئیں فرمایا کہ یہ مروی ہے امام باقر علیہ السّلام سے یا اس سے ملتی جلتی روایت۔[2]

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۰۷ (۲) تفسیر مجمع البیان، ج ۷۔۸، ص ۱۵۰، آیت کا شانِ نزول۔

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵۱﴾
وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَ يَخْشَ اللّٰهَ وَ يَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۵۲﴾
وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ؕ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۳﴾
قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَ عَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَ اِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ وَ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۵۴﴾

(۵۱) ایمان لانے والوں کا قول تو یہ ہونا چاہیے جب انھیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جائے تاکہ رسول ان کے مقدمے کا فیصلہ کریں تو وہ یہ کہتے نظر آئیں ہم نے سنا اور اطاعت کی اور یہی لوگ درحقیقت فلاح پانے والے ہیں۔

(۵۲) اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور اس کا تقویٰ اختیار کرے تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔

(۵۳) اور ان منافقین نے اللہ کی قسمیں کھائیں نہایت پکی قسمیں کہ اگر آپ انھیں حکم دیں گے تو وہ جہاد کے لیے نکل کھڑے ہوں گے اے نبی آپ فرما دیجیے تم قسمیں نہ کھاؤ تمھاری اطاعت کا حال معلوم ہے۔ جو تمھارا عمل ہے اللہ اس سے اچھی طرح باخبر ہے۔

(۵۴) آپ فرما دیجیے تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو پھر اگر تم منہ موڑو گے تو اس رسول کے ذمے صرف وہ ہے جو اس پر بوجھ ڈالا گیا ہے اور تمھارے ذمے صرف وہ ہے جو تم پر بوجھ ڈالا گیا ہے اور اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پا جاؤ گے اور رسول کی ذمے داری تو صرف یہ ہے کہ وہ واضح طور سے پہنچا دے۔

(۵۱) اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ

ایمان لانے والوں کا قول تو یہ ہونا چاہیے جب انھیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جائے تاکہ رسول ان کے مقدمے کا فیصلہ کریں۔

اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

تو وہ یہ کہتے نظر آئیں کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی اور یہی لوگ درحقیقت فلاح پانے والے ہیں۔

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے اور تفسیر قمی میں ہے کہ آیت میں امیر المومنین علیہ السلام کو مراد لیا گیا ہے۔[1]

(۵۲) وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ

اور جو بھی اللّٰہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللّٰہ سے ڈرے اور اس کا تقویٰ اختیار کرے تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔

الْفَآئِزُوْنَ یعنی ایسی نعمتوں کو حاصل کرنے میں کامیاب ہیں جو ہمیشہ رہنے والی ہیں۔

(۵۳) وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ

اور ان منافقین نے اللّٰہ کی قسمیں کھائیں نہایت پکی قسمیں کہ اگر آپ انھیں حکم دیں گے تو وہ جہاد کے لیے نکل کھڑے ہوں گے۔

اپنے شہروں سے اور اپنے اموال کو چھوڑ کر۔

قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

اے نبیؐ آپ فرما دیجیے تم قسمیں نہ کھاؤ تمھاری اطاعت کا حال معلوم ہے جو تمھارا عمل ہے اللّٰہ اس سے اچھی طرح باخبر ہے۔

یعنی تم جھوٹی قسمیں نہ کھاؤ تم سے اطاعت کا تقاضا کیا جارہا ہے نہ کہ منافقانہ اور منکرانہ اطاعت پر قسمیں کھانے کا اللّٰہ سے تمھارے اسرار مخفی نہیں ہیں۔

(۵۴) قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ

آپ فرما دیجیے کہ تم اللّٰہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو حکم دیا ہے اس چیز کی تبلیغ کا اللّٰہ نے جس بارے میں خطاب فرمایا ہے بطورِ حکایت ان کی سرزنش میں تاکید کے لیے۔

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ

پھر اگر تم منہ موڑو گے تو اس رسول کے ذمے صرف وہ ہے جو اس پر بوجھ ڈالا گیا ہے اور تمھارے ذمے وہ ہے جو تم پر بوجھ ڈالا گیا ہے۔

یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو تبلیغ کا بوجھ ہے وہ اٹھائیں گے اور تم پر جو امتثالِ امر یعنی اسے ماننے اور تسلیم کرنے کا بوجھ ہے اسے اٹھاؤ۔

وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا

اور اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پا جاؤ گے۔

---

(۱) تفسیر مجمع البیان، ج ۷-۸، ص ۱۵۰ و تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۰۷

وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ

اور رسول کی ذمے داری تو یہ ہے کہ وہ واضح طور سے پہنچا دے یعنی ایسی واضح تبلیغ جس کے لیے تمھیں مکلف کیا گیا ہے انھوں نے اپنا کام پورا کر دیا البتہ وہ باقی رہ گیا ہے جس کا بوجھ تم نے اٹھایا تھا اگر تم نے اس کام کو پورا کر دیا تو تمھیں اس کا اجر ملے گا اور اگر تم نے روگردانی کی تو یہ بات تمھارے خلاف ہو جائے گی۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے ایک خطبہ میں وارد ہوا ہے جس میں آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف بیان کیے ہیں فرمایا اور نبوت کا جو بھاری بوجھ ان پر ڈالا گیا اُسے انھون نے پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔[۱]

امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے قرآن کے پڑھنے والو! تم اللہ عزوجل سے ڈرو اس نے اپنی کتاب کے اٹھانے کی جو ذمے داری تم پر عائد کی ہے اس لیے کہ مجھ سے بھی سوال کیا جائے اور تم سے بھی سوال کیا جائے گا مجھ سے تبلیغِ رسالت کا سوال ہوگا اور تم لوگوں سے اس کا سوال ہوگا جو کچھ تم نے کتاب اللہ اور میری سنت سے لیا ہوگا۔[۲]

(۱) الکافی، ج۱، ص ۴۴۴۔۴۴۵، ذیل حدیث ۱۷ (۲) الکافی، ج۲، ص ۶۰۶، ح۹

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ؕ وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۵۵﴾

وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۵۶﴾

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَ لَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۵۷﴾ ع

ع ۷ ۱۳

(۵۵) تم لوگوں میں سے جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجا لائے اللّٰہ نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ ضرور بالضرور ان کو اسی طرح زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا ہے اور ان کے دین کو مضبوط بنیادوں پر قائم کر دے گا جسے ان کے لیے چن لیا ہے اور ان کی موجودہ حالت خوف کو امن میں بدل دے گا وہ صرف میری عبادت کرتے ہوں گے اور میرے ساتھ کسی اور کو شریک نہ بناتے ہوں گے اور جو بھی اس کے بعد کفر اختیار کرے گا تو ایسے ہی لوگ فاسق ہیں۔

(۵۶) اور تم نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو اور رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جا سکے۔

(۵۷) اور کافروں کی بابت اس غلط فہمی میں نہ رہو کہ وہ زمین میں اللّٰہ کو عاجز کر دیں گے بلکہ ان کا ٹھکانہ جہنم ہے جو بہت برا ٹھکانہ ہے۔

---

(۵۵) وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

تم لوگوں میں سے جو ایمان لائے اور اعمالِ صالحہ بجا لائے اللّٰہ نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ضرور بالضرور ان کو اسی طرح زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا ہے۔

یعنی انھیں ضرور بالضرور نبی اکرم صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد منصبِ خلافت پر فائز کیا جائے گا اور یہ لوگ انبیائے کرام کے بعد ان کے اولیا ہیں۔

وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى

اور ان کے دین کو مضبوط بنیادوں پر قائم کر دے گا جسے ان کے لیے چن لیا ہے۔ یعنی اسلام کو قائم کر دے گا۔

وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا

اور ان کی موجودہ حالتِ خوف کو امن میں بدل دے گا۔

يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا

وہ صرف میری عبادت کرتے ہوں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بناتے ہوں گے۔

وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ

اور جو اس کے بعد کفر اختیار کرے گا تو ایسے ہی لوگ فاسق ہیں۔

مَنْ كَفَرَ سے مراد ہے جو مرتد ہو جائے گا یا وہ اس نعمت کا انکار کرے گا جب وہ نعمت اسے میسر آ چکی ہو گی تو ایسے ہی لوگ اپنے فسق و فجور میں کامل ہیں اس لیے کہ امر کے واضح ہو جانے کے بعد وہ مرتد ہو گئے اور انھوں نے اس نعمت کا انکار کر دیا۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ خلفاء سے مراد ائمہ علیہم السّلام ہیں۔[۱]

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت حضرت قائم علیہ السّلام کے بارے میں نازل ہوئی جن کا تعلق آل محمد سے ہے۔[۲]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ ان لوگوں کا خوف قائم علیہ السّلام کے ذریعے سے امن میں تبدیل ہو گا یا یہ سب کچھ ایک ساتھ ہو گا لہٰذا یہ روایت سابقہ روایت کے منافی نہیں ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں اہل بیت علیہم السّلام سے مروی ہے کہ یہ آیت مہدی علیہ السّلام کے بارے میں ہے جو آل محمد میں سے ہوں گے۔[۳]

فرمایا اور عیاشی نے اپنی سند سے حضرت علی بن الحسین علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے اس آیۂ مبارکہ کی تلاوت فرمائی اور کہا کہ خدا کی قسم وہ ہم اہل بیتؑ کے شیعہ ہوں گے ان کے ساتھ ہمارے ایک مرد کے ذریعے سے جو اس کا امت کا مہدی ہو گا سے یہ کہا جائے گا اور وہ وہی ہو گا جس کے بارے میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر دنیا کے ختم ہونے میں ایک دن بھی باقی رہ گیا ہو گا تو اللہ اسے طولانی کر دے گا یہاں تک کہ میری عترت (اولاد) کا ایک فرد حاکم ہو گا جس کا نام میرا نام ہو گا وہ زمین کو عدل و داد سے اسی طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہو گی۔[۴]

فرمایا اور ایسی ہی روایت امام باقر علیہ السّلام اور امام جعفر صادق علیہ السّلام سے ہے فرمایا کہ اس سے پتا چلتا ہے کہ ...الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ... سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اہل بیت ہوں گے۔[۵]

---

(۱) الکافی، ج۱، ص ۱۹۳۔ ۱۹۴، ح ۳ (۲) تفسیر قمی، ج۱، ص ۱۴ (۳) مجمع البیان، ج ۷۔ ۸، ص ۱۵۲

(۴) مجمع البیان، ج ۷۔ ۸، ص ۱۵۲ (۵) مجمع البیان، ج ۷۔ ۸، ص ۱۵۲

میں (فیض کا ثانی) کہتا ہوں کہ امام علیہ السّلام کا یہ فرمانا "ھم واللہ شیعتنا یُفعَلُ ذلک بھم" وہ درحقیقت بخدا ہمارے شیعہ ہوں گے جن کے ساتھ یہ کیا جائے گا) یعنی ان کے خوف کو امن میں تبدیل کر دیا جائے گا اور یہ ان کے ساتھ ہو کر رہے گا۔

کتاب اکمال میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے قصہ نوحؑ کا ذکر کرتے ہوئے اور ان کی قوم کے مومنین کا انتظارِ فرج (مشکلات سے نجات کشائش) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں استخلاف (جانشین بنانا) اور اقتدار دکھلا دیا امام علیہ السّلام نے فرمایا اسی طرح قائم علیہ السّلام کے لیے ہوگا کہ ان کی غیبت کے دن طویل ہوجائیں گے تاکہ حق کا خالص ہونا واضح ہو جائے اور ایمان میل کچیل سے صاف ہو جائے شیعوں میں جن کی طینت خبیث ہو وہ مرتد ہو جائیں جن کے بارے میں نفاق کا خوف ہے، جب وہ استخلاف (جانشینی) اور تمکین (اقتدار) کو اور عہد قائم علیہ السّلام میں منتشر ہونے والے امر کو محسوس کریں گے۔[1]

کتاب جوامع میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ زمین کو میرے لیے سکیڑ کر قریب کر دیا گیا یہاں تک کہ میں نے اس کے تمام مشرقوں اور تمام مغربوں کو دیکھا اور میری امت کا اقتدار وہاں تک پہنچے گا جو زمین کا حصہ مجھے دکھلایا گیا ہے۔[2]

فرمایا کہ حضرت مقداد نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے انھوں نے فرمایا کہ روئے زمین پر کوئی مٹی کا بنا ہوا گھر یا پشم کا بنا ہوا گھر ایسا نہ ہوگا جہاں تک اللہ کلمۂ اسلام کو داخل نہ کر دے عزیز کو عزت دے کر اور ذلیل کو مطیع و منقاد بنا کر اللہ جنھیں عزت دے گا تو انھیں اسلام کا اہل بنا دے گا اور جنھیں مُطیع و منقاد بنایا گیا ہوگا وہ اس دین کو قبول کرلیں گے۔[3]

(۵۶) وَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ لَعَلَّکُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ

اور تم نماز قائم کرو، زکات دو اور رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جاسکے۔

(۵۷) لَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مُعۡجِزِیۡنَ فِی الۡاَرۡضِ

اور کافروں کی بابت اس غلط فہمی میں نہ رہو کہ وہ زمین میں اللہ کو عاجز کر دیں گے یعنی اللہ ان تک پہنچنے اور انھیں ہلاک کرنے سے عاجز رہے گا۔

وَمَاۡوٰىہُمُ النَّارُ ؕ وَلَبِئۡسَ الۡمَصِیۡرُ

اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے جو بہت برا ٹھکانا ہے۔

---

(۱) اکمال الدین واتمام النعمۃ، ص ۳۵۶، ح ۵، باب ۳۳

(۲) جوامع الجامع، ج ۳، ص ۱۱۷

(۳) جوامع الجامع، ج ۳، ص ۱۱۷، ومسند احمد بن حنبل، ج ۶، ص ۴

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَ الَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ؕ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَ لَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۸﴾

وَ اِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۹﴾

---

(۵۸) اے ایمان والو! لازم ہے کہ تمھارے مملوک اور تمھارے وہ بچے جو ابھی بلوغت کو نہیں پہنچے تین مرتبہ اجازت لے کر تمھارے پاس آئیں، نمازِ فجر سے پہلے اور دوپہر کے وقت جب تم کپڑے اتارتے ہو اور نماز عشاء کے بعد یہ تین وقت تمھارے لیے پردے کے وقت ہیں ان اوقات کے بعد بلا اجازت آنے کی صورت میں نہ تم پر کوئی گناہ ہے اور نہ ہی ان پر، تم ایک دوسرے کے پاس بکثرت آیا جایا کرتے ہو اللہ اسی طرح تمھارے لیے اپنی نشانیوں کو واضح طور سے بیان کر رہا ہے اور اللہ علیم وحکیم ہے۔

(۵۹) اور جب تمھارے بچے بلوغت کی حد تک پہنچ جائیں تو انھیں چاہیے کہ وہ اسی طرح اجازت لے کر آئیں جس طرح ان سے پہلے ان کے بڑے اجازت مانگتے رہے ہیں اللہ اسی طرح تمھارے لیے اپنی آیتوں کی وضاحت کر رہا ہے اور اللہ علیم وحکیم ہے۔

---

(۵۸) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ

اے ایمان والو! لازم ہے کہ تمھارے مملوک تم سے اجازت طلب کریں۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اللہ کے قول الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ (اور تمھارے مملوک مرد و زن غلام اور کنیز) کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ حکم صرف مردوں سے مخصوص ہے عورتوں سے اس کا تعلق نہیں۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ کیا عورتیں ان تین اوقات میں اجازت طلب کریں فرمایا نہیں بلکہ وہ بغیر اجازت کے اندر آسکتی ہیں اور باہر جاسکتی ہیں۔[۱]

اور دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا ان کا تعلق مملوک سے ہے مردوں اور عورتوں میں اور وہ بچے جو ابھی بالغ

---

(۱) الکافی، ج۵، ص۵۲۹۔۵۳۰، ح۲

نہیں ہوئے۔[1]

وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ

اور وہ بچے جو ابھی بلوغت کو نہیں پہنچے۔

ان بچوں کا تعلق آزاد لوگوں میں سے ہے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ''مِنْكُمْ'' سے مراد ''من انفسکم'' ہے فرمایا کہ تم انھیں اجازت طلب کرنے کا اسی طرح حکم دو جس طرح بالغ لوگوں کو اجازت طلب کرنے کا حکم ہے ان تین اوقات میں۔[2]

ثَلٰثَ مَرّٰتٍ

یعنی رات اور دن میں تین مرتبہ۔

مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ نماز فجر سے پہلے

اس لیے کہ یہ وقت خواب گاہ سے اٹھنے کا ہوتا ہے اور سونے کا لباس اتارنے اور بیداری کا لباس پہننے کے لیے ہوتا ہے۔

وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ

اور دوپہر کے وقت جب تم قیلولہ کرنے کے لیے کپڑے اتارتے ہو۔

وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ

اور عشاء کی نماز کے بعد اس لیے کہ انسان اس وقت کپڑے اتارتا ہے اور لحاف اوڑھتا ہے۔

ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ

یہ تین اوقات تمھارے لیے پردے کے وقت ہیں۔

یعنی یہی تین اوقات وہ ہیں جن میں تمھاری پوشیدگی میں خلل واقع ہوتا ہے۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ

ان اوقات کے بعد نہ تم پر کوئی گناہ ہے اور نہ ہی ان پر۔

یعنی اگر ان اوقات کے بعد تم بغیر اجازت طلب کیے ان کے پاس جاؤ تو نہ تم پر کوئی گناہ ہوگا اور نہ ہی ان کے ذمے کوئی گناہ ہوگا۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ تمھارے مملوک اور غلام ان تین پردوں کے اوقات کے علاوہ اگر آنا چاہیں تو بغیر اجازت کے آسکتے ہیں۔[3]

---

(۱) الکافی، ج۵، ص۵۳۰، ح۴ (۲) کتاب کافی، ج۵، ص۵۲۹۔۵۳۰، ح۲

(۳) الکافی، ج۵، ص۵۳۰، ح۴ کے ذیل میں۔

طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ

تم ایک دوسرے کے پاس بکثرت آیا جایا کرتے ہو۔

طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ نیا جملہ ہے تا کہ طلب اور اجازت کو ترک کرنے کی جو رخصت دی گئی ہے اسے بیان کیا جائے اور وہ ہے باہمی ملنا جلنا اور کثرت سے آنا جانا۔

بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ

ایک گروہ خدمت کرنے کے لیے اور ایک گروہ خدمت لینے کے لیے اگر خادم موجود نہ ہو تو اس کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے اور اسی طرح بچے ہیں جن کی تربیت کی جاتی ہے اور انھیں ہمیشہ بلایا جاتا ہے۔

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ

اللّٰہ تعالیٰ اسی طرح تمھارے لیے اپنی نشانیاں یعنی احکام کو واضح انداز میں بیان کر رہا ہے۔

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ اور اللّٰہ تمھارے حالات سے زیادہ باخبر ہے۔

حَكِيْمٌ

اور اس نے تمھارے لیے جو شریعت کے احکامات مقرر کیے ہیں وہ مبنی بر حکمت ہیں۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ تمھارے مملوک اور وہ جو تم میں ابھی بالغ نہیں ہوئے ہیں وہ حکم خداوندی کے مطابق تین اوقات میں اجازت طلب کریں فرمایا اور جو تم میں سے جو بالغ ہو چکا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنی ماں کے پاس، اپنی بہن کے پاس اور اپنی خالہ کے پاس اور ان کے علاوہ جو دوسرے رشتے دار ہوں وہاں بغیر اجازت کے داخل نہ ہو اور وہ اجازت نہ دیں جب تک یہ سلام نہ کرے اس لیے کہ سلام اللّٰہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت ہے۔

اور فرمایا کہ تمھارا خادم بھی جب بالغ ہو جائے تو وہ تم سے تین پردے کے اوقات میں اجازت طلب کرے جب بھی وہ ان تین اوقات میں سے کسی وقت آنا چاہے۔ خواہ اس کا گھر تمھارے گھر کے اندر ہو فرمایا کہ اسے چاہیے کہ وہ عشاء کے بعد اجازت طلب کرے جسے ''عتمہ'' کہا جاتا ہے اور اس وقت جب تم صبح کرتے ہو اور جب تم ظہر کے وقت (قیلولہ کے لیے) کپڑے اتارتے ہو اللّٰہ تعالیٰ نے یہ حکم خلوت کی وجہ سے دیا ہے اس لیے کہ یہ غفلت اور خلوت کی ساعت ہوتی ہے۔[1]

تفسیر قمی میں ہے کہ خداوند عالم نے منع فرمایا ہے کہ کوئی بھی ان تین وقتوں میں کسی کے پاس آئے نہ والد نہ بہن نہ ماں اور نہ ہی خادم الا یہ کہ اجازت حاصل کر لے۔[2]

(۵۹) وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ

اور جب تمھارے بچے بلوغت کی حد کو پہنچ جائیں۔

(۱) الکافی، ج۵، ص۵۲۹، ح۱ (۲) تفسیر قمی، ج۲، ص۱۰۸

یہاں آزاد لوگوں سے گفتگو کی جارہی ہے غلاموں سے نہیں۔

فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

تو انھیں چاہیے کہ وہ اسی طرح اجازت طلب کریں جس طرح ان سے پہلے ان کے بڑے اجازت مانگتے رہے ہیں۔

یعنی وہ تمام اوقات میں اسی طرح اجازت لے کر آئیں جس طرح وہ لوگ جو آزاد افراد ہیں ان سے پہلے بالغ ہو چکے ہیں وہ ان تمام اوقات میں اجازت لے کر آیا کرتے تھے۔ اس آیت میں آزاد لوگوں سے خطاب ہے اس لیے جب آزاد بالغ ہو جاتا ہے تو مذکورہ حکم ختم ہو جاتا ہے بالخصوص تین اوقات میں اجازت طلب کرنے سے متعلق اس کے برخلاف اگر مملوک بالغ ہو جائے تو حکم باقی رہتا ہے خصوصیت کے ساتھ اس لیے کہ خدمت کرنے والوں اور خدمت طلب کرنے والوں کی ضرورت ہے اور ہم اس سے پہلے اسے واضح بیان کر چکے ہیں۔

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ

اللّٰہ اسی طرح تمھارے لیے اپنی آیتوں کی وضاحت کرتا ہے اور اللّٰہ علیم وحکیم ہے۔

اس جملے کو مکرر بیان کیا تاکید کرنے کے لیے اور استیذ ان (اجازت طلب کرنا) کے حکم کو مزید تاکیدی انداز میں پیش کرنے کے لیے۔

وَ الْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَیْسَ عَلَیْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ یَّضَعْنَ
ثِیَابَهُنَّ غَیْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِیْنَةٍ ؕ وَ اَنْ یَّسْتَعْفِفْنَ خَیْرٌ لَّهُنَّ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۶۰﴾
لَیْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّ لَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّ لَا عَلَى الْمَرِیْضِ حَرَجٌ
وَّ لَا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُیُوْتِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ اٰبَآىِٕكُمْ اَوْ بُیُوْتِ
اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ
بُیُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗۤ
اَوْ صَدِیْقِكُمْ ؕ لَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِیْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ؕ فَاِذَا
دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ تَحِیَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَیِّبَةً ؕ
كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ ع

(۶۰) اور گھروں میں بیٹھ رہنے والی سن رسیدہ عورتیں جنھیں اب نکاح کی امید نہ ہو تو اگر وہ اپنی چادریں اتار کر رکھ دیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ بشرطے کہ وہ زینت کی نمائش نہ کریں تاہم اگر وہ باعفت رہیں تو اسی میں ان کی بھلائی ہے۔ اور اللہ سمیع وعلیم ہے۔

(۶۱) کوئی حرج نہیں ہے اگر کوئی اندھا یا لنگڑا یا مریض کسی کے گھر جا کر کچھ کھالے اور نہ ہی تمھارے لیے کوئی مضائقہ ہے کہ تم اپنے گھروں پر کھاؤ یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا ان گھروں سے جن کی کنجیاں تمھارے سپرد ہوں یا اپنے دوستوں کے گھروں سے۔ اس میں بھی کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ کھاؤ، جب بھی گھروں میں داخل ہوا کرو تو اپنے لوگوں کو سلام کیا کرو یہ اللہ کی جانب سے ایک تحفہ ہے بابرکت اور پاکیزہ، اللہ تعالیٰ اسی طرح تمھارے لیے اپنی آیتوں کی وضاحت کر رہا ہے ہوسکتا ہے کہ تم سمجھ بوجھ سے کام لو۔

(۶۰) وَ الْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِكَاحًا

اور گھروں میں بیٹھ رہنے والی سن رسیدہ عورتیں جنھیں اب نکاح کی امید نہ ہو وہ بوڑھی عورتیں جنھیں حیض نہ

آتا ہو اور انھیں نکاح کی ضرورت نہ ہو یعنی وہ بڑھاپے کی وجہ سے نکاح کی طمع نہ کریں۔

فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ

تو اگر وہ اپنی چادریں اتار کر رکھ دیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ سے مراد ہے ثِیَاب ظاہرہ یعنی ظاہر ہونے والے لباس جیسے چادر۔

تفسیر قمی میں ہے یہ آیت ان بوڑھی عورتوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو حیض سے اور نکاح سے مایوس ہو چکی ہوں وہ اپنا ظاہری لباس یعنی اوپر اوڑھنے والی چادر اتار سکتی ہیں۔[۱]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ نے اس آیت کی تلاوت کے بعد فرمایا کہ اس سے مراد چادر اور دوپٹہ ہے اگر عورت عمر رسیدہ ہو۔[۲]

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا کہ اس سے مراد دوپٹہ اور چادر ہے کہا گیا کس کے سامنے؟ تو امام علیہ السّلام نے جواب دیا جو بھی ہو اس کے سامنے۔[۳]

اور ایک روایت میں ہے فرمایا وہ صرف چادر اتارے گی۔[۴]

اور دوسری روایت میں ہے اگر وہ کنیز ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ وہ اپنا دوپٹہ اتار دے اسے روایت کیا ہے تہذیب میں۔[۵]

کتاب عیون میں امام رضا علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے اس آیت کے بارے میں فرمایا کہ اس سے مراد چادر ہے اور فرمایا کہ ایسی عورتوں کے بال دیکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔[۶]

غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِيْنَةٍ

بشرطے کہ وہ زینت کو ظاہر نہ کریں اللہ تعالیٰ کے قول ...وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا... (النور ۳۱) میں جنھیں پوشیدہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے جیسا کہ کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ جن زینتوں کو وہ ظاہر کر سکتی ہیں وہ دوسری آیت میں ہے۔[۷]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ اس سے مراد چہرہ، دونوں ہتھیلیاں اور دونوں پاؤں ہیں جیسا کہ گزرا اور ان کے علاوہ جو چیزیں ہیں وہ ''تبرج'' (زینت، بناؤ سنگھار) سے روکے جانے میں داخل ہیں اور تبرج کا اصل مفہوم یہ ہے کہ جو چیزیں پوشیدہ، ہیں ان کے ظاہر کرنے میں تکلف سے کام لینا۔

وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ

تاہم اگر وہ باعفت ہیں تو اسی میں ان کی بھلائی ہے۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۰۸
(۲) الکافی، ج ۵، ص ۵۲۲، ح ۴-۱-۲
(۳) الکافی، ج ۵، ص ۵۲۲، ح ۴-۱-۲
(۴) الکافی، ج ۵، ص ۵۲۲، ح ۴-۱-۲
(۵) تہذیب الاحکام، ج ۷، ص ۴۸۰، حدیث ۱۹۲۸
(۶) عیون اخبار الرضا، ج ۲، ص ۹۸، ذیل ح ۱۔
(۷) الکافی، ج ۵، ص ۵۲۲ ذیل ح ۱

تفسیر قمی میں ہے کہ وہ مردوں کے سامنے ظاہر نہ کریں۔[1]

الکافی میں ہے امام صادق علیہ السّلام سے ہے فرمایا اگر وہ عورت ایسا نہ کرے تو اس کے لیے بہتر ہے۔[2]

وَاللّٰہُ سَمِیۡعٌ

اور اللّٰہ سن رہا ہے مردوں سے جو وہ گفتگو کر رہی ہیں۔

عَلِیۡمٌ

اور بخوبی جانتا ہے کہ ان کا مقصود کیا ہے۔

(۶۱) لَیۡسَ عَلَی الۡاَعۡمٰی حَرَجٌ وَّ لَا عَلَی الۡاَعۡرَجِ حَرَجٌ وَّ لَا عَلَی الۡمَرِیۡضِ حَرَجٌ

کسی اندھے اور کسی لنگڑے اور کسی مریض کے لیے کوئی حرج نہیں ہے۔

منع کیا گیا ہے اس بات سے کہ تندرست افراد معذور افراد کو اپنے ساتھ کھانا کھلانے میں حرج محسوس کرتے تھے ان کی گندگی کے سبب یا اس سے مراد ہے ان لوگوں کے گھروں میں کھانا کھانے سے جو ان کے ہاتھ میں گھر کی کنجی دے دے اور گھر میں بے تکلف ہو جانے کو مباح کر دے جب وہ جنگ کے لیے روانہ ہو اور انھیں اپنے گھروں میں چھوڑ جائے خوف کی وجہ سے اور یہ کہ اس میں ان کی دلی خواہش شامل نہ ہو یا قبول کرتے ہوئے جو انھیں دعوت دے ان کے باپ کے گھروں کی طرف اور اولاد کے گھروں کی طرف اور عزیز و اقارب کے گھروں کی طرف تو وہ انھیں اس مجبوری کی وجہ سے کھلائے کہ وہ لوگ ان کے اوپر بوجھ بن گئے ہیں۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے اس آیت کے ذیل میں مروی ہے فرمایا مدینے کے لوگ مسلمان ہونے سے قبل اندھے، لنگڑے اور بیمار سے کنارہ کشی اختیار کرتے تھے اور ان کے ساتھ کھانا نہیں کھاتے تھے اور انصار میں تکبر اور بڑائی پائی جاتی تھی وہ کہتے تھے کہ اندھا کھانے کو دیکھ نہیں سکتا اور لنگڑا ازدحام میں کھانے تک پہنچ نہیں سکتا اور بیمار اس طرح نہیں کھا سکتا جس طرح تندرست کھاتا ہے لہٰذا وہ ان کے لیے علاحدہ کھانے کا انتظام کرتے تھے اور انھیں اپنے ساتھ کھانا کھلانے میں گناہ محسوس کرتے تھے اور اندھے، لنگڑے اور مریض یہ کہتے ہیں ہوسکتا ہے ہم انھیں اذیت پہنچاتے ہوں اگر ہم ان کے ساتھ کھانا کھائیں، لہٰذا وہ ان کے ساتھ کھانا کھانے سے کنارہ کش ہو گئے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور ان لوگوں نے آپ سے اس بارے میں دریافت کیا تو اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی ...لَیۡسَ عَلَیۡکُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَاۡکُلُوۡا جَمِیۡعًا اَوۡ اَشۡتَاتًا... (النور ۶۱) (اس میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ کھاؤ)[3]

وَّ لَا عَلٰۤی اَنۡفُسِکُمۡ اَنۡ تَاۡکُلُوۡا مِنۡۢ بُیُوۡتِکُمۡ

اور نہ ہی تمھارے لیے کوئی مضائقہ ہے کہ تم اپنے گھروں پر کھاؤ۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۰۸ (۲) الکافی، ج ۵، ص ۵۲۲، ح ۱

(۳) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۰۸

کہا گیا ہے یعنی ان گھروں میں جہاں تمھاری ازواج اور بچے رہتے ہیں اس میں اولاد کے گھر بھی آ جاتے ہیں اس لیے کہ بیٹے کا گھر بھی اس کے اپنے گھر کی طرح ہے اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

انت و مالک لابیک تم اور تمھارا مال تمھارے والد کا ہے۔[1]

اور آنحضرت نے فرمایا پاکیزہ ہے وہ جو انسان اپنی کمائی سے کھاتا ہے اور اس کا بیٹا اپنی کمائی سے کھاتا ہے۔[2]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے آپ سے سوال کیا گیا کہ کسی شخص کو اس کے بیٹے کے مال سے کھانا جائز ہے؟ امام علیہ السّلام نے فرمایا اگر اس کے لیے مجبور کر دیا جائے تو وہ بغیر اسراف کے اس کے لیے قوت (روزی) مہیا کرے۔ کہا گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول اس شخص کے لیے جس کا باپ آیا تھا۔

انت و مالک لابیک (تم اور تمھارا مال تمھارے والد کا ہے) فرمایا کہ وہ اپنے والد کو لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اس نے کہا یارسول اللہؐ یہ میرا والد ہے اس نے میری ماں کی میراث میں مجھ پر ظلم کیا ہے باپ نے بتلایا کہ اس نے اس مال کو بیٹے اور خود اپنے پر صرف کیا ہے تو آنحضرتؐ نے فرمایا **انت و مالک لابیک** اور اس شخص کے پاس کچھ نہ تھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باپ کو بیٹے کے لیے وقف کر دیتے۔[3]

اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ

یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھر سے کھاؤ۔

اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ

یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے۔

اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ

یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے۔

اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ

یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے۔

اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗ

یا جن گھروں کی کنجیاں تمھارے سپرد ہوں۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ فرمایا کہ وہ شخص اس کا وکیل ہے وہ اس کے تمام معاملات کا ذمے دار ہے لہٰذا وہ بغیر اجازت کے کھا سکتا ہے۔[4]

اَوْ صَدِيْقِكُمْ یا اپنے دوستوں کے گھروں سے۔

---

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ۲، ص ۱۳۵، ومجمع البیان، ج ۷۔۸، ص ۱۵۶

(۲) مجمع البیان، ج ۷۔۸، ص ۱۵۶ (۳) الکافی، ج ۵، ص ۱۳۶، ح ۶ (۴) الکافی، ج ۶، ص ۲۷۷، ح ۵

تفسیر مجمع البیان میں ائمہ ہدیٰ سے مروی ہے انھوں نے فرمایا ہے کہ ان لوگوں کو ان کے گھروں سے بقدرِ ضرورت کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے اللہ نے جن کا ذکر فرمایا ہے بشرطے کہ اسراف سے کام نہ لیا گیا ہو۔[۱]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے آپ سے دریافت کیا گیا کہ اس قول ''اَوْ صَدِیْقِکُمْ'' کا کیا مفہوم ہے امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ خدا کی قسم اس سے مراد ایسا شخص ہے کہ جو اپنے دوست کے گھر جائے اور بغیر اجازت کے وہاں سے کھائے۔[۲]

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آیت میں جن افراد کا ذکر کیا ہے کہ وہ بغیر اجازت کے کھائیں کھجور اور سالن وغیرہ اور اسی طرح بیوی اپنے شوہر کے گھر سے بغیر اس کی اجازت کے کھا سکتی ہے لیکن ان کے علاوہ کوئی اور کھانا نہیں کھا سکتے۔[۳]

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا کہ بیوی کھا سکتی ہے اور صدقہ بھی دے سکتی ہے اور دوست کے لیے بھی یہ ہے کہ وہ اپنے بھائی کے گھر سے کھانا کھائے اور صدقہ دے۔[۴]

کتاب جوامع میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ دوست کی حرمت وعزت اتنی عظیم ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے اسے مانوس اور معتبر، وجہ مسرت اور غصہ اور حیا کو ترک کرنے میں خود اس کی منزلت اور اس کے باپ بھائی اور بیٹے کی منزلت پر قرار دیا ہے۔[۵]

لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْکُلُوْا جَمِیْعًا اَوْ اَشْتَاتًا

اس میں بھی کوئی گناہ نہیں کہ تم سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ کھاؤ۔

تفسیر قمی میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینے کی طرف ہجرت کی تو مہاجرین اور انصار میں جو مسلمان تھے ان کے درمیان عقد مواخات قائم کیا فرمایا اس کے بعد یہ ہوتا تھا کہ جب بھی اصحاب میں سے کوئی شخص کسی غزوے یا سَرِیّہ میں روانہ کیا جاتا تھا تو وہ شخص اپنے گھر کو اپنے دینی بھائی کے سپرد کر دیتا تھا وہ اس سے کہتا تھا تمھارا جو جی چاہے لے لو اور جو مرضی ہو کھاؤ وہ لوگ اس امر سے رکے رہتے تھے یہاں تک کہ اکثر گھر میں رکھا ہوا کھانا خراب ہو جاتا تھا تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ...لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْکُلُوْا جَمِیْعًا اَوْ اَشْتَاتًا... یعنی اگر گھر کا مالک موجود ہو یا موجود نہ ہو جب چابی تمھارے پاس ہو تو کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔[۶]

کتاب محاسن میں امام صادق علیہ السّلام سے اللہ تعالیٰ کے قول ...لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ... کے ذیل میں مروی ہے فرمایا اس کا مفہوم ہے ''باذنہ او بغیر اذنہ'' خواہ اجازت سے ہو یا بغیر اجازت کے۔[۷]

---

(۱) مجمع البیان، ج ۷-۸، ص ۱۵۶ (۲) الکافی، ج ۶، ص ۲۷۷، ح ۱ (۳) الکافی، ج ۶، ص ۲۷۷، ح ۲
(۴) الکافی، ج ۶، ص ۲۷۷، ح ۳ (۵) جوامع الجامع، ج ۳ ص ۱۲۱ (۶) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۰۹
(۷) المحاسن، ج ۲، ص ۱۸۷، ح ۱۵۴ / ۱۷۶، باب ۲۱

فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ

تم جب بھی گھروں میں داخل ہوا کرو تو اپنے لوگوں کو سلام کیا کرو۔

تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً

یہ اللّٰہ کی جانب سے ایک تحفہ ہے بابرکت اور پاکیزہ۔

کتاب معانی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد داخل ہوتے وقت انسان کا گھر والوں کو سلام کرنا ہے پھر وہ اس سلام کو اس پر لوٹائیں گے تو وہ تمھارے نفسوں پر تمھارا سلام ہے۔[۱]

تفسیر قمی میں ہے کہ وہ تمھارا گھر والوں کو سلام کرنا ہے اور تم پر ان کا سلام کو لوٹانا وہ تمھارا سلام تمھارے نفس پر ہے۔[۲]

امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنے گھر جائے تو اگر وہاں پر کوئی موجود ہے تو ان پر سلام کرے اور اگر وہاں پر کوئی نہ ہو تو کہے السلام علینا من عند ربنا ہمارے رب کی جانب سے ہم پر سلامتی ہو اللّٰہ تعالیٰ فرما رہا ہے...تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً....[۳]

کتاب جوامع میں ہے کہ سلام کو برکت اور پاکیزگی سے تعبیر کیا ہے اس لیے کہ یہ ایک مومن دوسرے مومن کو دعوت دے رہا ہے اور وہ اس سلسلے میں اللّٰہ تعالیٰ سے خیر میں اضافے اور پاکیزہ رزق کی دعا طلب کر رہا ہے۔[۴]

اور کتاب جوامع میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے سَلِّمْ عَلٰى اَهْلِ بَيْتِكَ تكثر خير بيتك

تم اپنے گھر والوں کو سلام کرو تمھارے گھر کے خیر میں اضافہ ہوگا۔[۵]

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ

اسی طرح اللّٰہ تمھارے لیے اپنی آیات کی وضاحت کرتا ہے ہوسکتا ہے تم سمجھ بوجھ سے کام لو۔

یہ تاکیدِ مزید ہے اور اختتامی احکام کو نہایت عظیم الشان طور سے بیان کیا گیا ہے تاکہ امور میں خیر کو سمجھ سکو۔

---

(۱) معانی الاخبار، ص ۱۶۲۔ ۱۶۳، ح ۱ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۰۱ (۳) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۰۹

(۴) جوامع الجامع، ج ۳، ص ۱۲۱۔ ۱۲۲ (۵) جوامع الجامع، ج ۳، ص ۱۲۲

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ اِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰۤى اَمْرٍ
جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ
يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ
شِئْتَ مِنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۲﴾
لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ
الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ
تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾
اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ قَدْ يَعْلَمُ مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِ ؕ وَيَوْمَ
يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۶۴﴾ ع

(۶۲) بس مومنین تو دراصل وہی ہیں جو ایمان لائے اللّٰہ اور اس کے رسول پر اور جب وہ رسول کے ساتھ کسی اجتماعی کام پر ہوں تو وہ ان کی اجازت کے بغیر نہ جائیں۔ بے شک جو لوگ اے نبی آپ سے اجازت طلب کرتے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جو اللّٰہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہیں۔ اگر وہ لوگ آپ سے اپنی کسی ضرورت کے لیے اجازت طلب کریں تو آپ ان میں سے جسے چاہیں اجازت مرحمت فرمادیں، اور ایسے لوگوں کے لیے دعائے مغفرت کیا کریں بے شک اللّٰہ مغفرت کرنے والا اور مشفق ہے۔

(۶۳) تم رسول کے بلانے کو باہم ایک دوسرے کے بلانے کی مانند نہ ٹھہراؤ بے شک اللّٰہ ان لوگوں کو جانتا ہے جو تم میں سے آنکھ بچا کر کھسک جاتے ہیں لہٰذا چاہیے کہ جو لوگ رسول اللّٰہ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں وہ اس بات سے ڈریں کہ وہ کہیں کسی فتنے میں گرفتار نہ ہو جائیں یا ان پر دردناک عذاب نہ آجائے۔

(۶۴) آگاہ ہو جاؤ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب اللّٰہ کا ہے وہ اس روش کو جانتا ہے تم جس پر ہو اور جس دن وہ اس کی طرف پلٹائے جائیں گے تو وہ جو کچھ کر چکے ہیں اللّٰہ انھیں جتلا دے گا اور اللّٰہ ہر شے کا بہترین جاننے والا ہے۔

(۶۲) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ
بس مومنین تو دراصل وہی ہیں جو ایمان لائے اللّٰہ اور اس کے رسول پر۔

المومنون سے مراد جو مومنین ایمان میں کامل ہیں جو صمیم قلب سے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہوں۔

وَ اِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰۤى اَمْرٍ جَامِعٍ اور جب وہ رسول کے ساتھ کسی اجتماعی کام پر ہوں۔

اَمْرٍ جَامِعٍ سے مراد ہے جمعہ عیدین، جنگیں اور امور میں مشورت۔

لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ تو وہ ان کی اجازت کے بغیر نہ جائیں۔

وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت طلب کریں تو وہ انھیں اجازت مرحمت فرما دیں گے۔

تفسیر قمی میں ہے یہ آیت ایسی قوم میں نازل ہوئی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انھیں امور میں سے کسی امر کے لیے جمع کرتے تھے یا کسی وفد میں روانہ کرتے تھے یا جنگ میں روانہ فرماتے جب وہ مسلط کی گئی تو وہ لوگ پیغمبر اکرم کی اجازت کے بغیر متفرق ہو جاتے تھے اللہ تعالیٰ نے انھیں اس بات سے منع فرمایا ہے۔[1]

اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ بے شک جو لوگ اے نبی آپ سے اجازت طلب کرتے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہیں۔

اس جملے کو تاکیدی انداز میں بہترین اسلوب سے دوبارہ پیش کیا گیا اس جملے سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اجازت طلب کرنے والا یقینا مومن ہے اور جو بغیر اجازت کے چلا گیا وہ ایسا نہیں ہے اس امر کی جانب متنبہ کرنے کے لیے کہ یہ شخص ایمان کی درستی کا مصداق ہے اور اجازت لینا مخلص کو منافق سے جدا کرنا ہے اور یہ واضح کرنا ہے کہ مجرم کتنا عظیم ہے۔

فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ اگر وہ لوگ اپنی کسی ضرورت کے لیے اجازت طلب کریں۔

اگر کوئی اہم کام انھیں درپیش ہو جائے اور اس جملے میں بھی تاکید ہے اور حکم میں تنگی بھی۔

فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ تو آپ ان میں سے جسے چاہیں اجازت مرحمت فرما دیں۔

یہ امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد کر دیا گیا ہے۔

وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ اور اجازت کے بعد اللہ سے ان کے لیے مغفرت طلب کریں۔

اس لیے کہ اجازت طلب کرنا خواہ کسی عذر کی وجہ سے ہو کوتاہی ہے کیوں کہ یہ اجازت دنیاوی امور کو دینی امر پر مقدم کرنا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

بے شک اللہ مغفرت کرنے والا اور مشفق ہے۔

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

وہ بندوں کی زیادتیوں کو معاف کرنے والا اور آسانی فراہم کر کے ان کے لیے مشفق و مہربان ہے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت حنظلہ ابن ابی عیاش کے لیے نازل ہوئی اس لیے کہ اس نے اس شب میں

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۱۰

شادی کی جس کی صبح غزوۂ احد تھی لہٰذا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ وہ اپنی بیوی کے پاس ٹھہر جائے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ''...فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ...'' اے نبی آپ جسے چاہیں اجازت مرحمت فرما دیں وہ اپنی بیوی کے پاس رک گیا جب صبح ہوئی تو وہ مُجْنِبْ (حالتِ جُنُب یعنی نجس حالت میں) تھا وہ اسی حال میں قتال کے لیے آیا اور شہید ہو گیا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''میں نے دیکھا ہے کہ فرشتے سفید بادل کے پانی سے چاندی کے ظروف میں آسمان و زمین کے درمیان حنظلہ کو غسل دے رہے تھے اسی لیے ان کا نام غسیل الملائکہ رکھا گیا۔[1]

(۶۳) لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا

تم رسول کے بلانے کو باہم ایک دوسرے کے بلانے کی مانند نہ ٹھہراؤ۔

تفسیر قمی میں ہے فرمایا تم رسول اللہ کو اس طرح مت پکارو جس طرح ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔[2]

امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا اللہ فرما رہا ہے کہ تم لوگ یا محمد اور یا ابا القاسم مت کہو بلکہ کہو یا نبی اللہ اور یا رسول اللہ۔[3]

کتاب مناقب میں امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے فرمایا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو میں نے رسول اللہ کو ''یا اَبَتِ'' کہنے سے احتراز کیا میں انھیں یارسول اللہ کہنے لگی تو آنحضرتؐ نے مجھ سے ایک بار دو بار اور تین اعراض کیا پھر وہ میری طرف متوجہ ہوئے اور مجھ سے فرمایا اے فاطمہؑ یہ آیت تمھارے بارے میں اور نہ ہی تمھارے خاندان کے بارے میں اور نہ ہی تمھاری اولاد کے بارے میں نازل ہوئی ہے ''انت منی و انا منک'' تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں بلکہ یہ آیت تو قریش کے مغرور و متکبر لوگوں میں جو جفا کار اور تند خو افراد تھے ان کے لیے نازل ہوئی ہے اے فاطمہؑ تم مجھے ''یا اَبَتِ'' کہہ کر پکارا کرو اس لیے کہ یہ انداز تکلم مجھے محبوب ہے اور میرے رب کی رضا کا موجب ہے۔[4]

قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ

بے شک اللہ ان لوگوں کو جانتا ہے جو تم میں سے آنکھ بچا کر کھسک جاتے ہیں۔

یعنی تھوڑے تھوڑے جماعت سے نکل کر چلے جاتے ہیں۔

لِوَاذًا ایک دوسرے کی پناہ ڈھونڈتے ہوئے کہ وہ ایک دوسرے کو چھپالیں یہاں تک کہ وہ نکلے جسے اجازت دی گئی ہے تو یہ بھی اسی کے ساتھ نکل جائے گویا کہ یہ اس کا تابع ہے۔

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ

لہٰذا چاہیے کہ جو لوگ رسول اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں وہ اس بات سے ڈریں۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۱۰ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۱۰ (۳) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۱۰

(۴) المناقب ابن شہر آشوب، ج ۳، ص ۳۲۰، باب مناقب فاطمہ الزہرا۔

يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ کے بارے میں تفسیر قمی میں ہے کہ وہ لوگ جو حکم کی نافرمانی کرتے ہیں۔[۱]

اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ کہ کہیں وہ کسی فتنے میں گرفتار نہ ہو جائیں تفسیر قمی میں ہے فِتْنَةٌ یعنی مصیبت۔[۲]

اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ یا ان پر دردناک عذاب نہ آ جائے۔

فرمایا کہ اس سے مراد قتل ہو جانا ہے۔

کتاب جوامع میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا ہے اللّٰہ تبارک و تعالیٰ ان پر ظالم بادشاہ مسلط کر دے گا یا آخرت میں دردناک عذاب ہوگا۔[۳]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اس کے دین میں آزمائش۔

(۶۴) اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

آگاہ ہو جاؤ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب اللّٰہ کا ہے۔

قَدْ يَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ وہ اس روش کو جانتا ہے جس پر تم گامزن ہو۔

مخالفت، موافقت، نفاق، اخلاص اور وعید (دھمکی) کی تاکید کے لیے لفظ ''قَدْ'' لایا گیا ہے۔

وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ اور جس دن وہ اس کی طرف پلٹائے جائیں گے۔

منافقین اس کی جانب جزا کے لیے پلٹائے جائیں گے یا متوجہ ہونا یا یہ سب مراد ہے۔

فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ

تو وہ جو کچھ کر چکے ہیں اللّٰہ انھیں جتلا دے گا اور اللہ ہر شے کا بہترین جاننے والا ہے کوئی بھی شے اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔

کتاب ثواب الاعمال، اور مجمع البیان میں امام صادق علیہ اسلام سے مروی ہے کہ تم اپنے اموال اور اپنی شرم گاہوں کو سورۂ نور کی تلاوت سے محفوظ رکھو اور اپنی عورتوں کو بھی اس کے ذریعے محفوظ رکھو اس لیے کہ جو بھی ہر روز یا ہر شب اس کی مسلسل تلاوت کرے گا تو کبھی بھی مرتے دم تک اس کے اہل خانہ میں سے کوئی زنا نہیں کرے گا جب وہ مرے گا تو ستر ہزار فرشتے اس کے جنازے کی مُشَایَعَتْ (جنازے کے پیچھے چلنا) کریں گے وہ سب کے سب اس کے لیے دعا اور اللّٰہ سے مغفرت طلب کریں گے یہاں تک کہ یہ اپنی قبر میں داخل ہو جائے۔[۴]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا کہ رسول اللّٰہ نے فرمایا عورتوں کو بالا خانوں میں نہ اتارو، انھیں کتابت نہ سکھلاؤ البتہ انھیں چرخا چلانا سکھلاؤ (بنائی، کڑھائی) اور سورۂ نور کی تعلیم دو۔[۵]

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۱۰
(۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۱۰
(۳) ثواب الاعمال، ص ۱۰۹ و مجمع البیان، ج ۷-۸، ص ۱۲۲
(۴) ثواب الاعمال ص ۱۰۹ و مجمع البیان ج ۷-۸ ص ۱۲۲
(۵) الکافی ج ۵ ص ۵۱۶ ح ۱

سورۃ الفرقان

مکمل سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا۔ ابن عباس نے فرمایا سوائے تین آیتوں کے جو مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہیں وَ الَّذِیۡنَ لَا یَدۡعُوۡنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـہًا اٰخَرَ... سے اللہ کے قول ...غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا (الفرقان ۶۸-۷۰) تک اس سورۃ میں آیتوں کی تعداد ۷۷ ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تَبٰرَکَ الَّذِیۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰی عَبۡدِہٖ لِیَکُوۡنَ لِلۡعٰلَمِیۡنَ نَذِیۡرَا ۙ﴿۱﴾
الَّذِیۡ لَہٗ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ لَمۡ یَتَّخِذۡ وَلَدًا وَّ لَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ
شَرِیۡکٌ فِی الۡمُلۡکِ وَ خَلَقَ کُلَّ شَیۡءٍ فَقَدَّرَہٗ تَقۡدِیۡرًا ﴿۲﴾
وَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اٰلِہَۃً لَّا یَخۡلُقُوۡنَ شَیۡـًٔا وَّ ہُمۡ یُخۡلَقُوۡنَ وَ لَا یَمۡلِکُوۡنَ
لِاَنۡفُسِہِمۡ ضَرًّا وَّ لَا نَفۡعًا وَّ لَا یَمۡلِکُوۡنَ مَوۡتًا وَّ لَا حَیٰوۃً وَّ لَا نُشُوۡرًا ﴿۳﴾

اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت مشفق ہے

(۱) بابرکت ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فرقان کو نازل کیا تا کہ وہ سارے جہان والوں کے لیے نذیر ہو۔

(۲) جس کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے اس نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا اور نہ ہی کوئی اس کے اقتدار میں شریک ہے اس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اس کے لیے ایک اندازہ مقرر فرمایا۔

(۳) انھوں نے اللہ کو چھوڑ کر ایسے معبود بنا لیے جو کسی شے کو خلق نہیں کرتے بلکہ انھیں خلق کیا جاتا ہے اور وہ خود اپنے لیے بھی کسی نقصان اور فائدے کا اختیار نہیں رکھتے اور نہ ہی وہ موت حیات اور حشر ونشر پر قدرت رکھتے ہیں۔

---

(۱) تَبٰرَکَ الَّذِیۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰی عَبۡدِہٖ

بابرکت ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فرقان کو نازل کیا۔

خیر کی کثرت برکت ہے اور لفظ ''فرقان'' کی تفسیر سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۴ کے ذیل میں بیان کی جا چکی ہے۔

لِیَکُوۡنَ تا کہ ہو جائے۔

بندہ یا فرقان۔

لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا سارے جہان والوں کے لیے ڈرانے والا۔

لِلْعٰلَمِیْنَ یعنی جنوں اور انسانوں کے لیے۔

لفظ نذیر بمعنی منذر یعنی ڈرانے والا یا بمعنی اِنْذَار (ڈرانا) جیسے نکیر بمعنی انکار آتا ہے۔

(۲) الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

جس کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے۔

وَ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا اور اس نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا۔

جیسا کہ نصاری (عیسائی) کہتے ہیں۔

وَّ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ

اور نہ ہی کوئی اس کے اقتدار میں شریک ہے۔

جیسا کہ ثنویہ (دو خداؤں کے ماننے والے) کا قول ہے۔ یعنی یَزْدَان و اَہرمن کو نیکی اور بدی کا خدا ماننے والے۔

وَ خَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا

اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور پھر اس کے لیے ایک اندازہ مقرر فرمایا۔

تفسیر قمی میں امام رضا علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو تقدیر کیا ہے؟ کہا گیا نہیں فرمایا کہ اموات، ارزاق، بقا اور فنا کی حدود متعین کرنا، پوچھا قضا کیا ہے؟ کہا گیا نہیں معلوم فرمایا! وہ چیز جیسی ہے بعینہ اس کو قائم کرنا۔[۱]

(۳) وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً

اور انھوں نے اللہ کو چھوڑ کر ایسے معبود بنا لیے۔

لَّا یَخْلُقُوْنَ شَیْـًٔا وَّ هُمْ یُخْلَقُوْنَ

جو کسی شے کو خلق نہیں کرتے بلکہ انھیں خلق کیا جاتا ہے۔

اس لیے کہ عبادت کرنے والے انھیں پتھروں اور لکڑیوں سے تراشتے اور ان کی شکلیں بناتے ہیں۔

وَ لَا یَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا

اور وہ معبود ان باطل خود اپنی ذات کے لیے نہ دفعِ مضرّت پر قادر ہیں اور نہ ہی جلبِ منفعت پر قدرت رکھتے ہیں۔[۲]

وَّ لَا یَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّ لَا حَیٰوةً وَّ لَا نُشُوْرًا اور نہ ہی وہ موت حیات اور حشر ونشر پر قدرت رکھتے ہیں۔

یعنی وہ معبودانِ باطل کسی کو موت دینے پر اور پہلے اسے زندگی عطا کرنے اور پھر دوبارہ زندہ کر کے اٹھانے پر قدرت نہیں رکھتے اور جو ایسا ہو تو الوہیت سے اس کا کوئی واسطہ نہیں۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج۱، ص ۲۴ (۲) دفعِ مضرت کے معنی میں نقصان کو خود سے دور کرنا اور جلب منفعت فائدہ حاصل کرنا۔

وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ِۨافْتَرٰىهُ وَ اَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۚ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ۚ﴿۴﴾

وَ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ﴿۵﴾

قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۶﴾

وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَ يَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ لَوْ لَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۙ﴿۷﴾

اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ؕ وَ قَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴿۸﴾

---

(۴) اور کفّار نے یہ کہا فرقان ایک من گھڑت چیز ہے جسے اس شخص نے خود کو گھڑ لیا ہے اور اس کام میں اس کی مدد دوسرے لوگوں نے کی ہے اس طرح انھوں نے ظلم اور غلط بیانی سے کام لیا ہے۔

(۵) اور انھوں نے کہا یہ پرانی داستانیں ہیں جسے اس نے لکھوا لیا ہے اور یہ صبح و شام اسے سنائی جاتی ہیں۔

(۶) اے نبی آپ فرما دیجیے کہ اسے اُس ہستی نے نازل کیا ہے جو آسمانوں اور زمین کے راز کو جانتا ہے وہ اللہ مغفرت کرنے والا اور مشفق ہے۔

(۷) اور انھوں نے کہا کہ یہ کیسا رسُول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں بھی جاتا ہے کیوں نہ اس کے پاس کوئی فرشتہ بھیجا گیا جو اس کے ساتھ نذیر ہوتا۔

(۸) یا اس تک کوئی خزانہ بھیج دیا جاتا یا اس کے لیے کوئی باغ ہوتا جس میں سے وہ کھاتا اور ظالم لوگ یہ کہتے ہیں کہ تم ایک سحر زدہ شخص کے پیچھے لگ گئے ہو۔

---

(۴) وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ِۨافْتَرٰىهُ

اور کفار نے کہا کہ یہ فرقان ایک من گھڑت چیز ہے جسے اس شخص نے خود گھڑ لیا ہے۔

اِنْ هٰذَآ سے مراد ہے قرآن۔

اِفْكٌ ایسا جھوٹ جسے گھڑا جائے۔

اِفْتَرٰىهُ جسے اس نے خود گھڑ لیا ہے۔

وَ اَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ

اور اس کام میں ان کی مدد دوسرے لوگوں نے کی ہے۔

تفسیر قمی میں ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس قران کو پڑھتے ہیں اور ہمیں جس سے آگاہ کرتے ہیں اسے وہ یہودیوں سے سیکھ کر آتے ہیں اور علمائے نصاریٰ سے اسے لکھتے ہیں اور ایک شخص جس کا نام ''ابن قبیطہ'' ہے یہ اس سے صبح و شام قرآن کی روایت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے قول کو بیان فرمانے کے بعد اس کی تردید کی ہے۔[1]

امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اِفْكٌ کے معنی ہیں جھوٹ اور قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ سے مراد ہے ابو فُکَیْہَہ، جبر، عداس اور عَابِس جو حُوَیْطِبْ کا غلام تھا۔[2]

فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا

اس طرح انھوں نے ظلم اور غلط بیانی سے کام لیا ہے۔

(۵) وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا

اور انھوں نے کہا یہ پرانی داستانیں ہیں جسے اس نے لکھوا لیا ہے۔

اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ جسے گزشتہ زمانے کے لوگوں نے لکھا ہے۔

اكْتَتَبَهَا یا تو خود لکھا ہے یا کسی سے لکھوایا ہے۔

فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا

اور یہ صبح و شام اسے سنائی جاتی ہیں۔

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ قول ہے نضر بن حارث بن علقمہ بن کِلدہ کا۔[3]

(۶) قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اے نبیؐ آپ فرما دیجیے کہ اسے اس ہستی نے نازل کیا ہے جو آسمانوں اور زمین کے راز کو جانتا ہے اس لیے کہ اس کتاب نے بعد والوں کو اپنی فصاحت کی وجہ سے اس کی مثالیں پیش کرنے سے عاجز و قاصر کر دیا اور یہ آئندہ پیش آنے والی غیب کی خبروں پر مشتمل ہے اور بہت سی پوشیدہ چیزیں ہیں جنھیں سوائے اس کے کوئی نہیں جانتا جو رازہائے سربستہ سے آشنا ہے تو پھر بتلاؤ کہ تم اس کتاب کو پرانی داستانیں کیوں کہہ رہے ہو۔

اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا

یقینا وہ اللہ مغفرت کرنے والا اور مشفق ہے۔

اسی وجہ سے باوجود قدرت کاملہ اور تمھارے استحقاق کے کہ تم پر فوراً عذاب نازل کر دیا جائے تمھاری ان

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۱۱ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۱۱ (۳) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۱۱

باتوں کو سن کر بھی وہ تم پر عذاب نازل کرنے میں جلدی نہیں کرتا۔

(۷) وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَ يَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ

اور انھوں نے کہا یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں بھی جاتا ہے کہ اسے کیا ہو گیا ہے کہ جو یہ رسالت کا دعوی کر رہا ہے اس جملے میں اہانت اور تمسخر ہے کہ یہ ایسا رسول ہے جو کھانا بھی کھاتا ہے جس طرح ہم کھاتے ہیں اور جس طرح ہم طلب معاش کے لیے بازاروں میں جاتے ہیں یہ بھی ویسے بازاروں کی طرف جاتا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر اس کا دعویٰ صحیح ہے تو پھر اس کے حالات ہم سے مختلف کیوں نہیں ان کا یہ خیال ان کے اندھے پن اور محسوسات پر کوتاہ نظری کا نتیجہ تھا اس لیے کہ مرسلین کا امتیاز ان لوگوں کی بہ نسبت جسمانی امور سے نہ تھا بلکہ وہ نفسانی احوال تھے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس طرف اشارہ کیا ہے۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ... (الکہف:۱۱۰) اے نبی آپ فرما دیجیے کہ میں تو تم جیسا ہی ایک بشر ہوں مجھ پر وحی کی جاتی ہے بے شک تمھارا معبود خدائے واحد ہے...

لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا

کیوں نہ اس کے پاس کوئی فرشتہ بھیجا گیا جو اس کے ساتھ نذیر ہوتا تاکہ اس کی سچائی کو فرشتے کی تصدیق سے معلوم کیا جاتا۔

(۸) اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ

یا اس تک کوئی خزانہ بھیج دیا جاتا۔

کہ وہ اس سے مدد حاصل کرتا اور حصول روزگار سے مستغنی ہو جاتا۔

اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا

یا اس کے پاس کوئی باغ ہوتا جس سے وہ کھاتا۔

یعنی اگر اس تک خزانہ نہ اتارا جاتا تو کم از کم اس کے لیے باغ تو ہوتا جیسا کہ صوبے کے رئیسوں کے پاس ہوتا ہے اور دولت مندوں کے پاس ہوتا ہے تاکہ وہ اس کی پیداوار سے بہترین زندگی بسر کرتا۔

وَ قَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا

اور ظالم لوگ یہ کہتے ہیں کہ تم ایک سحر زدہ شخص کے پیچھے لگ گئے ہو کہ جادو جس کی عقل پر غالب آچکا ہے۔

کہا گیا ہے کہ لفظ الظّٰلِمُوْنَ ضمیر کی جگہ اس لیے رکھا گیا کہ انھوں نے جو کچھ کہا ہے اس کی وجہ سے انھیں ظلم کے ساتھ منسلک کر دیا جائے۔[1]

(۱) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۱۳۹

اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۹﴾
تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا
الْاَنْهٰرُ ۙ وَ يَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ﴿۱۰﴾
بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ ۫ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ﴿۱۱﴾
اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّ زَفِيْرًا ﴿۱۲﴾
وَ اِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ﴿۱۳﴾

(۹) ذرا دیکھو تو سہی کہ انھوں نے آپ کے لیے کیسی کیسی باتیں بنا ڈالیں یہ لوگ ایسے گمراہ ہو گئے کہ اب ان کے لیے کوئی راستا نہیں بچا۔

(۱۰) بابرکت ہے وہ کہ اگر چاہے تو ان کی تجویز کردہ چیزوں سے بھی بہتر آپ کو دے سکتا ہے ایسے باغات جن کے نیچے نہریں جاری ہوں اور آپ کے لیے بڑے بڑے محلّات بھی مہیا کر سکتا ہے۔

(۱۱) بلکہ انھوں نے قیامت کی گھڑی کو جھٹلا دیا ہے اور جس نے قیامت کو جھٹلایا ہے ہم نے اس کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ مہیا کر رکھی ہے۔

(۱۲) جب وہ آگ انھیں دور سے دیکھے گی تو یہ لوگ اس کے غضب اور شدید چنگھاڑ کی آواز سنیں گے۔

(۱۳) اور جب اُنھیں جکڑ کر جہنم کی کسی تنگ جگہ میں ڈال دیا جائے گا تو وہ وہاں اپنی موت کو پکارنے لگیں گے۔

(۹) اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ۔

ذرا دیکھیے تو سہی کہ انھوں نے آپ کے لیے کیسی کیسی باتیں بنا ڈالیں آپ کے بارے میں خلاف قیاس باتیں کہیں اور آپ کے لیے عجیب وغریب باتیں گھڑ لیں۔

فَضَلُّوْا

تو یہ لوگ ایسے گم راہ ہو گئے۔

ایسے راستے سے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاصیتوں کی معرفت تک لے جاتا تھا اور ان کے درمیان اور جھوٹے مُدّعِیانِ نبوت کے درمیان فرق کو بتلاتا تھا وہ لوگ تو مخبوط الحواس ہو کر رہ گئے ہیں۔

فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا

کہ اب ان کے لیے کوئی راستا نہیں بچا۔

کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ آپ کی نبوت کے بارے میں طعن و تشنیع کر سکیں یا رہنمائی اور ہدایت کے بارے میں کوئی عیب نکالیں۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ انھوں نے ولایت علیؑ کے بارے میں غلط باتیں کہیں اور علیؑ ہی سبیل ہیں۔[1]

(۱۰) تَبٰرَكَ الَّذِیْۤ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَیْرًا مِّنْ ذٰلِكَ

بابرکت ہے وہ کہ اگر چاہے تو ان کی تجویز کردہ چیزوں سے بھی بہتر آپ کو دنیا میں دے سکتا ہے لیکن اس نے اسے آخرت کے لیے موخر کر دیا ہے اس لیے کہ آخرت بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔

جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَ یَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا

ایسے باغات جن کے نیچے نہریں جاری ہوں اور آپ کے لیے بڑے بڑے محلات بھی مہیا کر سکتا ہے۔

کتاب احتجاج اور تفسیر امام حسن عسکری علیہ السّلام میں سورۂ البقرہ کی آیت ۱۰۸ کے ذیل میں اللہ تعالیٰ کے قول اَمْ تُرِیْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُىِٕلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ... کی تفسیر میں بیان فرمایا ہے۔ امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ میں نے اپنے والد امام علی نقی علیہ السّلام سے سوال کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہودیوں اور مشرکین سے مناظرے کیا کرتے تھے جب وہ لوگ آپ سے خفگی ظاہر کرتے اور جھگڑتے تھے تو آپ نے فرمایا ہاں بہت مرتبہ ایسا ہوا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن مکہ مکرمہ میں صحن کعبہ میں تشریف فرما تھے عبداللہ بن ابی امیہ مخزومی نے گفتگو کا آغاز کیا اور کہنے لگا اے محمدؐ تم نے بہت بڑا دعویٰ کر دیا ہے اور تم نے نہایت خوفناک بات کہی ہے تم یہ سمجھ رہے ہو کہ تم رب العلمین کے رسول ہو اور رب العالمین اور تمام مخلوقات کے خالق کے لیے کسی طرح یہ مناسب نہیں کہ تم جیسے بشر کو رسول بنا کر بھیجے جو ہمارے جیسا ہے اسی طرح کھاتا ہے جس طرح ہم کھاتے ہیں اسی طرح بازاروں میں چلتا ہے جس طرح ہم چلتے ہیں اور یہ روم کا بادشاہ ہے، اور یہ فارس کا بادشاہ ہے جب بھی اپنا قاصد بھیجتے ہیں اس کے پاس مال و دولت کی کثرت ہوتی ہے وہ عالی مرتبت ہوتا ہے اس کے محلات ہوتے ہیں بلند و بالا عمارتیں ہوتی ہیں، کیمپ ہوتے ہیں خیمے ہوتے ہیں، غلام اور خدم و حشم ہوتے ہیں اور رب العالمین تو ان سب سے اعلی و ارفع ہے یہ سب تو اللہ کے غلام ہیں اگر آپ نبی ہوتے تو آپ کے ساتھ ایک فرشتہ آتا جو آپ کی تصدیق کرتا اور ہم اسے دیکھتے بلکہ اگر اللہ ہماری طرف نبی کو بھیجنے کا ارادہ کرتا تو اسے ہماری طرف فرشتے کو بھیجنا چاہیے تھا نہ کہ ہم جیسے بشر کو نبی بنانا تھا اے محمدؐ آپ تو سحر زدہ ہیں آپ نبی نہیں ہیں پھر انھوں نے بہت سی چیزوں کا مطالبہ کیا اور تجویزیں پیش کیں جن کا ذکر سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۹۳ کے ذیل میں کیا جا چکا ہے اور ان میں کچھ کا ذکر ان شاء اللہ سورۂ زخرف کی آیت نمبر ۳۲ کے ذیل میں کیا جائے گا۔

اس وقت رسول اللہ نے فرمایا، **اللھم انت السَّامِعُ لکل صوت و العالم بکل شی تعلم ماقالہ عبادک**

(۱) تفسیر قمی، ج ؟؟، ص ۱۱۱

(اے اللّٰہ اے ہر آواز کو سننے والے اور ہر چیز کو جاننے والے تو جانتا ہے جو کچھ تیرے بندوں نے کہا ہے) تو اس وقت اللّٰہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ... سے ...قُصُوْرًا تک دیگر آیات کے ساتھ جو بیان کی جا چکی ہیں امام علیہ السّلام نے فرمایا رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عبداللّٰہ کیا تم نے نہیں کہا کہ میں تمھاری طرح کھانا کھاتا ہوں اور تم نے یہ گمان کیا کہ اس کی وجہ سے میرے لیے اللّٰہ کا رسول ہونا جائز اور درست نہیں ہے دیکھو تمام معاملہ اللّٰہ کے ہاتھ میں ہے وہ جو چاہے کرتا ہے اور جو چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے اور قابل تعریف ہے نہ تو مجھے اور نہ کسی کو ''کیوں اور کیسے'' کہہ کر اعتراض کرنے کا حق ہے کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اللّٰہ تعالیٰ نے کس طرح کچھ لوگوں کو محتاج رکھا اور کچھ کو غنی کر دیا کچھ کو عزت دی اور کچھ کو ذلیل رہنے دیا کچھ کو تندرست رکھا اور کچھ کو بیمار رہنے دیا اور کچھ کو فضیلت عطا کی اور کچھ کو بے فضیلت کے رکھا؟ وہ سب کے سب کھانا کھاتے ہیں۔

پھر محتاجوں کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ کہیں اے اللّٰہ تو نے ہمیں فقیر کیوں بنایا اور انھیں غنی کیسے کر دیا اور نہ ہی پست افراد کو یہ کہنے کا حق ہے اے اللّٰہ تو نے کیوں ہمیں پستی میں رکھا اور انھیں بلندی عطا کر دی اور نہ ہی لولے لنگڑے اور کمزوروں کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ کہیں کہ اے اللّٰہ تو نے ہمیں لولا لنگڑا اور کمزور کیوں رکھا اور انھیں صحت مند کیوں قرار دیا اور نہ ہی ذلیلوں کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ کہیں کہ تو نے ہمیں ذلت سے کیوں دوچار کیا اور انھیں معزز کیوں بنایا اور نہ ہی بدصورت کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ کہے کہ تو نے ہمیں بدصورت کیوں بنایا اور انھیں خوبصورت کیوں قرار دیا اگر وہ ایسا کہیں گے تو گویا اللّٰہ کی ربوبیت پر اعتراض کریں گے اور اس کے احکام سے جھگڑیں گے اور اس کا انکار کریں گے البتہ ان کے لیے اللّٰہ کا جواب ہوگا۔

انا الملک الحافض الرافع المغنی المفقر المعز المُذل المصحح المسقم وانتم العبید لیس لکم الا التسلیم لی والانقیاد لحکمی فان سلّمتم کنتم عبادا مومنین وان اَبَیْتُمْ کنتم بی کافرین وبعقوباتی من الھالکین

(میں بادشاہ ہوں پست کرنے والا، بلند کرنے والا غنی کرنے والا، فقیر کرنے والا، عزت دینے والا، ذلت دینے والا، تندرست کرنے والا، بیمار کرنے والا اور تم سب کے سب میرے غلام اور بندے ہو تمھارا کام سر تسلیم خم کرنا اور میرے حکم کے سامنے سر جھکانا ہے اگر تم نے تسلیم کر لیا تو تم میرے مومن بندے بن کر رہو گے اور اگر تم نے انکار کیا تو گویا کہ تم نے میرا انکار کر دیا اور میری سزا سے تم ہلاک ہو جاؤ گے) پھر اس کے بعد اللّٰہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ان آیتوں کو نازل فرمایا اے محمدؐ آپ فرما دیجیے ...اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ... یعنی میں کھانا کھاتا ہوں۔

...يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ... (الکھف:۱۱۰) یعنی آپ ان سے فرما دیجیے کہ میں صرف بشریت میں تم جیسا ہوں لیکن میرے رب نے مجھے نبوت کے لیے مخصوص فرما لیا ہے جس طرح وہ بشر میں سے کچھ افراد کو دولت مندی صحت مندی اور حسن و جمال کے لیے منتخب کر لیتا ہے لہٰذا اگر اللّٰہ تعالیٰ نے مجھے نبوت کے لیے مخصوص کر دیا ہے تو اس بات کا انکار نہ کرو اس کے بعد ان کے دیگر اعتراضات کے جوابات دیے (جنھیں اس سے پہلے سورۃ

بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۹۳ کے ذیل میں اور سورۃ انعام کی آیت نمبر ۹ کے ذیل میں بیان کیا جا چکا ہے)۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جہاں تک تمھارے اس قول کا تعلق ہے ماانت الا رجل مسحور (کہ آپ تو ایک سحر زدہ شخص ہیں) تو بھلا میں ایسا کیسے ہوسکتا ہوں تم جانتے ہو کہ میں چیزوں کو ممیز کرنے اور عقل میں تم سے بالا ہوں کیا تم نے مجھ پر تجربہ کیا ہے کہ میں نشوونما کے آغاز سے چالیس سال مکمل کرنے تک کسی رسوائی، ذلت، جھوٹ اور خیانت اور غلط بات کہنے غلط مشورہ دینے میں ملوث رہا ہوں؟ کہ تم یہ خیال کرتے ہو اس شخص کے بارے میں جو اپنے نفس کی قوت و طاقت یا اللہ کی قوت و طاقت کے بل بوتے پر ان صفات سے متصف رہا اور ان خوبیوں کو اپنائے رہا اور یہی اللہ کا قول ہے اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا۔[1]

(۱۱) بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ بلکہ انھوں نے قیامت کی گھڑی کو جھٹلا دیا ہے۔

ان کی نگاہیں صرف دنیاوی ساز و سامان پر مرکوز ہو کر رہ گئی ہیں وہ یہ سمجھ بیٹھے کہ بزرگی صرف مال کی وجہ سے ہوتی ہے لہٰذا انھوں نے آپ کو فقر کے طعنے دیے۔

وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا

اور جس نے قیامت کو جھٹلایا ہے تو ہم نے اس کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ مہیا کر رکھی ہے۔

سَعِيْرًا ایسی آگ جس کے شعلے بلند ہو رہے ہوں، جو بہت زیادہ بھڑک رہی ہو۔

(۱۲) اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ جب وہ آگ انھیں دور سے دیکھے گی یعنی انھیں دور سے نظر آئے گی۔

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے اور قمی میں ہے کہ آگ ایک سال کے فاصلے سے نظر آئے گی۔[2]

سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّ زَفِيْرًا

تو یہ لوگ اس کے غضب اور شدید چنگھاڑ کی آواز سنیں گے۔

(۱۳) وَ اِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ

اور جب انھیں جکڑ کر جہنم کی کسی تنگ جگہ میں ڈال دیا جائے گا۔

تفسیر قمی میں ہے فرمایا وہ ایک دوسرے کے ساتھ مُقیَّد ہوں گے۔[3]

دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا

تو وہ وہاں اپنی موت کو پکارنے لگیں گے۔

یعنی وہ ہلاکت کے متمنی ہوں گے اور اسے آواز دیں گے۔

---

(۱) تفسیر الامام عسکری، ص ۵۰۰-۵۰۶ (۲) مجمع البیان ج ۷-۸، ص ۱۶۳ و تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۱۲

(۳) تفسیر قمی ج ۲ ص ۱۱۲

لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّ ادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ﴿۱۴﴾
قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّمَصِيْرًا ﴿۱۵﴾
لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ خٰلِدِيْنَ ؕ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا ﴿۱۶﴾
وَ يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَ مَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۱۷﴾ؕ
قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ وَ لٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَ كَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿۱۸﴾

---

(۱۴) ان سے کہا جائے گا آج تم صرف ایک موت کو نہ پکارو بلکہ بے شمار ہلاکتوں کو آواز دو۔

(۱۵) اے نبی دریافت کیجیے کیا یہ بہتر ہے یا وہ دائمی بہشت جس کا وعدہ متقین سے کیا جاچکا ہے جو ان کے عمل کی جزا اور آخری ٹھکانا ہوگا۔

(۱۶) وہاں ان کے لیے ہمیشہ کے لیے وہ سب کچھ ہوگا جسے وہ چاہیں گے اور یہ آپ کے پروردگار کے ذمے ایک لازمی وعدہ ہے۔

(۱۷) اور جس دن اللہ انھیں گھیر کر لائے گا اور اللہ کو چھوڑ کر یہ جن معبودوں کی پرستش کرتے تھے انھیں بھی جمع کرے گا اور پوچھے گا کیا تم نے میرے بندوں کو گمراہ کیا تھا یا یہ خود ہی راستہ بھول گئے۔

(۱۸) وہ عرض کریں گے تیری ذات پاک ہے ہمارے لیے یہ کسی طرح مناسب نہیں تھا کہ ہم تیرے سوا کسی اور کو سرپرست بنائیں لیکن اے اللہ تو نے انھیں اور اُن کے آباؤ اجداد کو عزت و دولت سے نوازا یہاں تک کہ وہ تیری یاد سے غافل ہو گئے اور وہ تو ہلاک ہونے والے لوگ تھے۔

---

(۱۴) لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّ ادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا

ان سے کہا جائے گا کہ آج تم صرف ایک موت کو نہ پکارو بلکہ بے شمار ہلاکتوں کو آواز دو۔ اس لیے کہ تمھارا عذاب کئی طرح کا ہے۔

(۱۵) قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ

اے نبیؐ آپ دریافت کیجیے کہ کیا یہ بہتر ہے۔

اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ

یا وہ دائمی بہشت جس کا وعدہ متقین سے کیا جاچکا ہے۔

كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّمَصِيْرًا

جو ان کے لیے عمل کی جزا اور آخری ٹھکانا ہوگی۔

(۱۶) لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ خٰلِدِيْنَ ؕ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا

وہاں ان کے لیے ہمیشہ کے لیے وہ سب کچھ ہوگا جسے وہ چاہیں گے اور یہ آپ کے پروردگار کے ذمے ایک لازمی وعدہ ہے۔

یعنی وہ لوگ جو کچھ چاہ رہے تھے وہ حقیقی وعدہ تھا کہ جس کا سوال کیا گیا اور جسے طلب کیا گیا یا لوگوں نے سوال کیا اپنے اس قول سے ''رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ... (آل عمران: ۱۹۴)'' پروردگار! ہمیں وہ چیز دے جس کا تو نے اپنے رسولوں کے ذریعے ہم سے وعدہ کیا تھا یا ملائکہ نے عرض کی:

وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ (غافر ۸) اے اللہ انھیں تو ابدی باغوں (جنات عدن) میں داخل فرما۔

(۱۷) وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اور جس دن اللہ انھیں گھیر کر لائے گا اور اللہ کو چھوڑ کر یہ جن معبودوں کی پرستش کرتے تھے انھیں بھی جمع کرے گا۔

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے علاوہ تمام معبود مراد ہیں۔

فَيَقُوْلُ

تو اللہ تبارک وتعالیٰ ان معبودانِ باطل سے سوال کرے گا۔

ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ

کیا تم نے میرے بندوں کو گم راہ کیا تھا یا یہ خود ہی راستہ بھول گئے تھے۔

کیوں کہ انھیں صحیح دکھائی نہیں دے رہا تھا اور یہ نصیحت کرنے والے رہنما سے روگردانی کر رہے تھے، اور یہ سوالیہ انداز میں بندوں کو تنبیہ کرنا اور سرزنش کرنا مقصود ہے۔

(۱۸) قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ

وہ عرض کریں گے تیری ذات پاک ہے ہمارے لیے یہ کسی طرح مناسب نہ تھا کہ ہم تیرے سوا کسی اور کو سرپرست بنائیں۔

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ

جب ان سے یہ بات کہی گئی تو انھوں نے ازراہ تعجب یہ کہا تیری ذات پاک ہے اس لیے کہ یہ یا فرشتے ہیں اور انبیائے معصومینؑ ہیں یا جمادات ہیں جو کسی شے پر قدرت نہیں رکھتے یا جتلانا مقصود ہے کہ پتھروں کی علامت یہ ہے کہ وہ اللہ کی تسبیح اور توحید کا ذکر کرتے ہیں تو بھلا ان کے لیے یہ کیسے مناسب ہوگا کہ وہ اللہ کے بندوں کو گم راہ کریں یا اس سے مراد اللہ کو شریکوں سے پاک ومنزہ قرار دینا ہے۔

وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ

لیکن اے اللہ تو نے انھیں اور ان کے آباؤ اجداد کو عزت و دولت سے نوازا یہاں تک کہ وہ تیری یاد سے غافل ہو گئے۔

مَّتَّعْتَهُمْ

تو نے انھیں طرح طرح کی نعمتوں سے نوازا اور وہ خواہشات میں ڈوب گئے۔

نَسُوا الذِّكْرَ

تیرے ذکر اور تیری یاد سے غافل ہو گئے اور تیری نعمتوں کو بھلا بیٹھے اور تیری آیتوں میں تدبر کو فراموش کر دیا۔

وَكَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا

اور وہ تو ہلاک ہونے والے لوگ تھے۔

فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ ۙ فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّ لَا نَصْرًا ۚ وَ مَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا ﴿۱۹﴾

وَ مَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّاۤ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ وَ جَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ؕ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَ كَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ﴿۲۰﴾ ع ۲ ۱۱ ۱۷

وَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ﴿۲۱﴾

---

(۱۹) اللّٰہ فرمائے گا کہ اے کافرو! تمھارے معبودوں نے تمھاری باتوں کو جھٹلا دیا اب نہ تم عذاب کو ٹال سکتے ہو اور نہ ہی اپنی مدد کر سکتے ہو اور تم میں سے جو بھی ظلم کرے گا اسے ہم بڑے سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

(۲۰) اور اے محمد ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول بھیجے وہ سب کے سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں جاتے تھے اور ہم نے تمھیں ایک دوسرے کے لیے آزمائش بنا دیا کیا تم لوگ صبر کرتے ہو؟ اور تمھارا پروردگار خوب دیکھنے والا ہے۔

(۲۱) اور جو لوگ ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے انھوں نے کہا کہ فرشتوں کو ہم پر کیوں نہیں نازل کیا جاتا؟ یا ہم اپنے پروردگار کو کیوں نہیں دیکھتے؟ درحقیقت انھوں نے اپنے تئیں بڑا گھمنڈ کیا اور بڑی سرکشی سے کام لیا۔

---

(۱۹) فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ

اللّٰہ فرمائے گا کہ اے کافرو! تمھارے معبودوں نے تمھاری باتوں کو جھٹلا دیا۔ قول کو حذف کر کے عبادت کرنے والوں کی طرف توجہ مبذول کی گئی احتجاج اور الزام کی غرض سے مفہوم یہ ہے کہ تمھارے معبودوں نے تمھیں جھٹلا دیا ہے۔

بِمَا تَقُوْلُوْنَ

تم جو کچھ کہہ رہے ہو کہ یہ ہمارے معبود ہیں اور انھوں نے ہمیں گمراہ کیا ہے ایسا نہیں ہے بلکہ انھوں نے "...سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَاۤ..." کہہ کر تمھیں جھٹلا دیا ہے۔

فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّ لَا نَصْرًا

اب تم ان معبودوں کے ذریعے نہ تو خود سے عذاب کو ٹال سکتے ہو اور نہ ہی اپنی مدد کر سکتے ہو۔

وَ مَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا

اور تم میں سے جو بھی ظلم کرے گا اسے ہم بڑے عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

عَذَابًا كَبِيْرًا سے مراد ہے آتش جہنم کا عذاب۔

(۲۰) وَ مَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَ يَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ

اور اے محمدؐ ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول بھیجے وہ سب کے سب کھانا کھاتے تھے اور بازاوں میں جاتے تھے۔

یہ ان کے قول کا جواب ہے ... مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَ يَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ... (الفرقان:۷)

وَ جَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً

اے لوگو! ہم نے تمھیں ایک دوسرے کے لیے آزمائش بنا دیا۔

فِتْنَةً کا مفہوم ہے ابتلا، آزمائش جیسے محتاجوں کا امتحان دولت مندوں کے ذریعے اور رسولوں کا امتحان جن کی طرف بھیجا گیا ہے ان کے ذریعے اور ان سے دشمنی اور عداوت کرنے کے ذریعے اور انھیں ایذا رسانی کے ذریعے اور یہ جملہ درحقیقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسلّی کے لیے ہے جو ان لوگوں نے کہا تھا اس کے جواب میں اور ان کے دلائل کو باطل کرنے کے بعد۔

اَتَصْبِرُوْنَ

کیا تم لوگ صبر کرتے ہو؟

یہ آزمائش میں ڈالنے کی علت ہے تاکہ ہم جان لیں کہ تم میں سے کون صبر کرتا ہے اور انھیں جس آزمائش میں مبتلا کیا گیا اس پر صبر کرنے کے لیے ابھارا گیا ہے۔

وَ كَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا

اور تمھارا پروردگار خوب دیکھنے والا ہے۔

اسے کہ جو صبر کرتا ہے اور جو صبر نہیں کرتا۔

(۲۱) وَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا

اور جو لوگ ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے انھوں نے کہا۔

اس لیے کہ وہ دوبارہ زندہ کیے جانے کا انکار کرتے ہیں۔

اور ملاقات کی حقیقت۔ اللہ کی بارگاہ تک رسائی ہے۔

لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ

کہ فرشتوں کو ہم پر کیوں نہیں نازل کیا جاتا۔

کہ وہ ہمیں بتلا دیں کہ محمدؐ سچے ہیں یا وہ فرشتے ہی ہماری جانب رسول بن کر آ جاتے۔

اَوْ نَرٰى رَبَّنَا

یا ہم اپنے پروردگار کو کیوں نہیں دیکھتے۔

جو ہمیں حکم دیتا کہ ہم محمدؐ کی تصدیق کریں اور ان کی پیروی کریں۔

لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ

انھوں نے اپنے تئیں بڑا ظلم کیا۔

وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا

اور بڑی سرکشی سے کام لیا۔

عَتَوْ کا مفہوم ہے ظلم میں حد سے تجاوز کرنا۔

عُتُوًّا كَبِيْرًا ایسی سرکشی جو اپنی انتہائی منزل کو پہنچ چکی ہو کہ ان لوگوں نے معجزات دیکھنے کے بعد بھی ان سے روگردانی کی اور انھوں نے اپنے خبیث نفوس کے لیے ایسا طریقہ اختیار کیا جس کے سامنے نُفُوس قدسیہ کی بلندیاں مسدود ہو گئی تھیں۔

يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَ يَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۲۲﴾

وَ قَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴿۲۳﴾

اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّ اَحْسَنُ مَقِيْلًا ﴿۲۴﴾

وَ يَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَ نُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ﴿۲۵﴾

اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ِالْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ؕ وَ كَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ﴿۲۶﴾

---

(۲۲) جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے اس دن مجرمین کے لیے کوئی بشارت نہ ہوگی اور فرشتے کہیں گے تم لوگ روک دیے گئے ہو۔

(۲۳) اور ہم ان کے اعمال کی طرف متوجہ ہوں گے اور جو انھوں نے انجام دیے ہوں گے تو ہم اسے اڑتا ہوا پراگندہ غبار بنا دیں گے۔

(۲۴) اس روز صاحبانِ جنت بہترین جائے قرار اور عمدہ ترین مقام استراحت میں ہوں گے۔

(۲۵) اس روز ایک بادل آسمان کو چیرتا ہوا نمودار ہوگا اور جوق در جوق فرشتے نازل ہو رہے ہوں گے۔

(۲۶) اس روز حقیقی بادشاہی صرف رحمان کی ہوگی اور وہ دن کافروں کے لیے بڑا سخت ہوگا۔

---

(۲۲) يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ

جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے۔

موت کے فرشتوں کو یا عذاب کے فرشتوں کو۔

لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ

اس دن مجرمین کے لیے کوئی بشارت نہ ہوگی۔

وَ يَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا

اور فرشتے کہیں گے تم لوگ روک دیے گئے ہو۔

وہ ان سے پناہ مانگ رہے ہوں گے اور اللہ سے یہ مطالبہ کر رہے ہوں گے کہ اللہ ان سے ملاقات نہ کرائے

اور یہی وہ بات ہے جسے وہ دشمنوں سے مڈبھیڑ کے وقت یا ناپسندیدہ امور کے حملے کے وقت کہا کرتے تھے۔

(۲۳) وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ

اور ہم ان کے اعمال کی طرف متوجہ ہوں گے جو انھوں نے انجام دیے ہوں گے۔

فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا

اور ہم اسے اڑتا ہوا پراگندہ غبار بنا دیں گے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا کہ اگرچہ ان کے اعمال مصر کے بنے ہوئے قباطی (سفید رنگ کے پارچے) سے بھی زیادہ سفید ہوں گے پھر اللّٰہ جل جلالہ اس سے کہے گا کہ ''تو اڑتا ہوا پراگندہ غبار بن جا'' اور یہ اس لیے ہوگا کہ جب ان کے لیے کچھ چیزیں حرام کی گئیں تو وہ اسے بجا لائے[۱] اور ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے حرام کو ترک نہیں کیا۔[۲]

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا کہ اللّٰہ تعالیٰ قیامت کے دن ایک قوم کو مبعوث کرے گا جن کے سامنے ایک نور ہوگا جو مصر کے بنے ہوئے سفید قباطی پارچے کی طرح ہوگا پھر اللّٰہ اس سے کہے گا کہ ''تو اڑتا ہوا غبار بن جا'' پھر امام علیہ السّلام نے فرمایا خدا کی قسم وہ نمازیں پڑھتے تھے وہ روزے رکھتے تھے لیکن جب ان کے سامنے کوئی حرام چیز پیش کی جاتی تھی تو اسے لے لیتے تھے اور جب ان کے سامنے امیر المومنین علیہ السلام کے فضائل بیان کیے جاتے تھے تو اس کا انکار کرتے تھے اور فرمایا کہ ''هَبَآءً مَّنْثُوْرًا'' سے مراد وہ غبار ہے جسے تم گھر کے روش دان میں سورج کی روشنی کے وقت دیکھتے ہو۔[۳]

کتاب بصائر میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ یہ کس کے اعمال ہیں؟ تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ ہمارے اور ہمارے شیعوں کے دشمنوں کے اعمال۔[۴]

(۲۴) اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّ اَحْسَنُ مَقِيْلًا

اس روز صاحبانِ جنت بہترین جائے قرار اور عمدہ ترین مقام استراحت میں ہوں گے۔

مُّسْتَقَرًّا وہ جگہ جہاں پر زیادہ تر وقت باہمی نشست اور گفتگو میں گزارا جاتا ہے۔

مَقِيْلًا وہ گھر جہاں استراحت کے لیے انسان آتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ تشبیہ کے طور پر وہ مکان تجویز کیا گیا جہاں پر لوگ دوپہر کے وقت استراحت کرتے ہیں جسے ''قیلولہ'' کہا جاتا ہے اس لیے کہ جنت میں ایسی نیند نہیں۔[۵]

کتاب کافی میں ایک حدیث کے ذیل میں وارد ہوا ہے کہ امیر المومنین علیہ السّلام نے سوالِ قبر کے بارے میں فرمایا کہ دونوں فرشتے (منکر ونکیر) اس کے لیے جنت کے دو دروازے کھول دیں گے پھر اس سے کہیں گے تم

(۱) کتاب الکافی، ج ۵، ص ۱۲۶، ح ۱۰ (۲) الکافی، ح ۲، ۸۱ (۳) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۲۲۔ ۱۱۳۔
(۴) بصائر الدرجات، ص ۴۴۶، ح ۱۵ (۵) بیضاوی انوار التنزیل، ج ۲، ص ۱۴۲

آرام سے سوؤ ایک جوان رعنا کی طرح محو خواب ہو جاؤ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّ اَحْسَنُ مَقِيْلًا۔[1]

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ہم تک یہ بات پہنچی ہے اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ جب جہنمی جہنم میں جانے کے لیے تیار ہوں گے تو جہنم میں داخل ہونے سے پہلے انھیں لے جایا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ تم ایسے سائے میں داخل ہو جاؤ جو آتش جہنم کا تین شاخہ دھواں ہے وہ یہ سمجھیں گے کہ جنت ہے پھر انھیں گروہ در گروہ جہنم میں داخل کیا جائے گا اور یہ دوپہر کا وقت ہوگا اور جنت کے لوگوں کو ان کے من پسند تحفے دے کر انھیں جنت میں ان کی رہائش گاہیں دے دی جائیں گی اور یہ دوپہر کا وقت ہوگا اور یہ اللہ قول ہے اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ...[2]

(۲۵) وَ يَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ

اور اس روز ایک بادل آسمان کو چیرتا ہوا نمودار ہوگا۔

بِالْغَمَامِ یعنی آسمان میں بادل کے طلوع ہونے کی وجہ سے کہا گیا ہے یہ وہی ''غمام'' ہے جس کا ذکر اللہ کے اس قول میں ہے:

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ...(البقرہ ۲۱۰)

کیا اب وہ اس انتظار میں ہے کہ اللہ بادلوں کے سائے میں ان کے سامنے چلا آئے اور فرشتے بھی۔[3]

وَ نُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا

اور جوق در جوق فرشتے نازل ہو رہے ہوں گے۔

کہا گیا ہے کہ ان بادلوں میں فرشتے اعمال کے صحائف لے کر آئیں گے۔[4]

تفسیر قمی میں ہے کہ ''غمام'' سے مراد امیر المومنین علیہ السّلام ہیں۔[5]

(۲۶) اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ

اس روز حقیقی بادشاہی صرف رحمان کی ہوگی۔

یعنی رحمان کے لیے ثابت ہوگی اس لیے کہ ہر مملکت اس روز باطل ہو جائے گی بس صرف اسی کا ملک اور اقتدار باقی رہے گا۔

وَ كَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا

اور وہ دن کافروں کے لیے بڑا سخت ہوگا۔

---

(۱) الکافی، ج ۳، ص ۲۳۱–۲۳۲، ح ۱ کا قصہ
(۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۱۳
(۳) بیضاوی انوار التنزیل، ج ۲، ص ۱۴۳
(۴) بیضاوی انوار التنزیل، ج ۲، ص ۱۴۳
(۵) تفسیر قمی ج ۲ ص ۱۱۳

وَ يَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴿۲۷﴾

يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿۲۸﴾

لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ؕ وَ كَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿۲۹﴾

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿۳۰﴾

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ؕ وَ كَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ﴿۳۱﴾

وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَ رَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ﴿۳۲﴾

---

(۲۷) جس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو چبا کر کہے گا اے کاش میں نے رسول کے ساتھ سبیل کو اپنایا ہوتا۔

(۲۸) ہائے میری کم بختی کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا۔

(۲۹) اس نے تو ذکر آ جانے کے بعد بھی مجھے گمراہ کر دیا اور شیطان تو انسان کو بے سہارا چھوڑ دینے والا ہے۔

(۳۰) اور (اس وقت) رسول بارگاہ خداوندی میں عرض کریں گے اے میرے رب میری قوم نے اس قرآن کو بالکل نظر انداز کر دیا تھا۔

(۳۱) اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے مجرمین میں سے کچھ دشمن قرار دے دیے ہیں اور آپ کا پروردگار ہدایت اور نصرت کے لیے کافی ہے۔

(۳۲) اور کافروں نے کہا! کہ اس پر قرآن یکبارگی کیوں نہ نازل کیا گیا، تدریجاً اتارنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم آپ کے دل میں ثبات پیدا کریں اور ہم نے اس کو ایک خاص ترتیب کے ساتھ نازل کیا ہے۔

---

(۲۷) وَ يَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ جس روز ظالم حسرت و ناامیدی سے اپنے ہاتھ چبائے گا۔

يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا

وہ کہے گا اے کاش میں نے رسولؐ کے ساتھ سبیل کو اپنایا ہوتا۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ علیؑ کو ولی مانا ہوتا۔[1]

(۲۸) یٰوَیْلَتٰى لَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًا

ہائے میری کم بختی کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا۔

(۲۹) لَقَدْ اَضَلَّنِیْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِیْ

اس نے تو ذکر آجانے کے بعد بھی مجھے گمراہ کر دیا۔

فرمایا ذکر سے مراد ولایت ہے۔[2]

وَكَانَ الشَّیْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا اور شیطان تو انسان کو بے سہارا چھوڑ دیتا ہے۔

(۳۰) وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا

اور (اس وقت) رسولؐ بارگاہ خداوندی میں عرض کریں گے اے میرے رب میری قوم نے اس قرآن کو بالکل نظر انداز کر دیا تھا۔ اسے چھوڑ دیا تھا اور اس سے اعراض کیا تھا۔

(۳۱) وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِیْنَ

اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے مجرمین میں سے کچھ دشمن قرار دیے ہیں۔ جس طرح آپ کے دشمن ہیں آپ اسی طرح صبر کریں جیسے ان انبیاء نے صبر کیا تھا۔

وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِیًا وَّنَصِیْرًا اور آپ کا پروردگار ہدایت اور نصرت کے لیے کافی ہے۔

وہ مجرمین کے خلاف آپ کی مدد کرے گا۔

(۳۲) وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَیْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً

اور کافروں نے کہا! کہ اس پر قرآن یکبارگی کیوں نہ نازل کیا گیا۔

ایک ہی مرتبہ مکمل قرآن اس سے پہلے نازل ہونے وال تینوں کتابوں یعنی توریت، زبور اور انجیل کی طرح۔

كَذٰلِكَ ۛ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ

تدریجاً اتارنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم آپ کے دل میں ثبات پیدا کریں۔

یعنی اسی طرح ہم نے قرآن کو تدریجاً الگ الگ کر کے نازل کیا ہے تاکہ ہم آپ کے دل کو مضبوط بنائیں اسے یاد کرنے اور اسے سمجھنے کے لیے اس لیے بھی کہ جب جبرئیل ایک حالت کے بعد دوسری حالت میں لے کر آئے تو اس سے آپ کو ثبات قلب حاصل ہوا۔

وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِیْلًا

اور ہم نے اس کو ایک خاص ترتیب کے ساتھ نازل کیا ہے یعنی ہم نے اسے پڑھ کر سنایا ہے ایک چیز کے بعد دوسری چیز بڑے ٹھہر ٹھہر کر نہایت سکون کے ساتھ بیس سال کے عرصے میں۔

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۱۳ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۱۳

وَ لَا یَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَ اَحْسَنَ تَفْسِیْرًا ﴿۳۳﴾
اَلَّذِیْنَ یُحْشَرُوْنَ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ اِلٰی جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضَلُّ سَبِیْلًا ﴿۳۴﴾

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْكِتٰبَ وَ جَعَلْنَا مَعَهٗۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِیْرًا ﴿۳۵﴾
فَقُلْنَا اذْهَبَاۤ اِلَی الْقَوْمِ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ؕ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِیْرًا ﴿۳۶﴾
وَ قَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَ جَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰیَةً ؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۳۷﴾

---

(۳۳) اور وہ کافر جب بھی کوئی مثال (اعتراض) لے کر آتے ہیں تو ہم جواب میں آپ کو حق بات اور اس کی بہترین تفسیر بیان کر دیتے ہیں۔

(۳۴) جو لوگ اوندھے منہ جہنم کی طرف دھکیلے جائیں گے ان کا ٹھکانا بدترین ہے اور وہ راستہ کھو بیٹھے ہیں۔

(۳۵) اور یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور ان کے ساتھ ان کے بھائی ہارون کو وزیر بنایا۔

(۳۶) ہم نے ان دونوں سے کہا تم ایسی قوم کی طرف جاؤ جس نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا ہے اور ہم نے انھیں تباہ و برباد کر دیا۔

(۳۷) اور نوح کی قوم نے جب رسولوں کو جھٹلایا تو ہم نے انھیں غرق کر ڈالا اور دنیا بھر کے لوگوں کے لیے نشانِ عبرت بنا دیا اور ہم نے ظالموں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

---

(۳۳) وَ لَا یَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ

اور وہ کافر جب بھی کوئی مثال (اعتراض) لے کر آئے۔

ایسا عجیب سوال گویا کہ وہ باطل ہونے کی ایک مثال ہے اِس سے ان کا مقصد اے نبیؐ آپ کی نبوت پر الزام تراشی اور عیب لگانا ہے۔

اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ

تو ہم جواب میں آپ کو ناقابل تردید حق سے نوازتے ہیں۔

وَ اَحۡسَنَ تَفۡسِیۡرًا

اور اس کی بہترین تفسیر اور توجیہ بیان کر دیتے ہیں جو درحقیقت ان کے سوالوں کا جواب ہوتا ہے۔

(۳۴) اَلَّذِیۡنَ یُحۡشَرُوۡنَ عَلٰی وُجُوۡہِہِمۡ اِلٰی جَہَنَّمَ

جو لوگ اوندھے منہ جہنم کی طرف دھکیلے جائیں گے۔

اُولٰٓئِکَ شَرٌّ مَّکَانًا وَّ اَضَلُّ سَبِیۡلًا

ان کا ٹھکانا بدترین ہے اور وہ راستا کھو بیٹھے ہیں۔

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ کافر روزِ قیامت چہرے کے بل کس طرح محشور کیا جائے گا تو آپ نے فرمایا کہ وہ اللہ جس نے اسے پیروں پر چلایا ہے وہ قدرت رکھتا ہے کہ اسے قیامت کے دن چہروں کے بل چلائے۔[۱]

(۳۵) وَ لَقَدۡ اٰتَیۡنَا مُوۡسَی الۡکِتٰبَ وَ جَعَلۡنَا مَعَہٗۤ اَخَاہُ ہٰرُوۡنَ وَزِیۡرًا

اور یقیناً ہم نے موسیٰؑ کو کتاب دی اور ان کے ساتھ ان کے بھائی ہارونؑ کو وزیر بنایا۔ وزیر۔ بوجھ اٹھانے والا۔ جو دعوت دین اور اعلائے کلمۂ حق میں ان کا ہاتھ بٹائے اور بوجھ اٹھائے۔

(۳۶) فَقُلۡنَا اذۡہَبَاۤ اِلَی الۡقَوۡمِ الَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا

تو ہم نے ان دونوں سے کہا کہ تم ایسی قوم کی طرف جاؤ جس نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا ہے۔ یعنی موسیٰؑ اور ہارونؑ کو حکم دیا کہ وہ فرعون اور اس کی قوم کی طرف جائیں۔

فَدَمَّرۡنٰہُمۡ تَدۡمِیۡرًا

اور ہم نے انھیں تباہ و برباد کر دیا۔

یعنی وہ دونوں فرعون اور اس کی قوم کی طرف گئے ان لوگوں نے موسیٰؑ اور ہارونؑ کو جھٹلایا تو ہم نے ان سب کو تباہ و برباد کر دیا۔

(۳۷) وَ قَوۡمَ نُوۡحٍ لَّمَّا کَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغۡرَقۡنٰہُمۡ

اور نوحؑ کی قوم نے جب رسولوں کو جھٹلایا تو ہم نے انھیں غرق کر ڈالا یعنی طوفان میں ڈبو دیا۔

وَ جَعَلۡنٰہُمۡ لِلنَّاسِ اٰیَۃً

اور دنیا بھر کے لوگوں کے لیے نشانِ عبرت بنا دیا۔

وَ اَعۡتَدۡنَا لِلظّٰلِمِیۡنَ عَذَابًا اَلِیۡمًا

اور ہم نے ظالموں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

---

(۱) مجمع البیان، ج ۷۔۸، ص ۱۷۰

وَّ عَادًا وَّثَمُوْدَا۠ وَ اَصْحٰبَ الرَّسِّ وَ قُرُوْنًۢا بَیْنَ ذٰلِكَ كَثِیْرًا ﴿۳۸﴾
وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ۫ وَ كُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِیْرًا ﴿۳۹﴾
وَ لَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْیَةِ الَّتِیْۤ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ؕ اَفَلَمْ یَكُوْنُوْا یَرَوْنَهَا ۚ
بَلْ كَانُوْا لَا یَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ﴿۴۰﴾
وَ اِذَا رَاَوْكَ اِنْ یَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِیْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ﴿۴۱﴾
اِنْ كَادَ لَیُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْ لَاۤ اَنْ صَبَرْنَا عَلَیْهَا ؕ وَ سَوْفَ یَعْلَمُوْنَ
حِیْنَ یَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِیْلًا ﴿۴۲﴾

---

(۳۸) اور عاد اور ثمود اور اصحاب رس اور بیچ کی صدیوں کے بہت سے لوگ تباہ کیے گئے۔
(۳۹) اور ان میں سے ہر ایک کو ہم نے پچھلی اقوام کی مثالوں سے سمجھایا اور آخر کار انھیں تہس نہس کر دیا۔
(۴۰) پھر یہ لوگ اس بستی تک آئے جس کے باشندوں پر بدترین بارش برسائی گئی کیا ان لوگوں نے اسے نہیں دیکھا بلکہ یہ لوگ تو حشر ونشر کی توقع نہیں رکھتے۔
(۴۱) اور جب یہ آپ کو دیکھتے ہیں بس آپ کا مذاق اڑانے لگتے ہیں کیا یہی ہے وہ جسے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے؟
(۴۲) وہ تو ہمیں ہمارے معبودوں سے بہکا دیتا اگر ہم ان کی عقیدت پر جمے نہ رہتے ان کافروں کو عنقریب پتا چل جائے گا جب وہ عذاب کو دیکھیں گے کہ کون راستے سے بھٹکا ہوا تھا۔

---

(۳۸) وَّ عَادًا وَّثَمُوْدَا۠ وَ اَصْحٰبَ الرَّسِّ اور ہم نے عاد، ثمود اور اصحاب الرس کو بھی نشانی قرار دیا۔
وَ قُرُوْنًۢا بَیْنَ ذٰلِكَ كَثِیْرًا اور بیچ کی صدیوں کے بہت سے لوگ تباہ کر دیے جن کا علم اللہ کو ہے۔
(۳۹) وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ اور ان میں سے ہر ایک کو ہم نے پچھلی اقوام کی مثالوں سے سمجھایا۔
یعنی ہم نے ان کے سامنے گزشتہ اقوام کی عجیب وغریب داستانوں کو سنایا عذر خواہی اور تنبیہ کے لیے لیکن جب انھوں نے اصرار کیا تو انھیں ہلاک کر دیا گیا جیسا کہ فرمایا وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِیْرًا
اور آخر کار انھیں تہس نہس کر دیا۔
تبر کا مفہوم ہے ہلاک کرنا۔ توڑنا، ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالنا۔
اور سونے اور چاندی کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کو بھی تبر کیا جاتا ہے۔

کتاب معانی اور تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اس کا مفہوم ہے کہ ہم نے انھیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور قمی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ تَبَّرْنَا تَتْبِیْرًا نَبطی زبان کا لفظ ہے۔[1]

کتاب عیون اور علل الشرائع میں امام رضا علیہ السّلام سے مروی ہے وہ اپنے والد موسیٰ الکاظمؑ سے اور وہ اپنے والد جعفر بن محمد سے اور وہ اپنے والد محمد بن علی سے وہ اپنے والد علیؑ بن الحسین سے اور وہ اپنے والد حسینؑ بن علی سے انھوں نے فرمایا کہ حضرت علی علیہ السّلام کی شہادت سے تین روز قبل اشراف بنی تمیم کا ایک شخص حضرت علی علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا جس کا نام عمرو تھا اس نے کہا یا امیر المومنینؑ آپ مجھے اصحاب الرس کے بارے میں بتلایئے کہ وہ کس زمانے میں تھے؟ اور ان کی رہائش گاہیں کہاں پر تھیں؟ اور ان کے زمانے میں کون سا بادشاہ تھا؟ اور کیا اللہ تعالیٰ نے ان کی جانب کسی رسول کو بھیجا تھا یا نہیں؟ اور انھیں کس وجہ سے ہلاک کر ڈالا گیا؟ اس لیے کہ کتاب خداوندی میں ان کا تذکرہ تو ملتا ہے لیکن ان کے حالات نہیں ملتے تو حضرت علی علیہ السّلام نے اس سے کہا تم نے ایسی بات دریافت کی ہے جو تم سے پہلے کسی نے دریافت نہیں کی اور سوائے میرے کوئی بھی تمھیں ان کے بارے میں نہیں بتلائے گا۔

دیکھو کتابِ خدا میں جتنی آیتیں ہیں میں ان کے بارے میں جانتا ہوں اور ان کی تفسیر سے واقف ہوں اور یہ کہ وہ کہاں نازل ہوئیں ہموار زمین میں یا پہاڑ پر اور کس وقت نازل ہوئیں رات کے وقت یا دن کے وقت اور دیکھو اس جگہ پیمانۂ علم لبریز ہے اور آپ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کیا۔ لیکن اس کے طلب گار بہت کم ہیں اور جب تم مجھے نہ پاؤ گے تو کچھ ہی عرصے میں تمھیں ندامت ہوگی اے ابو تمیم ان کی داستان یہ ہے کہ اصحاب الرس وہ قوم تھی جو صنوبرہ کے درخت کی عبادت کرتے تھے جسے ''شاہ درخت'' کہا جاتا ہے یافث بن نوح نے ایک چشمے کے کنارے جس کا نام روشاب تھا اس درخت کو کاشت کیا تھا جو طوفانِ نوحؑ کے بعد حضرت نوحؑ کے لیے اگا تھا اور اس قوم کو اصحاب الرس اس لیے کہتے ہیں کہ انھوں نے اپنے نبی کو زمین میں زندہ گاڑ دیا تھا اور یہ واقعہ سلیمان بن داؤد کے بعد پیش آیا اور اور ان کی بارہ بستیاں تھیں ایک نہر کے کنارے جس کا نام ''الرس'' تھا مشرقی شہروں میں سے اور انھی کی وجہ سے نہر کا نام ''الرس'' رکھا گیا اور اس وقت روئے زمین پر اس سے زیادہ پانی سے لبریز اور اس سے زیادہ شیریں آب کوئی اور نہر نہ تھی اور کوئی بستی اس سے بڑی اور اس سے زیادہ آباد نہ تھی ان میں سے ایک بستی کا نام ''آبان'' تھا دوسری کا نام ''آذر'' تیسری کا نام ''دی'' چوتھی کا نام ''بہمن'' اور اور پانچویں کا نام ''اسفندار'' اور چھٹی کا نام ''فروردین'' اور ساتویں کا نام ''اروی بہشت'' آٹھویں کا نام ''خرداد'' اور نویں کا نام ''مرداد'' اور دسویں کا نام ''تیر'' اور گیارہویں کا نام ''مھر'' اور بارہویں کا نام ''شہریور'' تھا۔

اور ان کا سب سے بڑا شہر ''اسفندار'' تھا اور ان کا بادشاہ اسی شہر میں سکونت پذیر تھا جس کا نام ترکوذ بن غابور بن یارش بن سازن بن نمرود بن کنعان تھا ابراہیم علیہ السلام کے عہد کا فرعون اور اسی شہر میں چشمہ اور صنوبرہ

(۱) معانی الاخبار، ص ۲۲، ح ۱ و تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۱۴

تھا اور انھوں نے ہر بستی میں صنوبرہ کے شگوفے کی کاشت کی تھی تو یہ دانہ اگا اور بڑا درخت بن گیا انھوں نے چشمے اور نہروں کے پانی کو اپنے لیے حرام کر رکھا تھا وہ اس پانی سے نہ خود پیتے تھے اور نہ ہی ان کے چوپائے اس سے سیراب ہوتے تھے اور جو ایسا کر لیتا اسے قتل کر دیتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ پانی ہمارے معبودوں کی حیات ہے لہٰذا کسی کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ ان کی زندگی میں کمی کرنے کا موجب بنے اور وہ لوگ خود اور ان کی چوپائے دریائے رس سے سیراب ہوتے تھے جس کے کنارے ان کی بستی آباد تھی اور ان لوگوں نے سال کے ہر مہینے میں ہر بستی میں عید کا دن مقرر کر رکھا تھا وہاں کے سب باشندے جمع ہوتے تھے تو وہ اس درخت پر ضرب لگاتے تھے جس پر ریشمی پردہ پڑا ہوا تھا اور اس میں طرح طرح کی تصویریں بنی ہوئی تھیں پھر وہ دنبے اور گائے لے کر آتے اور درخت کے لیے بطور قربانی ان جانوروں کو ذبح کرتے اور لکڑیاں جلا کر آگ روشن کرتے جب ان ذبح شدہ جانوروں کا دھواں اور غبار اٹھتا تھا اور ہوا میں بلند ہوتا تھا اور ان کے اور آسمان کی طرف نظر کرنے کے درمیان حائل ہو جاتا تھا تو وہ درخت کے سامنے سجدہ ریز ہو جاتے تھے روتے تھے، آہ و زاری کرتے تھے کہ وہ درخت راضی ہو جائے اور شیطان آ کر درخت کی ٹہنیوں کو ہلا دیتا تھا اور اس کے تنوں سے ایسے چیختا تھا جیسے بچہ چیخ رہا ہو کہ اے میرے بندو میں تم سے راضی ہو گیا تم خوشیاں مناؤ اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرو تو اس وقت وہ سجدوں سے سر اٹھاتے تھے وہ شراب پیتے اور ساز بجاتے تھے اور ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر ناچتے تھے اور اسی طرح وہ ایک دن اور ایک رات گزارتے تھے پھر وہ واپس لوٹتے تھے۔

عجمیوں نے اپنے مہینوں کے نام انھی بستیوں کے نام سے مشتق کر کے آبان ماہ اور آذر ماہ وغیرہ رکھے ہیں اس لیے کہ اس بستی کے باشندے ایک دوسرے سے کہتے تھے کہ یہ اس مہینے کی عید ہے اور یہ اس مہینے کی عید ہے اور جب ان کی بڑی بستی کی عید آتی تھی تو ان کے چھوٹے بڑے سب اس بستی میں جمع ہو جاتے تھے تو وہ ''صنوبرہ'' کے نزدیک اور چشمے کے قریب دیبا کے ریشمی خیمے نصب کرتے تھے جس پر انواع و اقسام کی تصویریں بنی ہوئی تھیں اس کے بارہ دروازے تھے ہر دروازہ ایک بستی کے باشندوں کے لیے مخصوص ہوتا تھا وہ شامیانے کے باہر صنوبرہ کو سجدہ کرتے تھے اور اپنے گاؤں کے درخت سے کئی گنا زیادہ قربانی صنوبرہ کے درخت کے پاس دیتے تھے تو ابلیس اس وقت آتا اور درخت صنوبرہ کو بہت زیادہ ہلاتا تھا یا اس درخت کے اندر سے واضح طور سے گفتگو کرتا تھا اور تمام دیگر شیاطین نے جو کچھ ان سے وعدے وعید کیے تھے اس سے بہت زیادہ وعدے اور پیمان ان سے کرتا تھا تو وہ اس کے بعد سجدوں سے سر اٹھاتے تھے اور شراب اور رقص و موسیقی کے سبب خوشیوں سے پھولے نہ سما رہے تھے اور انھیں بات کرنے کا بھی یارانہ تھا وہ اسی طرح بارہ دن اور راتیں گزارتے پورے سال کی عیدوں کے برابر پھر وہ واپس لوٹتے تھے۔

جب وجود باری تعالیٰ سے انکار اور غیر خدا کی عبادت طول کھینچتی گئی تو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل میں سے یہود ابن یعقوب کی اولاد سے ایک نبی کو بھیجا جو ان کے درمیان کافی عرصے تک رہے اور ان لوگوں کو اللہ تبارک

وتعالیٰ کی عبادت اس کی معرفت اور ربوبیت کی طرف بلاتے رہے لیکن ان لوگوں نے نبی کی بات نہیں مانی جب اللّٰہ کے نبی نے یہ دیکھا کہ وہ لوگ اپنی گم راہی اور بے راہ روی پر جمے ہوئے ہیں اور یہ انھیں جس ہدایت و کامیابی کی دعوت دے رہے اسے قبول کرنے سے انکار کر رہے اور ان کی سب سے بڑی عید کا دن قریب آ گیا ہے تو اس نبی نے کہا اے میرے پروردگار تیرے بندے مجھے جھٹلانے اور تیرا انکار کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور ایسے درخت کی عبادت میں مصروف ہیں جو نہ انھیں فائدہ پہنچاتا ہے اور نہ ہی نقصان لہٰذا ان کے مکمل درخت کو خشک کر دے اور انھیں اپنی قدرت اور اقتدار کا مشاہدہ کرادے۔ جب قوم صبح کے وقت آئی تو کیا دیکھا کہ ان کا درخت سوکھا پڑا ہے وہ اس بات سے نہایت خوف زدہ ہوئے اور اسے دیکھ کر وہ دم بخود ہو گئے وہ دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے ایک گروہ نے کہا یہ شخص جو خود کو آسمان و زمین کے معبود کا پیغامبر سمجھتا ہے اس نے تمھارے معبودوں پر جادو کر دیا ہے تا کہ وہ تمھارے چہروں کو تمھارے معبودوں سے ہٹا کر اپنے معبود کی طرف موڑ دے اور ایک گروہ کہنے لگا ایسا نہیں ہے بلکہ تمھارے معبود نے جب اس شخص کو دیکھا جو ان میں عیب نکالتا ہے اور ان کی بدگوئی کرتا ہے اور کے غیر کی عبادت کی دعوت دیتا ہے تو وہ معبود غضبناک ہو گئے اور ان کا سارا حسن و جمال پوشیدہ ہو گیا تا کہ تم اس شخص پر غضب ناک ہو جاؤ اور اس سے بدلہ لے لو۔

انھوں نے نبی کے قتل پر ایکا کر لیا انھوں نے سیسے کا لمبا پائپ لیا جس کا دہانہ وسیع تھا انھوں نے اسے چشمے کے پانی کے تہہ میں پانی کے اوپر یکے بعد دیگرے چھوڑ دیا جیسے سرکنڈا ہوتا ہے اور انھوں نے اس چشمے کا تمام پانی کھینچ لیا اور پھر انھوں نے اس کی تہہ میں ایک گہرا کنواں کھودا جس کا دہانہ نہایت تنگ رکھا تھا اور اس میں انھوں نے نبی کو ڈال دیا اور اس کے منہ کو ایک بڑے پتھر سے ڈھانپ دیا پھر انھوں نے پائپ کو پانی میں سے نکال لیا اور کہا اب ہمیں امید ہے کہ ہمارا معبود ہم سے راضی ہو جائے گا جب وہ دیکھے گا کہ ہم نے اسے برا کہنے والے اور اس کی عبادت سے روکنے والے کو قتل کر دیا اور اس بڑے درخت کے نیچے دفنا دیا ہے تا کہ ہمارے معبود کا غصہ اس سے کم ہو جائے اور ہمارے لیے اس کی کلیاں نکل آئیں اور وہ ہرا بھرا سرسبز و شاداب ہو جائے وہ اکثر دنوں میں اپنے نبی کی یہ آواز سنا کرتے تھے **سیدی قدتری ضیق مکانی وشدّة کربی فارحم ضعف رکنی وقِلّة حیلتی وعجل بقبض روحی ولاتؤخّرا جابة دعوتی** (میرے آقا تو جانتا ہے کہ تنگ جگہ میں ہوں اور میری تکلیف بہت شدید ہے لہٰذا تو میرے جسم کی کمزوری اور میری تدبیر کی کمی پر رحم فرما اور میری قبض روح میں جلدی کر دے اور میری دعا کی قبولیت میں تاخیر نہ ہونے دے) یہاں تک کہ ان نبی علیہ السّلام کا انتقال ہو گیا تو اللّٰہ تبارک و تعالیٰ نے جبرئیلؑ سے کہا اے جبرئیلؑ کیا میرے یہ بندے جنھیں میرے حِلم (بردباری) نے دھوکے میں رکھا ہے اور وہ میری تدبیر سے محفوظ ہیں انھوں نے میرے غیر کی پرستش کی ہے انھوں نے میرے رسول کو قتل کر ڈالا ہے کیا ان کے بس میں ہے کہ وہ میرے غضب کے سامنے ٹھہر سکیں یا وہ میری حکومت سے باہر نکل کر جا سکتے ہیں؟ یہ کیسے ممکن ہے۔ جو بھی میری نافرمانی کرتا ہے اور میرے عذاب سے

نہیں ڈرتا میں اس کے لیے منتقم (انتقام لینے والا) ہوں میں نے اپنی عزت و جلال کی قسم کھائی ہے کہ میں ان لوگوں کو پوری دنیا کے لیے نمونۂ عبرت بنا دوں گا پھر اللہ نے انھیں مہلت نہ دی اور وہ اپنی عید کی تقریب میں مگن تھے کہ ایک شدید سرخ رنگ کی آندھی آئی جس کے سبب وہ تصویر حیرت بن گئے اور خوف زدہ ہو گئے اور وہ ایک دوسرے میں ضم ہو گئے پھر زمین ان کے نیچے سے گندھک کا پتھر بن گئی جو بھڑک رہی تھی اور سیاہ بادلوں نے ان پر سایہ کر لیا اور ان کے اوپر قبہ کی طرح انگارہ پھینکا جس کے شعلے بھڑک رہے تھے تو ان کے جسم ایسے پگھل گئے جیسے سیسہ آگ میں پگھل جاتا ہے ہم اللہ تبارک و تعالی کے غضب اور اس کے عذاب کے نازل ہونے سے پناہ مانگتے ہیں اور کوئی قوت اور کوئی طاقت نہیں ہے سوائے اللہ کے جو علی و عظیم ہے۔[۱]

تفسیر قمی میں ہے کہ ''الرَّسّ'' آذربایجان کے قریب ایک دریا کا نام ہے۔[۲]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ان کی خدمت میں کئی عورتیں آئیں ان میں سے ایک عورت نے امام علیہ السلام سے مساحقت (چپٹی، عورتوں کا عورتوں کے ذریعے مطمئن ہونا) کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السّلام نے جواب دیا اس کی حد وہی ہے جو زنا کی ہے عورت نے دریافت کیا کیا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کا ذکر کیا ہے؟ امام علیہ السّلام نے فرمایا ہاں عورت نے کہا، کس جگہ پر ذکر ہے فرمایا:

هن اَصْحٰبُ الرَّسِّ وہ عورتیں اَصْحٰبُ الرَّسِّ ہیں۔[۳]

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ایک مالکن اپنی کنیز کے ساتھ امام صادق علیہ السّلام کے پاس آئی اور اس نے دریافت کیا مولا آپ کیا فرماتے ہیں اس عورت کے بارے میں جو عورت سے لطف اندوز ہو؟ امام علیہ السّلام نے فرمایا وہ عورتیں جہنم میں جائیں گی قیامت کا دن ہوگا انھیں لایا جائے گا اور انھیں آگ کی چادر پہنائی جائے گی اور آگ ہی کے جوتے پہنائے جائیں گے اور ان کے شکموں اور فروج (اندامِ نہانی) میں آگ کے ستون ڈالے جائیں گے اور انھیں جہنّم میں پھینک دیا جائے گا اس عورت نے دریافت کیا، کیا یہ کتاب اللہ میں نہیں ہے؟ فرمایا ہاں کتاب اللہ میں ہے اس عورت نے کہا، کہاں پر ہے فرمایا اللہ کا قول:

وَّ عَادًا وَّ ثَمُوْدَاْ وَ اَصْحٰبَ الرَّسِّ... وہ عورتیں رسیّات تھیں۔[۴]

تفسیر مجمع البیان میں صادقین علیہما السّلام سے مروی ہے کہ مساحقت یعنی عورتوں کا عورتوں سے مطمئن ہونا اَصْحٰبَ الرَّسِّ میں تھا دوسرے الفاظ میں ان کی عورتیں ''سحاقات'' تھیں۔[۵]

(۴۰) وَ لَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْۤ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ

پھر یہ لوگ یعنی قریش شام کی تجارت کے دوران کئی بار اس بستی تک آئے جس کے باشندوں پر بدترین

---

(۱) علل الشرائع، ص ۴۰۔ ۴۳، ح ۱، باب ۳۸
(۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۳۲۳
(۳) الکافی، ج ۷، ص ۲۰۲، ح ۱
(۴) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۱۳۔ ۱۱۴
(۵) مجمع البیان، ج ۷۔ ۸، ص ۱۷۰

بارش برسائی گئی۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ وہ بستی جس پر بدترین بارش ہوئی وہ ''سدوم'' ہے[1] یہ قوم لوط کی بستی تھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس قوم پر پتھروں کی بارش کی تھی ایسے پتھر جو سجیل کے تھے یعنی مٹی کے بنے ہوئے۔[2]

اَفَلَمْ یَکُوْنُوْا یَرَوْنَهَا کیا ان لوگوں نے اسے نہیں دیکھا۔

جب وہ اس بستی کے پاس سے گزرتے تھے تو وہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ عذاب کے آثار دیکھ کر نصیحت حاصل کرتے۔

بَلْ کَانُوْا لَا یَرْجُوْنَ نُشُوْرًا

یہ لوگ کافر ہیں انھیں نہ تو حشر کی توقع ہے اور نہ ہی آخرت کی امید اسی وجہ سے نہ وہ آثار پر نظر کرتے ہیں اور نہ ہی نصیحت قبول کرتے ہیں وہ ان بستیوں کے پاس سے اسی طرح عبور کرتے ہیں جیسے ان کی سواریاں گزرتی ہیں۔

(۴۱) وَ اِذَا رَاَوْكَ اِنْ یَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا

اور جب یہ آپ کو دیکھتے ہیں بس آپ کا مذاق اڑانے لگتے ہیں۔

یعنی وہ لوگ آپ کو مذاق کا نشانہ بنا لیتے ہیں۔

اَهٰذَا الَّذِیْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا

کیا یہی ہے وہ جسے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے وہ لوگ اس قسم کے جملے بطور استہزا اور مذاق کہتے ہیں۔

(۴۲) اِنْ كَادَ لَیُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا وہ کہتے ہیں یہ تو ہمیں ہمارے معبودوں سے بہکا دیتا۔

یعنی ان بتوں کی بندگی سے ہمیں پھیر دیتا وہ ہمیں توحید کی اس محنت اور کوشش سے دعوت دے رہا تھا کہ ہم بتوں سے برگشتہ ہو جاتے۔

لَوْلَاۤ اَنْ صَبَرْنَا عَلَیْهَا اگر ہم ان (بتوں) کی عقیدت پر جمے نہ رہتے۔

ہمارا اپنے معبودوں کی عبادت پر ثابت قدم رہنا اور اس سے چمٹے رہنا کام آیا۔

وَ سَوْفَ یَعْلَمُوْنَ حِیْنَ یَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِیْلًا

اور ان کافروں کو عنقریب پتا چل جائے گا جب وہ عذاب کو دیکھیں گے کہ کون راستے سے بھٹکا ہوا تھا۔

اس جملے میں وعید (ڈراوا) ہے اور اس بات کی طرف توجہ دلانا ہے کہ اب اگر انھیں مہلت مل چکی ہے تو آئندہ انھیں مہلت نہیں دی جائے گی۔

---

(۱) سدوم حمص کا ایک شہر اس کے قاضی کو قاضی سدوم کہا جاتا ہے یہ قوم لوط کے شہروں میں سے ایک شہر تھا اس کے قاضی کا نام سدوم تھا اور کہا گیا ہے کہ سدوم ایک بادشاہ تھا جو نہایت ظالم تھا یہ بستی اسی کے نام پر ہے۔ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۱۴

اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ﴿۴۳﴾
اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ
بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۴﴾
اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا
الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ﴿۴۵﴾
ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ﴿۴۶﴾
وَ هُوَ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّ جَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ﴿۴۷﴾
وَ هُوَ الَّذِىْۤ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَىْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ
مَآءً طَهُوْرًا ﴿۴۸﴾

(۴۳) کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنا لیا کیا آپ ایسے شخص کی ذمے داری لینے کو تیار ہیں۔

(۴۴) کیا آپ کا یہ خیال ہے کہ ان میں اکثر لوگ سنتے یا سمجھتے ہیں ایسا ہرگز نہیں یہ تو چوپاؤں کی مانند بلکہ اس سے بھی گئے گزرے ہیں۔

(۴۵) کیا آپ نے ملاحظہ نہیں فرمایا کہ آپ کے پروردگار نے سایے کو کیسے پھیلایا ہے اور اگر وہ چاہتا تو اسے ساکن کر دیتا پھر ہم نے سورج کو اس پر دلیل بنایا۔

(۴۶) پھر ہم نے اسے آہستہ آہستہ اپنی طرف سمیٹ لیا۔

(۴۷) وہی تو ہے جس نے تمھارے لیے رات کو لباس بنایا اور نیند کو آرام کا ذریعہ قرار دیا اور دن کو اُٹھ کھڑے ہونے کا وقت کر دیا۔

(۴۸) وہی تو ہے جس نے اپنی رحمت (بارش) سے پہلے بشارت دینے والی ہوائیں چلائیں اور ہم نے آسمان پاک و پاکیزہ پانی نازل کیا۔

(۴۳) اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنا لیا اس نے خواہشات کی اطاعت کی

اور اسی خواہش پر اپنی دین کی بنیاد رکھ دی نہ تو وہ کوئی دلیل سنتا ہے اور نہ ہی کسی ثبوت کو دیکھتا ہے۔

اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا

اے نبی کیا آپ ایسے شخص کی ذمے داری لینے کو تیار ہیں۔

ایسی وکالت کرنے والا جو اسے شرک اور نافرمانیوں اور اس کیفیت سے روکے اور پہلا استفہام ''اَرَءَيْتَ'' تقریر (برقرار رہنا) اور تعجب کے لیے ہے اور دوسرا استفہام انکار کے لیے ہے۔

(۴۴) اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ

کیا آپ کا یہ خیال ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ سنتے یا سمجھتے ہیں۔

اسی وجہ سے آپ ان کے لیے نشانیوں (معجزات) اور دلائل کا اہتمام کرتے ہیں آپ ان کا خاص خیال رکھتے ہیں اور ان کے ایمان کی طمع کرتے ہیں۔

اور یہ جملہ پہلے سے بھی زیادہ سخت مذمت ہے ان سے مثال دیے جانے میں حق بجانب ہے اور لفظ اکثر اس لیے لایا کہ وہ لوگ بھی انھی میں سے تھے جو ایمان لائے اور جنھوں نے حق کو سمجھا اور ریاست وحکومت کے خوف اور غرور وتکبر کی بنیاد پر انھوں نے مکابرہ (بڑائی میں مقابلہ کرنا) کیا۔

اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ

ایسا ہرگز نہیں! یہ تو چوپایوں کی مانند ہیں۔

اس لیے کہ آیات کی تنبیہ کے باوجود بھی یہ لوگ اس سے مستفید نہیں ہوتے اور انھوں نے جو ثبوت اور معجزات دیکھے ہیں ان میں غور وفکر اور تدبر سے کام نہیں لیتے۔

بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا

بلکہ اس سے بھی گئے گزرے ہیں۔

یعنی چوپایوں سے بھی بدتر ہیں اس لیے چوپائے چرواہے کی پیروی کرتے ہیں اور ان میں یہ تمیز ہوتی ہے کہ کون ان سے اچھا برتاؤ کر رہا ہے اور کس کا برتاؤ برا ہے اور وہ چوپائے وہی چیز تلاش کرتے ہیں جن میں ان کا فائدہ ہو اور ان چیزوں سے اجتناب کرتے ہیں جو نقصان پہنچاتی ہیں اور ان لوگوں کی یہ کیفیت ہے کہ اپنے رب کی اطاعت نہیں کرتے اور رحمان کے احسان کو شیطان کی برائیوں کے مقابلے میں نہیں پہچانتے اور حصول ثواب کی سعی نہیں کرتے جو عظیم منفعت رکھتا ہے اور نہ ہی اس عذاب سے ڈرتے ہیں جس میں بے انتہا نقصانات ہیں۔

یہ چوپائے اگر حق کا اعتقاد نہیں رکھتے اور خیر کے حصول کی سعی نہیں کرتے تو وہ باطل کا اعتقاد بھی نہیں رکھتے اور شر انگیزی بھی اختیار نہیں کرتے ان لوگوں کے برخلاف اس لیے کہ چوپایوں کی جہالت کسی کو نقصان نہیں پہنچاتی لیکن ان لوگوں کی جہالت فتنوں کو ہوا دینے کا کام کرتی ہے اور لوگوں کو حق سے روکتی ہے اور چوپائے تحصیل کمال پر قدرت نہیں رکھتے تو یہ نہ ان کی کوتاہی ہے اور نہ ہی قابل مذمت عمل ہے لیکن یہ لوگ کوتاہیاں اور غلطیوں کا

ارتکاب کرتے ہیں اسی لیے اپنی غلطیوں کی پاداش میں عذاب کے حق دار ہیں۔

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت قریش کے بارے میں نازل ہوئی اور واقعہ یہ ہے کہ ان پر معاش کی تنگی ہوئی تو وہ لوگ مکہ سے باہر چلے گئے اور جدا جدا ہو گئے اور اگر کوئی شخص خوب صورت درخت کو دیکھتا یا خوب صورت پتھر کو دیکھتا تو اس کی طرف مائل ہوتا اور اس کی عبادت شروع کر دیتا اور وہ ان چیزوں کے لیے اونٹ ذبح کرتے اور اسے خون میں لت پت کر دیتے اور اس کا نام ''سعد صخرہ'' رکھتے اور جب ان کے اونٹ اور بھیڑ بکریوں کو کوئی بیماری ہوتی تو وہ پتھر کے پاس آتے اور اس بھیڑ اور اونٹ کو اس پتھر سے مس کرتے عرب کا ایک شخص اپنا اونٹ لے کر آیا وہ اسے پتھر سے مس کرنا چاہتا تھا اور اونٹ کو اس پر بٹھلانا چاہتا تھا اس کا اونٹ بھڑک گیا اور پتھر کے دو ٹکڑے ہو گئے تو اس شخص نے کہا، میں سعد کے پاس آیا کہ ہمارا امر مجتمع ہو جائے۔ ہم نے سعد کو پراگندہ کر دیا تو ہم سعد سے تعلق نہیں رکھتے۔ اور کوئی پتھر نہیں ہے مگر وہ پتھر جو سیاہ ہے زمین سے نکلا ہے نہ وہ کسی گمراہ کی ہدایت کرتا ہے اور نہ رہبری۔

اور عرب کا ایک رہنے والا وہاں سے گزرا تو اس نے دیکھا کہ لومڑی اس پتھر پر پیشاب کر رہی ہے تو اس نے کہا۔

یہ ایسا رب ہے کہ لومڑیاں جس کے سر پہ پیشاب کر رہی ہیں۔

لومڑیاں جس پر پیشاب کر دیں وہ تو ذلیل وخوار ہو گیا۔

(۴۵) اَلَمۡ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیۡفَ مَدَّ الظِّلَّ

کیا آپ نے ملاحظہ نہیں فرمایا کہ آپ کے رب نے سایے کو کیسے پھیلایا ہے تفسیر قمی میں ہے امام باقر علیہ السّلام سے اس آیت کے ذیل میں مروی ہے فرمایا کہ طلوعِ فجر سے سورج طلوع ہونے کے درمیان کو ''ظل'' کہا جاتا ہے۔[1] کہا گیا ہے کہ وہ حالت نہایت خوشگوار ہوتی ہے اس لیے کہ خالص ظلمت (تاریکی) طبیعتوں پر ناگوار گزرتی ہے اور نگاہوں کو مسدود کر دیتی ہے اور سورج کی کرنیں ہوا کو حرارت بخشتی ہیں اور نگاہوں کو روشن بناتی ہے اسی لیے ظل سے جنت کی توصیف کی گئی ہے وَّ ظِلٍّ مَّمۡدُوۡدٍ (الواقعہ، ۳۰)[2]

وَلَوۡ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاکِنًا اور اگر اللہ چاہتا تو اسے ساکن کر دیتا۔

ساکناً کا مفہوم ہے ثابتا اسے ایک جگہ کے لیے مخصوص کر دیتا یہ لفظ سکنٰی سے نکلا ہے وہ گھر جہاں پر انسان رہتا ہے یا یہ لفظ سکون سے مشتق ہے یعنی سمٹا ہوا نہ ہوتا یعنی یہ کہ سورج کو ایک ہی جگہ پر ٹھہرا دیتا۔

ثُمَّ جَعَلۡنَا الشَّمۡسَ عَلَیۡهِ دَلِیۡلًا پھر ہم نے سورج کو اس پر دلیل بنایا۔

اس لیے کہ وہ محسوسات پر ظاہر نہیں ہوتا یہاں تک کہ طلوع ہو جائے اور اس کی شعاع کچھ اجسام پر پڑے اگر ایسا نہ ہوتا تو ''ظل'' کو پہچانا نہیں جا سکتا تھا اور اس میں کوئی تفاوت نہیں ہوگا مگر سورج کی حرکت کے سبب۔

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۱۵ (۲) بیضاوی انوار التنزیل، ج ۱۴۶

(۴۶) ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا

پھر اسے آہستہ آہستہ ہم نے اپنی طرف سمیٹ لیا۔

یعنی اسے زائل کر دیا سورج کی شعاع کو اس کی جگہ واقع کر کے اس کے ختم ہو جانے کو ''مد'' سے تعبیر کیا ہے یعنی ساتھ چلنا اور اس کے زائل ہونے کو اپنی طرف سمیٹنے سے تعبیر کیا ہے اور یہ کف کا مفہوم دیتا ہے یعنی جمع کرنا اکٹھا کرنا۔

قَبْضًا يَّسِيْرًا تھوڑا تھوڑا جیسے جیسے سورج بلند ہوتا ہے تا کہ اس سے عالم کا نظام درست ہو اور اس سے مخلوقات کو ایسی منفعت حاصل ہو جس کا شمار ممکن نہیں۔

(۴۷) وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا

اور وہی تو ہے جس نے تمھارے لیے رات کو لباس بنایا۔

تاریکی کو لباس سے تشبیہ دی ہے اس لیے تاریکی ہر شے کو چھپا دیتی ہے۔

وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا اور نیند کو آرام کا ذریعہ قرار دیا۔

جسموں کے لیے سامانِ راحت، نیند کام کاج کو منقطع کر دیتی ہے اور ''سُبَاتًا'' کی اصل سبت ہے یعنی منقطع کر دینا۔

وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا

اور دن کو اٹھ کھڑے ہونے کا وقت۔

نُشُوْرًا یعنی جانے کا وقت جس میں لوگ معاش کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور مختلف مقامات پر منتشر ہو جاتے ہیں۔

اس میں اشارہ ہے نیند اور بیداری کی طرف جو نمونہ ہیں موت و حیات کا حدیث نبوی میں آیا ہے۔

کما تنامون تموتون و کما تستیقظون تبعثون۔

جس طرح تم سوتے ہو تم مر جاتے ہو اور جب تم بیدار ہوتے ہو تو دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جاتے ہو۔[۱]

(۴۸) وَهُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ

اور وہی تو ہے جس نے اپنی رحمت (بارش) سے پہلے بشارت دینے والی ہوائیں چلائیں۔

یعنی یہ کہ ہوائیں بارش کے آنے کی خوش خبری سناتی ہیں بارش کو رحمت سے تعبیر کیا ہے۔

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا

اور ہم نے آسمان سے پاک و پاکیزہ پانی نازل کیا۔

طَهُوْرًا پاک کرنے والا یا پاکیزگی میں سب سے بڑھ کر پانی کو طہور اس لیے کہا گیا کہ اس میں نعمت ہے اور بعد میں ہونے والے احسان کی تکمیل ہے اس لیے کہ پاک پانی جس سے مل جائے اس کے لیے خوشگوار اور منفعت بخش ہوتا ہے اور اس کی پاکیزگی کسی حال میں زائل نہیں ہوتی۔

---

(۱) ریاض السالکین، ج ۲، ص ۲۳، و بحار الانوار، ج ۷، ص ۴۷، ح ۳۱ و سیرۃ حلبیہ، ج ۱، ص ۲۸۵

لِّنُحْيِيَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّ نُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّ اَنَاسِيَّ كَثِيْرًا ﴿۴۹﴾
وَ لَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا ۖ فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۵۰﴾
وَ لَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا ﴿۵۱﴾
فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ﴿۵۲﴾
وَ هُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّ هٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۵۳﴾
وَ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهْرًا ؕ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا ﴿۵۴﴾

---

(۴۹) تاکہ ہم اس پانی کے ذریعے سے مردہ شہر کو زندہ کر دیں اور ہم اپنی مخلوق میں سے بیشتر مویشیوں اور انسانوں کو اس سے سیراب کریں۔

(۵۰) اور ہم نے اسے لوگوں کے درمیان بار بار گردش دی تاکہ وہ نصیحت قبول کریں مگر لوگوں کی اکثریت نے کفران نعمت کی۔

(۵۱) اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ڈرانے والا بھیج دیتے۔

(۵۲) اے محمد آپ کافروں کی بات ہرگز نہ مانیے اور اس قرآن کے ذریعے ان سے جہاد اکبر کرتے رہیے۔

(۵۳) اور وہی تو ہے جس نے دو سمندروں کو ملا رکھا ہے ایک لذیذ و شیریں، دوسرا تلخ و نمکیں اور ان دونوں کے درمیان ایک حد فاصل اور ایک رکاوٹ قائم کر دی ہے جو انھیں مخلوط نہیں ہونے دیتی۔

(۵۴) اور وہی تو ہے جس نے پانی سے بشر کی تخلیق کی پھر اسے صاحب نسب اور سسرال والا بنا دیا اور آپ کا پروردگار بڑی قدرت رکھتا ہے۔

---

(۴۹) لِّنُحْيِيَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا

تاکہ ہم اس پانی کے ذریعے مردہ شہر کو زندہ کریں۔

یعنی نباتات اگائیں۔

وَّ نُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَاۤ اَنْعَامًا وَّ اَنَاسِيَّ كَثِيْرًا

اور ہم اپنی مخلوق میں سے بیشتر مویشیوں اور انسانوں کو اس سے سیراب کریں۔

(۵۰) وَ لَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ

اور ہم نے اسے لوگوں کے درمیان بار بار گردش دی۔

کہا گیا ہے کہ ہم نے اس قول کو قرآن میں اور دیگر کتابوں میں بار بار بیان کیا ہے یا مختلف شہروں میں مختلف اوقات میں انسانوں کے درمیان اس کو گردش دی ہے جو مختلف صفات کی حامل ہے جیسے ''وابل'' (موسلا دھار اور ''طل'' ہلکی بارش) اور اس کے علاوہ دیگر انداز کی برسات۔

کتاب فقیہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ جب سے اللہ نے دنیا کو خلق فرمایا ہے دنیا والوں پر کوئی دن ایسا نہیں ہوتا کہ آسمان سے ان پر بارش نہ ہوتی ہو اللہ جہاں چاہتا ہے اس جگہ کے لیے اس بارش کو قرار دیتا ہے۔[1]

لِيَذَّكَّرُوْا

تاکہ وہ نصیحت کو قبول کریں۔

غور وفکر کریں اور اللہ کی کمال قدرت اور اس بارے میں حق نعمت کو پہچانیں اور اس کا شکر ادا کرنے کے لیے تیار ہو جائیں کہ وہ ہواؤں کو ان کے حق میں اور ان کی طرف گردش دیتا ہے۔

فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا

مگر لوگوں کی اکثریت نے کفرانِ نعمت کی اور اس کو بہت کم اہمیت دی اور اس کا انکار کیا وہ یہ کہنے لگے کہ فلاں ستارے (نوء) نے ہم پر بارش برسائی بغیر اِس کے کہ وہ اسے اللہ کی جانب سے سمجھیں اور ان ستاروں کو واسطہ قرار دیں جنھیں اس کام کے لیے مسخر کر دیا گیا ہے۔[1]

(۵۱) وَ لَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا

اور اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ڈرانے والا بھیج دیتے۔

نَّذِيْرًا ایسا نبی جو وہاں کے رہنے والوں کو ڈرائے تاکہ اے نبیؐ ہم آپ پر نبوت کے بوجھ کو ہلکا کر دیں لیکن ہم نے آپ کی جلالت اور آپ کی منزلت کی عظمت کے سبب اس امر کو صرف آپ سے مخصوص کر دیا اور اس وجہ سے بھی کہ آپ کو دیگر مرسلین پر فضلیت عطا کی ہے لہٰذا آپ پورے ثبات وعزم کے ساتھ اور دعوتِ دین اور اظہارِ حق میں مکمل کوشش کرتے ہوئے اس کا سامنا کریں۔

(۵۲) فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ اے محمدؐ آپ کافروں کی بات ہرگز نہ مانیے۔

---

(۱) نوء ستارے کو کہتے ہیں ابوعبیدہ نے کہا یہ ۲۸ ستارے ہیں جو چاروں موسموں گرمی، سردی، بہار اور خزاں میں طلوع ہوتے ہیں۔

وہ جو بھی مطالبہ آپ سے کر رہے ہیں آپ انھیں تسلیم نہ کیجیے اور یہ آنحضرتؐ اور مومنین کو ہیجان میں لانا اور ابھارنا ہے۔

وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا

اور اس قرآن کے ذریعے ان سے جہاد اکبر کرتے رہیے۔

وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ قرآن کریم کے ذریعے یا ان کی بات نہ مان کر جہادِ اکبر کرتے رہیے۔ ان کی کوشش یہ ہے کہ آپ کے حق کو باطل قرار دیں تو ان کی مخالفت اور باطل کو دور کرنے میں آپ کوشش کریں اور جدوجہد سے کام لیں اس لیے کہ سفیہوں (احمق اور بے عقل افراد) سے دلائل کے ذریعے جہاد کرنا دشمنوں سے تلواروں سے جہاد کرنے سے زیادہ بڑا ہے۔

(۵۳) وَهُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ

اور وہی تو ہے جس نے دو سمندروں کو ملا رکھا ہے۔

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ دونوں سمندر ایک دوسرے کے قریب ہیں باہم ملے ہوئے ہیں ایک دوسرے سے چمٹے ہوئے ہیں اس طرح کہ ان میں باہمی امتزاج (ایک دوسرے سے مل جانا، پیوست ہونا) نہیں ہوتا۔

عربی میں محاورہ ہے مرج دابتہ اس نے چوپائے کو تنہا چھوڑ دیا۔

هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ

ایک لذیذ و شیریں۔ بے انتہا شیریں۔

وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ

اور یہ (دوسرا) تلخ و نمکیں ایسا جس میں بہت زیادہ نمک ہو۔

کتاب کافی میں صادقین علیہما السّلام سے مروی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہماری ولایت کو پانیوں کے سامنے پیش کیا تو جس پانی نے ہماری ولایت کو قبول کر لیا وہ شیریں اور خوشگوار ہے اور جس پانی نے ہماری ولایت کا انکار کیا تو وہ تلخ شور و نمکین اور بے حد کھاری ہوتا ہے۔[۱]

جَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا

اور ان دونوں دریاؤں کے درمیان ایک حد فاصل رکھ دی اپنی قدرت سے ایک رکاوٹ کھڑی کر دی۔

وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا

اور ایک رکاوٹ قائم کر دی جو انھیں مخلوط نہیں ہونے دیتی۔ کہا گیا ہے کہ اس کا مفہوم ہے کہ دونوں دریاؤں میں بے انتہا تنافر رکھ دیا ہے (یعنی ایک دوسرے سے بھاگنا) یا ان کی محدود حد متعین کی گئی ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ دریائے دجلہ جب سمندر میں گرتا ہے تو اسے درمیان سے چیرتا ہوا گزرتا ہے اس کے درمیان فرسخوں بہتا

(۱) الکافی، ج۶، ص۳۹۰

چلا جاتا ہے اور اس کے مزے میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔[1]

تفسیر قمی میں ہے کہ حرام قرار دیا ہے اور حرام کر دیا گیا ہے کہ ایک پانی دوسرے پانی کے مزے کو تبدیل کر دے۔[2]

(۵۴) وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا

اور وہی تو ہے جس نے پانی سے بشر کی تخلیق کی۔

کہا گیا ہے یعنی جس نے اس پانی سے آدم کی مٹی کو خمیر کیا پھر اسے بشر کے مادے میں ایک جزو بنا دیا تا کہ وہ مجتمع ہو اور بہنے لگے اور آسانی سے مختلف صورتوں کو قبول کر لے یا اس سے مراد نطفہ ہے۔[3]

فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهْرًا

پھر اسے صاحب نسب اور سسرال والا بنا دیا۔

پھر اس انسانی (بشر) کو دو حصوں میں تقسیم کیا صاحبانِ نسب یعنی بیٹے جن کی طرف نسبت دی جائے اور سسرال والے یعنی لڑکیاں جن سے شادی کی جاتی ہے اور رشتہ قائم ہوتا ہے۔

وَكَانَ رَبُّكَ قَدِیْرًا

اور آپ کا پروردگار بڑی قدرت رکھتا ہے۔

اس طرح کہ اس نے ایک مادے سے ایسا بشر پیدا کر دیا جس کے مختلف اعضا و جوارح ہیں اور مختلف طبیعتیں ہیں جن میں بڑی دوری ہوتی ہے اور انھیں بالمقابل دو قسموں میں تقسیم کر دیا۔

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے اور تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا کہ اللّٰہ تبارک و تعالیٰ نے آدمؑ کو شیریں پانی سے پیدا فرمایا اور ان کی زوجہ کو اسی اصل سے بنایا اور جو نچلی پسلیاں تھیں انھی کی بچی ہوئی مٹی سے حوّا کو خلق فرمایا لہٰذا اسی پسلی کی وجہ سے ان کے درمیان سبب اور نسب کا رشتہ قائم ہو گیا پھر آدمؑ نے حوّا سے شادی کر لی تو اس طرح ان کے درمیان مہر قائم ہو گیا اسی لیے اللّٰہ کا قول ہے:

نَسَبًا وَّ صِهْرًا نسب وہ ہے جو مردوں کی طرف سے ہوتا ہے اور صہر وہ ہے جو عورتوں کی جانب سے ہوتا ہے۔[4]

تفسیر مجمع البیان میں ابن سیرین سے روایت ہے کہ یہ آیت حضور سرورِ کائنات صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم اور علی ابن ابی طالب کے بارے میں نازل ہوئی نبی اکرم نے حضرت فاطمہؑ کی شادی علیؑ سے کر دی جو نبی اکرمؐ کے فرزند عم ہیں اور ان کی بیٹی کے شوہر ہیں تو اس طرح نسب اور صہر دونوں ہو گیا۔[5]

---

(۱) بیضاوی انوار التنزل، ج ۲، ص ۱۴۸ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۱۵

(۳) بیضاوی تفسیر انوار التنزل، ج ۲، ص ۱۴۸

(۴) الکافی، ج ۵، ص ۴۴۲، ح ۹ و تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۱۴ (۵) مجمع البیان، ج ۷-۸، ص ۱۷۵

کتاب معانی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے وہ امیر المومنین علیہ السّلام سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ میں قرآن میں کچھ اسما کے ساتھ مخصوص ہوں تم اس پر غالب آنے سے ڈرو ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے میں ''صہر'' ہوں اللّٰہ تعالیٰ فرماتا ہے وَ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهْرًا۔[۱]

کتاب امالی میں اپنی سند سے انس بن مالک سے مروی ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا یا رسول اللّٰہ کیا علیؑ آپ کے بھائی ہیں؟ فرمایا ہاں علیؑ میرے بھائی ہیں تو میں نے عرض کی یارسول اللّٰہؐ آپ وضاحت کیجیے کہ علیؑ کس طرح آپ کے بھائی ہیں فرمایا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے عرش کے نیچے آدمؑ کی تخلیق سے تین ہزار سال قبل پانی کو پیدا کیا اور اسے سبز موتی میں رکھ دیا جو اس کے پوشیدہ علم میں تھا۔ یہاں تک کہ آدمؑ کو خلق کیا جب آدمؑ پیدا ہوئے تو اس پانی کو موتی سے منتقل کر کے اسے صلب آدمؑ میں رکھ دیا یہاں تک کہ اللّٰہ نے ان کی روح قبض کر لی پھر وہ پانی صلب شیث میں آیا پھر مسلسل یہ پانی ایک پشت سے دوسری پُشت میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ صلب عبدالمطلب تک پہنچا پھر اللّٰہ تعالیٰ نے اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا اور آدھا صلب عبداللّٰہ بن عبدالمطلب میں رکھا اور دوسرا آدھا ابوطالب میں رکھا لہٰذا نصف ماء (پانی) سے مَیں پیدا ہوا اور نصف ماء (پانی) سے علی وجود میں آئے لہٰذا علیؑ میرے بھائی ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت فرمائی وَ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا الخ[۲]

کتاب روضۃ الواعظین میں ہے رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خداوند عالم نے سفید پوشیدہ نطفہ خلق فرمایا اور اسے ایک صلب سے دوسرے صلب تک منتقل کرتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ نطفہ صلب عبدالمطلب میں منتقل ہوا تو اس ایک نطفے کو دو حصّے میں بانٹ دیا اور ایک نصف کو عبداللّٰہ میں رکھا اور دوسرے نصف کو ابو طالب میں مَیں عبداللّٰہ سے ہوں اور علی ابوطالبؑ سے اور اللّٰہ تعالیٰ کے قول وَ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ الخ سے یہی مراد ہے۔[۳]

---

(۱) معانی الاخبار، ص ۵۹، ح ۹

(۲) امالی شیخ طوسی، ص ۳۱۳، ح ۶۳۷

(۳) روضۃ الواعظین، ص ۱۷

وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَ لَا يَضُرُّهُمْ ؕ وَ كَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيْرًا ﴿۵۵﴾

وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ﴿۵۶﴾

قُلْ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۵۷﴾

وَ تَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ؕ وَ كَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرَ ۨا ﴿۵۸﴾ ۚۛ

الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚۛ اَلرَّحْمٰنُ فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِيْرًا ﴿۵۹﴾

---

(۵۵) اور وہ اللہ کو چھوڑ کر اس کی پرستش کر رہے ہیں جو نہ انھیں فائدہ پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان اور یہ کافر اپنے رب کے مقابلے میں ہر ایک کا پشت پناہ بنا ہوا ہے۔

(۵۶) اور اے محمد ہم نے تو آپ کو خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

(۵۷) آپ فرما دیجیے کہ میں تم لوگوں سے اس کام کی کوئی اجرت طلب نہیں کرتا بس جس کا جی چاہے وہ اپنے رب کا راستا اپنا لے۔

(۵۸) اے محمد توکل کیجیے اس زندہ پر جسے موت نہیں آتی آپ اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کیجیے اور وہ (اللہ) اپنے بندوں کے گناہوں سے باخبر ہونے کے لیے کافی ہے۔

(۵۹) اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین اور ان کے مابین تمام اشیاء کو چھ دنوں میں خلق فرمایا پھر وہ عرش کی طرف متوجہ ہوا وہی رحمان ہے اس کی شان کسی باخبر سے دریافت کرلو۔

---

(۵۵) وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَ لَا يَضُرُّهُمْ

اور وہ اللہ کو چھوڑ کر اس کی پرستش کر رہے ہیں جو نہ انھیں فائدہ پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان۔

وَ كَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيْرًا

اور یہ کافر اپنے رب کے مقابلے میں ہر ایک کا پشت پناہ بنا ہوا ہے ظہیر کے معنیٰ ہیں کہ شیطان عداوت اور شرک میں پشت پناہی کرتا ہے رب اس خالق کو کہتے ہیں جس کی توصیف بیان نہیں کی جاسکتی۔

تفسیر قمی میں ہے کہ کبھی انسان کو بھی رب کہا گیا جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے ...اذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ... (یوسف: ۴۲) (تم اپنے مالک کے پاس میرا ذکر کرنا) اور جو کسی چیز کا مالک ہو اسے اس کا رب کہا جاتا ہے۔[1]

(۵۶) وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا

اور اے محمدؐ ہم نے آپ کو خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

مُبَشِّرًا مومنین کو خوش خبری سنانے والا۔

وَنَذِيرًا اور کافرین کو ڈرانے والا۔

(۵۷) قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ

اے محمدؐ آپ فرما دیجیے کہ میں تم لوگوں سے اس کام کی کوئی اجرت طلب نہیں کرتا۔

عَلَيْهِ سے مراد اس تبلیغ رسالت پر جس کی طرف مبشر اور نذیر ہی رہنمائی کرتا ہے۔

إِلَّا مَنْ شَاءَ أَنْ يَتَّخِذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا

بس جس کا جی چاہے وہ اپنے رب کا راستا اپنا لے۔

یعنی ایسا کام انجام دے جو اسے اللہ کی قربت عطا کر دے اور اللہ کی قربت و نزدیکی ایمان اور اطاعت سے حاصل کی جاسکتی ہے لہٰذا اس کی تصویر کشی اجر کی صورت میں کی گئی ہے گویا کہ یہی اس کے عمل کا مقصد ہے اور استثنا منقطع ہے۔ طمع کے شبہے کی وجہ سے اور انتہائی شفقت کے اظہار کے لیے۔

(۵۸) وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ

اور اے محمدؐ آپ اس زندہ پر توکل کیجیے جسے موت نہیں آتی۔

ان لوگوں کی شر انگیزیوں سے محفوظ رہنے کے لیے اور ان کے اُجور (اجرتیں) سے مستغنی ہونے کے لیے اس لیے کہ اللہ کے لیے ہی سزاوار ہے کہ اس پر توکل کیا جائے نہ کہ وہ زندہ افراد جو موت کی آغوش میں چلے جائیں گے اس لیے کہ جب وہ مر جائیں گے جو جس نے بھی ان پر توکل کیا ہوگا وہ ضائع ہو جائے گا۔

وَسَبِّحْ بِحَمْدِهِ

اور آپ اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کیجیے۔

اور اللہ کو ایسی صفات سے منزہ قرار دیجیے جو مبنی بر نقائص ہوں اور اوصافِ کمال کے ساتھ اس کی تعریف و توصیف بیان کیجیے اور اس کی بھرپور نعمتوں پر شکر ادا کر کے مزید نعمتوں کے طلبگار بن جائیے۔

وَكَفَىٰ بِهِ بِذُنُوبِ عِبَادِهِ خَبِيرًا

اور وہ (اللہ) اپنے بندوں کے گناہوں سے باخبر ہونے کے لیے کافی ہے۔

خواہ وہ گناہ ظاہر ہوں یا باطن ہوں آپ کے ذمے نہیں ہے خواہ وہ ایمان لائے یا انھوں نے کفر اختیار کیا۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۱۵

(۵۹) الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ

اللّٰہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین اور ان کے مابین تمام اشیا کو چھ دنوں میں خلق فرمایا اس بارے میں سورہ اعراف کی آیت ۵۴ کے ذیل میں ہم پہلے گفتگو کر چکے ہیں اور غالباً اس کا ذکر زیادہ وضاحت کے لیے ہے اس لیے کہ یہی مناسب ہے کہ اللّٰہ پر توکل کیا جائے کیوں کہ وہ ہر چیز کا خالق ہے اور اس میں تصرف کا اختیار رکھتا ہے اور ثابت قدم رہنے پر آمادہ کیا گیا ہے اور اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ وہ امور کو نہایت بردباری کے ساتھ آہستہ آہستہ انجام دیتا ہے اس نے اپنی کمالِ قدرت اور فوراً حکم کو نافذ کرنے کی صلاحیت کے باوجود چیزوں کو ٹھہر ٹھہر کر بہ تدریج خلق فرمایا ہے اور یہ مفہوم ائمہ علیہ السّلام کے کلام میں اس سے پہلے بھی بیان کیا جا چکا ہے۔

ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ۛ اَلرَّحْمٰنُ

پھر وہ عرش کی طرف متوجہ ہوا وہی رحمان ہے۔

لفظ ''اَلرَّحْمٰنُ'' ''الَّذِیْ'' کی خبر ہے اگر تم اسے مبتدا قرار دو اور کسی محذوف کی خبر ہے اگر تم اسے حیّ کی صفت ٹھہراؤ۔

فَسْئَلْ بِهٖ خَبِیْرًا اس کی شان کسی باخبر سے دریافت کرلو۔

خَلَقَ اور اسْتَوٰی یا یہ کہ وہ رحمان ہے یہ سوال کسی باخبر سے دریافت کرلو۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ یہودیوں نے تخلیقِ اشیاء کی ابتدا کے بارے میں وہ باتیں بیان کیں جو اللّٰہ کی بیان کردہ باتوں کے خلاف تھیں لہٰذا اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا فَسْئَلْ بِهٖ خَبِیْرًا۔[1]

جس طرح سوال کرنے کے لیے لفظ ''عن'' سے متعدی بنایا جاتا ہے کیوں کہ اس میں تفتیش کے معنی شامل ہوتے ہیں اسی طرح لفظ ''ب'' سے بھی تعدیہ کیا جاتا ہے کیوں کہ اس میں توجہ کا مفہوم پایا جاتا ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ یہ خبیر کا ''صلہ'' ہو اور خبیر اللّٰہ سبحانہ و تعالیٰ ہے یا جبرئیل علیہ السّلام ہیں یا وہ شخص جو اسے سابقہ کتابوں میں پائے جو اس بات کی تصدیق کر دے جیسا کہ کہا گیا ہے۔

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے وہ پیغمبر مراد ہوں جو پہلے آ چکے ہیں تو یہ سوال عالمِ ارواح میں کیا جائے جیسے اللّٰہ تعالیٰ کا قول ہے ''وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً یُّعْبَدُوْنَ'' (الزخرف:۴۵) اور ہم نے جو آپ سے پہلے رسول بھیجے ہیں ان سے پوچھیے کیا ہم نے رحمان کے سوا کوئی اور معبود مقرر کیے تھے کہ ان کی عبادت کی جائے۔

اور کہا گیا ہے کہ ضمیر رحمن کی طرف راجع ہو رہی ہے کہ اگر وہ اللّٰہ کے لیے اس کے اِطلاق کا انکار کریں تو اہل کتاب میں سے جو تمھیں اس بارے میں بتلا سکے اس سے دریافت کرلو تا کہ تم یہ جان لو کہ ان کی کتابوں میں رسولوں کی آمد کا مقصد کیا تھا۔[2]

(۱) البیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج ۲، ص ۱۴۹ (۲) تفسیر انوار التنزیل، ج ۲، ص ۱۴۹

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَ مَا الرَّحْمٰنُ ۗ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَ زَادَهُمْ نُفُوْرًا ﴿۶۰﴾ ع

تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ جَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّ قَمَرًا مُّنِيْرًا ﴿۶۱﴾

وَ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿۶۲﴾

وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾

وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِيَامًا ﴿۶۴﴾

---

(۶۰) اور جب ان سے کہا گیا کہ رحمان کو سجدہ کرو تو وہ کہنے لگے رحمان کیا ہوتا ہے؟ کیا تم جسے کہو ہم اُسے سجدہ کرنے لگیں؟ اور یہ دعوت ان کی نفرت کو بڑھاتی ہے۔

(۶۱) بابرکت ہے وہ جس نے آسمان میں برج بنائے اور ان برجوں میں سراج (سورج) اور روشن چاند بنایا۔

(۶۲) اور وہی تو ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کا جانشین بنایا ہر اس شخص کے لیے جو نصیحت حاصل کرنا چاہے یا شکرگزار ہونا چاہے۔

(۶۳) اور اللہ کے بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی اور وقار سے چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے مخاطب ہو تو کہتے ہیں تم کو سلام۔

(۶۴) جو لوگ اپنے رب کی بارگاہ میں سجدہ کرتے ہوئے اور حالت قیام میں رات بسر کرتے ہیں۔

---

(۶۰) وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَ مَا الرَّحْمٰنُ

اور جب ان سے کہا گیا کہ رحمان کو سجدہ کرو تو وہ کہنے لگے رحمن کیا ہوتا ہے؟ کہا گیا ہے کہ انھوں نے رحمان سے اللہ کو مراد نہیں لیا یا اس لیے کہ انھوں نے یہ سوچا کہ اس سے اللہ کے علاوہ کسی اور کو مراد لیا گیا ہے۔

تفسیر قمی میں ہے فرمایا کہ اس سوال کا جواب ہے اَلرَّحْمٰنُ ۙ﴿۱﴾ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ؕ﴿۲﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۙ﴿۳﴾ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ﴿۴﴾ اَلشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۬ۙ﴿۵﴾ (الرحمٰن: ۵۵ آیت ۱ تا ۵)

اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا کیا تم جسے کہو ہم اسے سجدہ کرنے لگیں؟

وَ زَادَهُمْ نُفُوْرًا اور یہ دعوت ان کی نفرت کو بڑھاتی ہے۔

یعنی وہ ایمان سے فرار اختیار کرتے ہیں یعنی رحمان کے سامنے سجدے کے حکم سے راہ فرار اختیار کرتے ہیں۔

(۶۱) تَبٰرَكَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا

بابرکت ہے وہ جس نے آسمان میں کئی برج بنائے۔

یعنی بارہ بروج سورۂ حجر کی آیت ۱۶ کے ذیل میں اس بارے میں بیان کیا جاچکا ہے۔

وَّ جَعَلَ فِیْهَا سِرٰجًا اور ان برجوں میں سراج (سورج) بنایا۔

سراج سے مراد سورج ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے...وَّ جَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا (نوح:۱۶) اور سورج کو سراج قرار دیا۔

اگر یہ لفظ سُرج ہو اس میں تمام بڑے بڑے سیارے اور ستارے شامل ہوجائیں گے۔

کتاب جوامع میں ائمہ معصومینؑ سے مروی ہے کہ تم اسے سُرج نہ پڑھو بلکہ یہ لفظ ''سراجا'' ہے جس سے سورج مراد ہے۔[۱]

وَّ قَمَرًا مُّنِیْرًا اور روشن چاند (بنایا)

مُّنِیْرًا رات کو روشنی پھیلانے والا۔

کتاب اھلیلجہ میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے اس بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا اللہ تعالی نے آسمان میں سورج اور روشن چاند کو قرار دیا دونوں اپنے اپنے مدار میں تیر رہے ہیں جو تیزی سے ان کے ساتھ چکر لگا رہا ہے وہ کبھی انھیں نکالتے ہیں اور کبھی انھیں ڈبوتے ہیں یہاں تک کہ ان کے ذریعے سے دنوں کا شمار، مہینوں اور سالوں کی گنتی ہوتی ہے اور ہر سال از سر نو موسم گرما، موسم بہار، موسم سرما اور موسم خزاں مختلف زمانوں میں آتے ہیں رات دن کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ۔[۲]

(۶۲) وَ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ خِلْفَةً

اور وہی تو ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کا جانشین بنا دیا۔

ان میں سے ہر ایک دوسرے کے پیچھے آتا ہے گویا کہ وہ اس کا جانشین ہو کہ اس میں جو مناسب ہو وہ کام انجام دیا جائے۔

لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا

ہر اس شخص کے لیے جو نصیحت حاصل کرنا چاہے یا شکر گزار رہنا چاہے۔

کتاب فقیہ میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جو کام تم رات کے وقت انجام نہ دے سکو ہو تمھیں

(۱) جوامع الجامع، ج ۳، ص ۱۴۴ (۲) ونور الثقلین، ج ۴، ص ۲۵، ح ۸۶

چاہیے کہ دن کے وقت اسے پورا کر دو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اور اس آیت کی تلاوت فرمائی پھر کہا یعنی وہ شخص رات کو جو کام باقی رہ گیا ہو اسے دن کے وقت انجام دے دے اور دن کے وقت جو کام نامکمل رہ گیا ہو تو اسے رات کے ہنگام انجام دے۔[۱]

کتاب تہذیب اور فقی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے جو اس سے کافی قریب ہے اور فقی میں یہ اضافہ ہے کہ یہ آل محمدؐ کا پوشیدہ راز ہے۔[۲]

(۶۳) وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا

اور اللہ کے بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی اور وقار سے چلتے ہیں۔

کتاب مجمع البیان میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد ایسا شخص ہے جو اپنی عادت طبیعت اور فطرت کے مطابق جس پر اسے خلق کیا گیا ہے چلتا ہے۔

نہ تکلف کرتا ہے اور نہ ہی غرور و تکبر سے کام لیتا ہے۔[۳]

تفسیر فقی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ اس آیت میں ائمہ علیہم السّلام مراد ہیں جو ''...يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا...'' زمین پر عاجزی و وقار سے دشمنوں کے خوف سے چلتے ہیں۔[۴]

امام کاظم علیہ السّلام سے مروی ہے آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا فرمایا کہ اس سے مراد ائمہ علیہم السّلام ہیں جو اپنی رفتار میں تقویٰ کو مدنظر رکھتے ہیں۔[۵]

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ نے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا فرمایا اس سے مراد اوصیا ہیں جو دشمنوں کے خوف کی وجہ سے یہ عمل انجام دیتے ہیں۔[۶]

وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا

اور جب جاہل ان سے مخاطب ہو تو کہتے ہیں تم کو سلام۔

تم پر سلام ہو اور تم سے ہماری کوئی جنگ نہیں ہمارے درمیان خیر و شر کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

(۶۴) وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا

اور جو لوگ اپنے رب کی بارگاہ میں سجدہ کرتے ہوئے اور حالتِ قیام میں رات بسر کرتے ہیں۔

وَّقِيَامًا اور نماز میں قیام کرتے ہیں اور بیتوتہ (رات بسر کرنا) سے مخصوص کرنے کا سبب یہ ہے کہ عبادت رات کے وقت زیادہ اچھی اور قوی ہوتی ہے اور ریاکاری سے دور ہوتی ہے۔

---

(۱) من لایحضرہ الفقیہ، ج۱، ص۳۱۵، ح۱، باب۷۶

(۲) تہذیب الاحکام، ج۲، ص۱۷۳، ح۶۸۹، وتفسیر فقی، ج۲، ص۱۱۶

(۳) مجمع البیان، ج۷-۸، ص۱۷۹ (۴) تفسیر فقی، ج۲، ص۱۱۶

(۵) تفسیر فقی، ج۲، ص۱۱۶ (۶) الکافی، ج۱، ص۴۲۷، ح۸۷

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿۶۵﴾

اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا ﴿۶۶﴾

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَ لَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿۶۷﴾

وَ الَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَ لَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ لَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾

يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ يَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴿۶۹﴾

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۰﴾

---

(۶۵) اور جو یہ کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار تو ہم سے جہنم کے عذاب کو پھیر دے۔ یقیناً عذابِ جہنم دائمی مصیبت ہے۔

(۶۶) بلاشبہ جہنم بدترین جائے قرار اور ٹھکانا ہے۔

(۶۷) اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف (فضول خرچی) کرتے ہیں اور نہ ہی کنجوسی بلکہ ان کے درمیان اعتدال رکھتے ہیں۔

(۶۸) اور وہ لوگ اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے اور جس نفس کو اللہ نے محترم قرار دیا ہے اسے ناحق قتل نہیں کرتے اور وہ زنا بھی نہیں کرتے اور جو ایسا کرے گا وہ گناہ کی سزا پائے گا۔

(۶۹) اس کے لیے قیامت کے دن عذاب کو دگنا کر دیا جائے گا اور وہ اس میں ہمیشہ کے لیے ذلت کے ساتھ پڑا رہے گا۔

(۷۰) سوائے اس کے جس نے توبہ کی، ایمان لایا اور عمل صالح بجا لایا تو اللہ ایسے ہی افراد کی برائیوں کو اچھائیوں میں تبدیل کر دے گا اور اللہ بڑی مغفرت کرنے والا اور نہایت مشفق ہے۔

---

(۶۵) وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا اور جو یہ کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار تو ہم سے جہنم کے عذاب کو پھیر دے یقیناً عذاب جہنّم ایک دائمی مصیبت ہے۔

غَرَامًا کا مفہوم ہے لازمی ہے اور اسی سے غریم (ٹیکس اور جرمانہ) ہے جس کا ادا کرنا لازمی ہوتا ہے۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے فرماتے ہیں ملازما لایفارق وہ لازم وملزوم ہے جدا نہیں ہوتا۔[1]

میں (فیض کا ثانی) کہتا ہوں کہ یہ خبردار اور آگاہ کرنا ہے کہ وہ لوگ دیگر مخلوقات سے بہترین انداز میں مخالفت کے ساتھ ساتھ عبادت حق کے لیے کوشاں رہتے ہیں اور عذاب سے محفوظ رہنے کی سعی کرتے ہیں پھر بھی وہ اللّٰہ سے دست بدعا ہیں کہ وہ ان سے عذاب کو ٹال دے اس لیے کہ انھیں اپنے اعمال پر بھروسا نہیں ہے اور احوال کے مسلسل جاری رہنے پر انھیں تکیہ نہیں ہے۔

(۶۶) اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا بلاشبہ جہنم بدترین جائے قرار اور ٹھکانا ہے۔

انها کانت غراما اور سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا یہ دونوں جملے۔ اس داستان کی وضاحت کررہے ہیں اور اُن کا آغاز اللہ کی جانب سے ہے۔

(۶۷) وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا

اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف (فضول خرچی) کرتے ہیں اور نہ ہی کنجوسی۔

وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا بلکہ ان کے درمیان اعتدال رکھتے ہیں۔

تفسیر قمی میں ہے کہ اسراف کا مفہوم ہے معصیت کے کام میں ناحق خرچ کرنا وَلَمْ يَقْتُرُوْا کا مطلب ہے کہ وہ اللّٰہ تبارک وتعالیٰ کے حق کو نہیں روکتے اور قوام کے معنی ہیں عدل اور اللّٰہ نے جہاں خرچ کرنے کا حکم دیا اُس میں خرچ کرنا۔[2]

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ جس نے غیر حق میں عطا کیا تو وہ اسراف ہے اور جس نے حق سے منع کیا تو وہ قتر ہے۔[3]

حضرت علی علیہ السّلام نے فرمایا ماکول (کھائی جانے والی اشیاء) اور مشروب (پینے والی چیزیں) میں کسی قسم کا اسراف نہیں ہے خواہ وہ زیادہ ہی کیوں نہ ہوں۔[4]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اسراف ان چیزوں میں ہے جو مال کو فاسد کردیں اور بدن کو ضرر پہنچائیں آپ سے دریافت کیا گیا کہ ''اقتار'' کیا ہے؟ تو فرمایا کہ روٹی اور نمک کھانا جبکہ تم اس کے علاوہ کسی اور چیز پر قدرت رکھتے تھے۔ پوچھا گیا ''قصد'' کیا ہے فرمایا روٹی، گوشت، دودھ، سرکہ اور گھی ایک مرتبہ یہ اور ایک بار یہ۔[5]

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی اور آپ نے مٹھی میں کنکریاں اٹھائیں اور انھیں اپنے ہاتھ میں بند کرلیا اور فرمایا یہی وہ ''اقتار'' ہے اللّٰہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جس کا ذکر کیا ہے پھر آپ نے مٹھی بھر کنکریاں اٹھائیں اور پورے ہاتھ کو کھول دیا اور فرمایا یہ اسراف ہے پھر آپ نے ایک

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۱۶ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، و ۱۱۷ (۳) مجمع البیان، ج ۷-۸، ص ۱۷۹

(۴) مجمع البیان، ج ۷-۸، ص ۱۷۹ (۵) الکافی، ج ۴، ص ۵۳-۵۴، ح ۱

مرتبہ اور کنکریوں کو اٹھایا ان میں کچھ کو چھوڑ دیا کچھ کو روک لیا اور فرمایا یہ ''قوام'' ہے۔[1]

(۶۸) وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ اور وہ لوگ اللّٰہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے۔

وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ

اور جس نفس کو اللّٰہ نے محترم قرار دیا ہے اسے ناحق قتل نہیں کرتے۔

حرمها کے معنی ہیں جن کے قتل کو حرام قرار دیا ہے۔

وَلَا يَزْنُوْنَ اور نہ ہی زنا کرتے ہیں۔

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا اور جو بھی ایسا کرے گا وہ اپنے گناہ کی سزا پائے گا۔

(۶۹) يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اس کے لیے قیامت کے دن عذاب کو دگنا کر دیا جائے گا۔

وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا اور وہ اس میں ہمیشہ کے لیے ذلّت کے ساتھ رہے گا۔

تفسیر قمی میں ہے کہ آثام جہنم کی وادیوں میں سے ایک وادی ہے پگھلے ہوئے تانبے کی جس کے آگے جہنم میں ایک جگہ ہے جس میں وہ لوگ ہوں گے جنھوں نے غیر اللّٰہ کی عبادت کی ہوگی اور جس نے اس نفس کو قتل کیا ہوگا جس کا قتل کرنا حرام ہے اور اسی وادی میں زانی لوگ ہوں گے اور اس میں ان لوگوں پر عذاب کو دگنا کر دیا جائے گا۔[2]

(۷۰) اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا

سوائے اس کے جس نے توبہ کی، ایمان لایا اور عملِ صالح بجالایا۔

فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ اللّٰہ ایسے ہی افراد کی برائیوں کو اچھائیوں میں تبدیل کر دے گا۔

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا اور اللّٰہ بڑی مغفرت کرنے والا اور نہایت مشفق ہے۔

کتاب امالی میں امام باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ آپ سے اللّٰہ تعالیٰ کے قول فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن گناہ گار مومن کو لایا جائے گا اور حساب کے موقف (جگہ) پر اُسے کھڑا کر دیا جائے گا اور اس وقت اللّٰہ تعالیٰ ہی اس کا حساب لے رہا ہوگا اور وہ اس کے حساب سے کسی بھی فرد کو مطلع نہیں کرے گا اللّٰہ تعالیٰ اس کے گناہ سے اسے متعارف کرائے گا یہاں تک کہ جب وہ اپنے گناہوں کا اقرار اور اعتراف کرلے گا تو اللّٰہ تبارک و تعالیٰ کراما کاتبین سے کہے گا کہ تم اس کی برائیوں کو اچھائیوں میں تبدیل کردو اور اسے لوگوں پر آشکار کردو تو اس وقت لوگ کہتے نظر آئیں گے دیکھو تو اس بندے کا ایک گناہ بھی نہ تھا پھر خداوند عالم اسے جنت کی طرف لے جانے کا حکم مرحمت فرمائے گا یہ اس آیت کی تاویل ہے اور یہ آیت خاص طور پر ہمارے ان شیعوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو خطا کار ہیں۔[3]

امام رضا علیہ السّلام اپنے آبا و اجداد سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا کہ رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

---

(۱) الکافی، ج ۴، ص ۵۴۔۵۵، ح ۱ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۱۶

(۳) امالی شیخ طوسی، ص ۷۲۔۷۳، ح ۱۰۵ / ۱۴، تیسری مجلس

ہم اہل بیتؑ کی محبت گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے اور نیکیوں کو دگنا کر دیتی ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ ہم اہل بیت سے محبت کرنے والوں کے ذمے جو بندوں کے حقوق (مظالم عباد) ہیں اللہ خود ان کی ضمانت لے گا سوائے ان کے جن پر یہ اصرار کر رہے ہوں اور جو مومنین پر ظلم کرنے کے لیے ہوں، تو سیئات (برائیوں) سے کہا جائے گا کہ تم حسنات (نیکیاں، اچھائیاں) بن جاؤ۔[1]

کتاب عیون میں امام رضا علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندۂ مومن کو جلوہ دکھائے گا اور اس کے ایک ایک گناہ سے اسے واقف کرائے گا پھر اس کی مغفرت فرما دے گا اور اللہ اس بات پر کسی مقرب فرشتے کو بھی مطلع نہیں کرے گا اور نہ ہی کسی نبی مرسل کو اور پھر جس گناہ سے کسی کی واقفیت کو ناپسند کرتا ہو تو وہ اس پر پردہ ڈال دے گا اور اس کی سیئات (برائیوں) کو حکم دے گا کہ حسنات (اچھائیوں، نیکیوں) میں تبدیل ہو جائیں۔[2]

تفسیر قمی میں امام رضا علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ مومن کو اپنے سامنے کھڑا کرے گا اور اس کے عمل کو اس کے سامنے پیش کرے گا وہ مومن اپنے صحیفۂ اعمال پر نظر کرے گا تو جوں ہی اس کی نظر اپنی برائیوں پر پڑے گی اس کی رنگت بدل جائے گی اور اس کے جسم میں کپکپی طاری ہو جائے گی پھر اس کے سامنے اس کی نیکیاں پیش کی جائیں گے تو انھیں دیکھ کر وہ مسرور و شاداں ہو جائے گا تو اس وقت اللہ تعالیٰ حکم صادر فرمائے گا کہ اس کی برائیوں کو اچھائیوں میں تبدیل کر کے لوگوں کو دکھلاؤ تو اللہ کے حکم سے ان کے لیے تبدیل کر دیا جائے گا لوگ یہ کہیں گے کیا اس شخص نے کسی ایک برائی کا بھی ارتکاب نہیں کیا؟ اور وہ اللہ تعالیٰ کا قول یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ۔[3]

اور اس مضمون سے متعلق بہت سی احادیث موجود ہیں اور ابو اسحاق لیثی کی روایت میں جو امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے جو مومن اور کافر کی طینت کے بارے میں وارد ہوئی ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ قیامت کے دن حکم صادر فرمائے گا کہ ہمارے دشمنوں کی نیکیاں لے لی جائیں اور اسے ہمارے شیعوں کی طرف لوٹا دیا جائے اور ہمارے چاہنے والوں کی برائیوں کو لے کر ہم سے بغض رکھنے والوں کی طرف لوٹا دیا جائے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمارے شیعوں کی سیئات کو حسنات میں تبدیل کر دے گا اور خداوند عالم ہمارے دشمن کے حسنات کو سیئات میں بدل دے گا۔[4]

کتاب روضۃ الواعظین میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ جو بھی قوم اللہ کا مسلسل ذکر کرتی رہی ہے وہ بیٹھی نہیں رہے گی یہاں تک کہ ایک منادی آسمان سے ندا دے کر یہ کہے گا اٹھ جاؤ اللہ نے تمھاری برائیوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دیا۔[5]

---

(۱) امالی شیخ طوسی، ص ۱۶۴، ح ۲۷۴ (۲) عُیُون اخبار الرضا، ج ۲، ص ۳۳، ح ۵۷ (۳) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۱۷
(۴) علل الشرائع، ص ۶۰۶-۶۱۰، حدیث نمبر ۸۱ کے ذیل میں باب ۳۸۵ (۵) روضۃ الواعظین، ص ۳۹۱

وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴿۷۱﴾
وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَ اِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴿۷۲﴾
وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّ عُمْيَانًا ﴿۷۳﴾
وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴿۷۴﴾
اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَ يُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّ سَلٰمًا ﴿۷۵﴾
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿۷۶﴾
قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْ لَا دُعَآؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ﴿۷۷﴾ ع

(۷۱) اور جس نے توبہ کی اور عمل صالح بجالایا تو ایسا شخص اللہ کی طرف پلٹ آتا ہے جیسا کہ پلٹنے کا حق ہے۔

(۷۲) اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب کسی لغو چیز سے ان کا گزر ہوتا ہے تو وہ نہایت شریفانہ انداز میں گزرتے ہیں۔

(۷۳) اور انھیں جب ان کے پروردگار کی آیتیں یاد دلائی جاتی ہیں تو اس پر بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گر پڑتے۔

(۷۴) اور وہ یہ کہتے ہیں پروردگارا تو ہمیں عطا کر دے ہماری ازواج اور اولاد میں سے آنکھوں کی ٹھنڈک اور تو ہمیں متقین کا امام بنا دے۔

(۷۵) یہ وہ لوگ ہیں جنھیں ان کے صبر و تحمل کے صلے میں جنت کے بالا خانے عطا کیے جائیں گے اور وہاں پر ان کا استقبال تعظیم اور سلام کے ساتھ ہوگا۔

(۷۶) وہ اس جنت میں ہمیشہ کے لیے رہیں گے ان کا ٹھکانا عمدہ اور منزل بہترین ہوگی۔

(۷۷) اے محمد فرما دیجیے میرے رب کو تمھاری کیا ضرورت پڑی ہے اگر تم اسے آواز نہ دو، جب تم نے جھٹلا دیا ہے تو عنقریب ایسی سزا پاؤ گے جس سے جان نہ چھڑا پاؤ گے۔

(۷۱) وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا

اور جس نے توبہ کی اور عمل صالح بجالایا تو ایسا شخص اللہ کی طرف پلٹ آتا ہے جیسا کہ پلٹنے کا حق ہے۔

يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا کا مفہوم یہ ہے کہ جن چیزوں سے اُسے روکا گیا ہے وہ ان کی طرف اخلاص اور سچی

نیت کے ساتھ دوبارہ واپس نہیں لوٹتا۔

(۷۲) وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ

اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد غنا (گانا بجانا) ہے۔[۱]

تفسیر مجمع البیان میں صادقین علیہما السّلام سے ایسی ہی روایت ملتی ہے۔[۲]

تفسیر قمی میں فرمایا کہ اس سے مراد غنا اور لہو ولعب کی مجلسیں ہیں۔[۳]

وَ اِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا

اور جب کسی لغو چیز سے ان کا گزر ہوتا ہے تو وہ نہایت شریفانہ انداز میں گزرتے ہیں اس سے اعراض کرتے ہیں اور وہاں پر ٹھہرنے اور اس میں ملوث ہونے سے خود کو بچاتے ہیں اور اسی کے ذیل میں آتا ہے فحشاء سے نگاہوں کو نیچا رکھنا اور دور رہنا اور گناہوں سے درگزر کرنا جس چیز کی وضاحت باعث تحقیر و تذلیل ہو اس سے کنارہ کشی کرتے ہیں۔

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب وہ شرم گاہ کے ذکر کا ارادہ کرتے ہیں تو اسے بھی کنایۃً بیان کرتے ہیں۔[۴]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ نے اپنے کسی صحابی سے کہا کہ تم کہاں پر اترے ہو؟ انھوں نے کہا کہ میں فلاں شخص ہاں آیا ہوں جو گانے والیوں کا مالک ہے تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ تم شرافت کے ساتھ رہو پھر فرمایا کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا جو اس نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے ...وَ اِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا۔[۵]

کتاب عیون میں محمد بن ابی عباد سے مروی ہے کہ وہ سماع (گانے سننے) کا شوقین تھا اور اس بارے میں شہرت رکھتا تھا اور شراب پیتا تھا اس نے کہا کہ میں نے امام رضا علیہ السّلام سے سماع کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ مکہ کے باشندے اس بارے میں اپنی رائے رکھتے ہیں۔ جبکہ موسیقی اور گانے کا سننا باطل اور لہو ولعب کے حدود میں آتا ہے کیا تم نے اللہ تبارک و تعالیٰ کا قول نہیں سنا وہ فرما رہا ہے ...وَ اِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا۔[۶]

(۷۳) وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ

اور انھیں جب ان کے پروردگار کی آیتیں یاد دلائی جاتی ہیں۔

---

(۱) الکافی، ج۶، ص۴۳۱، ح۶
(۲) مجمع البیان، ج۷-۸، ص۱۸۱
(۳) تفسیر قمی، ج۲، ص۱۱۷
(۴) مجمع البیان، ج۷-۸، ص۱۸۸
(۵) الکافی، ج۶، ص۴۳۲، ح۹
(۶) عیون اخبار الرضا، ج۲، ص۱۲۸، ح۵

لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّ عُمْيَانًا تو اس پر بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گر پڑتے۔

یعنی وہ اس پر بغیر سمجھے ہوئے اور بغیر دیکھے ہوئے اس شخص کی طرح جو نہ سنتا ہے اور نہ ہی دیکھتا ہے کھڑے نہیں ہوتے بلکہ وہ ہمہ تن مشغول ہوجاتے ہیں ان کانوں کے ساتھ جو سنتے ہوئے یاد رکھتے ہیں اور ایسی آنکھوں سے دیکھتے ہیں جو چیزوں کی رعایت کو ملحوظ رکھتی ہیں۔

کتاب کافی میں ہے کہ وہ دیکھنے والے ہیں شک کرنے والے نہیں ہیں۔

(۷۴) وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ

اور وہ لوگ یہ کہتے ہیں پروردگار! تو ہمیں عطا فرما ہماری ازواج اور اولاد میں سے آنکھوں کی ٹھنڈک انھیں اطاعت کی توفیق عطا کر اور فضائل کا احصاء کر کے یعنی اکٹھا کر کے اس لیے کہ جب کسی شخص کے اہل وعیال اللہ کی عبادت میں اس کے ساتھ شریک رہتے ہیں تو اس سے اس کا دل خوش ہوجاتا ہے اور ان کے وجود سے اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں جب وہ یہ دیکھتے ہیں کہ ان کے اہل وعیال دینی امور میں ان کی مساعدت کر رہے ہیں اور اسے توقع ہے کہ وہ لوگ اس کے ساتھ جنت میں ملحق ہو جائیں گے۔

وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا اور تو ہمیں متقین کا اِمام بنادے۔

کتاب جوامع میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اس سے ہم لوگ مراد ہیں۔[۱]

اور ایک روایت میں ہے یہ آیت ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہے۔[۲]

کتاب مناقب میں سعید بن جُبَیر سے مروی ہے، فرمایا یہ آیت خدا کی قسم حضرت امیر المومنین علیہ السّلام کے لیے مخصوص ہے وہ اپنی اکثر دعاؤں میں فرماتے تھے رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا فاطمہؑ زہرا کو اور ذُرِّيّٰتِنَا امام حسن وحسین علیہما السّلام کو قُرَّةَ اَعْيُنٍ میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا دے امیر المومنین علیہ السّلام نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے ایسا بیٹا نہیں مانگا جو خوش شکل ہو اور نہ ہی ایسا بیٹا طلب کیا جو حسین قامت ہو بلکہ میں نے اپنے رب سے ایسی اولاد طلب کی جو اللہ کے اطاعت گزار ہوں، خوف خدا رکھنے والے ہوں، اسی سے ڈرنے والے ہوں تاکہ جب میں اسے دیکھوں اور وہ اللہ کا اطاعت گزار ہو تو اس بات سے میری انکھیں ٹھنڈی ہوں فرمایا ...وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ہم سے پہلے جو متقی لوگ تھے ہم نے ان کی اقتدا کی اسی طرح ہمارے بعد آنے والے متقین ہماری اقتدا کرتے رہیں۔[۳]

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا ہم وہی اہل بیتؑ ہیں۔[۴]

فرمایا اور روایت میں ہے کہ ''اَزْوَاجِنَا'' سے مراد خدیجہ اور ''ذُرِّيّٰتِنَا'' سے مراد فاطمہؑ اور ''قُرَّةَ اَعْيُنٍ'' سے مراد حسنؑ اور حسینؑ ہیں اور وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا سے علیؑ ابن ابی طالب اور ائمہ علیہم السّلام مراد ہیں۔[۵]

---

(۱) جوامع الجامع، ج ۴، ص ۱۴۸ (۲) جوامع الجامع، ص ۴، ص ۱۴۸

(۳) المناقب ابن شہر آشوب، ج ۳، ص ۳۸۰ (۴) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۱۷ (۵) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۱۷

(۷۵) اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا

یہ وہ لوگ ہیں جنھیں ان کے صبر و تحمل کے صلے میں جنت کے بالا خانے عطا کیے جائیں گے۔

الْغُرْفَةَ کا مفہوم ہے جنت میں اعلیٰ مقامات۔

وَ يُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّ سَلٰمًا

اور وہاں پر ان کا استقبال تعظیم اور سلام کے ساتھ ہوگا فرشتے ان کی تکریم و تعظیم کریں گے اور ان کو سلام کریں گے یا یہ کہ وہ لوگ ایک دوسرے کی تکریم کریں گے اور سلام کریں گے۔

(۷۶) خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وہ اس جنت میں ہمیشہ کے لیے رہیں گے۔

نہ انھیں وہاں پر موت آئے گی اور نہ ہی وہ وہاں سے باہر نکلیں گے۔

مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا ان کا ٹھکانا عمدہ اور منزل بہترین ہوگی۔

(۷۷) قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ

اے محمدؐ آپ لوگوں سے فرما دیجیے کہ میرے رب کو تمھاری کیا ضرورت پڑی ہے۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا۔

مایفعل ربی بکم میرا رب تم سے کیا کرے گا یعنی اسے تمھاری کیا ضرورت ہے۔[۱]

لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ اگر تم اسے آواز نہ دو۔

تفسیر مجمع البیان میں عیاشی سے وہ امام باقر علیہ السّلام سے روایت نقل کرتے ہیں آپ سے سوال کیا گیا کہ کیا قرآن کو زیادہ پڑھنا افضل ہے یا کثرت دعا افضل ہے؟ تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کثرت دعا افضل ہے اور آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔[۲]

فَقَدْ كَذَّبْتُمْ جب تم نے جھٹلا دیا ہے۔

میں نے تمھیں جس بارے میں بتلایا تھا تم نے اس کی مخالفت کی۔

فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا

تو عنقریب ایسی سزا پاؤ گے جس سے جان نہ چھڑا پاؤ گے۔ جو تمھارے جھٹلانے کی جزا ہوگی لازمی طور سے تم تک پہنچ کے رہے گی۔

کتاب ثواب الاعمال میں اور مجمع البیان میں امام موسیٰ الکاظم علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جو شخص ہر شب میں اس سورے کی تلاوت کرے گا تو اللہ اس پر ہرگز عذاب نازل نہیں کرے گا اور اس کا حساب نہیں لے گا اور فردوسِ اعلیٰ میں اس کی قیام گاہ ہوگا۔[۳]

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۱۷ (۲) مجمع البیان، ج ۷۔۸، ص ۱۸۲

(۳) ثواب الاعمال، ص ۱۰۹، و مجمع البیان، ج ۷۔۸، ص ۱۵۹

سورۃ الشعرا

یہ مکمل سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا سوائے اللہ کے قول والشعرا یتبعھم الغاوون سے آخر سورہ تک (الشعرا ۲۲۴-۲۲۷) یہ آیتیں مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں اس سورے میں آیتوں کی تعداد ۲۲۷ ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

طٰسٓمٓ ①

تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ ②

لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفۡسَکَ اَلَّا یَکُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِیۡنَ ③

اِنۡ نَّشَاۡ نُنَزِّلۡ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ السَّمَآءِ اٰیَۃً فَظَلَّتۡ اَعۡنَاقُہُمۡ لَہَا خٰضِعِیۡنَ ④

وَ مَا یَاۡتِیۡہِمۡ مِّنۡ ذِکۡرٍ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ مُحۡدَثٍ اِلَّا کَانُوۡا عَنۡہُ مُعۡرِضِیۡنَ ⑤

اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت مشفق ہے

(۱) ط (طا) س (سین) م (میم)

(۲) یہ کتاب مبین کی آیات ہیں۔

(۳) اے محمد شاید آپ اس غم میں جان دے دیں گے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لائے۔

(۴) اگر ہم چاہیں تو ان کے اوپر آسمان سے ایسی نشانی نازل کر سکتے ہیں جس کے سامنے ان کی گردنیں جھک جائیں۔

(۵) اور ان لوگوں کے پاس رحمان کی جانب سے کوئی بھی تازہ نصیحت آتی ہے تو یہ اس سے منہ موڑ لیتے ہیں۔

(۱) طٰسٓمٓ

تفسیر مجمع البیان میں حضرت علی علیہ السّلام سے مروی ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جب طٰسٓمٓ نازل ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''طا'' سے مراد طور سینا ہے اور ''سین'' سے مراد اسکندریہ ہے اور ''میم'' سے مراد مکہ ہے اور فرمایا طا سے شجرہ طوبی اور سین سے سدرۃ المنتہی اور میم سے مراد محمد مصطفیٰ ہیں۔[۱]

(۱) مجمع البیان، ج۔۷۔۸، ص ۱۸۴

تفسیر قمی میں ہے فرمایا طٰسٓمٓ اللہ کے اسم اعظم کے حروف میں سے ہے۔[۱]

کتاب معانی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے طٰسٓمٓ کا مفہوم یہ ہے انا الطالب السمیع المبدئ المعید میں طلب کرنے والا، سننے والا آغاز کرنے والا اور لوٹانے والا ہوں۔[۲]

(۲) تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ

یہ کتاب مبین کی آیات ہیں۔

(۳) لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ

اے محمدؐ شاید آپ اس غم میں جان دے دیں گے۔

بَاخِعٌ نَّفْسَكَ کا مفہوم ہے قاتل نَّفْسَكَ آپ خود کو ختم کرلیں گے۔

اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ

کہ یہ لوگ ایمان نہیں لائے۔

(۴) اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً

اگر ہم چاہیں تو ان کے اوپر آسمان سے ایسی نشانی نازل کر سکتے ہیں۔

اٰيَةً کا مفہوم ہے ایسی رہنمائی جو ایمان تک رسائی دلا دے اور ایسا امتحان جو اس کے لیے مجبور کر دے۔

فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ

جس کے سامنے ان کی گردنیں جھک جائیں۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ قائم علیہ السّلام اس وقت تک قیام نہ فرمائیں گے جب تک منادی آسمان سے ندا نہ دے جسے جوان لڑکی اپنے خیمے میں سن لے اور مشرق کے رہنے والے اور مغرب کے رہنے والے بھی اسے سن لیں اور اسی بارے میں یہ آیت نازل ہوتی ہے اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ الایۃ۔[۳]

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا کہ اس آیت میں یہ ہے کہ تَخْضَعُ رقابھم ان کی گردنیں جھک جائیں اس سے مراد بنی امیہ ہیں اور یہ ایک چنگھاڑ ہے جو آسمان سے امام صاحب الزماں کے نام پر ہوگی۔[۴]

ارشاد مفید میں امام باقر علیہ السّلام سے اس آیت کے ذیل میں مروی ہے امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عنقریب ان کے ساتھ ایسا کرے گا سوال کیا گیا کہ وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا بنو امیہ اور ان کے پیروکار سوال کیا گیا نشانی کیا ہے؟ فرمایا زوال سے لے کر عصر کے وقت تک سورج بالکل سر کے اوپر ٹھہرا رہے گا اور سورج کے گولے میں سے سینہ اور چہرہ برآمد ہوگا جو اس کے حسب اور نسب کو پہچانتا ہوگا اور یہ واقعہ سفیانی کے زمانے

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۱۸ (۲) ہانی الاخبار، ص ۲۲، ح ۱ (۳) ؟؟؟

(۴) ؟؟؟

میں ہوگا اور اس وقت سفیانی اور اس کی قوم کی ہلاکت ہوگی۔[1]

کتاب اکمال میں امام رضا علیہ السّلام سے ایک حدیث میں مروی ہے۔جس میں آپ قائم علیہ السّلام کے اوصاف کی وضاحت کر رہے تھے فرمایا قائم وہ ہیں جن کی طرف بلانے کے لیے آسمان سے منادی ندا دے گا جسے زمین پر رہنے والے سب لوگ سنیں گے وہ کہہ رہا ہوگا:

الا ان حجة اللّٰہ قد ظهرت عند بيت اللّٰہ فَاتَّبِعُوْهُ فان الحق معه و فيه

آگاہ ہو جاؤ حجت خدا کا ظہور اللّٰہ کے گھر کے پاس ہو چکا ہے تم ان کا اتباع کرو اس لیے کہ حق ان کے ساتھ ہے اور ان میں ہے اور وہ اللّٰہ تعالیٰ کا قول ہے:

اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ الاية۔[2]

(۵) وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ

اور ان لوگوں کے پاس رحمان کی جانب سے جب بھی کوئی تازہ نصیحت آتی ہے جسے اللّٰہ اپنے نبی پر وحی کے ذریعے نازل فرماتا ہے اور وہ وحی نئی ہوتی ہے۔

اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ

تو یہ لوگ اس سے منہ موڑ لیتے ہیں۔

یعنی یہ لوگ از سر نو روگردانی کرتے ہیں اور جس عقیدے پر ہیں اس پر مصر ہیں۔

(۱) ارشاد شیخ مفید، ص ۳۵۹ (۲) اکمال الدین و اتمام النعمہ، ص ۳۷۱۔۳۷۲، ح ۵

فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۶
اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۝۷
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۸
وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝۹
وَ اِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰٓى اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۰
قَوْمَ فِرْعَوْنَ ؕ اَلَا يَتَّقُوْنَ ۝۱۱
قَالَ رَبِّ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ۝۱۲

(۶) جبکہ یہ جھٹلا چکے ہیں تو عنقریب جلد ہی ان کے پاس اس چیز کی خبریں آئیں گی جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔
(۷) کیا انھوں نے زمین کی طرف نظر نہیں کی کہ ہم نے اس زمین میں ہر رنگ کی عمدہ عمدہ چیزیں وافر مقدار میں اگائی ہیں۔
(۸) یقیناً اس میں قدرت کی ایک بڑی نشانی ہے لیکن ان کی اکثریت اس بات کو تسلیم کرنے والی نہیں۔
(۹) اور بے شک آپ کا رب ہی غالب اور مشفق ہے۔
(۱۰) اور یاد کیجیے جب آپ کے رب نے موسیٰؑ کو آواز دی کہ ''اے موسیٰؑ تم ظالم قوم کے پاس جاؤ۔''
(۱۱) یعنی قوم فرعون کے پاس کیا وہ ڈرتے نہیں؟
(۱۲) موسیٰؑ نے کہا پروردگارا مجھے خوف لاحق ہے کہ کہیں وہ مجھے جھٹلا نہ دیں۔

(۶) فَقَدْ كَذَّبُوْا
جبکہ یہ جھٹلا چکے ہیں۔
روگردانی کے بعد انھوں نے ''ذکر'' یعنی قرآن کو جھٹلا دیا اور اس تکذیب میں اس قدر بڑھ گئے جس نے انھیں استہزا تک پہنچا دیا یعنی وہ مذاق اڑانے لگے۔
فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ
تو عنقریب جلد ہی ان کے پاس اس چیز کی خبریں آئیں گی جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔
کہ یہ حق ہے یا باطل ہے اور حق بات یہ ہے کہ اس کی تصدیق کی جائے گی اور اس کی منزلت کی عظمت کو

پہچانا جائے یا اس کی تکذیب کر کے اس کے امر کو سبک جانا جائے۔

(۷) اَوَلَمۡ یَرَوۡا اِلَی الۡاَرۡضِ

کیا انھوں نے زمین کی طرف نظر نہیں کی۔

یعنی زمین کے عجائبات کا بنظر غائر مشاہدہ نہیں کیا۔

کَمۡ اَنۡۢبَتۡنَا فِیۡہَا مِنۡ کُلِّ زَوۡجٍ کَرِیۡمٍ

کہ ہم نے اس زمین میں ہر رنگ کی عمدہ عمدہ چیزیں وافر مقدار میں اگائی ہیں زوج کے معنی ہیں (قسم) ہر طرح کی (کریم) یعنی پسندیدہ جس کے بے شمار فائدے ہوں۔

(۸) اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً یقینا اس میں قدرت کی ایک بڑی نشانی ہے۔

کہ زمین سے نباتات کا اگنا اللہ کی قدرتِ تامہ کا مظہر ہے اور حکمت خداوندی کا منہ بولتا ثبوت ہے اس کی بھرپور نعمت اور رحمت اس کے ذریعے دکھائی دیتی ہے۔

وَمَا کَانَ اَکۡثَرُہُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ لیکن ان کی اکثریت اس بات کو تسلیم کرنے والی نہیں۔

(۹) وَ اِنَّ رَبَّکَ لَہُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ

اور بے شک آپ کا رب ہی غالب اور مشفق ہے۔

الۡعَزِیۡزُ۔ وہ غالب ہے اور کافروں سے انتقام لینے پر قدرت رکھتا ہے۔

الرَّحِیۡمُ۔ وہ اس اعتبار سے مشفق و مہربان ہے کہ انھیں مہلت دیتا ہے۔

(۱۰) وَ اِذۡ نَادٰی رَبُّکَ مُوۡسٰۤی اَنِ ائۡتِ الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ

اور یاد کیجیے جب آپ کے رب نے موسیٰؑ کو آواز دی کہ اے موسیٰؑ تم ظالم قوم کے پاس جاؤ۔

ظالمین جو ظلم کر رہے ہیں کفر کے ذریعے، بنی اسرائیل کو غلام بنا کر اور ان کی اولاد کو قتل کر کے۔

(۱۱) قَوۡمَ فِرۡعَوۡنَ

یعنی قومِ فرعون کے پاس۔

فرعون کی طرف اس ظالم قوم کی نسبت اس لیے دی کہ فرعون اس کا زیادہ حق دار ہے۔

اَلَا یَتَّقُوۡنَ کیا وہ ڈرتے نہیں۔

ظلم و ستم میں ان کی زیادتی پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے اور ان کی جرأت کی وجہ سے یہ کہا گیا کہ وہ ڈرتے کیوں نہیں۔

(۱۲) قَالَ رَبِّ اِنِّیۡۤ اَخَافُ اَنۡ یُّکَذِّبُوۡنِ

موسیٰؑ نے کہا پروردگارا مجھے خوف لاحق ہے کہ کہیں وہ مجھے جھٹلا نہ دیں۔

وَ يَضِيْقُ صَدْرِيْ وَ لَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ ﴿۱۳﴾
وَ لَهُمْ عَلَيَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿۱۴﴾
قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَآ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ﴿۱۵﴾
فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾
اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۷﴾
قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّ لَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ ﴿۱۸﴾
وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ وَ اَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹﴾
قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّ اَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۲۰﴾

---

(۱۳) اور اس طرح میرا سینہ تنگ ہو جائے اور میری زبان میں روانی نہ رہے لہٰذا تو ہارونؑ کو پیغام بھیج دے۔
(۱۴) اور وہ مجھ پر ایک جرم کا الزام بھی تو لگاتے ہیں مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔
(۱۵) ارشاد ہوا نہیں ایسا ہرگز نہیں ہوگا تم دونوں ہماری نشانیاں لے کر فرعون کے پاس جاؤ ہم تمھارے ساتھ ہیں ہم تمھاری گفتگو اچھی طرح سن رہے ہیں۔
(۱۶) تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ ہم پروردگار جہان کے پیغامبر ہیں۔
(۱۷) تُو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے۔
(۱۸) فرعون نے کہا کیا ہم نے بچپن میں تمھیں پالا نہیں اور تم نے ہمارے درمیان اپنی زندگی کے کئی سال نہیں گزارے؟
(۱۹) اور اس کے بعد تمھیں جو کام کرنا تھا وہ کر گئے تم تو احسان فراموش ہو۔
(۲۰) موسیٰؑ نے کہا ہاں میں نے وہ کام نادانستگی میں کیا تھا۔

---

(۱۳) وَ يَضِيْقُ صَدْرِيْ وَ لَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ
اور اس طرح میرا سینہ تنگ ہو جائے اور میری زبان میں روانی نہ رہے۔
فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ
لہٰذا تو ہارونؑ کو پیغام بھیج دے۔

تا کہ ان کی وجہ سے میرا دل قوی ہو جائے اور وہ میری نیابت کریں جب میری زبان میں کوئی بندش پیش آ جائے۔

(۱۴) وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْۢبٌ

اور وہ مجھ پر ایک جرم کا الزام بھی تو لگاتے ہیں۔

گناہ کا الزام یعنی قبطی کا قتل جسے ان کے خیال کے مطابق ذنب (گناہ) سے تعبیر کیا ہے۔

فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ

مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔

یعنی اس وجہ سے مجھے پیغام رسالت پہنچانے سے پہلے ہی قتل کر ڈالیں گے۔

(۱۵) قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَآ

ارشاد ہوا نہیں ایسا ہرگز نہیں ہوگا تم دونوں ہماری نشانیاں لے کر فرعون کے پاس جاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں دونوں باتوں کا جواب دیا ہے یعنی اے موسیٰؑ تم جو گمان کر رہے ہو اس سے باز رہو تم اس کے ساتھ جاؤ جسے تم نے طلب کیا ہے یعنی ہارونؑ کے ساتھ۔

اِنَّا مَعَكُمْ

ہم تمھارے ساتھ ہیں۔

یہاں لفظ ''کم'' سے مراد موسیٰؑ، ہارونؑ اور فرعون ہے۔

مُّسْتَمِعُوْنَ

ہم تمھاری گفتگو اچھی طرح سن رہے ہیں۔

یعنی اے موسیٰؑ اور ہارونؑ جو کچھ تم فرعون سے کہو گے اسے ہم سن رہے ہوں گے۔

(۱۶) فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ

تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اور اس سے کہو ہم پروردگار جہان کے پیغامبر ہیں۔

رسول کا لفظ بصورت واحد لائے اس لیے کہ وہ ایسا مصدر ہے جس سے ان کی توصیف کی گئی ہے یہ لفظ مشترک ہے مرسل (بھیجنے والے) اور رِسَالۃ (پیغام) کے درمیان۔

(۱۷) اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

یہ کہ تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے۔

انھیں رہا کر دے کہ وہ ہمارے ساتھ شام کی طرف روانہ ہو جائیں۔

(۱۸) قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا

فرعون نے کہا کیا ہم نے بچپن میں تمھیں پالا نہیں؟

فِيْنَا سے مراد ہے ہمارے گھروں میں تم نے پرورش پائی ہے۔

وَّ لَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ

اور کیا تم نے ہمارے درمیان اپنی زندگی کے کئی سال نہیں گزارے؟

(۱۹) وَ فَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ

اور اس کے بعد تمھیں جو کام کرنا تھا وہ کر گئے۔

یعنی تم نے قبطی کو قتل کر دیا، فرعون نے اپنے انعام و اکرام کو شمار کرانے کے بعد اس بات کو عظیم سمجھتے ہوئے اس کے ذریعے ان کی سرزنش کی۔

وَ اَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ

اور تم تو احسان فراموش ہو یعنی میری نعمت کا انکار کر رہے ہو۔

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا کہ جب اللّٰہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السّلام کو فرعون کی طرف بھیجا تو وہ دروازے پر آئے اور اجازت طلب کی اس نے اجازت نہیں دی انھوں نے اپنے عصا سے دروازے پر مارا تو تمام دروازے پاٹوں پاٹ کھل گئے اس کے بعد حضرت موسیٰؑ (ہارونؑ کے ساتھ) فرعون کے پاس تشریف لے گئے اور اس کو مطلع کیا کہ وہ رب العالمین کے فرستادہ ہیں اور اس سے مطالبہ کیا کہ وہ ان کے ساتھ بنی اسرائیل کو روانہ کر دے تو فرعون نے موسیٰؑ سے کہا جیسا کہ اللّٰہ نے بیان فرمایا ہے۔

''اَلَمْ نُرَبِّكَ'' سے اللّٰہ کے قول ''الَّتِيْ فَعَلْتَ'' تک یعنی تم نے ایک شخص کو قتل بھی کیا ہے اور تم نے میری دی ہوئی نعمت کا کفران کیا ہے۔[۱]

(۲۰) قَالَ فَعَلْتُهَاۤ اِذًا وَّ اَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ

موسیٰؑ نے کہا ہاں میں نے وہ کام نادانستگی میں کیا تھا۔

یہاں پر الضّالّین الجاھلین (نادانستہ طور سے) کا مفہوم دے رہا ہے۔[۲]

کتاب عیون میں امام رضا علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس بارے میں سوال کیا گیا کہ انبیاء معصوم ہوتے ہیں تو امام علیہ السّلام نے فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے کہا... وَّ اَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ یعنی میں راستا بھول گیا ہوں کہ مَیں تمھارے شہروں میں سے دوسرے شہر چلا گیا۔[۳]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں شاید مراد یہ ہو کہ وہ فرعون کے لیے پوشیدہ ہو گئے تھے تو انھوں نے راستے سے گم ہو جانا مراد لیا ہے اور فرعون نے لفظ ضلال سے جہالت اور حق سے گمراہی کو مراد لیا ہے۔اس لیے کہ راستا کھو بیٹھنا قتل کرنے کے لیے درست عذر نہیں ہے۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۱۸ (۲) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج ۲، ص ۱۵۵

(۳) عیون اخبار الرضا، ج ۱، ص ۱۹۹، ح ۱، باب ۱۵

فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۱﴾
وَ تِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۲۲﴾
قَالَ فِرْعَوْنُ وَ مَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۳﴾
قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿۲۴﴾
قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗٓ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ﴿۲۵﴾
قَالَ رَبُّكُمْ وَ رَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۶﴾
قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۲۷﴾
قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَ مَا بَيْنَهُمَا ۭ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾

---

(۲۱) لہٰذا جب مجھے تم سے ڈر لگا تو میں نے فرار اختیار کیا اس کے بعد میرے رب نے مجھے حکم عطا کیا اور مجھے رسولوں میں شامل کر لیا۔

(۲۲) اور تو جو یہ احسانِ تربیت جتلا رہا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا۔

(۲۳) فرعون نے دریافت کیا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ کیا ہے؟

(۲۴) موسیٰؑ نے کہا آسمانوں اور زمین اور ان کے مابین ہر چیز کا پروردگار ہے اگر تم یقین کرتے ہو۔

(۲۵) فرعون نے گردوپیش کے لوگوں سے کہا کیا تم سن رہے ہو؟

(۲۶) موسیٰؑ نے کہا تمھارا اور تمھارے آبا و اجداد کا رب جو پہلے گزر چکے ہیں۔

(۲۷) فرعون نے حاضرین سے کہا کہ تمھارے یہ رسول جو تمھاری طرف بھیجے گئے ہیں بالکل دیوانے لگتے ہیں۔

(۲۸) موسیٰؑ نے کہا وہ مشرق اور مغرب اور ان کے درمیان جو کچھ ہے ان سب کا رب ہے اگر تم لوگ عقل رکھتے ہو۔

---

(۲۱) فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ

لہٰذا جب مجھے تم سے ڈر لگا تو میں نے فرار اختیار کیا۔

فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ

اس کے بعد میرے رب نے مجھے حکم عطا کیا اور مجھے رسولوں میں شامل کر لیا۔

حُكْمًا کے معنی میں حکمۃ حکمت دانائی، انصاف، علم۔

(۲۲) وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

اے فرعون تو جو یہ احسان تربیت جتلا رہا ہے اس کی حقیقت یہ کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے۔

یعنی تم تربیت کی جس نعمت کا احسان جتلا رہے ہو بظاہر تو ایسا ہے لیکن درحقیقت تمھارا مقصد بنی اسرائیل کو اپنا غلام بنانا اور ان کے بیٹوں کو ذبح کرنا تھا اسی وجہ سے میں تمھارے ہاتھ لگا اور تمھاری زیر نگرانی رہا۔

(۲۳) قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ

فرعون نے دریافت کیا رب العالمین کیا ہے؟

فرعون نے جب اپنے طعن و تشنیع کا جواب سنا اور محسوس کیا کہ موسیٰؑ امر سے باز رہنے والے نہیں ہیں تو ان کے دعوے پر اعتراض شروع کیا۔ لہٰذا بھیجنے والی کی حقیقت کے بارے میں استفسار کرنا چاہا۔

(۲۴) قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا

موسیٰؑ نے کہا آسمانوں اور زمین اور ان کے مابین ہر چیز کا پروردگار ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اللہ تعالیٰ کا تعارف اس کی ظاہر ترین خاصیتوں اور آثار سے کرایا۔ کتاب کافی میں امیر المومنین علیہ السّلام خطبہ جوامع التوحید میں مروی ہے فرمایا کہ اللہ کے بارے میں جب انبیائے کرام سے دریافت کیا گیا تو انھوں نے اس کا وصف محدود ہونے اور جزئیت کو قرار نہ دیا بلکہ اس کے افعال اور اس کی نشانیوں سے اس کی ذات کی جانب رہنمائی کی۔[1]

اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ

اگر تم یقین کرتے ہو۔ یعنی اگر تمھیں اس بات کا علم ہے۔

(۲۵) قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗٓ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ

فرعون نے گردوپیش کے لوگوں سے کہا کیا تم سن رہے ہو؟

کہ موسیٰؑ کیا جواب دے رہے ہیں میں نے رب العالمین کی حقیقت دریافت کی تھی اور وہ اس کے افعال کا ذکر کر رہے ہیں۔

تفسیر قمی میں ہے فرمایا کہ فرعون نے اللہ کی کیفیت کے بارے میں دریافت کیا تھا موسیٰؑ نے جواب دیا ...رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ تو فرعون نے اس بات سے حیران ہوکر اپنے اصحاب سے کہا اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ تم نے سنا نہیں کہ میں ان سے کیفیت کا سوال کر رہا ہوں اور یہ مجھے حق کے بارے میں جواب دے رہے ہیں۔[2]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ یہ جواب دے رہے ہیں ثبوت حق کا۔

---

(۱) الکافی، ج۱، ص۱۴۱، ح۷، باب جوامع التوحید (۲) ؟؟؟

(۲۶) قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ

موسیٰؑ نے کہا تمھارے اور تمھارے آبا و اجداد کا رب جو پہلے گزر چکے ہیں۔

حضرت موسیٰؑ نے ایسے جواب کی جانب رخ موڑ لیا جس کے احتیاج میں کسی کو شک نہیں ہوسکتا اس مُصَوِّرِ حکیم اور خالقِ علیم کی طرف جو دیکھنے والوں کے لیے سب سے زیادہ قریب ہے اور غور وفکر کرنے والوں کے نزدیک بالکل واضح ہے۔

(۲۷) قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ

فرعون نے حاضرین سے کہا کہ تمھارے یہ رسول جو تمھاری طرف بھیجے گئے ہیں بالکل دیوانے لگتے ہیں میں ان سے کسی ایک چیز کے بارے میں سوال کرتا ہوں اور یہ دوسری چیز کے بارے میں جواب دیتے ہیں اور اس نے ازراہ تمسخر انھیں رسول کہہ کر خطاب کیا۔

(۲۸) قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا

موسیٰؑ نے کہا وہ مشرق اور مغرب اور ان کے درمیان جو کچھ ہے ان سب کا رب ہے تم ہر روز مشاہدہ کرتے ہو کہ وہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے اور اسے مغرب کی طرف لے جاتا ہے ایسے منفعت بخش طریقے سے جس سے مخلوق کے امور میں تنظیم پیدا ہوتی ہے۔

اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ

اگر تم لوگ عقل رکھتے ہو۔

اگر تمھارے پاس عقل ہے تو تم جان لو گے کہ اس سے بڑھ کر تمھارے لیے کوئی اور جواب نہیں ہے پہلے سرسری جواب دیا اس لیے جب یہ دیکھا کہ وہ غرور وتکبر سے کام لے رہے ہیں تو پھر سختی سے پیش آئے اور ان کے سوالوں کا ویسا ہی جواب دیا۔

قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ﴿۲۹﴾
قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۰﴾
قَالَ فَاْتِ بِهٖٓ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۳۱﴾
فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿۳۲﴾
وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۳۳﴾
قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗٓ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾
يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۳۵﴾
قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۳۶﴾

(۲۹) فرعون نے کہا کہ اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو معبود مانا تو تمھیں بھی قیدیوں میں شامل کردوں گا۔
(۳۰) موسیٰؑ نے کہا اگرچہ میں تیرے سامنے کوئی صریح چیز بھی لے آؤں۔
(۳۱) فرعون نے کہا اچھا اگر تو سچا ہے تو وہ بھی لے آ۔
(۳۲) موسیٰؑ نے اپنا عصا ڈالا تو یکا یک وہ نمایاں اژدہا بن گیا۔
(۳۳) اور بغل سے اپنا ہاتھ نکالا تو وہ دیکھنے والوں کے سامنے چمک رہا تھا۔
(۳۴) فرعون نے گردوپیش بیٹھے ہوئے سرداروں سے کہا یہ تو ایک بڑا ماہر جادوگر ہے۔
(۳۵) یہ چاہتا ہے کہ تمھاری زمین سے اپنے جادو کے زور پر تمھیں بے دخل کردے لہٰذا تم کیا مشورہ دیتے ہو۔
(۳۶) انھوں نے کہا کہ اسے اور اس کے بھائی کو مہلت دے دے اور تمام شہروں میں جادوگروں کو جمع کرنے کے لیے ہرکارے بھیج دے۔

(۲۹) قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ
فرعون نے کہا کہ اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو معبود مانا تو تمھیں بھی قیدیوں میں شامل کردوں گا۔
حجت و دلیل کے منقطع ہونے کے بعد فرعون دھمکیاں دینے لگا اور دشمنِ کج بحث کا یہی طریقہ ہوتا ہے۔

(۳۰) قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ
موسیٰؑ نے کہا اگرچہ میں تیرے سامنے کوئی صریح چیز بھی لے آؤں۔
موسیٰؑ نے کہا کہ کیا تم ایسا کرو گے خواہ میں اپنے دعوے کی صداقت کے طور پر تمھارے سامنے واضح چیز

لے کر آ جاؤں یعنی ایسا معجزہ دکھلا دوں جو وجودِ صانع اور اس کی حکمت پر دلالت کرتا ہو اور مدعی نبوت کی صداقت کی واضح دلیل ہو۔

(۳۱) قَالَ فَاْتِ بِهٖۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ فرعون نے کہا اچھا اگر تو سچا ہے تو وہ بھی لے آ۔

(۳۲) فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ

موسیٰؑ نے اپنا عصا ڈالا تو یکا یک وہ نمایاں اژدہا بن گیا۔ عصا نے اژدہا کی شکل اختیار کر لی۔

(۳۳) وَّ نَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ

اور بغل سے اپنا ہاتھ نکالا تو وہ دیکھنے والوں کے سامنے چمک رہا تھا فرمایا کہ اس ہاتھ کی روشنی ان کے اور ان کے چہرے کے درمیان حائل ہوگئی۔

تفسیر قمی میں حدیث سابق میں ہے امام علیہ السّلام نے فرمایا: فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ

حضرت موسیٰؑ نے جب اپنا عصا ڈالا تو وہ ایک دم بالکل اژدہا بن گیا فرعون کے ہم نشینوں میں سے سب نے راہِ فرار اختیار کی اور فرعون پر ایسا رعب پڑا کہ وہ خود کو قابو میں نہ رکھ سکا فرعون نے کہا اے موسیٰؑ میں تمھیں اللّٰہ کا واسطہ دیتا ہوں اور ان ایام رضاعت کا اس اژدہا کو مجھ سے دور کر دو موسیٰؑ نے دور کر دیا پھر انھوں نے جب بغل سے اپنا ہاتھ نکالا تو دیکھنے والوں کے لیے سفید اور روشن تھا جب موسیٰؑ نے عصا اٹھا لیا اور فرعون نے سکون کا سانس لیا تو اس نے حضرت موسیٰؑ کی تصدیق کرنے کا ارادہ کیا ہامان نے اٹھ کر کہا ارے تم تو خود معبود ہو تمھاری عبادت کی جاتی ہے اب تم خود ایک بندے کی پیروی کرنا چاہتے ہو۔[1]

(۳۴) قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗۤ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ

فرعون نے گرد و پیش بیٹھے ہوئے سرداروں سے کہا کہ یہ تو بڑا ماہر جادوگر ہے۔

لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ علم سحر میں سب سے بڑھ کر ہے۔

(۳۵) يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ

یہ چاہتا ہے کہ تمھاری زمین سے اپنے جادو کے زور پر تمھیں بے دخل کر دے۔

فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ لہٰذا تم کیا مشورہ دیتے ہو۔

معجزے کے غلبے نے اسے ایسا زچ کیا کہ وہ دعوائے ربوبیت سے نیچے آ کر اپنی قوم کے افراد سے مشورہ طلب کرنے لگا۔

(۳۶) قَالُوْۤا اَرْجِهْ وَ اَخَاهُ

انھوں نے کہا کہ اسے اور اس کے بھائی کو مہلت دے دے یعنی ان کے امر کو کسی اور وقت پر اٹھا رکھو۔

وَابْعَثْ فِي الْمَدَآىِٕنِ حٰشِرِيْنَ اور تمام شہروں میں جادوگروں کو جمع کرنے کے لیے ہرکارے بھیج دو۔ پولیس کے سپاہی جو جادوگروں کو جمع کریں۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۱۹

يَأْتُوكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيمٍ ﴿۳۷﴾
فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ﴿۳۸﴾
وَقِيلَ لِلنَّاسِ هَلْ أَنتُم مُّجْتَمِعُونَ ﴿۳۹﴾
لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ إِن كَانُوا هُمُ الْغَالِبِينَ ﴿۴۰﴾
فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالُوا لِفِرْعَوْنَ أَئِنَّ لَنَا لَأَجْرًا إِن كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ ﴿۴۱﴾
قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ إِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ﴿۴۲﴾
قَالَ لَهُم مُّوسَىٰ أَلْقُوا مَا أَنتُم مُّلْقُونَ ﴿۴۳﴾
فَأَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ وَقَالُوا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ إِنَّا لَنَحْنُ الْغَالِبُونَ ﴿۴۴﴾

---

(۳۷) تا کہ وہ ہر ماہر جادوگر کو تیرے پاس لے آئیں۔

(۳۸) چناں چہ ایک روز مقررہ وقت پر تمام جادوگر جمع کر لیے گئے۔

(۳۹) اور لوگوں سے کہا گیا کیا تم اس اجتماع میں شرکت کرو گے؟

(۴۰) ہوسکتا ہے ہم جادوگردوں کے دین پر رہ جائیں اگر وہ غالب آ گئے۔

(۴۱) جب سب جادوگر آ گئے تو انھوں نے فرعون سے کہا اگر ہم غالب آ گئے تو کیا ہمارے لیے کوئی خاص انعام ہوگا؟

(۴۲) فرعون نے جواب دیا ہاں اور تم تو مقربین میں شامل ہو جاؤ گے۔

(۴۳) موسیٰؑ نے ان جادوگروں سے کہا تمھیں جو کچھ ڈالنا ہے ڈال دو۔

(۴۴) انھوں نے اپنی رسیاں اور اپنی لکڑیاں ڈالیں اور کہا فرعون کی عزت کی قسم بے شک ہم ہی غالب رہیں گے۔

---

(۳۷) يَأْتُوكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيمٍ

تا کہ وہ ہر ماہر جادوگر کو تیرے پاس لے آئیں۔ جو اس فن میں اس سے بڑھ جائیں۔

(۳۸) فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ

چناں چہ ایک روز مقررہ وقت پر تمام جادوگر جمع کر لیے گئے۔ جب مقررہ دن اس کام کے لیے وقت متعین کیا

گیا اور وہ زینت والے دن چاشت کا وقت تھا جیسا کہ سورہ طٰہٰ کی آیت نمبر ۵۹ کے ذیل میں بیان کیا جا چکا ہے۔

(۳۹) وَّقِيْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ

اور لوگوں سے کہا گیا کیا تم اس اجتماع میں شرکت کرنا پسند کرو گے؟

اس آیت میں ان لوگوں کو اجتماع میں شرکت کے لیے استبطاء (تاخیر سے آنا سست روی اختیار کرنا) ہے تاکہ انھیں ابھارا جائے کہ وہ جلد از جلد اجتماع میں شرکت کے لیے آ جائیں۔

(۴۰) لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ

ہوسکتا ہے ہم جادوگر کے دین پر رہ جائیں اگر وہ غالب آ گئے۔

گویا کہ اُن کا مطمحِ نظر اور مقصود اصلی یہی تھا کہ نہ تو وہ موسیٰؑ کا اتباع کریں اور نہ ہی جادوگروں کا انھوں نے یہ بات بطور کنایہ بیان کی ہے۔

(۴۱) فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ

جب سب جادوگر آ گئے تو انھوں نے فرعون سے کہا۔

اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ

اگر ہم غالب آ گئے تو کیا ہمارے لیے کوئی خاص انعام ہوگا؟

(۴۲) قَالَ نَعَمْ وَ اِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ

فرعون نے جواب دیا ہاں! اور تم تو مقربین میں شامل ہو جاؤ گے۔

فرعون نے ان کے لیے انعام مقرر کیا اور غالب آ جانے پر اس پر مزید اپنی قربت کا وعدہ کیا۔

(۴۳) قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰۤى اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ

موسیٰؑ نے ان جادوگروں سے کہا تمھیں جو کچھ ڈالنا ہے ڈال دو۔

یعنی جب ان جادوگروں نے موسیٰؑ سے کہا اے موسیٰؑ کیا آپ ڈالیں گے یا ہم ڈالنے والوں میں ہوں۔

(۴۴) فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ

انھوں نے اپنی رسیاں اور اپنی لکڑیاں ڈالیں۔

وَ قَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ

اور انھوں نے کہا فرعون کی عزت کی قسم بے شک یقینا ہم ہی غالب رہیں گے ان جادوگروں نے فرعون کی عزت کی قسم اس لیے کھائی کہ انھیں اپنے اوپر بھروسا تھا کہ وہ غالب آ کر رہیں گے اور دوسری وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے اندازے کے مطابق بہترین جادوگری پیش کر رہے تھے اور اس قِسم کی قَسم زمانۂ جاہلیت میں کھائی جاتی تھی لیکن اسلام میں صرف اللہ کے نام کی قَسم کھانا درست ہے۔

فَاَلْقٰی مُوْسٰی عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ تَلْقَفُ مَا یَاْفِكُوْنَ ﴿۴۵﴾
فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سٰجِدِیْنَ ﴿۴۶﴾
قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۴۷﴾
رَبِّ مُوْسٰی وَ هٰرُوْنَ ﴿۴۸﴾
قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِیْرُكُمُ الَّذِیْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ؕ لَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّ لَاُوصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۴۹﴾
قَالُوْا لَا ضَیْرَ ۫ اِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ۚ ﴿۵۰﴾
اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰیٰنَاۤ اَنْ كُنَّاۤ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۵۱﴾

(۴۵) موسیٰؑ نے اپنا عصا ڈال دیا تو وہ ان کے جھوٹے جادو کو نگلنے لگا۔

(۴۶) جادوگر یہ منظر دیکھ کر سجدے میں گر گئے۔

(۴۷) انھوں نے کہا ہم رب العالمین پر ایمان لائے۔

(۴۸) موسیٰؑ اور ہارونؑ کے پروردگار پر۔

(۴۹) فرعون بولا تم نے میری اجازت کے بغیر موسیٰؑ کی بات تسلیم کر لی۔ یہ ضرور کوئی تمھارا بڑا ہے جس نے تمھیں جادو سکھایا ہے عنقریب تمھیں پتا چل جائے گا میں تمھارے ہاتھوں اور پیروں کو مخالف سمتوں سے کٹواؤں گا اور تم سب کو سولی پر چڑھا دوں گا۔

(۵۰) انھوں نے کہا کوئی مضائقہ نہیں ہم تو پلٹ کر اپنے رب کے حضور میں جائیں گے۔

(۵۱) ہم اس امر کے خواہش مند ہیں کہ ہمارا پروردگار ہماری خطاؤں سے درگزر کرے کیوں کہ سب سے پہلے ہم ایمان لائے ہیں۔

(۴۵) فَاَلْقٰی مُوْسٰی عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ تَلْقَفُ مَا یَاْفِكُوْنَ

موسیٰ نے اپنا عصا ڈال دیا تو وہ ان کے جھوٹے جادو کو نگلنے لگا۔

مَا یَاْفِكُوْنَ جسے وہ الٹ پلٹ رہے تھے لوگوں کو حیران و ششدرہ کرنے اور جعل سازی کے لیے لوگ

ان کی رسیوں اور لکڑیوں کو دیکھ کر یہ سمجھ رہے تھے کہ یہ سانپ ہیں جو دوڑ رہے ہیں۔

(۴۶) فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سُجِدِیْنَ

جادوگر یہ منظر دیکھ کر سجدے میں گر گئے۔

اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ موسیٰؑ نے جو کچھ کیا وہ جادو سے نہیں کیا جاسکتا اور سجدے میں گر جانے کو لفظ القاء سے تعبیر کیا تا کہ ماقبل جملے سے مشابہ ہو جائے ان کا یہ عمل دلالت کرتا ہے کہ انھوں نے جو کچھ دیکھنا تھا جب اسے دیکھ لیا تو وہ خود کو قابو میں نہ رکھ سکے گویا کہ انھیں پکڑا گیا اور انھیں چہرے کے بل جھکا دیا گیا یعنی اللہ تعالیٰ نے انھیں سجدے میں گرا دیا جب انھیں توفیق سے نوازا۔

(۴۷) قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

انھوں نے کہا ہم رب العالمین پر ایمان لائے۔

(۴۸) رَبِّ مُوْسٰی وَ هٰرُوْنَ

موسیٰؑ اور ہارونؑ کے پروردگار پر۔

رب موسیٰؑ و ہارونؑ وضاحت کرنے کی غرض سے رب العالمین کا بدل ہے اور توہُّم کو دور کرنا ہے اور اس امر کی جانب اشارہ کرنا ہے کہ ان کے ایمان قبول کرنے کا باعث وہ عمل ہے جو موسیٰؑ اور ہارونؑ کے ہاتھوں انجام پانے والا ہے۔

(۴۹) قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ

فرعون بولا تم نے میری اجازت کے بغیر موسیٰؑ کی بات تسلیم کر لی۔

اِنَّهٗ لَكَبِیْرُكُمُ الَّذِیْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ

یہ ضرور تمھارا کوئی بڑا ہے جس نے تمھیں جادو سکھایا ہے جس نے تمھیں کچھ سکھایا اور کچھ چھوڑ دیا جس سے تم غالب آجاتے یا اس نے تم سے وعدہ کیا تھا جس پر تم باہم متفق ہو جاتے اس نے اپنی قوم کو شبہے میں ڈالنا چاہا تا کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ ان لوگوں نے بصیرت کے ساتھ حق کے ظاہر ہونے پر ایمان قبول کیا ہے۔

فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ

عنقریب تمھیں پتا چل جائے گا۔

کہ تم نے جو کچھ کیا ہے اس کی شامتِ اعمال کیا ہوگی۔

لَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ

میں ضرور بالضرور تمھارے ہاتھوں اور پیروں کو مخالف سمتوں سے کٹوا دوں گا۔

وَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِیْنَ

اور تم سب کو سولی پر چڑھا دوں گا۔

(۵۰) قَالُوْا لَا ضَيْرَ ۭ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ

انھوں نے کہا کوئی مضائقہ نہیں ہم تو پلٹ کر اپنے رب کے حضور میں جائیں گے لَا ضَيْرَ عَلَيْنَا فِيْ ذٰلِكَ کا مفہوم رکھتا ہے اس بارے میں ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچتا تم جو ہمیں دھمکا رہے ہو تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہم تو اپنے رب کے ہاں واپس چلے جائیں گے ہم جب اس مصیبت پر صبر کریں گے تو یہ ہمارے گناہوں کو مٹانے کا سبب بن جائے گا نیز ثواب اور قربت خداوندی کا موجب ہوگا۔

(۵۱) اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰيٰنَآ

ہم اس امر کے خواہش مند ہیں کہ ہمارا پروردگار ہماری خطاؤں سے درگزر کرے۔

اَنْ كُنَّآ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ

اس لیے کہ ہم ہی تھے جس نے پہلے یہ منظر دیکھ کر ایمان قبول کرلیا۔

تفسیر قمی کی سابقہ حدیث میں ہے امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ فرعون اور ہامان نے جادو سیکھا تھا اور انھوں نے لوگوں پر اپنے جادو کے زور سے غلبہ حاصل کیا تھا اور فرعون نے اسی جادو کی بنیاد پر ربوبیت کا دعویٰ کیا تھا جب صبح ہوئی تو اس نے اپنے ہرکارے مصر کے تمام شہروں کی طرف روانہ کر دیے انھوں نے ہزار جادوگروں کو جمع کیا اور پھر ہزار میں سے سو منتخب کیے اور سو میں سے اسّی کا انتخاب عمل میں آیا جادوگروں نے فرعون سے کہا کہ آپ جانتے ہیں کہ دنیا بھر میں ہم سے بڑا جادوگر کوئی اور نہیں ہے اگر ہم موسیٰؑ پر غالب آجائیں تو آپ کے نزدیک ہمارے لیے کیا ہوگا فرعون نے جواب دیا ''انکم اذا لمن المقربین'' تم لوگ ایسی صورت میں یقینا میرے مقربین میں شامل ہو جاؤ گے میں تمھیں اپنے اقتدار میں شریک بنالوں گا۔

انھوں نے کہا کہ اگر موسیٰؑ ہم پر غالب آگئے اور انھوں نے ہمارے جادو کو باطل کر دیا تو ہم جان لیں گے کہ انھوں نے جو کچھ پیش کیا ہے وہ نہ تو جادو کا شاخسانہ ہے اور نہ ہی کوئی شعبدہ بازی ہے تو ہم ان پر ایمان لے آئیں گے اور ان کی تصدیق کریں گے فرعون نے ان جادوگروں سے کہا! اگر موسیٰؑ نے تمھیں شکست دے دی تو میں بھی تمھارے ساتھ ان کی تصدیق کروں گا لیکن تم اپنے سارے داؤں پیچ جمع کرلو اپنی ساری شعبدہ بازیاں یکجا کرلو اور ان کا مقررہ وقت روز عید تھا جب چاشت کا وقت ہو گیا اور فرعون نے لوگوں کو اور جادوگروں کو اکٹھا کرلیا اس کا ایک قبہ تھا جس کی لمبائی آسمان میں ۸۰ ہاتھ تھی جس پر لوہے اور صیقل شدہ فولاد کا خول چڑھا ہوا تھا جب اس پر دھوپ پڑتی تھی تو پھر کوئی بھی اس گنبد کی طرف نظر نہیں کرسکتا تھا لوہے کی براقی اور سورج کی چمک کے سبب فرعون اور ہامان آئے اور اس گنبد پر بیٹھ کر نظارہ کرنے لگے اور موسیٰؑ آسمان کی طرف دیکھنے لگے۔

جادوگروں نے فرعون سے کہا ہم دیکھ رہے ہیں کہ یہ شخص آسمان کی طرف دیکھ رہا ہے اور ہمارا جادو آسمان تک تو پہنچنے والا نہیں اور جادوگروں نے زمین میں رہنے والوں کے لیے جادو کی ضمانت دی تھی انھوں نے موسیٰؑ سے کہا آپ پہلے ڈالیں گے یا ہم ڈالیں موسیٰؑ نے ان سے کہا تم جو بھی ڈالنا چاہتے ہو اسے ڈال دو انھوں نے

اپنی رسیاں اور لکڑیاں ڈال دیں اور سانپ کی طرف متحرک اور مضطرب نظر آنے لگیں انھوں نے کہا ''عزتِ فرعون کی قسم ہم ہی غالب ہوں گے'' فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِهٖ خِیْفَةً مُّوْسٰی (طٰہٰ ۶۷) (پھر موسیٰؑ نے اپنے دل میں خوف محسوس کیا) انھیں آواز دی گئی قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰی ۝ وَ اَلْقِ مَا فِیْ یَمِیْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ؕ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَیْدُ سٰحِرٍ... (طٰہٰ ۶۸-۶۹) (تم ڈرو مت تم ہی غالب رہو گے اور جو عصا تمھارے دائیں ہاتھ میں ہے اسے ڈال دو وہ ان کی بنائی ہوئی چیزوں کو نگل جائے گا بس انھوں نے تو جادوگر کا فریب تراشا ہے)۔

موسیٰؑ نے اپنا عصا ڈال دیا تو وہ زمین میں ایسے پگھل گیا جیسے سیسا ہوتا ہے پھر اس نے اپنا سر اٹھایا اور اپنا منہ کھولا اور اپنا اوپری جبڑا کھولا فرعون کے قبہ کی طرف پھر گھوما اور نچلے ہونٹ کو ڈھیلا کیا اور جادوگروں کی لکڑیوں اور رسیوں کو نگل گیا وہ سب کے سب مغلوب ہو گئے لوگوں نے شکست کھائی جب اژدھے کو دیکھا اور اس کی عظمت اور ہولناکی کا مشاہدہ کیا جسے کسی آنکھ نے نہیں دیکھا تھا اور نہ ہی کسی بیان کرنے والے نے اس جیسی کوئی بات بیان کی تھی لہٰذا اس پسپائی اور شکست میں لوگوں نے ایک دوسرے کو روندا اور دس ہزار مرد عورتیں اور بچے قتل ہو گئے اور وہ اژدہا فرعون کے قبے کی طرف بڑھا فرعون اور ہامان کے کپڑے خوف کے مارے خراب ہو گئے اور ڈر کی وجہ سے ان کے سر کے بال سفید ہو گئے اور موسیٰؑ لوگوں کے ساتھ پسپائی میں گزرے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں آواز دی... خُذْهَا وَ لَا تَخَفْ ۫ سَنُعِیْدُهَا سِیْرَتَهَا الْاُوْلٰی (طٰہٰ ۲۱) فرمایا اسے پکڑو اور ڈرو نہیں ہم اسے اس کی پہلی حالت میں لے آئیں گے۔

موسیٰؑ پلٹے اور اپنے ہاتھ پر عبا کو لپیٹ لیا پھر اژدہے کے منہ میں اپنا ہاتھ ڈالا تو یہ پہلے جیسا عصا بن گیا اور وہ ہوا جیسا کہ ارشاد باری عزاسمہ ہے فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا جب جادوگروں نے یہ منظر دیکھا تو وہ سب کے سب سجدے میں گر گئے قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، رَبِّ مُوْسٰی وَ هٰرُوْنَ ہم رب العالمین پر ایمان لائے جو موسیٰؑ اور ہارونؑ کا رب ہے فرعون اس وقت نہایت غصے میں آیا اور اس نے کہا ...اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ اِنَّهٗ لَكَبِیْرُكُمُ... تم میری اجازت کے بغیر موسیٰؑ پر ایمان لے آئے کیا یہ تمھارا بڑا ہے ...الَّذِیْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ... جس نے تمھیں جادو سکھایا ہے انھوں نے جواب دیا جیسا کہ قرآن نے کہا ہے لَا ضَیْرَ کوئی مضائقہ نہیں تو فرعون نے ان جادوگروں کو جو موسیٰؑ پر ایمان لائے تھے قید خانے میں ڈال دیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم پر طوفان، ٹڈی، چیچڑی/جوں، مینڈک اور خون کو نازل کیا تو فرعون نے اُن جادوگروں کو آزاد کر دیا۔[1]

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۱۹-۱۲۱

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۵۲﴾ فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي
الْمَدَآىِٕنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۵۳﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَ اِنَّهُمْ لَنَا
لَغَآىِٕظُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَ اِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ﴿۵۷﴾ وَّ
كُنُوْزٍ وَّ مَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۵۹﴾ فَاَتْبَعُوْهُمْ
مُّشْرِقِيْنَ ﴿۶۰﴾

---

(۵۲) اور ہم نے موسیٰؑ کی طرف وحی بھیجی کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے کر نکل جاؤ یقیناً تمھارا پیچھا کیا جائے گا۔ (۵۳) فرعون نے شہروں میں فوج جمع کرنے کے لیے نمائندے روانہ کر دیے۔ (۵۴) اور کہلا بھیجا کہ ان کی تعداد تو بہت کم ہے۔ (۵۵) اور انھوں نے ہمیں غصہ دلایا ہے۔ (۵۶) اور ہم سب کے سب چوکنا ہیں (ساز و سامان سے لیس) (۵۷) ہم نے انھیں باغات اور چشموں سے نکال باہر کر دیا ہے۔ (۵۸) اور خزانوں اور باعزت مقامات سے بھی۔ (۵۹) اور ہم نے بنی اسرائیل کو انھی چیزوں کا وارث بنا دیا۔ (۶۰) صبح سویرے یہ لوگ ان کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔

---

(۵۲) وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ

اور ہم نے موسیٰؑ کی طرف وحی بھیجی کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے کر نکل جاؤ۔ یقینا تمھارا پیچھا کیا جائے گا۔

کہا گیا کہ یہ واقعہ کچھ سالوں کے بعد کا ہے حضرت موسیٰؑ ان کے درمیان رہ کر انھیں حق کی دعوت دیتے رہے اور ان کے سامنے نشانیاں لاتے رہے مگر ان کی سرکشی اور فساد (بگاڑ) میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔[1]

اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ یعنی فرعون اور اس کا لشکر تمھارا پیچھے کرے گا۔

(۵۳) فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَآىِٕنِ حٰشِرِيْنَ

فرعون نے اپنے نمائندوں کو بھیج کر فوج یکجا کی تا کہ وہ بنی اسرائیل کا پیچھا کریں۔

(۵۴) اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ

اور کہلا بھیجا کہ ان کی تعداد تو بہت کم ہے۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے وہ فرما رہے تھے۔

یہ تو ایک چھوٹی سی جماعت ہے۔[2]

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل، ج ۲، ص ۱۵۸ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۲۲

(۵۵) وَ اِنَّهُمْ لَنَا لَغَآىِٕظُوْنَ اور انھوں نے ہمیں غصہ دلایا ہے۔

وہ ایسے کام کر رہے ہیں جو ہمیں غیظ وغضب پر آمادہ کر رہا ہے۔

(۵۶) وَ اِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ اور یقینا ہم سب کے سب چوکنا ہیں۔

اور ہماری عادت ہے کہ ہم چوکنا رہتے ہیں اور اپنے تمام امور میں احتیاط سے کام لیتے ہیں۔

تفسیر قمی میں سابقہ حدیث میں ہے کہ حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کو لے کر نکلے تا کہ ان کے ساتھ سمندر کو عبور کریں اور فرعون نے اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے تمام شہروں میں روانہ کر دیا کہ فوج اکٹھی کریں لوگ جمع ہوئے اور اس کا مقدمہ الجیش چھ لاکھ افراد پر مشتمل تھا اور وہ ایک کروڑ افراد کے ساتھ سوار ہو کر روانہ ہوا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔[1]

(۵۷) فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ

ہم نے انھیں باغات اور چشموں سے نکال کر باہر کر دیا ہے۔

(۵۸) وَّ كُنُوْزٍ وَّ مَقَامٍ كَرِيْمٍ

اور خزانوں باعزت مقامات سے بھی مقام کریم سے مراد خوبصورت مکانات اور بہترین نشستیں ہیں۔

(۵۹) كَذٰلِكَ اس نکالنے کی طرح۔

وَ اَوْرَثْنٰهَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ

اور ہم نے بنی اسرائیل کو انھی چیزوں کو وارث بنا دیا۔

(۶۰) فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ صبح سویرے یہ لوگ ان کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔

یعنی اس وقت جب سورج نکل کر چمک رہا تھا۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۲۱

فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴿۶۱﴾
قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿۶۲﴾
فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ
كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ﴿۶۳﴾
وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ﴿۶۴﴾
وَ اَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿۶۵﴾
ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۶۶﴾
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۶۷﴾
وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۶۸﴾

(۶۱) جب دونوں گروہ بالمقابل آئے تو موسیٰؑ کے ساتھی بول اٹھے ہم تو پکڑے گئے۔
(۶۲) موسیٰؑ نے کہا ہرگز نہیں میرے ساتھ میرا رب ہے جو میری رہنمائی کرے گا۔
(۶۳) پس ہم نے موسیٰؑ پر وحی کی کہ تم اپنا عصا سمندر پر مارو یکا یک سمندر پھٹ گیا اور ہر ٹکڑا ایک عظیم پہاڑ کی طرح ہوگیا۔
(۶۴) اور اسی جگہ ہم دوسرے گروہ کو بھی قریب لے آئے۔
(۶۵) اور ہم نے موسیٰؑ اور جو بھی ان کے ساتھ تھا اسے نجات دے دی۔
(۶۶) پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا۔
(۶۷) بلاشبہ اس میں عظیم نشانی ہے اور ان میں اکثر لوگ مومن نہیں ہیں۔
(۶۸) اور بے شک تمھارا پروردگار غالب اور مشفق و مہربان ہے۔

(۶۱) فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ
جب دونوں گروہ بالمقابل آ گئے۔
اتنے قریب آئے کہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

قَالَ اَصۡحٰبُ مُوۡسٰۤی اِنَّا لَمُدۡرَکُوۡنَ

تو موسیٰؑ کے ساتھی بول اٹھے کہ ہم تو پکڑے گئے۔ یہ فرعونی ہمیں آ کر پکڑ لیں گے۔

(۶۲) قَالَ کَلَّا

موسیٰؑ نے کہا ہرگز نہیں۔ یہ ہرگز تمھیں نہ پا سکیں گے اس لیے کہ اللہ نے ان سے چھٹکارا دلانے کا وعدہ کیا ہے۔

اِنَّ مَعِیَ رَبِّیۡ سَیَہۡدِیۡنِ

بے شک میرے ساتھ میرا رب حفاظت و نصرت کے لیے ہے اور وہی ان سے نجات کا راستہ بتائے گا۔

(۶۳) فَاَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی مُوۡسٰۤی اَنِ اضۡرِبۡ بِّعَصَاکَ الۡبَحۡرَ ؕ فَانۡفَلَقَ

پس ہم نے موسیٰؑ پر وحی کی کہ تم اپنا عصا سمندر پر مارو یکا یک سمندر پھٹ گیا۔

انھوں نے اپنا عصا سمندر پر مارا اور سمندر پھٹ گیا۔

فَکَانَ کُلُّ فِرۡقٍ کَالطَّوۡدِ الۡعَظِیۡمِ

اور ہر ٹکڑا ایک عظیم پہاڑ کی طرح ہو گیا۔

جیسے کوئی بلند پہاڑ اپنی جگہ پر جا گزیں ہو وہ اس کی گھاٹی اور درّے میں داخل ہو گئے۔

(۶۴) وَاَزۡلَفۡنَا

اور ہم نے قریب کر دیا۔

ثَمَّ الۡاٰخَرِیۡنَ

اس جگہ دوسرے گروہ کو بھی۔

یعنی فرعون اور اس کی قوم کو کہ وہ بھی ان کے پیچھے پیچھے ان دروں میں داخل ہو گئے۔

(۶۵) وَاَنۡجَیۡنَا مُوۡسٰی وَمَنۡ مَّعَہٗۤ اَجۡمَعِیۡنَ

اور ہم نے موسیٰؑ اور جو بھی ان کے ساتھ تھا ان سب کو نجات دے دی سمندر کو اس حالت میں محفوظ رکھ کر تا کہ وہ لوگ عبور کر جائیں۔

(۶۶) ثُمَّ اَغۡرَقۡنَا الۡاٰخَرِیۡنَ

پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا۔ کہ موجوں نے ان کو ڈھانپ لیا۔

(۶۷) اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً

بلاشبہ اس میں عظیم نشانی ہے۔

وَمَا کَانَ اَکۡثَرُہُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ

اور ان میں اکثر لوگ مومن نہیں ہیں۔

یہ ان کی تعداد بتلائی جا رہی ہے جنھیں موسیٰؑ نے متنبہ کیا تھا اس لیے کہ ان میں سے کسی نے بھی ایمان قبول

نہیں کیا مصر میں جو قبطی بچ گئے تھے اور بنی اسرائیل نے بھی نجات پانے کے بعد گائے طلب کی جس کی وہ پرستش کرنے لگے اور انھوں نے بچھڑا بھی بنا لیا اور کہا ...لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً...(بقرۃ ۵۵)

ہم ہرگز آپ پر ایمان نہ لائیں گے جب تک اللہ کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں۔

(۶۸) وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ

اور بے شک تمھارا رب غالب اور مشفق و مہربان ہے۔

الْعَزِيْزُ۔ دشمنوں سے انتقام لینے والا۔

الرَّحِيْمُ۔ دوستوں پر مہربان۔

تفسیر قمی میں سابقہ حدیث میں ہے کہ جب موسیٰؑ سمندر کے قریب ہوئے اور فرعون موسیٰؑ کے نزدیک آیا تو اصحاب موسیٰؑ نے کہا ''ہم تو پکڑے گئے'' موسیٰؑ نے جواب دیا ''ایسا ہرگز نہیں اللہ میرے ساتھ ہے وہی میری رہنمائی کرے گا'' یعنی مجھے نجات دے گا موسیٰؑ سمندر سے قریب ہوئے اور اس سے کہا پھٹ جا سمندر نے جواب دیا اے موسیٰؑ کیا میں استکبار (نافرمانی، تکبّر) کروں؟ کہ تمھارے لیے پھٹ جاؤں میں نے پلک جھپکتے ہوئے بھی کبھی اللہ کی نافرمانی نہیں کی اور گنہ گار تو درحقیقت آپ کے درمیان تھا موسیٰؑ نے سمندر سے کہا تم نافرمانی سے ڈرو مجھے معلوم ہے کہ آدمؑ کو نافرمانی کی وجہ سے جنت سے نکالا گیا اور ابلیس پر معصیت کی وجہ سے لعنت کی گئی سمندر نے کہا میرا رب عظیم ہے اس کے حکم کی اطاعت کی جاتی ہے کسی شے کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ اس کی نافرمانی کرے۔

یوشع بن نون اٹھے اور انھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے کہا اے اللہ کے نبی آپ کے رب نے آپ کو کیا حکم دیا ہے فرمایا سمندر کو عبور کرنے کا حکم دیا ہے یوشع نے اپنا گھوڑا پانی میں ڈال دیا تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ پر وحی کی (اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ) اے موسیٰؑ اپنا عصا سمندر پر مارو انھوں نے عصا مارا تو ''سمندر پھٹ گیا'' ...فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ اور ہر ٹکڑا ایک عظیم پہاڑ کی طرح تھا ان کے لیے سمندر میں بارہ راستے بنائے گئے ان میں ہر قبیلہ ایک ایک راستے پر روانہ ہو گیا پانی بلند ہو گیا تھا اور زمین خشک ہو گئی تھی جس پر سورج کی روشنی پڑ رہی تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے ...فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّ لَا تَخْشٰى (طٰہٰ ۷۷) پھر ان کے لیے سمندر میں خشک راستا بناؤ جب کہ نہ تمھیں پکڑے جانے کا خوف ہو اور نہ ہی ڈوبنے کا ڈر۔

موسیٰؑ اور ان کے ساتھی سمندر میں داخل ہو گئے اور ان کے اصحاب بارہ بیٹوں کی اولاد تھے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر ایک کے لیے سمندر میں الگ الگ بارہ راستے بنا دیے ہر قبیلہ اپنے اپنے راستے پر چلا اور پانی ان کے سروں پر اس طرح بلند تھا جیسے پہاڑ ہو وہ قبیلہ جو موسیٰؑ کے ساتھ تھا وہ راستے میں ڈرنے لگا اور اس نے موسیٰ علیہ السّلام سے دریافت کیا ہمارے بھائی بند کہاں ہیں؟ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے جواب دیا تمھارے

ساتھ سمندر میں لوگوں نے موسیٰؑ کی اس بات کو تسلیم نہ کیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے سمندر کو حکم دیا تو اس میں روشن دان بن گئے اور وہ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے اور ایک دوسرے سے گفتگو کرنے لگے۔ فرعون اور اس کا لشکر آ گیا جب وہ سمندر تک پہنچا تو اس نے لوگوں سے کہا کیا تمھیں معلوم نہیں کہ میں تمھارا رب اعلیٰ ہوں میرے لیے سمندر میں راستا بنایا گیا ہے کسی نے بھی سمندر میں جانے کی ہمت نہیں کی اور پانی کی ہولناکی کے سبب گھوڑوں نے بھی سمندر میں جانے سے انکار کر دیا۔

فرعون آگے بڑھا ساحل سمندر تک پہنچ گیا اس کے منجم نے اس سے کہا تم سمندر میں نہ جاؤ اور وہ سامنے آ گیا اور گھوڑے پر بیٹھ کر سمندر میں داخل ہونا چاہا گھوڑے نے سمندر میں جانے سے انکار کر دیا اور جبرئیل امینؑ آئے اور وہ گھوڑی پر سوار تھے وہ آگے بڑے اور سمندر میں داخل ہو گئے تو اس کے پیچھے پیچھے فرعون کا گھوڑا بھی داخل ہو گیا اور اس کے اصحاب فرعون کے پیچھے پیچھے سمندر میں داخل ہو گئے جب وہ سب کے سب سمندر میں داخل ہو گئے اور فرعون کا آخری فرد داخل ہو رہا تھا اور موسیٰؑ کا آخری فرد نکل رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حکم دیا تو سمندر کی موجیں باہم مل گئیں اور پانی ان کے اوپر ایسے گرنے لگا جیسے پانی کا پہاڑ ہو۔

اس وقت فرعون نے کہا... اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (یونس ۹۰) میں ایمان لاتا ہوں اس پر کہ سوائے اس کے کوئی اور معبود نہیں ہے جس پر بنو اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں بھی مسلمانوں میں سے ہوں۔ تو جبرئیل امین نے مٹھی بھر سیاہ کیچڑ اس کے منہ ٹھونس دی پھر کہا:

آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ (یونس ۹۱) کیا اب ایمان لاتا ہے جبکہ پہلے تو نافرمان تھا اور تو فساد کرنے والوں میں سے تھا۔[1]

اور اس داستان کا کچھ حصہ سورۂ یونس کی آیت ۹۰۔۹۱، کے ذیل میں اور سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر ۷۷ کے ذیل میں گزر چکا ہے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ایک گروہ جو حضرت موسیٰ علیہ السّلام پر ایمان لایا تھا اس نے کہا کہ اگر فرعون کا لشکر آ گیا تو ہم ان کے ساتھ ہو جائیں گے اور ہم اس کی دنیاوی دولت سے فائدہ اٹھائیں گے اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے ظہور سے تم جن امور کی امیدیں رکھتے تھے ہم ان کی طرف چلے جائیں گے انھوں نے ایسا ہی کیا اور جب موسیٰؑ اور ان کے ساتھی فرعون کے ڈر سے بھاگ کر آئے تو یہ لوگ بھی اپنی سواریوں پر سوار ہوئے اور تیز تیز چلے تا کہ موسیٰؑ اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ ملحق ہو جائیں تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک فرشتے کو بھیجا اس نے سواریوں کے چہروں پر ضرب لگائی اور انھیں مار کر فرعون کے لشکر میں پہنچا دیا وہ لوگ بھی فرعون کے ساتھ ڈوب گئے۔[2]

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۲۱۔ ۱۲۲ (۲) الکافی، ج ۵، ص ۱۰۹، ح ۱۳

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَ قَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ﴿۷۱﴾ قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ﴿۷۲﴾ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ ﴿۷۳﴾ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۵﴾ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْۤ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۷﴾

---

(۶۹) اے محمدؐ آپ ان کے سامنے ابراہیم کا قصہ بیان کیجیے۔

(۷۰) یاد کیجیے جب ابراہیم نے اپنے (مُربی) باپ اور اپنی قوم سے کہا تم کس کی عبادت کرتے ہو؟

(۷۱) انھوں نے جواب دیا ہم بتوں کو پوجتے ہیں اور ہم ہمیشہ انھی کے پجاری رہیں گے۔

(۷۲) ابراہیم نے سوال کیا جب تم انھیں پکارتے ہو تو کیا وہ تمھاری آواز سنتے ہیں؟

(۷۳) یا تمھیں کوئی فائدہ یا نقصان پہنچاتے ہیں۔

(۷۴) انھوں نے جواب دیا کہ ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو ایسا ہی کرتے ہوئے پایا ہے۔

(۷۵) ابراہیم نے کہا کیا کبھی تم نے غور کیا ہے تم جن بتوں کو پوجتے ہو۔

(۷۶) تم اور تمھارے اگلے باپ دادا۔

(۷۷) یہ سب کے سب میرے دشمن ہیں سوائے جہانوں کے پروردگار کے۔

---

(۶۹) وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ

اے محمدؐ آپ ان کے سامنے ابراہیم کا قصہ بیان کیجیے۔

عَلَيْهِمْ سے مراد ہے عرب کے مشرکین۔

(۷۰) اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ

یاد کیجیے جب ابراہیمؑ نے اپنے (مربی) باپ اور اپنی قوم سے کہا تھا تم کس کی عبادت کرتے ہو؟ ان سے سوال کیا تھا تاکہ ان کو دکھلا دیں کہ وہ جن (بتوں) کی عبادت کرتے ہیں وہ لائق عبادت نہیں ہیں۔

(۷۱) قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا

انھوں نے جواب دیا ہم بتوں کو پوجتے ہیں۔

فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ

اور ہم ہمیشہ انھی کے پجاری رہیں گے۔

انھوں نے بڑے فخر وغرور سے طویل جواب دیا۔

(۷۲) قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ

ابراہیمؑ نے سوال کیا جب تم انھیں پکارتے ہوتو کیا وہ تمھاری آواز سنتے ہیں؟ یعنی تمھاری پکار کو سنتے ہیں یا نہیں۔

(۷۳) اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ

یا تمھاری عبادتوں کے صلے میں تمھیں کوئی فائدہ پہنچاتے ہیں۔

اَوْ يَضُرُّوْنَ

یا جو ان بتوں سے اعراض کرتا ہے وہ اسے کوئی نقصان پہنچاتے ہیں۔

(۷۴) قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ

انھوں نے جواب دیا ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو ایسا ہی کرتے ہوئے پایا ہے۔

وہ حضرت ابراہیمؑ کا جواب دینے سے قاصر رہے تو انھوں نے تقلید کا سہارا لیا یعنی یہ کہ ہم اپنے باپ دادا کی تقلید میں بتوں کو پوجتے ہیں۔

(۷۵) قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ

ابراہیمؑ نے کہا کیا تم نے کبھی غور کیا ہے کہ تم جن بتوں کو پوجتے ہو۔

(۷۶) اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ

تم اور تمھارے اگلے باپ دادا۔

(۷۷) فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ

یہ سب کے سب میرے دشمن ہیں سوائے رب العالمین کے۔

مراد یہ ہے کہ وہ سب کے سب تمھارے دشمن ہیں لیکن انھوں نے امر کو اپنے لیے تصور کر لیا ان سے تعریض (اپنے اوپر رکھ کر دوسروں کے لیے کچھ کہنا) کی غرض سے، اس لیے علانیہ نصیحت کرنے سے یہ طریقہ بہتر ہے اور اگر انسان نصیحت کا آغاز اپنی ذات سے کرے تو یہ طریقہ مقبول ہے۔

اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ

میں استثنا منقطع ہے یا متصل ہے اس لیے کہ ضمیر ہر اس معبود کی طرف لوٹتی ہے جس کی وہ عبادت کیا کرتے تھے اور ان کے آباو اجداد میں ایسے لوگ بھی تھے جنھوں نے اللہ کی عبادت کی تھی۔

الَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ یَهْدِیْنِ ﴿۷۸﴾ وَالَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَ یَسْقِیْنِ ﴿۷۹﴾ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ ﴿۸۰﴾ وَالَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ ﴿۸۱﴾ وَ الَّذِیْۤ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓـَٔتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ ﴿۸۲﴾ رَبِّ هَبْ لِیْ حُكْمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ﴿۸۳﴾

(۷۸) جس نے مجھے پیدا کیا وہی میری ہدایت کرتا ہے۔

(۷۹) وہی ہے جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔

(۸۰) اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے۔

(۸۱) وہی ہے جو مجھے موت دے گا اور پھر زندہ کرے گا۔

(۸۲) اور میں جس سے امید رکھتا ہوں کہ روز جزا وہ میری خطا کو معاف کرے دے گا۔

(۸۳) اے میرے رب مجھے حکم عطا کر اور مجھے صالحین کے ساتھ ملحق کر دے۔

(۷۸) الَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ یَهْدِیْنِ جس نے مجھے پیدا کیا ہے وہ میری ہدایت کرتا ہے۔

اس لیے کہ وہ ہر مخلوق کی ہدایت کرتا ہے کیوں کہ اس نے اس مخلوق کے لیے امورِ معاش اور امورِ معاد کو خلق فرمایا ہے جیسا کہ فرمایا الذی احسن کل شی خلقه (السجدہ ۷) جس نے ہر چیز کی تخلیق اچھی طرح کی پھر اس نے تدریجی طور سے اس کی ہدایت کی، ایجاد کے آغاز سے لے کر مدتِ حیات کے آخری مرحلے تک۔

(۷۹) وَالَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَ یَسْقِیْنِ اور وہی ہے جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔

(۸۰) وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے۔

بیماری کو اللہ کی طرف نسبت نہیں دی اس لیے کہ ان کا مقصود نعمتوں کو گنوانا ہے اور بیماری اکثر اوقات کھانے اور پینے میں افراط کی وجہ سے ظہور پذیر ہوتی ہے اور اللہ کے اَوامر وَنواھی کو تسلیم نہ کرنے کی وجہ سے ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا وَ مَاۤ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَیْدِیْكُمْ... (الشوریٰ ۳۰) تم تک جو بھی مصیبت پہنچتی ہے وہ خود تمھارا اپنا کیا دھرا ہوتا ہے۔

(۸۱) وَالَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ

اور وہی ہے جو مجھے موت دے گا اور پھر زندہ کرے گا۔

موت کو دیگر نعمتوں میں شمار کیا اور اس کی اضافت اللہ کی طرف دی ہے اس لیے کہ موت صاحب کمال کے لیے اپنے محبوب سے وصل اور ملاپ کا ایک ذریعہ ہے جس کے سامنے دنیاوی زندگی ہیچ نظر آتی ہے نیز موت طرح طرح کی

پریشانیوں اور مصائب وشدائد سے چھٹکارے کا وسیلہ ہے۔ پھر اللہ وہ ہے جو آخرت میں دوبارہ زندہ کرے گا۔

(۸۲) وَالَّذِیْٓ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓـَٔتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ

اور میں جس سے امید رکھتا ہوں کہ روزِ جزا وہ میری خطا کو معاف کردے گا۔ خطاؤں کی مغفرت کا تذکرہ اپنے نفس کو مطیع ومنقاد کرنے اور امت کو درس دینے کے لیے کیا ہے کہ وہ گناہوں سے اجتناب کریں اور ہوشیار رہیں اور یہ دعا مانگتے رہیں کہ ان سے جو زیادتیاں ہوتی ہیں انھیں معاف کر دیا جائے اور طلب مغفرت ان امور کے لیے جو پہلے سے مختلف واقع نہ ہوں اور خَطِیْٓـَٔتِیْ (غلطی) کو تین کلمات پر محمول کیا گیا ہے ''اِنّی سقیم'' (میں بیمار ہوں) ''بل وفعلہٗ کبیرھم'' (بلکہ ان کے بڑے نے یہ کیا ہے) اور ابراہیمؑ کا اپنی بیوی کے لیے یہ کہنا کہ یہ میری بہن ہے تو انھیں غلطیاں نہیں کہا جاسکتا کیوں کہ یہ تعریض (کسی پر رکھ کر کوئی بات کہنا) ہے۔

(۸۳) رَبِّ هَبْ لِیْ حُكْمًا اے میرے رب مجھے حکم عطا کر۔

حکم یعنی علم وعمل میں کمال جس کے ذریعے وہ حق کی جانشینی (خلافت) اور خلق کی ریاست وحکومت کے لیے تیار ہو جائیں۔

وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ اور مجھے صالحین کے ساتھ ملحق کردے۔

اور مجھے توفیق عطا فرما کہ میں عمل میں کمال حاصل کرلوں تاکہ میں اس کے ذریعے انتظام کروں ان لوگوں کے ساتھ جو صلاح وفلاح میں کاملین میں سے شمار ہوتے ہیں۔

وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَ اجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ
النَّعِيْمِ ﴿۸۵﴾ وَاغْفِرْ لِاَبِيْٓ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۸۶﴾ وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ
يُبْعَثُوْنَ ﴿۸۷﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ
سَلِيْمٍ ﴿۸۹﴾ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۹۰﴾ وَ بُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ ﴿۹۱﴾ وَقِيْلَ لَهُمْ
اَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۹۲﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿۹۳﴾

(۸۴) اور تو میرے لیے آنے والی نسلوں میں سچی زبان قرار دے۔

(۸۵) اور تو مجھے نعمتوں سے بھری جنتوں کے وارثوں میں شامل کر دے۔

(۸۶) اور تو میرے (مربی) باپ کو بخش دے بے شک وہ گمراہوں میں سے تھا۔

(۸۷) اور جس دن لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے مجھے رسوا نہ کرنا۔

(۸۸) جس روز نہ مال سودمند ہوگا اور نہ ہی اولاد۔

(۸۹) سوائے اس کے جو اللہ کی بارگاہ میں قلبِ سلیم کے ساتھ آئے۔

(۹۰) اور جنت کو متقین سے قریب کر دیا جائے گا۔

(۹۱) اور جہنم بہکے ہوئے لوگوں کے سامنے کھول دی جائے گی۔

(۹۲) اور ان سے دریافت کیا جائے گا تمھارے وہ معبود کہاں ہیں تم جن کی عبادت کیا کرتے تھے۔

(۹۳) اللہ کو چھوڑ کر کیا وہ تمھاری مدد کر رہے ہیں یا خود اپنے مددگار ہیں؟

---

(۸۴) وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ

اور تو میرے لیے آنے والی نسلوں میں سچی زبان قرار دے۔

وجاہت اور دنیا میں اچھی شہرت جس کا اثر قیامت تک باقی رہے اور اسی وجہ سے کوئی امت ایسی نہیں جو ابراہیم علیہ السّلام سے محبت نہ کرتی ہو اور ان کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان نہ ہو۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا کہ امیر المومنین صلوات اللہ علیہ نے فرمایا کسی شخص کی سچی زبان کو اللہ تعالیٰ انسانوں میں اس کے لیے مال و دولت سے بہتر قرار دیتا ہے کیوں کہ وہ مال کو کھا جاتا ہے اور کسی کو اس کا وارث بنا دیتا ہے۔

یا مراد یہ ہے کہ اے اللہ تو میری ذریت میں سے میرے لیے ایسا صادق شخص بنا دے جو میرے دین کی

بنیاد کی تجدید کرے اور وہ لوگوں کو اس چیز کی طرف دعوت دے جس کی طرف میں انھیں بلاتا رہا ہوں اور وہ محمدؐ، علیؑ اور ان کی ذریت میں تشریف لانے والے ائمہ کرام ہیں۔[1]

تفسیر قمی میں ہے فرمایا کہ لسانِ صدق سے مراد امیر المومنین علیہ السّلام ہیں۔[2]

(۸۵) وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ

اور آخرت میں تو مجھے نعمتوں سے بھری ہوئی جنتوں کے وارثوں میں شامل کر دے۔

جنت کی وراثت کا مفہوم کیا ہے اسے ہم نے اس سے پہلے سورۂ مومنون کی آیت ۱۱ کے ذیل میں بیان کر دیا ہے۔

(۸۶) وَاغْفِرْ لِاَبِيْٓ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ

(اے اللہ) تو میرے (مربی) باپ کو بخش دے بے شک وہ گمراہوں میں سے تھا۔ اس کی ہدایت کر اور اسے ایمان کی توفیق سے نواز دے۔

اس لیے کہ وہ حق کے راستے سے بھٹکا ہوا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اس کے لیے مغفرت کی دعا اس لیے کی کہ اس نے وعدہ کیا تھا کہ وہ عنقریب ایمان لے آئے گا جیسا کہ ارشاد باری ہے وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ... (التوبہ ۱۱۴) اور ابراہیمؑ کا اپنے (مربی) باپ کے لیے مغفرت کی دعا طلب کرنا بس ایک وعدے کے باعث تھا جو انھوں نے اس سے کیا تھا۔

(۸۷) وَلَا تُخْزِنِيْ

اور تو مجھے رسوا نہ کرنا۔

میں نے جو کوتاہی کی ہے اس پر مجھ پر عتاب کر کے اگر یہ لفظ تُخْزِنِيْ ''خِزْيٌ'' سے مشتق ہے تو اس کا مفہوم ذلت و پستی ہے یا یہ لفظ ''خزایۃ'' سے مشتق ہے تو پھر بمعنی حیا ہے۔

يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ

جس دن لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے۔ یبعثون کی ضمیر عِبَاد (بندوں) کی طرف ہے۔

(۸۸) يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ

جس دن نہ مال ہی سودمند ہوگا اور نہ ہی اولاد۔

(۸۹) اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ

سوائے اس کے جو اللہ کی بارگاہ میں قلب سلیم کے ساتھ آئے۔

مال اور اولاد دونوں کسی کو فائدہ نہیں پہنچائیں گے سوائے اس کے جو مخلص ہو اور سلیم القلب ہو۔

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے قلب سلیم سے مراد ایسا قلب ہے جو حُبِّ دنیا

(۱) الکافی، ج ۲، ص ۱۵۴، ح ۱۹ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۲۳

سے محفوظ رہا ہو۔[1]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ قلب سلیم وہ ہے جو اپنے رب سے ملاقات کرتا ہے اور وہاں اس کے علاوہ کوئی اور نہیں ہوتا امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ ہر وہ قلب جس میں شرک یا شک ہو وہ قلب ذلیل ہو گیا ہے اور دنیا سے لاتعلقی کا ارادہ اس لیے ہے تا کہ آخرت کے لیے ان کے دل خالی ہوں۔[2]

کتاب مصباح الشریعہ میں ہے امام صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ جو سچی نیت رکھتا ہے وہ صاحب قلب سلیم ہے اس لیے کہ قلب کی سلامتی مذکورہ وسوسوں سے اپنے تمام امور میں اللّٰہ کے لیے نیت کو خالص رکھنا ہے اس کے بعد آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔[3]

(۹۰) وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ

اور جنت کو متقین سے قریب کر دیا جائے گا۔

وہ اپنے موقف (ٹھہرنے کی جگہ) سے اسے دیکھیں گے اور مسرور و شاداں ہوں گے کہ انھیں وہاں لے جایا جائے گا۔

(۹۱) وَ بُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ

اور جہنم بہکے ہوئے لوگوں کے سامنے کھول دی جائے گی۔

تو وہ اسے ظاہر بہ ظاہر دیکھیں گے اور حسرت و اندوہ ان پر طاری ہوگا کہ وہ اس کی جانب کھینچ کر لے جائے جائیں گے۔

(۹۲) وَقِيْلَ لَهُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ

اور ان سے کہا جائے گا تمھارے وہ معبود کہاں ہیں جن کی تم عبادت کیا کرتے تھے۔

(۹۳) مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اللّٰہ کو چھوڑ کر۔

یعنی تمھارے وہ معبود کہاں ہیں جنھیں تم اپنا شفیع جانتے تھے۔

هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ

کیا وہ تمھاری مدد کر رہے ہیں تم سے عذاب کو دور کر کے۔

اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ

یا وہ خود اپنے مددگار ہیں عذاب کو خود سے دور کرنے کے لیے اس لیے کہ یہ لوگ اور ان کے معبود سب کے سب جہنم میں داخل ہوں گے۔

---

(۱) تفسیر مجمع البیان، ج ۷۔۸، ص ۱۹۴ (۲) الکافی، ج ۲، ص ۱۶، ح ۵ (۳) مصباح الشریعہ، ص ۵۳، باب ۲۳

فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ ﴿۹۴﴾ وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ ﴿۹۵﴾ قَالُوْا وَ هُمْ فِيْهَا
يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۹۶﴾ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۹۷﴾ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ
الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَ مَآ اَضَلَّنَآ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۹۹﴾ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ﴿۱۰۰﴾

(۹۴) پس جہنم کے گڑھے میں وہ لوگ اور تمام گمراہ افراد پھینک دیے جائیں گے۔
(۹۵) اور ابلیس کی مکمل افواج۔
(۹۶) اور وہ سب کے سب جہنم میں ایک دوسرے سے جھگڑا کرتے ہوئے کہہ رہے ہوں گے۔
(۹۷) خدا کی قسم یقیناً بے شک ہم ہی کھلی ہوئی گم راہی میں تھے۔
(۹۸) جب ہم تمھیں رب العالمین کے ہم پلّہ قرار دے رہے تھے۔
(۹۹) اور ہمیں تو ان مجرموں نے گم راہ کر دیا تھا۔
(۱۰۰) اب ہمارا کوئی سفارشی نہیں ہے۔

(۹۴) فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ پس جہنم کے گڑھے میں وہ لوگ اور تمام گمراہ افراد پھینک دیے جائیں گے یعنی ان کے معبود اور ان کی عبادت کرنے والے۔

فَكُبْكِبُوْا میں لفظ کُبَ کو دو دفعہ لایا گیا جس کا مفہوم ہے گڑھے میں پھینکنا اس لیے کہ اس کے معنی مکرر ہیں گویا کہ جسے آگ میں ڈالا جائے گا وہ یکے بعد دیگرے اس میں جھونکا جائے گا تاکہ اس کی گہرائی میں مستقر ہو جائے اپنی جگہ بنالے۔

کتاب کافی اور قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جنھوں نے زبان سے عدل کی توصیف کی اور پھر دیگر اعضا سے اُس کی مخالفت کی۔[۱]

تفسیر قمی میں ہے کہ اس سے مراد بنو امیہ ہے اور بنو عباس کے گمراہ لوگ ہیں۔[۲]

(۹۵) وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ اور ابلیس کی مکمل افواج۔

کتاب کافی میں امام باقرؑ سے مروی ہے کہ ابلیس کے لشکر سے مراد شیاطین میں سے اس کی اولاد ہے۔[۳]

(۹۶) قَالُوْا وَ هُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ
اور وہ سب جہنم میں ایک دوسرے سے جھگڑا کرتے ہوئے کہہ رہے ہوں گے۔

(۹۷) تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ خدا کی قسم بے شک ہم ہی کھلی گمراہی میں تھے۔

(۹۸) اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ جب ہم تمھیں رب العالمین کے ہم پلہ قرار دے رہے تھے۔

(۱) الکافی، ج ۲، ص ۳۰۰، ح ۴ و تفسیر قمی، ج، ۲، ص ۱۲۳ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۲۲
(۳) الکافی، ج ۲، ص ۳۱، ح ۱، باب ۱

تفسیر قمی میں ہے کہ انھوں نے جن کا اتباع کیا ان سے کہا ہم نے تمھاری اسی طرح اطاعت کی جس طرح ہم نے اللہ کی اطاعت کی تھی تو اس طرح تم لوگ رب بن بیٹھے۔[1]

(۹۹) وَمَآ اَضَلَّنَآ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ

اور ہمیں تو ان مجرموں نے گمراہ کر دیا تھا۔

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے یعنی ان لوگوں نے جن مشرکین کی پیروی کی تو انھوں نے شرک میں ان کا تباع کیا اور یہ اتباع کرنے والے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوم ہے ان میں یہودیوں اور عیسائیوں میں سے کوئی بھی نہیں ہے اور اس بات کی تصدیق اللہ کے قول سے ہوتی ہے كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ... (ص:۱۲) ان سے پہلے قوم نوح نے حق کو جھٹلایا تھا كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ... (الشعراء۱۷۶) اَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ نے جھٹلایا كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ... (الشعرا۱۶۰) ان میں وہ یہودی شامل نہیں ہیں جنھوں نے کہا تھا ...عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ... (التوبہ:۳۰) کہ عزیز فرزند خدا ہیں اور نہ ہی نصاریٰ جنھوں نے کہا تھا ...اَلْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ... (التوبہ:۳۰) کہ مسیح خدا کے بیٹے ہیں عنقریب اللہ تعالیٰ یہودیوں اور عیسائیوں کو جہنم میں داخل کر دے گا اور ہر قوم اپنے اعمال کی وجہ سے جہنم میں جائے گی اور ان کا یہ قول وَمَآ اَضَلَّنَآ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ کہ ہمیں تو مجرمین نے گم راہ کیا جب انھوں نے ہمیں اپنے راستے پر بلایا اور یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے جب اللہ ان سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا۔

قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ... (اعراف:۳۸) تو ان کی دوسری جماعت ان کی پہلی جماعت کے بارے میں کہے گی اے ہمارے رب ان لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا لہٰذا تو انھیں جہنم میں دگنا عذاب دے اور اللہ کا قول... كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا... (اعراف:۳۸) اور جب ایک امت جہنم میں داخل ہوگی تو وہ اپنی جیسی دوسری امت کو لعنت ملامت کرے گا یہاں تک کہ جب سب اس میں اکٹھے ہوں گے تو وہ ایک دوسرے سے بَرَاءت کا اظہار کریں گے اور ایک دوسرے پر لعنت بھیج رہے ہوں گے اور وہ ایک دوسرے کے سامنے دلائل پیش کر رہے ہوں گے اس امید میں کہ نجات مل جائے تو جو بڑی مصیبت ان پر نازل ہو چکی ہے اس کی وجہ سے وہ سب پسپائی کا شکار ہوں گے اور اب نہ تو آزمائش کا موقع ہوگا نہ امتحان کا اور نہ ہی معذرت قبول کی جائے گی اور نہ ہی نجات کا وقت میسر ہوگا۔[2]

(۱۰۰) فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ

اب ہمارا کوئی سفارشی نہیں ہے۔

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۲۳ (۲) الکافی، ح ۲، ص ۳۱، ح ۱ کا حصہ باب ۱

وَ لَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾

فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۲﴾

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾

وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۴﴾ ع

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ِۨالْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۰۵﴾ ۚۖ

اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ ۚ

اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۰۷﴾ ۙ

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ﴿۱۰۸﴾ ۚ

وَ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ ۚ

---

(۱۰۱) اور نہ ہی کوئی سچا اور مخلص دوست۔

(۱۰۲) کاش ہم ایک بار دنیا میں واپس آئیں تو ہم مومن ہو جائیں گے۔

(۱۰۳) یقیناً اس میں بڑی نشانی ہے لیکن ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں۔

(۱۰۴) اور بے شک آپ کا رب وہ ہے جو زبردست اور مہربان ہے۔

(۱۰۵) نوح کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا۔

(۱۰۶) یاد کرو جب ان سے ان کے بھائی نوح نے کہا تھا کیا تم ڈرتے نہیں؟

(۱۰۷) یقیناً میں تمھارے لیے رسول امین ہوں۔

(۱۰۸) تم اللّٰہ کا تقویٰ اختیار کرو اور میری اطاعت کرو۔

(۱۰۹) اور میں اس کارِ تبلیغ پر تم سے کسی اجر کا طلبگار نہیں ہوں بس میرا اجر تو رب العالمین کے ذمے ہے۔

---

(۱۰۱) وَ لَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ

اور نہ ہی کوئی سچّا اور مخلص دوست۔

کتاب محاسن میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے۔

فرمایا کہ الشافعون سے مراد ائمہؑ ہیں اور صدیق مومنین میں سے ہوں گے۔[۱]

---

(۱) المحاسن، ج۱، ص ۲۹۳، ح ۵۸۴

تفسیر قمی میں صادقین سے مروی ہے کہ خدا کی قسم ہم اپنے گناہ گار شیعوں کی سفارش کریں گے تو جب دشمن یہ دیکھیں گے کہ تو یہ کہہ رہے ہوں گے: **فما لنا من شافعین و لا صدیق حمیم**[1]

ہمارا نہ کوئی سفارشی ہے اور نہ ہی کوئی سچا اور مخلص دوست۔

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا کہ یقینا شفاعت قبول کی جائے گی لیکن دشمنِ اہل بیت کے بارے میں شفاعت قبول نہیں ہوگی اور بے شک مومن شفاعت کرے گا اپنے دس پڑوسی کی جن کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی وہ کہے گا ''پروردگارا یہ میرا پڑوسی مجھ سے تکلیفوں اور پریشانیوں کو دور کرتا تھا لہٰذا اس کے بارے میں میری شفاعت قبول کی جائے گی اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرمائے گا ''**انا ربک و انا احق من کافی عنک**'' میں تمھارا رب ہوں اور مجھے زیادہ حق پہنچتا ہے کہ جس نے تمھارے ساتھ حسن سلوک کیا ہے میں اس کا بدلہ ادا کردوں اللہ اس شخص کو جنت میں داخل کردے گا حالاں کہ اس کی نیکیاں نہ تھیں اور مومنین میں سب سے کم جو شفاعت کرے گا وہ تیس افراد کی شفاعت ہوگی تو ایسے عالم میں جہنمی یہ کہتے نظر آ رہے ہوں گے

فما لنا من شافعین و لا صدیق حمیم[2]

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ ایک شخص جنت میں کہے گا میرے فلانے دوست نے کیا کیا ہے اور اس کا دوست جہنم میں ہوگا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس کے دوست کو جنت کی طرف نکال کر لے آؤ تو جہنم میں رہنے والے کہیں گے **فما لنا من شافعین و لا صدیق حمیم**[3]

(۱۰۲) فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

کاش ہم ایک بار دنیا میں واپس آئیں تو ہم مومن ہو جائیں۔

تفسیر قمی میں ہے کہ من المومنین کا مفہوم من المهتدین یعنی ہدایت یافتہ ہو جائیں فرمایا اس لیے جب انھوں نے اقرار کیا تھا تو ایمان اسی وقت سے ان کے ساتھ تھا۔[4]

(۱۰۳) اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً

یقینا اس میں بڑی نشانی ہے۔

حجت و دلیل ہے اور وعظ و نصیحت ہے اس شخص کے لیے جو غور و فکر کرنا چاہتا ہے اور عبرت حاصل کرنا چاہتا ہے۔

وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں۔

(۱۰۴) وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ

اور بے شک آپ کا رب وہ ہے جو زبردست ہے۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۲۲
(۲) الکافی، ج ۸، ص ۱۰۱، ح ۷۲
(۳) مجمع البیان، ج ۷-۸، ص ۱۹۵
(۴) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۲۳

وہ قادر ہے کہ جلد انتقام لے سکتا ہے۔

الرَّحِيْمُ

اور مہربان ہے۔

کہ وہ مہلت دیتا ہے کہ وہ سب کے سب یا ان کی اولاد میں سے کوئی ایک بھی ایمان قبول کر لے۔

(۱۰۵) كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ الْمُرْسَلِيْنَ

نوح کی قوم نے رسولوں کی جھٹلایا۔

ان کے جھٹلانے کے بارے میں پہلے گفتگو کی جا چکی ہے کتاب اکمال میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ حضرت نوح علیہ السّلام ایسی قوم کے پاس آئے تھے جو ان کے اور آدم علیہ السّلام کے درمیان تھی اور انبیا کی تکذیب کیا کرتی تھی اور یہ اللہ کا قول ہے كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ الْمُرْسَلِيْنَ یعنی وہ لوگ جو حضرت نوحؑ اور حضرت آدم علیہ السّلام کے درمیان میں تھے۔[۱]

(۱۰۶) اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ

یاد کرو جب ان سے ان کے بھائی نوحؑ نے کہا تھا کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟

اَخُوْ کا لفظ اس لیے آیا کہ نوحؑ کا تعلق اس قوم سے تھا۔

اَلَا تَتَّقُوْنَ کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے ہو تم غیر خدا کی عبادت کو ترک کر دو۔

(۱۰۷) اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ

یقینا میں تمھارے لیے رسول امین ہوں۔

تمھارے درمیان امانت اور دیانت داری میں مشہور ہوں۔

(۱۰۸) فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ

تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور میری اطاعت کرو۔

میں جو کچھ تمھیں دوں توحید کے بارے میں اور اللہ کی اطاعت کے لیے۔

(۱۰۹) وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ

اور میں اس کارِ تبلیغ پر تم سے کسی اجر کا طلبگار نہیں ہوں۔

میں تمھیں جو دعوت دے رہا ہوں اور نصیحت کر رہا ہوں اس پر کوئی اجر طلب نہیں کرتا۔

اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بس میرا اجر تو رب العالمین کے ذمے ہے۔

---

(۱) اکمال الدین و اتمام النعمہ ص۲۱۵ جلد ۲ باب ۲۲

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ﴿۱۱۰﴾
قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَ اتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾
قَالَ وَ مَا عِلْمِيْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۲﴾
اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّيْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾
وَ مَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۴﴾
اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۱۵﴾
قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ﴿۱۱۶﴾
قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ ﴿۱۱۷﴾

---

(۱۱۰) تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور میری اطاعت کرو۔
(۱۱۱) انھوں نے جواب دیا کیا ہم آپ پر ایمان لائیں؟ جب کہ رذیل ترین افراد نے آپ کا اتباع کیا ہے۔
(۱۱۲) نوح نے کہا مجھے کیا معلوم کہ وہ کیا کام کرتے ہیں؟
(۱۱۳) ان کا حساب تو میرے رب کے ذمے ہے اگر تم کچھ شعور رکھتے ہو۔
(۱۱۴) اور میں ایمان لانے والوں کو دھتکار کر نکال نہیں سکتا۔
(۱۱۵) میں تو بس واضح ڈرانے والا ہوں۔
(۱۱۶) انھوں نے کہا اے نوح اگر آپ باز نہ آئے تو آپ سنگسار کیے جانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔
(۱۱۷) نوح نے کہا اے میرے پروردگار میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا ہے۔

---

(۱۱۰) فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ
تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور میری اطاعت کرو۔
اس جملے کو مکرر بیان کیا گیا تاکید کی غرض سے اور تنبیہ کرنے کے لیے کیوں کہ ان میں سے ہر ایک دلالت کرتا ہے کہ نوحؑ صاحبِ امانت ہیں اور انھوں نے طمع کو جڑ سے کاٹ دیا ہے اس لیے کہ وہ انھیں جس کی طرف دعوت دے رہے ہیں اس میں ان کی اطاعت واجب ہے تو اگر یہ دونوں چیزیں یکجا ہو جائیں تو کیا کہنا۔
(۱۱۱) قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَ اتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ
انھوں نے جواب دیا کیا ہم آپ پر ایمان لائیں؟ جب کہ رذیل ترین افراد نے آپ کا اتباع کیا ہے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ ارذلون سے مراد فقرا و مساکین ہیں۔[1]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں انھوں نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ ان کا اتباع غور وفکر اور بصیرت کے سبب نہیں ہے بس انھیں مال ومتاع اور جاہ حشم کی توقع ہے۔

(۱۱۲) قَالَ وَمَا عِلْمِیْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ

نوحؑ نے کہا مجھے کیا معلوم وہ کیا کام کرتے ہیں۔

انھوں نے اخلاص سے عمل کیا ہے یا خوراک اور رزق کی خاطر بس میں تو ظاہری اعتبار دیکھتا ہوں۔

(۱۱۳) اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّیْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ

ان کا حساب تو میرے رب کے ذمے ہے اگر تم کچھ شعور رکھتے ہو۔

میرا رب ہی باطن سے مطلع ہے اگر تم شعور رکھتے تو یہ بات جان لیتے لیکن تم جاہل ہو لہٰذا ایسی باتیں کہہ رہے ہو جسے تم جانتے ہی نہیں۔

(۱۱۴) وَمَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِیْنَ اور میں ایمان لانے والوں کو دھتکار کر نکال نہیں سکتا۔

یہ ان لوگوں کے اوہام کا جواب ہے کہ انھوں نے جو ان مومنین کو نکالنے کی استدعا کی تھی اور حضرت نوح پر ایمان لانے کے لیے ان کے باز رہنے کا سبب ان مومنین پیروکاروں کو قرار دیا ہے۔

(۱۱۵) اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ میں تو بس واضح ڈرانے والا ہوں۔

میرے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ میں فقرا کو دھتکار دوں تاکہ اغنیاء کو پیروکار بنایا جائے۔

(۱۱۶) قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ یٰنُوْحُ

انھوں نے کہا اے نوح اگر آپ باز نہ آئے۔

یعنی آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں اسے کہنے سے باز نہ آئے۔

لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِیْنَ

تو آپ سنگسار کیے جانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

مَرجومین کا مفہوم ہے کہ مَشْتُوْمِیْن (جس پر سَبُّ وَشتم کیا جائے، برا کہا جائے)

یا مضروبین بالحجارہ جسے پتھروں سے مارا جائے۔

(۱۱۷) قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِیْ كَذَّبُوْنِ

نوحؑ نے کہا اے میرے پروردگار میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا ہے۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۲۳

فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَ بَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّ نَجِّنِيْ وَ مَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۸﴾
فَاَنْجَيْنٰهُ وَ مَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۱۹﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَ ﴿۱۲۰﴾
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۱﴾
وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۲﴾ كَذَّبَتْ عَادُ ِۨ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۳﴾
اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۲۵﴾
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ﴿۱۲۶﴾

(۱۱۸) تو میرے اور ان کے درمیان دوٹوک فیصلہ کردے اور مجھے اور جو مومنین میرے ساتھ ہیں ان سب کو نجات دے دے۔

(۱۱۹) تو ہم نے نوحؑ کو اور ان کے تمام ساتھیوں کو ایک بھری ہوئی کشتی میں بچا لیا۔

(۱۲۰) اور اس کے بعد باقی لوگوں کو غرق کر دیا۔

(۱۲۱) بے شک اس میں بڑی نشانی ہے لیکن ان میں سے اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔

(۱۲۲) اور بے شک آپ کا رب وہ ہے جو غالب اور مشفق و مہربان ہے۔

(۱۲۳) اسی طرح قوم عاد نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔

(۱۲۴) یاد کرو جب ان کے بھائی ہود نے کہا تھا کیا تم ڈرتے نہیں؟

(۱۲۵) میں تمھارے لیے رسول امین ہوں۔

(۱۲۶) لہٰذا تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور میری اطاعت کرو۔

(۱۱۸) فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَ بَيْنَهُمْ فَتْحًا

تو میرے اور ان کے درمیان دوٹوک فیصلہ کردے۔

وَّ نَجِّنِيْ وَ مَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

اور مجھے اور جو مومنین میرے ساتھ ہیں ان سب کو نجات دے دے۔

(۱۱۹) فَاَنْجَيْنٰهُ وَ مَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ

تو ہم نے نوحؑ کو اور ان کے تمام ساتھیوں کو ایک بھری ہوئی کشتی میں بچا لیا۔

الْمَشْحُوْنِ کے معنی میں المملو بھری ہوئی۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے اَلْمَشْحُوْنِ کا مفہوم ہے۔سامان سے لدا ہوا جہاز جس سے نوح کو فراغت ہوئی تھی بس کوچ کرنا باقی رہ گیا تھا۔[1]

(۱۲۰) ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِیْنَ

اور ان کی نجات کے بعد ان کی قوم کے باقی لوگوں کو غرق کر دیا۔

(۱۲۱) اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ

بے شک اس میں بڑی نشانی ہے لیکن ان میں اکثر لوگ ایمان نہیں لائے۔

(۱۲۲) وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ

اور بے شک آپ کا رب وہ ہے جو غالب اور مشفق و مہربان ہے۔

(۱۲۳) كَذَّبَتْ عَادُ ِۨ الْمُرْسَلِیْنَ

اسی طرح قوم عاد نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔

عاد سے مراد قبیلہ عاد ہے اور عاد ان کے والد کے نام تھا۔

(۱۲۴) اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ

یاد کرو جب ان کے بھائی ہود نے کہا تھا کیا تم ڈرتے نہیں۔

(۱۲۵) اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ

میں تمھارے لیے رسول امین ہوں۔

(۱۲۶) فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ

لہٰذا تم اللّٰہ کا تقویٰ اختیار کرو اور میری اطاعت کرو۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۲۵

وَ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۷﴾
اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَ تَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ﴿۱۲۹﴾
وَ اِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ﴿۱۳۱﴾
وَ اتَّقُوا الَّذِيْٓ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾

(۱۲۷) اور میں اس کارِ تبلیغ پر تم سے کسی اجر کا طلبگار نہیں ہوں میرا اجر تو رب العالمین کے ذمے ہے۔
(۱۲۸) تمھارا کیا عالم ہے کہ ہر اونچے مقام پر لایعنی یادگار تعمیر کر دیتے ہو۔
(۱۲۹) اور تم بڑے بڑے محلات بناتے ہو گویا کہ تمھیں ہمیشہ رہنا ہے۔
(۱۳۰) اور جب کسی پر حملہ کرتے ہو تو سرکش بن کر ہی حملہ کرتے ہو۔
(۱۳۱) تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور میری اطاعت کرو۔
(۱۳۲) اور اس سے ڈرو جس نے تمھیں ان چیزوں میں مدد فراہم کی جو تمھارے علم میں ہیں۔

(۱۲۷) وَ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ
اور میں اس کارِ تبلیغ پر تم سے کسی اجر کا طلبگار نہیں ہوں میرا اجر تو رب العالمین کے ذمے ہے۔

(۱۲۸) اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ
کیا تم ہر اونچے مقام پر تعمیر کرتے ہو۔

اٰيَةً
کہا گیا ہے نشانی سفر کرنے والوں کے لیے یا ایسی عمارت جس کی تمھیں ضرورت نہیں ہے۔[۱]

تَعْبَثُوْنَ
تم بلاوجہ یہ عمارت بناتے ہو تا کہ اس عمارت کے بعد تمھیں رہنمائی کے لیے ستاروں کی ضرورت نہ پڑے یا رہائش کے لیے بڑی بڑی عمارتیں بناتے ہو۔
تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے جو عمارت بھی تعمیر کی جاتی ہے وہ اس عمارت کے مالک کے لیے روز قیامت وبال بن جائے گی سوائے اس عمارت کے جس کی تعمیر ضروری ہو۔[۲]

(۱۲۹) وَ تَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ
اور تم بڑے بڑے محلات بناتے ہو۔

(۱) بیضاوی انوار التنزیل، ج ۲، ص ۱۶۳ (۲) مجمع البیان، ج ۷-۸، ص ۱۹۸

کہا گیا ہے کہ اس سے مراد پانی کے منابع یا بلند و بالا قصر اور قلعے کی تعمیر ہے۔[1]

لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ

گویا کہ تمھیں ہمیشہ کے لیے رہنا ہے۔

اسی وجہ سے تم ان عمارتوں کی مستحکم بنیادیں رکھتے ہو۔

(۱۳۰) وَاِذَا بَطَشْتُمْ

اور جب کسی پر حملہ کرتے ہو۔ چابک سے یا تلوار سے۔

بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ

تو سرکش بن کر ہی حملہ کرتے ہو۔

تم تسلط حاصل کرتے ہو ظلم و سرکشی کے ساتھ بغیر کسی ملاطفت اور مہربانی کے اور نہ ہی ادب سکھلانا مقصود ہوتا ہے اور نہ ہی انجام پر نظر ہوتی ہے۔

تفسیر قمی میں ہے فرمایا وہ غصے میں بغیر کسی استحقاق کے قتل کرتے ہیں۔[2]

(۱۳۱) فَاتَّقُوا اللّٰهَ

تم ان چیزوں کو ترک کر کے اللہ سے ڈرو۔

وَاَطِيْعُوْنِ

اور میں تمھیں جس چیز کی طرف بلا رہا ہوں اس میں میری اطاعت کرو۔

(۱۳۲) وَاتَّقُوا الَّذِيْٓ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ

اور اس سے ڈرو جس نے تمھیں ان چیزوں میں مدد فراہم کی جو تمھارے علم میں ہیں اس جملے کی تکرار کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خاص طور سے ان لوگوں کی مسلسل امداد کی ہے جیسا کہ وہ جانتے ہیں۔ طرح طرح کی نعمتیں دے کر علت بیان کرتے ہوئے اور متنبہ کرنے کے لیے اس بنیاد پر دائمی امداد کا وعدہ کیا ہے اور اس کے ترک کرنے پر نعمتوں کو منقطع کرنے کی وعید (دھمکی، ڈراوا) ہے۔

(۱) بیضاوی انوار التنزیل، ج ۲، ص ۱۶۴ (۳) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۲۳

اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّ بَنِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ وَ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ﴿۱۳۴﴾
اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۳۵﴾
قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَيْنَاۤ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ ﴿۱۳۶﴾
اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَ مَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۱۳۸﴾
فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾
وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۴۰﴾ ع ۱۸/۱۱

(۱۳۳) اس نے تمھیں بڑھایا ہے مویشیوں اور اولاد میں۔
(۱۳۴) اس نے تمھیں باغات اور چشمے دیے۔
(۱۳۵) بلاشبہ میں تمھارے بارے میں یوم عظیم کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔
(۱۳۶) انھوں نے جواب دیا آپ نصیحت کریں یا نصیحت کرنے والوں میں نہ ہوں ہمارے لیے یکساں ہے۔
(۱۳۷) یہ ڈرانا دھمکانا تو پرانے لوگوں کی عادت ہے۔
(۱۳۸) اور ہم عذاب میں مبتلا ہونے والے نہیں ہیں۔
(۱۳۹) انھوں نے ہود کو جھٹلایا تو ہم نے انھیں ہلاک کر دیا۔اس میں بہت بڑی نشانی ہے لیکن ان میں سے اکثر لوگ مومن نہیں ہیں۔
(۱۴۰) اور بے شک تمھارا رب وہ ہے جو غالب اور مشفق و مہربان ہے۔

(۱۳۳) اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّ بَنِيْنَ
اس نے تمھیں بڑھایا ہے مویشیوں اور اولاد میں۔
(۱۳۴) وَ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ
اس نے تمھیں باغات اور چشمے دیے۔
(۱۳۵) اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ
بلاشبہ میں تمھارے بارے میں یومِ عظیم کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔
(۱۳۶) قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَيْنَاۤ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ
انھوں نے جواب دیا آپ نصیحت کریں یا نصیحت کرنے والوں میں نہ ہوں ہمارے لیے یکساں ہے۔ہم

جس چیز پر باقی ہیں اس سے باز آنے والے نہیں ہیں۔

(۱۳۷) اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا خُلُقُ الۡاَوَّلِيۡنَ

یہ ڈرانا دھمکانا تو پرانے لوگوں کی عادت ہے۔

یعنی اے ہودؑ آپ جو کچھ لے کر آئیں ہیں یہ تو پہلے لوگوں کی طرح ہے وہ بھی اسی طرح کی من گھڑت باتیں بیان کرتے تھے یا مطلب یہ ہے کہ ہم جس دین پر عمل پیرا ہیں وہ گزشتگان کی عادت اور ان کا طریقہ تھا بس ہم تو ان کی اقتدا کر رہے ہیں۔ یا یہ مفہوم ہے کہ اے نبی آپ جو کچھ لے کر آئے ہیں یہ پہلے والوں کا جھوٹ ہے یا یہ کہ ہماری تخلیق ان کی تخلیق جیسی ہے۔ ہم بھی اسی طرح زندہ ہیں اور مر جائیں گے نہ ہی دوبارہ زندہ کیا جانا ہے اور نہ ہی حساب کتاب ہے، ایسا ہی کہا گیا ہے۔[1]

(۱۳۸) وَمَا نَحۡنُ بِمُعَذَّبِيۡنَ

اور ہم عذاب میں مبتلا ہونے والے نہیں ہیں۔

ہم جس دین پر عمل کر رہے ہیں اس بنیاد پر۔

(۱۳۹) فَكَذَّبُوۡهُ فَاَهۡلَكۡنٰهُمۡ ؕ

انھوں نے ہود کو جھٹلایا تو ہم نے انھیں ہلاک کر دیا۔

ایک ایسی تیز و تند ہوا کے ذریعے جو ان تک پہنچی تھی۔

اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكۡثَرُهُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ

اس میں بہت بڑی نشانی ہے لیکن ان سے اکثر لوگ مومن نہیں ہیں۔

(۱۴۰) وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الرَّحِيۡمُ

اور بے شک تمھارا رب وہ ہے جو غالب اور مشفق و مہربان ہے۔

---

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل ج ۲ ص ۱۶۴

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۴۲﴾
اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۴۳﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۴۴﴾
وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾
اَتُتْرَكُوْنَ فِيْ مَا هٰهُنَآ اٰمِنِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۱۴۷﴾
وَّزُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ ﴿۱۴۸﴾ وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ ﴿۱۴۹﴾

(۱۴۱) قوم ثمود نے رسولوں کی تکذیب کی۔
(۱۴۲) یاد کرو جب ان سے ان کے بھائی صالح نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟
(۱۴۳) میں تمھارے لیے رسول امین بن کر آیا ہوں۔
(۱۴۴) تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور میری اطاعت کرو۔
(۱۴۵) اور میں کارِ تبلیغ پر تم سے کسی بھی اجر کا طلبگار نہیں ہوں۔ میرا اجر تو رب العٰلمین کے ذمے ہے۔
(۱۴۶) جو چیزیں یہاں پر ہیں کیا تمھیں ان میں اطمینان سے رہنے دیا جائے گا۔
(۱۴۷) باغات اور چشموں میں۔
(۱۴۸) ان کھیتوں اور نخلستانوں میں جن کے خوشے بڑے رسیلے ہیں۔
(۱۴۹) تم پہاڑ کھود کھود کر نہایت فخریہ طور سے ان میں عمارتیں بناتے ہو۔

آیت ۱۴۱ سے آیت ۱۴۷ کا ترجمہ بیان کیا جا چکا ہے۔

(۱۴۸) وَّزُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ اور ان کھیتوں اور نخلستانوں میں جن کے خوشے بڑے رسیلے ہیں۔
هَضِيْمٌ کا مفہوم ہے لطیف اور نرم یا بوجھ کی کثرت کی وجہ سے جھکا ہوا اور خم۔

(۱۴۹) وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ تم پہاڑ کھود کر نہایت فخریہ طور سے ان میں عمارتیں بناتے ہو۔
فٰرِهِيْنَ کا مفہوم ہے نہایت مہارت اور ہوشیاری سے اور اگر اس لفظ کو فرھین پڑھا جائے تو غرور اور تکبر کا مفہوم دیتا ہے۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۵۰﴾ وَ لَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۱۵۱﴾
الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَ لَا يُصْلِحُوْنَ ﴿۱۵۲﴾
قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾
مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۖ فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۴﴾
قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّ لَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۱۵۵﴾
وَ لَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۵۶﴾
فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ ﴿۱۵۷﴾
فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ۗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۗ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۸﴾

---

(۱۵۰) تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور میری اطاعت کرو۔

(۱۵۱) اور ان کے حکم کو نہ مانو جو حد سے بڑھ گئے ہیں۔

(۱۵۲) جو زمین میں فساد برپا کرتے ہیں اور اصلاح کا کام نہیں کرتے۔

(۱۵۳) انھوں نے کہا آپ تو ایک سحر زدہ انسان ہیں۔

(۱۵۴) آپ تو ہم ہی جیسے ایک بشر ہیں اگر آپ سچے ہیں تو کوئی نشانی (معجزہ) لے آیئے۔

(۱۵۵) صالح نے کہا یہ ایک اونٹنی ہے ایک دن اس کے پینے کی باری ہے اور ایک مقررہ دن تمھارے پانی لینے کے لیے ہے۔

(۱۵۶) خبردار اسے بری نیت سے ہاتھ نہ لگانا اگر ایسا کیا تو بڑے دن کا عذاب تمھیں اپنی گرفت میں لے لے گا۔

(۱۵۷) انھوں نے اونٹنی کو پے کر ڈالا بعد میں وہ پچھتائے۔

(۱۵۸) عذاب نے انھیں آ گھیرا اس میں بہت بڑی نشانی ہے لیکن ان میں اکثر لوگ مومن نہیں ہیں۔

---

(۱۵۰) فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ

پس تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور میری اطاعت کرو۔

(۱۵۱) وَ لَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ

اور ان کے حکم کو نہ مانو جو حد سے گزر گئے ہیں۔

(۱۵۲) الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ

جو زمین میں فساد برپا کرتے ہیں اور اصلاح کا کام نہیں کرتے۔

اس عبارت سے یہ پتا چلتا ہے کہ وہ فساد کرنے میں مخلص تھے۔

(۱۵۳) قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ

انھوں نے کہا آپ تو ایک سحر زدہ انسان ہیں۔

کہا گیا ہے یعنی ان لوگوں میں سے جن پر بہت زیادہ جادو کر دیا گیا ہے یہاں تک کہ وہ جادو ان کی عقل پر غالب آ گیا یا یہ کہ آپ جادوگروں میں سے ہیں۔[۱]

تفسیر قمی میں ہے کہ آپ انسانی مخلوق کی طرح کھوکھلے ہیں اگر آپ رسول ہوتے تو ہم جیسے نہ ہوتے۔[۲]

(۱۵۴) مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا

آپ تو ہم ہی جیسے ایک بشر ہیں۔

یہ دوسرے معنی کی تاکید ہے۔

فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ

اگر آپ سچے ہیں تو کوئی نشانی (معجزہ) لے آیئے۔

جو آپ کے دعویٰ کا ثبوت بن جائے۔

(۱۵۵) قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ

صالحؑ نے کہا یہ ایک اونٹنی ہے۔

یعنی حضرت صالحؑ نے جب دعا طلب کی اور اللہ نے اسے ایک چٹان سے زندہ نکال دیا جس وقت انھوں نے معجزے کا مطالبہ کیا تھا جیسا کہ پہلے حدیث میں بیان کیا جا چکا ہے۔

لَّهَا شِرْبٌ

ایک دن اس کے پینے کی باری ہے پانی میں اس کا حصہ ہے۔

وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ

اور یک مقررہ دن تمھارے پانی کے لیے ہے۔

تم اپنی باری پر اکتفا کرنا اور اس کے پانی پینے میں رکاوٹ نہ ڈالنا۔

تفسیر مجمع البیان میں امیر المومنین علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا یہ پہلا چشمہ ہے جو زمین سے ابلا جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت صالحؑ کے لیے جاری کیا تھا فرمایا تھا۔... لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ[۳]

(۱) بیضاوی انوار التنزیل، ج ۲، ۱۶۴ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۲۵ (۳) تفسیر مجمع البیان، ج ۷-۸، ص ۲۰۰

(۱۵۶) وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ

خبردار اسے بری نیت سے ہاتھ نہ لگانا۔

جیسے اسے مارنے لگو یا اسے ذبح کرنا چاہو۔

فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ

اگر ایسا کیا تو بڑے دن کا عذاب تمھیں اپنی گرفت میں لے لے گا۔

دن کو عظیم اس لیے کہا جو عذاب اس دن نازل ہوگا وہ عظیم ہے اور یہ جملہ یعنی یوم عظیم کہنا عذاب عظیم سے زیادہ بلیغ ہے۔

(۱۵۷) فَعَقَرُوْهَا

انھوں نے اونٹنی کو پے کر ڈالا۔

ذبح کرنے کو تمام لوگوں کی طرف نسبت دی گئی اس لیے کہ پے کرنے والے نے ان کی رضامندی سے اسے پے کیا تھا لہٰذا سب کے سب پکڑے گئے۔

فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ

بعد میں وہ پچھتائے۔

جب انھوں نے عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تو اونٹنی کو ذبح کرنے پر شرمندہ ہوئے۔

(۱۵۸) فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ

انھیں عذاب نے اپنی گرفت میں لے لیا۔

جس عذاب کا وعدہ کیا گیا تھا۔

نہج البلاغہ میں ہے۔

اے لوگو! افعال و اعمال چاہے مختلف ہوں مگر رضا و ناراضگی کے جذبات تمام لوگوں کو ایک حکم میں لے آتے ہیں آخر قوم ثمود کی اونٹنی کو ایک ہی شخص نے پے کیا تھا لیکن اللہ نے عذاب سب پر کیا کیوں کہ وہ سارے کے سارے اس پر رضامند تھے چناں چہ اللہ کا ارشاد ہے کہ انھوں نے اونٹنی کے پاؤں کاٹ ڈالے اور صبح کے وقت جب عذاب کے آثار دیکھے تو اپنے کیے پر نادم و پشیمان ہوئے عذاب کی آمد یوں تھی کہ زمین کے دھنسنے اور زلزلوں کے جھٹکوں سے ایسی گھڑگھڑاہٹ ہونے لگی جیسے نرم زمین میں ہل کی پھالی کے چلانے سے آواز آتی ہے۔[1]

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

اس میں بہت بڑی نشانی ہے لیکن ان میں اکثر لوگ مومن نہیں ہیں۔

---

(۱) جوامع الجامع، ج ۳، ص ۱۶۹

وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۵۹﴾ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ِالْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۶۰﴾
اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۶۲﴾
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۶۳﴾
وَ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۴﴾
اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۵﴾
وَ تَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ﴿۱۶۶﴾

---

(۱۵۹) اور یقیناً آپ کا رب وہ ہے جو غالب اور مشفق و مہربان ہے۔
(۱۶۰) لوط کی قوم نے رسولوں کی تکذیب کی۔
(۱۶۱) یاد کرو جب ان کے بھائی لوط نے ان سے کہا کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟
(۱۶۲) بے شک میں تمھارے لیے رسول امین ہوں۔
(۱۶۳) تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور میری اطاعت کرو۔
(۱۶۴) اور میں اس کارِ تبلیغ پر تم سے کسی اجر کا طلب گار نہیں بس میرا اجر تو رب العالمین کے ذمے ہے۔
(۱۶۵) کیا تم جنسی تسکین کے لیے دنیا بھر کے مردوں کے پاس آتے ہو۔
(۱۶۶) اور تمھارے پروردگار نے تمھارے لیے جن بیویوں کو خلق فرمایا ہے انھیں چھوڑ دیتے ہو بلکہ تم تو حد سے ہی گزر گئے ہو۔

---

(۱۵۹) وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ اور یقیناً آپ کا رب وہ ہے جو غالب اور مشفق و مہربان ہے۔
آیت ۱۶۰ سے آیت ۱۶۵ تک کا ترجمہ کیا جا چکا ہے۔
(۱۶۶) وَ تَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ
اور تمھارے رب نے تمھاری جن بیویوں کو خلق فرمایا ہے انھیں چھوڑ دیتے ہو ان کی تخلیق اس لیے ہے کہ تم ان سے فائدے حاصل کرو۔
بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ
بلکہ تم لوگ تو حد سے ہی گزر گئے ہو۔
یعنی شہوت کی حد سے تجاوز کر گئے ہو یا یہ کہ گناہوں میں تم حد سے بڑھ گئے ہو۔

قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ ﴿۱۶۷﴾
قَالَ اِنِّيْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ ﴿۱۶۸﴾ رَبِّ نَجِّنِيْ وَ اَهْلِيْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾
فَنَجَّيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۷۰﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۷۱﴾
ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۷۲﴾ وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۳﴾
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۴﴾
وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۷۵﴾ كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۶﴾

(۱۶۷) انھوں نے کہا اے لوطؑ اگر اب تم اس تبلیغ سے باز نہ آئے تو تمھیں نکال باہر کیا جائے گا۔
(۱۶۸) لوطؑ نے کہا کہ میں تمھارے اس کردار سے سخت بیزار ہوں۔
(۱۶۹) پروردگارا! مجھے اور میرے اہل وعیال کو ان کی بدکاریوں سے نجات دے۔
(۱۷۰) تو ہم نے لوط اور ان کے اہل سب کو نجات دی۔
(۱۷۱) سوائے ایک بڑھیا کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی۔
(۱۷۲) پھر ہم نے دوسروں کو تہس نہس کر دیا۔
(۱۷۳) اور ہم نے ان پر پتھروں کی بارش برسائی جو ڈرائے گئے لوگوں پر بدترین بارش تھی۔
(۱۷۴) اس میں یقیناً بہت بڑی نشانی ہے لیکن ان کی اکثریت مومن نہ تھی۔
(۱۷۵) اور بے شک آپ کا رب وہ ہے جو غالب اور مشفق ومہربان ہے۔
(۱۷۶) اصحاب الایکہ نے رسولوں کی تکذیب کی۔

(۱۶۷) قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ
انھوں نے کہا اے لوطؑ اگر تم اس تبلیغ سے باز نہ آئے تو تمھیں نکال باہر کیا جائے گا۔
اے لوطؑ ہم تمھیں اپنے سامنے سے کسی دور مقام پر بھیج دیں گے۔
(۱۶۸) قَالَ اِنِّيْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ
لوطؑ نے کہا: میں تمھارے اس کردار سے سخت بیزار ہوں۔
مِّنَ الْقَالِيْنَ کا مفہوم ہے من المُبغضین متنفر ہونے والوں میں اور شدید متنفر۔

(۱۶۹) رَبِّ نَجِّنِیْ وَ اَهْلِیْ مِمَّا یَعْمَلُوْنَ

پروردگارا مجھے اور میرے اہل وعیال کو ان کی بدکاریوں سے نجات دے۔

یعنی ان کی بدبختیوں اور عذاب سے نجات عطا کر۔

(۱۷۰) فَنَجَّیْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اَجْمَعِیْنَ

پھر ہم نے لوطؑ اور ان کے اہل سب کو نجات دے دی۔

یعنی ان کے اہل بیت اور ان لوگوں کو نجات دی جو دین میں ان کی پیروی کر رہے تھے ہم نے انھیں عذاب نازل ہوتے وقت اس قوم کے درمیان میں سے نکال لیا تھا۔

(۱۷۱) اِلَّا عَجُوْزًا فِی الْغٰبِرِیْنَ

سوائے ایک بڑھیا کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی۔

عجوز سے مراد لوطؑ کی بیوی ہے اس کے لیے عذاب مقرر ہو چکا تھا۔

(۱۷۲) ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِیْنَ

پھر ہم نے دوسرے لوگوں کو تہس نہس کر دیا۔

دَمَّرْنَا کے معنی ہیں ہم نے ہلاک کر ڈالا۔

(۱۷۳) وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ

اور ہم نے ان پر پتھروں کی بارش برسائی جو ڈرائے گئے لوگوں پر بدترین بارش تھی۔

سورۂ اعراف کی آیت ۸۴ کے ذیل میں ان کی داستان پہلے گزر چکی ہے۔

(۱۷۴) اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ

اس میں بہت بڑی نشانی ہے لیکن ان کی اکثریت مومن نہ تھی۔

(۱۷۵) وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ

اور یقیناً آپ کا رب وہ ہے جو غالب اور مشفق ومہربان ہے۔

(۱۷۶) كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْـَٔیْكَةِ الْمُرْسَلِیْنَ اصحاب الایکہ نے مرسلین کی تکذیب کی۔

ایکہ ایسے جنگل اور جھاڑی کو کہا جاتا ہے جہاں نرم درخت اگتے ہیں۔

اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۷۸﴾
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۷۹﴾
وَ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۰﴾
اَوْفُوا الْكَيْلَ وَ لَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ﴿۱۸۲﴾
وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَ لَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۱۸۳﴾
وَ اتَّقُوا الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَ الْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۸۴﴾
قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿۱۸۵﴾

---

(۱۷۷) یاد کیجیے جب ان سے شعیبؑ نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں؟
(۱۷۸) بے شک میں تمھارے لیے رسول امین ہوں۔
(۱۷۹) تم اللہ کا تقوی اختیار کرو اور میری اطاعت کرو۔
(۱۸۰) اور میں تم سے کارِ تبلیغ پر کسی اجر کا طلب گار نہیں بس میرا اجر تو رب العالمین کے ذمے ہے۔
(۱۸۱) تم ناپ تول پورے طور سے کرو اور کسی کو گھاٹا نہ دو۔
(۱۸۲) اور صحیح ترازو سے وزن کرو۔
(۱۸۳) اور تم لوگوں کو ان کی اشیا کم نہ دو اور زمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرو۔
(۱۸۴) اور اس سے ڈرو جس نے تمھیں اور گزشتہ نسلوں کو پیدا کیا ہے۔
(۱۸۵) انھوں نے کہا آپ تو ایک سحر زدہ آدمی ہیں۔

---

(۱۷۷) اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ

یاد کیجیے جب ان سے شعیبؑ نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں؟

کتاب جوامع میں ایک حدیث میں ہے کہ شعیبؑ مدین کے بھائی تھے وہ ان کی طرف مبعوث ہوئے تھے اور انھیں اصحاب الایکہ کی طرف بھیجا گیا تھا۔[۱]

آیت ۱۷۸ سے آیت ۱۸۰ کا ترجمہ پہلے کیا جاچکا ہے۔

(۱۸۱) اَوْفُوا الْكَيْلَ تم ناپ تول پورے طور سے کرو۔

---

(۱) جوامع الجامع، ج ۳، ص ۱۶۹

اَوْفُوا کے معنی ہیں اتموہ یعنی اسے مکمل طور سے انجام دو۔

وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ

اور کسی کو گھاٹا نہ دو۔

یعنی کم تول کر لوگوں کے حقوق میں خسارہ کرنے والے نہ بنو۔

(۱۸۲) وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ

اور تم صحیح ترازو سے وزن کرو۔

قسطاس المستقیم کا مفہوم ہے۔ المیزان السوی یعنی صحیح ترازو سے تولنا اور وزن کرنا۔

(۱۸۳) وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ

اور تم لوگوں کو ان کی اشیا کم نہ دو۔

یعنی ان کے حقوق میں کسی چیز کی بھی کمی نہ ہونے دو۔

وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ

اور زمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرو۔

یعنی قتل و غارت گری، رہزنی اور لوٹ مار نہ کرو۔

(۱۸۴) وَاتَّقُوا الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ

اور اس اللہ سے ڈرو جس نے تمھیں اور گزشتہ نسلوں کو پیدا کیا ہے۔

یہ لفظ ذوی الْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ گزشتہ نسلوں والے یعنی تم سے پہلے جو مخلوق تھی۔

تفسیر قمی میں ہے کہ گزشتہ مخلوق۔[۱]

(۱۸۵) قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ

انھوں نے کہا کہ آپ تو ایک سحر زدہ آدمی ہیں۔

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۲۲

وَ مَاۤ اَنۡتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُنَا وَ اِنۡ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الۡكٰذِبِيۡنَ ۚ﴿۱۸۶﴾
فَاَسۡقِطۡ عَلَيۡنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنۡ كُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ ﴿۱۸۷﴾
قَالَ رَبِّىۡۤ اَعۡلَمُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۸۸﴾
فَكَذَّبُوۡهُ فَاَخَذَهُمۡ عَذَابُ يَوۡمِ الظُّلَّةِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوۡمٍ عَظِيۡمٍ ﴿۱۸۹﴾
اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكۡثَرُهُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۹۰﴾
وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الرَّحِيۡمُ ﴿۱۹۱﴾ وَ اِنَّهٗ لَتَنۡزِيۡلُ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ؕ﴿۱۹۲﴾

(۱۸۶) اور آپ تو ہم ہی جیسے ایک بشر ہیں اور ہم آپ کو بالکل جھوٹا سمجھتے ہیں۔
(۱۸۷) اگر آپ سچے ہیں تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دیں۔
(۱۸۸) لوط نے کہا میرا رب اچھی طرح جانتا جو کچھ تم کر رہے ہو۔
(۱۸۹) انھوں نے شعیب کو جھٹلایا تو انھیں چھتری والے دن کے عذاب نے آ لیا وہ تو بڑے ہی خوف ناک دن کا عذاب تھا۔
(۱۹۰) بلاشبہ اس میں بہت بڑی نشانی ہے لیکن اکثر لوگ مومن نہیں ہیں۔
(۱۹۱) اور یقیناً آپ کا پروردگار ہے جو غالب اور مشفق و مہربان ہے۔
(۱۹۲) اور یہ قرآن رب العالمین کا نازل کردہ ہے۔

(۱۸۶) وَ مَاۤ اَنۡتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُنَا
اور آپ تو ہم جیسے ہی ایک بشر ہیں۔
کہا گیا ہے کہ ان دو جملوں کے درمیان یہ واو لائے ہیں جو دلالت کرتا ہے کہ شعیب کے پاس دونوں اوصاف ہیں ایک تو وہ سحر زدہ ہیں دوسرے یہ کہ وہ بشر ہیں اور یہ دونوں اوصاف رسالت کے منافی ہیں یہ دراصل جھوٹ میں ایک طرح کا مبالغہ ہے۔[۱]
وَ اِنۡ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الۡكٰذِبِيۡنَ
اور ہم آپ کو بالکل جھوٹا سمجھتے ہیں۔
یعنی یہ کہ آپ اپنے دعوے میں بالکل جھوٹے ہیں۔

(۱) البیضاوی انوار التنزیل، ج ۲، ص ۱۶۶

(۱۸۷) فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ

آپ ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دیں۔

اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ

اگر آپ اپنے دعوے میں سچے ہیں۔

(۱۸۸) قَالَ رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

شعیبؑ نے کہا میرا رب اچھی طرح جانتا ہے تم جو کچھ کر رہے ہو۔

اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ تم پر عذاب کب نازل ہوگا جو اس نے ایک مقررہ وقت پر واجب کر دیا ہے۔

(۱۸۹) فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ

انھوں نے شعیبؑ کو جھٹلایا تو انھیں چھتری والے دن کے عذاب نے آ لیا۔

تفسیر قمی میں ہے گرمی کا دن اور جھلسا دینے والی گرم ہواؤں کا دن۔[۱]

فرمایا ہم تک یہ بات پہنچی ہے اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ انھیں شدید گرمی نے آ لیا دراں حالے کہ وہ اپنے گھروں کے اندر تھے، وہ گھروں سے باہر آئے تا کہ ان بادلوں سے راحت حاصل کریں اللہ نے جن بادلوں کے ذریعے عذاب کو بھیجا تھا جب بادل ان پر چھا گئے تو ایک چیخ اور چنگھاڑ نے انھیں آ پکڑا تو وہ اپنے گھروں میں گھٹنے کے بل گر پڑے تھے۔[۲]

اور کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سات دنوں تک ان پر گرمی کو غالب کر دیا یہاں تک ان کے دریا ابلنے اور جوش مارنے لگے پھر بادل کے ایک ٹکڑے نے اس پر سایہ کیا وہ لوگ اس کے نیچے جمع ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر آگ کی برسات کی وہ سب جل کر خاکستر ہو گئے۔[۳]

اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ

وہ تو بہت ہی خوف ناک دن کا عذاب تھا۔

(۱۹۰) اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

بلاشبہ اس میں بہت بڑی نشانی ہے لیکن اکثر لوگ مومن نہیں ہیں۔

(۱۹۱) وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ

اور یقینا آپ کا پروردگار وہ ہے جو غالب اور مشفق و مہربان ہے۔

(۱۹۲) وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اور یہ قرآن رب العالمین کا نازل کردہ ہے۔

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۲۴ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۲۵ (۳) بیضاوی انوار التنزیل، ج ۲، ص ۱۶۶

نَزَلَ بِهِ الرُّوۡحُ الۡاَمِيۡنُ ۙ﴿۱۹۳﴾
عَلٰى قَلۡبِكَ لِتَكُوۡنَ مِنَ الۡمُنۡذِرِيۡنَ ﴿۱۹۴﴾
بِلِسَانٍ عَرَبِىٍّ مُّبِيۡنٍ ؕ﴿۱۹۵﴾
وَ اِنَّهٗ لَفِىۡ زُبُرِ الۡاَوَّلِيۡنَ ﴿۱۹۶﴾
اَوَلَمۡ يَكُنۡ لَّهُمۡ اٰيَةً اَنۡ يَّعۡلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ ؕ﴿۱۹۷﴾
وَ لَوۡ نَزَّلۡنٰهُ عَلٰى بَعۡضِ الۡاَعۡجَمِيۡنَ ۙ﴿۱۹۸﴾
فَقَرَاَهٗ عَلَيۡهِمۡ مَّا كَانُوۡا بِهٖ مُؤۡمِنِيۡنَ ؕ﴿۱۹۹﴾
كَذٰلِكَ سَلَكۡنٰهُ فِىۡ قُلُوۡبِ الۡمُجۡرِمِيۡنَ ؕ﴿۲۰۰﴾

---

(۱۹۳) جسے روح الامین لے کر نازل ہوئے ہیں۔
(۱۹۴) آپ کے دل پر تا کہ آپ ڈرانے والوں میں شامل ہو جائیں۔
(۱۹۵) فصیح عربی زبان میں۔
(۱۹۶) اور بلاشبہ یہ (قرآن کا ذکر) پہلے نازل شدہ کتابوں میں بھی ہے۔
(۱۹۷) کیا ان اہل مکہ کے لیے یہ نشانی نہیں ہے کہ اس کتاب کو علمائے بنی اسرائیل بھی جانتے ہیں۔
(۱۹۸) اگر ہم اس قرآن کو کسی عجمی پر بھی نازل کر دیتے۔
(۱۹۹) اور وہ انھیں اس قرآن کو پڑھ کر سناتا یہ لوگ پھر بھی اسے ماننے والے نہ تھے۔
(۲۰۰) اسی طرح ہم نے مفاہیم قرآن کو ان مجرموں کے دل میں گزارا ہے۔

---

(۱۹۳) نَزَلَ بِهِ الرُّوۡحُ الۡاَمِيۡنُ
جسے روح الامین لے کر نازل ہوئے ہیں۔
یعنی جبرئیل علیہ السّلام کیوں کہ وہ وحی خداوندی پر اس کے امین ہیں۔
(۱۹۴) عَلٰى قَلۡبِكَ لِتَكُوۡنَ مِنَ الۡمُنۡذِرِيۡنَ آپ کے دل پر تا کہ آپ ڈرانے والوں میں شامل ہو جائیں۔
کتاب کافی اور البصائر میں امام محمد باقر علیہ السّلام سے مروی ہے۔ کہ اس سے مراد امیر المومنین علیہ السّلام کی ولایت ہے۔[۱]
تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ وہ ولایت ہے جو امیر المومنین علیہ السّلام کے لیے غدیر کے دن نازل ہوئی۔[۲]

---

(۱) الکافی، ج۱، ص ۴۱۲، وبصائر الدرجات، ص ۹۳، ح ۶ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۲۴

(۱۹۵) بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ مبین کے معنی ہیں جس کا مفہوم واضح ہے۔

کتاب کافی میں صادقین میں سے کسی ایک سے مروی ہے کہ آپ نے اس بارے میں سوال کیا گیا تو امام علیہ السّلام نے فرمایا یہ زبانوں کو واضح کرتا ہے زبانیں اسے واضح نہیں کرتیں۔[۱]

کتاب علل الشرائع میں امام صادق علیہ السّلام اپنے والد سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو بھی کتاب نازل فرمائی اور جو بھی وحی کی وہ عربی زبان میں تھی وہ انبیائے کرام کے کانوں میں ان کے قوم کی زبان میں سنائی دیتی تھی لیکن وہ ہمارے نبی کے کانوں میں عربی میں واقع ہوتی تھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی اپنی قوم سے اس بارے میں گفتگو فرماتے تھے وہ ان سے عربی میں ہم کلام ہوتے تھے وہ سننے والوں کے کانوں میں ان کی زبانوں میں سنائی دیتی تھی اور جب بھی کوئی شخص کسی بھی زبان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخاطب ہوتا تھا وہ آنحضرتؐ کے کانوں میں عربی میں سنائی دیتی تھی اور جبرئیلؑ ان سب کا ترجمہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت اور شرف کی وجہ سے کیا کرتے تھے۔[۲]

(۱۹۶) وَ اِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ اور بلاشبہ یہ (قرآن کا ذکر) پہلے نازل شدہ کتابوں میں بھی ہے۔

اور اس کا مفہوم یا اس کا تذکرہ انبیائے سابقین کی کتابوں میں موجود ہے۔

(۱۹۷) اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

کیا ان ہل مکہ کے لیے یہ نشانی نہیں ہے کہ اس کتاب کو علمائے بنی اسرائیل بھی جانتے ہیں یہ قرآن کی درستی کی نشانی ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی کے لیے بھی نشانی ہے کہ علمائے بنی اسرائیل انھی ذکر کردہ صفات کے ساتھ اپنی کتابوں میں انھیں جانتے اور پہچانتے ہیں۔

(۱۹۸) وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ اور اگر ہم اس قرآن کو کسی عجمی پر بھی نازل کر دیتے۔

(۱۹۹) فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ

اور وہ انھیں قرآن کو پڑھ کر سناتا یہ لوگ پھر بھی اسے ماننے والے نہ تھے۔

اپنی دشمنی کی زیادتی کے سبب اور اتباع عجم سے عار اور غرور کے سبب باز رہتے تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اگر ہم اس قرآن کو عجم پر نازل فرماتے تو عرب کے باشندے اسے تسلیم نہ کرتے یہ قرآن عرب میں نازل ہوا تو اسے عجم نے بھی قبول کر لیا اس سے عجم کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔[۳]

(۲۰۰) كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ

اسی طرح ہم نے مفاہیم قرآن کو مجرمین کے دلوں میں گزارا ہے۔

سَلَكْنٰهُ کے معنی ہیں کہ ہم نے قرآن کے معانی و مفاہیم کو ان کے دلوں میں داخل کر دیا ہے لیکن وہ عناد اور دشمنی کی وجہ سے ایمان نہیں لائے۔

---

(۱) الکافی، ج ۲، ص ۶۳۲، ح ۲۰ (۲) علل الشرائع، ص ۱۲۶، ح ۸، باب ۱۰۵ (۳) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۲۴

لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۲۰۱﴾
فَيَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾
فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾
اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۲۰۴﴾
اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ ﴿۲۰۵﴾
ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾
مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ ﴿۲۰۷﴾
وَ مَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ﴿۲۰۸﴾

(۲۰۱) وہ ہرگز اس پر ایمان نہ لائیں گے جب تک وہ دردناک عذاب کو نہ دیکھ لیں۔
(۲۰۲) یہ عذاب ان پر اچانک آ پڑتا ہے اور انھیں پتا بھی نہیں چلتا۔
(۲۰۳) اس وقت وہ یہ کہتے ہیں کیا ہمیں کچھ مہلت مل سکتی ہے؟
(۲۰۴) کیا یہ لوگ ہمارے عذاب کے لیے جلدی کر رہے ہیں؟
(۲۰۵) کیا آپ نے اس بات پر غور فرمایا اگر ہم انھیں کافی عرصے تک مہلت دے بھی دیں؟
(۲۰۶) پھر بھی وہ عذاب آ کر رہے گا جس سے انھیں ڈرایا جا چکا ہے۔
(۲۰۷) اور جو سامانِ عیش وعشرت انھیں دیا گیا تھا ان کے کسی کام نہ آیا۔
(۲۰۸) اور ہم نے جس بستی والوں کو ہلاک کیا ان کے لیے پہلے سے ڈرانے والے بھیجے تھے۔

(۲۰۱) لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ
وہ ہرگز اس پر ایمان نہ لائیں گے جب تک وہ دردناک عذاب کو نہ دیکھ لیں۔
(۲۰۲) فَيَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ
یہ عذاب ان پر اچانک آ پڑتا اور انھیں پتا بھی نہیں چلتا کہ عذاب آ گیا ہے۔
(۲۰۳) فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ
اس وقت وہ یہ کہتے کیا ہمیں کچھ مہلت مل سکتی ہے۔ یہ وہ لوگ حسرت و یاس سے کہتے۔

(۲۰۴) اَفَبِعَذَابِنَا یَسْتَعْجِلُوْنَ

کیا یہ لوگ ہمارے عذاب کے لیے جلدی کر رہے ہیں؟

یہ کہتے ہیں ... فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَۃً مِّنَ السَّمَآءِ ... (انفال ۳۲) تو ہم پر آسماں پر سے پتھر برسادے۔ ...فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ... (اعراف ۷۰) تو ہم پر وہ عذاب لے آ جس سے تو ہمیں ڈراتا ہے اور جب عذاب نازل ہونے لگتا ہے تو پھر مہلت مانگتے ہیں کہ عذاب ٹل جائے۔

(۲۰۵) اَفَرَءَیْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰھُمْ سِنِیْنَ

کیا آپ نے اس بات پر غور فرمایا اگر ہم انھیں کافی عرصے تک مہلت دے بھی دیں۔

(۲۰۶) ثُمَّ جَآءَھُمْ مَّا کَانُوْا یُوْعَدُوْنَ

پھر بھی وہ عذاب آ کر رہے گا جس سے انھیں ڈرایا جاچکا ہے۔

(۲۰۷) مَآ اَغْنٰی عَنْھُمْ مَّا کَانُوْا یُمَتَّعُوْنَ

اور جو سامان عیش وعشرت انھیں دیا گیا تھا وہ ان کے کسی کام نہ آیا۔

یعنی سامان عیش وعشرت کا مہیا ہونا ان سے عذاب کو ٹالنے اور عذاب میں کمی کرنے کے لیے کسی کام نہ آیا۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دکھلایا گیا کہ آنحضرتؐ کے تشریف لے جانے کے بعد بنی امیہ ان کے منبر پر چڑھے ہوئے ہیں اور وہ لوگوں کو سیدھے راستے سے پلٹا کر گمراہ کر رہے ہیں تو آنحضرتؐ نہایت غمگین اور حزین ہوئے جبرئیل امینؑ نازل ہوئے اور فرمایا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کو ملول وحزین کیوں دیکھ رہا ہوں فرمایا اے جبریلؑ میں نے آج کی شب خواب میں یہ دیکھا ہے کہ بنی امیہ میرے منبر پر چڑھے بیٹھے ہیں اور لوگوں کو صراطِ مستقیم سے الٹی طرف پلٹا کر گمراہ کر رہے ہیں جبرئیل امین علیہ السّلام نے فرمایا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا ہے یہ وہ بات ہے مجھے جس کی کوئی خبر نہیں وہ آسمان کی طرف بلند ہوئے اور کچھ ہی دیر میں قرآن مجید کی یہ آیت لے کر نبی اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے جس سے ان کو اطمینان ہو رہا تھا فرمایا اَفَرَءَیْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰھُمْ سِنِیْنَ اور نازل فرمایا اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ فرمایا خداوند عالم نے لیلۃ القدر (شب قدر) کو اپنے نبی کے لیے بنی امیہ کے ہزار مہینوں کی حکومت سے بہتر قرار دیا ہے۔[۱]

(۲۰۸) وَمَآ اَھْلَکْنَا مِنْ قَرْیَۃٍ اِلَّا لَھَا مُنْذِرُوْنَ

اور ہم نے جس بستی والوں کو ہلاک کیا ان کے لیے پہلے سے ڈرانے والے بھیجے تھے تاکہ وہ بستی والوں کو ڈرائیں حجت کو لازم قرار دینے کے لیے۔

---

(۱) الکافی، ج ۴، ص ۱۵۹، ح ۱۰

ذِكْرٰى ۛ وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۲۰۹﴾
وَ مَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۱۰﴾
وَ مَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَ مَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۲۱۱﴾ ؕ
اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ﴿۲۱۲﴾ ؕ
فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ﴿۲۱۳﴾ ۚ
وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿۲۱۴﴾ ۙ
وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۱۵﴾ ۚ

---

(۲۰۹) جو یاد دہانی کرانے والے تھے اور ہم ظالم نہیں ہیں۔
(۲۱۰) اور اس کتاب کو شیاطین لے کر نازل نہیں ہوئے۔
(۲۱۱) اور یہ کام نہ تو ان کے لیے مناسب تھا اور نہ ہی ان کے بس میں تھا۔
(۲۱۲) انھیں تو اس کی سماعت تک سے دور رکھا گیا ہے۔
(۲۱۳) لہٰذا تم اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پکارو۔ ورنہ تم بھی سزا پانے والوں میں شامل ہو جاؤ گے۔
(۲۱۴) اور اے نبی آپ اپنے قریبی رشتے داروں کو ڈرائیے۔
(۲۱۵) اور صاحبانِ ایمان میں سے جو لوگ آپ کی پیروی کرنے والے ہیں آپ ان کے لیے اپنے بازوؤں کو جھکائے رکھیے۔

---

(۲۰۹) ذِكْرٰى ۛ وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ
یاد دہانی کرانے والے اور ہم ظالم نہیں ہیں۔ کہ ڈرانے سے پہلے انھیں ہلاک کر دیں۔
(۲۱۰) وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ
اور اس کتاب کو شیاطین لے کر نازل نہیں ہوئے۔
جیسا کہ مشرکین گمان کرتے ہیں کہ یہ قرآن بھی ویسا ہی ہے جیسے شیاطین کاہنوں کے دل میں اپنی باتیں ڈال دیتے ہیں۔
(۲۱۱) وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ
اور نہ ہی یہ کام ان کے مناسب تھا۔

یعنی یہ ان کے لیے درست نہ تھا وہ قرآن لے کر نازل ہوتے۔

وَمَا يَسْتَطِيعُونَ

اور نہ ہی یہ ان کے بس میں تھا۔ وہ اس بات پر قادر نہ تھے۔

(۲۱۲) اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ

انھیں تو اس کی سماعت تک سے دور رکھا گیا ہے۔

یعنی وہ فرشتوں کے کلام کو نہیں سن سکتے۔

لَمَعْزُوْلُوْنَ کا مفہوم ہے کہ آسمان سے قران کے سننے سے انھیں پھیر دیا گیا ہے ان کے اور ان کی سماعت کے درمیان فرشتوں اور شہاب ثاقب کو حائل کر دیا گیا ہے۔

کہا گیا ہے کہ اس کا سبب یہ ہے کہ یہ صفات ذات کی مشارکت اور فیضان حق کی قبولیت سے مشروط ہے اور ان شیاطین کے نفوس خبیثہ، ظلمانیہ اور شرانگیز ہیں۔[1]

(۲۱۳) فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ

لہٰذا تم اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پکارو ورنہ تم بھی سزا پانے والوں میں شامل ہو جاؤ گے۔

یہ جملہ اس قول کے مصداق ہے ایاک اعنی و اسمعی یا جارہ یعنی خطاب پیغمبر اکرمؐ سے ہے لیکن سنانا دوسروں کو مقصود ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس شرک سے منزہ ہے آپ نے ایک لمحے کے لیے بھی اللہ کی ذات میں کسی کو شریک قرار نہیں دیا۔

(۲۱۴) وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ

اور اے نبیؐ آپ اپنے قریبی رشتے داروں کو ڈرایئے۔

اس لیے کہ ان کا معاملہ نہایت اہم اور ان کی شان نہایت اہمیت کی حامل ہے۔

کتاب عیون اور مجالس میں امام رضا علیہ السّلام سے مروی ہے وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ورھطک المخلصین فرمایا ایسا ہی ہے ابی بن کعب کی قرأت میں اور یہ ثابت ہے مصحف عبداللہ بن مسعود میں بھی فرمایا کہ یہ منزلت کی رفعت، فضل عظیم اور شرفِ عالی ہے کہ اللہ نے عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ سے آل کو مراد لیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا ذکر کیا ہے۔[2]

اور تفسیر مجمع البیان میں اس قرأت کو امام جعفر صادق علیہ السّلام اور ابن مسعود کی جانب نسبت دی گئی ہے۔

تفسیر قمی میں ہے فرمایا یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی ہاشم کو اکٹھا کیا اور وہ کل چالیس افراد تھے ان میں سے ہر ایک بھیڑ کے چھوٹے بچے کا گوشت کھانے والا اور مشک بھر پانی پینے والا تھا ان

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل، ج ۲، ص ۱۶۷

(۲) عیون اخبار الرضا، ج ۱، ص ۲۳۱، ح ۱، باب ۲۳ والا مالی شیخ صدوق، ص ۴۲۳، ج ۱، مجلس ۷۹

سب کے لیے بہت کم کھانا تیار کرایا ان سب نے کھا لیا اور سیر ہو گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کون اس کام میں میرا وصی میرا وزیر اور میرا خلیفہ ہوگا؟ تو ابولہب نے کہا یقین ہے کہ محمدؐ نے تم پر جادو کر دیا ہے سب چلے گئے جب دوسرا دن ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا تو ایسا ہی کیا گیا پھر انھیں دودھ پلایا گیا یہاں تک کہ وہ سیر ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے کہا تم میں سے کون میرا وصی میرا وزیر اور میرا خلیفہ ہوگا؟ ابولہب نے کہا یقینا محمد نے جادو کر دیا ہے سب لوگ متفرق ہو گئے۔

جب تیسرا دن ہوا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا اور پہلے کی طرح دعوت کا انتظام کیا گیا پھر انھیں دودھ بھی پلایا گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا تم میں سے کون میرا وصی، میرا وزیر بنے گا اور میرے وعدوں کو پورا کرے گا اور میرے قرض ادا کرے گا تو علی علیہ السّلام کھڑے ہوئے اور وہ اس وقت کم سن تھے اور ان کی پنڈلیاں کمزور تھیں اور ان کے پاس مال دنیا کم تھا انھوں نے کہا ''انا یا رسول اللہ'' اے اللہ کے رسولؐ میں اس کام کے لیے حاضر ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم ہی اس کام کے لیے موزوں ہو۔[1]

تفسیر مجمع البیان میں طریق عامہ سے ایسی ہی روایت ملتی ہے اس کے آخر میں یہ اضافہ ہے قوم اٹھی اور وہ ابوطالب سے کہہ رہے تھے تم اپنے بیٹے کی اطاعت کرو اسے تم پر حاکم بنایا گیا ہے۔[2]

اور علل الشرائع میں بھی اس اضافے کے ساتھ روایت موجود ہے۔[3]

اور تفسیر قمی میں ورهطك منهم المخلصين کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ اس سے مراد علی بن ابی طالبؑ حضرت حمزہ، حضرت جعفر، امام حسنؑ، امام حسینؑ اور آل محمد صلوات اللہ علیہم میں تشریف لانے والے ائمہ علیہم السّلام ہیں۔[4]

(۲۱۵) وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

اور صاحبانِ ایمان میں سے جو لوگ آپ کی پیروی کرنے والے ہیں آپ ان کے لیے اپنے بازوؤں کو جھکائے رہیے۔

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ کا مفہوم ہے لین جانبک اپنے بازوؤں کو جھکائے رکھیے۔

یہ لفظ مستعار لیا گیا ہے ''خفض الطائر'' سے جب پرندہ زمین پر اترنے کے لیے اپنے پروں کو سمیٹتا ہے۔

کتاب مصباح الشریعہ میں ہے امام صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی عزیز ترین مخلوق اور سیّد الکونین حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تواضع کا حکم دیا ہے اور فرمایا وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اور تواضع کہتی ہے خشوع خشیت (خوف ربانی) اور حیا کی اور یہ سب واضح اور اجاگر نہیں ہوتے مگر خشوع سے اور خشوع کے اندر اور مکمل اور حقیقی شرف مسلم نہیں ہوتا مگر اس کے لیے جو ذات خداوندی میں متواضع ہو۔[5]

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۲۴ (۲) مجمع البیان، ج ۷-۸، ص ۲۰۹

(۳) علل الشرائع، ص ۱۷۰، ح ۲، باب ۱۳۳ (۴) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۲۶ (۵) مصباح الشریعہ، ص ۷۴، باب ۳۲

فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۱۶﴾
وَ تَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ ﴿۲۱۷﴾
الَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ ﴿۲۱۸﴾
وَتَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ ﴿۲۱۹﴾
اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۲۲۰﴾
هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّیٰطِیْنُ ﴿۲۲۱﴾
تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِیْمٍ ﴿۲۲۲﴾

---

(۲۱۶) پس اگر وہ آپ کی نافرمانی کرتے ہیں تو آپ فرما دیجیے کہ میں تمھارے عمل سے بیزاری کا اعلان کرتا ہوں۔

(۲۱۷) اور اس ہستی پر توکل کیجیے جو غالب اور مشفق و مہربان ہے۔

(۲۱۸) وہ دیکھتا ہے جب آپ قیام فرماتے ہیں۔

(۲۱۹) اور سجدہ کرنے والوں میں آپ کی گردش کو بھی (ملاحظہ فرماتا ہے)

(۲۲۰) بے شک وہی ہے جو سمیع اور علیم ہے۔

(۲۲۱) اے لوگو! کیا میں تمھیں بتاؤں کہ شیاطین کس پر اترتے ہیں۔

(۲۲۲) وہ اترتے ہیں ہر جھوٹ گھڑنے والے اور گناہ گار پر۔

---

(۲۱۶) فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ

پس اگر وہ آپ کی نافرمانی کرتے ہیں تو آپ فرما دیجیے کہ میں تمھارے عمل سے بیزاری کا اعلان کرتا ہوں۔

تفسیر قمی میں ہے فَاِنْ عَصَوْكَ یعنی آپ کے بعد ولایت علی علیہ السّلام اور ائمہ علیہم السّلام کی ولایت کے بارے میں آپ کی نافرمانی کریں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معصیت ان کے دنیا سے چلے جانے کے بعد ویسی ہی ہے جیسی ان کی ظاہری حیات میں تھی۔[۱]

(۲۱۷) وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ

اور اے نبیؐ اس ہستی پر توکل کیجیے جو غالب اور مشفق و مہربان ہے۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۲۶

جو دشمنوں کو مغلوب کرنے پر قدرت رکھتا ہے اور اولیا کی نصرت پر قادر ہے جو بھی آپ کے حکم کی نافرمانی کرے گا اللہ اس کے لیے کافی ہے۔

(۲۱۸) الَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ

وہ دیکھتا ہے جب آپ قیام فرماتے ہیں۔

(۲۱۹) وَتَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ

اور سجدہ کرنے والوں میں آپ کی گردش کو بھی (ملاحظہ فرماتا ہے)

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا اللہ دیکھ رہا تھا جب آپ نبوت کے لیے قیام فرما رہے تھے۔ وَتَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ (اور سجدہ کرنے والوں میں آپ گردش کر رہے تھے) فرمایا انبیاء علیہم السّلام کے اصلاب میں تھے۔[۱]

مجمع البیان میں صادقین سے مروی ہے دونوں نے فرمایا کہ اس سے مراد ہے کہ انبیا کے اصلاب میں تھے ایک نبی کے بعد دوسرا نبی یہاں تک کہ یہ اپنے والد کے صلب سے باہر تشریف لائے آدمؑ سے لے کر ان کے والد تک سب کا سلسلہ نکاح سے جڑا ہوا تھا ان میں کہیں بھی سفاح (بدکاری) کا عُنصُر نہ تھا۔[۲]

امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم لوگ نہ مجھ سے پہلے اٹھاؤ اور نہ مجھ سے پہلے رکھو کیوں کہ میں جس طرح سامنے سے دیکھتا ہوں اسی طرح پیچھے سے دیکھ رہا ہوں پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔[۳]

میں (فیض کا ثانی) کہتا ہوں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ تم نماز میں نہ مجھ سے پہلے اپنے سروں کو اٹھاؤ اور نہ مجھ سے پہلے اپنے سروں کو زمین پر رکھو۔

(۲۲۰) اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

بے شک وہی ہے جو سمیع اور علیم ہے۔

(۲۲۱) هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّیٰطِیْنُ

اے لوگو! کیا میں بتاؤں کہ شیاطین کس پر اترتے ہیں۔

جب یہ واضح کر دیا کہ قرآن مجید کے لیے یہ مناسب اور درست نہیں ہے کہ شیاطین اسے لے کر نازل ہوں۔ تو پھر اس بیان کے ذریعے تاکید کی کہ شیاطین کس پر اترتے ہیں۔

(۲۲۲) تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِیْمٍ

شیاطین نازل ہوتے ہیں ہر جھوٹے اور بے حد گناہ گار پر۔

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۲۵ (۲) مجمع البیان، ج ۷-۸، ص ۲۰۷ (۳) مجمع البیان، ج ۷-۸، ص ۲۰۷

يُلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ﴿۲۲۳﴾
وَ الشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿۲۲۴﴾
اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ﴿۲۲۵﴾
وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۲۲۶﴾
اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ ذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ وَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾

(۲۲۳) سنی سنائی باتیں کانوں میں ڈالتے ہیں اور ان میں سے اکثر جھوٹے ہیں۔
(۲۲۴) شعرا وہ ہیں کہ بہکے ہوئے لوگ جن کے پیچھے چلا کرتے ہیں۔
(۲۲۵) کیا تم نے دیکھا نہیں کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔
(۲۲۶) اور وہ ایسی باتیں کہتے ہیں جن پر خود عمل نہیں کرتے۔
(۲۲۷) مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیکیوں کے کام کرتے رہے اور اللہ کو بہت زیادہ یاد رکھا اور جب ان پر ظلم ہوا تو اس کے بعد انھوں نے اس کا بدلہ لیا اور ظالموں کو جلد ہی پتا چل جائے گا کہ کس انجام سے ان کا سابقہ ہوگا۔

(۲۲۳) يُلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ
(یعنی یہ جھوٹے) سنی سنائی باتیں کانوں میں ڈالتے ہیں اور ان میں سے اکثر جھوٹے ہیں۔
یہ جھوٹے لوگ شیاطین کی طرف اپنے کانوں کو لگائے رکھتے ہیں تو ان سے ظنیّات (شک و شبہے کی باتیں) سنتے ہیں اور ان کی علامات دیکھتے ہیں تو وہ اپنے علم کی کمی کے سبب اپنے تخیلّات کی بنیاد پر اس کے ساتھ ایسی چیزیں شامل کر لیتے ہیں جن میں سے اکثر مطابقت نہیں رکھتیں۔
کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ کوئی دن اور رات ایسی نہیں ہے کہ جس میں تمام جنات اور شیاطین ائمہ ضلالت (گمراہوں کے امام) سے ملاقات نہ کرتے ہوں اور اتنی ہی تعداد میں فرشتے ائمہ ہدی (ہدایت کے امام) سے ملاقات کرتے ہیں تو جب شب قدر آتی ہے تو اس شب میں فرشتے ولی امر پر نازل ہوتے ہیں خداوند عالم انھیں خلق فرماتا ہے یا یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فراہم کرتا ہے اتنی ہی تعداد میں شیاطین کو پھر وہ گمراہی کے سرپرست سے ملاقات کرتے ہیں وہ لوگ اس کے لیے جادوگری اور جھوٹ لاتے ہیں یہاں تک کہ

صبح ہو جاتی ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں نے ایسا اور ایسا دیکھا اور اگر وہ خود وَلی امر سے اس بارے میں دریافت کرے تو وہ کہے گا میں نے دیکھا ہے کہ شیطان نے تمھیں یہ کچھ بتلایا اور وہ اچھی طرح اس بات کی وضاحت کریں گے اور وہ لوگ جس گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں ان سے انھیں آگاہ کرے گا۔[۱]

کتاب خصال میں امام صادق علیہ السلام سے اس آیت کے ذیل میں مروی ہے کہ وہ سات افراد ہیں، مغیرہ، بنان، صائد، حمزہ بن عمارہ بربری، حارثِ شامی اور عبداللہ بن الحارث اور ابوالخطاب۔[۲]

(۲۲۴) وَ الشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ

اور شعرا وہ ہیں کہ بہکے ہوئے لوگ جن کے پیچھے چلا کرتے ہیں۔

کہا گیا ہے یہ نیا جملہ ہے اور اس بات کو باطل کرتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شاعر ہیں جیسا کہ مشرکین سمجھتے ہیں یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیروکار گمراہ نہیں ہیں تو بھلا وہ شاعر کیسے ہو سکتے ہیں۔[۳]

تفسیر قمی میں ہے یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جنھوں نے اللہ کے دین کو بدل دیا اور حکم خداوندی کی مخالفت کی کیا تم نے دیکھا ہے کہ کسی نے شاعر کا اتباع کیا ہو اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رائے سے دین کو گھڑ لیا اور لوگوں نے اس کا اتباع شروع کر دیا۔[۴]

کتاب معانی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے اس آیت کے ذیل میں فرمایا کیا تم نے کسی شاعر کو دیکھا ہے کہ کسی نے اس کا اتباع کیا ہو یہ ایک ایسی قوم کے لوگ تھے جنھوں نے غیر اللہ کے لیے دین کو سمجھا تو وہ خود بھی گم راہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔[۵]

تفسیر مجمع البیان میں عیاشی سے روایت ہے وہ امام صادق علیہ السلام سے روایت بیان نقل کرتے ہیں کہ وہ ایسی قوم تھی جنھوں نے بغیر علم کے علم حاصل کرنے اور اسے سمجھنے کی سعی لاحاصل کی تو وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو گمراہ کر دیا۔

کتاب اعتقادات میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا کہ اس سے مراد قصہ گو (داستان گو) افراد ہیں۔[۶]

(۲۲۵) اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ كُلِّ وَادٍ یَّهِیْمُوْنَ

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔

کہا گیا ہے کہ اس کا سبب یہ ہے کہ شعرا کے اکثر کلمات صرف خیالات اور تخیلات ہوتے ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔[۷]

---

(۱) الکافی، ج۱، ص ۲۵۲-۲۵۳، ح۹
(۲) الخصال ص ۴۰۲ ح ۱۱۱ باب ۷
(۳) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۱۶۹
(۴) تفسیر قمی ج ۲ ص ۱۲۵
(۵) معانی الاخبار ص ۳۸۵ ح ۱۹
(۶) مجمع البیان ج ۷-۸ ص ۲۰۸
(۷) الاعتقادات فی دین الامامیہ، ص ۸۴، باب ۳۹

تفسیر قمی ہے کہ وہ باطل چیزوں سے مناظرہ کرتے ہیں اور گمراہوں کے دلائل و براہین سے مجادلہ اور مباحثہ کرتے ہیں اور ہر مذہب پر چل پڑتے ہیں یعنی ان میں وہ لوگ ہیں جو دین خدا کو متغیر کرتے ہیں۔[۱]

(۲۲۶) وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ

اور وہ ایسی باتیں کہتے ہیں جن پر خود عمل نہیں کرتے۔

فرمایا وہ لوگوں کو نصیحت کرتے ہیں لیکن خود اس نصیحت پر عمل پیرا نہیں ہوتے وہ دوسروں کو بری باتوں سے روکتے ہیں لیکن خود اس سے باز نہیں رہتے وہ امر بالمعروف کرتے ہیں لیکن خود عمل نہیں کرتے۔[۲]

فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے حقوقِ آل محمد کو غصب کیا تھا۔[۳]

(۲۲۷) اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا

مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیکیوں کے کام کرتے رہے اور انھوں نے اللہ کو بہت یاد رکھا اور جب ان پر ظلم ہوا تو انھوں نے اس کا بدلہ لیا۔

کہا گیا ہے کہ یہ استثنا ہے ان شعرا کے لیے جو صاحبانِ ایمان ہیں جو صالحین ہیں اور اکثر اللہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں اور ان کے اکثر اشعار توحید، اللہ تعالیٰ کی ثنا و توصیف، اور اس کی اطاعت پر آمادہ کرنے کے لیے ہوتے ہیں اور اگر وہ کسی کی ہجو کرتے ہیں تو ان کا مقصود کُفّار نے ان کی جو ہجو کی تھی اس کا بدلہ لینا ہوتا ہے اور مسلمانوں کی ہجو کی مدافعت ہوتی ہے جیسے حسان بن ثابت، کعب بن مالک اور کعب بن زبیر کے اشعار۔[۴]

تفسیر قمی میں ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آل محمد صلوات اللہ علیہم اور ان کے شیعوں کا ذکر کیا ہے جو ہدایت یافتہ ہیں فرمایا اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الخ۔[۵]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں دونوں معانی مراد لیتے ہوئے بھی ان دونوں تفسیروں میں توفیق ممکن ہے اس لیے کہ باطل پرستوں کے دلائل جن کا تعلق جھگڑا کرنے والوں سے ہے ان کے بھی اکثر خیالات شعر کی مانند ہوتے ہیں جن میں حقیقت کا کوئی گزر نہیں ہوتا اور ایسا جھوٹ کا پلندہ ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا جیسے شعرا کی باتیں تو دونوں فریق ایک ہی جیسے ہیں اس لیے کہ یہ ہر وادی میں بھٹکتے رہتے ہیں اور ایسی باتیں کہتے ہیں جن پر خود عمل نہیں کرتے جہاں تک گمراہوں کی اتباع کا ذکر ہے تو یہ اس کو مدنظر رکھتے ہوئے ہے جسے گمراہ کرنے کی سرپرستی حاصل ہے جن کا تعلق مذاہب باطلہ سے ہے تو حدیث میں ایک مفہوم کا انکار صرف اسی معنی میں حصر کرنے سے انکار کی طرف لوٹتا ہے پھر شعر مذموم (ناپسندیدہ) سے مراد کلام منظوم ہے اپنے منظوم ہونے کے اعتبار سے اور یہ کیسے ہوسکتا ہے، کیوں کہ شعر میں حکمت کی باتیں ہوتی ہیں اس سے مراد کلام منظوم ہے اور اس میں پندو نصیحت کی باتیں ہوتی ہیں اور انھی اشعار میں اللہ کی حمد و ثنا ہوتی ہے اور اس کے اولیا کی تعریف و توصیف ہوتی ہے

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۲۵ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۲۵ (۳) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۲۵
(۴) البیضاوی انوار التنزیل، ج ۲، ص ۱۶۹ (۵) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۲۵

بلکہ جسے ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے وہ اس اعتبار سے کہ حرام سے تشبیب (کسی عورت کے محاسن اور اوصاف کا بیان) ہو اور عزت و احترام کی دھجیاں اڑائی جائیں اور جو قابل مدح اور لائق ستائش نہ ہو اس کی تعریف کی جائے اور اسی قبیل کی باتیں۔

کتاب عیون میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا۔

من قَالَ فینا بیت شعر بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ۔

جو بھی ہمارے بارے میں شعر کی ایک بیت کہے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنا دے گا۔[۱]

اور فرمایا کہ جب بھی کوئی کہنے والا ہمارے بارے میں شعر کہتا ہے تو اسے روح القدس (جبرئیل میں) کی تائید حاصل ہوتی ہے۔[۲]

تفسیر مجمع البیان میں کعب بن مالک سے مروی ہے انھوں نے دریافت کیا یا رسول اللہؐ آپ شعرا کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا کہ مومن اپنی تلوار اور زبان دونوں سے جہاد کرتا ہے اور جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے یہ شعرا گویا انھیں تیر سے مارتے ہیں فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسان بن ثابت سے تم ان کی ہجو کرو یا ہجو کا جواب دو روح القدس تمھارے ساتھ ہوں گے۔[۳]

کتاب جوامع میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعب بن مالک سے فرمایا تم ان کی ہجو کرو جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے یہ اشعار ان پر تیر سے زیادہ سخت ہوں گے۔[۴]

کتاب کشی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اے شیعو! تم اپنی اولاد کو عبدی (سفیان بن معصب العبدی الکوفی ملقب ابی محمد العبدی شاعر اہل بیت دوسری صدی ہجری کا شاعر امام صادق علیہ السلام کے دور میں تھا) کے اشعار کی تعلیم دو کیوں کہ وہ اللہ کے دین پر تھا۔[۵]

کتاب معانی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا کہ ذکر کثیر سے کیا مراد ہے؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نے بھی تسبیح فاطمہ زہراؑ پڑھی تھی تو گویا کہ اس نے اللہ کا بہت زیادہ ذکر کیا۔[۶]

کتاب کافی میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کا ذکر پوشیدہ طور سے کیا تو گویا کہ اس نے ذکر کثیر کیا کیوں کہ منافقین علانیہ طور سے تو اللہ کا ذکر کرتے ہیں مگر پوشیدہ طور سے اللہ کا ذکر نہیں کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا... یُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا قَلِیْلًا (النساء ۱۴۲) وہ لوگوں کو دکھانے کے لیے یہ کرتے ہیں وہ اللہ کا ذکر نہیں کرتے مگر بے حد کم۔[۷]

---

(۱) عیون اخبار الرضا، ج۱، ص۷ (۲) عیون اخبار الرضا، ج۱، ص۷ (۳) مجمع البیان، ج۷-۸، ص۲۰۸
(۴) جوامع الجامع، ج۳، ص۱۷۵ (۵) اختیار معرفۃ الرجال معروف برجال کسی، ج۲، ص۷۰۴
(۶) معانی الاخبار، ص۱۹۳، ح۵ (۷) الکافی، ج۲، ص۵۰۱، ح۲

وَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ

اور ظالموں کو جلد ہی پتا چل جائے گا کہ کس انجام سے ان کا سابقہ ہوگا۔

تفسیر قمی میں ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمنوں کا تذکرہ کیا اور جنھوں نے ظلم ڈھائے تھے ان کا ذکر کیا ہے اور فرمایا وَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا جنھوں نے آل محمدؐ کے حق کو غصب کیا انھیں پتا چل جائے گا الخ۔[1]

کتاب ثواب الاعمال اور مجمع البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو بھی تینوں طواسین والی سورتیں[2] شب جمعہ میں تلاوت کرے گا وہ اولیا اللہ میں سے ہوگا اور اس کا ہمسایہ ہوگا اور اس کے قریب ہوگا اور اسے دنیا میں ہرگز فقروفاقہ کا سامنا نہ ہوگا اور اسے آخرت میں جنت میں سے وہ کچھ ملے گا جس سے یہ راضی ہو جائے گا بلکہ اس کی رضا مندی سے بھی زیادہ نصیب ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس کی شادی سو (۱۰۰) حورالعین سے کرا دے گا اور مجمع البیان میں یہ اضافہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے جنت عدن میں جنت کے درمیان انبیاء اور مرسلین اور اوصیائے راشدین کے ساتھ رکھے گا۔[3]

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۲۵

(۲) سورۂ شعرا نمبر ۲۶ اور سورۂ نمل نمبر ۲۷ اور سورۂ قصص نمبر ۲۸

(۳) ثواب الاعمال، ص ۱۰۹، مجمع البیان، ج ۷۔۸، ص ۱۸۳

سورۃ النمل

سورۂ نمل مکی سورہ ہے مکہ مکرمہ میں نازل ہوا اور اس میں ۹۳ آیتیں ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

طٰسٓ ۟ قف تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡقُرۡاٰنِ وَ کِتَابٍ مُّبِیۡنٍ ۙ﴿۱﴾

ہُدًی وَّ بُشۡرٰی لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ۙ﴿۲﴾

الَّذِیۡنَ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ وَ یُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوۃَ وَ ہُمۡ بِالۡاٰخِرَۃِ ہُمۡ یُوۡقِنُوۡنَ ﴿۳﴾

اِنَّ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَۃِ زَیَّنَّا لَہُمۡ اَعۡمَالَہُمۡ فَہُمۡ یَعۡمَہُوۡنَ ؕ﴿۴﴾

اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ لَہُمۡ سُوۡٓءُ الۡعَذَابِ وَ ہُمۡ فِی الۡاٰخِرَۃِ ہُمُ الۡاَخۡسَرُوۡنَ ﴿۵﴾

وَ اِنَّکَ لَتُلَقَّی الۡقُرۡاٰنَ مِنۡ لَّدُنۡ حَکِیۡمٍ عَلِیۡمٍ ﴿۶﴾

اللّٰہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت مشفق ہے

(۱) طاسین یہ قرآن اور واضح کتاب کی آیات ہیں۔

(۲) ہدایت اور بشارت ہیں ان مومنین کے لیے۔

(۳) جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوۃ دیتے ہیں اور آخرت پر مکمل یقین رکھتے ہیں۔

(۴) بلاشبہہ جو لوگ آخرت کے قائل نہیں ہیں ان کے لیے ہم نے ان کے اعمال کو خوش نما بنا دیا ہے اس لیے وہ بھٹکتے پھر رہے ہیں۔

(۵) یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے بری سزا ہے اور آخرت میں یہ لوگ سب سے زیادہ خسارے میں ہوں گے۔

(۶) اور اے محمد یہ قرآن آپ کو ایک حکیم و علیم ہستی کی جانب سے دیا جا رہا ہے۔

---

(۱) طٰسٓ ۟ قف تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡقُرۡاٰنِ وَ کِتَابٍ مُّبِیۡنٍ

طٰسٓ یہ قرآن اور واضح کتاب کی آیات ہیں۔

کتاب معانی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ طٰسٓ کا مفہوم ہے انا الطالب السمیع میں طلب کرنے والا اور سننے والا ہوں۔[۱]

---

(۱) معانی الاخبار، ص ۲۲، ح ۱

آیت نمبر ا سے ۴ تک ترجمہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔

زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ

ہم نے ان کے اعمال کو خوش نما بنا دیا ہے۔

یعنی ان کی طبیعتوں اور مزاج کی خواہش کے مطابق بنا دیا ہے جو ان کے دلوں کو محبوب ہے۔

فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ

وہ لوگ ان اعمال کے سبب حیرانی کے عالم میں بھٹکتے پھر رہے ہیں ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ وہ کس چیز کا اتباع کر رہے ہیں۔

(۵) اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ

یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے بری سزا ہے۔

جیسے قتل ہونا اور غزوۂ بدر میں قید ہونا۔

وَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ

اور آخرت میں یہ لوگ سب سے زیادہ خسارے میں ہوں گے۔

تمام انسانوں سے زیادہ خسارے میں کیوں کہ ثواب بھی ہاتھ سے جاتا رہا اور یہ سزا کے مستحق قرار پائے۔

(۶) وَ اِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ

اور اے محمدؐ یہ قرآن آپ کو دیا جا رہا ہے۔

مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ

ایک صاحب حکمت اور علیم ہستی کی جانب سے۔

اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖۤ اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا ؕ سَاٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِیْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۝۷

فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِیَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِی النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝۸

یٰمُوْسٰۤى اِنَّهٗۤ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝۹

وَاَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّ لَمْ یُعَقِّبْ ؕ یٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ ۫ اِنِّیْ لَا یَخَافُ لَدَیَّ الْمُرْسَلُوْنَ ۝۱۰

اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًۢا بَعْدَ سُوْٓءٍ فَاِنِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝۱۱

---

(۷) یاد کیجیے جب موسیٰؑ نے اپنے گھر والوں سے کہا تھا کہ مجھے آگ سی محسوس ہو رہی ہے یا تو میں وہاں سے کوئی خبر لے کر آتا ہوں یا دہکتا ہوا انگارہ لے آتا ہوں تاکہ تم تاپ سکو۔

(۸) جب وہ اس جگہ پہنچے تو آواز آئی مبارک ہو جو اس آگ میں جلوہ دکھا رہا ہے اور جو اس کے اردگرد جلوہ نما ہے اور پاک ہے اللہ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

(۹) اے موسیٰؑ میں ہی اللہ ہوں غالب اور باحکمت۔

(۱۰) اے موسیٰؑ اپنا عصا (زمین پر) ڈال دو موسیٰؑ نے جب دیکھا کہ ان کا عصا سانپ کی طرح بل کھا رہا ہے تو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔۔۔ اے موسیٰ ڈرو نہیں میری بارگاہ میں رسول ڈرا نہیں کرتے۔

(۱۱) مگر جو قصوروار ہو پھر اگر اس نے برائی کے بعد اسے اچھائی میں تبدیل کر دیا ہو تو بے شک میں بخشنے والا، مہربان ہوں۔

---

(۷) اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖۤ اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا

یاد کیجیے جب موسیٰؑ نے اپنے گھر والوں سے کہا تھا مجھے آگ سی محسوس ہو رہی ہے۔

سَاٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ

میں وہاں سے کوئی خبر لے کر آتا ہوں۔

یعنی راستے کے بارے میں معلومات حاصل کر کے آتا ہوں کیوں کہ وہ راستا گم کر چکے تھے۔

اَوْ اٰتِیْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ

یا دہکتا ہوا انگارہ لے آتا ہوں۔

بِشِهَابٍ قَبَسٍ کے معنی ہیں آگ کا شعلہ جسے آگ سے جدا کیا جائے۔

''سَاٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ'' اور ''اَوْ اٰتِیْكُمْ بِشِهَابٍ'' میں حرف ''با'' کے ساتھ تعدیہ گمان کی بنیاد پر ہے اور اسی لیے سورۂ طٰہٰ آیت نمبر ۱۰ میں... لَّعَلِّیْۤ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ... کہا ہے اور اس جملے میں امید کا صیغہ استعمال کیا ہے اور تردید ہے اس بات کو واضح کرنے کے لیے کہ اگر دونوں پر کامیاب نہ ہو سکے تو ایک میں انھیں کامیابی مل گئی ہے ظاہری امر پر بنیاد رکھتے ہوئے اور اللہ پر بھروسا کرتے ہوئے۔

لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ

اس امید پر کہ تم اسے تاپ سکو اور گرمی حاصل کرو۔

(۸) فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِیَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِی النَّارِ

جب وہ اس جگہ پہنچے تو آواز آئی مبارک ہو جو اس آگ میں جلوہ دکھا رہا ہے جو آگ کی جگہ میں ہے اور وہ بقعۂ مبارکہ ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے قول میں کیا جا چکا ہے۔ ''...نُوْدِیَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ...'' (قصص ۳۰) (انھیں وادی کے دائیں کنارے ایک مبارک جگہ آواز آئی)

وَمَنْ حَوْلَهَا

اور اس کے اردگرد جلوہ نما ہے۔

وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اور پاک ہے اللہ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

ان تمام باتوں سے جن سے اسے پکارا گیا ہے تاکہ اس کا کلام سننے کے بعد یہ تَوَهُّمْ نہ ہو کہ یہ کلام اسی کے مشابہ ہے اور اس امر کی عظمت کی وجہ سے تعجب کے سبب یہ جملہ لایا گیا۔

(۹) یٰمُوْسٰۤی اِنَّهٗۤ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ

اے موسیٰؑ میں ہی اللہ ہوں غالب اور باحکمت۔

میں ہی قوی اور قادر ہوں ان چیزوں پر جو اوہام سے بعید ہیں جیسے عصا کا سانپ بن جانا، میں وہ فاعل ہوں جو ہر کام حکمت و تدبیر سے انجام دیتا ہے۔

(۱۰) وَاَلْقِ عَصَاكَ

(اور انھیں آواز دی گئی کہ) اے موسیٰؑ تم اپنا عصا ڈال دو۔

فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ

جب موسیٰؑ نے عصا کو بل کھاتے ہوئے متحرک دیکھا۔

كَاَنَّهَا جَآنٌّ

گویا کہ وہ سانپ ہو ہلکا پھلکا تیز رفتار۔

وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ

تو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔

لَمْ يُعَقِّبْ کا مفہوم لفظ عقب سے ہے یعنی وہ جنگ جُو جو بھاگنے کے بعد دوبارہ حملہ کرے۔

يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ

اے موسیٰؑ میرے علاوہ کسی اور سے نہ ڈرو مجھ پر بھروسا رکھو۔

اِنِّىْ لَا يَخَافُ لَدَىَّ الْمُرْسَلُوْنَ

میری بارگاہ میں رسولؑ ڈرا نہیں کرتے۔

(۱۱) اِلَّا مَنْ ظَلَمَ

مگر جو قصوروار ہو۔

ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًۢا بَعْدَ سُوْٓءٍ

پھر اگر اس نے برائی کے بعد اسے اچھائی میں تبدیل کر دیا ہو۔

فَاِنِّىْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

تو بے شک میں بخشنے والا، مہربان ہوں۔

کہا گیا ہے کہ اس آیت میں تعریض (دوسرے پر ڈال کر بات کرنا) ہے موسیٰؑ کی طرف کہ انھوں نے قبطی کو مکا مارا تھا اور لفظ ''اِلَّا'' سے استثنا منقطع یا متصل دونوں ہوسکتا ہے اور ''ثُمَّ بَدَّلَ' نیا جملہ ہے جو محذوف پر عطف ہے یعنی مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ ذنبة بالتوبة جس نے ظلم کیا پھر اس نے اپنے گناہ کو توبہ سے تبدیل کر دیا۔[۱]

تفسیر قمی میں ہے کہ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ کے معنی ہیں لَا مَنْ ظَلَمَ نہ وہ جس نے ظلم کیا ہو تو ایک حرف کو دوسرے کی جگہ رکھ دیا۔[۲]

(۱) بیضاوی انوار التنزیل، ج ۲، ص ۱۷۱ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۲۶

وَ اَدْخِلْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ۫ فِيْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ قَوْمِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۱۲﴾
فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۳﴾
وَجَحَدُوْا بِهَا وَ اسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّ عُلُوًّا ؕ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۴﴾

(۱۲) اور اے موسیٰؑ تم اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو تو وہ بغیر کسی عیب کے چمکتا ہوا نکلے گا یہ نو نشانیوں میں سے دو نشانیاں فرعون اور اس کی قوم کے لیے ہیں یقیناً وہ فاسق قوم تھی۔
(۱۳) مگر جب ہماری واضح اور روشن نشانیاں ان کے سامنے آئیں تو انھوں نے کہا یہ تو کھلا جادو ہے۔
(۱۴) انھوں نے ظلم اور سرکشی کی بنیاد پر ان نشانیوں کا انکار کر دیا حالاں کہ ان کے دل ان کے قائل ہو چکے تھے دیکھو تو سہی ان فسادیوں کا انجام کیا ہوا۔

(۱۲) وَ اَدْخِلْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ
اور اے موسیٰؑ تم اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو وہ بغیر کسی عیب کے چمک دار نکلے گا۔
سُوْٓءٍ کے معنی ہیں آفت۔
کتاب معانی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا کہ میں غَيْرِ سُوْٓءٍ سے مراد ہے مِنْ غير برص برص کے نشان کے بغیر۔[۱]

فِيْ تِسْعِ اٰيٰتٍ
نو نشانیوں میں۔
یہ دونوں نشانیاں نو نشانیوں میں شامل ہیں یا نو کے علاوہ ہیں۔
نو نشانیاں یہ ہیں:

۱) فلق	سمندر کا شگافتہ ہونا۔
۲) طوفان	زبردست طوفان کا آنا۔
۳) جراد	ٹڈی دل کا فصلوں کو تباہ کرنا۔
۴) قمل	جوئیں۔ چیچڑیاں۔

(۱) معانی الاخبار ص ۱۷۲۔ ۱۷۳ ح ۱

۵) الضفادع مینڈک کی فراوانی۔
۶) الدم خون دریائے نیل اور کنوؤں کا پانی خون رنگ ہو گیا۔
۷) الطمسه آل فرعون کے اموال کو نیست و نابود کرنا۔
۸) الجدب فی بوادیهم اُن کی وادیوں میں خشک سالی۔
۹) والنقصان فی مزارعهم اُن کی کھیتی باڑی کا نقصان پھلوں اور میووں کی کمی۔

اور جو عصا اور ہاتھ کے چمک کو اس میں شمار کرتا ہے وہ آخری دو نشانیوں کو ایک سمجھے اور فلق کو شمار نہ کرے۔اس لیے کہ اسے دے کر فرعون کی طرف نہیں بھیجا گیا ایسا ہی کہا گیا ہے۔[1]

اِلٰی فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ

فرعون اور اس کی قوم کی طرف یقیناً وہ فاسق قوم تھی۔

نشانیوں کو بھیجنے کی علت بیان کی جارہی ہے۔

(۱۳) فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً

پس جب ہماری واضح اور روشن نشانیاں ان کے سامنے آئیں۔

یعنی موسیٰؑ علیہ السّلام ان نشانیوں کو لے کر آئے۔

مُبْصِرَةً کے معنی ہیں واضح اور روشن یہ اسم فاعل ہے جس کا اطلاق اسم مفعول پر ہوتا ہے یعنی آنکھوں کو بہت زیادہ روشن کرنے کی وجہ سے یوں محسوس ہو رہا ہے کہ اس نے خود کو منور کرلیا ہے۔

قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ انھوں نے کہا یہ تو کھلا جادو ہے۔

اس کا جادوئی ہونا واضح ہے اور دکھائی دے رہا ہے۔

(۱۴) وَجَحَدُوْا بِهَا اور انھوں نے ان نشانیوں کا انکار کر دیا۔

ان نشانیوں کو جھٹلایا۔

وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ

حالاں کہ ان کے دل ان کے قائل ہو چکے تھے۔

ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ظلم اور سرکشی کی بنیاد پر۔

اپنے نفسوں پر ظلم ڈھایا اور اپنے آپ کو ایمان اور اطاعت سے بالاتر سمجھا۔

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ

دیکھو تو سہی ان فسادیوں کا انجام کیسا ہوا۔

وہ دنیا میں غرق ہونا ہے اور آخرت میں آتش جہنم میں جلنا ہے۔

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل، ج ۲، ص ۱۷۱

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَ سُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَ قَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵﴾

وَ وَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَ قَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَ اُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۶﴾

وَ حُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ وَ الطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۷﴾

---

(۱۵) اور یقیناً ہم نے ہی داؤدؑ اور سلیمانؑ کو علم سے نوازا ان دونوں نے کہا خدا کا شکر ہے کہ جس نے ہمیں اپنے بہت سے مومن بندوں پر فضیلت عطا کی ہے۔

(۱۶) اور سلیمانؑ، داؤدؑ کے وارث ہوئے اور انھوں نے کہا اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولیاں سکھلائی گئی ہیں اور ہمیں ہر طرح کی چیزیں دی گئی ہیں بے شک یہ اللہ کا واضح فضل ہے۔

(۱۷) اور سلیمانؑ کے لیے جنوں، انسانوں اور پرندوں کے لشکر جمع کیے گئے جنھیں رکھا گیا تھا۔

---

(۱۵) وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَ سُلَيْمٰنَ عِلْمًا

اور یقینا ہم نے ہی داؤدؑ اور سلیمانؑ کو علم سے نوازا یعنی علم کا ایک حصّہ مل گیا یا ''عِلْمًا'' یعنی ہر طرح کا علم عطا کیا گیا۔

وَ قَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ

داؤدؑ اور سلیمانؑ دونوں نے کہا الحمد للہ انھیں جو اللہ کا شکر ادا کرنا تھا ادا کیا اور زبان سے کہا ...اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ

جس نے ہمیں اپنے بہت سے مومن بندوں پر فضیلت عطا کی ہے۔

عبادہ المومنین میں وہ تمام مومنین آجاتے ہیں جن کے پاس علم نہیں یا ان دونوں کو جو علم عطا کیا گیا ہے ویسا علم نہیں ہے اور اس سے علم کی فضیلت اور عالم کے شرف پر دلیل قائم ہوتی ہے۔ اس لیے کہ حضرت داؤد علیہ السّلام اور حضرت سلیمان علیہ السّلام نے علم کی عطا پر شکر رب ادا کیا اور علم کو فضیلت کی بنیاد قرار دیا اور اس کے علاوہ کسی اور چیز کو فضیلت کا معیار قرار نہیں دیا اور انھیں جو ملک عطا کیا گیا ویسا ملک ان کے غیر کو نہیں ملا اور اِس میں عالَم کو آمادہ کیا گیا ہے کہ اللہ نے اسے جس فضل سے نوازا ہے اس پر وہ حمد باری عزاسمہ بجا لائے اور وہ تواضع سے کام لے اور اس بات کا اعتقاد رکھے کہ اگر وہ اکثر مخلوقات سے افضل ہے تو اس سے بھی بہت سوں کو افضل قرار دیا گیا ہے۔

(۱۶) وَ وَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ

اور سلیمانؑ داؤدؑ کے وارث ہوئے۔

ملک و اقتدار اور نبوت میں۔

کتاب کافی میں امام جواد سے مروی ہے آپ سے یہ کہا گیا کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ کم سن ہیں؟ تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السّلام پر وحی کی کہ وہ سلیمان علیہ السّلام کو اپنا جانشین بنا دیں اور وہ اس وقت بچے تھے بکریاں چرایا کرتے تھے تو اس بات کو بنی اسرائیل کے عبادت گزاروں نے پسند نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ پر وحی کی تم ان باتیں بنانے والوں کا عصا لو اور سلیمانؑ کا عصا لو اور دونوں کو ایک گھر میں رکھ دو اور ان دونوں پر قوم کے لوگوں کی مہر لگا دو جب دوسرا دن آئے تو جس کا عصا پتے والا ہو جائے اور اس میں پھل نکل آئیں وہ خلیفہ ہوگا داؤد علیہ السّلام نے انھیں اس بات سے مطلع کیا تو انھوں نے کہا ہم راضی ہیں اور انھوں نے اس بات کو تسلیم کیا۔[۱]

وَقَالَ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ

اور انھوں نے کہا اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولیاں سکھائی گئی ہیں۔

وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ

اور ہمیں ہر طرح کی چیزیں دی گئی ہیں۔

اللہ کی نعمت کی تشبیہ کے لیے اور اس کی تعریف و توصیف کے لیے یہ کہا ہے اور معجزے کا ذکر کر کے لوگوں کو اس کی تصدیق کی دعوت دی ہے۔

کتاب البصائر میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ کسی شخص نے آپ کے سامنے اس آیت کی تلاوت کی تو آپ نے فرمایا کہ یہ اُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ہے یعنی ہمیں ہر شے عطا کی گئی ہے۔[۲]

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ

بے شک یہ اللہ کا واضح فضل ہے جو کسی پر پوشیدہ نہیں ہے۔

کتاب جوامع میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے یعنی ملک اور نبوت۔[۳]

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السّلام کو علم کے ساتھ ساتھ ہر زبان میں گفتگو کا علم، لغات کی معرفت، پرندوں کی بولی چوپایوں اور درندوں کی زبانیں اور جب جنگوں میں شرکت کی تو فارسی زبان میں بھی گفتگو کی تھی اور جب وہ اپنے کارندوں، لشکر والوں اور اہل مملکت کے ساتھ نشست کرتے تھے۔ تو رومی زبان میں گفتگو کرتے تھے اور جب اپنی بیویوں سے تنہائی میں ملتے تھے تو سریانی اور نبطی بولتے تھے اور جب محراب عبارت میں اپنے رب سے مناجات کے لیے کھڑے ہوتے تھے تو عربی زبان میں

---

(۱) الکافی، ج۱، ص ۳۸۳، ح ۳ (۲) بصائر الدرجات، ص ۳۶۲، ح ۳، باب ۱۴

(۳) جوامع الجامع، ج ۳، ص ۱۸۲

مناجات کرتے تھے اور جب وفدوں سے ملاقات اور فیصلہ کرنے کے لیے بیٹھتے تھے تو عبرانی میں بات کرتے تھے۔[۱]

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السّلام اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السّلام کو زمین کے مشارق اور مغارب کے ممالک عطا کیے گئے تھے انھوں نے سات سو سال اور چھ مہینے حکومت کی اور تمام دنیا والوں پر حکومت کی ان میں جنات انسان اور شیاطین تھے چوپائے، پرندے اور درندے شامل تھے اور انھیں ہر شے کا علم عطا کیا گیا اور ہر چیز کی بولی سکھلائی گئی اور انھی کے زمانے میں ایسی عجیب وغریب صنعتیں ایجاد ہوئیں جن کے بارے میں لوگوں نے سنا اور یہ اللہ کا قول ہے عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ۔[۲]

کتاب بصائر میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے وہ امیر المومنین علیہ السّلام سے روایت کرتے ہیں کہ امیر المومنین علیہ السّلام نے ابن عباس سے کہا کہ ہمیں پرندوں کی بولیاں سکھائی گئی ہیں جس طرح حضرت سلیمانؑ بن داؤدؑ کو سکھائی گئی تھیں اور خشکی اور سمندر میں رہنے والے تمام جانوروں کی بولی سکھائی گئی ہے۔[۳]

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ حضرت سلیمانؑ بن داؤدؑ نے کہا... عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَ اُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ کہ ہمیں بھی پرندوں کی بولی سکھائی گئی اور ہمیں ہر شے عطا کی گئی۔[۴]

کتاب کافی میں امام کاظم علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا کہ امام وہ ہوتا ہے جس پر انسانوں میں سے کسی کا کلام مخفی نہیں ہوتا اور نہ ہی پرندے، چوپائے کا اور کسی ایسی چیز کا کلام مخفی نہیں ہوتا جس میں روح ہو جس میں یہ خوبیاں نہ ہوں تو وہ امام نہیں ہے۔[۵]

(۱۷) وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ

اور سلیمانؑ کے لیے جنوں، انسانوں اور پرندوں کے لشکر جمع کیے گئے جنھیں منظم رکھا گیا۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ان میں پہلے کو آخری کے ساتھ روک کر رکھا گیا تھا تا کہ وہ ایک دوسرے سے ملحق رہیں۔[۶]

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۲۶

(۲) مجمع البیان، ج ۷-۸، ص ۲۱۴

(۳) بصائر الدرجات، ص ۳۶۳-۳۶۴، ح ۱۲، باب ۱۴

(۴) بصائر الدرجات، ص ۳۶۴، ح ۱۷، باب ۱۴

(۵) الکافی، ج ۱، ص ۲۸۵، ح ۷

(۶) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۲۹

حَتّٰۤی اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰی وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ یّٰۤاَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا یَحْطِمَنَّكُمْ سُلَیْمٰنُ وَ جُنُوْدُهٗ ۙ وَ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۱۸﴾

فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَ عَلٰی وَالِدَیَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَ اَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۹﴾

وَ تَفَقَّدَ الطَّیْرَ فَقَالَ مَالِیَ لَاۤ اَرَى الْهُدْهُدَ ۫ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآىِٕبِیْنَ ﴿۲۰﴾

لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِیْدًا اَوْ لَاَاْذْبَحَنَّهٗۤ اَوْ لَیَاْتِیَنِّیْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴿۲۱﴾

فَمَكَثَ غَیْرَ بَعِیْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَ جِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ یَّقِیْنٍ ﴿۲۲﴾

---

(۱۸) یہاں تک کہ جب وہ وادیِ نمل (چیونٹیوں کی وادی) میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا اے چیونٹیو! تم سب اپنے اپنے بلوں میں گھس جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ سلیمانؑ اور اس کا لشکر تمھیں پامال کر دے اور انھیں خبر بھی نہ ہو۔

(۱۹) سلیمانؑ چیونٹی کی بات سن کر مسکراتے ہوئے ہنس دیے اور کہا پروردگار مجھے توفیق عطا فرما کہ میں تیری اس نعمت کا شکر ادا کروں جن سے تو نے مجھے اور میرے والدین کو نوازا ہے اور میں ایسا عمل صالح بجالاؤں جو تیری رضا کا موجب ہو اور تو اپنی رحمت سے مجھے اپنے صالح بندوں میں داخل کر دے۔

(۲۰) سلیمانؑ نے اپنے پرندوں کا جائزہ لے کر کہا کہ میں ''ہدہد'' کو نہیں دیکھ رہا ہوں کیا وہ کہیں غائب ہو گیا ہے؟

(۲۱) میں اسے سخت سزا دوں گا یا اسے ذبح کر ڈالوں گا یا یہ کہ وہ میرے سامنے واضح برہان لے کر آئے۔

(۲۲) تھوڑی ہی دیر میں اس نے آ کر کہا میں نے وہ معلومات حاصل کر لی ہیں جو آپ کے علم میں نہیں ہیں میں ''سبا'' سے آپ پاس ایک یقینی خبر لے کر آیا ہوں۔

---

(۱۸) حَتّٰۤی اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰی وَادِ النَّمْلِ

یہاں تک کہ جب وہ وادیِ نمل (چیونٹیوں کی وادی) میں پہنچے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ وہ اپنی کرسی پر بیٹھے اور ہوا نے اسے دوش پر اٹھا لیا اور اسے لے کر وہ وادی نمل سے گزری اور وہ ایسی وادی ہے جس میں سونے اور چاندی اگتے ہیں اور اس پر چیونٹیوں کو محافظ بنایا گیا ہے اور وہ امام صادق علیہ السّلام کا قول ہے کہ اللہ کی ایک وادی ہے جس میں سونا اور چاندی اُگتا ہے اور اللہ نے اس کی حفاظت اپنی کمزور مخلوق سے کی ہے اور وہ چیونٹیاں ہیں اور اگر خراسانی اونٹ بھی وہاں کا قصد کرے تو اس تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔[1]

قَالَتْ نَمْلَةٌ يَّاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ

ایک چیونٹی نے کہا اے چیونٹیو! تم سب اپنے اپنے بلوں میں گھس جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ سلیمانؑ اور اس کا لشکر تمھیں پامال کر دے اور انھیں خبر بھی نہ ہو۔

یہ تمھیں روند ڈالیں گے اگر انھیں علم ہوتا تو ایسا نہ کرتے۔

(۱۹) فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا سلیمانؑ چیونٹی کی بات سن کر مسکراتے ہوئے ہنس دیے۔

کتاب عیون میں امام رضا علیہ السّلام سے مروی ہے وہ اپنے آباؤ اجداد سے فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا... کے بارے میں روایت کرتے ہیں فرمایا کہ جب چیونٹی نے کہا... يَّاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ... تو ہوا نے چیونٹی کی آواز کو حضرت سلیمانؑ تک پہنچا دیا وہ ہوا میں اڑ رہے تھے اور ہوا انھیں اٹھائے ہوئے تھی وہ ٹھہرے اور کہا کہ چیونٹی کو میرے پاس لے آؤ جب چیونٹی کو لایا گیا تو سلیمانؑ نے کہا اے چیونٹی کیا تیرے علم میں ہیں ہے کہ میں اللہ کا نبی ہوں اور میں کسی پر ظلم نہیں کرتا چیونٹی نے جواب دیا بے شک درست ہے سلیمانؑ نے کہا پھر تو چیونٹیوں کو میرے ظلم سے کیوں ڈرا رہی تھی اور تو نے کہا تھا يَّاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ

چیونٹی نے جواب دیا مجھے ڈر محسوس ہوا کہ وہ آپ کی زیب و زینت کو دیکھ کر اس پر فریفتہ نہ ہو جائے اور غیر خدا کی عبادت نہ کرنے لگے۔

پھر چیونٹی نے کہا آپ بڑے ہیں یا آپ کے والد داؤدؑ۔ سلیمانؑ نے کہا یقینا میرے والد داؤدؑ بڑے ہیں تو پھر یہ بتائیے کہ آپ کے نام کا ایک حرف آپ کے والد کے نام سے کیوں زیادہ ہے سلیمانؑ نے کہا مجھے یہ معلوم نہیں چیونٹی نے کہا اس لیے کہ آپ کے والد داؤدؑ نے اپنے زخم کا علاج مودت سے کیا تو وہ داؤدؑ کہلائے اور مجھے امید ہے کہ اے سلیمانؑ آپ اپنے والد سے جا ملیں گے پھر چیونٹی نے کہا کیا آپ جانتے ہیں کہ تمام مملکت میں سے ہوا کو آپ کا تابع کیوں بنایا گیا سلیمانؑ نے کہا مجھے نہیں معلوم چیونٹی نے کہا کہ خداوند عالم کی مراد یہ تھی کہ جس طرح یہ ہوا آپ کی تابع ہے اگر تمام ممالک اسی طرح تابع ہوتے تو اس کا زوال بھی آپ کے سامنے ہوا کے زائل ہونے کی طرح ہوتا تو یہ سن کر حضرت سلیمانؑ مسکراتے ہوئے ہنس دیے۔[2]

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۲۹ (۲) عیون اخبار الرضا ج ۲ ص ۷۸ ح ۸ باب ۳۲

وَ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ

اور کہا پروردگارا مجھے توفیق عطا فرما کہ میں تیری اس نعمت کا شکر ادا کروں۔

یعنی تو مجھے توفیق عطا کر میرے پاس جو تیری نعمت ہے میں اس کا شکر ادا کروں یعنی میں اسے جمع کیے رہوں اور اس سے مرتبط رہوں اس طرح کہ وہ مجھ سے چھوٹ نہ جائے اور میں اس سے جدا نہ ہو جاؤں۔

الَّتِیْۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَ عَلٰى وَالِدَیَّ

جو تو نے مجھ پر کی ہیں اور جن سے میرے والدین کو نوازا ہے۔

اس میں والدین کا ذکر اس لیے کیا کہ نعمت بڑھ جائے۔

وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ

اور میں ایسا عمل صالح بجا لاؤں جو تیری رضا کا موجب ہو۔

شکر کو مکمل کرنے کے لیے اور نعمت کے تسلسل کے لیے۔

وَ اَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ

اور تو اپنی رحمت سے مجھے اپنے صالح بندوں میں داخل کر دے۔

ان کے ساتھ میں بھی جنت میں داخل ہو جاؤں۔

کتاب بصائر میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السّلام کے پاس اللہ کا اسم اکبر تھا جس کے ذریعے سے سوال کیا جائے تو عطا کیا جاتا ہے اور اگر اس کے ذریعے دعا کی جائے تو قبول ہوتی ہے اور اگر آج موجود ہوتے تو وہ ہماری طرف احتیاج رکھتے۔[1]

(۲۰) وَ تَفَقَّدَ الطَّیْرَ

اور سلیمانؑ نے اپنے پرندوں کا جائزہ لیا۔

انھوں نے جب پرندوں پر نظر کی تو ان میں ہدہد کو نہ پایا۔

فَقَالَ مَا لِیَ لَاۤ اَرَى الْهُدْهُدَ ۫ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآىِٕبِیْنَ

سلیمانؑ نے کہا کہ میں ہدہد کو نہیں دیکھ رہا ہوں کیا وہ کہیں غائب ہو گیا ہے؟

تفسیر قمی میں ہے کہ حضرت سلیمانؑ جب کرسی پر بیٹھتے تھے تو تمام پرندے جنھیں ان کے لیے مسخر کر دیا گیا تھا۔ سلیمانؑ کی کرسی اور اس بساط پر سورج کی حرارت سے سایہ فگن ہوتے جس پر دیگر افراد بیٹھتے تھے۔ پرندوں کے درمیان میں سے انھوں نے ہدہد کو غائب پایا تو سلیمانؑ کی آغوش میں اس مقام سے سورج کی کرنیں پڑیں انھوں نے سر اٹھا کر دیکھا اور فرمایا جیسا کہ رب العزت نے بیان فرمایا ہے۔[2]

(۱) بصائر الدرجات، ص ۲۳۱، ح ۲ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۲۷

لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا

میں اسے سخت سزا دوں گا۔

تا کہ اس جیسے پرندے اس سے عبرت حاصل کریں۔

اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ

یا یہ کہ وہ میرے سامنے واضح برہان لے کر آئے۔

ایسی حجت جو اس کے عذر کو واضح کر دے۔

کتاب کافی میں امام کاظم علیہ السّلام سے مروی ہے کہ حضرت سلیمانؑ اس لیے ہدہد پر ناراض ہوئے کہ وہ پانی کی طرف ان کی رہنمائی کرتا تھا امامؑ نے فرمایا اور یہ وہ پرندہ ہے جسے ایسی صفت عطا ہوئی جو سلیمانؑ کو عطا نہیں کی گئی اور ہوا، چیونٹی جنات اور انسان اور سرکش شیاطین سب سلیمانؑ کے اطاعت گزار تھے لیکن ان میں سے کوئی بھی ہوا کے نیچے پانی کا علم نہیں رکھتا تھا صرف یہ پرندہ جانتا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے: وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى... (رعد ۳۱)

(اور کاش ہوتا کوئی ایسا قرآن جس سے پہاڑوں کو چلایا جاتا زمین کی مسافت طے کی جاتی اور جس کے ذریعے مردوں سے ہم کلام ہوا جاتا)۔

اور ہم اس قرآن کے وارث ہیں جس میں وہ کچھ ہے جس سے پہاڑوں کو چلایا جاسکتا ہے شہروں کی مسافت طے کی جاسکتی ہے اور مردوں کو زندہ کیا جاسکتا ہے اور ہم ہوا کے نیچے پانی کے بارے میں جانتے ہیں۔[1]

(۲۲) فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ

تھوڑی ہی دیر میں اس نے آ کر کہا۔

یعنی زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اس کی واپسی بہت جلد ہوئی تھی۔

فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ

اس نے آ کر کہا میں نے وہ معلومات حاصل کر لی ہیں جو آپ کے علم میں نہیں ہیں یعنی سبا کا حال اور ہدہد کا اس طرح مخاطب کر کے سلیمانؑ کو بتلانا مقصود ہے کہ اللہ کی ایک ادنیٰ مخلوق وہ علم رکھتی ہے جس سے آپ محروم ہیں تا کہ وہ اپنے آپ کو حقیر سمجھیں اور انھیں اپنے علم کی کمی کا احساس ہو۔

وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ

میں ''سبا'' سے آپ کے پاس ایک یقینی خبر لے کر آیا ہوں۔

بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ کا مفہوم ہے بخبر محقق یعنی تصدیق شدہ خبر۔

---

(۱) الکافی، ج۱، ص۲۳۶، ح۷

اِنِّیۡ وَجَدۡتُّ امۡرَاَۃً تَمۡلِکُہُمۡ وَ اُوۡتِیَتۡ مِنۡ کُلِّ شَیۡءٍ وَّ لَہَا عَرۡشٌ عَظِیۡمٌ ﴿۲۳﴾
وَجَدۡتُّہَا وَ قَوۡمَہَا یَسۡجُدُوۡنَ لِلشَّمۡسِ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ وَ زَیَّنَ لَہُمُ الشَّیۡطٰنُ
اَعۡمَالَہُمۡ فَصَدَّہُمۡ عَنِ السَّبِیۡلِ فَہُمۡ لَا یَہۡتَدُوۡنَ ﴿۲۴﴾ۙ
اَلَّا یَسۡجُدُوۡا لِلّٰہِ الَّذِیۡ یُخۡرِجُ الۡخَبۡءَ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ یَعۡلَمُ مَا
تُخۡفُوۡنَ وَ مَا تُعۡلِنُوۡنَ ﴿۲۵﴾
اَللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِیۡمِ ﴿۲۶﴾ السجدۃ
قَالَ سَنَنۡظُرُ اَصَدَقۡتَ اَمۡ کُنۡتَ مِنَ الۡکٰذِبِیۡنَ ﴿۲۷﴾
اِذۡہَبۡ بِّکِتٰبِیۡ ہٰذَا فَاَلۡقِہۡ اِلَیۡہِمۡ ثُمَّ تَوَلَّ عَنۡہُمۡ فَانۡظُرۡ مَاذَا یَرۡجِعُوۡنَ ﴿۲۸﴾

(۲۳) میں نے وہاں دیکھا کہ ایک عورت ان کی حکمران ہے اور اس کے پاس ہر طرح کا ساز و سامان ہے اور اس کا تخت بڑا عظیم الشان ہے۔

(۲۴) میں نے اسے اور اس کی قوم کو اللہ کو چھوڑ کر سورج کے سامنے سجدہ ریز پایا ہے اور شیطان نے ان کے اعمال ان کے لیے خوش نما بنا دیے ہیں اور انھیں راستے سے روک دیا ہے۔ لہٰذا وہ ہدایت سے محروم ہیں۔

(۲۵) وہ اس اللہ کو سجدہ کیوں نہیں کرتے جو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کو نکالتا ہے اور تم جو کچھ چھپا کر یا دکھا کر کرتے ہو وہ سب کچھ جانتا ہے۔

(۲۶) اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں وہ عرش عظیم کا رب ہے۔

(۲۷) سلیمانؑ نے کہا ہم دیکھیں گے کہ تم سچے ہو یا جھوٹ بولنے والوں میں سے ہو۔

(۲۸) تم میرا یہ خط لے کر جاؤ اور ان کے سامنے ڈال دو پھر الگ ہٹ کر دیکھو کہ ان کا ردعمل کیا ہوتا ہے؟

(۲۳) اِنِّیۡ وَجَدۡتُّ امۡرَاَۃً تَمۡلِکُہُمۡ

میں نے وہاں دیکھا ہے کہ ایک عورت ان پر حکومت کر رہی ہے یعنی بلقیس بنت شراحیل بن مالک بن ریان ان کی حکمران ہے۔

وَ اُوۡتِیَتۡ مِنۡ کُلِّ شَیۡءٍ

اور اس کے پاس ہر طرح کا ساز و سامان ہے بادشاہ اس کے محتاج ہیں۔

وَّ لَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ

اور اس کا عرش (تخت) عظیم الشان ہے۔

(۲۴) وَجَدْتُّهَا وَ قَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

میں نے اسے اور اس کی قوم کو اللہ کو چھوڑ کر سورج کے سامنے سجدہ ریز پایا ہے۔

وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ

اور شیطان نے ان کے اعمال ان کے لیے خوش نما بنا دیے ہیں اور انھیں راستے سے روک دیا ہے۔

یعنی حق اور درست راستے سے روک دیا ہے۔

فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ

لہٰذا وہ اللہ کی طرف ہدایت سے محروم ہیں۔

(۲۵) اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ

وہ اس اللہ کو سجدہ کیوں نہیں کرتے؟

شیطان نے انھیں روک دیا ہے کہ وہ سجدہ نہ کریں یا ان کے لیے زینت دی ہے کہ وہ سجدہ ریز نہ ہوں یا یہ کہ سجدہ کرنے کی طرف ان کی رہنمائی نہیں ہوئی یہ اللہ کے اس قول کی مانند ہے:

...مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ... (اعراف ۱۲) (تمھیں کس چیز نے روکا ہے کہ تم سجدہ نہیں کرتے۔)

الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ

جو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کو نکالتا ہے۔

وَ يَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَ مَا تُعْلِنُوْنَ

اور تم جو کچھ چھپا کر یا دکھا کر کرتے ہو وہ سب کچھ جانتا ہے۔ ہدہد نے اللہ کی تعریف کی ان صفات کے ذریعے جن کی وجہ سے وہ سجدہ کیے جانے کا حقدار ہے جو اپنی کمال قدرت اور علم کی بنا پر یکتا اور یگانہ ہے سجدۂ خالق پر ابھارنے اور اس کی تردید کرنے کے لیے جو غیر خدا کو سجدہ کرتے ہیں خبا کا مفہوم ہے کہ جو اس کے غیر میں چھپا ہوا ہو اور اخراج کے معنی ہیں اظہار اور وہ عام ہیں ستاروں کا روشن کرنا بارش کا نازل کرنا، نباتات کا اگانا، بلکہ ''انشاء'' کا مفہوم ہے ہر شے کا نکالنا قوت سے فعل کی طرف اور ''ابداع'' کے معنی ہیں جو چیز معدوم ہے اسے موجود کرنا اور یہ صرف اللہ تعالیٰ سے مخصوص ہے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ اس سے مراد آسمانوں میں بارش اور زمین میں نباتات ہیں۔[۱]

(۲۶) اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ

اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے وہ عرش عظیم کا رب ہے۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۲۷

اور اس میں تمام مخلوقات بھی شامل ہے۔

(۲۷) قَالَ سَنَنْظُرُ

سلیمانؑ نے کہا ہم دیکھیں گے۔

یعنی ہم اس معاملے پر غور وفکر کریں گے۔

اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ

کہ تم سچے ہو یا جھوٹ بولنے والوں میں سے ہو۔

(۲۸) اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا

تم میرا یہ خط لے کر جاؤ۔

فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ

ان کے سامنے ڈال دو پھر ان سے ذرا الگ ہٹ کر رہو۔

فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ

دیکھو کہ ان کا ردعمل کیا ہوتا ہے۔

کہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے اس بارے میں کیا کہتے ہیں۔

تفسیر قمی میں ہے کہ ہدہد نے کہا کہ ملکہ ایک مضبوط قلعہ میں رہتی ہے۔

سلیمانؑ نے کہا کہ میرا خط اس کے گنبد پر ڈال دو ہدہد آیا اور اس نے خط کو بلقیس کی آغوش میں ڈال دیا وہ اس وجہ سے چونکی اور اس نے اپنے لشکر کو جمع کیا اور ان سے گفتگو کی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔[۱]

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۲۷

قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْٓ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۹﴾
اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَ اِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳۰﴾
اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾
قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْٓ اَمْرِيْ ۚ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ﴿۳۲﴾
قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّ اُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ ۙ وَّ الْاَمْرُ اِلَيْكِ فَانْظُرِيْ مَاذَا تَاْمُرِيْنَ ﴿۳۳﴾
قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَ جَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَ كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۴﴾

---

(۲۹) ملکہ گویا ہوئی اے سردارو! میری طرف ایک نامۂ محترم آیا ہے۔
(۳۰) یہ خط سلیمانؑ کی جانب سے ہے اور اسے اللہ کے نام سے شروع کیا گیا ہے جو رحمان و رحیم ہے۔
(۳۱) مضمون یہ ہے کہ ''میرے مقابلے میں سرکشی نہ کرو اور مسلم ہو کر میرے پاس حاضر ہو جاؤ۔
(۳۲) ملکہ نے کہا اے قوم کے سردارو! میرے معاملے میں مجھے مشورہ دو تمھارے مشوروں کے بغیر میں کوئی کام انجام نہیں دیتی۔
(۳۳) انھوں نے جواب دیا ہم طاقتور اور سخت جنگجو ہیں فیصلہ آپ کے اختیار میں ہے آپ سوچ سمجھ کر فرمایئے آپ کا کیا حکم ہے؟
(۳۴) ملکہ نے کہا کہ بادشاہ جب کسی ملک پر چڑھائی کرتے ہیں تو اسے تباہ کر دیتے ہیں اور اس کے صاحب عزت لوگوں کو ذلیل بنا دیتے ہیں اور وہ ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔

---

(۲۹) قَالَتْ جب خط اس کو مل گیا تو اس کے بعد اس نے کہا۔
يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْٓ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ
اے سردارو! میری طرف ایک نامہ محترم آیا ہے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ مہر لگایا ہوا ''سیل بند'' خط آیا ہے۔[1]

کتاب جوامع میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے فرمایا کرم الکتاب سے مراد اس پر مہر لگا کر بند کرنا ہے۔[2]

(۳۰) اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ

یہ سلیمانؑ کی جانب سے ہے۔

یہ نیا جملہ ہے گویا کہ بلقیس سے دریافت کیا گیا کہ کس کا خط آیا ہے اور اس میں کیا ہے تو اس نے کہا ''انہ'' یعنی یہ خط یا پتہ یہ سلیمانؑ کی جانب سے ہے۔

وَ اِنَّهٗ اور یہ مکتوب یہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اور اسے رحمٰن و رحیم اللہ کے نام سے شروع کیا گیا ہے (اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت مشفق ہے)

(۳۱) اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ

مضمون یہ ہے کہ میرے مقابلے میں سرکشی نہ کرو اور مسلم ہو کر میرے پاس حاضر ہو جاؤ۔

مسلمین کا مفہوم ہے ایمان لا کر یا اطاعت گزار ہو کر۔

اور یہ کلام نہایت مختصر ہے جبکہ مکمل طور پر مقصود کی جانب رہنمائی کرتا ہے اس لیے کہ یہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پر مشتمل ہے جو صانع اور اس کی صفات پر دلالت کر رہا ہے اور سرکشی سے روکا جا رہا ہے جو تمام برائیوں (رذائل) کی جڑ ہے اور اسلام یعنی سر تسلیم خم کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے جو امہات فضائل کا مجموعہ ہے اپنی رسالت پر حجت قائم کرنے سے پہلے اطاعت کا حکم نہیں ہے تاکہ اس سے تقلید کی استدعا کی جائے اس لیے کہ اس عالم میں خط کا اس تک پہنچانا عظیم ترین دلیلوں میں سے ہے۔

(۳۲) قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْۤ اَمْرِيْ

ملکہ نے کہا اے قوم کے سردارو تم میرے معاملے مجھے مشورہ دو۔

تم بتاؤ تمھارے نزدیک کیا درست ہے۔

مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ

میں تمھارے مشوروں کے بغیر میں کوئی کام انجام نہیں دیتی۔

اور سب کچھ تمھاری موجودگی میں ہوتا ہے گویا کہ اس نے اس بارے میں ان سے مہربانی چاہی تاکہ وہ جواب دینے پر مائل ہو جائیں۔

(۳۳) قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ انھوں نے جواب دیا ہم طاقتور ہیں۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۲۷ (۲) جوامع الجامع، ج ۲، ص ۱۸۸

ہمارے جسم مضبوط وتوانا ہیں اور ہماری تعداد بہت ہے۔

کتاب اکمال میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ حضرت قائم علیہ السّلام تشریف نہیں لائیں گے مگر طاقتور افراد کے درمیان اور اگر تعداد دس ہزار ہوتو اُولُوْا قُوَّۃٍ یعنی طاقتور کے ذیل میں آتا ہے۔[1]

وَّ اُولُوْا بَاْسٍ شَدِیْدٍ

اور سخت جنگجو جن میں دلیری اور بہادری ہو۔

وَّ الْاَمْرُ اِلَیْكِ

اب یہ معاملہ آپ کے اختیار میں ہے آپ کے فیصلے پر موقوف ہے۔

فَانْظُرِیْ مَاذَا تَاْمُرِیْنَ

آپ سوچ سمجھ کر فرمائیے آپ کا حکم کیا ہے۔

ہم قتال کریں یا صلح ہم آپ کا حکم تسلیم کریں گے اور آپ کی رائے کو مانیں گے۔

(۳۴) قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَةً اَفْسَدُوْهَا

ملکہ نے کہا کہ بادشاہ جب کسی ملک پر چڑھائی کرتے ہیں تو اسے تباہ کر دیتے ہیں۔ اموال کو لوٹ لیتے ہیں اور شہروں کو ویران بنا دیتے ہیں۔

وَ جَعَلُوْۤا اَعِزَّةَ اَهْلِهَاۤ اَذِلَّةً

اور اس کے صاحب عزت لوگوں کو ذلیل کر دیتے ہیں۔

اہانت کر کے اور قیدی بنا کے۔

وَ كَذٰلِكَ یَفْعَلُوْنَ

اور وہ ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔

(۱) اکمال الدین واتمام النعمۃ ص ۶۵۴ ح ۲۰ باب ۵۷

وَ اِنِّیۡ مُرۡسِلَۃٌ اِلَیۡہِمۡ بِہَدِیَّۃٍ فَنٰظِرَۃٌۢ بِمَ یَرۡجِعُ الۡمُرۡسَلُوۡنَ ﴿۳۵﴾
فَلَمَّا جَآءَ سُلَیۡمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوۡنَنِ بِمَالٍ ۫ فَمَاۤ اٰتٰىنِۦَ اللّٰہُ خَیۡرٌ مِّمَّاۤ اٰتٰىکُمۡ ۚ بَلۡ
اَنۡتُمۡ بِہَدِیَّتِکُمۡ تَفۡرَحُوۡنَ ﴿۳۶﴾
اِرۡجِعۡ اِلَیۡہِمۡ فَلَنَاۡتِیَنَّہُمۡ بِجُنُوۡدٍ لَّا قِبَلَ لَہُمۡ بِہَا وَلَنُخۡرِجَنَّہُمۡ مِّنۡہَاۤ اَذِلَّۃً وَّ
ہُمۡ صٰغِرُوۡنَ ﴿۳۷﴾
قَالَ یٰۤاَیُّہَا الۡمَلَؤُا اَیُّکُمۡ یَاۡتِیۡنِیۡ بِعَرۡشِہَا قَبۡلَ اَنۡ یَّاۡتُوۡنِیۡ مُسۡلِمِیۡنَ ﴿۳۸﴾
قَالَ عِفۡرِیۡتٌ مِّنَ الۡجِنِّ اَنَا اٰتِیۡکَ بِہٖ قَبۡلَ اَنۡ تَقُوۡمَ مِنۡ مَّقَامِکَ ۚ وَ اِنِّیۡ
عَلَیۡہِ لَقَوِیٌّ اَمِیۡنٌ ﴿۳۹﴾

---

(۳۵) میں ان کے پاس ایک ہدیہ بھیج کر دیکھتی ہوں کہ میرے ہرکارے کیا جواب لے کر لوٹتے ہیں۔
(۳۶) جب ملکہ کا فرستادہ سلیمانؑ کے ہاں پہنچا تو سلیمانؑ نے کہا کیا تم لوگ مال سے میری مدد کرنا چاہتے ہو؟ اللہ نے تمھیں جو کچھ دے رکھا ہے اس سے بہتر مجھے عطا کیا ہے تمھارا ہدیہ تمھیں مبارک ہو۔
(۳۷) تم واپس جاؤ ہم ان کی طرف ایسا لشکر لائیں گے جن کا وہ مقابلہ نہ کر سکیں گے اور ہم انھیں ذلیل و خوار کر کے وہاں سے باہر نکال دیں گے اور وہ رسوا ہوں گے۔
(۳۸) سلیمانؑ نے کہا اے اہل دربار تم میں سے کون اس کا تخت میرے پاس لائے گا۔قبل اس کے کہ وہ سب اطاعت گزار ہو کر میرے پاس حاضر ہوں۔
(۳۹) جنوں میں سے ایک قوی ہیکل دیو نے کہا کہ میں وہ تخت لا کر حاضر کروں گا قبل اس کے کہ آپ اپنی جگہ سے مجلس برخواست کر کے اٹھ کھڑے ہوں اور میں اس کی طاقت رکھنے والا اور امانت دار بھی ہوں۔

---

(۳۵) وَ اِنِّیۡ مُرۡسِلَۃٌ اِلَیۡہِمۡ بِہَدِیَّۃٍ فَنٰظِرَۃٌۢ
میں ان کے پاس ایک ہدیہ بھیج کر دیکھتی ہوں میں انتظار کرتی ہوں۔
بِمَ یَرۡجِعُ الۡمُرۡسَلُوۡنَ
کہ میرے ہرکارے کیا جواب لے کر لوٹتے ہیں۔ تاکہ میں اسی کے مطابق عمل کروں۔
تفسیر قمی میں ہے کہ بلقیس نے کہا کہ اگر یہ اللہ کا بھیجا ہوا نبی ہے جیسا کہ وہ دعویٰ کر رہا ہے تو پھر ہم اس کا

مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ مغلوب نہیں ہوتا البتہ میں ان کے پاس ہدیہ بھیجوں گی اگر وہ بادشاہ ہوگا تو دنیا کی طرف مائل ہوگا اور ہدیہ قبول کرلے گا اور مجھے معلوم ہو جائے کہ وہ ہمارے خلاف قدرت نہیں رکھتا اس نے ایک ڈبیہ بھیجی جس میں ایک قیمتی گوہر تھا اور اس نے قاصد سے کہا کہ سلیمانؑ سے کہنا کہ وہ اس گوہر نایاب میں سوراخ کردے لیکن لوہا اور آگ کا استعمال نہ ہو قاصد یہ لے کر آیا تو سلیمان علیہ السّلام نے اپنے لشکر میں سے کیڑوں کو حکم دیا اس نے منہ میں دھاگا لے کر اس گوہر میں سوراخ کر دیا اور دوسری جانب سے دھاگا نکل آیا۔[1]

(۳۶) فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ

جب قاصد سلیمانؑ کے پاس آیا اور ہدیہ لایا۔

قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ

کیا تم لوگ مال سے میری مدد کرنا چاہتے ہو۔

فَمَآ اٰتٰنِيَ اللّٰهُ

اللہ نے مجھے جو کچھ عطا کیا ہے۔

از قسم نبوت اور ایسی سلطنت وحکومت جس میں مزید کی گنجائش نہیں۔

خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ اس سے بہت بہتر ہے جو تمھیں عطا کیا ہے۔

لہٰذا مجھے تمھارے ہدیے کی ضرورت نہیں ہے اور میرے نزدیک اس کی کوئی وقعت بھی نہیں ہے۔

اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ تمھارا ہدیہ تم ہی کو مبارک ہو۔

اس لیے کہ تم صرف دنیا کی ظاہری زندگی کے بارے میں جانتے ہو۔

(۳۷) اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا

اے قاصد واپس جا ہم ان کی طرف ایسا لشکر لائیں گے جس کا وہ مقابلہ نہ کرسکیں گے۔

اِلَيْهِمْ سے مراد ہے بلقیس اور اس کی قوم۔

لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا۔ یعنی اس کے مقابلے کی ان میں طاقت نہیں ہے اور جنگ کرنے کی وہ قدرت نہیں رکھتے۔

وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ اور ہم ضرور بالضرور ان سب کو سبا سے نکال باہر کریں گے۔

اَذِلَّةً ذلیل وخوار کرکے۔

یعنی وہاں پر جو ان کی عزت تھی اسے سلب کرکے۔

وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ اور وہ رسوا ہوں گے۔

قیدی ہو کر رسوائی کے ساتھ۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۲۸

تفسیر قمی میں ہے کہ قاصد واپس آیا اور اس نے بلقیس کو اس بات سے مطلع کیا اور سلیمانؑ کی قوت و طاقت کے بارے میں بتلایا تو بلقیس نے سمجھ لیا کہ اب کوئی چارہ نہیں ہے تو وہ روانہ ہوئی اور اس نے حضرت سلیمانؑ کی جانب کوچ کیا۔[۱]

(۳۸) قَالَ يَا أَيُّهَا الْمَلَؤُا أَيُّكُمْ يَأْتِينِي بِعَرْشِهَا قَبْلَ أَنْ يَأْتُونِي مُسْلِمِينَ

سلیمانؑ نے کہا اے اہلِ دربار تم میں سے کون اس کا تخت میرے پاس لائے گا قبل اس کے کہ وہ سب اطاعت گزار ہو کر میرے پاس حاضر ہوں۔

تفسیر قمی میں ہے کہ جب سلیمانؑ کو پتا چلا کہ بلقیس ان کے پاس آ رہی ہے تو انھوں یہ کہا۔[۲]

کہا گیا ہے کہ حضرت سلیمانؑ یہ چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے سلیمانؑ کو جن عجائبات کے ساتھ مخصوص کیا ہے جو ان کی عظیم قدرت اور دعوائے نبوت کی صداقت پر دلالت کرتے ہیں ان میں سے کچھ بلقیس کو دکھلائیں اور وہ بلقیس کی عقل کا بھی امتحان لینا چاہتے تھے اس کے تخت میں تبدیلی کرا کے تا کہ وہ دیکھیں کہ وہ اپنے تخت کو پہچانتی ہے یا پہنچاننے سے انکار کرتی ہے۔[۳]

(۳۹) قَالَ عِفْرِيتٌ مِّنَ الْجِنِّ

جنوں میں سے جو ایک قوی ہیکل دیو تھا اس نے کہا۔

عفریت خبیث اور سرکش جن کو کہتے ہیں۔

أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ تَقُومَ مِن مَّقَامِكَ

میں وہ تخت لا کر حاضر کروں گا قبل اس کے کہ آپ اپنی مجلس کو برخواست کر کے اٹھ کھڑے ہوں۔

یعنی حکمرانی کی مجلس (نشست)

کہا گیا ہے کہ حضرت سلیمانؑ آدھے دن تک تشریف رکھتے تھے۔[۴]

وَ إِنِّي عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ أَمِينٌ

اور میں اس کے اٹھانے کی طاقت رکھتا ہوں اور امانت دار ہوں نہ میں اسے عیب دار بناؤں گا اور نہ ہی اس میں کسی قسم کی تبدیلی کروں گا۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۲۸ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۲۸

(۳) بیضاوی انوار التنزیل، ج ۲، ص ۱۷۶ (۴) انوار التنزیل، ج ۲، ص ۱۷۶

قَالَ الَّذِیۡ عِنۡدَهٗ عِلۡمٌ مِّنَ الۡکِتٰبِ اَنَا اٰتِیۡکَ بِهٖ قَبۡلَ اَنۡ یَّرۡتَدَّ اِلَیۡکَ طَرۡفُکَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسۡتَقِرًّا عِنۡدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنۡ فَضۡلِ رَبِّیۡ ۫ لِیَبۡلُوَنِیۡۤ ءَاَشۡکُرُ اَمۡ اَکۡفُرُ ؕ وَمَنۡ شَکَرَ فَاِنَّمَا یَشۡکُرُ لِنَفۡسِهٖ ۚ وَمَنۡ کَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیۡ غَنِیٌّ کَرِیۡمٌ ﴿۴۰﴾

قَالَ نَکِّرُوۡا لَهَا عَرۡشَهَا نَنۡظُرۡ اَتَهۡتَدِیۡۤ اَمۡ تَکُوۡنُ مِنَ الَّذِیۡنَ لَا یَهۡتَدُوۡنَ ﴿۴۱﴾

فَلَمَّا جَآءَتۡ قِیۡلَ اَهٰکَذَا عَرۡشُکِ ؕ قَالَتۡ کَاَنَّهٗ هُوَ ۚ وَ اُوۡتِیۡنَا الۡعِلۡمَ مِنۡ قَبۡلِهَا وَ کُنَّا مُسۡلِمِیۡنَ ﴿۴۲﴾

---

(۴۰) اس نے کہا جس کے پاس کتاب کا تھوڑا سا علم تھا میں اس تخت کو آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے لا کر حاضر کروں گا جوں ہی سلیمانؑ نے اس تخت کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو کہا یہ میرے رب کا فضل و کرم ہے تا کہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا کفرانِ نعمت کرتا ہوں اور جو کوئی شکر کرتا ہے تو اس کا شکر ادا کرنا خود اسی کے لیے سود مند ہوتا ہے اور جو ناشکری کرے تو بے شک میرا رب بے پروا اور کریم ہے۔

(۴۱) سلیمانؑ نے کہا اس کا تخت اس کے لیے انجانا بنا دو ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ وہ اسے پہچان پاتی ہے یا ان لوگوں میں سے ہے جو ہدایت یافتہ نہیں۔

(۴۲) ملکہ جب حاضر ہوئی تو اس سے کہا گیا کہ تمھارا تخت ایسا ہی ہے؟ اس نے کہا یہ تو گویا وہی ہے ہم تو پہلے ہی جان گئے تھے اور ہم اطاعت گزار ہو چکے تھے۔

---

(۴۰) قَالَ الَّذِیۡ عِنۡدَهٗ عِلۡمٌ مِّنَ الۡکِتٰبِ — اس نے کہا جس کے پاس کتاب کا تھوڑا سا علم تھا۔

اَنَا اٰتِیۡکَ بِهٖ قَبۡلَ اَنۡ یَّرۡتَدَّ اِلَیۡکَ طَرۡفُکَ

میں اس تخت کو آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے لا کر حاضر کردوں گا۔

تفسیر قمی میں ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے عفریت سے گفتگو کرنے کے بعد یہ کہا کہ میں اس سے زیادہ جلدی چاہتا ہوں تو آصف بن برخیا نے کہا ... اَنَا اٰتِیۡکَ بِهٖ قَبۡلَ اَنۡ یَّرۡتَدَّ اِلَیۡکَ طَرۡفُکَ ... تو انھوں نے اللہ کے اسم اعظم کے ذریعے دعا کی تو تخت سلیمانؑ کی کرسی کے نیچے سے نکل کر آ گیا۔[۱]

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۲۸

کتاب روضہ الواعظین میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا جس کے پاس کتاب کا تھوڑا سا علم تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ میرے بھائی سلیمانؑ بن داؤدؑ کے وصی تھے۔[۱]

کتاب بصائر اور کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اللہ کا اسم اعظم ۷۳ حرفوں پر مشتمل ہے اور اس میں سے آصف بن برخیا کے پاس ایک حرف تھا انھوں نے اس حرف کے ذریعے گفتگو کی تو ان کے اور تخت بلقیس کے درمیان جو زمین تھی وہ دھنس گئی یہاں تک کہ انھوں نے تخت کو اپنے ہاتھوں سے اٹھا لیا یہ زمین پہلے جیسی تھی پلک جھپکتے ہی ویسی ہوگئی اور ہمارے پاس اسم اعظم کے ۷۲ حروف ہیں اور ایک حرف اللہ کے پاس علم غیب میں اس کے لیے مخصوص ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔[۲]

اور دوسری روایت میں بصائر میں ہے کہ آصف بن برخیا نے اسم اعظم سے گفتگو کی تو ان کے اور تخت کے درمیان کی زمین دھنس گئی اور دونوں سرے مل گئے اور تخت اس طرف سے اس طرف منتقل ہوگیا۔[۳]

اور دوسری روایت الکافی میں امام ہادی علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا کہ اسم اعظم کے وسیلے سے گفتگو کی تو ان کے اور سبا کے درمیان کی زمین شگافتہ ہوگئی پھر انھوں نے تخت بلقیس کو اٹھا لیا یہاں تک اسے سلیمانؑ تک پہنچا دیا پھر زمین پھیل گئی پلک جھپکنے سے بھی کم مدت میں۔[۴]

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا کہ زمین ان کے لیے لپیٹ دی گئی۔[۵]

تفسیر عیاشی میں امام ہادی علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جس کے پاس کتاب کا تھوڑا سا علم تھا وہ آصف بن برخیا تھے اور حضرت سلیمانؑ اس چیز کی معرفت سے عاجز نہ تھے جسے آصف پہچانتے تھے لیکن انھوں نے اس بات کو پسند کیا کہ تمام جنوں اور انسانوں کو پتا چل جائے کہ آصف بن برخیا ہی حضرت سلیمان علیہ السّلام کے بعد حجت ہیں اور یہ سلیمانؑ کا علم تھا جسے انھوں نے اللہ کے حکم سے آصف بن برخیا کو ودیعت (سپرد) کیا تھا اللہ تعالیٰ نے اس بات کو اس لیے سمجھایا تاکہ ان کی امامت اور ولایت میں اختلاف نہ ہو جس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے سلیمان علیہ السّلام کو حضرت داؤدؑ کی زندگی میں سمجھا دیا تھا تاکہ ان کے بعد سلیمانؑ کی نبوت و امامت پہنچانی جائے اور مخلوقات پر حجت واضح کر دی جائے۔[۶]

فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ — جب سلیمانؑ نے تخت بلقیس کو اپنے قرین رکھا ہوا دیکھا۔

قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ — سلیمانؑ نے کہا یہ میرے رب کا فضل وکرم ہے۔

جوں ہی نعمت ملی فوراً شکر ادا کیا جیسا کہ اللہ کے مخلص بندوں کا شیوہ ہے۔

فضلِ ربی کا مفہوم ہے کہ اللہ نے مجھے بغیر کسی استحقاق کے نوازا ہے۔

---

(۱) روضۃ الواعظین، ص۱۱۱ (۲) بصائر الدرجات، ص۲۲۸؛ ح۱، باب ۱۲ والکافی، ج۱، ص۳۳۰، ح۱

(۳) بصائر الدرجات، ص۲۲۹، ح۶، باب ۱۲ (۴) الکافی، ج۱ ص۲۳۰، ح۳

(۵) مجمع البیان، ج۷-۸، ص۲۲۳ (۶) مجمع البیان، ج۷-۸، ص۲۲۵، عیاشی سے نقل کیا ہے۔

لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ تا کہ وہ مجھے آزمائے کہ کیا میں شکر کرتا ہوں؟

یہ کہ میں اسے دیکھتا ہوں کہ یہ اللہ کا فضل و کرم ہے اس میں میری قوت و طاقت کا دخل نہیں اور میں اس کا حق ادا کرنے کے لیے آمادہ ہو جاؤں۔

اَمْ اَكْفُرُ یا کفرانِ نعمت کرتا ہوں۔

کہ میں اپنے آپ کو درمیان میں پاتا ہوں یا اس کے واجبات کی ادائیگی میں تقصیر (کوتاہی) سے کام لیتا ہوں۔

وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ

اور جو کوئی شکر کرتا ہے تو اس کا شکر ادا کرنا خود اسی کے لیے سودمند ہوتا ہے۔ اس لیے کہ اس شکر کی وجہ سے وہ دائمی نعمت کو جلب (کھینچتا) کرتا ہے اور مزید نعمت کی امید ہوتی ہے۔

وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ

اور جو ناشکری کرے تو بے شک میرا پروردگار بے پروا اور کریم ہے۔ غنی ہے شکر ادا کیے جانے سے اور کریم ہے کہ اس نے دوبارہ نعمت سے نوازا ہے۔

(۴۱) قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا سلیمانؑ نے کہا اس کا تخت اس کے لیے انجانا بنا دو۔

اس کی شکل اور ہیئت میں تبدیلی کر دو۔

نَنْظُرْ اَتَهْتَدِيْٓ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يَهْتَدُوْنَ ہم دیکھنا چاہتے ہے کہ وہ اسے پہچان پاتی ہے یا ان لوگوں میں سے ہے جو ہدایت یافتہ نہیں ہیں۔ یعنی اس کی معرفت نہیں رکھتے۔

(۴۲) فَلَمَّا جَآءَتْ قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ

پس جب وہ حاضر ہوئی تو اس سے دریافت کیا گیا کیا تمھارا تخت ایسا ہی ہے؟

یعنی یہ تمھارے تخت جیسا ہے دراصل اس کی عقل کا امتحان لینا مقصود تھا۔

قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ اس نے کہا یہ تو گویا وہی ہے۔

اس نے یہ نہیں کہا کہ ''یہ وہی ہے وہی ہے'' اس احتمال کی بنیاد پر کہ ہوسکتا ہے یہ تخت میرے تخت جیسا ہو اور یہ اس کے کمالِ عقل کی دلیل ہے۔

وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِيْنَ

ہم تو پہلے ہی جان گئے تھے اور ہم اطاعت گزار ہو چکے تھے۔

کہا گیا ہے کہ یہ اس کے کلام کا تتمہ ہے گویا کہ بلقیس نے یہ گمان کیا کہ سلیمان علیہ السّلام نے اس طرح اس کی عقل کا امتحان لینا چاہا ہے اور اسے اپنا معجزہ دکھانا چاہا ہے تو اس نے کہا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ اور آپ کی کی نبوت کی دُرستی کا علم اس حالت سے پہلے ہی مل چکا تھا۔[1]

(۱) انوار التنزیل، ج ۲، ص ۱۷۷

وَ صَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۴۳﴾
قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۚ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّ كَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا ؕ
قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ ؕ قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ
وَ اَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۴﴾ ع ۳ ۱۸
وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ
يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۵﴾
قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ ۚ لَوْ لَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ
لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۶﴾

---

(۴۳) اور وہ اللہ کے علاوہ جس کی عبادت کیا کرتی تھی اس نے اسے روک رکھا تھا اس کا تعلق ایک کافر قوم سے تھا۔

(۴۴) ملکہ سے کہا گیا کہ محل میں تشریف لے چلیں اس نے جو دیکھا تو سمجھی کہ پانی کی لہریں ہیں اور اس نے اپنے پائینچے پنڈلیوں سے اٹھا لیے سلیمانؑ نے کہا یہ شیشے سے مرصع محل ہے ملکہ نے کہا میرے پروردگار میں نے خود پر ظلم ڈھایا ہے میں نے سلیمانؑ کے ساتھ اللہ رب العلمین کی اطاعت قبول کر لی۔

(۴۵) اور ہم نے قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو اس پیغام کے ساتھ بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو تو وہ دو فریق ہو گئے جو آپس میں جھگڑنے لگے۔

(۴۶) صالح نے کہا اے میری قوم کے لوگو! بھلائی سے قبل برائی کے لیے کیوں جلدی کر رہے ہو۔ تم اللہ سے مغفرت طلب کیوں نہیں کرتے ہو سکتا ہے تم پر رحم فرمایا جائے۔

---

(۴۳) وَ صَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اور وہ اللہ کے علاوہ جس کی عبادت کیا کرتی تھی اس نے اسے روک رکھا تھا۔

یعنی سورج کی پرستش نے اسے اسلام کی جانب قدم بڑھانے سے روک رکھا تھا۔

اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ اس کا تعلق ایک کافر قوم سے تھا۔

یعنی چوں کہ کافروں میں اس کی نشوونما ہوئی تھی اس لیے وہ عبادت خداوندی سے دور تھی۔

(۴۴) قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ملکہ سے کہا گیا محل میں تشریف لے چلیں۔

''الصَّرْحَ'' کے معنی ہیں ''القصر'' یعنی محل۔

اور کہا گیا ہے گھر کا صحن بھی اس کا مفہوم ہے۔[۱]

فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً اس نے جو دیکھا تو سمجھی کہ پانی کی لہریں ہیں۔

وَّ كَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا اور اس نے اپنے پائینچے پنڈلیوں سے اٹھا لیے۔

یہ سمجھ کر کہ یہاں پانی ہے۔

قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ سلیمانؑ نے کہا یہ شیشے سے مرصع محل ہے۔

قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ

بلقیس نے کہا میرے پروردگار میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے کہ میں سورج کو پوجتی رہی۔

کہا گیا ہے کہ میں نے سلیمانؑ کے بارے میں بدگمانی کی وہ یہ سمجھی کہ سلیمانؑ اسے لہروں میں غرق کر دیں گے اس لیے کہا ظَلَمْتُ نَفْسِيْ۔[۲]

وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اور میں نے سلیمانؑ کے ساتھ اللہ رب العالمین کی اطاعت قبول کر لی۔

یعنی اس نے اپنے بندوں کو جو حکم دیا ہے میں نے اسے قبول کر لیا۔ روایت کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بلقیس کے آنے سے پہلے سلیمانؑ کو حکم دیا تھا اسی وجہ سے سلیمانؑ نے اپنا محل سفید شیشے سے بنایا اور اس کے نیچے پانی جاری کر دیا اور اس میں سمندر کے حیوانات کو ڈال دیا اور اپنا تخت اس کے درمیان میں رکھ دیا اور وہ اس پر بیٹھ گئے جب بلقیس نے اسے دیکھا تو وہ سمجھی کے یہ ٹھہرا ہوا پانی ہے لہٰذا اس نے اپنے پائینچے سمیٹ لیے۔[۳]

تفسیر قمی میں ہے کہ سلیمانؑ نے حکم دیا تھا کہ بلقیس کے لیے ایک گھر بنایا جائے جو شیشوں سے بنا ہو اور اسے پانی پر رکھ دیا جائے پھر سلیمانؑ نے اس سے کہا اُدْخُلِي الصَّرْحَ محل میں داخل ہو جایئے اس نے سوچا کہ یہ پانی ہے تو اس نے اپنے کپڑے اٹھا لیے اور اس کی پنڈلیاں ظاہر ہو گئیں پنڈلیوں پر بہت زیادہ بال تھے اس سے کہا گیا ... اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ... یہ تو شیشوں سے جڑا ہوا محل ہے اس نے کہا رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ پروردگار میں نے خود پر ظلم کیا ہے سلیمانؑ نے اس سے شادی کر لی اور یہ بلقیس بنت الشرح حمیر یہ تھی حضرت سلیمانؑ نے شیاطین سے کہا کہ تم کوئی ایسی چیز بناؤ جس سے اس کے پیروں کے بال ختم ہو جائیں تو انھوں نے حمام تعمیر کیے اور نورہ تیار کیا تو حمام اور نورہ شیاطین نے بلقیس کے لیے بنایا تھا اور اسی طرح پن چکی بھی انھی شیاطین کی ایجاد ہے۔[۴]

---

(۱) تفسیر بیضاوی انوار التنزیل، ج ۲، ص ۱۷۸ (۲) تفسیر بیضاوی انوار التنزیل، ج ۲، ص ۱۷۸

(۳) انوار التنزیل، ج ۲، ص ۱۷۸ (۴) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۲۸

(۴۵) وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اور ہم نے قومِ ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا۔

اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ

کہ تم اللہ کی عبادت کرو تو وہ دو فریق ہو گئے جو آپس میں جھگڑنے لگے۔

تفسیر قمی میں ہے امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرما رہا ہے کہ دو گروہوں میں ایک مصدق (تصدیق کرنے والا) اور دوسرا مکذب (جھٹلانے والا) ہے ان میں جو لوگ کافر ہیں انھوں نے کہا اتشھدون ان صالحا مرسل من ربہ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ صالحؑ اپنے رب کی طرف سے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں[۱] اور مومنین نے کہا انا بالذی ارسل بہ مومنون[۲] کہ صالحؑ جن چیزوں کے ساتھ بھیجے گئے ہیں ہم اس پر ایمان لاتے ہیں ان میں سے کافروں نے کہا اِنَّا بالذی امنتم بہ کافرون[۳] کہ تم لوگ جس چیز پر ایمان لائے ہو ہم اس کا انکار کرتے ہیں اور انھوں نے کہا یا صالح ائتنا بایۃ ان کنت من الصادقین[۴] اے صالح آپ کوئی معجزہ لے کر آئیں اگر آپ اپنے دعوے میں سچے ہیں اس وقت حضرت صالح علیہ السّلام ناقہ (اونٹنی) لے کر آئے ان لوگوں نے اسے ذبح کر ڈالا اور جس شخص نے اسے ذبح کیا تھا وہ نیلا اور سرخ تھا اور زنا کی اولاد تھا۔[۵]

(۴۶) قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ

صالح نے کہا اے میری قوم کے لوگو! بھلائی سے قبل برائی کے لیے کیوں جلدی کر رہے ہو یعنی توبہ سے پہلے عذاب کے متمنی ہو اور وہ کہا کرتے تھے کہ اگر صالح سچے ہیں تو ان کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔

تفسیر قمی میں ہے کہ ناقہ کے آنے سے پہلے انھوں نے دردناک عذاب کے لانے کا سوال کیا تھا تو ان لوگوں نے صالح کا امتحان لینا چاہا صالح علیہ السّلام نے فرمایا... قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ... یعنی وہ فرما رہے تھے کہ تم رحمت سے پہلے عذاب کا سوال کیوں کر رہے ہو؟

لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ

تم اللہ سے مغفرت کیوں نہیں کرتے۔

یعنی عذاب کے نازل سے پہلے اللہ سے مغفرت طلب کیوں نہیں کرتے۔

لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ

ہو سکتا ہے کہ تم پر رحم فرمایا جائے۔

تمھاری توبہ قبول کر کے اس لیے کہ جب عذاب نازل ہوتا ہے اس وقت توبہ قبول نہیں ہوتی۔

---

(۱) اقتباس ہے اللہ تعالیٰ کے قول... اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ (اعراف ۷۵)

(۲) اقتباس ہے اللہ تعالیٰ کے قول... اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ (اعراف ۷۵)

(۳) اقتباس ہے اللہ کے قول.... اِنَّا بِالَّذِيْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ (اعراف ۷۶)

(۴) اقتباس ہے اللہ کے قول... وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (اعراف ۷۷)

(۵) تفسیر قمی ج ۲، ص ۱۳۲

قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَ بِمَنْ مَّعَكَ ؕ قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ﴿۴۷﴾

وَ كَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَ لَا يُصْلِحُوْنَ ﴿۴۸﴾

قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَ اَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۴۹﴾

وَ مَكَرُوْا مَكْرًا وَّ مَكَرْنَا مَكْرًا وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۰﴾

---

(۴۷) انھوں نے کہا کہ ہم نے تمھیں اور تمھارے ساتھیوں کو بدشگون پایا صالح نے کہا تمھاری اصل نحوست تو اللہ کے ہاں ہے بلکہ تم لوگوں کی تو آزمائش کی جارہی ہے۔

(۴۸) اور اس قوم میں نو سردارانِ قبائل تھے جو زمین میں فساد پھیلا رہے تھے اور اصلاح کا کوئی کام انجام نہیں دیتے تھے۔

(۴۹) انھوں نے یہ طے کیا کہ خدا کی قسم کھا کر عہد کرلو کہ ہم صالح اور ان کے گھر والوں پر شب خون ماریں گے اور پھر ان کے ولی سے کہہ دیں گے کہ ہم ان کے خاندان کی ہلاکت کے وقت موجود نہ تھے اور ہم اپنی بات میں سچے ہیں۔

(۵۰) انھوں نے اپنی چال چلنی چاہی اور ہم نے اپنی تدبیر کی جس کی انھیں خبر تک نہ تھی۔

---

(۴۷) قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَ بِمَنْ مَّعَكَ

انھوں نے کہا کہ ہم نے تمھیں اور تمھارے ساتھیوں کو بدشگون پایا۔

ہم نے اس لیے بدشگون سمجھا کہ ہم پر مسلسل مشکلیں آتی رہیں اور جب سے آپ نے اپنا دین ایجاد کیا ہے ہمارے درمیان افتراق اور جدائی قائم ہوگئی۔

تفسیر قمی میں ہے کہ انھیں سخت بھوک کا سامنا کرنا پڑا انھوں نے کہا یہ سب کچھ ہمیں آپ کی بدبختی کی وجہ سے اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں ان کی بدبختی کے سبب پہنچا ہے اور اسی کو ''طیرہ'' بدشگونی کہتے ہیں۔[1]

قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ

صالحؑ نے کہا تمھاری اصل نحوست تو اللہ کے پاس ہے۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ۱۳۲

امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ حضرت صالحؑ فرمارہے تھے تمھاری اچھائی اور تمھاری برائی اللہ کی جانب سے ہے۔[1]

بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ

بلکہ تم لوگوں کی تو آزمائش کی جارہی ہے۔

یعنی آرام اور تکلیف کے پے در پے آنے سے تمھارا امتحان لیا جارہا ہے۔

(۴۸) وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ

اور اس قوم میں نو سردارانِ قبائل تھے جو زمین میں فساد پھیلا رہے تھے۔

وَلَا يُصْلِحُوْنَ

اور اصلاح کا کوئی کام انجام نہیں دیتے تھے۔

یعنی ان لوگوں کا کام خالص فساد کرنا تھا جو صلاح وفلاح کی ملاوٹ سے پاک ہو۔

تفسیر قمی میں ہے کہ وہ زمین میں معصیت کے امور انجام دے رہے تھے۔[2]

(۴۹) قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ

انھوں نے یہ طے کیا کہ خدا کی قسم کھا کر عہد کرو کہ ہم صالح اور ان کے گھر والوں پر شب خون ماریں گے۔

قَالُوْا کا مفہوم ہے انھوں نے ایک دوسرے سے کہا۔

تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ تم اللہ کی قسم کھا کر حلف اٹھاؤ۔

یا یہ جملہ خبر ہے اور بدل واقع ہوا ہے۔

لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ

کہ ہم صالحؑ اور ان کے اہل خاندان پر شب خون ماریں گے۔

ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ

پھر ہم ان کے ولی سے کہہ دیں گے۔

یعنی جو ان کے خون کا ولی اور وارث ہوگا اس سے کہیں گے۔

مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ

ہم ان کی ہلاکت کے وقت موجود ہی نہ تھے۔

ہمیں ان کی ہلاکت کا علم ہی نہیں۔

احتمال ہے کہ مہلک مصدر ہو اور زمان ومکان کی نشان دہی کر رہا ہو یعنی ہلاک ہونے کی جگہ یا ہلاکت کا وقت۔

وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ

اور بے شک ہم اپنی بات میں سچے ہیں۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ۱۳۲ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۱۳۲

ہم قسم کھاتے ہیں کہ ہم سچے ہیں یا یہ کہ حال یہ ہے کہ ہم سچے ہیں۔

(۵۰) وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ

انھوں نے اپنی چال چلی اور ہم نے اپنی تدبیر کی جس کی انھیں خبر تک نہ تھی۔

یعنی ہم نے اس بات کو ان کی ہلاکت کا سبب بنا دیا۔ جبکہ انھیں کچھ خبر تک نہ ہوئی۔

روایت کی گئی ہے کہ حجر میں صالحؑ نے ایک گھاٹی میں مسجد بنائی تھی جس میں وہ نماز پڑھا کرتے تھے قوم کے لوگوں نے کہا صالحؑ نے ہمیں تین دن کی مہلت دی ہے کہ وہ ہم سے تین دن میں فارغ ہو جائیں گے لہٰذا ہم تین دن سے پہلے ہی ان سے اور ان کے اہل وعیال سے فارغ ہوئے جاتے ہیں لہٰذا وہ گھاٹی میں پہنچے تا کہ صالح کو قتل کر دیں ان کے سامنے جو چٹان تھی وہ ان پر گر گئی تو اس طرح گھاٹی کا منہ بند ہو گیا وہ لوگ وہاں پر ہلاک ہو گئے۔[1]

تفسیر قمی میں ہے کہ وہ لوگ صالح علیہ السّلام کو قتل کرنے کے لیے رات کے وقت آئے اور صالحؑ کے پاس فرشتے ان کی حفاظت کر رہے تھے جب وہ لوگ آئے تو فرشتوں نے پتھر پھینک کر سنگ باری کے ذریعے ان لوگوں سے جنگ کی تو اس طرح وہ صالحؑ کے گھر میں قتل کر دیے گئے اور قومِ صالحؑ کو رجفہ (بھونچال) نے آ لیا تو وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے۔[2]

(۱) انوار التنزیل، ج ۲، ص ۱۷۹ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۳۲

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ۙ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَ قَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۱﴾
فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةً ۢ بِمَا ظَلَمُوْا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۵۲﴾
وَ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۳﴾
وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَ اَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۴﴾
اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۵۵﴾
فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْۤا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۵۶﴾

---

(۵۱) اب دیکھ لو کہ ان کی چال کا انجام کیا ہوا ہم نے ان لوگوں کو اور ان کی پوری قوم کو تباہ کر کے رکھ دیا۔
(۵۲) وہ جو ظلم ڈھایا کرتے تھے اس کی پاداش میں ان کے گھر ویران پڑے ہیں یقیناً اس میں نشانِ عبرت ہے ان لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں۔
(۵۳) اور ہم نے ایسے مومنین کو نجات دی جو صاحبانِ تقوی تھے۔
(۵۴) اور وہ وقت یاد کیجیے جب لوط نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ تم جانتے بوجھتے ہووے بدکاری کا ارتکاب کرتے ہو۔
(۵۵) تم اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لیے عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس جاتے ہو تم تو ایک جاہل قوم ہو۔
(۵۶) اس قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا انھوں نے کہا کہ لوط کے گھر والوں کو اپنی بستی سے نکال باہر کرو یہ لوگ بڑے پاک باز بنتے ہیں۔

---

(۵۱) فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ
اب دیکھ لو کہ ان کی چال کا انجام کیا ہوا۔
اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَ قَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ
ہم نے ان لوگوں کو اور ان کی پوری قوم کو تباہ کر کے رکھ دیا۔
(۵۲) فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةً
یہ ان کے گھر ویران پڑے ہوئے ہیں۔

خَاوِيَةً کے معنی ہیں خالی یہ لفظ خوی البطن سے ہے جب شکم خالی ہو یا اس کا مفہوم ہوگا گرے ہووے منہدم اور ایسی صورت میں یہ لفظ خوی النجم سے ہوگا جب ستارہ گرتا ہے۔

بِمَا ظَلَمُوْا ان کے ظلم کی پاداش میں۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ

بے شک اس میں نشانِ عبرت ہے ان لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں۔

تاکہ وہ عبرت ونصیحت حاصل کریں۔

(۵۳) وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اور ہم نے ایسے مومنین کو نجات دی۔

یعنی صالحؑ اور ان کے ساتھیوں کو۔

وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ جو صاحبانِ تقویٰ تھے۔

وہ کفر ومعاصی سے اجتناب واحتراز کرتے تھے اس لیے نجات سے مختص کیے گئے۔

(۵۴) وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ

اور وہ وقت یاد کیجیے جب لوطؑ نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ تم جانتے بوجھتے ہوئے بدکاری کا ارتکاب کرتے ہو۔

جانتے ہو کہ اس عمل میں کتنی خباثت ہے یا یہ کہ تم میں سے بعض، بعض کے اس فحش عمل کو دیکھتے ہیں اور وہ لوگ علانیہ یہ عمل انجام دیتے تھے۔

(۵۵) اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ

کیا تم اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لیے عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس جاتے ہو وہ عورتیں جو اس مقصد کے لیے پیدا کی گئی ہیں۔

بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ

بلکہ تم تو ایک جاہل قوم ہو۔

(۵۶) فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ

اس قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انھوں نے کہا کہ لوطؑ کے گھر والوں کو اپنی بستی سے نکال باہر کرو۔

اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ یہ لوگ بڑے پاک باز بنتے ہیں۔

یعنی ہمارے افعال واعمال سے دور رہتے ہیں۔

فَاَنْجَيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۫ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۵۷﴾
وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۵۸﴾
قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ؕ آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾
اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ اَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ
حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ
بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ﴿۶۰﴾

(۵۷) تو ہم نے لوطؑ اور ان کے اہلِ خانہ کو نجات دے دی سوائے ان کی بیوی کے پیچھے رہ جانا ہم نے اس کا مقدر کر دیا تھا۔

(۵۸) اور ہم نے ان لوگوں پر (پتھروں کی) برسات کی جن لوگوں کو ڈرایا گیا ان کے حق میں وہ بہت بری برسات تھی۔

(۵۹) اے نبی آپ فرمایئے الحمدللہ (خدا کا شکر ہے) اور سلام ہو اللہ کے برگزیدہ بندوں پر (ان سے دریافت کیجیے) اللہ بہتر ہے یا وہ معبود جنھیں یہ شریک خدا قرار رہتے ہیں۔

(۶۰) بھلا وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو خلق فرمایا ہے اور تمھارے لیے آسمان سے پانی برسایا ہے پھر اس کے ذریعے ایسے خوش نما باغ اگائے ہیں جن کے درختوں کا اگانا تمھارے بس میں نہ تھا کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا خدا بھی شریک تھا بلکہ یہ تو ایک منحرف قوم ہے۔

---

(۵۷) فَاَنْجَيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ

تو ہم نے لوطؑ اور ان کے اہل خانہ کو نجات دی سوائے ان کی بیوی کے۔

قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ

پیچھے رہ جانا ہم نے اس کا مقدر کر دیا تھا۔ ہم نے یہ لکھ دیا تھا کہ وہ عذاب میں گرفتار رہے گی۔

(۵۸) وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ

اور ہم نے ان لوگوں پر پتھروں کی برسات کی جن لوگوں کو ڈرایا گیا تھا ان کے حق میں وہ بہت بری تھی۔

(۵۹) قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى

اے نبیؐ آپ فرمایئے ''الحمدللہ'' (خدا کا شکر ہے) اور سلام ہو اللہ کے برگزیدہ بندوں پر۔

کتاب جوامع میں معصومین علیہم السّلام سے روایت ہے اور قمی میں ہے فرمایا کہ اس سے مراد آل محمد علیہم السّلام ہیں۔[1]

آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ

(ان سے دریافت کیجیے) اللہ بہتر ہے یا وہ معبود جنھیں یہ شریک خدا قرار دیتے ہیں یہ ان پر لازم قرار دینا ان کا مذاق اڑانا اور ان کی رائے کو بودا قرار دینا ہے۔

(۶۰) اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ اَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً

بھلا وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو خلق فرمایا ہے اور تمھارے لیے آسمان سے پانی برسایا ہے۔

فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآىِٕقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا

پھر اس کے ذریعے ایسے خوش نما باغات بنائے جن کے درختوں کو اگانا تمھارے بس میں نہ تھا اللہ نے صیغۂ غیب سے متکلم کی طرف عدول کیا کہ یہ بتائے کہ اس نے یہ کام خود انجام دیے ہیں۔

ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ

کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا خدا بھی شریک تھا بلکہ یہ تو ایک منحرف قوم ہے۔

کیا غیر خدا اس کے ساتھ شریک تھا اور اسے اپنا شریک قرار دیا تھا ایسا نہیں ہے بلکہ وہ اللہ تخلیق اور تکوین میں یکتا اور بے مثال ہے یہ ایسی قوم ہے جو جادۂ حق یعنی توحید سے منحرف ہے۔

---

(۱) جوامع الجامع، ج ۳، ص ۱۹۶، وتفسیر قمی، ج ۲، ۱۲۹

اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ جَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّ جَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَ جَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾
اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَ يَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۲﴾
اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ مَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۳﴾

(۶۱) سوچو تو وہ کون ہے جس نے زمین کو جائے قرار بنایا اور اس کے درمیان دریا رواں دواں کر دیے اور اس میں پہاڑوں کی میخیں گاڑ دیں اور دو سمندروں کے مابین حدّ فاصل قائم کر دی کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے بلکہ ان میں سے اکثر لوگ لاعلم ہیں۔

(۶۲) کون ہے جو مُضطر کی دعا کو سنتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے اور اس کی مصیبت کو دور کرتا ہے اور تمھیں زمین پر اپنا خلیفہ قرار دیتا ہے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے؟ (جو یہ کام انجام دیتا ہے) بہت کم لوگ ہیں جو نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

(۶۳) وہ کون ہے جو خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں تم کو راستا دکھاتا ہے اور وہ کون ہے جو اپنی رحمت (بارش) کے آگے آگے ہواؤں کو خوش خبری دینے کے لیے بھیج دیتا ہے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ وہ جو شرک کرتے ہیں اللہ اس سے بلند و بالا ہے۔

(۶۱) اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ جَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا

سوچو تو وہ کون ہے جس نے زمین کو جائے قرار بنایا اور اس کے درمیان دریا رواں دواں کر دیے۔

وَّ جَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ اور اس میں پہاڑ کی میخیں گاڑ دیں۔

ایسے پہاڑ جن میں معدنیات ہوتی ہے اور پشت زمین سے چشمے جاری کر دیے۔

وَ جَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا

اور دو سمندروں کے درمیان حد فاصل قائم کر دی۔

یعنی میٹھے اور نمکین پانیوں کے درمیان ایک برزخ (حد فاصل رکھ دیا) اور اس بارے میں ہم سورۂ فُرقان کی آیت نمبر ۵۳ کے ذیل میں گفتگو کر چکے ہیں۔

ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ

کیا اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہے بلکہ ان میں سے اکثر لوگ لاعلم ہیں۔

وہ حق کو نہیں پہچانتے اس لیے شرک کر رہے ہیں۔

(۶۲) اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ

کون ہے جو مضطر کی دعا کو سنتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے اور اس کی مصیبت کو دور کرتا ہے ایسا مضطر جس کی پریشانی کی شدت نے اسے ضرورت مند بنا دیا کہ وہ اللہ سے پناہ طلب کرے۔

وَ يَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ اور تمھیں زمین پر اپنا خلیفہ قرار دیتا ہے۔

یعنی تم سے پہلے جو لوگ گزر چکے ہیں تمھیں ان کے مکانات کا وارث بنایا اور ان میں تمھیں تصرف کا اختیار دے دیا۔

ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے؟ (جو یہ کام انجام دیتا ہے)

جو تمھیں ان نعمتوں سے بہرہ افروز فرماتا ہے۔

قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ بہت کم لوگ ہیں جو نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

یعنی تم لوگ نعمتوں کا بہت کم تذکرہ کرتے ہو۔

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ یہ آیت قائم آل محمد صلوات الہ علیہ کے بارے میں نازل ہوئی واقعی وہ مُضطر ہوں گے جب وہ مقامِ ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھیں گے اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا طلب کریں تو اللہ ان کی دعا کو قبول کرلے گا اور تمام مصیبتوں کو دور کر دے گا اور انھیں زمین میں خلیفہ بنا دے گا۔[۱]

اور ایک روایت میں ہے کہ سب سے پہلے جو بیعت کرے گا وہ جبرئیلؑ ہوں گے اس کے بعد ۳۱۳ افراد ہوں گے۔[۲]

اور اس آیت کے بارے میں دوسری گفتگو سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۸۶ ...اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ... کے ذیل میں بیان کی جا چکی ہے۔

(۶۳) اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ

وہ کون ہے جو خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں تم کو راستا دکھاتا ہے۔ ستاروں کے ذریعے اور زمین کی علامتوں سے۔

وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ

اور وہ کون ہے جو اپنی رحمت (بارش) کے آگے آگے ہواؤں کو خوش خبری دینے کے لیے بھیج دیتا ہے۔

ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے جو ان میں سے کسی بھی چیز پر قدرت رکھتا ہو۔

تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ وہ جو شرک کرتے ہیں اللہ ان سے بلند و بالا ہے۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۲۹ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۲۰۵

اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ؕ
ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۶۴﴾
قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ
اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۶۵﴾
بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ۫ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا ۫ بَلْ هُمْ مِّنْهَا
عَمُوْنَ ﴿۶۶﴾
وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّ اٰبَآؤُنَآ اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ﴿۶۷﴾

(۶۴) وہ کون ہے جو خلق کا آغاز کرتا ہے پھر اس کا اعادہ کرے گا اور وہ کون ہے جو تمھیں آسمان اور زمین سے رزق فراہم کرتا ہے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے فرما دیجیے تم اگر سچے ہو تو دلیل پیش کرو۔
(۶۵) اے محمد فرما دیجیے کہ اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں کوئی غیب کا علم نہیں رکھتا اور وہ یہ نہیں جانتے کہ انھیں کب قبروں سے اٹھایا جائے گا۔
(۶۶) بلکہ آخرت کے بارے میں ان کا علم منتہی ہو چکا وہ تو شک و شبہے میں پڑے ہوئے ہیں بلکہ وہ اس سے اندھے ہیں۔
(۶۷) اور کافروں نے کہا کہ جب ہم اور ہمارے باپ دادا مٹی ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہمیں قبروں سے نکالا جائے گا؟

(۶۴) اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ
وہ کون ہے جو خلق کا آغاز کرتا ہے پھر اس کا اعادہ کرے گا۔
وَ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ؕ
اور وہ کون ہے جو تمھیں آسمان اور زمین سے رزق فراہم کرتا ہے۔
یعنی آسمان اور زمینی اسباب سے رزق فراہم کرتا ہے۔
ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے جو یہ کرتا ہو۔
قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ
فرما دیجیے دلیل پیش کرو۔ کیا غیر خدا ان میں سے کسی ایک شے پر بھی قادر ہے۔

اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ

اگر تم سچے ہو کہ کوئی ذات خدا میں شریک ہے۔

(۶۵) قُلۡ لَّا يَعۡلَمُ مَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ الۡغَيۡبَ اِلَّا اللّٰهُ

اے محمدؐ آپ فرما دیجیے کہ آسمانوں اور زمین میں کوئی غیب کا علم نہیں رکھتا۔

نہج البلاغہ میں ہے کہ امام نے کچھ پیش گوئیاں کیں تو اس موقع پر آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے جو قبیلۂ بنی کلب سے تھا عرض کی کہ یا امیر المومنینؑ آپ کو تو علم غیب حاصل ہے جس پر آپ سے فرمایا اے برادر کلبی! یہ علم غیب نہیں بلکہ ایک صاحب علم (رسول) سے معلوم کی ہوئی باتیں ہیں علم غیب تو قیامت کی گھڑی اور ان چیزوں کے لیے ہے جیسے شکموں میں کیا ہے؟ نر ہے یا مادہ وہ بدصورت ہے یا خوبصورت سخی یا بخیل بدبخت ہے یا خوش نصیب اور کون جہنم کا ایندھن ہوگا اور کون جنت میں نبیوں کا رفیق ہوگا یہ علم غیب ہے جسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا رہا دوسری چیزوں کا علم تو وہ اللہ نے اپنے نبی کو دیا ہے اور نبی نے مجھے بتایا اور میرے لیے دعا فرمائی کہ میرا سینہ انھیں محفوظ رکھے اور میری پسلیاں انھیں سمیٹے رہیں۔[1]

وَمَا يَشۡعُرُوۡنَ اَيَّانَ يُبۡعَثُوۡنَ

اور وہ یہ نہیں جانتے کہ انھیں کب قبروں سے اٹھایا جائے گا۔

(۶۶) بَلِ ادّٰرَكَ عِلۡمُهُمۡ فِى الۡاٰخِرَةِ

بلکہ آخرت کے بارے میں ان کا علم منتہی ہو چکا ہے وہ اس کے درپے رہے یہاں تک کہ وہ مستحکم ہو گیا۔

تفسیر قمی میں ہے کہ وہ دنیا میں جن باتوں سے لاعلم تھے انھوں نے وہ سب کچھ سیکھ لیا۔

بَلۡ هُمۡ فِىۡ شَكٍّ مِّنۡهَا بلکہ وہ تو شک و شبہے میں پڑے ہوئے ہیں۔

بَلۡ هُمۡ مِّنۡهَا عَمُوۡنَ بلکہ وہ اس سے اندھے ہیں۔

کیوں کہ اُن کی بصیرت مختل (بے کار) ہو چکی ہے۔

کہا گیا ہے کہ تینوں مثالیں ان کے احوال کو بیان کرنے کے لیے نازل ہوئی ہیں۔

(۶۷) وَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَاۤ اَئِنَّا لَمُخۡرَجُوۡنَ

اور کافروں نے کہا کہ جب ہم اور ہمارے باپ دادا مٹی ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہمیں قبروں سے نکالا جائے گا۔

قبروں سے نکالا جائے گا یا فنا ہو جانے کے بعد زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔

---

(۱) ؟؟؟

لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۙ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۶۸﴾

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۶۹﴾

وَ لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَ لَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿۷۰﴾

وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۷۱﴾

قُلْ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۷۲﴾

وَ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾

وَ اِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَ مَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۴﴾

وَ مَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۵﴾

---

(۶۸) اس قسم کے وعدے پہلے بھی ہم سے اور ہمارے باپ دادا سے کیے جاتے رہے ہیں یہ تو پہلے لوگوں کی داستانیں ہیں۔

(۶۹) فرما دیجیے زمین میں سیاحت کرو اور دیکھ لو کہ مجرمین کا انجام کیسا ہوا تھا۔

(۷۰) اے نبی نہ تو آپ ان کے لیے غمگین ہوں اور نہ ہی ان کے مکروفریب پر دل تنگ ہوں۔

(۷۱) وہ کہتے ہیں کہ اگر آپ سچے ہیں تو بتائیے کہ عذاب کا وعدہ کب پورا ہوگا۔

(۷۲) کہہ دیجیے عجب نہیں جس عذاب کی تم جلدی مچا رہے ہو اس کا ایک حصہ تمھارے قریب ہی پہنچ چکا ہو۔

(۷۳) اور اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کا رب لوگوں پر بڑا صاحب فضل ہے لیکن ان کی اکثریت ناشکری ہے۔

(۷۴) اور یقیناً آپ کا رب وہ بھی جانتا ہے جو ان کے سینے چھپاتے ہیں اور جسے ظاہر کرتے ہیں۔

(۷۵) اور آسمان اور زمین میں کوئی ایسی پوشیدہ شے نہیں ہے جو کتاب مبین میں موجود نہ ہو۔

---

(۶۸) لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۙ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۶۸﴾

اس قسم کے دعوے پہلے بھی ہم سے اور ہمارے باپ دادا سے کیے جاتے رہے ہیں تو یہ پچھلے لوگوں کی داستانیں ہیں۔

ان کے من گھڑت جھوٹے قصّے اور کہانیاں۔

(۶۹) قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ

فرما دیجیے زمین میں سیاحت کرو اور دیکھ لو کہ مجرمین کا انجام کیسا ہوا؟

ان کے لیے تہدید (دھمکی) ہے ان کے جھوٹ بولنے پر اور ڈراوا کہ ان پر ویسا ہی عذاب نازل ہوگا جس طرح ان سے پہلے جھٹلانے والوں پر نازل ہوا تھا اور انھیں مجرمین سے تعبیر کیا گیا ہے۔ تاکہ وہ مجرمین کے لیے ترکِ جرائم میں لطف (مہربانی) بن جائے۔

(۷۰) وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ

اے نبیؐ آپ ان کے لیے غمگین نہ ہوں۔

کہ وہ جھٹلا رہے ہیں اور روگردانی کر رہے ہیں۔

وَلَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ

اور نہ ہی آپ دل تنگ ہوں۔

یعنی آپ کو ان لوگوں کے عمل پر کڑھنا نہیں چاہیے۔

مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ

ان کے مکر وفریب پر۔

اس لیے کہ اللہ آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

(۷۱) يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ

وہ کہتے ہیں کہ عذاب کا وعدہ کب پورا ہوگا۔

یعنی وہ وعدۂ عذاب کب پورا ہوگا۔

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ

اگر آپ سچے ہیں تو بتائیے۔

(۷۲) قُلْ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ

کہہ دیجیے عجب نہیں وہ تمھارے قریب ہی پہنچ چکا ہو۔

تمھارے پیچھے ہو تم سے ملحق ہونے والا ہو۔

تفسیر قمی میں ہے یعنی تمھارے پیچھے بہت ہی قریب ہو۔[۱]

بَعْضُ الَّذِيْ تَسْتَعْجِلُوْنَ

جس عذاب کی تم جلدی مچا رہے ہو اس کا ایک حصہ۔

کہا گیا ہے کہ وہ غزوۂ بدر کا عذاب ہے۔[۲]

(۷۳) وَ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کا رب لوگوں پر بڑا صاحب فضل ہے۔

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۳۰ (۲) الکافی، ج ۱، ص ۲۲۶، ح ۲

اس لیے کہ وہ ان کی نافرمانیوں پر انھیں سزا دینے میں تاخیر کرتا ہے۔

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ

اور لیکن ان کی اکثریت ناشکری ہے۔

وہ نعمت کا حق پہنچانتے نہیں اسی لیے اس کا شکر ادا نہیں کرتے بلکہ وہ اپنی جہالت کے سبب عذاب کے واقع ہونے کے لیے جلدی مچا رہے ہیں۔

(۷۴) وَ اِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ

اور یقیناً آپ کا رب وہ بھی جانتا ہے جو ان کے سینے چھپاتے ہیں اور جسے ظاہر کرتے ہیں آپ کی عداوت اور دشمنی میں اللہ انھیں اس عمل کی سزا دے گا۔

(۷۵) وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ

اور آسمان اور زمین کی کوئی ایسی پوشیدہ اور مخفی شے نہیں ہے۔

اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ

جو کتاب مبین میں موجود نہ ہو۔

کتاب کافی میں امام کاظم علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اللہ کی کتاب میں کچھ آیتیں ہیں جو بھی ان کے وسیلے سے طلب کیا جائے اذن خدا سے پورا ہو جائے گا اور اللہ نے جس کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ وہ گزشتگان کی کتابوں میں ثبت ہے خداوند عالم نے ام الکتاب میں ہمارے مقرر کر دیا ہے ارشاد فرمایا ہے:

و ما من غائبة (الاية) پھر فرمایا ...ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا... (فاطر ۳۲)

(پھر ہم نے کتاب کا وارث انھیں بنایا جنھیں اپنے بندوں میں مصطفی کرلیا) ہم ہی وہ ہیں اللہ نے جنھیں منتخب فرمایا ہے اور ہم ہی اس کتاب کے وارث ہیں جس میں ہر شے کی وضاحت کی گئی ہے۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۷۶﴾
وَ اِنَّهٗ لَهُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۷﴾
اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ ۚ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ﴿۷۸﴾
فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ ﴿۷۹﴾
اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَ لَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۸۰﴾
وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾

---

(۷۶) اور بے شک یہ قرآن بنی اسرائیل کو اکثر ان باتوں کی حقیقت بتاتا ہے جن میں وہ اختلاف رکھتے ہیں۔

(۷۷) اور یہ کہ یہ قرآن مومنین کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

(۷۸) بے شک آپ کا رب ان کے درمیان اپنے حکم سے فیصلہ کر دے گا اور وہ غالب اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

(۷۹) آپ اللہ پر توکل کیجیے بے شک آپ واضح حق پر ہیں۔

(۸۰) یقیناً آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے ہیں اور نہ ہی ان بہروں تک اپنی پکار پہنچا سکتے ہیں جو پیٹھ پھیر کر بھاگے جا رہے ہوں۔

(۸۱) اور نہ ہی آپ اندھوں کو ان کی گم راہی سے راہِ راست پر لا سکتے ہیں آپ تو صرف انھی کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اور پھر اطاعت شعار رہتے ہیں۔

---

(۷۶) اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۷۶﴾

اور بے شک یہ قرآن بنی اسرائیل سے اکثر وہ باتیں بیان کرتا ہے جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں جیسے تشبیہ (مشابہ قرار دینا)، تنزیہ (منزہ اور پاک ہونا)، جنت و جہنم کے احوال، عزیر اور مسیح۔

(۷۷) وَ اِنَّهٗ لَهُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ

اور یہ کہ یہ قرآن مومنین کے لیے ہدایت و رحمت ہے۔

یہ مومنین وہ ہیں کہ قرآن کے ذریعے جن کی شفاعت کی جائے گی۔

(۷۸) اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ

بے شک آپ کا رب ان کے درمیان اپنے حکم سے فیصلہ کر دے گا اور وہ غالب اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

بَيْنَهُمْ سے مراد بنی اسرائیل کے درمیان۔

بِحُكْمِهٖ ۚ : سے مراد ہے اپنی حکمت کے مطابق یا اس کے بارے میں جو بھی فیصلہ کرے گا اور وہ حق ہے۔

الْعَزِيْزُ: غالب ہے اس کا فیصلہ رد نہیں کیا جا سکتا۔

الْعَلِيْمُ وہ جو فیصلہ کرتا ہے اس کی حقیقت کو بخوبی جانتا ہے اور اس کی حکمت سے باخبر ہے۔

(۷۹) فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ

آپ اللہ پر توکل کیجیے اور ان کی دشمنی کی پروا نہ کیجیے۔

اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ

بے شک آپ واضح حق پر ہیں۔

اور صاحب حق حقدار ہے کہ اللہ کی حفاظت پر بھروسا رکھے اور اس کی نصرت کا یقین کرے۔

(۸۰) اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ

اے نبیؐ یقیناً آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے ہیں اور نہ ہی ان بہروں تک اپنی پکار پہنچا سکتے ہیں جو پیٹھ پھیر کر بھاگے چلے جا رہے ہوں۔

انھیں مردہ اور بہرے شخص سے تشبیہ دی گئی اس لیے جو کچھ ان پر تلاوت کیا جاتا ہے۔ اس سے وہ فائدہ حاصل نہیں کرتے۔

(۸۱) وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِى الْعُمْىِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ

اور نہ ہی آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے راست پر لا سکتے ہیں۔

آپ اندھوں کی ہدایت نہیں کر سکتے اس لیے کہ ہدایت کے لیے آنکھوں کی ضرورت ہے۔

اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ

آپ تو صرف انھی کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اور پھر اطاعت شعار رہتے ہیں۔ آپ صرف انھی کو سنا سکتے ہیں جو آپ کے سنانے پر کان دھریں اور ہماری آیتوں پر ایمان لائیں علم الٰہی میں ایسا ہی ہے مسلمون کا مفہوم ہے مُخْلِصُوْن (خلوص رکھنے والے)۔

وَ اِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۸۲﴾

وَ يَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۸۳﴾

حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْ قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ وَ لَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّا ذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾

وَ وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۸۵﴾

---

(۸۲) اور جب ان پر ہمارا قول واقع ہونے والا ہوگا تو ہم ان کے لیے زمین سے ایک ''دابہ'' (چلنے والا) نکالیں گے جو ان سے ہم کلام ہوگا بے شک لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہیں رکھتے تھے۔

(۸۳) اور جس دن ہم ہر امت سے ایک گروہ اکٹھا کریں گے جو ہماری آیات کو جھٹلایا کرتے تھے، پھر ان کی درجہ بندی کی جائے گی۔

(۸۴) یہاں تک کہ جب سب آ جائیں گے تو ان کا رب دریافت کرے گا کیا تم نے میری آیتوں کو جھٹلا دیا حالاں کہ تم نے ان کا علمی احاطہ نہ کیا تھا اور تم کیا کچھ کر رہے تھے۔

(۸۵) اور ان کے ظلم کی وجہ سے ان پر عذاب کا وعدہ پورا ہو جائے گا اور انھیں یارائے کلام تک نہ ہوگا۔

---

(۸۲) وَ اِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اور جب ان پر ہمارا قول واقع ہونے والا ہوگا۔

اور وہ وعدۂ رجعت ہے جو قیام مہدی علیہ السّلام کے وقت ان سے کیا گیا ہے جیسا کہ عنقریب اس کا بیان آئے گا۔

اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ

تو ہم ان کے لیے زمین سے ایک ''دابہ'' (چلنے والا) نکالیں گے جو ان سے ہم کلام ہوگا۔

اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ بے شک لوگ ہماری آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے تھے۔

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امیر المومنین کے پاس آئے اور وہ مسجد میں سو رہے تھے آپ نے ریت جمع کر لی تھی اور اس پر اپنا سر رکھ دیا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں پیروں سے حرکت دی اور ان سے فرمایا، ''قُمْ يَا دَآبَّةَ الْاَرْضِ' اے دابۃ الارض اٹھو تو ان سے اصحاب میں سے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہم ایک دوسرے کو اس نام سے پکارنا شروع کر دیں تو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں واللہ ہرگز ایسا نہیں یہ نام صرف حضرت علی علیہ السّلام کے لیے مخصوص ہے اور وہی دَآبَّۃً ہیں اللہ نے اپنی کتاب میں جن کا ذکر کیا ہے اللہ رب العزت نے فرمایا ''وَ اِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْھِمْ'' پھر فرمایا اے علیؑ جب آخری زمانہ آئے گا تو اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین صورت پر برآمد کرے گا اور آپ کے ساتھ میسم (مُہر) ہوگی جس سے آپ دشمنوں پر نشان لگائیں گے۔[۱]

اور امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا کہ ایک شخص نے عمار بن یاسر سے کہا اے ابوالیقضان کتاب خدا کی ایک آیت نے میرے دل کو خراب کرنے کی کوشش کی ہے اور مجھے شک میں مبتلا کر دیا ہے عمار نے کہا وہ کون سی آیت ہے اس نے کہا اللہ تعالیٰ کا قول وَ اِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْھِمْ تو فرمایئے یہ کون سا ''دابہ'' ہے تو عمّار نے کہا خدا کی قسم نہ میں بیٹھوں گا نہ کھاؤں گا نہ پیوں گا جب تک میں تمھیں اسے دکھلا نہ دوں تو عمار اس شخص کو لے کر امیر المومنینؑ کی خدمت میں آئے اور وہ کھجور اور مکھن کھا رہے تھے امیر المومنین علیہ السّلام نے فرمایا اے ابوالیقضان آؤ عمار آئے بیٹھے اور ان کے ساتھ کھانا شروع کر دیا اس شخص کو اس بات سے بڑا تعجب ہوا جب عمار اٹھے تو اس شخص نے کہا سبحان اللہ آپ نے قسم کھائی تھی کہ آپ نہ کھائیں گے نہ پئیں گے اور نہ ہی بیٹھیں جب تک مجھے ''دابہ'' دکھلا نہ دیں گے تو عمار نے کہا میں تمھیں دابہ دکھلا تو دیا اگر تم عقل رکھتے ہو۔[۲]

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ عیاشی نے یہ قصہ بعینہ ابوذر سے اسی طرح نقل کیا ہے۔[۳]

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے کہا کہ امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ مجھے چھ چیزیں عطا کی گئی ہیں۔

۱۔علم منایا (موت کا علم) اور بلایا (مصیبت و آزمائش کا علم) ۲۔علم وصایا (وصیتوں کا علم) ۳۔فَصْلُ الخطاب (حق و باطل کے درمیان فیصلہ کن بات کہنے والا) ۴۔صاحب الکرات (جنگوں میں حملہ کرنے والا) و دولۃ الدول (تمام ممالک کا حاکم) ۵۔ میں صاحب عصا و میسَم۔ ۶۔ اور وہ دابہ ہوں جو لوگوں سے گفتگو کرے گا۔[۴]

کتاب اکمال میں امیر المومنین علیہ السّلام سے ایک حدیث میں مروی ہے کہ جب آپ نے دجّال کا اور اس کے قتل کرنے والے کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ اس کے بعد ''الطامۃ الکبری'' واقع ہوگی سوال کیا گیا کہ وہ کیا ہے؟ اے امیر المومنینؑ فرمایا کہ کوہ صفا کے پاس سے دابہ کا نکلنا اور اس کے پاس حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی اور حضرت موسیٰؑ کا عصا ہوگا وہ ہر مومن کے چہرے پر اس انگوٹھی کو رکھیں گے تو اس میں چھپ جائے گا کہ یہ مومن برحق ہے اور ہر کافر کے چہرے پر رکھیں گے تو لکھ دیا جائے گا یہ بالکل کافر ہے۔ یہاں تک مومن پکار کر کہے گا افسوس ہو تجھ پر تو سچ مچ کافر ہے اور کافر ندا دے کر کہے گا اے مومن تجھے مبارک ہو میں بھی یہی چاہتا تھا کہ تم جیسا ہوتا تو میں بہت بڑی کامیابی حاصل کر لیتا پھر وہ دابہ اپنا سر اللہ جل جلالہ کی اجازت سے خافقین (مشرق و مغرب)

---

(۱) التفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۳۰ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ۱۳۱

(۳) مجمع البیان، ج ۷۔۸، ص ۲۳۴ (۴) الکافی، ج ۱، ص ۱۹۸، ح ۳

کے درمیان اٹھائے گا اور یہ مغرب سے سورج کے طلوع ہو جانے کے بعد ہوگا اس وقت توبہ اٹھا لی جائے گی نہ تو توبہ قبول ہوگی اور نہ ہی کوئی عمل بلند ہوگا اور ...لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا... (انعام ۱۵۸) (تو جو شخص پہلے ایمان نہ لایا ہوگا اس وقت اسے ایمان لانا کچھ فائدہ نہ پہنچائے گا یا اس نے اپنے ایمان کی حالت میں نیک عمل کیے ہوں گے) پھر فرمایا تم مجھ سے نہ پوچھو کہ اس کے بعد کیا ہوگا اس لیے کہ میرے حبیب رسولؐ نے مجھ سے عہد لیا ہے کہ میں اپنی عترت کے علاوہ کسی اور کو اُس سے آگاہ نہ کروں۔[۱]

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے فرمایا ''دابۃ الارض'' کی لمبائی ساٹھ ہاتھ ہے کوئی طالب اسے پا نہیں سکتا اور کوئی ہارب (بھاگنے والا) اسے کھو نہیں سکتا وہ مومن کی پیشانی پر دونوں آنکھوں کے درمیان نشان لگائے گا اور اس پر لکھ دے گا ''مومن'' اور ''کافر'' اور اس کے ساتھ عصائے موسیٰؑ ہوگا اور حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی ہوگی تو مومن کا چہرہ عصا سے روشن ہو جائے گا اور کافر کی ناک انگوٹھی سے مہرزدہ ہو جائے گی یہاں تک کہ کہا جائے گا یا مومن اور یا کافر۔[۲]

امیر المومنین علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے ''دابہ'' کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا خدا کی قسم اس کی دم نہیں ہے البتہ اس کی ڈاڑھی ہوگی۔[۳]

(۸۳) وَ يَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا

اور جس دن ہم ہر امت میں سے ایک ایسے گروہ کو اکٹھا کریں گے جو ہماری آیات کو جھٹلایا کرتے تھے۔

فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ پھر ان کی درجہ بندی کی جائے گی اور یہ قیامت کے دن ہوگا۔

(۸۴) حَتّٰٓى اِذَا جَآءُ یہاں تک کہ جب سب آ جائیں گے۔

یعنی محشر میں سب آ جائیں گے۔

وَ قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ تو ان کا رب ان سے دریافت کرے گا کیا تم نے میری آیتوں کو جھٹلا دیا؟

وَ لَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا حالاں کہ تم نے ان کا علمی احاطہ نہ کیا۔

اَمَّا ذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اور تم کیا کچھ کر رہے تھے۔

یعنی اس کے بعد تم کس چیز پر عمل کر رہے تھے اور یہ جملہ سرزنش کے لیے ہے اس لیے ہے کہ انھوں نے سوائے جھٹلانے کے کوئی اور کام انجام نہیں دیا۔

(۸۵) وَ وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا

اور ان کے ظلم کی وجہ سے ان پر عذاب کا وعدہ پورا ہو جائے گا۔

یعنی عذاب موعود (وعدہ شدہ عذاب) ان پر نازل ہو جائے گا ان کے ظلم کی وجہ سے اور وہ آیات خداوندی

---

(۱) اکمال الدین واتمام النعمۃ، ص ۵۲۷، ح ۱، باب ۴ (۲) مجمع البیان، ج ۷–۸، ص ۲۳۴

(۳) مجمع البیان، ج ۷–۸، ص ۲۳۴

کا جھٹلانا ہے۔

فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ اور انھیں یارائے کلام تک نہ ہوگا۔

کہ وہ عذر پیش کرسکیں اس لیے کہ وہ عذاب میں گرفتار ہوں گے۔

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے اس حدیث میں جو دابّہ کی تفسیر میں پہلے گزری ہے فرمایا کہ یہ آیت خدا کے قول ویوم نحشر من کل امة فوجا رجعت کی دلیل ہے فرمایا آیات سے امیر المومنین اور ائمہ مراد ہیں تو اس شخص نے کہا کہ عامّہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ کا قول وَ يَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا سے روز قیامت مراد ہے تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہر امت میں سے ایک گروہ کو محشور کرے گا اور دوسروں کو چھوڑ دے گا؟ نہیں ایسا نہیں ہوگا یہ آیت رجعت کے بارے میں ہے جہاں تک آیت قیامت کا تعلق ہے تو وہ یہ ہے... وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا (کہف ۴۷) اور ہم انھیں جمع کریں گے اور ان میں سے کسی کو نہ چھوڑیں گے۔[1]

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ مومنین میں سے ایسا کوئی نہیں ہے جسے قتل کر دیا گیا ہو اسے واپس نہ لایا جائے تا کہ وہ اپنی موت مرے اور واپس نہیں آئے گا مگر وہ جس نے ایمان کو بالکل خالص کرلیا ہو یا وہ جس نے کفر کو بالکل خالص بنا لیا ہو۔[2]

کتاب کافی میں اللہ تعالیٰ کے قول... بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ... (سورۃ بنی اسرائیل ۵)

(تو ہم نے تم پر اپنے سخت جنگجو بندے مسلط کر دیے) یہ وہ لوگ ہوں گے اللہ جنھیں خروج قائم سے پہلے مبعوث کرے گا وہ لوگ آل محمدؐ کے دشمنوں میں سے ہر فرد کو قتل کر ڈالیں گے۔[3] اور مکمل حدیث سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۵ کے ذیل میں بیان کی جا چکی ہے لہٰذا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے۔

مجمع البیان میں فرمایا اور ائمہ ہدی سے جن کا تعلق آل محمد سے ہے مروی احادیث ایک دوسرے کی تائید کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیام مہدی علیہ السّلام کے وقت ایک ایسی قوم کو دوبارہ لوٹائے گا امام کے شیعوں اور اولیا میں سے جن کی موتیں واقع ہو چکی ہوں گی تا کہ وہ امام علیہ السّلام کی رکاب میں نصرت اور کمک کا ثواب حاصل کریں اور وہ سب کے سب امام کی حکومت کے ظاہر ہونے پر خوش وخرم ہوں گے اور ان کے دشمنوں کی قوم کو بھی اللہ دوبارہ پیدا کرے گا تا کہ ان سے انتقام لے اور ان کے شیعوں کے ہاتھوں قتل ہو کر جس سزا کے وہ مستحق ہیں انھیں وہ سزا دی جائے یا انھیں ذلت اور رسوائی میسر ہو جو امام علیہ السّلام کے کلمہ کی بلندی کا وہ مشاہدہ کر رہے تھے اور کسی عاقل کو اس میں شک نہیں ہوگا کہ یہ اللہ کا فیصلہ فی نفسہ غیر محال ہے اللہ نے گزشتہ اقوام میں ایسا کیا تھا اور قرآن کریم نے اس بارے میں متعدد مقامات پر فرمایا ہے جیسے قصۂ عُزیز میں اور اس کے علاوہ ہم نے جس کی تفصیل پہلے بیان کر

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۳۰-۱۳۱ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۳۰-۱۳۱

(۱) الکافی، ج ۸، ص ۲۰۶، ح ۲۵۰

دی ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث صحیح موجود ہے آپ نے فرمایا: سیکون فی امتی کل ما کان فی بنی اسرائیل حذو النعل بالنعل و القذۃ بالقذۃ حتی لو ان احدھم دخل جُحر ضب لدخلتموہ۔

عنقریب میری امت میں وہی کچھ ہوگا جو بنی اسرائیل میں ہو چکا ہے بالکل ایک دوسرے کی طرح جوں کا توں یہاں تک اگر کوئی گوہ کے بل میں چھپ جائے گا تو بھی تم وہاں داخل ہو جاؤ گے۔[1]

میں فیض کاشانی) کہتا ہوں حسن بن سلیمانؒ حلّی طاب ثراہ نے فضائل اہل بیت علیہم السلام پر ایک کتاب لکھی ہے جس میں رجعت کے بارے میں بہت سی احادیث رقم کی ہیں اور حالاتِ رجعت کی تفصیلات تحریر کی ہیں انھوں نے اس کتاب میں بیان کیا ہے کہ ''دابہ'' سے مراد امیر المومنینؑ ہیں اس ضمن میں بہت سی احادیث لکھی ہیں جو مفہوم سے کافی مطابقت رکھتی ہیں اور ان میں سے اکثر روایات نقل کی ہیں کتاب سعد بن عبداللہ سے جس کا نام مختصر البصائر ہے اور ہم اس مقام پر اس کتاب سے ایک حدیث پیش کر رہے ہیں جو تمام احادیث سے واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہے تو اسے چاہیے کہ اس کتاب کی طرف رجوع کرے اور اسے روایت کیا ہے اصبغ بن نباتہ سے کہ عبداللہ بن الکوا یشکری کھڑا ہوا اور امیر المومنین علیہ السّلام سے کہا اے امیر المومنین آپ کے اصحاب میں سے کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ انھیں موت کے بعد دوبارہ واپس لایا جائے گا تو امیر المومنین علیہ السّلام نے فرمایا ہاں بے شک تو نے جو کچھ سنا ہے اسے بیان کر اور کلام میں کوئی اضافہ نہ کرنا یہ بتا تو نے ان سے کیا کہا اس نے کہا میں نے انھیں جواب دیا تم لوگوں نے جو کچھ کہا ہے میں اسے تسلیم نہیں کرتا ہوں اس وقت امیر المومنین علیہ السّلام نے اس سے کہا تجھ پر وائے ہو اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کو آزمائش میں مبتلا کیا ان کے گناہوں کے پاداش میں تو ان کی مدّتِ حیات جو مقرر کی گئی تھی اس سے پہلے ہی انھیں موت دے دی پھر انھیں دنیا میں پلٹایا تا کہ وہ اپنا رزق پورا کریں اس کے بعد اللہ نے انھیں موت سے ہم کنار کیا۔

علی بن کواء نے تکبیر بلند کی لیکن ہدایت حاصل نہیں کی امیر المومنین نے اس سے کہا تجھ پر وائے ہو تو جانتا ہے کہ خداوند عالم نے اپنی کتاب میں فرمایا وَ اخْتَارَ مُوْسٰی قَوْمَهٗ سَبْعِیْنَ رَجُلًا لِّمِیْقَاتِنَا... (اعراف ۱۵۵) موسیٰؑ نے اپنی قوم کے ستر افراد کو ہماری میقات کے لیے منتخب کیا وہ انھیں لے کر چلے تا کہ جب وہ بنی اسرائیل کے سرداروں کے پاس واپس آئیں تو یہ گواہی دیں کہ میرے رب نے مجھ سے گفتگو کی ہے بس اگر وہ تسلیم کرلیں اور اس کی تصدیق کرلیں تو اس میں ان کے لیے بھلائی ہوگی اس کے بجائے انھوں نے موسیٰؑ سے یہ مطالبہ کر دیا... لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰی نَرَی اللّٰهَ جَهْرَةً... (البقرہ ۵۵) اے موسیٰؑ ہم آپ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک اللہ کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا... فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ... (البقرہ ۵۵) (تمھیں بجلی نے آ گھیرا) یعنی موت آ گئی ... وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ (اور تم دیکھ رہے تھے) ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (البقرہ ۵۶)

(۱) مجمع البیان ج ۷۔۸ ص ۲۳۴

پھر ہم نے موت آجانے کے بعد تم کو ازسرنو زندہ کر دیا تا کہ تم شکر ادا کرو۔

اے ابن الکوا تم نے دیکھا کہ وہ لوگ مرنے کے بعد اپنے اپنے گھروں میں واپس آ گئے ابن الکوا نے کہا اور پھر کیا ہوا فرمایا پھر انھیں ان کے گھروں میں ہی موت دے دی تو امیر المومنین نے اس سے کہا تجھ پر وائے ہو کیا اللہ نے اپنی کتاب میں تجھے خبر نہیں دی ہے وہ فرما رہا ہے:

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى... (البقرہ ۵۷)

(اور ہم نے بادل کا تم پر سایہ کیے رکھا اور تمھارے لیے من وسلوی اتارتے رہے)

یہ موت کے بعد تھا جب انھیں دوبارہ زندہ کیا تھا اور ایسا ہی واقعہ ہے اے ابن الکوا جو بنی اسرائیل کے سرداروں سے متعلق ہے اللہ نے ارشاد فرمایا:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ هُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ۪ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ۫ ثُمَّ اَحْيَاهُمْ... (البقرہ ۲۴۳)

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو شمار میں ہزاروں میں تھے اور موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکل بھاگے تھے تو خدا نے ان کو حکم دیا کہ مر جاؤ پھر ان کو زندہ بھی کر دیا۔

اور اللہ تعالیٰ کا قول عُزیر کے بارے میں جب اللہ نے اس کے بارے میں خبر دی:

اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّ هِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ... (البقرہ ۲۵۹)

یا اسی طرح اس شخص کو نہیں دیکھا جو ایک بستی سے گزرا اور وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی تھی تو انھوں نے تعجب سے کہا اللہ اس بستی کو موت کے بعد کس طرح زندہ کرے گا تو اللہ نے انھیں موت دے دی اور اس ترک اولیٰ پر سو سال کے لیے ان کا مواخذہ کیا پھر انھیں دوبارہ دنیا میں لوٹا دیا اور سوال کیا کہ آپ کتنی دیر اس بستی میں ٹھہرے رہے تو جواب دیا...

لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ... (البقرہ ۲۵۹)

میں ایک دن ٹھہرا یا دن کا کچھ حصہ فرمایا بلکہ تم یہاں پر سو سال پڑے رہے ہو۔ لہٰذا اے ابن الکوا تم اللہ تبارک وتعالیٰ کی قدرت میں شک نہ کرو۔[1]

(۱) مختصر بصائر الدرجات، ص ۲۲۔۲۳

اَلَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّیْلَ لِیَسْكُنُوْا فِیْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۸۶﴾

وَ یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَ كُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِیْنَ ﴿۸۷﴾

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّ هِیَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ؕ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِیْۤ اَتْقَنَ كُلَّ شَیْءٍ ؕ اِنَّهٗ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۸۸﴾

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَیْرٌ مِّنْهَا ۚ وَ هُمْ مِّنْ فَزَعٍ یَّوْمَىٕذٍ اٰمِنُوْنَ ﴿۸۹﴾

---

(۸۶) کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے رات بنائی تا کہ وہ اس میں سکون حاصل کریں اور دن کو روشن بنا دیا اس میں ایمان لانے والوں کے لیے قدرتِ خدا کی بے شمار نشانیاں ہیں۔

(۸۷) جس دن صور پھونکا جائے گا تو جتنے لوگ آسمانوں میں اور جتنے زمین میں ہیں سب دہل کے رہ جائیں گے۔ سوائے ان کے اللہ جنھیں اس ہولنا کی سے بچانا چاہے۔ سب اس کی بارگاہ میں عجز و انکساری کے ساتھ پیش ہوں گے۔

(۸۸) تم پہاڑوں کو دیکھ کر یہ سمجھتے ہو کہ وہ منجمد ہیں مگر وہ بادلوں کی طرح رواں دواں ہیں یہ اللہ کی کاریگری ہے جس نے ہر شے کو مضبوط بنایا ہے وہ تمھاری کارکردگی سے اچھی طرح آگاہ ہے۔

(۸۹) جو نیکی لے کر آئے گا تو اس کو اس سے بہتر صلہ ملے گا اور وہ لوگ اس دن ہول سے محفوظ ہوں گے۔

---

(۸۶) اَلَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّیْلَ لِیَسْكُنُوْا فِیْهِ کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے رات بنائی تا کہ وہ اس میں سکون حاصل کریں۔ نیند کے ذریعے سو کر اور آرام کر کے۔

وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا اور دن کو روشن بنا دیا۔

مُبْصِرًا کی اصل یہ ہے کہ اس میں دیکھ سکیں اس میں مبالغہ کیا گیا کہ آنکھوں کو احوال میں ایسے حال پر قرار دیا جائے جس مقصد کے لیے اسے خلق کیا گیا ہے۔[۱]

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ

بے شک اس میں ایمان لانے والوں کے لیے نشانیاں موجود ہیں۔

---

(۱) انوار التنزیل، ج ۲، ص ۱۸۴

(۸۷) وَ یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ اور جس دن صور پھونکا جائے گا۔

روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ نور کی ایک سینگ ہوگی جسے اسرافیل نے نگل لیا ہے۔[1]

پھر آپ نے اس کی وسعت اور اس کی تنگی کے بارے میں بتلایا اور اس بارے میں اختلاف ہے کہ اس کا بالائی حصہ تنگ ہے اور اس کا نیچے کا حصہ وسیع اور کشادہ ہے یا اس کے برعکس ہے اور ہر ایک کا کوئی سبب ہے اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ اس میں سوراخ بنے ہوئے ہیں ہر انسان کی تعداد کے مطابق سوراخ ہیں جن میں اس انسان کی روح ہے۔[2]

فَفَزِعَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ

تو جتنے لوگ آسمانوں اور زمین میں ہیں سب دہل کے رہ جائیں گے۔

لفظ فزع ماضی ہے اور اس فعل کے لانے کا سبب یہ ہے کہ بات کو متحقق کیا جا سکے۔

اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ سوائے ان کے اللہ جنھیں اس ہولنا کی سے بچانا چاہے۔

کہ اس کا دل نہیں دہلے گا وہ خوف زدہ نہ ہوگا کیوں کہ اس کا دل مضبوط ہوگا۔

وَ كُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِیْنَ سب اس کی بارگاہ میں عجز و انکساری کے ساتھ پیش ہوں گے۔

(۸۸) وَ تَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّ هِیَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ تم پہاڑوں کو دیکھ کر یہ سمجھتے ہو کہ وہ منجمد ہیں۔ یعنی اپنی جگہ پر جمے ہوئے ہیں۔ مگر وہ بادلوں کی طرح رواں دواں ہیں۔

سرعت میں بادلوں کی طرح رواں ہیں۔

کہا گیا ہے کہ بڑے اجسام جب ایک سمت میں متحرک ہوتے ہیں تو ان کی حرکت واضح نہیں ہو پاتی۔

صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِیْۤ اَتْقَنَ كُلَّ شَیْءٍ

یہ اللہ کی کاریگری ہے جس نے ہر شے کو مضبوط بنایا ہے۔

اللہ نے اس کی تخلیق کو مضبوط بنایا اور استحکام بخشا ہے اور جس طرح چاہا اسے درست کیا ہے۔

اِنَّهٗ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ وہ تمھاری کارکردگی سے اچھی طرح آگاہ ہے۔

وہ افعال کے ظاہر اور ان کے باطن کا علم رکھتا ہے اور اسی کے مطابق جزا دے گا۔

(۸۹) مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَیْرٌ مِّنْهَا جو نیکی لے کر آئے گا تو اس کو اس سے بہتر صلہ ملے گا۔

وَ هُمْ مِّنْ فَزَعٍ یَّوْمَىٕذٍ اٰمِنُوْنَ اور وہ لوگ اُس دن ہول سے محفوظ ہوں گے۔

---

(۱) تفسیر ابوالسعود، ج ۶۲، ص ۳۰۳، ومجمع البیان، ج ۳۔ ۴، ص ۳۲۱، والجامع لاحکام القرآن تفسیر قرطبی، ج ۱۳، ص ۲۳۹، وتفسیر الالوسی روح المعانی، ج ۲۰، ص ۳۰

(۲) مجار الانوار، ج ۵۹، ص ۲۶۱

وَ مَنۡ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتۡ وُجُوۡهُهُمۡ فِى النَّارِ ؕ هَلۡ تُجۡزَوۡنَ اِلَّا مَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۰﴾

اِنَّمَاۤ اُمِرۡتُ اَنۡ اَعۡبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الۡبَلۡدَةِ الَّذِىۡ حَرَّمَهَا وَ لَهٗ كُلُّ شَىۡءٍ ۫ وَّ اُمِرۡتُ اَنۡ اَكُوۡنَ مِنَ الۡمُسۡلِمِيۡنَ ﴿۹۱﴾ۙ

وَاَنۡ اَتۡلُوَا الۡقُرۡاٰنَ ۚ فَمَنِ اهۡتَدٰى فَاِنَّمَا يَهۡتَدِىۡ لِنَفۡسِهٖ ۚ وَ مَنۡ ضَلَّ فَقُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُنۡذِرِيۡنَ ﴿۹۲﴾

وَقُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ سَيُرِيۡكُمۡ اٰيٰتِهٖ فَتَعۡرِفُوۡنَهَا ؕ وَ مَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۳﴾ ع

(۹۰) اور جو برائی لے کر آئے گا تو وہ اوندھے منہ آگ میں پھینک دیے جائیں گے تم وہی بدلہ پاؤ گے جو تم عمل کیا کرتے تھے۔

(۹۱) بلاشبہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں عبادت کروں اس شہر کے رب کی جس نے اسے حُرمت بخشی ہے اور جو ہر چیز کا مالک ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس کے فرماں بردار بندوں میں رہوں۔

(۹۲) اور یہ کہ میں قرآن پڑھ کر سناتا رہوں جو بھی ہدایت پا جائے گا تو اس کا فائدہ اس کی ذات کو پہنچے گا اور جو گم راہ ہو گیا تو آپ فرما دیجیے کہ میں تو بس ڈرانے والوں میں سے ہوں۔

(۹۳) اور اے نبی ان سے فرما دیجیے کہ تمام حمد اللہ کے لیے سزاوار ہے عنقریب وہ تمھیں اپنی نشانیاں دکھلا دے گا جنھیں پہچان لو گے اور تمھارا رب تمھارے اعمال سے غافل نہیں ہے۔

---

(۹۰) وَمَنۡ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتۡ وُجُوۡهُهُمۡ فِى النَّارِ

اور جو برائی لے کر آئے گا تو وہ اوندھے منہ آگ میں پھینک دیا جائے گا۔

هَلۡ تُجۡزَوۡنَ اِلَّا مَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ

تمھیں وہی بدلہ ملے گا جو تم عمل کیا کرتے تھے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ فرمایا ''حسنة'' خدا کی قسم امیر المومنین علیہ السلام کی ولایت ہے اور سَيِّئَه خدا کی قسم ان کے دشمنوں کی پیروی کرنا ہے۔[۱]

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۳۱

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام اپنے والد سے وہ امیر المومنین علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ الحسنۃ ولایت کی معرفت اور ہم اہل بیت کی محبت ہے اور اَلسَّیِّئَۃِ ولایت کا انکار اور ہم اہل بیت کا بغض ہے پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔[۱]

امام باقر علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے قول وَمَنْ یَّقْتَرِفْ حَسَنَۃً نَّزِدْ لَہٗ فِیْھَا حُسْنًا (شوریٰ ۲۳) اور جو ایک حسنہ حاصل کرے گا ہم اس کی نیکیوں میں اضافہ کر دیں گے کے بارے میں مروی ہے فرمایا کہ جو آل محمد صلوات اللہ علیہم کے اوصیاء کو دوست رکھے گا اور ان کے آثار کا اتباع کرے گا تو یہ گزشتہ انبیاء اور مومنین کی ولایت میں اضافہ کرے گا یہاں تک کہ ان کی ولایت آدم علیہ السلام تک جا پہنچے گی اور وہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَۃِ فَلَہٗ خَیْرٌ مِّنْھَا...

جو شخص نیکی لے کر آئے گا تو اس کو اس سے بہتر بدلہ ملے گا ہم اسے جنت میں داخل کر دیں گے۔[۲]

کتاب روضۃ الواعظین میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے اس آیت کے بارے میں فرمایا کہ الحسنۃ سے مراد ولایت علیؑ اور ان کی محبت ہے اور السَّیِّئَۃِ سے مراد ان سے عداوت اور بغض ہے ان دونوں کے ساتھ کوئی اور عمل بلند نہیں کیا جائے گا۔[۳]

اور پہلی دو آیتوں کی تفسیر سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۶۰ کے ذیل میں بیان کی جا چکی ہے۔

(۹۱) اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ ھٰذِہِ الْبَلْدَۃِ الَّذِیْ حَرَّمَھَا

بلاشبہہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں عبادت کروں اس شہر کے رب کی جس نے اسے حرمت بخشی ہے۔

تفسیر قمی میں ہے یعنی مکہ مکرمہ کو اللہ نے شرف وفضیلت عطا کیا ہے۔[۴]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ قریش نے جب کعبہ کو منہدم کیا تو اس کی بنیادوں میں ایک پتھر ملا جس پر کچھ تحریر تھا یہ لوگ اس تحریر کو نہ پڑھ سکے انھوں نے ایک شخص کو بلایا اس نے جب پڑھا تو اس پر تحریر تھا: انا اللہ ذو بکۃ حرمتھا یوم خلقت السماوات والارض وَضَعْتُھا بین الجبلین و حففتھا بسبعۃ املاک حفاۃ میں اللہ ہوں مکہ کا مالک میں نے اسے حرم بنایا ہے جس دن میں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا اور میں نے اسے دو پہاڑوں کے درمیان میں رکھ دیا ہے اور میں نے اسے سات فرشتوں کے حصار میں دے رکھا ہے۔[۵]

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ تشریف لائے جس دن مکہ کو فتح کیا تھا تو آپ نے کعبہ کے دروازے کو کھولا اور کعبہ میں جتنی تصویریں بنی ہوئی تھیں آپ نے انھیں مٹانے کا حکم دیا اس

---

(۱) الکافی، ج۱، ص۱۸۵، ح۱۴
(۲) الکافی، ج۸، ص۳۷۹
(۳) روضۃ الواعظین، ص۱۰۶
(۴) تفسیر قمی، ج۲، ص۱۳۱
(۵) الکافی، ج۴، ص۲۲۵، ح۱

کے بعد آپ نے دروازے کی چوکھٹ کے دونوں بازوؤں کو پکڑ کر فرمایا الا ان اللہ قدحرم مکۃ یوم خلق السماوات والارض الخ آگاہ ہو جاؤ بے شک اللہ نے مکہ کو آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے روز اول سے محترم بنا دیا تھا لہٰذا یہ محترم ہے اس اعتبار سے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے کچھ چیزوں کو حرام قرار دیا ہے اس کے شکار کو دور نہیں کیا جائے گا، اس کے درختوں کو کاٹا نہیں جائے گا۔ اس کے پودوں کو اکھاڑا نہیں جائے گا اور گری ہوئی چیز حلال نہیں مگر اس کے لیے جو گم شدہ چیزوں کا ذمے دار ہے عباس نے کہا یا رسولؐ سوائے اذخر (ایک قسم کی خوشبودار گھاس) کے کیوں کہ یہ گھاس قبر کے لیے اور گھروں کے لیے ہوتی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں سوائے اذخر کے۔[1]

وَلَهٗ كُلُّ شَيْءٍ

اور جو ہر چیز کا مالک ہے۔

تخلیق کے اعتبار سے اور ملکیت کی وجہ سے۔

وَّ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ

اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس کے فرماں بردار بندوں میں رہوں۔

(۹۲) وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ

اور یہ کہ میں قرآن کی تلاوت کروں۔

یا کہ میں اس کی تلاوت کی پابندی کروں تا کہ یکے بعد دیگرے تلاوت کے دوران اس کے حقائق مجھ پر واضح ہوتے رہیں۔

فَمَنِ اهْتَدٰى

پس جو بھی ہدایت پا جائے گا۔

خاص طور سے اس بارے میں میری پیروی کرتے ہوئے۔

فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ

تو اس کا فائدہ اس کی ذات کو پہنچے گا۔

وَمَنْ ضَلَّ

اور جو گمراہ ہو گیا۔

میری مخالفت کی وجہ سے۔

فَقُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ

تو آپ فرما دیجیے کہ میں تو بس ڈرانے والوں میں سے ہوں۔

---

(۱) الکافی، ج ۴، ص ۲۲۶، ح ۳

تو میرے اوپر اس کی گمراہی کا ذرہ برابر وبال نہیں ہے اس لیے کہ رسول کا کام ہے پہنچا دینا سو میں نے پہنچا دیا۔

(۹۳) وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ

اور اے نبیؐ ان سے فرما دیجیے کہ الحمدللہ خدا کا شکر ہے۔

نبوت کی نعمت کے ملنے پر اور اللہ نے جو مجھے علم کی دولت عطا کی ہے اس پر اور عمل کی جو توفیق کرامت کی ہے اس پر میں شکرِ رب بجا لاتا ہوں۔

سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا

عنقریب وہ تمھیں اپنی نشانیاں دکھلائے گا اور تم انھیں پہچان لوگے۔ جب تم دنیا میں واپس جاؤ گے اور وہ دنیا میں آئیں گے تو تم جان لو گے کہ بے شک یہ آیات (نشانیاں) تھیں لیکن اس وقت ان کی معرفت تمھارے لیے سودمند نہ ہوگی۔

تفسیر قمی میں ہے فرمایا کہ آیات سے مراد امیرالمومنینؑ اور ائمہ علیہم السلام ہیں جب وہ دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے اور دنیا میں جب ان کے دشمن انھیں دیکھیں گے تو پہچان لیں گے اور امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا خدا کی قسم مجھ سے بڑھ کر اللہ کی کوئی اور نشانی نہیں ہے۔[1]

وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ

اور تمھارا رب تمھارے اعمال سے غافل نہیں ہے۔

اور طواسین ثلاث یعنی سورۂ شعرا جس کا آغاز طٰسٓمٓ سے ہوتا ہے اور سورۂ نمل جس کی ابتدا طٰسٓ سے ہوتی ہے اور سورہ قصص جس کے شروع میں طٰسٓمٓ آیا ہے ان تینوں سورتوں کی فضیلت پہلے بیان کی جا چکی ہے۔

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۳۲

سورۃ القصص

سورۃ القصص میں آیتوں کی تعداد ۸۸ ہے دو آیتوں میں اختلاف ہے طٰسٓمٓ کوفی ہے یَسْقُوْنَ آیت نمبر ۲۳ غیر کوفی ہے۔ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوا لہٰذا مکیّہ کہلاتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

طٰسٓمٓ ①

تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ②

نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَ فِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ③

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَ جَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ④

وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَ نَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّ نَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ⑤

اللّٰہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت مشفق ہے

(۱) طا۔سین۔میم۔

(۲) یہ کتاب مبین کی آیتیں ہیں۔

(۳) ہم موسیٰؑ اور فرعون کی کچھ سچی خبریں آپ کو سنا رہے ہیں تا کہ اس سے صاحبانِ ایمان کو فائدہ پہنچے۔

(۴) یہ حقیقت ہے کہ فرعون نے زمین میں سرکشی کی اور اس کے باشندوں کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر دیا۔ ان میں سے ایک گروہ کو کمزور بنا کر ان کے بیٹوں کو قتل کر دیا کرتا تھا اور ان کی بیٹیوں کو زندہ رہنے دیتا تھا، دراصل اس کا تعلق فساد کرنے والوں سے تھا۔

(۵) اور ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ جو لوگ روئے زمین میں کمزور کر دیے گئے ہیں ان پر احسان کریں ہم انھیں لوگوں کا پیشوا بنائیں اور زمین کا مالک بنا دیں۔

---

(۱) طٰسٓمٓ

طا۔سین۔میم۔

(۲) تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ

یہ کتاب مبین کی آیتیں ہیں۔

(۳) نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَ فِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ

ہم موسیٰؑ اور فرعون کی کچھ سچی خبریں آپ کو سنا رہے ہیں۔

لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ

تا کہ صاحبان ایمان کو ان سے فائدہ پہنچے۔

(۴) اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ

یہ حقیقت ہے کہ فرعون نے زمین میں سرکشی کی۔ زمین سے مراد سرزمینِ مصر ہے۔

وَ جَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا

اور اس کے باشندوں کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر دیا۔

يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ

ان میں سے ایک گروہ کو کمزور بنا کر۔ اور اس گروہ سے مراد بنی اسرائیل ہیں۔

يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَ يَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ

ان کے بیٹوں کو قتل کر دیتا تھا اور ان کی بیٹیوں کو زندہ رہنے دیتا تھا اور اس کا سبب یہ تھا کہ ایک کاہن (غیب کی باتیں بتانے والا) نے اسے بتلایا تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہوگا اسی کے ہاتھوں تمھارا اقتدار ختم ہو جائے گا اور یہ اس کی سب سے بڑی حماقت تھی اس لیے کہ اگر یہ بات درست ہے تو وہ بیٹیوں کو قتل کرا کے اسے خود سے دور نہیں کر سکتا تھا اور اگر یہ بات جھوٹ تھی تو پھر ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ

اس کا تعلق فساد کرنے والوں میں سے تھا۔

لہٰذا اس نے اولاد انبیا میں سے ایک بڑی خلقت کو قتل کرنے کی جرأت کی ایک فاسد خیال کی بنیاد پر۔

(۵) وَ نُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ

اور ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ جو لوگ روئے زمین میں کمزور کر دیے گئے ہیں ان پر احسان کریں۔

یعنی جس نے انھیں کمزور بنایا ہے اس کے حال پر انھیں فضیلت و برتری عطا کریں یا ماضی کے حالات بیان کیے جا رہے ہیں۔

وَ نَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّ نَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ

اور ہم انھیں لوگوں کا پیشوا بنائیں اور زمین کا مالک بنا دیں۔

وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَ نُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ۝۶

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ وَ لَا تَخَافِيْ وَ لَا تَحْزَنِيْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَ جَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝۷

فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ؕ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِـِٕيْنَ ۝۸

وَ قَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَ لَكَ ؕ لَا تَقْتُلُوْهُ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝۹

---

(۶) اور ہم انھیں روئے زمین کا اقتدار عطا کریں اور ان سے فرعون اور ہارونؑ اور ان کے لشکر کو وہ کچھ دکھلا دیں جس سے وہ ڈر رہے تھے۔

(۷) اور ہم نے مادرِ موسیٰؑ کی طرف وحی بھیجی کہ تم اس بچے کو دودھ پلاؤ اور جب اس کے بارے میں کسی قسم کا خوف ہو تو اسے دریا میں ڈال دو اور نہ خوف کرو اور نہ حزن یقیناً ہم اسے تمھاری طرف پلٹائیں گے اور اسے رسول بنائیں گے۔

(۸) آخرکار اسے آلِ فرعون نے اٹھا لیا تاکہ وہ ان کا دشمن ہو اور ان کے لیے باعث حزن بنے فرعون، ہامان اور ان کا لشکر خطا کار تھا۔

(۹) فرعون کی بیوی نے کہا یہ بچہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اسے قتل نہ کرو ہوسکتا ہے یہ ہمارے لیے منفعت بخش ہو یا اسے ہم اپنا بیٹا بنالیں اور وہ انجام سے بے خبر تھے۔

---

(۶) وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ

اور ہم انھیں روئے زمین کا اقتدار عطا کر دیں۔

انھیں زمین پر غلبہ اور تسلط عطا کر دیں۔

وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ

اور ان سے فرعون، ہامان اور ان کے لشکر کو وہ کچھ دکھلا دیں جس سے وہ ڈر رہے تھے۔

ان کے اقتدار کو ختم کر کے اور انھیں ہلاک کر کے کتاب غیبت میں امیر المومنین علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا کہ وہ آل محمد صلوات اللہ علیہم ہیں اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کے بعد ان کے مہدی کو بھیجے گا وہ انھیں عزت عطا کرے گا اور ان کے دشمنوں کو ذلیل وخوار کر دے گا۔[۱]

اور نہج البلاغہ میں ہے امیر المومنین علیہ السّلام نے فرمایا یہ دنیا منہ زوری دکھانے کے بعد پھر ہماری طرف جھکے گی جس طرح کاٹنے والی اونٹنی اپنے بچے کی طرف جھکتی ہے اس کے بعد حضرت نے اس آیت کی تلاوت فرمائی ہم یہ چاہتے ہیں کہ جو لوگ زمین میں کمزور کر دیے گئے ہیں ان پر احسان کریں اور ان کو پیشوا بنائیں اور انھی کو اس زمین کا مالک بنائیں۔[۲]

کتاب کافی میں ہے کہ امام محمد باقر علیہ السّلام نے امام جعفر صادق علیہ السّلام کی طرف دیکھا جو کہیں جارہے تھے آپ نے فرمایا کیا تم اسے دیکھ رہے ہو۔ یہ ان لوگوں میں سے ہے جن کے بارے میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ ... الخ۔[۳]

کتاب معانی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی طرف دیکھا اور گریہ کیا اور کہا: انتم المستضعفون بَعْدِی میرے بعد تم لوگ کمزور کر دیے جاؤ گے اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: ونرید الایہ۔

امام صادق علیہ السّلام سے دریافت کیا گیا اے فرزند رسولؐ اس کا کیا مفہوم ہے تو امام عالی مقامؑ نے فرمایا تم لوگ میرے بعد امام ہو گے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً... الخ پھر فرمایا کہ یہ آیت قیامت کے دن تک ہمارے بارے میں جاری وساری رہے گی۔[۴]

کتاب مجالس میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ یہ آیت ہمارے لیے اور ہمارے بارے میں ہے۔[۵]

کتاب اکمال اور الغیبۃ میں ہے کہ قائم علیہ السّلام جب پیدا ہوئے تھے تو انھوں نے اس آیت کی تلاوت فرمائی تھی۔[۶]

تفسیر قمی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو موسیٰؑ اور ان کے اصحاب کے بارے میں مطلع کیا ہے کہ انھیں فرعون سے قتل اور ظلم کو برداشت کرنا پڑا تا کہ یہ ان کے لیے ایک طرح کی تعزیت ہو جائے جو اہل بیت علیہم السّلام کو ان کی امت کے ہاتھوں برداشت کرنا پڑا پھر اس تعزیت کے بعد اللہ نے یہ بشارت دی ہے کہ وہ اس کے بعد ان پر اپنا فضل وکرم کرے گا اور انھیں زمین میں خلیفہ بنائے گا اور اپنی امت کا امام قرار دے گا۔[۷]

---

(۱) الغیبۃ از طوسی، ص ۱۱۳ (۲) نہج البلاغہ قصار الحکم، ص ۲۰۹ (۳) الکافی، ج ۱، ص ۳۰۶، ح ۱
(۴) معانی الاخبار، ص ۷۹، ح ۱ (۵) امالی شیخ صدوق، ص ۳۸۷، ح ۲۶، مجلس ۷۲
(۶) اکمال الدین واتمام النعمۃ، ص ۴۲۱، ح ۱، باب ۴۲ (۷) والغیبۃ للشیخ طوسی، ص ۱۴۲

قمی نے فرمایا کہ اگر یہ آیت موسیٰؑ اور فرعون کے بارے میں نازل ہوئی ہوتی تو اللہ تعالیٰ فرماتا وَ نُرِیَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنه مَّا كَانُوْا یَحْذَرُوْنَ یعنی موسیٰؑ سے اور یہ نہیں کہا مِنْهُمْ اور پھر اللہ کا قول آگے بڑھا وَنُرِیْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِی الْاَرْضِ وَ نَجْعَلَهُمْ اَىِٕمَّةً... تو ہم سمجھ گئے کہ اس آیت میں نبی اکرمؐ سے خطاب ہے۔[1]

بہرحال اس آیت کی تفسیر کے سلسلے میں جو روایات آئی ہیں ایک طرح سے تکلف ہے اور اس کا استشہاد کلمات لَهُمْ سے ہے۔ درست بات یہ ہے کہ اس قسم کی احادیث کو تاویل پر محمول کیا جائے جیسا کہ اسی قبیل کی واردشدہ تمام احادیث میں کیا جاتا ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ ''مِنْهُمْ'' کی ضمیر بنی اسرائیل میں جو کمزور بنا دیے گئے تھے ان کی طرف راجع ہے۔

کتاب جوامع میں امام سجاد علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جس ذات نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے کہ نیکوکار ہم اہل بیت اور شیعوں میں حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور ان کے شیعوں کی منزلت رکھتے ہیں اور ہمارے دشمن اور ان کے پیروکار فرعون اور اس کے مُتّبعین کی منزلت کے حامل ہیں۔[2]

(۷) وَاَوْحَیْنَاۤ اِلٰۤى اُمِّ مُوْسٰۤى اَنْ اَرْضِعِیْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَیْهِ فَاَلْقِیْهِ فِی الْیَمِّ

اور ہم نے مادرِ موسیٰؑ کی طرف وحی بھیجی کہ تم اس بچے کو دودھ پلاؤ اور جب اس کے بارے میں کسی قسم کا خوف ہو تو اسے دریا میں ڈال دو۔

یعنی پوشیدہ طور سے اسے دودھ پلاؤ اور اگر یہ ڈر ہو کہ آواز باہر چلی جائے گی تو اسے دریائے نیل میں ڈال دو۔

وَ لَا تَخَافِیْ

اور اس کے گم ہوجانے ہونے یا تکلیف کے بارے میں بالکل خوف نہ کرو۔

وَ لَا تَحْزَنِیْ

اور ان کے فراق پر حزن نہ کرو۔

اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَیْكِ

یقناً ہم اسے آپ کی طرف پلٹائیں گے۔

عنقریب ہم آپ کے پاس واپس لائیں گے اس حیثیت سے کہ آپ ان کی نگرانی اور حفاظت کریں گی۔

وَ جَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ

اور اسے رسول بنائیں گے۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۳۲ (۲) جوامع الجامع، ج ۳، ص ۲۰۸–۲۰۹

(۸) فَالْتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّ حَزَنًا

آخر کار اسے آل فرعون نے اٹھا لیا تا کہ وہ ان کا دشمن اور ان کے لیے باعث حزن بنے۔

اٹھائے جانے کی علت بیان کی جارہی ہے جو انجام کار ہونا ہے اور جہاں تک پہنچنا ہے اٹھانے والے کی غرض و مقصد کے خلاف تشبیہ دیتے ہوئے بیان کیا ہے۔

اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِـِٕيْنَ

یقینا فرعون ہامان اور ان کا لشکر خطا کار تھا۔

(۹) وَ قَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ

اور فرعون کی بیوی نے فرعون سے کہا۔

جب اس بچے کو تابوت سے نکالا۔

قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَ لَكَ

یہ بچہ میری اور تیری آنکھ کی ٹھنڈک ہے۔ یعنی ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں ابن عباس سے مروی ہے فرعون نے کہا تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہوگا لیکن میری آنکھوں کی ٹھنڈک نہیں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کی قسم کھائی جاتی ہے اگر فرعون یہ اقرار کر لیتا کہ موسیٰؑ اس کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک ہوں گے جس طرح اس کی بیوی نے اقرار کیا تھا تو اللہ نے جس طرح اس کی بیوی کی ہدایت کی فرعون کی بھی ہدایت کر دیتا لیکن اس نے قرۃ العین ہونے کا انکار کیا اس بدبختی کی وجہ ہے جو اس کا مقدر تھی۔[1]

لَا تَقْتُلُوْهُ ۖ عَسٰۤى اَنْ يَّنْفَعَنَاۤ

اسے قتل نہ کرو ہوسکتا ہے یہ ہمارے لیے منفعت بخش ہو۔

اس میں برکت کی نشانیاں ہیں اور منفعت کے دلائل ہیں۔

اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا

یا ہم اسے اپنا بیٹا بنالیں۔

یعنی ہم اسے مُتَبَنّیٰ کر کے ابنیّت میں لے لیں اس لیے کہ یہ اس کا اہل ہے۔

وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ

اور وہ انجام سے بے خبر تھے۔

---

(۱) ؟؟؟

وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ؕ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْ لَاۤ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۰

وَ قَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ ۫ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝۱۱ۙ

وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰۤى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَ هُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ۝۱۲

فَرَدَدْنٰهُ اِلٰۤى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَ لَا تَحْزَنَ وَ لِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۱۳ع

(۱۰) اور مادرِ موسیٰؑ کا دل بے قرار ہو گیا قریب تھا کہ وہ اس کا راز فاش کر دیتیں اگر ہم نے ان کو ڈھارس نہ بندھائی ہوتی تا کہ انھیں ہمارے وعدے پر بھروسا رہے۔

(۱۱) انھوں نے بچے کی بہن سے کہا اس کے تعاقب میں جا چناں چہ وہ الگ سے اسے دیکھتی رہی اور ان لوگوں کو اس کا پتا تک نہ چلا۔

(۱۲) اور ہم نے پہلے ہی اس بچے پر دودھ پلانے والی عورتوں کے دودھ کو حرام کر دیا تھا، اس بچی نے کہا کیا میں تمھیں ایسے گھر والوں کا پتا بتاؤں جو لوگ تمھارے لیے اس بچے کی پرورش اپنے ذمے لے لیں اور خیر خواہی کے ساتھ اسے رکھیں۔

(۱۳) تو ہم نے موسیٰؑ کو ان کی ماں کی طرف پلٹا دیا تا کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غمگین نہ ہو اور وہ جان لے کے اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر لوگ اس بات سے بے خبر ہیں۔

(۱۰) وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا

اور مادر موسیٰؑ کا دل بے قرار ہو گیا۔

فٰرِغًا کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ عقل سے خالی خوف اور حیرت کے اچانک حملے کے سبب۔

اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ

قریب تھا کہ وہ موسیٰؑ کا راز فاش کر دیتیں۔

یعنی بس ایسا لگ رہا تھا کہ یہ موسیٰؑ کا معاملہ اور ان کا قصہ ظاہر کر دیں گی۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے قریب تھا کہ وہ موسیٰؑ کے بارے میں خبر دے دیتیں

یا مَر جاتیں پھر انھوں نے اپنے آپ کو سنبھالا۔[1]

لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا

اگر ہم نے ان کو ڈھارس نہ بندھائی ہوتی۔

صبر اور ثابت قدمی کے ذریعے سے۔

لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

تا کہ انھیں ہمارے وعدے پر بھروسا ہو۔ ان مومنین میں سے ہوجائیں جو اللہ کے وعدے کی تصدیق کرنے والے یا اس کی حفاظت پر بھروسا اور اعتماد کرنے والے تھے کتاب اکمال میں امام باقر علیہ السلام سے ایک حدیث میں اس قصے کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے فرمایا کہ جب مادر موسیٰ، موسیٰؑ کے بارے میں آواز سے ڈریں کہ کہیں کوئی اُن کی آواز سن نہ لے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی کی کہ ایک تابوت بناؤ پھر انھیں اس میں رکھ دو پھر رات کو اس تابوت کو نکال کر مصر کے دریائے نیل میں پھینک دو مادر موسیٰؑ نے انھیں تابوت میں رکھا پھر اسے دریا کے سپرد کر دیا تابوت ان کی طرف آ رہا تھا اور وہ اسے گہرے پانی کی طرف دھکیل رہی تھیں اور ہوا نے اُسے ہچکولے دیے اور بہا کر لے گئی جب مادر موسیٰؑ نے دیکھا کہ پانی تابوت کو بہا کر لے گیا وہ چیخ مارنے والی تھیں کہ اللہ نے ان کے دل کو مضبوط کر دیا۔[2]

(۱۱) وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ

انھوں نے موسیٰؑ کی بہن سے کہا کہ ان کے تعاقب میں جا۔

جہاں جہاں تابوت جا رہا ہے اسے دیکھتی رہ اور اس کی خبر معلوم کرتی رہ۔

فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ

چناں چہ وہ انھیں الگ سے دیکھتی رہی۔

ذرا فاصلے سے اس نے موسیٰؑ پر نظر رکھی۔

وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ

اور ان کو اس بات کا پتا تک نہ چلا۔

کہ یہ تعاقب میں ہے اور یہ موسیٰؑ کی بہن ہے۔

(۱۲) وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ

اور ہم نے پہلے ہی اس بچے پر دودھ پلانے والی عورتوں کے دودھ کو حرام کر دیا تھا۔

قبل اس کے کہ موسیٰؑ کی بہن تعاقب میں جائے ہم نے منع کر دیا تھا کہ وہ کسی دودھ پلانے والی عورت کا دودھ پئیں۔

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۳۷ (۲) اکمال الدین واتمام النعمہ ص ۱۴۸ ح ۱۳

فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ

اس بچی نے کہا کیا میں تمھیں ایسے گھر والوں کو پتا بتادوں جو لوگ تمھارے لیے اس بچے کی پرورش اپنے ذمے لے لیں۔

وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ

اور خیر خواہی کے ساتھ اسے رکھیں۔

اس کے دودھ پلانے اور تربیت میں کوئی کوتاہی نہ کریں۔

تفسیر جوامع میں ہے روایت کی گئی ہے کہ جب موسیٰؑ کی بہن نے کہا ''وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ'' تو یہ سن کر ہامان نے کہا کہ یہ بچی اس بچے کو اور اس کے گھر والوں کو پہچانتی ہے تو لڑکی نے جواب دیا کہ اس کی مراد یہ تھی کہ وہ بادشاہ کے خیر خواہوں گے۔[1]

(۱۳) فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا

تو ہم نے موسیٰؑ کو ان کی ماں طرف پلٹا دیا تا کہ بیٹے سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ

اور وہ غمگین نہ ہو اور وہ جان لے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔

یعنی فراق موسیٰؑ کی وجہ سے غمگین نہ رہے اور وہ اپنی آنکھوں سے موسیٰؑ کو دیکھ لے۔

وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ

اور لیکن اکثر لوگ اس بات سے بے خبر ہیں۔

پہلے یہ قصہ حدیث قمی میں امام باقرؑ کی روایت سے تفصیلی طور سے سورہ طہ میں بیان کیا جا چکا ہے۔

اور اس سے زیادہ وضاحت کے ساتھ اکمال میں بیان کیا گیا ہے۔[2]

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۵۹ (۲) اکمال الدین واتمام النعمہ، ص ۱۴۹

وَ لَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰۤی اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۴﴾

وَدَخَلَ الْمَدِیْنَةَ عَلٰی حِیْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِیْهَا رَجُلَیْنِ یَقْتَتِلٰنِ ۫ هٰذَا مِنْ شِیْعَتِهٖ وَ هٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِیْ مِنْ شِیْعَتِهٖ عَلَی الَّذِیْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰی فَقَضٰی عَلَیْهِ ۫ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۱۵﴾

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۶﴾

قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِیْرًا لِّلْمُجْرِمِیْنَ ﴿۱۷﴾

---

(۱۴) اور جب موسیٰؑ سن رُشد (بھرپور جوانی) کو پہنچے اور ان کی نشوونما مکمل ہوگئی تو ہم نے انھیں حکم اور علم عطا کیا اور ہم نیکوکاروں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔

(۱۵) اور ایک دن وہ شہر میں ایسے وقت داخل ہوئے جب شہر کے لوگ غفلت میں پڑے ہوئے تھے وہاں انھوں نے دیکھا کہ دو آدمی دست بگریباں ہیں ایک ان کا شیعہ تھا اور دوسرا ان کا دشمن تھا ان کے شیعہ نے دشمن قوم والے شخص کے خلاف مدد کے لیے آواز دی موسیٰؑ نے اسے گھونسا مارا اور اس کا کام تمام کر دیا موسیٰؑ نے کہا یہ شیطان کی کارفرمائی ہے بے شک وہ سخت دشمن اور کھلم کھلا گمراہ کرنے والا ہے۔

(۱۶) موسیٰؑ نے کہا پروردگارا میں نے اپنے نفس پر ظلم کر ڈالا تو میری مغفرت فرما دے اللہ نے انھیں معاف کر دیا بے شک وہ بخشنے والا مشفق و مہربان ہے۔

(۱۷) موسیٰؑ نے عہد کیا پروردگارا تو نے مجھ پر جو کرم فرمایا ہے آئندہ میں کبھی بھی مجرموں کا مددگار نہ بنوں گا۔

---

(۱۴) وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ

اور جب موسیٰؑ سن رشد (بھرپور جوانی) کو پہنچے۔

کتاب معانی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ''اَشُدَّهٗ'' یعنی اٹھارہ سال میں سن رشد کو پہنچتا ہے۔

وَاسْتَوٰۤی

اور ان کی نشوونما مکمل ہوگئی ان کے چہرے پر ڈاڑھی آ گئی۔

اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ

ہم نے انھیں حکم اور علم عطا کیا، اور ہم نیکوکاروں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔

تفسیر قمی میں ہے کہ امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے اس حدیث میں جو گزر چکی ہے فرمایا کہ موسیٰؑ فرعون کے پاس نہایت عزت وحرمت کے ساتھ رہے یہاں تک کہ وہ مردوں کی صف میں شامل ہوئے موسیٰؑ فرعون سے توحید کی جو گفتگو فرماتے تھے وہ اسے ناپسند کرتا تھا یہاں تک کہ اس نے موسیٰؑ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو موسیٰؑ اس کے پاس سے روانہ ہو گئے۔[1]

کتاب اکمال میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ بنی اسرائیل موسیٰؑ کو تلاش کر رہے تھے اور ان کے بارے میں سوال کیا کرتے تھے لیکن لوگوں پر ان کی اطلاع پوشیدہ تھی فرعون کو اطلاع ملی کہ وہ موسیٰؑ کی تلاش میں ہیں اور ان کے بارے میں دریافت کر رہے ہیں تو فرعون نے ان لوگوں تک پیغام بھیجا اور ان لوگوں کی سزا میں اضافہ کر دیا اور انھیں علاحدہ علاحدہ کر دیا اور موسیٰؑ کے بارے میں گفتگو کرنے اور خبر دینے کو منع کر دیا امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ بنی اسرائیل چاندنی رات میں اپنے ایک بزرگ کے پاس پہنچے جس کے پاس علم تھا انھوں نے اس سے کہا کہ ہم خبروں پر اعتماد کرتے ہوئے استراحت کر رہے ہیں یہ بتایئے کہ ہم اس مصیبت میں کب تک گرفتار رہیں گے اس شیخ نے جواب دیا کہ تم اس مصیبت میں گرفتار رہو گے یہاں تک کہ لاوی بن یعقوب کی اولاد سے ایک جوان آئے گا جس کا نام موسیٰؑ بن عمران ہوگا اس کا قد لمبا ہوگا اس کے بال گھنگھریالے ہوں گے ابھی وہ یہ گفتگو کر ہی رہے تھے کہ اتنے میں کیا دیکھا موسیٰ علیہ السّلام ایک خچر پر سوار ہو کر سامنے سے چلے آ رہے ہیں وہ یہاں پہنچ کر رک گئے۔ تو شیخ نے اپنا سر اٹھایا اور ان کی علامات دیکھ کر انھیں پہچان لیا اس نے ان سے دریافت کیا۔

آپ کا نام کیا ہے انھوں نے جواب دیا موسیٰؑ اس نے کہا آپ کس کے فرزند ہیں تو انھوں نے کہا عمران کا بیٹا ہوں شیخ ان کی طرف لپک کر آگے بڑھا ان کے ہاتھوں کو پکڑ کر ان کا بوسہ دیا اور پیروں پر جھک کر انھیں چومنے لگا موسیٰؑ نے انھیں پہچان لیا اور انھوں نے موسیٰؑ کو پہچان لیا اور اپنی پارٹی میں شامل کر لیا جب تک اللہ نے چاہا وہ وہاں ٹھہرے رہے اور اس کے بعد وہاں سے نکلے۔[2]

(۱۵) وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا

اور ایک دن وہ شہر میں ایسے وقت میں داخل ہوئے جب شہر کے لوگ غفلت میں پڑے ہوئے تھے مدینہ سے مراد فرعون کے شہروں میں سے ایک شہر ہے عیون اخبار الرضا میں امام رضا علیہ السّلام سے ایسا ہی وارد ہوا ہے۔[3]

حِيْنِ غَفْلَةٍ سے مراد مغرب اور عشاء کے درمیان کا وقت ہے۔[4]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۱۳۸ (۲) اکمال الدین واتمام النعمہ، ص ۱۴۹، ح ۱۳ کے ضمن میں۔

(۳) عیون اخبار الرضا، ج ۱، ص ۱۹۸، ح ۱، باب ۱۵ (۴) عیون اخبار الرضا ج ۱ ص ۱۹۸

فَوَجَدَ فِيهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ

وہاں انھوں نے دیکھا کہ دو آدمی دست بگریباں ہیں۔

هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ

ایک ان کی قوم کا تھا اور دوسرے کا تعلق ان کے دشمن کی قوم سے تھا۔

ان میں سے ایک وہ تھا جو دین میں موسیٰؑ کی پیروی کر رہا تھا یعنی بنی اسرائیل کا فرد تھا اور دوسرا ان کا مخالف تھا یعنی قبطی تھا۔

تفسیر قمی میں سابقہ حدیث میں ہے فرمایا ایک وہ بات کہتا تھا جو موسیٰؑ کہتے تھے اور دوسرا وہ بات کرتا تھا جو فرعون کرتا۔[۱]

فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ

ان کے شیعہ نے دشمن قوم والے شخص کے خلاف مدد کے لیے آواز دی۔

یعنی اس نے مدد کے لیے موسیٰؑ سے فریاد کی اور انھیں پکارا۔

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ تمھیں یہ نام مبارک ہو سوال کیا گیا کون سا نام فرمایا ''شیعہ'' پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی۔[۲]

فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى

موسیٰؑ نے اسے گھونسا مارا۔

یعنی قبطی کو مٹھی بند کر کے مارا۔

فَقَضٰى عَلَيْهِ

اور اس کا کام تمام کر دیا۔

یعنی اسے مار ڈالا اور اس کی اصل یہ ہے کہ اس کی زندگی پوری کر دی جیسے۔

اللہ کا قول ہے وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ... (الحجر ۶۶) اور ہم نے ان (لوط) کی طرف یہ امر پورا کر دیا۔[۲]

کتاب عیون میں ہے کہ امام رضا علیہ السّلام سے اس آیت کے ذیل میں سوال کیا گیا کہ باوجودے کہ انبیاؑ معصوم ہوتے ہیں (پھر یہ حضرت موسیٰؑ سے کیا ہوا) تو امام علیہ السّلام نے فرمایا فقضیٰ علیہ یعنی اللہ کے حکم سے موسیٰؑ نے دشمن کے خلاف یہ اقدام کیا اسے مکا مارا اور وہ مر گیا۔[۳]

قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ

موسیٰؑ نے کہ یہ شیطان کی کارفرمائی ہے۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۳۷ (۲) بیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۱۸۹

(۳) عیون اخبار الرضا، ج ۱، ص ۱۹۹، ح ۱، باب ۱۵

امام علیہ السّلام نے فرمایا یعنی یہ جو دو شخص لڑ رہے تھے یہ عملِ شیطان ہے نہ کہ موسیٰؑ کا عمل جو انھوں نے کسی کو قتل کیا۔[۱]

اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ

بے شک وہ سخت دشمن اور کھلم کھلا گمراہ کرنے والا ہے۔

(۱۶) قَالَ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ

موسیٰؑ نے کہا پروردگارا میں نے اپنے نفس پر ظلم کر ڈالا۔

امام علیہ السّلام نے فرمایا موسیٰؑ کہہ رہے ہیں کہ اس شہر (فرعون) میں داخل ہو کر میں خود کو غلط جگہ پر رکھ دیا۔[۲]

فَاغْفِرْ لِيْ تو میری مغفرت فرما۔

امام علیہ السّلام نے فرمایا اے اللہ تو مجھے دشمنوں سے پوشیدہ رکھ کہ وہ مجھے پا کر قتل نہ کر دیں۔[۳]

فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ

اللہ نے انھیں معاف کر دیا بے شک وہ بخشنے والا مشفق و مہربان ہے۔

(۱۷) قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ

موسیٰؑ نے عہد کیا پروردگارا تو نے جو مجھ پر کرم کیا ہے۔

امام علیہ السّلام نے فرمایا یعنی مجھے قوت و طاقت عطا فرمائی ہے کہ میں نے ایک مکا مار کر ایک شخص کو مار ڈالا ہے۔[۴]

فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ

آئندہ میں کبھی بھی مجرموں کا مددگار نہ بنوں گا۔

امام علیہ السّلام نے فرمایا بلکہ میں تیری راہ میں جہاد کروں گا اس قوت کے ساتھ یہاں تک کہ تو راضی ہو جائے۔[۵]

کتاب اکمال میں حدیث سابق میں ہے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو جسمانی طاقت و قوت عطا کی گئی اور ان کی گرفت بڑی سخت تھی امام علیہ السّلام نے فرمایا لوگوں نے یہ بیان کرنا شروع کیا اور یہ بات مشہور ہو گئی اور انھوں نے کہا کہ موسیٰؑ نے آل فرعون کے ایک شخص کو قتل کر ڈالا۔[۶]

---

(۱) عیون اخبار الرضا، ج۱، ص۱۹۹، ح۱، باب ۱۵
(۲) عیون اخبار الرضا، ج۱، ص۱۹۹، ح۱، باب ۱۵
(۳) عیون اخبار الرضا، ج۱، ص۱۹۹، ح۱، باب ۱۵
(۴) عیون اخبار الرضا، ج۱، ص۱۹۹، ح۱
(۵) عیون اخبار الرضا، ج۱، ص۱۹۹، ح۱
(۶) اکمال الدین و اتمام النعمہ، ص۱۵۰

فَاَصْبَحَ فِی الْمَدِیْنَةِ خَآىِٕفًا یَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِی اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ
یَسْتَصْرِخُهٗ ؕ قَالَ لَهٗ مُوْسٰۤی اِنَّكَ لَغَوِیٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۱۸﴾
فَلَمَّاۤ اَنْ اَرَادَ اَنْ یَّبْطِشَ بِالَّذِیْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ یٰمُوْسٰۤی اَتُرِیْدُ اَنْ
تَقْتُلَنِیْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًۢا بِالْاَمْسِ ۖۚ اِنْ تُرِیْدُ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِی
الْاَرْضِ وَ مَا تُرِیْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِیْنَ ﴿۱۹﴾
وَ جَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ یَسْعٰی ۫ قَالَ یٰمُوْسٰۤی اِنَّ الْمَلَاَ یَاْتَمِرُوْنَ
بِكَ لِیَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّیْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِیْنَ ﴿۲۰﴾
فَخَرَجَ مِنْهَا خَآىِٕفًا یَّتَرَقَّبُ ۫ قَالَ رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۱﴾ ع

(۱۸) دوسرے دن صبح کے وقت ڈرتے ڈرتے خطرے کو بھانپتے ہوئے شہر میں جا رہے تھے کہ جس شخص نے کل انھیں مدد کے لیے پکارا تھا آج پھر انھیں آواز دے رہا تھا موسیٰؑ نے اس سے کہا تم بہکے ہوئے شخص ہو۔

(۱۹) پھر جب موسیٰؑ نے ارادہ کیا کہ اس شخص کو جو ان دونوں کا دشمن تھا اپنی گرفت میں لے لیں تو اس نے کہا اے موسیٰؑ آج آپ مجھے اسی طرح قتل کرنا چاہتے ہیں جیسے آپ نے کل ایک شخص کو قتل کیا تھا کیا آپ اس ملک میں جبّار (بے رحم) بن کر رہنا چاہتے ہیں اور آپ کا ارادہ مصلح بن کر رہنے کا نہیں ہے۔

(۲۰) شہر کے انتہائی کنارے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اس نے کہا اے موسیٰؑ سردار لوگ آپ کے قتل کے بارے میں مشورے کر رہے ہیں آپ یہاں سے نکل کر چلے جائیے میں آپ کا خیر خواہ ہوں۔

(۲۱) موسیٰؑ وہاں سے ڈرے سہمے ہوئے روانہ ہو گئے اور دعا طلب کی پروردگارا تو مجھے ظالم قوم سے نجات فراہم کر دے۔

(۱۸) فَاَصْبَحَ فِی الْمَدِیْنَةِ خَآىِٕفًا یَّتَرَقَّبُ

موسیٰؑ دوسرے دن صبح کے وقت ڈرتے ڈرتے خطرے کو بھانپتے ہوئے شہر میں جا رہے تھے۔

اس بات سے چوکنا تھے کہ کہیں کوئی قتل کے بدلے کا مطالبہ نہ کر دے۔

فَاِذَا الَّذِی اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ یَسْتَصْرِخُهٗ

کہ جس شخص نے کل انھیں مدد کے لیے پکارا تھا آج پھر انھیں آواز دے رہا تھا۔

کسی دوسرے شخص کے مقابل میں مدد کے لیے پکار رہا تھا۔

قَالَ لَهٗ مُوْسٰۤى اِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُّبِيْنٌ

موسیٰؑ سے اس نے کہا تو بہکا ہوا شخص ہے۔

لَغَوِيٌّ مُّبِيْنٌ کا مفہوم ہے کہ تمھاری گمراہی بالکل واضح ہے۔

حدیث عیون میں ہے امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ کل تو کسی شخص سے قتال کر رہا تھا اور آج پھر جنگ و جدال کر رہا ہے میں ضرور بالضرور تجھے سزا دوں گا اور اسے اپنی گرفت میں لینے کا ارادہ کیا۔[۱]

(۱۹) فَلَمَّاۤ اَنْ اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ بِالَّذِيْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا

پھر جب موسیٰؑ نے ارادہ کیا کہ اس شخص کو جو ان دونوں کا دشمن تھا اپنی گرفت میں لے لیں یعنی جو موسیٰؑ اور اسرائیلی کا دشمن تھا اس لیے کہ وہ ان دونوں کے دین پر نہ تھا اور اس وجہ سے بھی کہ قبطی بنی اسرائیل کے دشمن تھے۔

قَالَ يٰمُوْسٰۤى اَتُرِيْدُ اَنْ تَقْتُلَنِيْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًۢا بِالْاَمْسِ

اسرائیلی نے کہا یا موسیٰؑ کیا آپ مجھے اسی طرح قتل کرنا چاہتے ہیں جس طرح آپ نے کل ایک شخص کو قتل کیا تھا۔

اِنْ تُرِيْدُ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِي الْاَرْضِ

کیا آپ اس ملک میں جبار (بے رحم) بن کر رہنا چاہتے ہیں۔

جَبَّارًا کے معنی ہیں لوگوں پر ظلم و زیادتی کرنے والے۔

وَمَا تُرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِيْنَ

اور آپ کا ارادہ مصلح بن کر رہنے کا نہیں ہے۔

حدیث عیون میں ہے کہ امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ وہ موسیٰؑ کا شیعہ تھا جس نے یہ کہا تھا۔[۲]

میں (فیض کا ثانی) کہتا ہوں کہ شاید مراد یہ ہو کہ اسرائیلی نے یہ کہا ہو گویا کہ جب موسیٰؑ نے اسے ''غَوِيٌّ'' (گمراہ) کہا تو اس نے سوچا کہ یہ مجھ پر حملہ کریں گے۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے ایک حدیث میں آیا ہے جسے پہلے بیان کیا گیا ہے کہ جب دوسرا دن ہوا تو دوسرا شخص آیا اور اس شخص سے الجھ گیا جو موسیٰؑ کی بات کہہ رہا تھا اسرائیلی نے موسیٰؑ سے مدد طلب کی جب اس نے موسیٰؑ کی طرف دیکھا تو ان سے کہا کیا آپ مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں؟ تو اس دشمن نے موسیٰؑ کے ساتھی کو چھوڑا اور راہِ فرار اختیار کی۔[۳]

(۲۰) وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى

شہر کے انتہائی کنارے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا۔

---

(۱) عیون اخبار الرضا، ج۱، ص۱۹۹، ح۱ (۲) عیون اخبار الرضا، ج۱، ص۱۹۹، ح۱

(۳) تفسیر قمی، ج۲، ص۱۳۷

یَسْعٰی۔ تیز تیز آیا۔

قَالَ یٰمُوْسٰۤی اِنَّ الْمَلَاَ یَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِیَقْتُلُوْكَ

اس نے کہا اے موسیٰؑ سردار لوگ آپ کے قتل کے بارے میں مشورے کر رہے ہیں۔

یَاْتَمِرُوْنَ بِكَ آپ کی وجہ سے مشاورت کر رہے ہیں۔ اور ''تشاور'' (مشورے) کو ''ائتمار'' (حکم دینا) اس لیے کہا گیا کیوں کہ تمام مشورے کرنے والے دوسرے کو حکم دیتے ہیں اور دوسرے کا حکم مانتے ہیں۔

فَاخْرُجْ اِنِّیْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِیْنَ

آپ یہاں سے نکل کر چلے جایئے میں آپ کا خیر خواہ ہوں۔

کہا گیا ہے کہ وہ مومن آل فرعون تھا اور موسیٰؑ کا چچازاد بھائی تھا۔[1]

تفسیر قمی میں سابقہ حدیث میں ہے کہ فرعون کا خازن (خزانچی، سکریٹری) موسیٰؑ پر ایمان رکھتا تھا اس نے ایمان کو چھ سو سال تک چھپایا تھا اور یہ وہی ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَ قَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۚ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَكْتُمُ اِیْمَانَهٗۤ ... (غافر ۲۸) اور آل فرعون کے ایک مومن نے کہا جو اپنا ایمان چھپا رہا تھا۔[2]

فرمایا کہ فرعون کو یہ پتا چلا کہ موسیٰؑ نے کسی شخص کو قتل کر دیا ہے تو اس نے موسیٰؑ کو بلوانا چاہا تاکہ اس شخص کے بدلے میں انھیں قتل کر دے تو اس وقت مومن نے موسیٰؑ کی طرف یہ پیغام بھیجا تھا۔

اِنَّ الْمَلَاَ یَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِیَقْتُلُوْكَ...[3]

(۲۱) فَخَرَجَ مِنْهَا خَآىِٕفًا یَّتَرَقَّبُ

موسیٰؑ وہاں سے ڈرے سہمے ہوئے روانہ ہو گئے۔

اور یہ دیکھتے جا رہے تھے کہ کہیں فرعون کا نمائندہ تلاش کرتے ہوئے پہنچ نہ جائے۔

قَالَ رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ

اور دعا طلب کی پروردگارا! تو مجھے ظالم قوم سے نجات فراہم کر دے۔

مجھے ان سے چھٹکارا دلا دے اور اس بات سے حفاظت فرما کہ وہ مجھ تک پہنچ نہ سکیں۔

تفسیر قمی میں حدیث سابق میں ہے فرمایا وہ دائیں اور بائیں متوجہ ہوتے تھے۔ اور فرما رہے تھے رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (پروردگارا تو مجھے ظالم قوم سے نجات دلا دے) فرمایا کہ حضرت موسیٰؑ مَدْیَنَ کی جانب روانہ ہو گئے اور ان کے اور مدین کے درمیان تین دنوں کا فاصلہ تھا۔[4]

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل، ج ۲، ص ۱۹۰
(۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۳۷
(۳) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۳۷
(۴) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۳۷

وَ لَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْۤ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۲۲﴾
وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ۫ وَ وَجَدَ
مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ؕ قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى
يُصْدِرَ الرِّعَآءُ ؕ وَ اَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ﴿۲۳﴾
فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰۤى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ
فَقِيْرٌ ﴿۲۴﴾

---

(۲۲) اور جب موسیٰؑ نے مدین کا رخ کیا تو کہا مجھے امیدِ واثق ہے کہ میرا پروردگار مجھے سیدھی راہ پر ڈال دے گا۔

(۲۳) اور جب وہ مدین کے کنویں پر پہنچے تو کیا دیکھا کہ جم غفیر جانوروں کو پانی پلا رہا ہے اور ان سے الگ دو خواتین ایک طرف جانوروں کو روکے کھڑی ہیں موسیٰؑ نے ان سے دریافت کیا تمھارا کیا معاملہ ہے؟ انھوں نے کہا ہم اپنے جانوروں کو پانی نہیں پلا سکتیں جب تک یہ چرواہے اپنے جانور لے کر چلے نہ جائیں اور ہمارے والد ایک ضعیف العمر شخص ہیں۔

(۲۴) موسیٰؑ نے ان کے جانوروں کو پانی پلا دیا پھر سائے میں جا کر بیٹھ گئے اور کہا پروردگارا تو جو بھی خیر مجھ پر نازل کرے میں اس کا ضرورت مند ہوں۔

---

(۲۲) وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ

اور جب موسیٰؑ نے مدین کا رُخ کیا۔

مدین کی جانب شعیبؑ کی بستی میں کہا گیا ہے کہ اس بستی کا نام مدین بن ابراہیم کے نام پر رکھا گیا اور وہ فرعون کی سلطنت سے باہر تھا۔[۱]

قَالَ عَسٰى رَبِّيْۤ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ

کہا مجھے امید واثق ہے کہ میرا پروردگار مجھے سیدھی راہ پر ڈال دے گا۔

کتاب اکمال میں حدیث سابق میں ہے کہ حضرت موسیٰؑ جب مصر سے نکلے بغیر کسی مددگار اور بغیر کسی سواری کے اور نہ ہی کوئی خادم ساتھ تھا کبھی زمین انھیں پستی میں لے جاتی اور کبھی بلندی پر یہاں تک کہ وہ سرزمین مدین

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل، ج ۲، ص ۱۹۰

تک پہنچ گئے اور ایک درخت کے سائے تلے رک گئے جس کے نیچے ایک کنواں تھا۔[1]

(۲۳) وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ

اور جب وہ مدین کے کنویں پر پہنچے۔

وَجَدَ عَلَيْهِ أُمَّةً مِّنَ النَّاسِ

تو کیا دیکھا کہ جم غفیر وہاں موجود ہے۔

يَسْقُوْنَ

جو اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں۔

وَ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ

اور ان سے الگ دو خواتین ایک طرف جانوروں کو روکے کھڑی ہیں۔

ایسی جگہ جو ان کی جگہوں سے ذرا نیچی تھی وہ دونوں خواتین اپنے جانوروں کو کنویں پر جانے سے روک رہی تھیں تاکہ ان کی بھیڑ بکریاں ان لوگوں کے مویشیوں سے مل نہ جائیں۔

قَالَ مَا خَطْبُكُمَا

موسیٰؑ نے ان سے دریافت کیا تمھارا کیا معاملہ ہے؟

تم دونوں اپنے جانوروں کو کیوں روکے کھڑی ہو۔

قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ

انھوں نے کہا ہم اپنے جانوروں کو پانی نہیں پلا سکتیں جب تک یہ چرواہے اپنے جانور لے کر چلے نہ جائیں۔

چرواہے اپنے مویشیوں کو کنویں سے دور رکھتے تھے مردوں کے ازدحام سے بچنے کے لیے اور جگہ کی تنگی کے سبب۔

وَ اَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ

اور ہمارے والد ایک ضعیف العمر شخص ہیں۔

ان کی عمر بڑی ہے وہ مویشیوں کو پانی پلانے کے لیے نہیں لے جا سکتے اور وہ مجبوراً ہمیں بھیجتے ہیں۔

(۲۴) فَسَقٰى لَهُمَا

موسیٰؑ نے ان کے جانوروں کو ان پر رحم کھاتے ہوئے پانی پلا دیا۔

تفسیر قمی میں ایک روایت میں ہے کہ جب وہ مدین کے کنویں پر پہنچے تو دیکھا کہ ایک کنواں ہے لوگ اپنی بھیڑ بکریوں اور جانوروں کو اس سے پانی پلا رہے ہیں موسیٰؑ ایک کونے میں بیٹھ گئے انھوں نے تین دن سے کچھ بھی

(۱) اکمال الدین واتمام النعمۃ، ص ۱۵۰، ضمن حدیث نمبر ۱۳، باب ۶

نہ کھایا تھا انھوں نے کیا دیکھا کہ دولڑکیاں ایک گوشے میں کھڑی ہیں اور ان کے ساتھ کچھ بھیڑ اور بکریاں ہیں وہ کنویں کے قریب نہیں جارہی ہیں۔حضرت موسیٰؑ نے ان سے دریافت کیا تم دونوں اپنے مویشیوں کو پانی کیوں نہیں پلا رہی ہو ان دونوں نے جواب دیا جیسا کہ اللہ نے اسے بیان کیا ہے۔موسیٰؑ کو ان پر رحم آیا وہ کنویں کے قریب گئے اور جو شخص کنویں کے پاس تھا اس سے کہا میں اپنے لیے ایک ڈول نکالوں گا اور تمھارے لیے ایک ڈول اور وہ ڈول ایسا تھا جسے دس آدمی کھینچتے تھے حضرت موسیٰؑ نے تنہا اسے کھینچ کر جو لوگ کنویں پر تھے اس سے ان کے جانوروں کو سیراب کیا اور ایک ڈول شعیبؑ کی بیٹیوں کے لیے کھینچا اور ان کی بھیڑ بکریوں کو سیراب کر دیا۔[۱]

کتاب جوامع میں ہے چرواہے کنویں کی منڈیر پر پتھر رکھ دیتے تھے جسے سات آدمی حرکت دیتے تھے اور کہا گیا دس آدمی حرکت دیتے تھے اور کہا گیا ہے کہ چالیس آدمی حرکت دیتے تھے حضرت موسیٰؑ نے اسے تنہا متحرک کرلیا اور کھینچ لیا انھوں نے ان لوگوں سے ایک ڈول مانگا انھوں نے موسیٰؑ کو ایسا ڈول دیا جسے دس آدمی کھینچ سکتے تھے موسیٰؑ نے اسے تنہا کھینچ لیا اور اس سے ان دونوں لڑکیوں کی بھیڑ بکریوں کو پانی پلا دیا۔[۲]

ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ

پھر سائے میں جا کر بیٹھ گئے۔

کتاب اکمال میں ایک روایت میں ہے یہاں ظل سے مراد ہے درخت کے نیچے جا کر بیٹھ گئے۔[۳]

فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ

اور کہا پروردگارا تو جو بھی خیر مجھ پر نازل کرے میں اس کا ضرورت مند ہوں۔تفسیر قمی کی ایک روایت میں ہے موسیٰؑ کو بہت بھوک لگی تھی۔[۴]

کتاب کافی اور تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ انھوں نے کھانا طلب کیا۔[۵]

کتاب نہج البلاغہ میں ہے خدا کی قسم انھوں نے صرف کھانے کے لیے روٹی کا سوال کیا تھا چوں کہ وہ زمین کا ساگ پات کھاتے تھے اور (جسم پر) گوشت کی کمی کی وجہ سے ان کے پیٹ کی نازک جلد سے گھاس پات کی سبزی دکھائی دیتی تھی۔[۶]

کتاب اکمال میں ہے روایت کی گئی ہے کہ انھوں نے ایسا کہا کیوں کہ وہ کھجور کے ایک حصے کے ضرورت مند تھے۔[۷]

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۳۷
(۲) جوامع الجامع، ج ۳، ص ۲۱۵
(۳) اکمال الدین واتمام النعمہ، ص ۱۵۰، ضمن حدیث ۱۳، باب ۶
(۴) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۳۸
(۵) الکافی، ج ۶، ص ۲۸، ح ۵ وتفسیر عیاشی، ج ۲، ص ۳۳۰، ح ۴۴
(۶) نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۱۵۸ / ۱۶۰
(۷) اکمال الدین واتمام النعمۃ، ص ۱۵۰

فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِیْ عَلَى اسْتِحْیَآءٍ ۫ قَالَتْ اِنَّ اَبِیْ یَدْعُوْكَ لِیَجْزِیَكَ اَجْرَ مَا سَقَیْتَ لَنَا ؕ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَیْهِ الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ۟ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۵﴾

قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا یٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ۫ اِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ ﴿۲۶﴾

قَالَ اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَ مَاۤ اُرِیْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَیْكَ ؕ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۲۷﴾

---

(۲۵) تھوڑی ہی دیر میں ان لڑکیوں میں سے ایک شرم وحیا کے ساتھ چلتی ہوئی موسیٰؑ کے پاس آئی اور اس نے کہا کہ میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں تا کہ آپ نے ہمارے جانوروں کو جو پانی پلایا ہے۔ آپ کو اس کی اجرت دیں۔ جب موسیٰؑ ان (شعیبؑ) کے پاس پہنچے اور انھیں اپنا پورا قصہ سنایا تو انھوں نے کہا ڈرو مت تم ظالم قوم سے نجات پا چکے ہو۔

(۲۶) ان لڑکیوں میں سے ایک نے اپنے باپ سے کہا ابا جان اس شخص کو ملازم رکھ لیجیے کیوں کہ بہترین ملازم جو آپ رکھ سکیں اسے توانا اور امین ہونا چاہیے۔

(۲۷) شعیبؑ نے موسیٰؑ سے کہا میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تمھارے ساتھ کر دوں اس شرط کے ساتھ کہ تم آٹھ سال تک میرے ہاں ملازمت کرو اب اگر دس سال پورے کر دو تو تمھاری مرضی ہے۔ میں تمھیں مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتا ان شاء اللہ تم مجھے صالحین میں سے پاؤ گے۔

---

(۲۵) فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِیْ عَلَى اسْتِحْیَآءٍ

تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ ان لڑکیوں میں سے ایک شرم وحیا کے ساتھ چلتی ہوئی موسیٰؑ کے پاس آئی۔

قَالَتْ اِنَّ اَبِیْ یَدْعُوْكَ اور اس نے کہا کہ میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں۔

لِیَجْزِیَكَ اَجْرَ مَا سَقَیْتَ لَنَا

تا کہ آپ نے ہمارے جانوروں کو جو پانی پلایا ہے آپ کو اس کی اجرت دیں۔

تفسیر قمی کی ایک روایت میں ہے جب شعیبؑ کی بیٹیاں شعیبؑ کے پاس پہنچیں تو شعیبؑ نے ان سے دریافت کیا تم جلدی ہی واپس آ گئیں تو ان لڑکیوں موسیٰ علیہ السّلام کے بارے میں بتلایا اور وہ انھیں پہچانتی نہ تھیں شعیبؑ نے ان بیٹیوں میں سے ایک سے کہا تم ان کے پاس جاؤ اور انھیں بلا کر لاؤ تا کہ ہم بھیڑوں ور بکریوں کو پانی پلانے کی اجرت ادا کریں ان کی بیٹی اسی طرح آئی جیسا قرآن نے بیان کیا ہے موسیٰؑ اٹھ کر اس کے ساتھ روانہ ہوئے اور وہ لڑکی آگے آگے چلنے لگی ہوا چلی اور اس لڑکی کے کولھے ظاہر ہو گئے موسیٰؑ نے اس لڑکی سے کہا، تم میرے پیچھے چلو اور کنکری مار کر مجھے راستا بتاتی جاؤ جو میرے آگے گرے اور میں اسی کا اتباع کروں ہم ان لوگوں میں سے ہیں جو عورتوں کے پچھلے حصے کی طرف نظر نہیں کرتے۔[1]

فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ

جب موسیٰؑ ان (شعیبؑ) کے پاس پہنچے اور انھیں اپنا پورا قصہ سنایا۔

قَالَ لَا تَخَفْ ۫ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ

تو انھوں نے کہا ڈرو مت تم ظالم قوم سے نجات پا چکے ہو۔

قوم ظالمین سے مراد فرعون اور اس کی قوم تھی۔

(۲۶) قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ

ان لڑکیوں میں سے ایک نے اپنے باپ سے کہا ابا جان آپ اس شخص کو ملازم رکھ لیجیے تا کہ یہ بھیڑ بکریاں چرائے۔

اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ

کیوں کہ بہترین ملازم جو آپ رکھ سکیں اسے توانا اور امین ہونا چاہیے۔

تفسیر قمی میں ایک روایت میں ہے شعیبؑ نے اپنی بیٹی سے کہا تم نے اس کی قوت کو تو جان لیا کہ اس نے تنہا ڈول کھینچ لیا تمھیں اس کی امانت کا پتا کیسے چلا اس نے جواب دیا جب انھوں نے مجھ سے کہا تم میرے پیچھے پیچھے چلو اور مجھے راستا بتاتی جاؤ کیوں کہ ہم ان لوگوں میں سے ہیں جو عورتوں کے پچھلے حصے پر نظر نہیں کرتے تو اس بات سے میں نے جان لیا کہ یہ ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جو عورتوں کے پچھلے حصے کو دیکھتے ہیں اور اس سے ان کا امین ہونا ثابت ہوتا ہے۔[2]

کتاب فقیہ میں امام کاظم علیہ السّلام سے مروی ہے امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ شعیبؑ نے اپنی بیٹی سے کہا اے میری پیاری بیٹی اس کا قوی ہونا تو تم نے پتھر کے ہٹانے کی وجہ سے جان لیا لیکن یہ کیسے پتا چلا کہ وہ امین ہے؟ بیٹی جواب دیا ابا جان میں ان کے آگے آگے چل رہی تھی انھوں نے مجھ سے کہا میرے پیچھے چلو اگر میں راہ

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۳۸ (۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۱۳۸

سے بے راہ ہو جاؤں تو مجھے راستا بتا دینا اس لیے کہ ہم وہ لوگ ہیں جو عورتوں کے پچھلے حصے پر نظر نہیں کرتے۔[1]

تفسیر مجمع البیان میں اسی سے ملتی جلتی روایت ہے جو امیر المومنین علیہ السّلام سے مروی ہے۔[2]

(۲۷) قَالَ اِنِّیۡۤ اُرِیۡدُ اَنۡ اُنۡکِحَکَ اِحۡدَی ابۡنَتَیَّ هٰتَیۡنِ

شعیبؑ نے موسیٰؑ سے کہا، میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تمھارے ساتھ کردوں۔

عَلٰۤی اَنۡ تَاۡجُرَنِیۡ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ ۚ فَاِنۡ اَتۡمَمۡتَ عَشۡرًا فَمِنۡ عِنۡدِکَ

اس شرط کے ساتھ کہ تم آٹھ سال تک میرے ہاں ملازمت کرو اب اگر دس سال پورے کرو تو تمھاری مرضی ہے۔ میری طرف سے دس سال کی پابندی نہیں ہے۔ یہ تمھاری مرضی پر منحصر ہے۔

وَ مَاۤ اُرِیۡدُ اَنۡ اَشُقَّ عَلَیۡکَ

اور میں تمھیں مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتا کہ تم دس سال مکمل ہی کرو۔ اور فرمایا

مجمع البیان میں ہے اور میرا ارادہ یہ نہیں ہے کہ میں تمھیں ان آٹھ سالوں میں مشقت میں ڈالوں۔[3]

سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ

ان شاء اللہ تم مجھے صالحین میں سے پاؤ گے۔

حسن معاملہ میں اور نرمی سے پیش آنے میں اور وعدہ کو پورا کرنے میں۔

---

(۱) من لا یحضرہ الفقیہ ج ۴ ص ۱۲ ح ۷

(۲) مجمع البیان ج ۷۔۸ ص ۲۴۹

(۳) مجمع البیان، ج ۷۔۸، ص ۲۵۰

قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكَ ؕ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿۲۸﴾

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّيْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْۤ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴿۲۹﴾

فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰۤى اِنِّيْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۰﴾

---

(۲۸) موسیٰؑ نے جواب دیا یہ بات میرے اور آپ کے درمیان طے ہوگئی دونوں مدتوں میں جو بھی پوری کرلوں تو مجھ پر کوئی زیادتی نہ ہوگی اور ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں اللہ اس پر نگران ہے۔

(۲۹) جب موسیٰؑ نے مدت پوری کرلی اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ وہاں سے روانہ ہوئے تو طور کی جانب انھیں آگ سی محسوس ہوئی انھوں نے اپنے گھر والوں سے کہا ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے شاید میں وہاں سے تمھارے پاس کوئی خبر یا آگ کا انگارا لے کر آؤں جسے تم تاپ سکو۔

(۳۰) جب موسیٰؑ وہاں پہنچے تو وادی ایمن کے کنارے مبارک خطے میں ایک درخت سے پکارا گیا ''اے موسیٰؑ بے شک میں ہی اللہ ہوں عالمین کا پروردگار''۔

---

(۲۸) قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكَ ؕ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ

موسیٰؑ نے جواب دیا یہ بات آپ کے اور میرے درمیان طے ہوگئی دونوں مدتوں میں جو بھی پوری کرلوں تو مجھ پر کوئی زیادتی نہ ہوگی۔

میں معاہدے سے پیچھے نہیں ہٹوں گا کوئی بھی مدت ہو زیادہ یا کم میں اسے پورا کروں گا لیکن آپ زیادہ مدت کا مطالبہ کرکے مجھ پر کوئی زیادتی نہ کیجیے گا۔

وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ

اور ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں اللہ اس پر نگران ہے۔

وَكِيْلٌ کے معنی ہیں گواہ، محافظ۔

کتاب مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے آپ سے دریافت کیا گیا کہ کون سی مدت موسیٰؑ نے

پوری کی؟ تو آنحضرتؐ نے جواب دیا دونوں کو پورا کیا اور نہایت اطمینان سے پورا کیا۔[۱]

اور ایک روایت میں ہے اگر سوال کیا جائے کس بیٹی سے شادی کی تو ان دونوں میں چھوٹی سے شادی کی اور یہ وہی لڑکی ہے جو آئی تھی اور اس نے کہا اے ابا جان آپ انھیں ملازم رکھ لیں۔[۲]

امام علیہ السّلام سے مروی ہے آپ سے سوال کیا گیا کس لڑکی نے کہا تھا کہ میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں فرمایا کہ جس سے حضرت موسیٰؑ نے شادی کی تھی سوال کیا گیا کون سی مدت پوری کی فرمایا انھیں پورا کیا اور اسے دس سال تک کھینچ کر لے گئے سوال کیا گیا کہ کیا انھوں نے شرط کے گزرنے سے پہلے یا گزرنے کے بعد اپنی بیوی سے ہم بستری کی: فرمایا مدت کے گزرنے سے پہلے۔ سوال کیا گیا کہ اگر کوئی شخص کسی خاتون سے شادی کرے اور اس کے والد سے یہ شرط کر دے کہ وہ دو مہینے مزدوری کرے گا کیا یہ جائز ہے؟ فرمایا کہ حضرت موسیٰؑ کو علم تھا کہ وہ شرط پوری کریں گے فرمایا کہ کیسے؟ فرمایا انھیں معلوم تھا کہ وہ زندہ رہیں گے اور وعدہ وفا کریں گے۔[۳]

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے ایسی ہی روایت وارد ہوئی ہے۔[۴]

کتاب کافی اور فقیہ میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ حضرت علی علیہ السّلام نے فرمایا کہ آج اسلام میں ''اجارہ'' پر نکاح کرنا جائز نہیں ہے کہ کوئی یہ کہے کہ میں تمھارے پاس اتنے اتنے سال کام کروں گا کہ اس کے بدلے میں تم اپنی بہن یا بیٹی سے میری شادی کر دینا فرمایا کہ وہ حرام ہے اس لیے کہ یہ تو اس کی قیمت ہے اور اسے مہر حاصل کرنے کا حق ہے۔[۵]

فقیہ میں فرمایا اور دوسری حدیث میں ہے کہ یہ حکم موسیٰؑ بن عمران کے لیے تھا اس لیے کہ انھیں وحی کے ذریعے یہ علم ہو چکا تھا کہ وہ عہد پورا کرنے سے قبل مریں گے یا نہیں لہٰذا انھوں نے دونوں مدتیں پوری کیں۔[۶]

کتاب اکمال میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے یوشع بن نون حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے وصی حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے بعد تیس سال زندہ رہے تو صفراء بنت شعیبؑ زوجۂ موسیٰؑ نے ان کے خلاف خروج کیا اور کہا کہ میں اس امر کی آپ سے زیادہ حق دار ہوں یوشع بن نون نے ان سے قتال کیا ان کے جنگ جویوں کو قتل کر ڈالا اور انھیں اچھی طرح قید میں رکھا۔[۷]

(۲۹) فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖٓ پس جب موسیٰؑ نے مدت پوری کر لی اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ وہاں سے روانہ ہوئے اہل سے مراد بیوی ہے۔

---

(۱) مجمع البیان، ج ۷-۸، ص ۲۵۰ (۲) مجمع البیان، ج ۷-۸، ص ۲۵۰

(۳) مجمع البیان، ج ۷-۸، ص ۲۵۰ (۴) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۳۹

(۵) الکافی، ج ۵، ص ۹، ح ۲، ومن لایحضرہ الفقیہ، ج ۳، ص ۲۶، ح ۱۲۷۱۔

(۶) من لایحضرہ الفقیہ ج ۳، ص ۲۶۸، ح ۱۲۷۲ (۷) اکمال الدین واتمام النعمۃ، ص ۱۵۳-۱۵۴، ح ۱، باب ۷

اٰنَسَ مِنۡ جَانِبِ الطُّوۡرِ نَارًا تو طور کی جانب سے انھیں آگ سی محسوس ہوئی۔

طور کی طرف جو حصہ تھا وہاں انھیں آگ نظر آئی۔

تفسیر قمی میں حدیث سابق میں ہے کہ انھوں نے شعیبؑ سے کہا مجھ پر لازم ہے کہ میں اپنے وطن اپنی والد اور اپنے گھر والوں کی طرف واپس جاؤں آپ کے پاس میرے لیے کیا ہے؟ تو شعیبؑ علیہ السّلام نے کہا کہ میری بھیڑ بکریاں اس سال جتنے ابلق (سفیدی میں سیاہی) رنگ کے بچے جنم دیں وہ سب آپ کے ہیں موسیٰ علیہ السّلام نے جب سانڈ کو مادہ کی طرف روانہ کرنا چاہا تو انھوں نے اپنے عصا کے ذریعے ان میں سے کچھ کی کھال کو چھیل دیا اور کچھ کو رہنے دیا اور اسے بھیڑ بکریوں کے باڑے کے درمیان داخل کر دیا اور اس کے اوپر ابلق (چتکبرا) رنگ کی کی چادر ڈال دی پھر سانڈ کو بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیا تو اس سال سب بکریوں نے لکّھا (سفیدی اور سیاسی مائل) بچے جنم دیے۔

جب ایک سال گزر گیا تو موسیٰؑ نے اپنی بیوی کو ساتھ لیا اور شعیبؑ نے بھی انھیں اپنے پاس سے زاد راہ فراہم کیا اور انھوں نے اپنی بکریاں ساتھ لیں جب وہ روانہ ہونے لگے تو انھوں نے شعیبؑ علیہ السّلام سے کہا میں چاہتا ہوں کہ ایک عصا بھی میرے ساتھ ہو اور حضرت شعیبؑ کے پاس انبیائے کرام کے عصا موجود تھے جو بطور وراثت ان تک پہنچے تھے اور انھوں نے ایک گھر میں جمع کر کے رکھ دیا تھا شعیبؑ نے ان سے کہا تم اس گھر میں داخل ہو جاؤ اور جتنے عصا رکھے ہوئے ہیں ان میں سے جو عصا چاہے لے لو وہ اس گھر میں داخل ہوئے تو حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ کا عصا اچھل کر ان کے ہاتھ میں آ گیا۔ موسیٰؑ اسے لے کر آ گئے۔

شعیبؑ نے جب اس عصا کو دیکھا تو کہا اسے واپس رکھ دو اور کوئی دوسرا عصا لے لو حضرت موسیٰؑ نے اسے واپس کر دیا تا کہ دوسرا عصا لے لیں دوبارہ پھر وہی عصا ان کے ہاتھوں میں آ گیا حضرت موسیٰؑ نے اسے واپس رکھ دیا اور اس طرح تین مرتبہ یہ عمل کیا جب شعیبؑ نے یہ دیکھا تو ان سے کہا تم جاؤ اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے یہ عصا مخصوص کر دیا ہے انھوں نے اپنی بھیڑ بکریوں کو ہنکایا اور مصر کے ارادے سے روانہ ہو گئے جب وہ صحرا میں پہنچے اور ان کے ساتھ ان کے اہل و عیال موجود تھے انھیں سخت سردی لگی اور ہوا اور اندھیرے نے انھیں آلیا اور رات ان پر چھا گئی موسیٰؑ کو آگ نظر آئی جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَلَمَّا قَضٰی مُوۡسَی الۡاَجَلَ... الخ۔[1]

قَالَ لِاَهۡلِهِ امۡكُثُوۡۤا اِنِّیۡۤ اٰنَسۡتُ نَارًا لَّعَلِّیۡۤ اٰتِیۡكُمۡ مِّنۡهَا بِخَبَرٍ اَوۡ جَذۡوَةٍ مِّنَ النَّارِ

انھوں نے اپنے گھر والوں سے کہا ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے شاید میں وہاں سے تمھارے لیے کوئی خبر یا آگ کا انگارا لے کر آؤں۔

بِخَبَرٍ خبر سے مراد راستہ ہے۔

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۳۹

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السّلام سے ہے کہ جب موسیٰ علیہ السّلام نے مدت پوری کر لی اور اپنے اہل کے ساتھ بیت المقدس کی جانب روانہ ہوئے تو رات کے وقت راستہ بھول گئے انھوں نے آگ دیکھی تو اپنے اہل سے کہا... امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا...[1]

لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ

جسے تم تاپ سکو۔

اور اس ٹھنڈک میں آگ سے گرمی حاصل کر سکو۔

(۳۰) فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ

جب موسیٰؑ وہاں پہنچے تو وادی ایمن کے کنارے مبارک خطے میں ایک درخت سے پکارا گیا۔

کتاب تہذیب میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ شاطِیِ وادیِ ایمن اللہ تعالیٰ نے جس کا ذکر قرآن میں کیا ہے وہ فرات ہے اور بقعۂ مبارکہ سے مراد کربلا ہے۔[2]

مِنَ الشَّجَرَةِ کہا گیا ہے کہ وادی کے کنارے درخت اگا ہوا تھا۔[3]

اَنْ يّٰمُوْسٰٓى اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ

یہ کہ اے موسیٰؑ بے شک میں ہی اللہ ہوں عالمین کا پروردگار۔

(سورۂ طٰہٰ میں فرمایا اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا... (طٰہٰ ۱۴) اور سورۂ نمل میں فرمایا۔ يٰمُوْسٰٓى اِنَّهٗٓ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (نمل ۹) تو اگرچہ حضرت موسیٰؑ سے یہ خطاب لفظاً مختلف ہے لیکن معنی کے اعتبار سے اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔)

---

(۱) تفسیر مجمع البیان، ج۔۷۔۸، ص ۲۵۰۔۲۵۱ (۲) تہذیب الاحکام، ج ۶، ص ۳۸، ح ۸۱

(۳) انوار التنزیل، ج ۲، ص ۱۹۲

وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّ لَمْ يُعَقِّبْ ؕ
يٰمُوْسٰۤى اَقْبِلْ وَ لَا تَخَفْ ۫ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾
اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ۫ وَّ اضْمُمْ اِلَيْكَ
جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ئِهٖ ؕ
اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۳۲﴾
قَالَ رَبِّ اِنِّيْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿۳۳﴾
وَ اَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْٓ ۫ اِنِّيْٓ
اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿۳۴﴾

---

(۳۱) اے موسیٰؑ تم اپنا عصا ڈال دو، جب موسیٰؑ نے دیکھا کہ وہ عصا سانپ کی طرح بل کھا رہا ہے تو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگے اور مڑ کر بھی نہ دیکھا موسیٰؑ آگے بڑھو، ڈرو نہیں تم امن پا جانے والوں میں سے ہو۔

(۳۲) تم اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو وہ بغیر کسی عیب کے چمک دار نکل آئے گا اور خوف سے بچنے کے لیے اپنے بازوؤں کو اپنی طرف سمیٹ لو یہ تمھارے پروردگار کی جانب سے دو دلائل ہیں فرعون اور اس کے ساتھیوں کے مقابلے کے لیے اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ بدکار قوم تھی۔

(۳۳) موسیٰؑ نے کہا اے میرے رب میں نے ان میں سے ایک شخص کو قتل کیا ہے مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے مار ڈالیں گے۔

(۳۴) اور میرے بھائی ہارونؑ مجھ سے زیادہ فصیح اللسان ہیں تو انھیں میرے ساتھ مددگار کے طور پر بھیج دے جو میری تصدیق کریں مجھے ڈر ہے کہ وہ لوگ مجھے جھٹلائیں گے۔

---

(۳۱) وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ

اور اے موسیٰؑ تم اپنا عصا ڈال دو۔

فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّ لَمْ يُعَقِّبْ

جب موسیٰؑ نے دیکھا کہ وہ عصا سانپ کی طرح بل کھا رہا ہے تو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگے اور مڑ کر بھی نہ دیکھا۔

اللہ نے موسیٰؑ سے کہا اے موسیٰؑ تم اپنا عصا ڈال دو جب انھوں نے عصا ڈالا تو وہ سانپ بن گیا اور حرکت کرنے لگا گویا کہ وہ سفید سانپ ہے ہیئت میں اور جثہ میں یا تیز رفتاری میں۔

يٰمُوْسٰٓى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۫ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ

اے موسیٰؑ آگے بڑھو، ڈرو نہیں تم امن پا جانے والوں میں سے ہو۔

تم خطرناک جگہوں اور خطرات سے محفوظ ہو، رسول میرے پاس ڈرا نہیں کرتے۔

تفسیر قمی میں سابقہ حدیث میں ہے فرمایا کہ حضرت موسیٰؑ آگ کی طرف بڑھے تا کہ اس سے انگارہ حاصل کریں تو کیا دیکھا کہ ایک درخت ہے اور اس پر آگ کے شعلے بلند ہیں جب یہ آگ کی طرف بڑھے کہ اس سے انگارے حاصل کریں آگ ان کی طرف جھکی یہ ڈر گئے اور وہاں سے بھاگے اور آگ درخت پر واپس چلی گئی موسیٰؑ پھر اس کی طرف متوجہ ہوئے اور وہ آگ درخت پر واپس جا چکی تھی یہ دوبارہ پلٹے تا کہ انگارہ حاصل کریں تو آگ ان کی جانب جھکی یہ راہ فرار اختیار کر گئے اور اسے ترک کر دیا پھر متوجہ ہوئے جبکہ آگ درخت پر واپس جا چکی تھی موسیٰؑ تیسری مرتبہ اس کی طرف آئے آگ پھر جھکی یہ وہاں سے روانہ ہو گئے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا یعنی اس طرف واپس نہ آئے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے آواز دی: ان یا موسیٰ انی انا اللہ رب العالمین۔

موسیٰؑ نے کہا اس کی دلیل کیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰؑ بتاؤ تمھارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے موسیٰؑ نے کہا ''هِيَ عَصَايَ'' (طہ ۱۸) یہ میرا عصا ہے اللہ نے فرمایا ''اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى'' اے موسیٰؑ اس عصا کو پھینک دو فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى (طہ ۱۹۔۲۰) موسیٰؑ نے عصا کو پھینک دیا تو وہ دوڑتا ہوا سانپ بن گیا موسیٰؑ اس سے خوف زدہ ہوئے اور وہاں سے بھاگے تو اللہ تعالیٰ نے آواز دی خُذْهَا وَلَا تَخَفْ (طہ ۲۱) تم اسے پکڑ لو، ڈرو مت تم امن پا جانے والوں میں سے ہو۔(۴۷)

(۳۲) اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ

تم اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو وہ بغیر کسی عیب کے چمک دار نظر آئے گا بات یہ ہے کہ موسیٰؑ نہایت گندم گوں تھے جب انھوں نے اپنا ہاتھ گریبان سے نکالا تو اس کی وجہ سے دنیا روشن ہو گئی۔(۴۸)

وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ

اور خوف سے بچنے کے لیے اپنے بازوؤں کو اپنی طرف سمیٹ لو۔

اور ہو سکتا ہے یہ اس لیے تا کہ دشمن کے خوف کو چھپایا جا سکے یا اس طرح تسکین حاصل ہو جائے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ اگر اپنے ہاتھوں کو سینے پر رکھ لیا جائے تو اس سے خوف جاتا رہتا ہے۔

فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ

یہ تمھارے پروردگار کی جانب سے دو دلیلیں ہیں فرعون اور اس کے ساتھیوں کے مقابلے کے لیے۔

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ

اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ بدکار قوم تھی۔

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۴۰ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۴۰

(۳۳) قَالَ رَبِّ اِنِّیۡ قَتَلۡتُ مِنۡهُمۡ نَفۡسًا

موسیٰؑ نے کہا اے میرے رب میں نے ان میں سے ایک شخص کو قتل کیا ہے۔

فَاَخَافُ اَنۡ یَّقۡتُلُوۡنِ

مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے اس کے بدلے میں قتل کر دیں گے۔

(۳۴) وَ اَخِیۡ هٰرُوۡنُ هُوَ اَفۡصَحُ مِنِّیۡ لِسَانًا

اور میرے بھائی ہارونؑ مجھ سے زیادہ فصیح اللسان ہیں۔

فَاَرۡسِلۡهُ مَعِیَ رِدۡاً یُّصَدِّقُنِیۡۤ

تُو انھیں میرے مددگار کے طور پر بھیج دے جو میری تصدیق کریں۔

حق کو خالص کر کے اور حجت کو بیان کر کے اور شبہے کو غلط ثابت کر کے۔

اِنِّیۡۤ اَخَافُ اَنۡ یُّکَذِّبُوۡنِ

مجھے ڈر ہے کہ وہ لوگ مجھے جھٹلائیں گے۔

اور میری زبان حُجَّت و دلیل کے موقعے پر میرا ساتھ نہ دے۔

قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚ
بِاٰيٰتِنَآ ۚ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴿۳۵﴾
فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّمَا
سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۶﴾
وَقَالَ مُوْسٰى رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ
عَاقِبَةُ الدَّارِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾
وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ لِيْ
يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَاِنِّيْ
لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۳۸﴾

---

(۳۵) ارشاد فرمایا ہم تمھارے بھائی کے ذریعے تمھارے بازوؤں کو مضبوط بنا دیں گے اور تم دونوں کو ایسا اقتدار عطا کریں گے کہ وہ تمھارا بال بیکا نہ کر سکیں گے، ہماری نشانیوں کے زور پر تم اور تمھارے پیروکار ہی غالب رہو گے۔

(۳۶) جب موسیٰؑ ان کے پاس ہماری واضح نشانیوں کے ساتھ پہنچے تو انھوں نے کہا یہ تو بس گھڑا ہوا جادو ہے اور یہ باتیں تو ہم نے اپنے باپ دادا کے زمانے میں کبھی نہیں سنیں۔

(۳۷) موسیٰؑ نے کہا میرا رب جانتا ہے کہ کون ہے جو اس کے پاس سے ہدایت لے کر آیا ہے اور وہ کون ہے جس کا آخرت کا انجام بہتر ہوگا یقیناً ظالم فلاح نہیں پا سکتے۔

(۳۸) اور فرعون نے کہا اے درباریو! میں تو اپنے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں جانتا اے ہامان میرے لیے اینٹوں کا بھٹا لگوا دو اور میرے لیے ایک اونچا قصر تعمیر کراؤ شاید میں اس پر چڑھ کر موسیٰؑ کے خدا کا پتا لگا سکوں اور میں تو انھیں جھوٹ بولنے والوں میں شمار کرتا ہوں۔

---

(۳۵) قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ

ارشاد فرمایا ہم تمھارے بھائی کے ذریعے تمھارے بازوؤں کو مضبوط بنائیں گے ان کے ذریعے تمھیں قوت فراہم ہوگی اور تقویت ملے گی۔

وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا

ہم تم دونوں کو ایسا اقتدار عطا کریں گے کہ وہ تمھارا بال بیکا تک نہ کر سکیں گے۔

بِاٰيٰتِنَآ ۚ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ

ہماری نشانیوں کے زور پر تم اور تمھارے پیروکار ہی غالب رہو گے۔

(۳۶) فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ

جب موسیٰؑ ان کے پاس ہماری واضح نشانیوں کے ساتھ پہنچے۔

قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى

تو انھوں نے کہا یہ تو بس گھڑا ہوا جادو ہے۔

وَّمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ

اور یہ باتیں تو ہم نے اپنے (گزشتگان) یعنی باپ دادا کے زمانے میں کبھی نہیں سنیں۔

(۳۷) وَقَالَ مُوْسٰى رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ

اور موسیٰؑ نے کہا میرا رب جانتا ہے کہ کون ہے جو اس کے پاس سے ہدایت لے کر آیا ہے۔

وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ

اور وہ کون ہے جس کا آخرت کا انجام بہتر ہوگا۔

دارِ دنیا میں پسندیدہ انجام وہ جنت ہے جس کے لیے آخرت سے گزر کر جانا ہے۔

اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ یقینا ظالم فلاح نہیں پا سکتے۔

دنیا میں وہ ہدایت پر فائز نہیں ہوں گے اور آخرت میں بہترین انجام ان کے نصیب میں نہ ہوگا۔

(۳۸) وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ

اور فرعون نے کہا اے درباریو! میں تو اپنے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں جانتا۔ اس بات کی نفی کی ہے کہ اسے کسی دوسرے معبود کا علم نہیں ہے چہ جائے کہ اس کا وجود گویا کہ وہ اس بارے میں شک میں مبتلا تھا اسی لیے اس نے محل بنانے کا حکم دیا۔

کہا گیا ہے تفسیر کلبی میں ابن عباس سے روایت ہے کہ جبرئیل امین علیہ السّلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا اے محمدؐ کاش آپ مجھے اس وقت دیکھتے جب فرعون کلمۂ اخلاص ...اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (یونس ۹۰) (میں ایمان لاتا ہوں کہ بے شک اس ذات کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے جس پر بنو اسرائیل ایمان لائے اور میں مسلمانوں میں سے ہوں) پڑھ رہا تھا اور میں شدت غضب کی وجہ سے اسے پانی اور مٹی میں ملا رہا تھا اس ڈر سے کہیں وہ توبہ کرے اور اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی توبہ کو قبول کرلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرئیلؑ سے دریافت کیا کہ اے جبرئیلؑ تمھارے اس غصے میں آنے کا سبب کیا تھا فرمایا فرعون کا یہ قول ...اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى (النازعات ۲۴) (میں تمھارا سب سے اونچا رب ہوں) اور یہ ان دو کلمات میں سے

آخری کلمہ تھا جو اس نے ادا کیا جب سمندر تک پہنچا تھا اور اس کا پہلا کلمہ تھا مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ اس طرح پہلے کلمہ اور دوسرے کلمے کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ تھا۔[1]

فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى

اے ہامان میرے لیے اینٹوں کا بھٹا لگوا دو اور میرے لیے ایک اونچا محل تعمیر کراؤ شاید میں اس پر چڑھ کر موسیٰؑ کے خدا کا پتا لگا سکوں۔

وَ اِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ اور میں تو انھیں جھوٹ بولنے والوں میں شمار کرتا ہوں۔

تفسیر قمی میں سابقہ حدیث میں ہے کہ ہامان نے فرعون کے لیے خلا میں ایک قصر تعمیر کیا یہاں تک کہ وہ خلا میں اس مقام پر پہنچ گیا کہ جو ہوا خلا میں موجود تھی انسان اس کی وجہ سے وہاں ٹھہر نہیں سکتا تھا ہامان نے فرعون نے کہا کہ ہم اس میں مزید بڑھانے سے قاصر ہیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہوا کو بھیجا جس نے قصر کو مسمار کر دیا تو پھر فرعون و ہامان نے اس وقت ایک تابوت بنوایا اور انھوں نے چار گدھوں کیجانب قصد کیا اور ان کے بچوں کی تربیت شروع کر دی جب وہ بچے طاقتور ہوئے اور بڑے ہوگئے تو فرعون اور ہامان دونوں نے انھیں تابوت کے چاروں کونوں کا رُخ کیا اور انھوں نے تابوت کے ہر کونے پر لکڑی گاڑ دی اور ہر لکڑی کے سرے پر گوشت رکھ دیا اور گدھوں کو بھوکا رکھا اور ان کے پیروں کو لکڑی کی جڑ میں باندھ دیا جب گدھوں نے گوشت کو دیکھا تو وہ اس کی طرف جھکے اور انھوں نے اپنے پر پھڑ پھڑائے اور ان دونوں کو لے کر ہوا میں اڑ گئے اور وہ دن بھر اڑتے رہے۔

فرعون نے ہامان سے کہا ذرا آسمان کی طرف دیکھو کیا ہم اس پر پہنچ گئے ہیں ہامان نے دیکھ کر کہا میں آسمان کو اتنا ہی دور دیکھ رہا ہوں جیسا میں نے زمین سے دیکھا تھا فرعون نے کہا زمین پر نظر کرو تو ہامان نے کہا مجھے زمین نظر نہیں آ رہی ہے البتہ میں سمندر اور پانی دیکھ رہا ہوں اور گدھ بلندی پر اڑتے رہے یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا اور سمندر اور پانی بھی نظر آنا بند ہو گیا فرعون نے کہا اے ہامان اب آسمان کی طرف دیکھو اس نے آسمان کی طرف دیکھا اور کہا آسمان مجھے ویسا ہی نظر آ رہا ہے جیسا زمین سے نظر آ رہا تھا جب رات چھا گئی تو ہامان نے آسمان کی طرف دیکھا فرعون نے اس سے دریافت کیا ہم آسمان پر پہنچ گئے ہامان بولا میں ستاروں کو اسی طرح دیکھ رہا ہوں جس طرح میں زمین سے دیکھ رہا تھا اور زمین پر مجھے سوائے تاریکی کے کچھ دکھائی نہیں دے رہا ہے پھر خلا میں ٹھہری ہوئی ہوا میں جولانی آئی تو تابوت انھیں لے کر پلٹ پڑا وہ مسلسل انھیں نیچے کی طرف لاتا رہا یہاں تک زمین پر گر گیا اس وقت فرعون کی سرکشی شدید تر ہوگئی تھی۔[2]

(۱) سعد السعود، ص ۲۱۸، نقل از تفسیر کلبی۔ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۴۰

وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَ جُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ ظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۹﴾
فَاَخَذْنٰهُ وَ جُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾
وَ جَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾
وَ اَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ﴿۴۲﴾ ع ۴ ۸
وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۳﴾

(۳۹) فرعون اور اس کے لشکر نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور انھوں نے یہ سمجھ لیا کہ انھیں ہماری طرف پلٹ کر آنا ہی نہیں۔

(۴۰) تو ہم نے اسے اور اس کے لشکر کو اپنی گرفت میں لے لیا اور انھیں سمندر کے سپرد کر دیا اب دیکھ لو کہ ظالموں کا کیا انجام ہوا۔

(۴۱) اور ہم نے انھیں جہنم کی طرف دعوت دینے والا پیشوا بنا دیا ہے۔اور روزِ قیامت ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔

(۴۲) اور ہم نے اس دنیا میں ان کے پیچھے لعنت لگا دی ہے اور قیامت کے دن انھیں بدصورت بنا دیا جائے گا۔

(۴۳) اور بلاشبہ ہم نے پچھلی نسلوں کو ہلاک کرنے کے بعد موسیٰؑ کو کتاب عطا کی جو انسانوں کے لیے بصیرتوں کا خزانہ، ہدایت اور رحمت ہے ہوسکتا ہے یہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔

(۳۹) وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَ جُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ
فرعون اور اس کے لشکر نے زمین میں ناحق تکبر کیا۔

بغیر الحق بغیر استحقاق کے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے الکبریا ردائی والعظمة ازاری فمن نازعنی واحدا منهما القیته فی النار۔ کبریائی میری چادر ہے اور عظمت میرا تہبند ہے جو بھی ان دونوں میں کسی ایک کو بھی مجھ سے چھیننا چاہے گا میں اسے جہنم میں ڈال دوں گا۔[1]

وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ اور انھوں نے یہ سمجھ لیا کہ انھیں ہماری طرف پلٹ کر آنا ہی نہیں۔

(۱) جوامع الجامع ج ۳ ص ۲۲۱ ومستدرک الوسائل ج ۱۲ ص ۳۱

یعنی قیامت کا یقین نہیں ہے۔

(۴۰) فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ

تو ہم نے اسے اور اس کے لشکر کو اپنی گرفت میں لیا اور انھیں سمندر کے سپرد کر دیا جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے اور اس میں بڑائی اور گرفت کرنے والے کی عظمت ہے اور جس کی گرفت کی گئی ان کا استحقار (ذلت و پستی) ہے گویا کہ انھیں ان کی تعداد کی کثرت کے باوجود ایک ہتھیلی میں اٹھا کر پانی میں ڈال دیا۔

فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِیْنَ

اب دیکھ لو کہ ظالموں کا کیسا انجام ہوا۔

(۴۱) وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً یَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ

اور ہم نے انھیں جہنم کی طرف دعوت دینے والا پیشوا بنا دیا ہے۔ گمراہی کا رہنما۔

وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ لَا یُنْصَرُوْنَ

اور روز قیامت ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔

ان سے عذاب کو دور نہیں کیا جائے گا۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اللہ کی کتاب میں دو طرح کے اماموں کا ذکر ہے ارشاد رب العزت ہے وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا... (انبیاء ۷۳) (اور ہم نے انھیں امام بنایا ہے جو ہمارے امر کی ہدایت کرتے ہیں) نہ لوگوں کے امر کی، وہ لوگوں کے امر سے پہلے اللہ کے امر کو مقدم رکھتے ہیں اور لوگوں کے حکم سے قبل اللہ کے حکم کو مقدم جانتے ہیں اور فرمایا ...جَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً یَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ... (اور ہم نے انھیں پیشوا بنا دیا ہے جو جہنم کی طرف دعوت دیتے ہیں) وہ لوگوں کے حکم کو اللہ کے حکم پر مقدم سمجھتے ہیں اور لوگوں کے حکم کو اللہ کے حکم سے پہلے جانتے ہیں اور جو کچھ کتاب رب العزت میں تحریر ہے اس کے خلاف اپنی خواہشات سے سب کچھ اخذ کرتے ہیں۔[1]

(۴۲) وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا لَعْنَةً

اور ہم نے اس دنیا میں ان کے پیچھے لعنت لگا دی ہے۔

یعنی رحمت سے دور کر دیا ہے۔

وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِیْنَ

اور قیامت کے دن انھیں بدصورت بنا دیا جائے گا۔

ایسے لوگوں میں سے ہوں گے جن کے چہرے بدصورت ہوں گے۔

---

(۱) الکافی، ج۱، ص۲۱۶، ح۲

(۴۳) وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰی

اور بلاشبہ ہم نے پچھلی نسلوں کو ہلاک کرنے کے بعد موسیٰؑ کو کتاب عطا کی۔

یعنی نوح، ہود اور صالح اور لوط علیہم السّلام کی اقوام کو ہلاک کرنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو کتاب عطا کی گئی۔

تفسیر مجمع البیان میں بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی قوم کسی نسل، کسی امت اور کسی بستی کے رہنے والوں کو آسمان سے نازل شدہ عذاب سے ہلاک نہیں کیا تھا جب تک زمین پر توریت کو نازل نہیں کر دیا سوائے ان بستی والوں کے جنھیں بندر بنا دیا گیا کیا تم نے غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ... الایہ۔[1]

بَصَآىٕرَ لِلنَّاسِ وَ هُدًی وَّ رَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ

جو انسانوں کے لیے بصیرتوں کا خزانہ ہے ہدایت اور رحمت ہے ہوسکتا ہے یہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔

(۱) مجمع البیان، ج ۷۔۸، ص ۲۵۶

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۴۴﴾

وَ لٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَ مَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۙ وَ لٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴿۴۵﴾

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۶﴾

وَ لَوْ لَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْ لَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَ نَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾

---

(۴۴) اور اے محمد آپ اس وقت مغربی گوشے میں موجود نہ تھے جب ہم نے موسیٰؑ کو امرِ شریعت عطا کیا تھا اور نہ آپ اس واقعے کے گواہوں میں شامل تھے۔

(۴۵) اس کے بعد ہم نے کئی امتیں پیدا کیں اور ان کی عمریں بھی طویل ہوئیں اور آپ اہل مدین میں نہیں رہتے تھے کہ ہماری آیات کی ان پر تلاوت کرتے لیکن اس وقت کی یہ خبریں بھیجنے والے ہم ہیں۔

(۴۶) جب ہم نے موسیٰؑ کو پکارا تھا تو اس وقت آپ طور کے دامن میں موجود نہ تھے لیکن یہ آپ کے رب کی رحمت ہے تاکہ آپ ان لوگوں کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا ہو سکتا ہے وہ لوگ نصیحت قبول کرلیں۔

(۴۷) اگر ایسا نہ ہوتا تو اپنے ہاتھوں جو مصیبت انھوں نے مول لی تھی اس کے آنے پر وہ کہتے پروردگارا اے کاش تو نے ہماری جانب کوئی رسول بھیجا ہوتا تو ہم تیری آیتوں کا اتباع کرتے اور ہم مومنین میں شامل ہو جاتے۔

---

(۴۴) وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ

اور اے محمدؐ آپ اس وقت مغربی گوشے میں موجود نہ تھے۔ یعنی طور کے مغربی کنارے پر جہاں پر اللہ نے موسیٰؑ سے گفتگو کی تھی۔

اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ جب ہم نے موسیٰؑ کو امر شریعت عطا کیا تھا۔

اور ان سے ہم نے گفتگو کی تھی۔

وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ

اور نہ آپ اس واقعے کے گواہوں میں شامل تھے کہ اللہ نے موسیٰؑ سے کلام کیا تھا۔

(۴۵) وَلٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ

اس کے بعد ہم نے کئی امتیں پیدا کیں اور ان کی عمریں بھی طویل ہوئیں۔

حقیقتِ حال میں تحریف کر دی گئی، شریعتیں تبدیل ہو گئیں اور علوم مٹ گئے۔

وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ

اور آپ اہل مدین میں نہیں رہتے تھے۔

ثَاوِيًا کے معنی ہیں مقیم

اَهْلِ مَدْيَنَ سے مراد ہے۔شعیبؑ علیہ السّلام اور ان پر ایمان لانے والے۔

تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا کہ آپ ان پر ہماری آیات کی تلاوت کرتے۔

کہا گیا ہے کہ آپ اہل مکّہ پر ان آیتوں کی تلاوت کرتے جس میں اہل مدین کا قصہ ہے۔(۱)

وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ

لیکن اس وقت کی یہ خبریں بھیجنے والے ہم ہیں۔

ہم نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے اور ہم نے ہی آپ کو ان کی خبریں بتائی ہیں۔

(۴۶) وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا

جب ہم نے موسیٰؑ کو پکارا تھا تو اس وقت آپ طور کے دامن میں موجود نہ تھے۔

وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لیکن یہ آپ کے رب کی رحمت تھی۔

ہم نے آپ کو رحمت کی تعلیم دی ہے۔

لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ

تا کہ آپ ان لوگوں کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔

اس لیے کہ وہ زمانۂ فترت میں تھے آپ کے اور آپ سے پہلے جو انبیاء تشریف لائے تھے ان کے درمیان میں ان کا زمانہ تھا۔

لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ

ہوسکتا ہے وہ لوگ نصیحت قبول کرلیں۔

---

(۱) مقاتل نے کہا ہے جیسا کہ مجمع البیان، ج ۷۔۸، ص ۲۵۷ ہے۔

کتاب عیون میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب موسیٰؑ بن عمرانؑ کو مبعوث کیا اور انھیں منتخب کیا اور ان کے لیے سمندر کو شگافتہ کیا اور بنی اسرائیل کو نجات دی اور انھیں توریت اور الواح عطا کیں تو انھوں نے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اپنی منزلت کا مشاہدہ کیا اور کہا پروردگارا تو نے مجھے ایسی فضیلت و کرامت سے نوازا ہے کہ مجھ سے پہلے کسی کو یہ تکریم نہیں ملی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰؑ کیا تم جانتے نہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے نزدیک تمام فرشتوں اور تمام مخلوقات سے افضل ہیں موسیٰؑ نے کہا اے میرے رب اگر محمدؐ تیرے نزدیک تمام مخلوقات میں مکرم ہیں تو کیا انبیاء کی آل میں کوئی میری آل سے زیادہ مکرم و محترم ہے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے موسیٰؑ کیا تم نہیں جانتے کہ آل محمد صلوات اللہ علیہم کی فضیلت تمام انبیاء کی آل پر اسی طرح ہے جیسے محمد کی فضیلت تمام رسولوں پر ہے۔

موسیٰؑ نے کہا اے میرے رب اگر آل محمد صلوات اللہ علیہم ایسے ہیں تو کیا انبیائے کرام کی امتوں میں تیرے نزدیک کوئی میری امت سے افضل ہے تو نے ان پر بادلوں کا سایہ کیا اور ان پر من سلویٰ کو نازل کیا اور ان کے لیے سمندر کو شگافتہ کیا؟ تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا کیا تمھیں معلوم نہیں کہ امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت تمام امتوں پر اسی طرح ہے جس طرح محمد کی فضیلت تمام مخلوقات پر ہے موسیٰؑ نے کہا اے میرے پروردگارا اے کاش میں انھیں دیکھ سکتا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ پر وحی کی اے موسیٰؑ تم انھیں ہرگز نہ دیکھ سکو گے یہ ان کے ظہور کا وقت نہیں ہے لیکن عنقریب تم انھیں دیکھو گے جنتوں میں جنات عدن اور جنّات فردوس میں حضرت محمد کی جناب میں جنت کی نعمتوں سے وہ لطف اندوز ہو رہے ہوں گے اور اس کی نہروں اور چشموں کو دیکھ کر مطمئن اور خوش و خرم ہوں گے۔ اگر تم چاہو تو میں تمھیں ان کی گفتگو سنا سکتا ہوں فرمایا ہاں اے میرے معبود۔

اللہ نے فرمایا تم میرے سامنے کھڑے ہو جاؤ اور اپنے آپ کو آمادہ کرلو جیسے ایک عاجز بندہ ملک جلیل کے حضور میں کھڑا ہوتا ہے موسیٰ علیہ السّلام نے ایسا ہی کیا تو ہمارے رب عزوجل نے آواز دی اے امت محمدؐ تو ان سب نے جواب دیا دراں حالے کہ وہ اپنے باپ کے اصلاب اور اپنی ماؤں کے ارحام میں تھے **لبیک اللھم لبیک لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد و النعمة لک و الملک لاشریک لک** نبی کریم نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس جواب کو حج کا شعار بنا دیا۔

پھر ہمارے رب نے آواز دی اے امت محمدؐ میرا فیصلہ تمھارے بارے میں یہ ہے کہ میری رحمت میرے غضب سے آگے بڑھ گئی ہے اور میرا عفو و درگزر میرے عذاب سے سبقت لے گیا ہے تمھاری دعا کرنے سے پہلے میں تمھاری دعا کو قبول کرلوں گا اور تمھارے مانگنے سے پہلے ہی تمھیں عطا کروں گا جو بھی مجھ سے ملاقات کرے گا گواہی دیتے ہوئے **لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ و اشھد ان محمدًا عبدہ و رسولہ** کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے جو یکتا ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور اپنے اقوال میں صادق

اور اپنے افعال میں حق پر ہیں اور اشھدان علی ابن ابی طالب اور میں گواہی دیتا ہوں کہ علیؑ بن ابی طالب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھائی، ان کے بعد ان کے وصی اور ان کے ولی ہیں اور ان کی اطاعت اسی طرح لازم وضروری ہے جیسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت ضروری ہے اور ان کے اولیا اور منتخب طاہرین (پاک کرنے والے) اور مطہرین (پاک و پاکیزہ) ہیں اللہ کی عجیب وغریب نشانیوں کے مظہر اور ان دونوں (محمدؐ وعلیؑ) کے بعد اللہ کی حجت اس کے اولیا ہیں اور جو بھی انھیں تسلیم کرے گا میں اسے اپنی جنت میں داخل کروں گا خواہ اس کے گناہ سمندر کے جھاگ جیسے ہی کیوں نہ ہوں۔

امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث کیا تو فرمایا یا محمد ''ماکنت بجانب الطور اذنادینا'' آپ طور کے کنارے پر تشریف نہیں رکھتے تھے جب ہم نے آپ کی امت کو اس کرامت سے آواز دی تھی پھر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخاطب ہو کر فرمایا اے محمدؐ آپ فرمایئے الحمد للہ رب العالمین علی ما اِختَصَّنی به من هذه الفضیلة تمام حمد اللہ کے لیے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے کہ اس نے مجھے ان فضیلتوں کے ساتھ مختص کر دیا ہے اور امت کے لیے فرمایا کہ تم کہو الحمد للہ رب العالمین علی ما اختَصَّنَا به من هذه الفضائل تمام حمد اللہ کے لیے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے کہ اس نے ہمیں ان فضیلتوں میں سے اس فضیلت کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے۔[1]

(۴۷) وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا

اور اگر ایسا نہ ہوتا تو اپنے ہاتھوں جو مصیبت انھوں نے مول لی تھی اس کے آنے پر وہ کہتے۔

رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

پروردگارا! کاش تو نے ہماری طرف کسی رسول کو بھیجا ہوتا تو ہم تیری آیتوں کا اتباع کرتے اور ہم مومنین میں شامل ہو جاتے۔

اس کا جواب محذوف ہے یعنی ان کا یہ قول نہ ہوتا جب ان پر عذاب نازل ہوا ان کے کفر اور نافرمانی کی وجہ سے اے ہمارے پروردگار تو نے ہماری طرف رسول کیوں نہیں بھیجا جو تیری آیتیں ہم تک پہنچاتا ہم اس کی پیروی کرتے اور ہم تصدیق کرنے والوں میں سے ہو جاتے۔ ما ارسلناک یعنی اِنَّمَا اَرْسَلْنٰکَ قَطْعًا لِعُذْرِهِم وَاِلزَامًا لِلْحُجّةِ عَلَيْهِمْ ہم نے اے نبی آپ کو بھیجا ہے ان کے عذر کو ختم کرنے کے لیے اور ان پر حجّت کو لازم قرار دینے کے لیے۔

---

(۱) عیون اخبار الرضا، ج۱، ص ۲۸۳، ح ۳۰، باب ۶۸

فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْ لَآ اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى ؕ اَوَ لَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۫ وَقَالُوْٓا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۸﴾

قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۹﴾

فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۰﴾ ع

وَ لَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۱﴾ ؕ

(۴۸) مگر جب ہمارے پاس سے ان تک حق آ گیا تو وہ کہنے لگے کہ جیسا موسیٰؑ کو دیا گیا تھا ویسا انھیں کیوں نہ دیا گیا کیا انھوں نے انکار نہیں کیا تھا جو کچھ اس سے پہلے موسیٰؑ کو دیا گیا تھا انھوں نے کہا تھا، ''دونوں جادوگر ہیں جو ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔'' اور انھوں نے کہا تھا، ''ہم ہر چیز کا انکار کرتے ہیں۔''

(۴۹) اے نبی آپ ان سے فرما دیجیے کہ تم اللہ کے پاس سے کوئی ایسی کتاب لے آؤ جو ان دونوں سے زیادہ ہدایت کرنے والی ہو میں اس کا اتباع کروں گا اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو۔

(۵۰) پس اگر اے نبی یہ آپ کا مطالبہ پورا نہیں کرتے تو آپ سمجھ لیجیے کہ یہ اپنی خواہشات کا اتباع کر رہے ہیں اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا جو اپنی خواہشات کا اتباع کرے اللہ کی جانب سے ہدایت کے بغیر بے شک اللہ قوم ظالمین کی ہدایت نہیں کرتا۔

(۵۱) اور ہم لگاتار ان تک اپنی باتیں پہنچاتے رہے تاکہ شاید وہ نصیحت کو قبول کر لیں۔

(۴۸) فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا

مگر جب ہمارے پاس سے ان تک حق آ گیا۔

قَالُوْا لَوْ لَآ اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى

تو وہ کہنے لگے کہ جیسا موسیٰؑ کو دیا گیا تھا ویسا انھیں کیوں نہ دیا گیا۔ ایک ساتھ مکمل کتاب۔ ید بیضا اور عصا وغیرہ انھوں نے یہ بات تجویز کے طور پر کہی اور ستانے کے لیے کہی تھی۔

اَوَلَمْ یَکْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی مِنْ قَبْلُ

کیا انھوں نے انکار نہیں کیا تھا جو کچھ اس سے پہلے موسیٰؑ کو دیا گیا تھا۔

یعنی انھی جیسی رائے رکھنے والے اور مذہب کی پیروی کرنے والے لوگوں نے موسیٰؑ کی کتاب کا انکار کر دیا اور وہ موسیٰؑ کے زمانے کے کفار تھے۔

قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا

انھوں نے کہا دونوں جادوگر ہیں جو ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔

کہا گیا ہے یعنی موسیٰ علیہ السّلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ (۱)

تفسیر قمی میں ہے فرمایا موسیٰؑ اور ہارونؑ اور سحران مبالغے کے طور پر پڑھا گیا ہے یا وہ لوگ اس سے توریت اور قرآن کو مراد لیتے ہیں۔ (۲)

تَظٰهَرَا ان دونوں یعنی محمدؐ اور موسیٰؑ نے تعاون کیا ہے دونوں کتابوں کو ایک دوسرے کے موافق لانے کے لیے یا خلاف عادت چیزوں کو ظاہر کر کے۔

وَقَالُوْٓا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ

اور انھوں نے کہا ہم ہر چیز کا انکار کرتے ہیں۔

یعنی ان دونوں یعنی موسیٰؑ اور محمدؐ یا تمام انبیا کا انکار کرتے ہیں۔

(۴۹) قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ

اے نبیؐ آپ ان سے فرما دیجیے کہ تم اللہ کے پاس سے کوئی ایسی کتاب لے آؤ جو ان دونوں سے زیادہ ہدایت کرنے والی ہو۔

جو موسیٰؑ اور مجھ پر نازل ہوئی ہے اس سے زیادہ ہدایت کرنے والی۔

اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ

میں اس کا اتباع کروں گا اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو۔

(۵۰) فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ

پس اگر اے نبیؐ یہ آپ کا مطالبہ پورا نہیں کرتے تو آپ سمجھ لیجیے کہ یہ اپنی خواہشات کا اتباع کر رہے ہیں۔

اس لیے کہ اگر یہ کسی حجت و دلیل کا اتباع کرتے تو اسے لے آتے۔

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ

اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا جو اپنی خواہشات کا اتباع کرے۔

---

(۱) مجمع البیان، ج ۷۔۸، ص ۲۵۷، وتفسیر الکشّاف، ج ۳، ص ۴۲۰ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۴۱

یہاں پر استفہام (سوال) بمعنی نفی ہے۔

بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ

اللہ سے ہدایت کے بغیر۔

کتاب کافی میں امام کاظم علیہ السّلام سے اس آیت کے ذیل میں مروی ہے فرمایا یعنی وہ شخص جس نے اپنی رائے کو اپنا دین بنا لیا ہے بغیر کسی امام کے أئمۂ ھُدیٰ میں سے۔[1]

کتاب بصائر میں امام صادق علیہ السّلام سے ایسی ہی روایت ہے۔[2]

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ

بے شک اللہ تعالیٰ قوم ظالمین کی ہدایت نہیں کرتا۔

جنھوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے خواہشات کی پیروی میں منہمک ہو کر۔

(۵۱) وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ

اور ہم لگا تار ان تک اپنی باتیں پہنچاتے رہے تا کہ شاید وہ نصیحت قبول کرلیں اور پھر اطاعت کریں۔

ہم یکے بعد دیگرے مسلسل ہدایت کرنے والے بھیجتے رہے تا کہ یاد دہانی میں اتصال باقی رہے یا نظم میں تا کہ دعوت حجّت کے ساتھ ہو اور مواعظ (پند و نصائح) مواعید (وعدہ کی ہوئی چیز) کے ساتھ اور نصائح (نصیحتیں) عبرتوں کے ساتھ۔

کتاب کافی میں امام کاظم علیہ السّلام سے مروی ہے امام سے امام تک۔[3]

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے امام کے بعد امام۔[4]

---

(۱) الکافی، ج۱، ص ۳۷۴، ح۱

(۲) بصائر الدرجات، ص ۳۳، ح۱، باب ۸

(۳) الکافی، ج۱، ص ۴۱۵، ح۱۸

(۴) تفسیر قمی، ج۲، ص ۱۴۱

اَلَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰہُمُ الۡکِتٰبَ مِنۡ قَبۡلِہٖ ہُمۡ بِہٖ یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۵۲﴾
وَ اِذَا یُتۡلٰی عَلَیۡہِمۡ قَالُوۡۤا اٰمَنَّا بِہٖۤ اِنَّہُ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّنَاۤ اِنَّا کُنَّا مِنۡ قَبۡلِہٖ مُسۡلِمِیۡنَ ﴿۵۳﴾
اُولٰٓئِکَ یُؤۡتَوۡنَ اَجۡرَہُمۡ مَّرَّتَیۡنِ بِمَا صَبَرُوۡا وَ یَدۡرَءُوۡنَ بِالۡحَسَنَۃِ السَّیِّئَۃَ وَ مِمَّا رَزَقۡنٰہُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ ﴿۵۴﴾
وَ اِذَا سَمِعُوا اللَّغۡوَ اَعۡرَضُوۡا عَنۡہُ وَ قَالُوۡا لَنَاۤ اَعۡمَالُنَا وَ لَکُمۡ اَعۡمَالُکُمۡ ۫ سَلٰمٌ عَلَیۡکُمۡ ۫ لَا نَبۡتَغِی الۡجٰہِلِیۡنَ ﴿۵۵﴾
اِنَّکَ لَا تَہۡدِیۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ یَہۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ ۚ وَ ہُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُہۡتَدِیۡنَ ﴿۵۶﴾

---

(۵۲) اور جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی تھی وہ اس قرآن پر ایمان لائے ہیں۔
(۵۳) اور جب یہ قرآن انھیں پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے ہیں۔ یہی ہمارے پروردگار کی جانب سے حق ہے۔ ہم تو پہلے ہی سے مسلم ہیں۔
(۵۴) یہ وہ لوگ ہیں جنھیں ان کے صبر کی وجہ سے دو دفعہ اجر دیا جائے گا اور وہ بھلائی کے ذریعے برائی کو دور کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے دیا ہے اس میں خرچ کرتے ہیں۔
(۵۵) اور جب انھوں نے بیہودہ بات سنی تو یہ کہہ کر اس سے کنارہ کش ہو گئے کہ ہمارے اعمال ہمارے لیے ہیں اور تمھارے اعمال تمھارے لیے ہیں۔ تم سلامت رہو ہم جاہلوں کا طریق اختیار نہیں کرنا چاہتے۔
(۵۶) اے نبی آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے لیکن اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت کر سکتا ہے اور وہ ہدایت قبول کرنے والوں کو اچھی طرح جانتا ہے۔

---

(۵۲) اَلَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰہُمُ الۡکِتٰبَ مِنۡ قَبۡلِہٖ ہُمۡ بِہٖ یُؤۡمِنُوۡنَ
جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی تھی وہ اس قرآن پر ایمان لائے ہیں۔
کہا گیا ہے کہ یہ آیت اہل کتاب میں جو لوگ مومن ہیں ان کے لیے نازل ہوئی ہے۔[۱]

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل، ج ۲، ص ۱۹۶

(۵۳) وَ اِذَا یُتْلٰی عَلَیْهِمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖۤ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَاۤ

اور جب یہ قرآن انھیں پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے ہیں یہی ہمارے پروردگار کی جانب سے برحق ہے۔

اٰمَنَّا بِهٖۤ ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔

اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِیْنَ

ہم تو پہلے ہی سے مسلم ہیں۔

اس لیے کہ انھوں نے اس کا ذکر سابقہ کتب میں دیکھا تھا۔

(۵۴) اُولٰٓىِٕكَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَیْنِ بِمَا صَبَرُوْا

یہ وہ لوگ ہیں جنھیں ان کے صبر کی وجہ سے دو دفعہ اجر دیا جائے گا۔

وَ یَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ

اور وہ بھلائی کے ذریعے برائی کو دور کرتے ہیں۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا انھوں نے تقیہ کر کے صبر کیا اور فرمایا الحسنہ سے مراد تقیہ ہے اور ''السَّیِّئَةَ'' شہرت دینا ہے۔[۱]

تفسیر قمی میں ہے فرمایا وہ ائمہ علیہم السّلام ہیں۔[۲]

فرمایا امام صادق علیہ السّلام نے ہم بہت صبر کرنے والے اور بردبار ہیں لیکن ہمارے شیعہ ہم سے زیادہ صابر ہیں ہم جس چیز کو جانتے ہیں اس پر صبر کرتے ہیں اور وہ ان چیزوں پر صبر کرتے ہیں جن کا انھیں علم نہیں ہوتا فرمایا اور اللہ کا قول وَ یَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ یعنی برائی کرنے والے کی برائی کو اپنے حسنات سے دور کر دیتے ہیں۔[۳]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے حسنہ کو سیئہ کے پیچھے لگا دو وہ اسے مٹا دے گا۔[۴]

مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ

اور جو کچھ ہم نے دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

خیر کے راستے میں۔

(۵۵) وَ اِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ

اور جب انھوں نے بیہودہ بات سنی تو اس سے کنارہ کش ہو گئے۔ گناہوں سے بچنے کے لیے اور خود کو اس برائی سے محفوظ رکھنے کے لیے۔

---

(۱) الکافی، ج ۲، ص ۲۱۷، ح ۱ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۴۱

(۳) تفسیر قمی ج ۲، ص ۱۴۱۔ ۱۴۲، وبحار الانوار، ج ۸۲، ص ۱۳۳ (۴) انوار التنزیل، ج ۲، ص ۱۹۷

تفسیر قمی میں فرمایا اللَّغْوَ سے مراد جھوٹ، لہو ولعب اور غنا (گانا بجانا) ہے۔[1]

فرمایا اور وہ ائمہ علیہم السّلام ہیں جو ان سب سے روگردانی کرتے ہیں۔[2]

وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ

اور انھوں نے کہا ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمھارے لیے تمھارے اعمال ہیں یہ ان لوگوں سے کہا جنھوں نے بیہودہ بات کی تھی۔

سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۫ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ تم سلامت رہو ہم جاہلوں کا طریق اختیار نہیں کرنا چاہتے۔

عارضی صلح یا التوائے جنگ کی خاطر اور امن و امان کی وجہ سے ان سے کہا تم پر سلامتی ہو ہم تمھاری صحبت اختیار کرنا نہیں چاہتے اور نہ ہی ہمارا ایسا ارادہ ہے۔

(۵۶) اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ

اے نبیؐ آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے لیکن اللہ جسے چاہے ہدایت کرسکتا ہے۔

وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ اور وہ ہدایت قبول کرنے والوں کو اچھی طرح جانتا ہے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت حضرت ابو طالب[3] کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے اے چچا آپ لا الہ الا اللہ کہیے اس سے قیامت میں آپ کو فائدہ ملے گا ابوطالب فرماتے تھے اے بھتیجے میں اپنے بارے میں اچھی طرح جانتا ہوں جب آپ کا انتقال ہوگیا تو عباس بن

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۴۲ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۴۲

(۳) ابوطالبؑ کا مشہور نام عبد مناف ہے اور کہا گیا ہے کہ ان کا نام عمران تھا اور کہا گیا ہے ''شیبہ'' تھا لیکن وہ اپنی کنیت ابوطالبؑ کے نام سے مشہور ہیں وہ رسول اللہ کے والد عبداللہ کے حقیقی بھائی تھے اور اسی وجہ سے حضرت عبدالمطلبؑ نے اپنی وفات کے وقت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے انھیں وصیت کی تھی اور انھوں نے بڑے ہونے تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت کی وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ۳۵ سال قبل متولد ہوئے تھے اور مسلسل ان کی نصرت کرتے رہے بعثت سے لے کر مرتے دم تک۔ اور اس میں نہ کوئی اشکال ہے اور نہ ہی مسلمانوں کے درمیان اس بارے میں کوئی اختلاف ہے۔ ہاں ان کے اسلام لانے کے بارے میں اختلاف ہے کہ آیا انھوں نے بالجہر کلمہ پڑھا ہے یا نہیں اور جو کچھ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عباس بن المطلب نے ابو طالب کو دیکھا اور سنا کہ وہ مرتے وقت زبان سے شہادتین کا کلمہ جاری کر رہے تھے اور سید احمد زینی دحلان نے سیرت حلبیہ ج۱، ص۸۸ کے حاشیے پر شیخ سحیمی سے نقل کیا ہے جو جوہرۃ التوحید کی شرح ہے جسے نقل کیا ہے امام شعرانی اور سبکی اور ایک جماعت سے کہ یہ حدیث یعنی وہ حدیث جو عباس بن عبدالمطلب سے مروی ہے جس میں انھوں نے تصریح کی ہے کہ ابوطالبؑ نے وفات کے وقت شہادتیں زبان پر جاری فرمایا یہ صاحبانِ کشف میں سے بھی کچھ پر ثابت ہے اور ان کے نزدیک حضرت ابوطالبؑ کا ایمان درست ہے اور اللہ تعالیٰ نے ظاہری شریعت کے لحاظ سے ان کے امر کو مبہم رکھ دیا ان صحابہ کی دل جوئی کے لیے جن کے والدین کافر تھے اس لیے کہ اگر حضرت ابوطالب کے نجات کی ان کے سامنے صراحت ہوتی جبکہ ان کے آبا کا کافر ہونا اور ان پر عذاب کا کہا جانا ثابت ہوتا تو ان لوگوں کے دل متنفر ہو جاتے اور غصے سے بھڑکنے لگتے جس طرح اس کی نظیر گزری ہے اس حدیث میں جسے ابن اُبّی نے بیان کیا ہے نیز یہ بھی کہ اگر حضرت ابوطالبؑ لوگوں پر اپنا اسلام ظاہر کر دیتے تو کفار و مشرکین آپ کے دشمن بن

عبدالمطلب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے گواہی دی کہ ابوطالبؑ نے مرتے وقت یہ کلمہ پڑھا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا مگر میں نے نہیں سنا مجھے امید ہے کہ میں قیامت کے دن انھیں فائدہ پہنچاؤں گا اور

جاتے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ان سے دشمنی کرنے لگتے اس طرح آپ کا نبی اکرمؐ کی حمایت ونصرت کا جاری رکھنا اوران کا دفاع کرنا مشکل ہو جاتا لہٰذا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ظاہری حال کو ان کے آبا کے حال جیسا رکھا اور باطن امر میں انھیں نجات دے دی اس لیے کہ آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کثرت سے نصرت کی، ان کی حمایت کی اور ان کا دفاع کیا۔

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ ثعلبی نے اپنی تفسیر میں روایت کی ہے کہ حضرت ابوطالبؑ کے بہت سے اشعار ہیں جن کی صحت میں کوئی شبہ نہیں ہے اس میں وہ فرماتے ہیں:

واللہ لن یصلوا الیک بجمعھم	خدا کی قسم یہ مشرکین اپنی ساری جمعیّت کے باوجود آپ تک ہرگز نہ پہنچ سکیں گے۔
حتی اوسد فی التراب دفینا	یہاں تک کہ مجھے قتل کر کے مٹی میں دفن کر دیں۔
فاصدع بامرک ماعلیک غضاضۃ	اے نبی تم علانیہ طور پر بے خوف ہو کر تبلیغ اسلام کرو تم پر کوئی پابندی نہیں ہے۔
وابشر بذاک وقرمنک عیونا	اس بات سے خوش ہو جاؤ اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرو (یعنی خوش وخرم اور بے خوف رہو)
ودعوتنی وعلمت انک ناصحی	تم نے مجھے بھی دعوت دی ہے اور میں جانتا ہوں کہ تم میرے مخلص اور ہمدرد ہو۔
ولقد دعوت وکنت ثم امینا	اور جب تم نے دعوت دی تھی تو تم دعوت دینے میں امین تھے۔
ولقد علمت بان دین محمد	اور مجھے یہ بھی یقینی طور سے معلوم ہے کہ محمد کا لایا ہوا دین۔
من خیر ادیان البریۃ دینا	تمام ادیانِ عالم میں سب سے بہتر دین ہے۔

اور عسقلانی نے فتح الباری، ج ۷، ص ۱۹۴ باب ۴ میں قصہ ابو طالب کے ذیل میں بیان فرمایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اللہ تعالیٰ کا ان کے چچا کے ذریعے ان کی حمایت ونصرت اور ان کی دیکھ بھال کے واقعات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ان کی مدافعت کے واقعات بے حد مشہور ہیں اور اس بارے میں ان کے یہ اشعار بے حد شہرت رکھتے۔

واللہ لن یصلوا الیک بجمعھم	حتی اوسد فی التراب دفینا
کذبتم وبیت اللہ نبزی محمدا	ولما نقاتل حولہ ونناضل

اور عسقلانی نے کتاب الاصابہ ج ۴، ص ۱۱۶ پر یہ اشعار نقل کیے ہیں کہ حضرت ابوطالبؑ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے یہ اشعار کہے تھے:

ودعوتنی وعلمت انک صادق	ولقد صدقت فکنت قبل امینا
ولقد علمت بان دین محمد	من خیر ادیان البریۃ دینا

جیسا کہ ذکر کیا ہے، ص ۱۱۵ پر اپنی مذکورہ کتاب میں حضرت ابوطالبؑ کا یہ شعر جو انھوں نے حضور اکرم کی تعریف وتوصیف میں کہا ہے۔

وشق لہ من اسمہ لیجلہ	فذو العرش محمود وھذا محمد

اور ان کا نام اللہ نے اپنے نام سے مشتق کیا تا کہ ان کی برتری کو واضح کرے جو صاحبِ عرش ہے وہ محمود ہے اور یہ محمدؐ ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ اگر کوئی آزاد انسان تاریخ کی ورق گردانی کرے اور تعصب سے ہٹ کر تاریخ کا مطالعہ کرے اور ان اشعار کو سنے تو ہو ہی نہیں سکتا کہ ان کے کفر کے بارے میں کسی قسم کا تصور کرے اس تصریح وتوضیح کے بعد دین محمد تمام ادیان عالم میں بہترین دین ہے اور اس علم کے ساتھ کے دعوتِ اسلام بہترین نصیحت ہے اور یہ کہ آنحضرتؐ کا اسم گرامی اس نام سے مشتق ہے جو مالک عرش اور جلیل القدر ہے یہ سب اقوال اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرت ابوطالبؑ نہ صرف اسلام بلکہ ایمان کے اعلیٰ مدارج پر فائز تھے۔ اس بات کو بھی ملحوظ خاطر رکھیے کہ اسلام برقرار نہیں رہتا اور نکاح باقی نہیں رہتا اگر زوجین میں سے کوئی

فرمایا جب میں مقام محمود پر کھڑا ہوں گا تو میں اپنی والدہ، اپنے والد اور اپنے چچا اور زمانۂ جاہلیت میں جسے بھائی بنایا تھا ان سب کی شفاعت کروں گا۔[۱]

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ حضرت ابوطالبؑ کی مثال اصحاب کہف جیسی ہے جنھوں نے ایمان کو پوشیدہ رکھا تھا اور شرک کو ظاہر کیا تھا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے انھیں دو مرتبہ اجر عطا کیا۔[۲]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں حضرت ابوطالبؑ نے ایمان کو پوشیدہ رکھا اور شرک کو ظاہر کیا تاکہ وہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت پر قادر رہیں جیسا کہ دوسری روایات سے واضح ہوتا ہے۔

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے ان سے کہا گیا کہ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ ابوطالبؑ کافر تھے تو آپ نے فرمایا لوگ جھوٹے ہیں وہ کیسے کافر ہو سکتے ہیں جب کہ انھوں نے فرمایا ہے:

الم تعلموا انا وجدنا محمدا — کیا تمھیں معلوم نہیں کہ ہم نے محمد کو پایا ہے۔

نبیا کموسی خط فی اول الکتب — موسیٰؑ جیسا نبی جیسا کہ سابقہ کتب میں لکھا ہوا ہے۔[۳]

اور دوسری حدیث میں ہے کہ ابوطالب کافر کیسے ہو سکتے ہیں جب کہ وہ فرما رہے ہیں۔

لقد علموا ان ابننا لا مکذب — لدینا ولا یعبا بقول الاباطل۔

و ابیض یستسقی الغمام بوجهه — ثمال الیتامیٰ عصمة للارامل

اور انھیں معلوم ہے کہ ہمارا بیٹا (محمد) ہمارے نزدیک جھٹلایا ہوا نہیں ہے ہم نے ان کے دعوائے نبوت کی تکذیب نہیں تصدیق کی ہے اور اس سلسلے میں لوگوں کے باطل اقوال پر توجہ نہیں دی جائے گی اور وہ گورے مکھڑے والا (نبی) ہے اس کے چہرے کے توسط سے بارش کی دعا کی جاتی ہے۔ وہ یتیموں کا والی اور بیواؤں کی پناہ گاہ ہے۔[۴]

ایک کافر ہو بالخصوص اگر شوہر کافر ہو اور زوجہ مسلمان ہو ...وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا (النساء ۱۴۱) اور اللہ کافروں کو مومنوں کے خلاف ہرگز کوئی راستہ نہیں دے گا اور اس میں کوئی اشکال نہیں ہے کہ فاطمہ بنت اسد ان خواتین میں ہیں جنھوں نے اسلام قبول کرنے میں سبقت کی تھی اور یہ مرتے دم تک حضرت ابوطالبؑ کی زوجہ تھیں اگر ابوطالبؑ کافر ہوتے تو رسول اعظمؐ پر یہ لازم تھا کہ ان میں طلاق جاری کرتے اور ایک دوسرے سے جدا کر دیتے جیسا کہ پیغمبر اکرمؐ نے کئی افراد کے ساتھ ایسا کیا ہے اس عمل کے نہ ہونے سے حضرت ابوطالبؑ کا کافر نہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔

اس کے باوجود اگر اس آیت کا نزول حضرت ابوطالبؑ کے لیے ثابت ہو جائے تو اختلاف لازم ہوگا بھیجنے والے اور رسولؐ کے ارادوں کے درمیان اس لیے کہ اس آیت کے مطابق اللہ تعالیٰ حضرت ابو طالبؑ کا ایمان نہیں چاہتا جبکہ رسول اکرمؐ و اعظم آپ کا ایمان اور آپ کی ہدایت کرنا چاہتے ہیں اس بات کا ہونا ممکن نہیں ہے کہ رسول اکرمؐ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ارادے کی مخالفت کریں جس طرح رسول اکرمؐ کے لیے اس کے اوامر و نواہی کی مخالفت جائز نہیں ہے اور جو شخص حضرت ابوطالبؑ کے بارے میں زیادہ بحث کرنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ کتاب غدیر ج ۷، ص ۳۳۱، کا مطالعہ کرے۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۴۲ — (۲) الکافی، ج ۱، ص ۴۴۸، ح ۲۸

(۳) الکافی، ج ۱، ص ۴۴۸-۴۴۹، ح ۲۹ — (۴) الکافی، ج ۱، ص ۲۴۸-۲۴۹، ح ۲۹

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں خط فی اول الکتب کا مفہوم کہ یہ حکم کتاب اول یعنی لوحِ محفوظ میں ثبت ہے۔

الابیض سے ایسا شخص مراد ہے جو پاک و پاکیزہ اور آبرومند ہے۔

ثمالِ کتاب کے ہم وزن وہ مددگار جو قوم کے معاملات کو حل کرنے کے لیے تیار ہو۔

والارملة عورتوں میں سے وہ جس کا شوہر نہ ہو یعنی جو بیوہ ہو۔[1]

امام کاظم علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ کیا ابوطالبؑ رسول اللہؐ کے لیے حجت یعنی امام تھے فرمایا نہیں لیکن وصیتوں کے امانت دار تھے انھوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد وصیتیں کر دیں سوال کیا گیا انھوں نے اسی لیے وصیتیں سپرد کیں کہ وہ حجت الٰہی تھے تو فرمایا کہ اگر وہ حجت یعنی امام ہوتے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد وصیت نہ کرتے دریافت کیا گیا پھر ابوطالبؑ کا کیا حال تھا فرمایا انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا اقرار کیا اور جو کچھ لے کر آئے اسے تسلیم کیا وصیتوں کو ان کے سپرد کیا اور اسی روز وفات پا گئے۔[2]

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا کہ جب ابوطالبؑ کی وفات ہو گئی تو جبرئیل امینؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئے اور ان سے کہا اے محمدؐ آپ مکہ سے تشریف لے جائیں اس لیے کہ اب یہاں پر آپ کا کوئی ناصر نہیں رہا قریش کے لوگ نبی اکرم پر غضب ناک ہوئے تو آپ مکے کے ایک پہاڑ پر جسے حُجون کہا جاتا ہے بھاگ کر چلے آئے۔[3]

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جبرئیل علیہ السّلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئے اور کہا اے محمدؐ آپ کا رب آپ کو سلام بھیجتا ہے اور فرما رہا ہے کہ یقینا میں نے آتش جہنم کو حرام کر دیا ہے اس صلب پر جہاں سے آپ نازل ہوئے اور اس بطن پر جس نے آپ کو اٹھایا اس گود پر جس نے آپ کی کفالت کی۔ صلب سے

---

(۱) شہرستانی نے ملل والنحل، ج ۲، ص ۲۴۹ پر حضرت ابوطالب کے قصیدہ لامیہ کے یہ اشعار نقل کیے ہیں۔

۱) وابیض یستسقی الغمام بوجهه ثمال الیتامی عصمة للارامل

۲) یطیف به الهلاک من ال هاشم فهم عنده فی نعمة وفواضل

۳) کذبتم ورب البیت نبزی محمدا ولما نطاعن دونه ونناضل

۴) ولا نسلمه حتی نصرع حوله ونذهل عن ابناءنا والحلائل

۱) پہلے شعر کا ترجمہ کیا جا چکا ہے۔

۲) وہ ایسے ہیں کہ خاندانِ نبی ہاشم کے تمام نادار و مفلس لوگ ان کے دامنِ فیض میں پناہ لیتے ہیں اور ان کے سایۂ رحمت میں آ کر خوش ہو جاتے ہیں۔

۳) اور بیت اللہ کی قسم تم نے یہ بھی غلط سمجھا ہے اور جھوٹ کہا ہے کہ محمد کو ہم سے زبردستی چھینا جا سکتا ہے نہیں ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا جب تک ہم محمدؐ کے سامنے نیزہ بازی اور تیر اندازی کرتے کرتے ختم نہ ہو جائیں۔

۴) اور ہم محمدؐ کو تمھارے حوالے نہیں کریں گے جب تک ہم ان کے اردگرد لڑتے لڑتے گرا نہ دیے جائیں اور یوں بے ہوش و حواس نہ ہو جائیں کہ بیٹوں اور بیویوں کو بھی بھول جائیں۔

(۲) الکافی، ج ۱، ص ۴۴۵، ح ۱۸ (۳) الکافی، ج ۱، ص ۴۴۱–۴۴۲، ح ۳۱ و ۲۰، ۲۱۔

مراد آپ کے والد عبداللہ بن عبدالمطلب کا صلب ہے اور وہ بطن جس نے آپ کا حمل اٹھایا وہ آمنہ بنت وہب تھیں اور جس گود نے آپ کی کفالت کی وہ ابوطالب کی گود تھی[۱] اور ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ اور فاطمہ اسد تھیں۔[۲]

کتاب بشارۃ المصطفیٰ میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے وہ اپنے آباء سے وہ امیرالمومنین علیہ السّلام سے روایت کرتے ہیں امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ آپ مقام ''رحبہ'' میں تشریف فرما تھے اور لوگ آپ کے گرد جمع تھے کہ اتنے میں ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا یا امیرالمومنینؑ آپ تو اس جگہ میں ہیں جہاں اللہ نے آپ کو نازل فرمایا ہے اور آپ کے والد جہنم میں عذاب پا رہے ہیں امیرالمومنین علیہ السّلام نے اس سے کہا خاموش ہو جا تیرا منہ سلامت نہ رہے اس ذات کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے اگر میرے والد گرامی روئے زمین کے تمام گناہ گاروں کی شفاعت کریں تو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے بارے میں میرے والد گرامی کی شفاعت کو قبول کرے گا میرا باپ جہنم میں مبتلائے عذاب ہوگا جبکہ ان کا بیٹا جہنم کا تقسیم کرنے والا ہے

پھر فرمایا اس ذات کی قسم جس نے محمد کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ حضرت ابوطالبؑ کا نور قیامت کے دن تمام مخلوقات کے انوار کو گل کر دے گا سوائے انوار خمسہ کے نور محمدؐ، میرا نور، نورِ فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ کے انوار اور ان کی اولاد میں آنے والے ائمہ علیہم السّلام کے انوار اس لیے کہ ابوطالبؑ کا نور ہمارے اس نور سے ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے خلق کیا تھا۔[۳]

تفسیر مجمع البیان میں ہے ہم نے سورۃ الانعام میں ذکر کیا ہے کہ اہل بیت علیہم السّلام کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضرت ابوطالبؑ کی موت ایک مسلمان کی موت تھی اور اس بارے میں ان سے بہت سی روایات مروی ہیں جو اس کی تائید کرتی ہیں اور ہم نے اس مقام پر حضرت ابوطالبؑ کے کچھ اشعار بھی نقل کیے ہیں جو دلالت کرتے ہیں کہ آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کی تھی اور توحید باری عزاسمہ کے قائل تھے اگر ہم ان تمام اشعار کو جمع کریں تو اس کے لیے ایک بڑا دفتر درکار ہوگا اور ان اشعار میں سے جن کی روایت کتب مغازی وغیرہ میں کی گئی ہے ان کا احصا کرنا دشوار ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کشف کرنا چاہے ان اشعار سے کشف کر سکتا ہے اور ابوطالبؑ نے ان اشعار کے ذریعے سے آنحضرتؐ کا دفاع کیا ہے اور ان کی نبوت کو صحیح اور درست قرار دیا ہے۔

بلکہ بعض ثقہ افراد نے کہا ہے کہ اس مفہوم میں ان کے قصائد ایسے ہیں جو جادو کی گرہوں میں پھونک مارتے ہیں اور شعرائے دہر کے چہرے کو گرد آلود کر دیتے ہیں ان کے اشعار ایک جلد میں بلکہ اس سے بھی زیادہ ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت ابوطالبؑ نے تمام دشمنوں سے علانیہ جنگ مول نہیں لی تاکہ ان سے اصلاح کا مطالبہ کیا جائے اور ان کے مکر و فرد کو دور کرنے کے لیے حسن تدبیر سے کام لیا جائے تاکہ وہ رسولؐ کو پناہ لینے پر مجبور نہ کریں جس طرح انھوں نے حضرت ابوطالبؑ کے انتقال کے بعد مجبور کر دیا تھا۔[۴]

---

(۱) الکافی، ج۱، ص۴۴۱-۴۴۲، ح۳۱ و ۲۰، ۲۱۔
(۲) الکافی، ج۱، ص۴۴۱-۴۴۲، ح۳۱ و ۲۰، ۲۱۔
(۳) بشارۃ المصطفیٰ لشیعۃ المرتضیٰ، ص۲۰۲
(۴) مجمع البیان، ج۷-۸، ص۲۶۰

وَ قَالُوْۤا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ؕ اَوَ لَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰۤى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَیْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾

وَ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۭ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ؕ وَ كُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۵۸﴾

وَ مَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْۤ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَ مَا كُنَّا مُهْلِكِی الْقُرٰۤى اِلَّا وَ اَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۹﴾

---

(۵۷) اور انھوں نے کہا کہ اگر ہم آپ کے ساتھ اس ہدایت کی پیروی اختیار کرلیں تو ہمیں اپنی زمین سے اچک لیا جائے گا کیا ہم نے ان کے لیے پرامن حرم کو ان کے اختیار میں نہیں دیا تھا جس کی طرف ہر طرح کے ثمرات ہماری جانب سے بطور رزق جمع کر دیے جاتے ہیں لیکن ان کی اکثریت اس بات سے لاعلم ہے۔

(۵۸) اور ہم نے بہتیری بستیاں تباہ کردیں جن کے باشندگان اپنی معیشت پر اترا رہے تھے، دیکھ لو وہ ان کی رہائش گاہیں موجود ہیں جن میں ان کے بعد کم ہی کوئی بسا ہوگا آخرکار ہم ہی اس کے وارث ہیں۔

(۵۹) اور اے محمد آپ کا رب کسی بستی کو اس وقت تک ہلاک نہیں کرے گا جب تک اس کے مرکز میں ایک رسول کو نہ بھیج دے جو انھیں ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنائے۔ اور ہم کسی بستی کو اس وقت تک ہلاک کرنے والے نہ تھے جب تک اس کے باشندے ظالم نہ ہو جائیں۔

---

(۵۷) وَ قَالُوْۤا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا

اور انھوں نے کہا کہ اگر ہم آپ کے ساتھ اس ہدایت کی پیروی اختیار کرلیں تو ہمیں اپنی زمین سے اچک لیا جائے گا ہم وہاں سے نکل جائیں گے۔

تفسیر قمی میں ہے فرمایا کہ یہ آیت قریش کے بارے میں نازل ہوئی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں اسلام اور ہجرت کی دعوت دی تھی۔[۱]

اور اسے روایت کیا ہے ابن طاؤس نے امیر المومنین علیہ السّلام سے۔[۲]

کتاب روضۃ الواعظین میں امام سجاد علیہ السّلام سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کے

---

(۱) مجمع البیان، ج ۷۔۸، ص ۲۶۰ (۲) ؟؟؟؟

قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ ضرور بالضرور میں اس امر کے لیے سفید اور سیاہ کو اور جو پہاڑ کی چوٹیوں پر رہتے ہیں انھیں اور جو سمندر کی گہرائی میں رہتے ہیں انھیں دعوت دوں گا اور اس امر کی دعوت میں فارس اور روم کو دوں گا قریش نے سرکشی کی اور تکبر کرتے ہوئے ابوطالب سے کہا کیا آپ نے اپنے بھتیجے کی بات سنی وہ کیا کہہ رہے ہیں؟ خدا کی قسم اگر فارس اور روم تک یہ بھنک پہنچ جائے تو ہمیں اپنی زمین سے اچک لیا جائے گا اور کعبہ کا پتھر اکھاڑ دیا جائے گا تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اَوَلَمۡ نُمَکِّنۡ لَّہُمۡ حَرَمًا اٰمِنًا کیا ہم نے ان کے لیے پرامن حرم کو ان کے اختیار میں نہیں دیا تھا؟

کیا ہم نے ان کا ٹھکانہ حرم کو قرار نہیں دیا جو حرمت خانہ کعبہ کی وجہ سے جائے امن قرار پایا۔

یُّجۡبٰۤی اِلَیۡہِ ثَمَرٰتُ کُلِّ شَیۡءٍ رِّزۡقًا مِّنۡ لَّدُنَّا

جس کی طرف ہر طرح کے ثمرات ہماری جانب سے بطور رزق جمع کر دیے جاتے ہیں۔

ہر راستے سے اور ہر طرف سے پھل جمع کر دیے جاتے ہیں۔

جب ان کا یہ حال ہے کہ ہم انھیں نعمتوں سے نواز رہے ہیں جبکہ وہ بتوں کے پجاری ہیں تو بھلا ہم انھیں کس طرح پیش کر دیں گے خائف ہونے کے لیے اور اچک لیے جانے کے لیے جب وہ موحد ہو جائیں گے۔

وَلٰکِنَّ اَکۡثَرَہُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ

لیکن ان کی اکثریت اس بات سے لاعلم ہے وہ جاہل اسے سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتے۔

(۵۸) وَکَمۡ اَہۡلَکۡنَا مِنۡ قَرۡیَۃٍۭ بَطِرَتۡ مَعِیۡشَتَہَا

اور ہم نے بہتیری بستیوں کو تباہ کر دیا جس کے باشندگان اپنی معیشت پر اترا رہے تھے۔

فَتِلۡکَ مَسٰکِنُہُمۡ لَمۡ تُسۡکَنۡ مِّنۡۢ بَعۡدِہِمۡ اِلَّا قَلِیۡلًا

دیکھ لو ان کی وہ رہائش گاہیں (خالی پڑی ہیں) ان کے بعد کم ہی کوئی بسا ہوگا۔

ان لوگوں کے عصیان (نافرمانیاں) کی بدبختی کے سبب۔

وَکُنَّا نَحۡنُ الۡوٰرِثِیۡنَ اور آخرکار ہم ہی ان کے وارث ہیں۔

(۵۹) وَمَا کَانَ رَبُّکَ مُہۡلِکَ الۡقُرٰی حَتّٰی یَبۡعَثَ فِیۡۤ اُمِّہَا رَسُوۡلًا یَّتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِنَا

اور اے محمدؐ آپ کا رب کسی بستی کو اس وقت تک ہلاک نہیں کرے گا جب تک اس کے مرکز میں ایک رسول نہ بھیج دے جو انھیں ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنائے الزام حجت کے لیے اور قطع معذرت کے لیے فِیۡۤ اُمِّہَا یعنی فی اصلہا اس کی اصل میں، جڑ میں اور مرکز میں اس لیے کہ مرکز کے لوگ زیادہ عقل مند اور زیادہ شریف ہوتے ہیں۔

وَمَا کُنَّا مُہۡلِکِی الۡقُرٰۤی اِلَّا وَاَہۡلُہَا ظٰلِمُوۡنَ

اور ہم کسی بستی کو اس وقت تک ہلاک کرنے والے نہ تھے جب تک اس کے باشندے ظالم نہ ہو جائیں۔

رسول کر جھٹلا کر اور کفر میں سرکشی اختیار کر کے۔

وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۰﴾

اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿۶۱﴾

وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۶۲﴾

قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا ۚ اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۚ تَبَرَّاْنَآ اِلَيْكَ ۫ مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ ﴿۶۳﴾

---

(۶۰) اور تمھیں جو کچھ دیا گیا ہے وہ دنیاوی زندگی کا سرمایہ ہے اور اس کی زینت ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور دیرپا ہے کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔

(۶۱) کیا وہ شخص جس سے ہم نے اچھا وعدہ کیا ہو اور وہ اسے پا کر رہے اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جسے ہم نے صرف دنیاوی زندگی کے ساز و سامان سے نوازا ہو پھر وہ سزا کے لیے قیامت کے دن پیش کیا جانے والا ہو۔

(۶۲) اور جس دن وہ ان کو پکارے گا اور پوچھے گا بتاؤ تو سہی تمھارے وہ شرکاء کہاں ہیں جنھیں تم میرا شریک سمجھتے تھے؟

(۶۳) اور وہ لوگ جن پر حکم عذاب ثابت ہو چکا وہ کہیں گے پروردگارا بے شک یہی لوگ ہیں جن کو ہم نے گمراہ کیا تھا انھیں ہم نے اسی طرح گمراہ کیا تھا جیسے ہم خود گمراہ ہوئے تھے۔ ہم تیرے سامنے براءت کا اظہار کرتے ہیں کہ وہ صرف ہماری بندگی نہیں کیا کرتے تھے۔

---

(۶۰) وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتُهَا

اور تمھیں جو کچھ دیا گیا ہے وہ دنیاوی زندگی کا سرمایہ ہے اور اس کی زینت ہے جس سے تم لطف اندوز ہوتے ہو اور اپنی ختم ہو جانے والی زندگی کی مدت کو اس سے مزین اور آراستہ کرتے ہو۔

وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ

اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ زیادہ بہتر ہے اور وہ اس عمل کا ثواب ہے جو اس دنیاوی متاع و منال سے بہتر ہے اس لیے کہ وہ خالص لذت اور مکمل خوشی ہے۔

وَّاَبْقٰی اور دیر پا ہے۔اس لیے کہ وہ ابدی ہے۔

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔

کہ عمدہ چیزیں چھوڑ کر ان کے عوض ناقص چیزیں چاہتے ہو۔[1]

یہ دراصل اللہ تعالیٰ کے قول سے اقتباس ہے ...اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ... (کہ عمدہ چیزیں چھوڑ کر تم ناقص چیزیں کیوں چاہتے ہو (البقرہ ۶۱)

(۶۱) اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِیْهِ

کیا وہ شخص جس سے ہم نے اچھا وعدہ کیا ہو اور وہ اسے پا کر رہے۔

كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا

اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جسے ہم نے صرف دنیاوی زندگی کے ساز و سامان سے نوازا ہو۔

وہ دنیا جو آلام و مصائب سے بھری ہوئی ہے۔مشقت کے باعث مکدر ہے ساز و سامان کے منقطع ہو جانے پر حسرت و یاس کا پیچھا کرتی ہے۔

ثُمَّ هُوَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِیْنَ پھر وہ سزا کے لیے قیامت کے دن پیش کیا جانے والا ہو۔

حساب یا عذاب کے لیے گویا کہ یہ آیت ماقبل کا نتیجہ ہے۔

(۶۲) وَیَوْمَ یُنَادِیْهِمْ فَیَقُوْلُ اَیْنَ شُرَكَآءِیَ الَّذِیْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ

اور جس دن وہ ان کو پکارے گا اور پوچھے گا بتاؤ تو سہی تمھارے وہ شرکاء کہاں ہیں جنھیں تم میرا شریک گردانتے تھے۔

جنھیں تم یہ سمجھتے تھے کہ وہ میرے شریک کار ہیں۔

(۶۳) قَالَ الَّذِیْنَ حَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ اور وہ لوگ جن پر حکم عذاب ثابت ہو چکا ہے۔

یعنی خداوند عالم کا قول ...لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ (ہود ۱۱۹ والسجدہ ۱۳) اور اس کے علاوہ دیگر آیات وعید (دھمکی، سرزنش)، (الاعراف ۱۸، ص ۸۵) وہ کہیں گے

رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِیْنَ اَغْوَیْنَا پروردگارا! بے شک یہی لوگ ہیں جن کو ہم نے گمراہ کیا تھا۔

اَغْوَیْنٰهُمْ كَمَا غَوَیْنَا انھیں ہم نے اسی طرح گمراہ کیا تھا جیسے ہم خود گمراہ ہوئے تھے۔

تَبَرَّاْنَآ اِلَیْكَ ہم تیرے سامنے برأت کا اظہار کرتے ہیں۔

ان سے اور انھوں نے جو کفر اختیار کر رکھا ہے اس سے۔

مَا كَانُوْٓا اِیَّانَا یَعْبُدُوْنَ کہ وہ صرف ہماری بندگی ہی نہیں کیا کرتے تھے۔

بلکہ وہ اپنی خواہشات کے بھی عبادت گزار تھے۔

---

(۱) ؟؟؟؟

وَقِيْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَ رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ ﴿۶۴﴾

وَ يَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۶۵﴾

فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۶۶﴾

فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ ﴿۶۷﴾

وَ رَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۸﴾

---

(۶۴) اور ان سے کہا گیا تم اپنے شریکوں کو بلاؤ یہ انھیں پکاریں گے مگر وہ کوئی جواب نہ دیں گے اور وہ سب عذاب کو دیکھیں گے۔ کاش یہ لوگ ہدایت یافتہ ہوتے۔

(۶۵) اور جس روز وہ انھیں پکارے گا اور دریافت کرے گا کہ تم نے ہمارے بھیجے ہوئے رسولوں کو کیا جواب دیا تھا۔

(۶۶) اس دن انھیں کوئی بات سجھائی نہ دے گی اور نہ ہی یہ ایک دوسرے سے کچھ پوچھ سکیں گے۔

(۶۷) لیکن جس نے توبہ کی، ایمان لایا اور نیک عمل کیے یقیناً امید ہے کہ وہی فلاح یافتہ لوگوں میں سے ہو۔

(۶۸) اور آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے یہ انتخاب ان کے اختیار میں نہیں ہے وہ پاک اور برتر ہے اس شرک سے جو یہ کر رہے ہیں۔

---

(۶۴) وَقِيْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ

اور ان سے کہا گیا کہ تم اپنے شریکوں کو بلاؤ۔

فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ

یہ انھیں پکاریں گے مگر وہ کوئی جواب نہ دیں گے۔

یہ لوگ فرطِ حیرت سے انھیں آواز دیں گے لیکن وہ لوگ جواب دینے سے اور مدد کرنے سے عاجز ہوں گے۔

وَ رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ

اور وہ سب عذاب کو دیکھیں گے۔ کاش یہ لوگ ہدایت یافتہ ہوتے۔

یعنی کوئی ایسا حیلہ یا تدبیر جانتے ہوتے تو یہ عذاب کو خود سے دور کر دیتے یا لفظ ''لو'' تمنا کے لیے لایا گیا

ہے یعنی وہ تمنا کریں گے کہ کاش وہ ہدایت یافتہ ہوتے۔

(۶۵) وَ یَوْمَ یُنَادِیْهِمْ فَیَقُوْلُ مَاذَاۤ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِیْنَ

اور جس روز وہ انھیں پکارے گا اور دریافت کرے گا کہ تم نے ہمارے بھیجے ہوئے رسولوں کو کیا جواب دیا۔

(۶۶) فَعَمِیَتْ عَلَیْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ یَوْمَىٕذٍ فَهُمْ لَا یَتَسَآءَلُوْنَ

اس دن انھیں کوئی بات سجھائی نہ دی اور نہ ہی یہ ایک دوسرے سے کچھ پوچھ سکیں گے۔

فَعَمِیَتْ عَلَیْهِمُ الْاَنْۢبَآ کا مفہوم ہے کہ خبریں ان تک رہنمائی حاصل نہیں کرتیں اور اس کی اصل یہ ہے کہ وہ لوگ خبروں سے اندھے ہو گئے ہیں لیکن تاکید کی وجہ سے اسے الٹ دیا ہے یہ رہنمائی ہے کہ جو چیز بھی ذہن میں آتی ہے تو وہ خارج سے آتی ہے اگر یہ بھول جائے تو پھر اس کے استحضار کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ وہ ایک دوسرے سے جواب دریافت نہ کریں گے۔

(۶۷) فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا

لیکن جس نے توبہ کی، ایمان لایا اور نیک عمل کیے۔

فَعَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِیْنَ

یقینا امید ہے کہ وہی فلاح یافتہ لوگوں میں سے ہو۔

کریم لوگوں کی عادت کے لحاظ سے ''عسیٰ'' کا لفظ کسی چیز کے مستحق ہونے کے لیے آتا ہے یا امید کے معنی میں، توبہ کرنے والے کے لیے اس مفہوم میں کہ وہ توقع رکھے کہ فلاح پا جائے گا۔

تفسیر قمی میں ہے کہ عامہ نے یہ روایت کی ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ قیامت میں ندا آئے گی۔ اور خاصہ نے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ فرمایا کہ بندہ جب اپنی قبر میں داخل ہوتا ہے اور قبر سے فارغ ہو جاتا ہے تو اس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں سوال کیا جائے گا اس سے کہا جائے گا تم اس ہستی کے بارے میں کیا کہتے ہو جو تمھارے سامنے ہے اگر وہ مومن ہوگا تو کہے گا میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ رسول اللہ ہیں حق کے ساتھ آئے تھے تو اس سے کہا جائے گا تو ایسی نیند سو جا جس میں خواب بھی نظر نہیں آئے گا اور شیطان اس سے دور چلا جائے گا اور اس کی قبر سات ہاتھ کشادہ کر دی جائے گی۔ اور وہ شخص جنت میں اپنا مقام دیکھ لے گا اور اگر وہ کافر ہوگا تو کہے گا میں انھیں نہیں جانتا تو اسے ایسی ضرب ماری جائے گی جسے انسان کے سوا تمام مخلوقات سنے گی اور شیطان کو اس شخص پر مسلط کر دیا جائے گا اور اس کی آنکھیں تانبے کی ہوں گی یا آگ کی جو اچک لے جانے والی بجلی کی طرح چمک رہی ہوں گی وہ شیطان اس سے کہے گا کہ میں تیرا بھائی ہوں اور اس پر سانپوں اور بچھوؤں کو مسلط کر دیا جائے گا اور قبر اس پر تاریک ہو گی پھر فشار قبر ہوگا اس کی پسلیاں ادھر اُدھر ہو جائیں گی پھر امام علیہ السّلام نے انگلیوں کے اشارے سے فرمایا کہ وہ انھیں ایک دوسرے سے ملانے کی کوشش کرے گا۔[1]

---

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۱۴۳

(۶۸) وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ

اور آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے۔

مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ

یہ انتخاب ان کے اختیار میں نہیں ہے۔

یعنی اس کی مخلوقات میں سے کسی فرد کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ کسی کو اس کے مقابلے میں منتخب کرے یا یہ کہ کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ کسی شے کو منتخب کرے مگر اس کی قدرت، اس کی مشیت اور اس کے اختیار سے۔

سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ

وہ پاک اور برتر ہے اس شرک سے جو یہ کر رہے ہیں۔

وہ پاک و برتر ہے اس امر سے کہ کوئی اس سے آ کر نزاع کرے یا اس کے اختیار میں مزاحم ہو اور اللہ مشرکین کے شریک قرار دینے سے بلند و بالا ہے۔

تفسیر قمی میں ہے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ امام کو منتخب فرماتا ہے اور لوگوں کے ذمے نہیں ہے کہ وہ امام کو منتخب کریں۔[۱]

کتاب کافی، مجالس اور کتاب العیون میں امام رضا علیہ السّلام سے ایک حدیث میں مروی ہے جس میں امام کی فضیلت اور اس کے اوصاف کا بیان ہے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ امت کی قدر و منزلت کیا ہے؟ کہ امت میں ان کا انتخاب جائز ہو جائے۔ یہاں تک کہ فرمایا انھوں نے مشکل قصد کیا ہے اور جھوٹ کہا ہے... ضَلُّوْا ضَلٰلًا بَعِيْدًا اور گمراہی میں دور تک چلے گئے ہیں (النسا:۱۶۷) اور حیرت میں مبتلا ہیں کہ جان بوجھ کے امام کو چھوڑ دیا ہے اور شیطان نے ان کے اعمال کو مزین اور آراستہ کر دیا اور اس طرح انھیں راستے سے دور کر دیا اور وہ دیکھ نہیں رہے تھے (سورۂ عنکبوت کی آیت ۳۸ سے اقتباس) انھوں نے اللہ کے اور رسول کے انتخاب سے اعراض کر کے اپنا انتخاب اختیار کیا اور قرآن پکارتا رہا وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ... (احزاب:۳۶) اور کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی امر مقرر کر دیں تو وہ اس کام میں بھی اپنا کچھ اختیار سمجھیں۔[۲]

کتاب اکمال میں قائم علیہ السّلام سے مروی ہے آپ سے سوال کیا گیا اس علت کے بارے میں کیا وجہ ہے کہ امت کو یہ اختیار نہیں دیا گیا کہ وہ اپنے نفوس کے لیے امام کو منتخب کر لیں فرمایا وہ مصلح ہوگا یا مُفسد ہوگا کہا گیا مصلح فرمایا کیا جائز ہے کہ وہ لوگ مفسد (فساد کرنے والا) کو منتخب کر لیں جبکہ کسی کو یہ معلوم نہ ہو کہ دوسرے کے دل میں کیا گزر رہا ہے وہ صلاح (بہتری) چاہتا ہے یا فساد (بگاڑ، خرابی) جواب ملا کہ ہاں ایسا تو ہے فرمایا

(۲) تفسیر قمی ج ۲ ص ۱۴۳ (۳) الکافی ج ۱ ص ۱۹۸-۲۰۱ ح ۱ و امالی شیخ صدوق ص ۵۳۶-۵۴۰ ح ۱ مجلس ۹۷

کہ یہی سبب ہے کہ انتخاب امت کے ہاتھ میں نہیں اب میں تمھارے لیے ایسی دلیل پیش کروں گا تمھاری عقل جسے تسلیم کرے گی پھر فرمایا ذرا بتلاؤ تو ان مرسلین کے بارے میں اللہ نے جنھیں مصطفی بنایا تھا اور ان پر کتابیں نازل کی تھیں اور وحی اور عصمت کے ذریعے ان کی مدد و نصرت کی تھی جبکہ وہ امتوں کے مشہور لوگ تھے اور امت کے لوگوں کی بہ نسبت انتخاب کی زیادہ اہلیت رکھتے تھے جیسے موسیٰ علیہ السّلام اور عیسیٰ علیہ السّلام کیا ان دونوں کی کامل عقل کے بعد ان کے لیے جائز ہے کہ جب انھوں نے منتخب کرنے کا قصد کیا کہ وہ منافق کو منتخب کرلیں اور یہ سمجھ رہے ہوں کہ وہ مومن ہے کہا ہرگز نہیں فرمایا یہ موسیٰؑ کلیم اللہ ہیں جو اپنی کمال عقل اور کمال علم کے اور نزول وحی کے باوجود اپنی قوم کے سرکردہ لوگوں اور لشکر کے نمایاں افراد میں سے میقات رب کے لیے ستر افراد منتخب کرتے ہیں جن کے ایمان کے بارے میں، اخلاص کے بارے میں کوئی شک نہیں کیا جاسکتا تھا لیکن انھوں نے منافقین کو منتخب کرلیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ اخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا... (اعراف ۱۵۵) سے لے کر اللہ کے قول ...لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً... (البقرہ ۵۵)...فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ... (النسا ۱۵۳) پس جب ہم نے اس کے انتخاب کو فاسد پایا اللہ نے جسے نبوت کے لیے مصطفی اور منتخب قرار دیا تھا جبکہ وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ یہ درست ہے فاسد نہیں ہے تو ہمیں پتا چل گیا کہ کسی کو منتخب کرنے کی اجازت نہیں ہے سوائے اس کے جو دلوں کے راز کو جانتا ہو اور ضمائر کی پوشیدہ باتوں سے واقف ہو اور پوشیدہ راز اس کی طرف ہی پلٹتے ہوں جب انبیا کا انتخاب فاسد ہوگیا جو صلاح وفلاح چاہتے تھے تو پھر مہاجرین وانصار کا انتخاب کیا ہوگا۔[۲]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ یہ احادیث آیت کی پہلی تفسیر پر رہنمائی کرتی ہیں اور تفسیر ثانی پر وہ روایت دلالت کرتی ہے جو مصباح الشریعہ میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا تم جان لو کہ مخلوقات کی پیشانی اللہ کے ہاتھ میں ہے ان کے لیے ہر سانس اور ہر لحظہ اللہ کی مشیت اور قدرت کا پابند ہے اور وہ اس کی مملکت میں معمولی چیز کو لانے سے بھی عاجز ہیں الا یہ کہ اس کی اجازت مل جائے اور اس کا ارادہ ہو اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے:

وَ رَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَ يَخْتَارُ۔[۲]

(۱) اکمال الدین واتمام النعمۃ، ص ۴۶۱، ج ۲۱، باب ۴۳ (۲) مصباح الشریعہ، ص ۹۳

وَ رَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَ مَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۶۹﴾
وَ هُوَ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَ الْاٰخِرَةِ ۫ وَ لَهُ الْحُكْمُ
وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۷۰﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى
يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ﴿۷۱﴾
قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ
اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۷۲﴾

---

(۶۹) اور آپ کا رب بخوبی جانتا ہے جو کچھ ان کے دلوں نے چھپا رکھا ہے اور جسے وہ ظاہر کر رہے ہیں۔
(۷۰) اور وہ اللہ ہے اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے اسی کے لیے حمد ہے دنیا اور آخرت میں اور اسی کی فرماں روائی ہے اور اسی کی طرف تمھیں پلٹایا جائے گا۔
(۷۱) اے نبی آپ فرما دیجیے کیا تم نے کبھی سوچا ہے کہ اگر وہ اللہ روز قیامت تک تمھارے لیے رات کو سرمدی (ہمیشہ رہنے والی) بنا دیتا تو اللہ کے علاوہ کون سا معبود ہے جو تمھیں (دن کی) روشنی لا دیتا کیا تم سنتے نہیں؟
(۷۲) فرما دیجیے کیا تم نے کبھی غور کیا ہے کہ اگر اللہ روز قیامت تک تمھارے لیے دن کو دوام بخش دیتا تو اللہ کے علاوہ کون سا معبود ہے جو تمھارے لیے رات لے آتا تاکہ تم اس میں سکون پاسکو کیا تم دیکھتے نہیں؟

---

(۶۹) وَ رَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَ مَا يُعْلِنُوْنَ

اور آپ کا رب بخوبی جانتا ہے جو کچھ ان کے دلوں نے چھپا رکھا ہے اور جسے وہ ظاہر کر رہے ہیں۔

تفسیر قمی میں ہے فرمایا کہ انھوں نے انتخاب کا جو قصد و ارادہ کیا تھا۔

میں (فیض کا ثانی) کہتا ہوں کہ پہلی تفسیر پر جائز ہے کہ یہ مفہوم ہو کہ آپ کا رب وہ ہے جو اسے جانتا ہے جو کچھ سینوں میں چھپا ہوا ہے اور جسے ضمائر نے پوشیدہ رکھا ہے اس کا غیر اس سے واقف نہیں ہے لہٰذا نبوت اور امامت کے لیے منتخب کرنا اس نے اپنے ذمے رکھا ہے اپنے علاوہ کسی اور کے ذمے نہیں ہے اور شاید اسی مفہوم کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کتاب اکمال کی روایت کے آخری حصے میں اس قول کے ذریعے **علمنا انّ الاختیار لایجوز ان یقع الا ممن یعلم ماتخفی الصُّرور وتکن الضمائر وتنصرف الیہ السّرائر** ہم نے جان لیا کہ منتخب کرنا جائز نہیں ہے کہ واقع ہو مگر اس کے لیے جو جانتا ہو جو کچھ دلوں نے چھپا رکھا ہے جو ضمائر میں مخفی ہے اور جس کی طرف راز و رموز پلٹ کر جاتے ہیں۔

(۷۰) وَهُوَ اللّٰهُ اور وہ اللہ ہے۔ جو عبادت کا مستحق ہے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے۔

سوائے اس کے کوئی عبادت کا استحقاق نہیں رکھتا۔

لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ اسی کے لیے حمد ہے دنیا اور آخرت میں۔

اس لیے کہ وہ تمام نعمتوں کا مالک ہے دنیا میں اور آخرت میں، مومنین آخرت میں اس کی اسی طرح حمد کریں گے جیسی وہ دنیا میں کیا کرتے تھے ان کا قول ہوگا۔ ...اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ... (فاطر ۳۴) کل حمد اللہ کے لیے مخصوص ہے جس نے ہم سے حزن کو دور کیا۔ ...اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ... (زمر ۷۴) تمام حمد اللہ کے لیے ہے جس نے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا۔ اس کے فضل و کرم کے اظہار اور اس کی حمد سے لطف اندوز ہونے کے لیے۔

وَلَهُ الْحُكْمُ اور اسی کی فرماں روائی ہے۔

ہر شے میں اس کا فیصلہ نافذ اور جاری ہے۔

وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ اور (دوبارہ زندہ کر کے) تمھیں اسی کی طرف پلٹایا جائے گا۔

(۷۱) قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

اے نبی آپ فرمایا دیجیے کیا کبھی تم نے سوچا ہے کہ اگر اللہ روزِ قیامت تک تمھارے لیے رات کو سرمدی (ہمیشہ رہنے والی) بنا دیتا۔

مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ

تو اللہ کے علاوہ کون سا معبود ہے جو تمھیں دن کی روشنی لا دیتا کیا تم سنتے نہیں؟

ایسی سماعت جس میں تدبر اور غور و فکر ہو۔

(۷۲) قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

فرما دیجیے کیا کبھی تم نے غور کیا ہے کہ اگر اللہ روز قیامت تک تمھارے لیے دن کو دوام بخش دیتا۔

مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ تو اللہ کے علاوہ کون سا معبود ہے جو تمھارے لیے رات لے آتا ہے تا کہ تم اس میں سکون پاسکو کام کرنے کے بعد جب تم تھک جاتے ہو تو آرام کرتے۔

اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ کیا تم دیکھتے نہیں۔

اور شاید کہ اللہ نے ضیا کی تعریف جو اس کے مقابل میں ''لیل'' ہے اس وجہ سے نہیں کی ہے کہ ضوء (روشنی) فی ذاتہ نعمت ہے اور فی نفسہ مقصود و مطلوب ہے اور رات ایسی نہیں ہے اس لیے کہ روشنی کے فوائد اس کے مقابل میں جو لیل ہے اس سے کہیں زیادہ ہیں اس لیے اسے مقرون کر دیا افلا تسمعون سے اور بِلَيْلٍ کے ساتھ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ کہا اس لیے عقل کا استفادہ سماعت سے بصارت کی بہ نسبت زیادہ ہے۔

وَ مِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾

وَ يَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۷۴﴾

وَ نَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۷۵﴾ ع ۱۰

اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ۪ وَ اٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِي الْقُوَّةِ ۗ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ﴿۷۶﴾

---

(۷۳) اور یہ اس کی رحمت کا فیض ہے کہ اس نے تمھارے لیے رات اور دن قرار دیے ہیں تا کہ رات میں سکون حاصل کرو اور دن میں اس کا فضل تلاش کرو شاید کہ تم شکر گزار بن جاؤ۔

(۷۴) اور جس روز اللہ انھیں پکار کر کہے گا وہ شرکاء کہاں چلے گئے جن کے بارے میں تم گمان کیا کرتے تھے؟

(۷۵) اور ہم ہر امت میں سے ایک گواہ نکال کر لائیں گے اور کہیں گے کہ لاؤ اپنی دلیل اس وقت وہ جان لیں گے کہ حق اللہ ہی کے لیے ہے اور ان کی ساری افترا پردازیاں گم ہو کر رہ جائیں گی۔

(۷۶) یہ حقیقت ہے کہ قارون قوم موسیٰؑ کا ایک فرد تھا وہ اپنی قوم کے خلاف سرکش ہو گیا اور ہم نے اسے اتنے خزانے دے رکھے تھے کہ ان کی کنجیاں ایک طاقتور جماعت بھی اٹھانے سے قاصر تھی۔ ایک دفعہ اس کی قوم کے لوگوں نے اس سے کہا پھولا نہ سما بے شک اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

---

(۷۳) وَ مِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ

اور یہ اس کی رحمت کا فیض ہے کہ اس نے تمھارے لیے رات اور دن قرار دیے ہیں۔

وَ النَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ

تا کہ رات میں تم سکون حاصل کرو اور دن میں اللہ کا فضل تلاش کرو طرح طرح کے کام کاج انجام دے کر۔

وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ

اور شاید کہ تم شکر گزار بن جاؤ۔

تا کہ تم اس بارے میں اللہ کی نعمت کو پہچان لو اور پھر اس کا شکر ادا کرو۔

(۷۴) وَ یَوْمَ یُنَادِیْهِمْ فَیَقُوْلُ اَیْنَ شُرَكَآءِیَ الَّذِیْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ

اور جس روز اللہ انھیں پکار کر کہے گا وہ شرکا کہاں چلے گئے جن کے بارے میں تم گماں کیا کرتے تھے۔

یہ تنبیہ کے بعد تنبیہ ہے اس امر کی نشان دہی کرنے کے لیے کوئی شے بھی اللہ کے غضب کے لیے زیادہ جلب کرنے والی نہیں ہے سوائے اس کے کہ اس کی ذات میں کسی کو شریک قرار دیا جائے پہلی تنبیہ یہ بتلانے کے لیے ہے کہ ان کی رائے فاسد ہے اور دوسری تنبیہ اس بات کی وضاحت کے لیے ہے کہ ان لوگوں کے پاس کوئی برہان (دلیل) نہیں ہے۔

(۷۵) وَ نَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِیْدًا

اور ہم ہر امت میں سے ایک گواہ نکال کر لائیں گے۔

جو ان پر گواہی دے گا کہ وہ کس دین پر باقی تھے۔

تفسیر قمی میں ہے امام باقر علیہ السّلام سے ہے فرمایا اس امت میں ہر فرقے سے اس کے امام کو لائے گا۔[۱]

فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ

اور ہم امتوں سے کہیں گے کہ تم جس دین پر عمل پیرا ہو اس کے لیے کوئی برہان اور دلیل لاؤ۔

فَعَلِمُوْۤا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ تو اس وقت وہ جان لیں گے کہ حق اللہ ہی کے لیے ہے۔

وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ

اور ان کی ساری افترا پردازیاں گم ہو کر رہ جائیں گی۔

باطل کی افترا پردازیاں ان لوگوں سے اس طرح غائب ہو جائیں گی جیسے تباہ حال غائب ہو جاتا ہے۔

(۷۶) اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَیْهِمْ

یہ حقیقت ہے کہ قارون موسیٰؑ کی قوم کا ایک فرد تھا وہ اپنی قوم کے خلاف سرکش ہو گیا۔

کہا گیا ہے کہ قارون حضرت موسیٰؑ کے چچا کا بیٹا تھا یصھرین قاھث بن لاوی اور یہ ان لوگوں میں سے تھا جو موسیٰؑ پر ایمان لائے تھے۔[۲]

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ وہ موسیٰؑ کی خالہ کا فرزند تھا اور ان دو روایتوں میں کوئی منافات نہیں ہے۔[۳]

فَبَغٰى عَلَیْهِمْ

وہ اپنی قوم کے خلاف سرکش ہو گیا۔ اس نے خود کو ان سے افضل جانا اور غرور و تکبر سے کام لیا۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۴۳۔ ۱۴۴ (۲) تفسیر بیضاوی انوار التنزیل، ج ۲، ص ۲۰۰

(۳) تفسیر مجمع البیان، ج ۷۔ ۸، ص ۲۶۶

وَ اٰتَیْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ

اور ہم نے اسے خزانے دے رکھے تھے۔

ان اموال سے جنھیں ذخیرہ بنا کر رکھا گیا تھا۔

مَاۤ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ

اس کے صندوقوں کی کنجیاں ایک جماعت کثیرہ اٹھانے سے قاصر تھی۔

اُولِی الْقُوَّةِ

جو بڑے طاقتور تھے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ العصبہ دس افراد سے ۱۹ افراد تک مراد ہوتے ہیں۔ فرمایا کہ اس کے خزانوں کی کنجیاں بڑا طاقتور گروہ اٹھایا کرتا تھا۔[1]

اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ

ایک دفعہ اس کی قوم کے لوگوں نے اس سے کہا پھولا نہ سما۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْفَرِحِیْنَ

بے شک اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ یعنی جو شخص دنیا کے سونے چاندی اور بناؤ سنگار پر اکڑتا ہے۔

کتاب خصال میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی کی اے موسیٰؑ کثرت مال پر پھولے نہ سماؤ اور خبردار کسی حال میں بھی میرا ذکر ترک نہ کرنا اس لیے کہ مال کی زیادتی گناہوں کو فراموش کر دینے کا باعث ہوتی ہے اور میرے ذکر کو ترک کرنے سے دلوں میں سختی آ جاتی ہے۔[2]

کتاب توحید میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے۔ ان کانت العقوبة۔۔۔ (الف)

اگر سزا اللہ کی طرف سے برحق ہے تو پھر خوش وخرمی کس لیے۔[3]

---

(۱) تفسیر قمی، ج، ۲، ص ۱۴۴ (۲) الخصال، ص ۳۹، ح ۲۳

(الف) اصل میں روایت اس طرح ہے۔

ان کانت العقوبة من اللّٰہ عزوجل النار فالمعصیة لماذا، وان کان الموت حقا فالفرح لماذا۔

اگر سزا اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے آتش جہنم ہے تو پھر گناہ کیوں اور اگر موت برحق ہے تو خوشی کس وجہ سے ہے۔

(۳) التوحید، ص ۳۷۶، ح ۲۱

وَ ابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَ لَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَ اَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَ لَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۷۷﴾

قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ ؕ اَوَ لَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّ اَكْثَرُ جَمْعًا ؕ وَ لَا يُسْـَٔلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۷۸﴾

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۷۹﴾

---

(۷۷) اور جو کچھ اللہ نے تجھے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر بنانے کی فکر کر اور دنیا میں سے اپنے حصے کو فراموش نہ کر اسی طرح احسان کر جیسے اللہ نے تجھ پر احسان کیا ہے اور زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش نہ کر بے شک اللہ فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

(۷۸) تو اس نے جواب دیا کہ یہ سب کچھ مجھے اس علم کی بنیاد پر عطا ہوا ہے جو مجھ کو حاصل ہے۔ کیا وہ جانتا نہ تھا کہ اللہ اس سے پہلے ایسی نسلوں کو ہلاک کر چکا ہے جو قوت میں اس سے بڑھ کر اور جمعیت (تعداد) میں اس سے زیادہ تھے اور مجرمین سے ان کے گناہوں کے بارے میں سوال نہیں کیا جاتا۔

(۷۹) ایک دن وہ اپنی قوم کے سامنے سج دھج کر نکلا جو لوگ دنیاوی زندگی کے خواہاں تھے انھوں نے کہا اے کاش ہمیں بھی وہی کچھ مل جاتا جیسا قارون کو دیا گیا ہے یہ تو بڑے نصیب کا مالک ہے۔

---

(۷۷) وَ ابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ

اور جو کچھ اللہ نے تجھے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر بنانے کی فکر کر یعنی جو ثروت مندی تجھے نصیب ہوئی ہے تو اسے اس طرح خرچ کر کہ وہ تجھے آخرت کا گھر دلا دے۔

وَ لَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا

اور دنیا میں اپنے حصے کو فراموش نہ کر۔

وَ لَا تَنْسَ کے معنی میں لاتترک مت چھوڑ۔

کتاب معانی میں امام صادق علیہ السّلام اپنے اب وجد سے روایت کرتے ہیں۔ وہ امیر المومنین سے روایت کرتے ہیں امام علیہ السّلام نے فرمایا تم اپنی صحت اپنی طاقت وقوت، اپنی فراغت، اپنی جوانی اور خوش باشی کو فراموش نہ کرو بلکہ ان کے ذریعے آخرت کو طلب کرو۔[1]

اَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ

اور اسی طرح احسان کر جیسے اللہ نے تجھ پر احسان کیا ہے اور اللہ کے بندوں پر اسی طرح احسان کرو جیسے اللہ نے تمھیں نعمتوں سے نوازا ہے یا مفہوم ہوگا کہ تم شکر اور اطاعت کے ذریعے اسی طرح احسان کرو جس طرح اللہ نے تم پر انعام کے ذریعے احسان کیا ہے۔

وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ

اور زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش نہ کر۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ

بے شک اللہ فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

کتاب مصباح الشریعہ میں امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا فساد ظاہر فسادِ باطن کی وجہ سے ہوتا ہے اور جو شخص اپنے باطن کی اصلاح کرے گا تو اللہ کے اس کے ظاہر کو دُرست کر دے گا اور جو چھپ کر اللہ کے ساتھ خیانت کرے گا اللہ تعالیٰ علانیہ طور سے اس کے راز کو فاش کر دے گا اور سب سے بڑا فساد یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے غفلت پر راضی ہو جائے اور یہ فساد (بگاڑ، خرابی) جنم لیتا ہے لمبی لمبی آرزوؤں اور تمناؤں سے طمع و حرص سے اور تکبر وغرور کی وجہ سے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قصہ قارون بیان کرتے ہوئے اپنے قول میں فرمایا ''وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ'' اور زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش نہ کرو بے شک اللہ فساد کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا اور یہ عادتیں قارون کی وضع کردہ اور اس کا عقیدہ تھا اور اس کی حقیقت دنیا کی محبت، دولت دونیا کو جمع کرنا، نفس کا اتباع کرنا اور خواہشات کی پیروی کرنا اور خواہشات نفسانی کو قائم کرنا اور تعریف وتوصیف کی چاہت کرنا اور شیطان سے ہم آہنگی کرنا اور اس کے معاملات کا اتباع کرنا اور یہ سب کچھ مجتمع ہے اللہ سے غفلت اور اس کے احسانوں کے نسیان کے نتیجے میں۔[2]

(۷۸) قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰي عِلْمٍ عِنْدِيْ

اس نے جواب دیا کہ یہ سب کچھ مجھے اس علم کی بنیاد پر حاصل ہوا ہے جو مجھ کو حاصل ہے۔
تفسیر قمی میں ہے یعنی اس کا مال اور وہ عمل کیمیا سے واقف تھا۔[3]

---

(۱) معانی الاخبار، ص ۳۲۵، ح ۱ (۲) مصباح الشریعہ، ص ۱۰۷
(۳) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۴۴

اَوَ لَمۡ یَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰہَ قَدۡ اَہۡلَکَ مِنۡ قَبۡلِہٖ مِنَ الۡقُرُوۡنِ

کیا وہ جانتا نہ تھا کہ اللہ اس سے پہلے ایسی نسلوں کو ہلاک کر چکا ہے۔

مَنۡ ہُوَ اَشَدُّ مِنۡہُ قُوَّۃً وَّ اَکۡثَرُ جَمۡعًا

جو قوت میں اس سے بڑھ کر اور جمعیت (تعداد) میں اس سے زیادہ تھے۔

وَ لَا یُسۡـَٔلُ عَنۡ ذُنُوۡبِہِمُ الۡمُجۡرِمُوۡنَ

اور مجرمین سے اُن کے گناہوں کے بارے میں سوال نہیں کیا جاتا۔

تفسیر قمی میں ہے کہ جو لوگ ان سے پہلے گزر چکے ہیں ان سے ان لوگوں کے گناہوں کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا۔[1]

(۷۹) فَخَرَجَ عَلٰی قَوۡمِہٖ فِیۡ زِیۡنَتِہٖ

ایک دن وہ اپنی قوم کے سامنے سج دھج کر نکلا۔

تفسیر قمی میں ہے کہ گہرے رنگ کے کپڑے پہن کر جو زمین سے گھسٹ رہے تھے۔[2]

کہا گیا ہے کہ وہ بھورے رنگ کے خچر پر سوار ہو کر نکلا اور اس کے اوپر ارغوانی پھول تھے اور خچر کی زین سونے کی تھی اور اس کے ساتھ چار ہزار افراد بہترین پوشاک پہنے ہوئے تھے۔[3]

قَالَ الَّذِیۡنَ یُرِیۡدُوۡنَ الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا

جو لوگ دنیوی زندگی کے خواہاں تھے انھوں نے جیسا کہ لوگوں کی عادت ہے اس جانب رغبت کرتے ہوئے کہا۔

یٰلَیۡتَ لَنَا مِثۡلَ مَاۤ اُوۡتِیَ قَارُوۡنُ

اے کاش ہمیں بھی وہی کچھ مل جاتا جیسا قارون کو دیا گیا ہے۔

انھوں نے اس جیسے کی تمنا کی بعینہٖ اس کی تمنا نہیں کی حسد سے بچتے ہوئے۔

اِنَّہٗ لَذُوۡ حَظٍّ عَظِیۡمٍ

یہ تو بڑے نصیب کا مالک ہے۔ یعنی اسے دنیا کی دولت سے بے انتہا ملا ہے۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۸۴۴ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۴۴

(۳) الکشاف، ج ۳، ص ۴۳۲، انوار التنزیل، ج ۲، ص ۲۰۱

وَ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَ لَا يُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ﴿۸۰﴾

فَخَسَفْنَا بِهٖ وَ بِدَارِهِ الْاَرْضَ ۫ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ﴿۸۱﴾

وَ اَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ يَقْدِرُ ۚ لَوْ لَاۤ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ؕ وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۲﴾

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَ لَا فَسَادًا ؕ وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۸۳﴾

---

(۸۰) اور جن کے پاس علم کی دولت تھی انھوں نے کہا تمھارے حال پر افسوس ہے اللہ کا ثواب بہتر ہے اس کے لیے جو ایمان لایا اور نیک عمل کیے اور اس دولت سے بہرہ ور نہیں ہوتے مگر صبر کرنے والے۔

(۸۱) آخر کار ہم نے اُسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا ایسے موقع پر اس کے حامیوں کا کوئی ایسا گروہ نہ تھا جو اللہ کے مقابلے میں اس کی مدد کو آتا اور وہ خود بھی اپنی مدد نہ کر سکا۔

(۸۲) اب وہی لوگ جو کل اس کی منزلت کی تمنا کر رہے تھے کہنے لگے کہ وہ اللہ ہی ہے جو اپنے بندوں میں سے جس کے رزق کو چاہتا ہے کشادہ کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اس پر رزق کو تنگ کر دیتا ہے اگر اللہ نے ہم پر احسان نہ کیا ہوتا تو ہمیں بھی زمین میں دھنسا دیتا ہائے افسوس کافر فلاح نہیں پاتے۔

(۸۳) وہ آخرت کا گھر ہے جسے ہم نے ان لوگوں کے لیے بنا رکھا ہے جو زمین میں اپنی بڑائی کے طلبگار نہیں ہیں اور نہ ہی فساد کے خواہاں ہیں اور انجام (خیر) صرف متّقین کے لیے ہے۔

---

(۸۰) وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ

اور جن کے پاس علم کی دولت تھی انھوں نے کہا۔

جو احوال آخرت سے باخبر تھے اور اس کی تمنا کر رہے تھے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ جو موسیٰؑ کے خالص اصحاب تھے انھوں نے ان لوگوں سے کہا۔[۱]

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۴۴

وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا

تمھارے حال پر افسوس ہے اللہ کا ثواب بہتر ہے اس کے لیے جو ایمان لایا اور نیک عمل کیے جو کچھ قارون کو عطا کیا گیا ہے اس سے اللہ کا ثواب بہتر ہے بلکہ وہ دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے۔

وَلَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ

اور اس دولت سے بہرہ ور نہیں ہوتے مگر صبر کرنے والے یہ وہ کلمات تھے جنھیں علماء نے کہا تھا۔

اطاعت پر اور گناہوں سے صبر کرنے والے۔

(۸۱) فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ

آخر کار ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا۔

کتاب فقیہ کے باب مناہی میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص چلتے وقت اکڑ کر چلے اور فرمایا کہ اگر کوئی لباس پہنے اور اس میں اکڑنے لگے تو اللہ اسے جہنم کے کنارے سے دھنسا دے گا اور وہ قارون کا ہم نشین بن جائے گا اس لیے کہ وہ پہلا شخص تھا جس نے تکبر اور غرور سے کام لیا اور اکڑنے لگا تو اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا اور جو شخص مغرور ہوتا ہے تو وہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے اس کے جبروت (قدرت، طاقت) میں جھگڑا کرتا ہے۔[1]

فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ ایسے موقع پر اس کے حامیوں کا کوئی گروہ نہ تھا جو اس کی مدد کو آتا۔

يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اللہ کے مقابلے میں اس کی نصرت کے لیے آتا اور اس سے عذاب کو دور کر دیتا۔

وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ اور وہ خود بھی اپنی مدد نہ کر سکا۔

روایت کی گئی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اپنے بھائی ہارونؑ اور ان کی اولاد کو ساتھ لے کر قارون سے مباہلہ کیا تھا لہٰذا وہ زمین میں دھنس گیا اپنے اہل وعیال اپنے مال اور اپنی قوم کے مددگاروں کے ساتھ۔[2]

تفسیر قمی میں ہے کہ قارون کی ہلاکت کا سبب یہ تھا کہ جب موسیٰ علیہ السّلام نے بنی اسرائیل کو مصر سے نکالا اور انھیں صحرا میں اتارا اللہ نے ان پر من وسلویٰ کو نازل فرمایا۔ یہاں تک کہ اللہ نے مصر میں داخلے کو ان پر لازم قرار دے دیا اور چالیس سال تک ان کے لیے اسے حرام کر دیا وہ لوگ رات کے ابتدائی حصے سے ہی کھڑے ہو جاتے تھے اور توریت پڑھنا اور دعا کرنا اور گریہ زاری شروع کرتے تھے اور قارون بھی ان لوگوں میں سے تھا وہ بھی توریت پڑھتا تھا اور ان لوگوں میں اس کی آواز سے اچھی کسی کی آواز نہ تھی اس کی عمدہ قرأت کی وجہ سے اس کا نام منون رکھا گیا ہے اور وہ کیمیا گر تھا جب بنی اسرائیل پر تیہ اور توبہ کا معاملہ طول پکڑ گیا اور قارون نے ان کے ساتھ توبہ کے لیے جانے سے منع کر دیا تھا اور موسیٰؑ اسے چاہتے تھے موسیٰ علیہ السّلام اس کے

(۱) من لایحضرہ الفقیہ، ج ۴، ص ۱۳، ح ۱، باب ۱ (۲) تفسیر نور الثقلین، ج ۴، ص ۱۴۲، ح ۱۱۷

پاس آئے اور اس سے کہا اے قارون تمھاری قوم تو بہ میں ہے اور تم یہاں پر بیٹھے ہوئے ہو ان کے ساتھ داخل ہو جاؤ ورنہ تم پر عذاب نازل ہوگا اس نے اس بات کو بنظر حقارت دیکھا اور موسیٰؑ کے قول کا مذاق اڑایا حضرت موسیٰ علیہ السّلام اس کے پاس سے غمگین نکلے وہ اس کے محل کے صحن میں بیٹھ گئے وہ بالوں والا جبہ پہنے ہوئے تھے اور ان کے پیروں میں گدھے کے کھال کی جوتی تھی جسے بالوں کے دھاگے سے سیا گیا تھا اور ان کے ہاتھ میں عصا تھا قارون نے حکم دیا کہ ان پر راکھ پھینک دی جائے اور اسے پانی سے ملا دیا تھا وہ ان پر ڈالی گئی موسیٰؑ بہت زیادہ غصے میں آگئے اور ان کے شانوں پر بال تھے جب وہ غصے میں ہوئے تھے تو وہ بال ان کے کپڑوں سے باہر نکل آتے تھے اور ان سے خون ٹپکتا تھا۔

موسیٰ علیہ السّلام نے کہا اے میرے رب اگر تو میری خاطر غضب ناک نہ ہوا تو میں تیرا نبی نہیں ہوں تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ پر وحی کی میں نے زمین کو حکم دیا ہے کہ وہ تمھاری اطاعت کرے لہٰذا تمھارا جو جی چاہے اسے حکم دو اور قارون نے حکم دیا تھا کہ محل کے دروازے بند کر دیے جائیں موسیٰؑ آگے بڑھے انھوں نے دروازوں کی طرف اشارہ کیا تو وہ کھل گئے اور موسیٰؑ قارون کے پاس آئے جب قارون نے انھیں دیکھا تو جان لیا کہ وہ عذاب لے کر آئے ہیں قارون نے کہا اے موسیٰؑ میں اس رشتے داری کا واسطہ دیتا ہوں جو مجھ میں اور آپ میں ہے موسیٰؑ نے اس سے کہا اے لاوی کے بیٹے باتیں نہ بنا اور اسے آگے نہ بڑھا اے زمین اسے نگل جا تو وہ محل اور جو کچھ اس میں تھا سب زمین میں چلا گیا اور قارون زمین میں گھٹنوں تک داخل ہوا اور رویا اور رشتے داری کا واسطہ دیا موسیٰ علیہ السّلام نے اس سے کہا اے لاوی کے بیٹے مجھ سے زیادہ بات مت کر اے زمین اسے نگل جا زمین قارون کو اس کے قصر اور خزانوں سمیت نگل گئی اور یہ وہ جملہ تھا جسے موسیٰ علیہ السّلام نے قارون سے کہا تھا جب اللہ تعالیٰ نے اسے ہلاک کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کو اس پر شرم دلائی جو کچھ انھوں نے قارون سے کہا تھا موسیٰؑ سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ انھیں اس بات پر عار دلا رہا ہے تو انھوں نے کہا اے میرے پروردگار قارون نے مجھے پکارا تھا تیرے بغیر اگر وہ تیرے واسطے سے پکارتا تو میں اس کی بات مان لیتا اللہ نے فرمایا: **یابن لاوی لاتزدنی من کلامک** اے لاوی کے بیٹے تم مجھ سے باتیں نہ بڑھاؤ موسیٰؑ نے کہا اے میرے پروردگار اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تیری یہ مرضی تھی تو میں قارون کی بات رد نہ کرتا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے موسیٰؑ قسم ہے میرے عزت وجلال کی اور جود وکرم اور علو منزلت کی کہ قارون نے جس طرح تمھیں پکارا تھا اگر مجھے پکارتا تو میں اس کی دعا قبول کر لیتا لیکن جب اس نے تمھیں پکارا تو میں نے اسے تمھارے سپرد کر دیا اور اے عمران کے بیٹے موت سے نہ گھبراؤ کیونکہ میں نے ہر نفس کے لیے موت لکھ دی ہے اور میں نے تمھارے لیے بستر بچھا دیا ہے جب تم اس پر آؤ گے تو تمھاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔

موسیٰ علیہ السّلام طورِ سینا کے پہاڑ کی طرف اپنے وصی کے ساتھ روانہ ہوئے اور موسیٰؑ پہاڑ پر چڑھ گئے انھوں نے دیکھا کہ ایک شخص آیا اور اس کے پاس پھاوڑا اور کدال تھی موسیٰؑ نے اس سے پوچھا تو کیا چاہتا ہے تو

اس نے جواب دیا کہ اولیاءُ اللہ میں سے ایک شخص فوت ہو گیا ہے میں اس کے لیے قبر کھودنا چاہتا ہوں موسیٰؑ نے اس سے کہا کیا میں اس کام میں تمھاری مدد کر سکتا ہوں اس نے کہاں ہاں کوئی حرج نہیں فرمایا دونوں نے قبر کھودی جب فارغ ہو گئے تو اس شخص نے قبر میں جانے کا ارادہ کیا موسیٰؑ نے کہا تم کیا چاہتے ہو اس نے جواب دیا میں قبر میں داخل ہو کر دیکھنا چاہتا ہوں کہ کیسی خواب گاہ ہے؟ موسیٰؑ نے اس سے کہا میں اس کام کے لیے کافی ہوں موسیٰؑ قبر میں اترے اس میں لیٹ گئے ملک الموت نے ان کی روح قبض کر لی اور پہاڑ کو ان کی قبر پر منضم (ملانا شامل کرنا) کر دیا۔[1]

تفسیر قمی میں سورۂ یونس کے بارے میں ہے کہ کسی یہودی نے امیر المومنین علیہ السّلام سے اس قید خانے کے بارے میں سوال کیا جو اپنے قیدی کو لے کر پوری زمین کا چکر لگاتا رہا۔ امام علیہ السّلام نے فرمایا اے یہودی وہ قید خانہ جو اپنے قیدی کو لے کر زمین کے چاروں طرف چکر لگاتا رہا وہ مچھلی ہے جس نے یونسؑ کو اپنے شکم میں قید کیا پھر وہ بحر قلزم میں داخل ہوئی پھر بحر مصر میں نکلی پھر بحر طبرستان میں داخل ہوئی پھر وہ دجلہ کی گہرائیوں میں نکلی فرمایا پھر وہ مچھلی زمین کے نیچے گزری یہاں تک کہ قارون سے ملحق ہوئی اور قارون حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں ہلاک ہوا تھا اور ایک فرشتہ اس پر موکل تھا جو اسے ہر روز ایک انسانی قامت کے برابر زمین میں داخل کرتا تھا اور حضرت یونسؑ شکم ماہی میں اللہ کی تسبیح پڑھ رہے تھے اور اس سے استغفار کر رہے تھے۔

قارون نے ان کی آواز سنی تو جو فرشتہ اس پر مقرر تھا اس سے کہا مجھے مہلت دے میں کسی آدمی کی آواز سن رہا ہوں اللہ نے اس فرشتے پر وحی کی جو قارون پر مقرر تھا کہ اسے مہلت دے دو پھر قارون نے دریافت کیا کہ تم کون ہو یونسؑ نے کہا کہ میں گناہ گار خطا کار یونسؑ بن متی ہوں اس نے دریافت کیا کہ اللہ کے کے شدید غضب ناک ہو جانے والے موسیٰؑ بن عمران کا کیا ہوا؟ یونسؑ نے جواب دیا ہائے افسوس وہ ہلاک ہو گئے اس نے پوچھا کہ رؤف و رحیم اللہ نے ان کی قوم پر ہارونؑ بن عمران کے ساتھ کیا کیا کہا کہ وہ بھی ختم ہو گئے قارون نے سوال کیا کہ کلثم بنت عمران کا کیا ہوا جس سے اس کی نسبت طے ہوئی تھی یونس نے کہا افسوس ہے آل عمران میں سے کوئی بھی باقی نہیں بچا تو قارون نے کہا واسفا علی آل عمران ہائے افسوس آل عمران پر اللہ تعالیٰ نے اس کی اس بات کو قدر کی نگاہ سے دیکھا تو اس نے فرشتے کو حکم دیا جو اسپر موکل تھا کہ ایام دنیا میں اس سے عذاب کو برطرف کر دو اس سے عذاب کو ہٹا لیا گیا۔ (الحدیث)[2]

اس حدیث کا باقی حصہ سورۃ الصّافات میں آیت نمبر ۱۴۸ کے ذیل میں بیان ہوگا۔

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ جب قوم نے یونسؑ کو اذیت پہنچائی اور آپ نے حدیث بیان فرمائی یہاں تک کہ فرمایا کہ یونسؑ نے خود کو سمندر کے حوالے کر دیا اور مچھلی نے انھیں لقمہ بنا لیا اور انھیں لے کر اُس نے ساتوں سمندر کے چکر لگائے یہاں تک وہ بحر مسجور تک پہنچی اور وہیں پر قارون

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۴۴-۱۴۵ (۲) تفسیر قمی، ج، ص ۳۱۸

پر عذاب نازل ہوا تھا قارون نے بھنبھناہٹ سنی تو فرشتے سے اس بارے میں دریافت کیا فرشتے نے بتلایا کہ وہ یونسؑ کی آواز ہے اللہ نے انھیں شکم ماہی میں قید کر دیا ہے قارون نے فرشتے سے کہا کیا تم مجھے اجازت دیتے ہو کہ میں ان سے ہمکلام ہو جاؤں فرشتے نے انھیں اجازت دے دی قارون نے ان سے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے بارے میں سوال کیا یونس نے بتایا کہ وہ مر چکے ہیں قارون نے گریہ کیا پھر ہارونؑ کے بارے میں دریافت کیا یونسؑ نے بتایا وہ بھی مر گئے تو قارون رویا اور شدید جزع وفزع کا مظاہرہ کیا اور ان سے موسیٰؑ کی بہن کلثم کے بارے میں پوچھا جو اس سے منسوب تھیں یونسؑ نے بتلایا کہ ان کا بھی انتقال ہو گیا تو قارون رویا اور گڑگڑایا اور گھبرایا امام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس فرشتے پر وحی کی جو قارون پر موکل تھا کہ دنیا میں اس پر ہونے والے باقی ماندہ عذاب کو اس سے دور کر دو کیوں کہ اس نے اپنے قرابت داروں کی موت پر افسوس کا اظہار کیا ہے۔[1]

(۸۲) وَ اَصْبَحَ الَّذِیْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ

اور اب وہی لوگ جو کل تک اس کی منزلت کی تمنا کر رہے تھے۔

یَقُوْلُوْنَ وَیْكَاَنَّ اللّٰهَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ یَقْدِرُ

کہنے لگے کہ وہ اللہ ہی ہے جو اپنے بندوں میں سے جس کے رزق کو چاہتا ہے کشادہ کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اس پر رزق کو تنگ کر دیتا ہے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ وَیْكَاَنَّ سریانی زبان کا لفظ ہے۔[2]

اللہ اپنی مشیت کے مطابق رزق کو کشادہ اور تنگ کرتا ہے وہ کسی کرامت کی وجہ سے رزق کو کشادہ نہیں کرتا اور نہ کسی کی حقارت کے سبب رزق میں تنگی کرتا ہے۔

لَوْلَاۤ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَا لَخَسَفَ بِنَا

اگر اللہ نے ہم پر احسان نہ کیا ہوتا تو ہمیں بھی زمین میں دھنسا دیتا۔

ہم نے جس مال دنیا کی تمنا کی تھی اس نے ہمیں نہ دے کر ہم پر احسان کیا ہے کہ وہ ہم میں بھی وہ چیزیں پیدا کر دیتا ہے جو اس نے قارون کے لیے پیدا کی تھیں اور قارون اسی وجہ سے زمین میں دھنس گیا۔

وَیْكَاَنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ

ہائے افسوس کافر لوگ فلاح نہیں پاتے۔

کافرین یعنی وہ جو نعمت خداوندی کے منکر ہیں۔

(۸۳) تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَ لَا فَسَادًا

وہ آخرت کا گھر ہے جسے ہم نے ان لوگوں کے لیے بنا رکھا ہے جو زمین میں اپنی بڑائی کے طلب گار نہیں ہیں اور نہ ہی فساد کے خواہاں ہیں۔

---

(۱) تفسیر عیاشی، ج ۲، ص ۱۳۶، ح ۴۶ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۴۴

دَّارُ الْاٰخِرَةُ قیامت کا گھر جس کی خبر تم سن چکے ہو اور جس کے اوصاف کا تمھیں علم ہے۔

عُلُوًّا کے معنی ہیں غلبہ اور چھا جانا۔ فساد کے معنی ہیں لوگوں پر ظلم ڈھانا۔

تفسیر مجمع البیان میں امیر المومنین علیہ السّلام سے مروی ہے کہ وہ جب حکومتِ ظاہری کے مالک تھے تو بازار میں جاتے بھٹکے ہوؤں کو راستا بتاتے، کمزوروں کی مدد کرتے، اور خرید و فروخت کرنے والوں اور بنیے اور بقّال کے پاس جا کر قرآن کھول کر یہ آیت پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ آیت ان حاکموں کے لیے نازل ہوئی جو عدل کرتے ہیں اور متواضع ہیں اور تمام لوگوں میں صاحب قدرت ہیں۔[۱]

امیر المومنین علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا اگر کسی شخص کو اپنے جوتے کا تسمہ حیران کن لگتا ہے تو وہ اس آیت میں داخل ہے۔[۲]

اور ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص اگر حیرت زدہ ہوتا ہے کہ اس کے جوتے کا تسمہ اس کے ساتھ کے جوتے کے تسمے سے عمدہ اور بہتر ہو تو وہ اس آیت کے ذیل میں آتا ہے۔[۳]

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ نے حفص بن غیاث سے کہا اے حفص میرے نزدیک دنیا کی منزلت ایک مردار کی سی ہے جب میں مجبور و مضطر ہوتا ہوں تو اس میں سے کھا لیتا ہوں اے حفص اللہ تبارک و تعالیٰ جانتا ہے کہ بندے کیا کر رہے ہیں اور وہ کس طرف جا رہے ہیں لہٰذا ان کے برے اعمال کے وقت وہ حلم سے کام لیتا ہے ہوسکتا ہے کہ یہ ان میں آگے بڑھ گیا ہو لہٰذا جو فوت سے نہیں ڈرتا اس سے حسن طلب تمھیں دھوکے میں مبتلا نہ کردے پھر آپ اس نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ اور زار و قطار رو رہے تھے اور یہ فرما رہے تھے خدا کی قسم اس آیت سے آرزوئیں جاتی رہیں۔ خدا کی قسم نیکوکار کامیاب ہو گئے تم جانتے ہو وہ کون لوگ ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو چھوٹی چیونٹیوں کو بھی اذیت نہیں پہنچاتے اللہ سے خشیت (ڈر، خوف) کے لیے علم کافی ہے اور اللہ سے غافل ہونے کے لیے جہل کافی ہے۔[۴]

وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ

اور انجام (خیر) صرف متقین کے لیے ہے۔

اللہ جن باتوں کو پسند نہیں کرتا ان سے بچنے والے متقین کہلاتے ہیں۔

---

(۱) تفسیر مجمع البیان، ج ۷۔۸، ص ۲۶۹ (۲) مجمع البیان، ج ۷۔۸، ص ۲۶۹

(۳) سعد السعود، ص ۸۸ (۴) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۴۶

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَ مَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾

اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ؕ قُلْ رَّبِّيْۤ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى وَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۸۵﴾

وَ مَا كُنْتَ تَرْجُوْۤا اَنْ يُّلْقٰۤى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾ ۪

وَ لَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَ لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۸۷﴾ ۚ

وَ لَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ لَهُ الْحُكْمُ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۸﴾ ع

(۸۴) جو بھی بھلائی لے کر آئے گا تو اس کے لیے اس سے بہتر بھلائی ہوگی اور جو برائی لے کر آئے تو برائیاں کرنے والوں کو ان کے عمل کے مطابق بدلہ دیا جائے گا۔

(۸۵) اے نبی جس نے قرآن پہنچانے کا فریضہ آپ کو سونپا ہے وہ آپ کو آپ کی منزل تک ضرور پہنچائے گا۔ فرما دیجیے میرا رب بہتر جانتا ہے کہ کون ہدایت کے ساتھ آیا اور کون کھلی گمراہی میں ہے۔

(۸۶) آپ امیدوار نہیں تھے کہ یہ کتاب آپ پر القا کی جائے گی یہ تو آپ کے رب کی رحمت کی وجہ سے (القا ہوئی) ہے لہٰذا آپ کافروں کی کبھی بھی پشت پناہی مت کیجیے گا۔

(۸۷) اور ایسا نہ ہو کہ جب اللہ کی آیات آپ پر نازل ہوں تو کفار آپ کو اس کی تبلیغ سے روک دیں آپ اپنے رب کی طرف دعوت دیں اور ہرگز مشرکوں میں شامل نہ ہوں۔

(۸۸) اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پکارو اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے ہر شے ہلاک ہو جانے والی ہے سوائے اس کی ذات کے فرماں روائی اسی کی ہے اور تم سب اسی کی طرف پلٹائے جاؤ گے۔

(۸۴) مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا

جو بھی بھلائی لے کر آئے گا تو اس کے لیے اس سے بہتر بھلائی ہوگی ذاتی اعتبار سے، قدر و منزلت کے اعتبار

سے اور اوصاف کے لحاظ سے اور اس آیت کے ذیل میں حدیث سورۂ انعام کے آخر میں آیت نمبر ۱۶۰ کے ذیل میں بیان کی جا چکی ہے اور اس کی نظیر سورۂ نمل کی آیت نمبر ۸۹ کے ذیل میں بیان ہو چکی ہے۔

وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ

اور جو برائی لے کر آئے تو برائیاں کرنے والوں کو جزا نہیں دی جائے گی اس آیت میں ضمیر کی جگہ لفظ سیّئات لایا گیا ان کی حالت کی بے وقعتی اور حقارت کی وجہ سے اسی لیے لفظ سیّئات کو دوبارہ لایا گیا ہے چوں کہ سیئہ کی نسبت ان لوگوں کی طرف ہے۔

اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ

مگر ان کے عمل کے مطابق جو وہ کیا کرتے تھے۔ جیسا ان کا عمل ہوگا ویسا ہی بدلہ ملے گا۔

(۸۵) اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ

اے نبی جس نے قرآن پہنچانے کا فریضہ آپ کو سونپا ہے وہ آپ کو آپ کی منزل تک ضرور پہنچائے گا۔

تفسیر قمی میں امام سجاد علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم تک تمھارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنین علیہ السّلام اور ائمہ صلوات اللہ علیہم کو واپس لائے گا۔[۱]

امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ کے پاس جابر کا تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا اللہ جابر پر رحم کرے ان کا علم ایسا تھا کہ وہ اس آیت کی تاویل کے بارے میں جانتے تھے کہ اس سے ''رجعت'' مراد ہے۔[۲]

قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى وَمَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ

فرما دیجیے میرا پروردگار بہتر جانتا ہے کہ کون ہدایت کے ساتھ آیا اور کون کھلی گمراہی میں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت میں بِالْهُدٰى سے خود کو اور ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ سے مشرکین کو مراد لیا۔

(۸۶) وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ

آپ امیدوار نہیں تھے کہ یہ کتاب آپ پر القا کی جائے گی یہ تو آپ کے رب کی رحمت کی وجہ سے (القا ہوئی) ہے۔

فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ

لہٰذا آپ کافروں کی کبھی بھی پشت پناہی مت کیجیے گا۔

کہا گیا ہے کہ ان کی مدارات کے ذریعے، ان کو برداشت کر کے، اور ان کی دعوت کو قبول کر کے۔[۳]

تفسیر قمی میں ہے کہ خطاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے لیکن مراد تمام لوگ ہیں۔[۴]

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۴۷ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۴۷
(۳) بیضاوی انوار التنزیل، ج ۲، ص ۲۰۳ (۴) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۴۷

(۸۷) وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ

اور ایسا نہ ہو کہ جب اللہ کی آیات آپ پر نازل ہوں تو کفار آپ کو اس کی تبلیغ سے روک دیں۔

وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ

آپ اپنے رب کی طرف دعوت دیں۔

اللہ کی عبادت کی طرف اور اس کی توحید کی جانب۔

وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ

اور ہرگز مشرکوں میں شامل نہ ہوں۔

(۸۸) وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ

اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پکارو۔

تفسیر قمی میں ہے کہ اس آیت میں خطاب نبی اکرمؐ سے ہے لیکن مراد تمام لوگ ہیں اور وہ امام صادق علیہ السّلام کا قول ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی کو مبعوث کیا ہے اس قول کے مصداق ایاك اعنی واسمعی یا جارۃ[۱] (یہ مثل اس وقت بولتے ہیں جب بات کو سمجھانے کے لیے کسی دوسرے سے خطاب کیا جائے اور سنانا کسی اور کو مطلوب ہو)

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے۔

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ

ہر شے ہلاک ہو جانے والی ہے سوائے اس کی ذات کے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد اللہ کا وہ چہرہ ہے جس کی وجہ سے لوگ اللہ کی طرف آتے ہیں۔[۲]

کتاب توحید میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس بات سے بالاتر ہے کہ چہرے سے اس کی، توصیف کی جائے لیکن اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ ہر شے ہلاک ہو جائے گی سوائے اس کے دین کے اور وجہ اسے کہتے ہیں جس سے اللہ کی طرف آیا جائے۔[۳]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں یعنی الوجه الذی یوتی منه سے مراد وہ ہستی ہے جو بندوں کو اللہ کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور اس کی معرفت کی جانب لے جاتی ہے خواہ وہ نبی ہو یا وصی یا عقل کامل سے جس سے اللہ تک پہنچا جائے۔ یہی وہ وجہ ہے جس سے اللہ تک پہنچا جاتا ہے۔ سبب یہ ہے کہ چہرہ وہ ہوتا ہے جس کا سامنا کیا جاتا

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۴۷ (۲) الکافی، ج ۱، ص ۱۴۳، ح ۱

(۳) التوحید، ص ۱۴۹، ح ۱، باب ۱۲

ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس سے اپنے بندوں کا مشاہدہ کرتا ہے اور انھیں خطاب کرتا ہے نبی یا وصی یا عقل کامل کے ذریعے سے۔

کتاب توحید میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا کہ ہر شے ہلاک ہو جانے والی ہے سوائے اس کے جس نے حق کا راستا اپنا لیا۔[1]

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جو اللہ کے پاس آیا اس چیز کے ساتھ اللہ نے جس کا حکم دیا ہے یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اور ان کے بعد ائمہ علیہم السّلام کی اطاعت تو وہ ایسا ''وَجہ'' ہے جس کے لیے ہلاکت نہیں ہے پھر آپ نے پڑھا مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء ۸۰) جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے گویا اللہ کی اطاعت کی۔[2] کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے اسی مفہوم کی روایت ملتی ہے۔[3]

مراد یہ ہے کہ جو بھی اللہ اور اس کے رسول کا اطاعت گزار ہے وہ اللہ کی طرف متوجہ ہے تو وہ ابدالآباد تک جنتوں میں باقی رہے گا اور وہ اس کی مخلوق میں ''وجہ اللہ'' ہے اسی کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر نظر کرتا ہے اور جو شخص اللہ کے خلاف ہے تو وہ جہنم میں ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ہے اور آیت کا تلاوت فرمانا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرنا آنحضرت کے ذریعے اللہ اور اس کے وجہ کی طرف متوجہ ہونا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے اور واسطے سے اللہ تعالیٰ کی توجہ مخلوق کی جانب ہے اور یہی سبب ہے کہ انھیں وجہ اللہ کہا گیا اور وجہ کی اضافت ان کی طرف دی گئی۔

کتاب توحید میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ہم وہ ''وجہ اللہ'' ہیں جو ہلاک نہیں ہوتا۔[4]

اور امام صادق علیہ السّلام سے ہے کہ اِلَّا وَجْهَهٗ سے مراد اللہ کا دین ہے۔[5] اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنین علیہ السّلام اللہ کا دین اور اس کی وجہ ہیں اور بندوں میں اس کی آنکھیں ہیں اور اس کی وہ زبان ہیں جن سے وہ باتیں کرتا ہے اور مخلوقات کے لیے اس کے ہاتھ ہیں اور ہم ہی وہ وجہ اللہ ہیں جن سے اللہ تک پہنچا جاتا ہے ہم ہمیشہ اللہ کے بندوں کے درمیان میں رہیں گے جب تک ان لوگوں میں اللہ ضرورت محسوس کرتا ہے سوال کیا گیا کہ (رویہ) کیا ہے فرمایا حاجت جب اللہ ان کے درمیان ہماری ضرورت محسوس نہیں کرے گا تو ہم اس کی طرف بلند کر لیے جائیں گے اور وہ جو چاہے گا ہم سے کام لے گا۔[6]

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے اس آیت کے ذیل میں مروی ہے فرمایا کہ ہر شے فنا ہو جائے گی اور وجہ اللہ باقی رہے گا وہ اس سے بالاتر ہے کہ اس کا وصف بیان کیا جائے لیکن اس کا مفہوم یہ ہے کہ ہر شے ہلاک ہو جائے گی سوائے اس کے دین کے اور ہم ہی وہ چہرہ ہیں جس کے ذریعے اللہ تک رسائی ہوتی ہے ہم ہمیشہ اس

---

(۱) التوحید، ص ۱۴۹، ح ۲، باب ۱۲
(۲) التوحید، ص ۱۴۹، ح ۳، باب ۱۲
(۳) الکافی، ج ۱، ص ۱۴۲، ح ۲
(۴) التوحید، ص ۱۵۰، ح ۴، باب ۱۲
(۵) التوحید، ص ۱۵۱، ح ۷، باب ۱۲
(۶) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۴۷

کے بندوں کے درمیان رہیں گے۔[1]

اور بیان فرمایا جیسا کہ توحید میں بیان ہوا ہے۔[2]

کتاب احتجاج میں امیر المومنین علیہ السّلام سے مروی ہے کہ مراد یہ ہے کہ ہر شے ہلاک ہونے والی ہے سوائے دین خدا کے اس لیے کہ محال ہے کہ اس کی ہر شے ہلاک ہو جائے سوائے چہرے کے اللہ اس بات سے اعلی و ارفع ہے البتہ جس کا اللہ سے تعلق نہیں ہے اس کے لیے ہلاکت ہے کیا تم نے غور نہیں کیا کہ اس نے فرمایا ہے: كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۔ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ (الرحمٰن ۲۶۔۲۷)

اللہ نے مخلوقات اور اپنے وجہ میں فصل قائم کر دی۔[3]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ دوسری حدیث میں معصومین علیہم السّلام سے وارد ہوا ہے[4] کہ وجھہ میں ضمیر راجع ہے شے کی طرف اور اس سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ وجہ شے ہلاک نہیں ہوتی ہے اور وجہ وہ ہے جس سے وہ اللہ کے سامنے ہوتا ہے اور وہ اس کی روح ہے، اس کی حقیقت ہے، اور اس کا ملکوت ہے اور اسی سے معرفت خداوندی کا مقام ہے جو جسم اور شخص (ذات) کے فنا ہو جانے کے بعد باقی رہتا ہے اور یہ دونوں مفہوم ایک دوسرے کے قریب ہیں اور اکثر وجہ سے ذات کی تفسیر بھی کرتے ہیں اور یہ بعید نہیں ہے۔

لَهُ الْحُكْمُ

فرماں روائی اسی کی ہے۔

اسی کا فیصلہ مخلوقات میں نافذ ہوتا ہے۔

وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ

اور تم سب اسی کی طرف پلٹائے جاؤ گے۔

تا کہ حق کے مطابق جزا دی جائے۔

اس سورے کے پڑھنے کا ثواب سورۂ شعرا کے آخر میں بیان کیا جا چکا ہے۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۴۷ (۲) التوحید، ص ۱۵۱، ح ۷، باب ۱۲

(۳) الاحتجاج، ج ۱، ص ۳۷۷ (۴) الکافی، ح ۱، ص ۱۴۳، ح ۱

سورۃ العنکبوت

ایک قول کے مطابق پورا سورہ مکّی ہے یعنی مکۂ مکرمہ میں نازل ہوا اور دوسرا قول ہے کہ یہ مدنی ہے یعنی مدینۂ منورہ میں نازل ہوا اور ایک قول کے مطابق سوائے دس آیتوں کے پورا سورہ مکّی ہے اس سورے میں آیتوں کی تعداد ۶۹ ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الٓمّٓ ﴿۱﴾

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنۡ یُّتۡرَکُوۡۤا اَنۡ یَّقُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا وَ ہُمۡ لَا یُفۡتَنُوۡنَ ﴿۲﴾

وَ لَقَدۡ فَتَنَّا الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ فَلَیَعۡلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ صَدَقُوۡا وَ لَیَعۡلَمَنَّ الۡکٰذِبِیۡنَ ﴿۳﴾

اَمۡ حَسِبَ الَّذِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ السَّیِّاٰتِ اَنۡ یَّسۡبِقُوۡنَا ؕ سَآءَ مَا یَحۡکُمُوۡنَ ﴿۴﴾

اللّٰہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت مشفق ہے

(۱) الف۔ لام۔ میم

(۲) کیا لوگ یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ انھیں اتنا کہنے پر چھوڑ دیا جائے گا کہ ''ہم ایمان لائے'' اور انھیں آزمایا نہ جائے گا۔

(۳) اور بہ تحقیق ہم نے تو ان لوگوں کا بھی امتحان لیا جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں اللّٰہ کو تو ضرور بالضرور یہ دیکھنا ہے کہ کون لوگ سچّے ہیں اور کون جھوٹے ہیں۔

(۴) کیا ان لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے جو برائی کا ارتکاب کر رہے ہیں؟ کہ وہ ہم سے بازی لے جائیں گے وہ کتنا برا فیصلہ کر رہے ہیں۔

---

(۱) الٓمّٓ

الف۔ لام۔ میم حروف مقطعات ہیں جن کے بارے میں پہلے بتایا جا چکا ہے۔

(۲) اَحَسِبَ النَّاسُ اَنۡ یُّتۡرَکُوۡۤا اَنۡ یَّقُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا وَ ہُمۡ لَا یُفۡتَنُوۡنَ

کیا لوگ یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ انھیں اتنا کہنے پر چھوڑ دیا جائے کہ ''ہم ایمان لائے'' اور انھیں آزمایا نہ جائے گا۔

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے یُفْتَنُوْنَ کا مفہوم یہ ہے کہ ان کی آزمائش کی جائے گی ان کی جانوں اور ان کے مالوں کے ذریعے۔[۱]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لازمی طور سے آزمائش ہوگی کہ امت اپنے نبی کے بعد آزمائش میں مبتلا ہوگی تاکہ کاذب سے صادق کا یقین کیا جائے اس لیے کہ سلسلۂ وحی منقطع ہو چکا ہوگا اور تلوار اور اختلافِ کلمہ روزِ قیامت تک باقی رہ جائے گا۔[۲]

نہج البلاغہ میں ہے۔

مولا علیؑ خطبہ دے رہے تھے کہ اتنے میں ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا ہمیں فتنہ کے بارے میں کچھ بتایئے اور کیا آپ نے اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا تھا؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں جب اللہ نے یہ آیت اتاری کہ کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ان کے اتنا کہہ دینے سے کہ ہم ایمان لائے ہیں انھیں چھوڑ دیا جائے گا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان موجود ہیں۔ چناں چہ میں نے کہا یا رسول اللہ یہ فتنہ کیا ہے؟ جس کی اللہ نے آپ کو خبر دی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے علیؑ میرے بعد میری امت جلد فتنوں میں پڑ جائے گی تو میں نے کہا یارسول اللہؐ احد کے دن جب شہید ہونے والے مسلمان شہید ہو چکے تھے اور شہادت مجھ سے روک لی گئی اور یہ مجھ پر گراں گزرا تھا تو آپ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ تمھیں بشارت ہو کہ شہادت تمھارے پیچھے پیچھے چلی آرہی ہے اور یہ بھی فرمایا تھا کہ ایسا ہو کر رہے گا یہ بتاؤ تمھارے صبر کی اس وقت کیا کیفیت ہوگی تو میں نے کہا تھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ صبر کا کوئی موقع نہیں ہے یہ تو میرے لیے مژدہ اور مقامِ شکر ہوگا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یا علیؑ حقیقت یہ ہے کہ لوگ میرے بعد مال و دولت کی وجہ سے فتنوں میں پڑ جائیں گے اور دین اختیار کر لینے سے اللہ پر احسان جتائیں گے اس کی رحمت کی آرزو تو کریں گے لیکن اس کے قہر و غلبہ کی گرفت سے بے خوف ہو جائیں گے کہ جھوٹ موٹ کے شبہوں اور غافل کر دینے والی خواہشوں کی وجہ سے حلال کو حرام کر لیں گے شراب کو انگور و خرما کا پانی کہہ کر اور رشوت کو ہدیہ کا نام دے کر اور سود کو تجارت قرار دے کر جائز سمجھ لیں گے پھر میں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں انھیں اس موقعے پر کس مرتبہ پر سمجھوں انھیں مرتد کی جگہ پر رکھوں یا فتنہ کے مقام پر سمجھوں فرمایا انھیں فتنہ کی جگہ پر رکھو۔[۳]

تفسیر قمی میں امام کاظم علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ امیر المومنینؑ کی خدمت اقدس میں آئے اور فرمایا آپ تشریف لے چلیے لوگ آپ کی بیعت کرنا چاہتے ہیں امیر المومنین علیہ السّلام نے فرمایا کیا آپ دیکھتے ہیں کہ لوگ ایسا کریں گے؟ عباس نے فرمایا ہاں تو امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا تو پھر اللہ کا قول الٓمّٓ۔ اَحَسِبَ النَّاسُ الخ کہاں گیا۔[۴]

---

(۱) مجمع البیان ج ۷۔۸ ص ۲۷۲ (۲) مجمع البیان ج ۳۔۴ ص ۳۱۵

(۳) نہج البلاغہ، خطبہ نمبر ۱۵۶ / ۱۵۴ (۴) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۴۸

کتاب کافی میں امام کاظم علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے اس آیت کو پڑھا پھر سوال کیا کہ فتنہ کیا ہے کہا گیا کہ دین میں فتنہ۔ تو امام علیہ السّلام نے فرمایا انھیں اس طرح آزمایا جائے گا جیسے سونے کو پرکھا جاتا ہے پھر فرمایا انھیں بالکل خالص بنا دیا جائے گا جس طرح سونے کو خالص کیا جاتا ہے۔[1]

(۳) وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

اور بہ تحقیق ہم نے تو ان لوگوں کا بھی امتحان لیا جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں اس لیے کہ یہ قدیمی سنت ہے جو تمام امتوں میں جاری ہے تو مناسب نہیں ہے کہ اس کے خلاف کوئی توقع رکھی جائے۔

فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ

اللّٰہ کو تو ضرور بالضرور یہ دیکھنا ہے کہ کون لوگ سچّے ہیں اور کون جھوٹے ہیں۔

عالم وجود میں ہم ضرور بالضرور ان کا امتحان لے کر یہ تمیز کریں گے کہ کون ایمان اور دین میں سچا ہے اور کون ہیں جو اس میں جھوٹے ہیں اگرچہ وہ اس سے پہلے بھی ان کے بارے میں جانتا تھا انھیں وجود میں لائے گا اور اُن کا امتحان لے گا۔

(۴) اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا

کیا ان لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے جو برائی کا ارتکاب کر رہے ہیں کہ وہ ہم سے بازی لے جائیں گے۔

یعنی جو کفر اور مَعَاصی (نافرمانیوں کے کام) میں مبتلا ہیں وہ یہ سمجھ رہے کہ اس معاملے میں وہ ہم سے آگے بڑھ جائیں گے اور ہم ان کے گناہوں کی سزا دینے پر قدرت نہیں رکھیں گے۔

سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ

وہ کتنا برا فیصلہ کر رہے ہیں۔

---

(۱) الکافی، ج۱، ص ۳۷۰، ح ۴

مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝۵
وَ مَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝۶
وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ لَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۷
وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ؕ وَ اِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ؕ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۸
وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ ۝۹

(۵) جو بارگاہِ خداوندی میں پہنچنے کی امید رکھتا ہو تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کا مقرر کردہ وقت آنے ہی والا ہے اور اللہ ہر بات سنتا اور ہر چیز جانتا ہے۔
(۶) اور جو بھی جفاکشی کرتا ہے تو وہ جدوجہد خود اپنی ذات کے لیے کر رہا ہے۔ بے شک اللہ سارے جہان (والوں) سے بے نیاز ہے۔
(۷) اور جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجا لائے ہم یقیناً ان کے گناہوں کو ان سے دور کر دیں گے اور ہم ضرور بالضرور انھیں بہترین جزا دیں گے ان اعمال کی جو وہ کر رہے تھے۔
(۸) اور ہم نے انسان کو تلقین کی ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرے اور اگر تیرے ماں باپ درپے ہوں کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک بنالے جس کا تجھے کچھ علم نہیں تو خبردار ان کی اطاعت نہ کرنا تم سب کو میری طرف پلٹ کر آنا ہے پھر میں تمھیں آگاہ کروں گا کہ تم کیا کیا کرتے رہے ہو؟
(۹) اور جو لوگ ایمان لائے اور اعمالِ صالحہ بجا لائے تو یقیناً ہم انھیں صالحین میں داخل کرلیں گے۔

(۵) مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ

جو بارگاہ خداوندی میں پہنچنے کی امید رکھتا ہو تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کا مقرر کردہ وقت آنے ہی والا ہے۔

تفسیر قمی میں ہے فرمایا کہ جو اللہ سے ملاقات کا خواہش مند ہو جب اسے موت آئے گی تو یہ مقصد پورا ہو جائے گا۔[1]

کتاب توحید میں امیر المومنین علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جو شخص ایمان رکھتا ہے کہ اسے دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو اللہ کا وعدہ آ کر رہے گا ثواب سے متعلق اور عذاب سے متعلق فرمایا کہ یہاں ملاقات سے مراد

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۴۸

آنکھوں سے دیکھنا نہیں ہے بلکہ لقا سے مراد دوبارہ زندہ کیا جانا ہے۔[1]

وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ اور وہ اقوال عباد کو سننے والا اور ان کے اعتقادات اور اعمال کو جاننے والا ہے۔

(۶) وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ

اور جو بھی جفاکشی کرتا ہے تو وہ خود اپنی ذات کے لیے جدوجہد کر رہا ہے اس لیے کہ اس میں خود اس کا فائدہ ہے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ اس نے اپنے نفس کو لذات، خواہشات اور عصیان سے ہٹا دیا ہے۔[2]

اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ بے شک اللہ سارے جہان والوں سے بے نیاز ہے۔

اسے ان لوگوں کی اطاعت اور بندگی کی ضرورت نہیں ہے۔

(۷) وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ

اور جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجا لائے ہم یقینا ان کے گناہوں کو ان سے دور کر دیں گے۔

وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اور ہم ضرور بالضرور انھیں بہترین جزا دیں گے ان اعمال کی جو وہ کر رہے تھے یعنی ہم ان کے اعمال کی احسن جزا مہیا کریں گے۔

(۸) وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا

اور ہم نے انسان کو تلقین کی ہے کہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ اس سے مراد وہ ماں باپ ہیں جنھوں نے اُسے جنم دیا ہو۔[3]

وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ

اور اگر تیرے ماں باپ درپے ہوں کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک بنا لے جس کا تجھے کچھ علم نہیں ہے۔

یعنی جس شریک کے معبود ہونے کا تجھے کچھ علم نہیں ہے۔ اس کی نفی کو علم کی نفی سے تعبیر کیا ہے اس امر کی وضاحت کے لیے جس کی درستی کا علم نہ ہو اس کا اتباع جائز نہیں ہے اگرچہ اسے اس کے باطل ہونے کا علم بھی نہ ہو چہ جائے کہ یہ اس کے بطلان کو جانتا ہے۔

فَلَا تُطِعْهُمَا تو خبردار ان کی اطاعت نہ کرنا۔

اس معاملے میں یعنی اللہ کی ذات میں کسی کو شریک قرار دینے میں ان کی اطاعت نہ کرنا۔

اس لیے کہ لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق۔ خالق کی معصیت میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں ہے۔

اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ

تم سب کو میری طرف پلٹ کر آنا ہے پھر میں تمھیں آگاہ کروں کہ تم کیا کیا کرتے رہے ہو۔ اس کی جزا دے کر۔

(۹) وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ

اور جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجا لائے تو یقینا ہم انھیں صالحین میں داخل کر دیں گے۔

---

(۱) التوحید، ص ۲۶۷، ح ۵، باب ۳۶ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۴۸ (۳) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۴۸

وَ مِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّقُوۡلُ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ فَاِذَاۤ اُوۡذِیَ فِی اللّٰہِ جَعَلَ فِتۡنَۃَ النَّاسِ کَعَذَابِ اللّٰہِ ؕ وَ لَئِنۡ جَآءَ نَصۡرٌ مِّنۡ رَّبِّکَ لَیَقُوۡلُنَّ اِنَّا کُنَّا مَعَکُمۡ ؕ اَوَ لَیۡسَ اللّٰہُ بِاَعۡلَمَ بِمَا فِیۡ صُدُوۡرِ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۰﴾

وَ لَیَعۡلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ لَیَعۡلَمَنَّ الۡمُنٰفِقِیۡنَ ﴿۱۱﴾

وَ قَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوۡا سَبِیۡلَنَا وَ لۡنَحۡمِلۡ خَطٰیٰکُمۡ ؕ وَ مَا ہُمۡ بِحٰمِلِیۡنَ مِنۡ خَطٰیٰہُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ ؕ اِنَّہُمۡ لَکٰذِبُوۡنَ ﴿۱۲﴾

(۱۰) اور انسانوں میں ایسا شخص بھی ہے جو کہتا ہے ہم اللہ پر ایمان لائے اور جب اسے اللہ کی راہ میں ستایا گیا تو وہ لوگوں کی ایذا رسانی کو اللہ کے عذاب کی طرح سمجھنے لگا اور اگر آپ کے رب کی طرف سے فتح و نصرت آ گئی تو وہی شخص کہنے لگا ہم تو تمھارے ساتھ تھے کیا اللہ خوب واقف نہیں ہے اس سے جو کچھ دنیا والوں کے دلوں میں ہے۔

(۱۱) اور اللہ تو ضرور معلوم کرلے گا کہ ایمان لانے والے کون ہیں اور منافقین کون ہیں۔

(۱۲) اور کافروں نے ان لوگوں سے کہا جو ایمان لائے تھے کہ تم ہمارا طریقہ اپنا لو ہم تمھارے گناہوں کے ذمے دار ہوں گے حالاں کہ وہ ان کی خطاؤں میں سے کچھ بھی اٹھانے والے نہیں ہیں یہ لوگ تو بالکل جھوٹے ہیں۔

(۱۰) وَ مِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّقُوۡلُ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ

اور انسانوں میں ایسا شخص بھی ہے جو کہتا ہے کہ ہم اللہ پر ایمان لائے۔

فَاِذَاۤ اُوۡذِیَ فِی اللّٰہِ جب اسے اللہ کی راہ میں ستایا گیا۔

جَعَلَ فِتۡنَۃَ النَّاسِ کَعَذَابِ اللّٰہِ

وہ لوگوں کی ایذا رسائی کو اللہ کے عذاب کی طرح سمجھنے لگا۔

تفسیر قمی میں ہے کہ جب اس کو کسی انسان نے اذیت پہنچائی اور اسے کوئی تکلیف پہنچی یا فقر و فاقہ سے دوچار ہوا یا ظالمین کا خوف لاحق ہوا تو وہ ان کے ساتھ ان کے دین میں داخل ہو گیا تو اس نے یہ محسوس کیا کہ وہ لوگ اس کے ساتھ جو سلوک کر رہے ہیں وہ اللہ کا عذاب ہے جو منقطع نہیں ہو رہا ہے۔[1]

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۴۹

وَلَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ

اور اگر آپ کے رب کے پاس سے فتح و نصرت آ گئی تو وہی شخص کہنے لگا ہم تو تمھارے ساتھ تھے۔

نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ سے مراد ہے فتح و غنیمت۔

تفسیر قمی میں ہے کہ اس سے مراد قائم علیہ السّلام ہیں۔[1]

كُنَّا مَعَكُمْ ہم دین میں تمھارے ساتھ تھے تم ہمیں اس میں شریک کرلو۔

اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ

کیا اللہ خوب واقف نہیں ہے اس سے جو کچھ دنیا والوں کے دلوں میں ہے کہ وہ اخلاص ہے یا نفاق ہے۔

(۱۱) وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ

اور اللہ تو ضرور معلوم کرلے گا کہ ایمان لانے والے کون ہیں اور منافقین کون ہیں یعنی کون ہیں جو دل سے ایمان لائے ہیں اور کون منافق ہیں تا کہ دونوں فریقوں کو ان کا بدلہ دے۔

(۱۲) وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ

اور کافروں نے کہا ان لوگوں سے جو ایمان لائے تھے کہ تم ہمارا طریقہ اپنا لو ہم تمھارے گناہوں کے ذمے دار ہوں گے۔

تفسیر قمی میں ہے فرمایا کہ کافر لوگ مومنین سے یہ کہتے تھے تم ہمارے ساتھ ہو جاؤ تم جس بات سے ڈر رہے ہو اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے اگر یہ بات درست ہوئی تو ہم تمھارے گناہوں کا بوجھ اٹھا لیں گے تو اللہ تبارک و تعالیٰ انھیں دو مرتبہ عذاب کرے گا ایک مرتبہ ان کے خود کے گناہوں کے سبب اور دوسری مرتبہ ان کے غیر کے گناہوں کی وجہ سے۔[2]

وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ

حالاں کہ وہ ان خطاؤں میں کچھ بھی اٹھانے والے نہیں ہیں یہ لوگ تو بالکل جھوٹے ہیں۔

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۴۹ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۴۹

وَ لَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ز وَ لَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ع ⑬

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ط فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ⑭

فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَ جَعَلْنٰهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ⑮

وَ اِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اتَّقُوْهُ ط ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ⑯

اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّ تَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ط اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَ اعْبُدُوْهُ وَ اشْكُرُوْا لَهٗ ط اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ⑰

---

(۱۳) ہاں ضرور بالضرور وہ اپنے بوجھ بھی اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ دوسروں کے بوجھ بھی اور بلاشبہ ان سے روزِ قیامت سوال کیا جائے گا ان کی افترا پردازیوں سے متعلق۔

(۱۴) اور بہ تحقیق ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو وہ اپنی قوم کے درمیان پچاس کم ایک ہزار سال رہے آخرکار ان لوگوں کو طوفان نے اپنی گرفت میں لے لیا اس حال میں کہ وہ ظالم تھے۔

(۱۵) اس کے بعد ہم نے نوح اور کشتی والوں کو نجات دی اور اس کشتی کو دنیا والوں کے لیے نشانی بنا دیا۔

(۱۶) اور ابراہیم کو بھیجا جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے غضب سے بچو۔ تمھارے لیے یہی بہتر ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔

(۱۷) تم خدا کو چھوڑ کر بتوں کی پرستش کر رہے ہو اور تم ایک جھوٹ گھڑ رہے ہے تم خدا کے سوا جنھیں پوجتے ہو وہ تمھیں رزق دینے کا کوئی اختیار نہیں رکھتے پس خدا ہی کے ہاں سے رزق طلب کرو، اس کی بندگی کرو اور اس کا شکر ادا کرو تم اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔

---

(۱۳) وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ

اور ہاں وہ ضرور اپنا بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ دوسروں کے بوجھ بھی ان کے نفوس نے جو گناہ کیے ہوں گے اس کا بوجھ اور اس کے علاوہ دوسرے بوجھ بھی گمراہ کرنا جس کا سبب بنا ہے اور معصیت کا بوجھ

اٹھانا ان کی پیروی کرنے والوں کے بوجھ میں کسی کمی کے بغیر ہو۔

وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ

اور بلاشبہ ان سے روز قیامت سوال کیا جائے گا ان کی افترا پردازیوں کے بارے میں یہ سوال دراصل سرزنش کرنے اور مغلوب کرنے کے لیے ان باطل اشیا سے متعلق جس سے یہ لوگ گمراہ کرتے تھے۔

(۱۴) وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا

اور بہ تحقیق ہم نے نوحؑ کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو وہ اپنی قوم کے درمیان پچاس کم ایک ہزار سال رہے۔

کتاب اکمال میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ان کی نبوت میں کوئی شریک نہ تھا۔[1]

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ حضرت نوح نے اپنی قوم والوں کو پوشیدہ طور سے اور علانیہ دعوت دی جب قوم والوں نے انکار کیا اور سرکشی اختیار کی تو حضرت نوح علیہ السّلام نے فرمایا، رب انی مغلوب فانتصر پروردگارا میں مغلوب ہوگیا ہوں تو انتقام لے لے۔[2][3]

(۱۵) فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ

اس کے بعد ہم نے نوحؑ اور اور کشتی والوں کو نجات دی۔

وَجَعَلْنٰهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ اور اس کشتی کو دنیا والوں کے لیے نشانی بنا دیا۔

تاکہ اس سے نصیحت حاصل کریں اور اس کے ذریعے کسی چیز کے لیے دلیل لائیں۔

(۱۶) وَاِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ

اور ابراہیمؑ کو بھیجا جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے غضب سے بچو۔

ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ تمھارے لیے یہی بہتر ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔

خَيْرٌ لَّكُمْ تم جس حالت پر ہو اس سے بہتر ہے۔

(۱۷) اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّتَخْلُقُوْنَ اِفْكًا

تم خدا کو چھوڑ کر بتوں کی پرستش کر رہے ہو اور تم ایک جھوٹ گھڑ رہے ہو اور جھوٹ بول رہے ہو ان بتوں کو خدا کہہ کر اور یہ دعویٰ کر کے کہ وہ اللہ کے پاس شفاعت کریں گے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا

یقیناً تم خدا کے سوا جنھیں پوجتے ہو وہ تمھیں رزق دینے کا کوئی اختیار نہیں رکھتے۔

فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ پس خدا ہی کے ہاں سے رزق طلب کرو۔

وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ اسی کی بندگی کرو اور اس کا شکر ادا کرو تم اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔

---

(۱) اکمال الدین واتمام النعمہ، ص ۲۱۵، ح ۲، باب ۲۲

(۲) یہ اللہ تعالیٰ کے قول فدعا ربہ انی مغلوب فانتصر (القمر ۱۰) سے اقتباس ہے۔ (۳) الکافی، ج ۲، ص ۲۸۲، ۲۸۳، ص ۴۲۴

وَ اِنۡ تُکَذِّبُوۡا فَقَدۡ کَذَّبَ اُمَمٌ مِّنۡ قَبۡلِکُمۡ ؕ وَ مَا عَلَی الرَّسُوۡلِ اِلَّا الۡبَلٰغُ الۡمُبِیۡنُ ﴿۱۸﴾

اَوَ لَمۡ یَرَوۡا کَیۡفَ یُبۡدِئُ اللّٰہُ الۡخَلۡقَ ثُمَّ یُعِیۡدُہٗ ؕ اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیۡرٌ ﴿۱۹﴾

قُلۡ سِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ فَانۡظُرُوۡا کَیۡفَ بَدَاَ الۡخَلۡقَ ثُمَّ اللّٰہُ یُنۡشِئُ النَّشۡاَۃَ الۡاٰخِرَۃَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ۚ﴿۲۰﴾

یُعَذِّبُ مَنۡ یَّشَآءُ وَ یَرۡحَمُ مَنۡ یَّشَآءُ ۚ وَ اِلَیۡہِ تُقۡلَبُوۡنَ ﴿۲۱﴾

وَ مَاۤ اَنۡتُمۡ بِمُعۡجِزِیۡنَ فِی الۡاَرۡضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِ ۫ وَ مَا لَکُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ مِنۡ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیۡرٍ ﴿۲۲﴾ ع

(۱۸) اگر تم جھٹلاتے ہو تو تم سے پہلے کی امتوں نے بھی تکذیب کی ہے پس رسول کی ذمے داری یہی ہے کہ وہ واضح انداز میں تبلیغ کرے۔

(۱۹) کیا انھوں نے کبھی غور نہیں کیا کہ اللہ کس طرح خلقت کی ابتدا کرتا ہے پھر اس کا اعادہ کرے گا بے شک یہ اللہ کے لیے بہت آسان ہے۔

(۲۰) اے پیغمبر آپ فرما دیجیے تم زمین میں چل پھر کر دیکھ لو کہ خلقت کی ابتدا کیوں کر ہوئی پھر اللہ دوسری بار بھی زندگی عطا کرے گا بے شک اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

(۲۱) وہ جسے چاہے سزا دے گا اور جس پر چاہے رحم فرمائے گا اور تم سب اسی کی طرف پلٹائے جاؤ گے۔

(۲۲) اور تم اسے عاجز نہیں کر سکتے نہ زمین میں اور نہ ہی آسمان میں اور خدا کے سوا نہ تمھارا کوئی دوست ہے اور نہ ہی کوئی مددگار۔

(۱۸) وَ اِنۡ تُکَذِّبُوۡا فَقَدۡ کَذَّبَ اُمَمٌ مِّنۡ قَبۡلِکُمۡ

اور اگر تم جھٹلاتے ہو تو تم سے پہلے کی امتوں نے بھی تکذیب کی ہے اور اگر تم مجھے جھٹلاتے ہو۔

کہا گیا ہے کہ اس جملے کا تعلق قصۂ ابراہیم علیہ السّلام سے ہے۔[۱]

تفسیر قمی میں ہے کہ ابراہیم علیہ السّلام کے بارے میں گفتگو ختم ہو چکی اور اس جملے میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے امت محمدیہ سے خطاب فرمایا ہے فرمایا ''وَ اِنۡ تُکَذِّبُوۡا'' سے اللہ کے قول ''لھم عذاب الیم'' تک پھر خبر ابراہیم علیہ السّلام پر اس کا عطف کیا ہے اور فرمایا فما کان جواب قومہ تو یہ معطوفِ منقطع ہے۔[۲]

(۱) بیضاوی انوار التنزیل، ج ۲، ص ۲۰۶ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۴۹

میں (فیض کا ثانی) کہتا ہوں سبب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا قصہ اس لیے بیان کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی ہو اور ان کی دل جوئی ہو کہ ان کے باپ ابراہیم خلیل اللہ کو آزمایا گیا تھا جس طرح انھیں آزمایا گیا ہے قوم کے شرک اور تکذیب (جھٹلانا) کے ذریعے اور ان لوگوں کے درمیان نبی اکرم کا حال وہی ہے جو ابراہیم علیہ السّلام کا اپنی قوم کے درمیان تھا۔

فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ تو تم سے پہلے کی امتوں نے بھی تکذیب کی ہے۔

یعنی مرسلین کو جھٹلایا ہے ان کے جھٹلانے سے ان رسولوں کو کوئی ضرر نہیں پہنچا بلکہ انھوں نے خود اپنے آپ کو نقصان پہنچایا ہے۔ یہی حال ان کے جھٹلانے کا ہے۔

وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ پس رسول کی ذمے داری یہی ہے کہ وہ واضح انداز میں تبلیغ کرے۔

(۱۹) اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ

کیا انھوں نے کبھی غور نہیں کیا کہ اللہ کس طرح خلقت کی ابتدا کرتا ہے پھر اس کا اعادہ کرے گا۔

اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ

بے شک یہ اللہ کے لیے بہت آسان ہے۔ اس لیے کہ وہ اپنے کام میں کسی شے کا محتاج نہیں ہے۔

(۲۰) قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ اے پیغمبرؐ آپ فرما دیجیے کہ تم زمین میں چل پھر کر دیکھو۔

اس آیت میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب ہے اگرچہ یہ آیتیں قصہ ابراہیمؑ کے درمیان میں ہیں جیسا کہ قمی نے بیان کیا ہے۔[1]

فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ

پھر غور کرو کہ اس نے خلقت کو کس طرح پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے پھر اللہ دوسری بار بھی زندگی عطا کرے گا۔

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ بے شک اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

(۲۱) يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ

وہ جسے چاہے سزا دے گا اور جس پر چاہے رحم فرمائے گا اور تم سب اسی کی طرف پلٹائے جاؤ گے۔

(۲۲) وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ

اور تم اسے عاجز نہیں کر سکتے نہ زمین میں اور نہ ہی آسمان میں۔

اگر تم زمین اور آسمان میں اس کی قضا و قدر سے بھاگ کر چھپنا چاہو تو پھر بھی تم اپنے پروردگار کو اپنے ادراک سے عاجز نہیں کر سکتے۔

وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ

اور خدا کے سوا نہ تمھارا کوئی دوست ہے اور نہ ہی کوئی مددگار جو تم کو بلاؤں سے محفوظ رکھے۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۴۹

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ لِقَآئِهٖۤ اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ وَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۳﴾

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۴﴾

وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۫ وَّ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ ۘ

فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَ قَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۶﴾

---

(۲۳) اور جن لوگوں نے اللہ کی نشانیوں کو جھٹلایا اور اس کی ملاقات کا انکار کیا وہ لوگ میری رحمت سے مایوس ہو چکے ہیں اور ان کے لیے دردناک سزا ہے۔

(۲۴) پھر ابراہیم کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انھوں نے کہا ابراہیم کو قتل کر ڈالو یا انھیں جلا دو۔ تو اللہ نے انھیں آگ سے نجات دے دی بے شک اس میں نشانیاں ہیں اس قوم کے لیے جو ایمان رکھتی ہے۔

(۲۵) اور ابراہیم نے کہا تم نے بنا لیا ہے اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو دنیاوی زندگی میں باہمی محبت کا ذریعہ پھر رور قیامت تم ایک دوسرے کا انکار کرو گے اور تم میں سے ایک دوسرے پر لعنت کرے گا۔ تمھارا ٹھکانا جہنم ہوگا اور کوئی بھی تمھارا مددگار نہ ہوگا۔

(۲۶) اس وقت لوط نے ابراہیم کی بات کو تسلیم کرلیا اور کہا میں اپنے رب کی طرف ہجرت کر رہا ہوں بے شک وہی غالب اور صاحب حکمت ہے۔

---

(۲۳) وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ لِقَآئِهٖۤ اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ

اور جن لوگوں نے اللہ کی نشانیوں کو جھٹلایا اور اس کی ملاقات کا انکار کیا وہ لوگ میری رحمت سے مایوس ہو چکے ہیں۔

لِقَآئِهٖۤ سے مراد دوبارہ زندہ کیا جانا ہے۔

يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ وہ لوگ بعث (دوبارہ زندہ ہونا) اور جزا کا انکار کر کے میری رحمت سے مایوس ہو رہے ہیں۔

وَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اور ان کے لیے دردناک سزا ہے۔ ان کے کفر کی وجہ سے۔

(۲۴) فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ پھر ابراہیم کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا۔

اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ کہ انھوں نے کہا کہ ابراہیم کو قتل کر دو یا انھیں جلا دو۔

کہا گیا ہے کہ یہ ان میں بعض افراد کا قول تھا لیکن جب یہ ابراہیم علیہ السّلام کے بارے میں کہا گیا اور باقی لوگ اس پر راضی ہو گئے تو اس قول کی نسبت سب لوگوں کی طرف دے دی گئی۔[۱]

فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ تو اللہ نے انھیں آگ سے نجات دے دی۔

یعنی ان لوگوں نے ابراہیم کو آگ میں پھینکا اللہ نے انھیں آگ سے بچا لیا اس طرح کہ آگ کو ان کے لیے ٹھنڈی اور با سلامت بنا دیا۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ بے شک اس میں نشانیاں ہیں اس قوم کے لیے جو ایمان رکھتی ہے۔

یعنی ابراہیم علیہ السّلام کے نجات پا جانے میں بہت سی نشانیاں ہیں جیسے آگ کی اذیت سے حفاظت اور اتنی بڑی آگ کا بہت کم وقت میں گل کر دینا اور آگ کی جگہ باغ کا اگا دینا تا کہ مومنین ان سے خاطر خواہ فائدہ اٹھائیں۔

(۲۵) وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ

اور ابرہیم نے کہا کہ تم نے اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو باہمی مودت کا ذریعہ بنا لیا ہے۔

فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیاوی زندگی میں؟

تا کہ آپس میں مودت کو باقی رکھو اور اپنے اجتماع میں ان بتوں کے ذریعے ایک دوسرے سے ملاقات کرتے رہو۔

ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ پھر روزِ قیامت تم ایک دوسرے کا انکار کرو گے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے یعنی تم ایک دوسرے سے بیزاری کا اظہار کرو گے۔[۲]

کتاب توحید میں امیر المومنین علیہ السّلام سے روایت ہے کہ اس آیت میں کفر درحقیقت براءت (بیزاری) ہے یعنی اللہ فرما رہا ہے يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ فرمایا اس کی نظیر سورۂ ابراہیم میں ہے شیطان کا قول

اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ... پہلے تم جو مجھے اللہ کا شریک بناتے تھے میں اب یقیناً اس سے بیزار ہوں۔ (ابراہیم ۲۲) اور ابرہیم خلیل الرحمٰن کا قول ''...كَفَرْنَا بِكُمْ ...'' (الممتحنہ ۴) یعنی ہم نے تم سے تبرا کیا ہے۔[۳]

وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا اور تم میں سے ایک دوسرے پر لعنت کرے گا۔

یعنی ایک دوسرے سے اجنبیت پیدا ہو جائے گی اور باہمی لعنت ملامت ہوگی یا تمھارے اور بتوں کے درمیان لعنت ملامت ہوگی جیسے اللہ کا قول ہے ...وَ يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا (مریم ۸۲) اور وہ ان کے مخالف ہو

---

(۱) بیضاوی انوار التنزل، ج ۲، ص ۲۰۷ (۲) الکافی، ج ۲، ص ۳۹۱، ح ۱ کے ذیل میں

(۳) التوحید، ص ۲۶۰، ج ۵، باب ۳۶

جائیں گے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کوئی ایسی قوم نہیں ہے جس نے دنیا میں کسی کو امام بنایا ہو جب وہ قیامت کے دن آئے گا تو وہ اپنی قوم پر لعنت بھیجے گا اور قوم اس پر لعنت کرے گی سوائے تمھارے اور جو تمھارے حال جیسا ہو۔[1]

کتاب محاسن میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ ہر قوم ایک دوسرے پر لعنت بھیجتے ہوئے آئے سوائے تمھارے اور جس نے تمھاری جیسی بات کہی ہو۔[2]

وَّ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ

تمھارا ٹھکانا جہنم ہوگا اور کوئی بھی تمھارا مددگار نہ ہوگا جو تمھیں جہنم سے چھٹکارا دلا سکے۔

(۲۶) فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ اس وقت لوطؑ نے ابراہیمؑ کی بات کو تسلیم کر لیا۔

لوطؑ حضرت ابراہیمؑ کی خالہ کے فرزند تھے جیسا کہ ان کے واقعات میں بیان کیا جا چکا ہے۔

وَ قَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ

اور انھوں نے کہا میں اپنے رب کی طرف ہجرت کر رہا ہوں۔

کہا گیا کہ اس کا مفہوم ہے کہ میں اپنی قوم سے ہجرت کر کے جہاں میرے رب نے حکم دیا ہے وہاں پر جا رہا ہوں۔[3]

تفسیر قمی میں ہے کہ مہاجر وہ ہے جو برائیوں کو چھوڑ دے اور اللہ سے توبہ کرے۔[4]

اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ بے شک وہی غالب ہے۔

جو مجھے میرے دشمنوں سے محفوظ رکھتا ہے۔

الْحَكِيْمُ اور صاحب حکمت ہے۔

جو مجھے وہی حکم دیتا ہے جس میں میری بھلائی ہو۔

کتاب اکمال میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ابراہیمؑ کی نبوت ''کوثیٰ'' میں تھی اور یہ قریہ سواد کے قریوں میں سے ہے یعنی کوفہ میں امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا امر سب سے پہلے وہاں سے شروع ہوا پھر وہ اس بستی سے ہجرت کر گئے لیکن ان کی ہجرت قتال کے لیے نہیں تھی اور وہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے وَ قَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ[5] ۔[6] میں اپنے رب کی طرف ہجرت کر رہا ہوں وہ میری ہدایت کرے گا۔

---

(۱) الکافی، ج۸، ص۱۴۶، ح۱۲۲ (۲) المحاسن، ج۱، ص۲۳۹، ح۴۳۸ / ۴۳، باب ۱۲

(۳) بیضاوی انوار التنزیل، ج۲، ص۲۰۸ (۴) تفسیر قمی، ج۲، ص۱۴۹۔۱۵۰

(۵) اکمال الدین واتمام النعمہ، ص۲۲۱، ح۲، باب ۲۲

(۶) یہ درحقیقت اللہ کے قول وَ قَالَ اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ (الصافات ۹۹) سے اقتباس ہے۔

وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَ جَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَ الْكِتٰبَ وَ اٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ وَ اِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ۫ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾

اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ وَ تَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ؕ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۳۰﴾

(۲۷) اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب جیسی اولاد عطا کی اور ان کی ذریت میں نبوت اور کتاب رکھ دی اور ہم نے انھیں دنیا میں بھی ان کا اجر عطا کیا اور یقیناً وہ آخرت میں صالحین میں سے ہوں گے۔

(۲۸) اور لوط نے جب اپنی قوم سے کہا یقیناً تم ایسا فحش کام کرتے ہو جسے تم سے پہلے کسی نے بھی دنیا بھی میں اختیار نہیں کیا۔

(۲۹) کیا تم مردوں سے اپنی خواہش پوری کرتے ہو اور رہزنی کرتے ہو اور تم اپنی مجلسوں میں ناپسندیدہ کام انجام دیتے ہو۔ لوط کی قوم کے پاس اس کے سوا کوئی جواب نہ تھا کہ انھوں نے کہا اے لوط ہم پر اللہ کا عذاب لے آؤ اگر تم سچے ہو۔

(۳۰) لوط نے کہا اے میرے رب تو میری مدد فرما ان مفسد لوگوں کے مقابلے میں۔

(۲۷) وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ

اور ہم نے ابرہیمؑ کو اسحاقؑ اور یعقوبؑ جیسی اولاد عطا کی جب ابراہیم اولاد سے ناامید ہو چکے تھے تو اس وقت ہم نے انھیں اولاد کا تحفہ عطا کیا اس لیے کہ ان کی بیوی بانجھ تھی اسی وجہ سے یہاں اسماعیلؑ کا ذکر نہیں کیا۔

وَ جَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَ الْكِتٰبَ

اور ہم نے ابراہیمؑ کی ذریت میں نبوت اور کتاب رکھ دی ان کی اولاد میں بہت سے انبیاء آئے۔

وَ الْكِتٰبَ میں کتب اربعہ یعنی توریت، انجیل، زبور اور قرآن نیز صحیفے شامل ہیں۔

وَ اٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا اور ہم نے ابراہیمؑ کو دنیا میں بھی ان کا اجر دیا۔

یعنی بغیر وقت کے اولاد عطا کر دی اور پاک و پاکیزہ ذریت سے نوازا۔ جن میں خاتم الانبیا اور سید المرسلین، اور امیر المومنین علیہ السّلام اور ان کی پاک و پاکیزہ عترت ہے اور نسل ابراہیم میں نبوت کا مسلسل جاری رہنا اور تمام ملتوں کا ان کی جانب منسوب ہونا اور رہتی دنیا تک ان پر درود اور اُن کی توصیف وتعریف کا جاری رہنا۔

وَ اِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ اور یقینا وہ آخرت میں صالحین میں سے ہوں گے۔

ان لوگوں میں سے جو صلاح وفلاح میں کامل ترین افراد ہیں۔

(۲۸) وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ۫ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ

اور لوطؑ نے جب اپنی قوم سے کہا یقیناتم ایسا فحش کام کرتے ہو جسے تم سے پہلے کسی نے بھی اختیار نہیں کیا۔

الْفَاحِشَةَ وہ کام جو برائی میں سب سے بڑھ کر ہو۔

(۲۹) اَىِٕنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ

کیا تم مردوں سے اپنی خواہش پوری کرتے ہو اور رہزنی کرتے ہو تم راستہ چلنے والے لوگوں سے برائی اور رسوائی کے ساتھ پیش آتے ہو یہاں تک راستا منقطع ہو گیا یعنی لوگوں نے وہاں سے گزرنا چھوڑ دیا۔

وَ تَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ اور تم اپنی مجلسوں میں ناپسندیدہ کام انجام دیتے ہو۔

یعنی وہ مجلس جو لوگوں سے بھری ہوتی ہیں اور ''نادی'' اس مجلس کو کہتے ہیں جس میں اس کے اہل ہوتے ہوں مجمع البیان میں امام رضا علیہ السّلام سے مروی ہے کہ وہ لوگ اپنی مجلسوں میں بغیر کسی شرم وحیا کے آواز کے ساتھ ریح خارج کرتے تھے۔[۱]

تفسیر قمی میں ہے کہ وہ ایک دوسرے پر ریح خارج کرتے تھے۔[۲]

کتاب عوالی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ اس سے مراد کنکریوں کو انگلیوں سے پھینکنا ہے۔[۳]

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ

لوطؑ کی قوم کے پاس اس کے سوا کوئی جواب نہ تھا کہ انھوں نے کہا اے لوطؑ اللہ کا عذاب ہم پر لے آؤ اگر تم سچے ہو۔

(۳۰) قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ

لوطؑ نے کہا اے میرے پروردگار تو میری مدد فرما ان مفسد لوگوں کے مقابلے میں قَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ (فساد کرنے والی قوم) سے جنھوں نے اپنے بعد والوں کے لیے فحش کاموں کو ایجاد کیا ہے۔

---

(۱) مجمع البیان، ج ۷۔۸، ص ۲۸۰ (۲) تفسیر قمی میں یہ حوالہ نہیں ہے البتہ تفسیر البرہان، ج ۳، ص ۲۴۷ میں ہے جسے انھوں نے تفسیر قمی سے نقل کیا ہے۔ غالباً طباعت کے وقت یہ روایت حذف ہو گئی۔

(۳) عوالی اللآلی، ج ۱، ص ۳۲۷

وَ لَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَاۤ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى ۙ قَالُوْۤا اِنَّا مُهْلِكُوْۤا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۚ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۚ﴿۳۱﴾

قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا ؕ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ۫ لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۫ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۳۲﴾

وَ لَمَّاۤ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَ ضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّ قَالُوْا لَا تَخَفْ وَ لَا تَحْزَنْ ۫ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَ اَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۳۳﴾

اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰۤى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۳۴﴾

---

(۳۱) اور جب ہمارے فرستادے (فرشتے) ابراہیم کے پاس خوش خبری لے کر آئے تو انھوں نے کہا کہ ہم اس بستی کے رہنے والوں کو ہلاک کرنے والے ہیں۔ اس کے باشندے تو بڑے ظالم لوگ ہیں۔

(۳۲) ابراہیم نے کہا وہاں تو لوط بھی موجود ہیں انھوں نے جواب دیا ہم خوب جانتے ہیں کہ وہاں کون کون ہے ہم ضرور بالضرور لوط اور ان کے تمام گھر والوں کو بچا لیں گے سوائے ان کی بیوی کے وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی۔

(۳۳) اور جب ہمارے فرستادے لوط کے پاس آئے تو لوط ان کی وجہ سے سخت پریشان اور دل تنگ ہوئے۔ فرشتوں نے کہا اے لوط نہ آپ ڈریں اور نہ ہی غمگین ہوں بے شک ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو بچا لیں گے سوائے آپ کی بیوی کے وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی۔

(۳۴) ہم اس بستی کے لوگوں پر نازل کرنے والے ہیں آسمان سے عذاب ان کی بدعملی کی وجہ سے۔

---

(۳۱) وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى

اور جب ہمارے فرستادے (فرشتے) ابراہیمؑ کے پاس خوش خبری لے کر آئے بیٹے اور پوتے کی خوش خبری۔

قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ

تو انھوں نے کہا کہ ہم اس بستی کے رہنے والوں کو ہلاک کرنے والے ہیں۔

الْقَرْيَةِ سے مراد ''سدوم'' کی بستی ہے۔

اِنَّ اَهۡلَهَا كَانُوۡا ظٰلِمِيۡنَ

بہ تحقیق اس کے باشندے تو بڑے ظالم لوگ ہیں۔

(۳۲) قَالَ اِنَّ فِيۡهَا لُوۡطًا

ابراہیمؑ نے کہا وہاں تو لوطؑ بھی موجود ہیں۔

قَالُوۡا نَحۡنُ اَعۡلَمُ بِمَنۡ فِيۡهَا

انھوں نے جواب دیا ہم خوب جانتے ہیں کہ وہاں کون کون ہے۔

لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهۡلَهٗۤ اِلَّا امۡرَاَتَهٗ ۖ كَانَتۡ مِنَ الۡغٰبِرِيۡنَ

ہم ضرور بالضرور لوطؑ اور ان کے تمام گھر والوں کو بچا لیں گے سوائے ان کی بیوی کے وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی۔

یعنی عذاب میں باقی رہ جانے والی۔

(۳۳) وَلَمَّاۤ اَنۡ جَآءَتۡ رُسُلُنَا لُوۡطًا سِیۡٓءَ بِهِمۡ وَضَاقَ بِهِمۡ ذَرۡعًا

اور جب ہمارے فرستادے لوطؑ کے پاس آئے تو لوط ان کی وجہ سے سخت پریشان اور دل تنگ ہوئے۔

سِیۡٓءَ بِهِمۡ۔ لوطؑ کو ان فرشتوں کی آمد کے سبب سخت پریشانی اور غم لاحق ہو گیا۔

وَضَاقَ بِهِمۡ ذَرۡعًا۔ اور ان کے حال اور ان کے معاملے کی تدبیر کی وجہ سے وہ دل تنگ ہوئے ذرع کہتے ہیں طاقت کو۔

وَّقَالُوۡا لَا تَخَفۡ وَلَا تَحۡزَنۡ

اور فرشتوں نے کہا اے لوطؑ نہ آپ ڈریں اور نہ ہی غمگین ہوں۔

اِنَّا مُنَجُّوۡكَ وَاَهۡلَكَ اِلَّا امۡرَاَتَكَ كَانَتۡ مِنَ الۡغٰبِرِيۡنَ

بے شک ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو بچا لیں گے سوائے آپ کی بیوی کے وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی۔

(۳۴) اِنَّا مُنۡزِلُوۡنَ عَلٰۤى اَهۡلِ هٰذِهِ الۡقَرۡيَةِ رِجۡزًا مِّنَ السَّمَآءِ

ہم اس بستی کے لوگوں پر آسمانی عذاب نازل کرنا چاہتے ہیں۔

رجز کے معنی ہیں عذاب۔

بِمَا كَانُوۡا يَفۡسُقُوۡنَ

اس کے لیے یہ لوگ بدعملی کا ارتکاب کر رہے تھے۔

یعنی ان کے فسق و فجور کی وجہ سے ہم ان پر عذاب نازل کریں گے۔

وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَآ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۳۵﴾
وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۙ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ
الْاٰخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۳۶﴾
فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِىْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۳۷﴾ ز
وَعَادًا وَّثَمُوْدَا۠ وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ ۫ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ
اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ۙ﴿۳۸﴾
وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ ۫ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا
فِى الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ ۚ﴿۳۹﴾

(۳۵) اور ہم نے اس بستی میں ایک کھلی نشانی چھوڑ دی ہے ان لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔
(۳۶) اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا انھوں نے کہا اے میری قوم کے لوگو! تم اللہ کی عبادت کرو اور روز آخرت سے امیدیں وابستہ کرو اور خبردار زمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرو۔
(۳۷) ان لوگوں نے شعیب کو جھٹلایا تو انھیں سخت زلزلے نے آ لیا تو وہ سب کے سب اپنے گھروں میں اوندھے پڑے کے پڑے رہ گئے۔
(۳۸) اور قوم عاد اور قوم ثمود کو ہم نے ہلاک کیا تم وہ رہائش گاہیں دیکھ چکے ہو جہاں وہ رہا کرتے تھے شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے لیے خوش نما بنا دیا اور انھیں راہ راست سے برگشتہ کر دیا حال آں کہ وہ لوگ ہوش مند تھے۔
(۳۹) قارون، فرعون اور ہامان کو ہم نے ہلاک کیا ان کے پاس موسیٰ واضح معجزات لے کر آئے تھے۔ ان لوگوں نے زمین میں تکبر سے کام لیا لیکن وہ ہماری گرفت سے نکل نہ سکے۔

(۳۵) وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَآ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ
اور بے شک اس بستی میں ہم نے ایک کھلی نشانی چھوڑ دی ہے ان لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔
وہ لوط علیہ السّلام کا مکان تھا جو قافلے والوں کے لیے نشان عبرت بن گیا جیسا کہ ان کے تفصیلی قصے میں سورۂ ہود کی آیت نمبر ۸۲ کے ذیل میں بیان کیا گیا ہے۔

(۳۶) وَ اِلٰی مَدۡیَنَ اَخَاهُمۡ شُعَیۡبًا ۙ فَقَالَ یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ وَ ارۡجُوا الۡیَوۡمَ الۡاٰخِرَ

اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا انھوں نے کہا اے میری قوم کے لوگو! تم اللہ کی عبادت کرو اور روزِ آخرت سے امیدیں وابستہ کرو۔

تم وہ عمل کرو تمھیں جس کے ثواب کی امید ہو۔

اور کہا گیا ہے کہ وارجوا رجاء سے مشتق ہے بمعنی خوف۔[1]

وَ لَا تَعۡثَوۡا فِی الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِیۡنَ اور خبردار زمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرو۔

(۳۷) فَکَذَّبُوۡهُ فَاَخَذَتۡهُمُ الرَّجۡفَةُ

ان لوگوں نے شعیبؑ کو جھٹلایا تو انھیں سخت زلزلے نے آ لیا۔

الرَّجۡفَةُ وہ شدید زلزلہ جس میں آواز بھی ہو۔

فَاَصۡبَحُوۡا فِیۡ دَارِهِمۡ جٰثِمِیۡنَ تو وہ سب کے سب اپنے گھروں میں اوندھے پڑے کے پڑے رہ گئے۔

جٰثِمِیۡنَ سینے کے بل گرا ہوا بے حرکت مردہ۔

(۳۸) وَ عَادًا وَّ ثَمُوۡدَا اور قوم عاد اور قوم ثمود کو ہم نے ہلاک کیا۔

وَ قَدۡ تَّبَیَّنَ لَکُمۡ مِّنۡ مَّسٰکِنِهِمۡ

اور تم وہ رہائش گاہیں دیکھ چکے ہو جہاں وہ رہا کرتے تھے۔

ان کے کچھ مکانات جب تم ان کے قریب سے گزرو گے تم وہ تمھیں دکھائی دیں گے۔

وَ زَیَّنَ لَهُمُ الشَّیۡطٰنُ اَعۡمَالَهُمۡ اور شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے لیے خوشنما بنا دیا۔

جن اعمال کا تعلق کفر اور معاصی (نافرمانیوں) سے ہے۔

فَصَدَّهُمۡ عَنِ السَّبِیۡلِ اور انھیں راہ راست سے برگشتہ کر دیا۔

وہ سیدھا راستا جو رسولوں نے انھیں دکھایا تھا۔

وَ کَانُوۡا مُسۡتَبۡصِرِیۡنَ حال آں کہ وہ لوگ ہوش مند تھے۔

وہ دیکھنے اور غور و فکر کرنے پر قدرت رکھتے تھے لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا۔

(۳۹) وَ قَارُوۡنَ وَ فِرۡعَوۡنَ وَ هَامٰنَ اور قارون اور فرعون اور ہامان کو ہم نے ہلاک کیا۔

قارون کا ذکر پہلے کیا ہے اس کی شرافتِ نسبی کی وجہ سے۔

وَ لَقَدۡ جَآءَهُمۡ مُّوۡسٰی بِالۡبَیِّنٰتِ اور ان کے پاس موسیٰؑ واضح معجزات لے کر آئے تھے۔

فَاسۡتَکۡبَرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ وَ مَا کَانُوۡا سٰبِقِیۡنَ

ان لوگوں نے زمین میں تکبر سے کام لیا وہ ہماری گرفت سے نہ نکل سکے بلکہ امرِ خداوندی نے انھیں اپنی گرفت میں لے لیا۔

---

(۱) انوار التنزیل، ج ۲، ص ۲۱۰

فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ
اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ
وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۴۰﴾
مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚۖ اِتَّخَذَتْ
بَيْتًا ؕ وَ اِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾
اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۴۲﴾
وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَاۤ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾
خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۴﴾

(۴۰) ان میں ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہ کی وجہ سے گرفت میں لے لیا ان میں سے کسی پر ہم نے پتھر برسانے والی ہوا بھیجی اور کسی کو ایک دھماکے نے پکڑ لیا اور کسی کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور کسی کو ہم نے غرقاب کر دیا اللہ ان پر ظلم کرنے والا نہ تھا بلکہ وہ لوگ خود ہی اپنے اوپر ظلم کر رہے تھے۔

(۴۱) ان لوگوں کی مثال جنھوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا سرپرست بنالیا ہے مکڑی جیسی ہے جس نے اپنا گھر بنایا ہے بے شک سب سے کمزور گھر مکڑی کا گھر ہی ہوتا ہے۔ کاش یہ لوگ جان لیتے۔

(۴۲) بلاشبہ اللہ جانتا ہے ان چیزوں کو جنھیں وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں اور وہ غالب اور باحکمت ہے۔

(۴۳) اور یہ وہ مثالیں ہیں جنھیں ہم تمام لوگوں کے لیے بیان کر رہے ہیں مگر ان مثالوں کو صرف علم رکھنے والے ہی سمجھ سکتے ہیں۔

(۴۴) اللہ نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے اس میں صاحبانِ ایمان کے لیے ایک نشانی پائی جاتی ہے۔

(۴۰) فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ

ان میں ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہ کی وجہ سے گرفت میں لے لیا۔

فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ان میں سے کسی پر ہم نے پتھر برسانے والی ہوا بھیجی۔

حَاصِبًا یعنی حصباء پتھر یعنی وہ عذاب جو قومِ لوط پر آیا تھا۔

وَ مِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ

اور ان میں سے کسی کو ایک دھماکے نے پکڑ لیا۔

جیسے مدین والوں اور قوم ثمود کو۔

وَ مِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ

اور ان میں سے کسی کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا۔

جیسے قارون کو۔

وَ مِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ

اور کسی کو ہم نے غرقاب کر دیا۔

جیسے فرعون اور اس کی قوم اور حضرت نوحؑ کی قوم۔

وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ

اللہ ان پر ظلم کرنے والا نہ تھا۔

کہ بغیر کسی جرم کے ان پر عذاب نازل کرے۔

وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ

بلکہ وہ لوگ خود ہی اپنے اوپر ظلم کر رہے تھے۔

عذاب کے لیے خود کو پیش کر کے۔

(۴۱) مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ

ان لوگوں کی مثال جنھوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا سرپرست بنا لیا ہے۔ یعنی انھیں قابل اعتماد بنا لیا ہے اور ان پر بھروسا کرتے ہیں۔

كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا

مکڑی جیسی ہے جس نے اپنا گھر بنایا ہے۔ جو بالکل کمزور اور بودا ہے۔

وَ اِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ

اور بے شک سب سے کمزور گھر مکڑی کا ہی گھر ہوتا ہے۔

یعنی مکڑی کے گھر سے ہلکا اور چھوٹا کوئی اور گھر نہیں ہے جو گرمی اور سردی سے بچانے والا ہو۔

لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ

کاش یہ لوگ جان لیتے۔

اگر وہ علم کی طرف رجوع کرتے تو سمجھ لیتے کہ یہ ان کی مثال بیان کی جا رہی ہے۔

(۴۲) اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ

بے شک اللہ جانتا ہے ان چیزوں کو جنھیں وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں۔

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

اور وہ غالب اور باحکمت ہے۔

(۴۳) وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ

اور یہ وہ مثالیں ہیں جنھیں ہم تمام لوگوں کے لیے بیان کر رہے ہیں یعنی یہ مثال اور اسی قبیل کی دیگر مثالیں لوگوں کی فہم وفراست سے بالکل قریب ہیں۔

وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ

مگر ان مثالوں کو صرف علم رکھنے والے ہی سمجھ سکتے ہیں۔

جو لوگ اشیا میں تدبر وتعقل سے کام لیتے ہیں جیسا کہ کام لینا چاہیے۔

تفسیر قمی میں ہے یعنی آل محمد صلوات اللہ علیہم۔[1]

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ عالم وہ شخص ہوتا ہے جو اللہ کے بارے میں عقل سے کام لے اور اس کی اطاعت پر عمل کرے اور اس کی ناراضی سے اجتناب کرے۔[2]

(۴۴) خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ

اللہ نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ

بے شک اس میں صاحبانِ ایمان کے لیے ایک نشانی پائی جاتی ہے۔ اس لیے کہ وہ لوگ اس سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۵۰ (۲) مجمع البیان، ج ۷۔۸، ص ۲۸۴

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿۴۵﴾
وَ لَا تُجَادِلُوْۤا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ۖۗ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَ قُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِالَّذِیْۤ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ وَ اِلٰهُنَا وَ اِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۴۶﴾
وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ ؕ فَالَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَ مِنْ هٰۤؤُلَآءِ مَنْ یُّؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَ مَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۷﴾

---

(۴۵) اے نبی آپ تلاوت کریں جو کتاب آپ پر وحی کے ذریعے بھیجی گئی ہے اور نماز قائم کریں بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے اور یقیناً اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے اور اللہ جانتا ہے تم لوگ جو کچھ کرتے ہو۔

(۴۶) اور تم صاحبان کتاب سے بحث نہ کرو مگر احسن طریقے سے سوائے ان لوگوں کے جو ان میں ظالم ہوں اور ان سے کہو ہم اس چیز پر ایمان لائے ہیں جو ہماری طرف اور تمھاری طرف نازل کی گئی ہے اور یہ کہ ہمارا اور تمھارا معبود ایک ہے اور ہم سب اسی کے فرماں بردار ہیں۔

(۴۷) اور اسی طرح اے نبی ہم نے آپ پر کتاب نازل کی ہے جنھیں ہم نے پہلے کتاب دی تھی وہ اس (قرآن) پر ایمان لاتے ہیں اور ان (اہل مکہ) میں سے بھی بہت سے اس پر ایمان لا رہے ہیں اور ہماری آیتوں کا انکار صرف کفار کیا کرتے ہیں۔

---

(۴۵) اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ

اے نبیؐ آپ تلاوت کریں جو کتاب آپ پر وحی کے ذریعے بھیجی گئی ہے۔ تاکہ اس کی قرأت کی وجہ سے اللہ کی قربت حاصل ہو اور اس وحی کے الفاظ محفوظ رہیں اور اس کے معانی و مفاہیم ظاہر ہوں۔

وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ

اور نماز قائم کریں بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔

تفسیر قمی میں ہے فرمایا کہ جس شخص کو نماز فحشا اور منکر سے نہ روکے تو اس شخص کو اللہ تبارک وتعالیٰ سے دوری میں اضافے کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔[۱]

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۵۰

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسی ہی روایت ہے۔[۱]

روایت کی گئی ہے کہ انصار کا ایک جوان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نمازیں پڑھا کرتا تھا اور برائیوں کا ارتکاب بھی کرتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بتلا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کی نماز کسی روز روکے گی یہاں تک کہ وہ توبہ کیے بغیر نہیں رہے گا۔[۲]

کتاب توحید میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا کہ نماز اللہ کی طرف سے ایک رکاوٹ ہے اور یہ نماز گزار کو گناہوں سے روکتی ہے جب تک وہ نماز میں مصروف رہتا ہے پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔[۳]

کتاب کافی میں سعد خفاف سے روایت ہے وہ امام باقر علیہ السّلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ کیا قرآن ہم کلام ہوتا ہے امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے شیعوں میں جو کمزور ترین افراد ہیں ان پر رحم کرے وہ لوگ صاحبانِ تسلیم و رضا ہیں پھر فرمایا ہاں سعد نماز گفتگو کرتی ہے اور اس کی شکل اور ہیئت ہے وہ حکم دیتی اور روکتی ہے فرمایا یہ بات سن کر میرا رنگ اڑ گیا اور میں نے کہا کہ یہ ایسی بات ہے جسے میں لوگوں کے درمیان بیان نہیں کر سکوں گا امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ لوگوں میں جو ہمارے شیعہ ہیں اگر وہ نماز کو نہیں پہچانتے تو ہمارے حق کا انکار کرتے ہیں پھر فرمایا اے سعد میں تمھیں قرآن کی گفتگو سنواتا ہوں سعد نے کہا بے شک اے امامؑ آپ پر درود وسلام ہو امام علیہ السّلام نے فرمایا... اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْکَرِ ؕ وَ لَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ... (بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے اور یقینا اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے) لہٰذا اس کا روکنا کلام ہے اور فحشا و منکر رجال (افراد) ہیں اور ہم اللہ کا ذکر ہیں اور ہم اکبر ہیں۔[۴]

وَ لَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ اور یقینا اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے آپ فرما رہے تھے اللہ کا ذکر نماز گزاروں کے لیے ان کے اس ذکر سے بڑا ہے جو یہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں کیا تم نے دیکھا نہیں کہ وہ فرما رہا ہے فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ... (البقرہ ۱۵۲) تم مجھے یاد رکھو میں تمھیں یاد رکھوں گا۔[۵]

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے ذیل میں "وَ لَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ" (اور اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے) فرمایا اللہ کو اس وقت یاد رکھو جب اس نے کسی شے کو حلال اور حرام قرار دیا۔[۶]

وَ اللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ

اور اللہ جانتا ہے تم لوگ جو کچھ کر رہے ہو۔

---

(۱) مجمع البیان، ج ۷–۸، ص ۲۸۵ (۲) مجمع البیان، ج ۷–۸، ص ۲۸۵

(۳) التوحید، ص ۱۶۶، ح ۴، باب ۲۳ (۴) الکافی، ج ۲، ص ۵۹۸، ح ۱ (۵) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۵۰

(۶) یہ حوالہ مجمع البیان میں نہیں ہے بلکہ تفسیر نور الثقلین، ج ۴، ص ۱۶۲، ح ۶۱، میں تفسیر مجمع البیان سے نقل کیا گیا ہے۔

(۴۶) وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ

اور تم صاحبان کتاب سے بحث نہ کرو مگر احسن طریقے سے اس آیت کی تفسیر سورۂ نحل آیت نمبر ۱۲۵ میں اللہ تعالیٰ کے قول وجادلھم بالتی ھی احسن کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ

سوائے ان لوگوں کے جو ان میں ظالم ہوں۔

یعنی ظلم وزیادتی میں وہ حد سے گزر گئے ہوں۔

وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ

اور ان سے کہو ہم اس چیز پر ایمان لائے ہیں جو ہماری اور تمھاری طرف نازل کی گئی ہے۔ یہ وہ مجادلہ ہے جو احسن طریقے سے کیا گیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ نہ تو تم اہل کتاب کی تصدیق کرو اور نہ ہی ان کی تکذیب (جھٹلانا) کرو اور یہ کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر، اللہ کی کتابوں پر، اللہ کے رسولوں پر اب اگر وہ باطل بات کہیں تو ان کی تصدیق نہ کرو اور اگر حق بات کہیں تو انھیں جھٹلاؤ نہیں۔[۱]

وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ

اور یہ کہ ہمارا اور تمھارا معبود ایک ہے اور ہم سب اسی کے فرماں بردار ہیں۔

مُسْلِمُوْنَ یعنی اطاعت گزار ہیں خاص طور سے اللہ کے ہوسکتا ہے کہ اس میں تعریض (اشارہ) ہو کہ ان لوگوں نے اپنے احبار (یہودیوں کا عالم) اور رھبان (راہب عیسائی سادھو) کو اللہ کے علاوہ ارباب (پروردگار) بنا رکھا تھا۔

(۴۷) وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ اور اسی طرح اے نبی ہم نے آپ پر کتاب نازل کی ہے۔

فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ

جنھیں ہم نے پہلے کتاب دی تھی وہ اس (قرآن) پر ایمان لائے ہیں۔

تفسیر قمی میں ہے کہ وہ آل محمد صلوات اللہ علیہم ہیں۔[۲]

وَمِنْ هٰٓؤُلَآءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ

اور ان (اہل مکہ) میں سے بہت سے اس پر ایمان لا رہے ہیں۔

هٰٓؤُلَآءِ سے مراد ہے اہل قبلہ میں سے صاحبانِ ایمان ہیں جو قرآن پر ایمان لائے ہیں۔[۳]

وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ اور ہماری آیتوں کا انکار صرف کفار کیا کرتے ہیں۔

یعنی آیتوں کے ظاہر ہوجانے اور ان پر حجت ودلیل قائم ہوجانے کے باوجود یہ کُفّار ان آیتوں کے منکر ہیں۔

---

(۱) انوار التنزیل، ج ۲، ص ۲۱۱ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۵۰ (۳) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۵۰

وَ مَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّ لَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۴۸﴾

بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ؕ وَ مَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۹﴾

وَ قَالُوْا لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اِنَّمَاۤ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾

اَوَ لَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّ ذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾ ع

(۴۸) اور اے نبی آپ اس قرآن سے پہلے نہ تو کوئی کتاب پڑھتے تھے اور نہ ہی اپنے دائیں ہاتھ سے کچھ لکھتے تھے اگر ایسا ہوتا تو باطل پرست لوگ شک میں مبتلا ہو جاتے۔

(۴۹) بلکہ وہ تو روشن نشانیاں ہیں ان لوگوں کے دلوں میں جنھیں علم عطا کیا گیا ہے اور ہماری آیتوں کا انکار نہیں کرتے مگر وہ جو ظالم ہیں۔

(۵۰) اور انھوں نے کہا کہ اس شخص پر اس کے رب کی طرف سے معجزے کیوں نہ اتارے گئے تو اے نبی آپ فرما دیجیے کہ بس معجزے تو اللہ کے پاس ہیں اور بلاشبہ میں تو واضح متنبہ کرنے والا ہوں۔

(۵۱) کیا ان لوگوں کے لیے یہ نشانی کافی نہیں ہے کہ ہم نے آپ پر کتاب نازل کی جو انھیں پڑھ کر سنائی جاتی ہے بے شک اس میں رحمت اور نصیحت ہے اس قوم کے لیے جو ایمان لائی ہے۔

(۴۸) وَ مَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّ لَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ

اور اے نبیؐ آپ اِس قرآن سے پہلے نہ تو کوئی کتاب پڑھتے تھے اور نہ ہی اپنے دائیں ہاتھ سے کچھ لکھتے تھے۔ اس لیے کہ اس جامع کتاب کا ظاہر ہو جانا جو طرح طرح کے اشرف علوم کی مظہر ہے ایک ایسے اُمّی کے ذریعے سے جو قرأت اور تعلم سے بظاہر نا آشنا تھا عادت کے خلاف ہے۔

اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ

اگر ایسا ہوتا تو باطل پرست لوگ شک میں مبتلا ہو جاتے یعنی اگر آپ لکھتے اور پڑھتے ہوئے دکھائی دیتے تو وہ

لوگ یہ کہتے کہ شاید انھوں نے کسی سے پڑھ کر اس قرآن کو مرتب کیا ہے یا سابقہ کتب میں سے لے کر خود لکھ لیا ہے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت معطوف ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرف جو سورۂ فرقان میں ہے ...اکْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا (الفرقان ۵)

(یہ اگلوں کے افسانے ہیں جو اس نے لکھوا لیے ہیں اور وہ صبح و شام اس پر پڑھے جاتے ہیں۔) اللہ تعالیٰ نے اس بات کی تردید کی ہے اور فرمایا کہ وہ کیسے دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ جو کچھ پڑھتے ہیں اور اللہ کے بارے میں جو کچھ خبر دیتے ہیں آپ دوسروں سے لے کر لکھتے ہیں جبکہ آپ وہ ہیں کہ وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّ لَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ آپ اس قرآن سے پہلے نہ تو کوئی کتاب پڑھتے تھے اور نہ ہی اپنے دائیں ہاتھ سے کچھ لکھتے تھے اگر ایسا ہوتا تو باطل پرست شک و شبہے میں مبتلا ہو جاتے۔[۱]

کتاب عیون میں امام رضا علیہ السّلام سے مروی ہے ایک حدیث میں آیا ہے اور آیات خداوندی میں سے ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یتیم تھے، محتاج تھے، بکریاں چراتے تھے، مزدوری کرتے تھے انھوں نے کوئی کتاب نہیں پڑھی تھی وہ کسی استاد کے پاس نہیں گئے تھے پھر وہ ایسا قرآن لے کر آ گئے جس میں انبیا کے واقعات ہیں ان کی خبریں ہیں حرف بہ حرف اور گزشتہ اقوام اور افراد کے حالات ہیں اور قیامت تک باقی رہنے والوں کی اطلاعات و معلومات ہیں۔[۲]

(۴۹) بَلْ هُوَ

بلکہ وہ (قرآن)۔

اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ

تو روشن نشانیاں ہیں ان لوگوں کے دلوں میں جنھیں علم دیا گیا ہے۔

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی اور اپنے سینے کی طرف اشارہ کیا۔[۳]

اور امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد ائمہ علیہم السّلام ہیں۔[۴]

اور فرمایا کہ اس آیت میں خاص طور سے ہمیں مراد لیا گیا ہے اور اس بارے میں بہت سی احادیث ہیں۔

وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ۔[۵]

اور ہماری آیتوں کا انکار نہیں کرتے مگر وہ جو ظالم ہیں۔

(۵۰) وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ

اور انھوں نے کہا کہ اس شخص پر اس کے رب کی طرف سے معجزے کیوں نہ اتارے گئے جیسے ناقۂ صالح

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۵۱ (۲) عیون اخبار الرضا، ج ۱، ص ۱۶۷، ح ۱، باب ۱۲ (۳) الکافی، ج ۱، ص ۲۱۳، ح ۱
(۴) الکافی، ج ۱، ص ۲۱۴، ح ۴، ۵ (۵) بصائر الدرجات، ص ۲۲۴–۲۲۷، ح ۱، ۱، ۱۰، ۱۵، ۱۶، باب ۱۱، جز رابع۔

عصائے موسیٰؑ اور مائدۂ عیسیٰ (عیسیٰ کا دسترخوان) وغیرہ۔

قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ

تو اے نبیؐ آپ فرما دیجیے کہ بس معجزے تو اللہ کے پاس ہیں۔

وہ جس طرح چاہتا ہے انھیں نازل کرتا ہے میں ان کا مالک نہیں ہوں اور نہ ہی ان پر قدرت رکھتا ہوں کہ تمھارے مطالبے پر انھیں لے آؤں۔

وَ اِنَّمَاۤ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ

اور بلاشبہ میں تو واضح متنبہ کرنے والا ہوں۔

میرا کام تو ڈرانا اور متنبہ کرنا ہے اور مجھے جو آیتیں دی گئی ہیں ان کی وضاحت کرنا ہے۔

(۵۱) اَوَ لَمْ یَكْفِهِمْ

کیا ان لوگوں کے لیے یہ نشانی کافی نہیں ہے۔

ان لوگوں نے جو مطالبہ کیا ہے اس کے لیے یہ نشانی (قرآن) کافی نہیں ہے۔

اَنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ یُتْلٰى عَلَیْهِمْ

کہ ہم نے آپ پر کتاب (قرآن) نازل کی جو انھیں پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔

مسلسل ان پر قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ

بے شک اس کتاب میں۔

جو مسلسل نشانی ہے اور واضح حجت ہے۔

لَرَحْمَةً رحمت ہے، یعنی بہت بڑی نعمت ہے۔

وَّ ذِكْرٰى لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ

اور نصیحت ہے اس قوم کے لیے جو ایمان لائی ہے۔

یہ کتاب اس کے لیے نصیحت اور موعظت ہے جس کا قصد ایمان حاصل کرنا ہو نہ کہ اذیت رسانی اور مصیبت میں مبتلا کرنا۔

روایت ہے کہ مسلمانوں میں سے کچھ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں چوڑی ہڈی لے کر آئے جس پر یہودیوں کے بعض اقوال لکھے ہوئے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ قوم کی گمراہی کے لیے یہی کافی ہے کہ جو کچھ ان کے نبی لے کر آئے ہیں اس سے منحرف ہو کر اس بات کو مانیں جو ان کے نبی کے علاوہ کوئی دوسرا لے کر آیا ہے تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔[1]

---

(۱) انوار التنزیل، ج ۲، ص ۲۱۲

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۵۲﴾

وَ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَلَوْ لَاۤ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ؕ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۳﴾

يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ ۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۙ﴿۵۴﴾

يَوْمَ يَغْشٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۵﴾

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾

---

(۵۲) اے نبی آپ فرما دیجیے کہ میرے اور تمھارے درمیان گواہی کے لیے اللہ کافی ہے وہ ان سب چیزوں کو جانتا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور جو لوگ باطل کو مانتے ہیں اور اللہ کا انکار کرتے ہیں درحقیقت وہی لوگ خسارے میں ہیں۔

(۵۳) یہ لوگ آپ سے جلدی عذاب کا مطالبہ کر رہے ہیں اور اگر عذاب کا وقت مقرر نہ ہوتا تو ان پر عذاب آجاتا اور وہ عذاب ان پر اچانک آجائے گا اس حال میں کہ انھیں خبر بھی نہ ہوگی۔

(۵۴) یہ آپ سے جلدی عذاب لانے کا مطالبہ کر رہے ہیں اور یقیناً جہنم کافروں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

(۵۵) جس دن عذاب انھیں ڈھانپ لے گا ان کے اوپر سے اور ان کے پیروں کے نیچے سے اور (اللہ) کہے گا کہ اب تم اپنے کیے کا مزا چکھو۔

(۵۶) اے میرے مومن بندو! یقیناً میری زمین وسیع ہے تم صرف میری عبادت کیا کرو۔

---

(۵۲) قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ شَهِيْدًا

اے نبیؐ آپ فرما دیجیے کہ میرے اور تمھارے درمیان گواہی کے لیے اللہ کافی ہے۔

وہ میری سچائی اور صداقت پر گواہ ہے اور اس نے معجزات کے ذریعے میری تصدیق کی ہے۔

يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

وہ ان سب چیزوں کو جانتا ہے جو آسمان اور زمین میں ہیں۔

میرا اور تمھارا حال اس پر پوشیدہ نہیں ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ

اور جو لوگ باطل کو مانتے ہیں۔

باطل وہ ہے اللہ کے علاوہ جس کی عبادت کی جائے۔

وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ

اور اللہ کا انکار کرتے ہیں۔

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ

درحقیقت وہی لوگ خسارے میں ہیں۔

وہ لوگ اپنے سودے میں خسارے میں ہیں اس طرح کہ انھوں نے ایمان دے کر کفر کو خرید لیا ہے۔

(۵۳) وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ

اور یہ لوگ آپ سے جلدی عذاب لانے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

جیسے ان کا یہ کہنا ''...أَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ...'' (اقتباس سورۃ انفال ۳۲)

اصل آیت ہے ''...فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ...'' (تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا)

وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى

اور اگر عذاب کا وقت مقرر نہ ہوتا۔

اور اگر ہر عذاب اور ہر قوم کے لیے وقت متعین اور مقرر نہ ہوتا۔

لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ

تو ان پر فوراً عذاب آ جاتا۔

وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً

اور وہ عذاب ان پر اچانک آ جائے گا۔

دنیا میں اچانک جیسے غزوۂ بدر کا واقع ہو جانا یا آخرت میں جب ان پر موت نازل ہوگی۔

وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ

اور انھیں خبر بھی نہ ہوگی۔

کہ وہ عذاب کب آ گیا۔

(۵۴) يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ

یہ لوگ آپ سے جلدی عذاب لانے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ

اور یقینا جہنم کافروں کا احاطہ کیے ہوئے ہے اس لیے کہ اسباب موت نے انھیں گھیر لیا ہے۔

(۵۵) يَوْمَ يَغْشٰىهُمُ الْعَذَابُ

جس دن عذاب انھیں ڈھانپ لے گا۔

مِنْ فَوْقِهِمْ وَ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ

ان کے اوپر سے اور ان کے پیروں کے نیچے سے۔

وَ يَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ

اور کہے گا کہ اب تم اپنے کیے کا مزہ چکھو۔

(۵۶) يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ

اے میرے مومن بندو! یقینا میری زمین وسیع ہے۔

فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ

تم صرف میری عبادت کیا کرو۔

یعنی اگر تم کو ایک ملک یا شہر میں عبادت کا موقع نہیں مل رہا ہے تو تم وہاں سے ایسی جگہ پر کوچ کر جاؤ جہاں ایسا کرنا ممکن ہو۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا کہ تم بادشاہوں میں صاحبانِ فسق (بدکار نافرمان) کی اطاعت نہ کرو اور اگر تمھیں ان سے یہ خوف محسوس ہو کہ تمھارے دین کے معاملے میں تمھیں آزمائش میں ڈالیں گے تو یاد رکھو میری زمین بہت وسیع ہے اور وہ فرما رہا ہے... فِيْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ فرشتے پوچھتے ہیں تم کس حال میں تھے؟ وہ کہتے ہیں ہم زمین میں کمزور تھے تو فرمایا... اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا... (النساء ۹۷) کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم وہاں ہجرت کر جاتے۔[1]

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے تم جس زمین میں رہتے ہو اگر وہاں پر خدا کی نافرمانی کی جاتی ہو تو تم وہاں سے نکل کر کسی دوسری جگہ چلے جاؤ۔[2]

تفسیر جوامع میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے جو شخص اپنا دین بچانے کے لیے ایک زمین سے دوسری زمین تک جائے خواہ وہ زمین ایک بالشت بھر بھی ہو تو ایسا شخص جنت کا سزاوار ہوگا اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام اور حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رفیق ہوگا۔[3]

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۵۱ (۲) تفسیر مجمع البیان، ج ۷–۸، ص ۲۹۱ (۳) جوامع الجامع، ج ۳، ص ۳۵۳

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۫ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۷﴾
وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۵۸﴾ۚ
الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۵۹﴾
وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ۫ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶۰﴾
وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۱﴾

---

(۵۷) ہر متنفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے پھر تم ہماری طرف لوٹائے جاؤ گے۔

(۵۸) اور جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجا لائے تو ہم انھیں جنت کی بلند و بالا عمارتوں میں جگہ دیں گے جس کے نیچے نہریں جاری ہوگی وہ اس میں ہمیشہ کے لیے رہیں گے کتنا عمدہ اجر ہے ان عمل کرنے والوں کے لیے۔

(۵۹) جن لوگوں نے صبر کیا اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔

(۶۰) بہتیرے جانور ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے اللہ ان کو اور تمھیں بھی رزق دیتا ہے اور وہ سننے والا اور واقف کار ہے۔

(۶۱) اور اگر تم ان سے دریافت کرو گے کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو خلق فرمایا ہے اور سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے؟ تو وہ ضرور جواب دیں گے کہ ''اللہ'' تو پھر وہ کدھر بہکے چلے جا رہے ہیں۔

---

(۵۷) كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ہر متنفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ جسے تم لامحالہ پالو گے۔

ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ پھر تم سب کو ہماری طرف واپس آنا ہے۔

اس آیت کے بارے میں سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۸۵ کے ذیل میں ذکر کیا جا چکا ہے۔

(۵۸) وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا

اور جو لوگ ایمان لائے اور اعمالِ صالحہ بجا لائے تو ہم انھیں جنت کی بلند و بالا عمارتوں میں جگہ دیں گے۔

لَنُبَوِّئَنَّهُمْ انھیں اتاریں گے غُرَفًا بلند بالا مقامات میں۔

تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا
جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ اس میں ہمیشہ کے لیے رہیں گے۔
نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ کتنا عمدہ اجر ہے ان عمل کرنے والوں کے لیے۔
(۵۹) الَّذِیْنَ صَبَرُوْا جن لوگوں نے صبر کیا۔
پریشانیوں اور دشواریوں پر
وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں
بس ان کا توکل اور بھروسا صرف اللہ پر ہے۔
(۶۰) وَكَاَیِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا بہتیرے جانور ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے۔
اَللّٰهُ یَرْزُقُهَا وَاِیَّاكُمْ اللہ ان کو اور تمھیں بھی رزق دیتا ہے۔
تفسیر قمی میں ہے فرمایا کہ عرب کے لوگ اپنی اولاد کو بھوک کے خوف سے قتل کر دیتے تھے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اَللّٰهُ یَرْزُقُهَا وَاِیَّاكُمْ اللہ اسے اور تمھیں دونوں کو رزق دے گا۔[۱]
اور کہا گیا ہے کہ جب انھیں ہجرت کا حکم دیا گیا تو ان میں کچھ لوگوں نے کہا ہم بھلا ایسے شہر میں جا کر کیا کریں جہاں پر ہمارے روزگار کا کوئی بندوبست نہیں تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔[۲]
تفسیر مجمع البیان میں ابن عمر سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ انصار کے باغوں کی طرف گئے حضور نے وہاں پر کھجور کھائی اور فرمایا یہ چوتھے دن کی صبح ہے کہ میں نے کھانے کا مزہ نہیں چکھا ہے اور اگر میں چاہتا تو اپنے رب سے دعا طلب کرتا تو وہ مجھے کسریٰ اور قیصر کے برابر دولت سے نواز دیتا تو اے فرزند عمر تمھارا اس وقت کیا حال ہوگا جب تم ایسی قوم کے ساتھ باقی رہو گے جو اپنے یقین کی کمزوری کے سبب سال بھر کا رزق چھپا کر رکھتے ہیں خدا کی قسم ابھی ہم وہاں سے جدا بھی نہیں ہوئے تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی۔[۳]
وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ اور وہ سننے والا اور واقف کار ہے۔
تمھاری باتیں سنتا ہے اور تمھارے دلوں کے راز سے آشنا ہے۔
(۶۱) وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
اور اگر تم ان سے دریافت کرو گے کہ کس نے آسمان اور زمین کو خلق فرمایا ہے؟
وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اور سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے۔
لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ تو وہ ضرور جواب دیں گے ''اللہ''
فَاَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ پھر وہ کدھر بہکے چلے جا رہے ہیں۔
فطرت کے تقاضوں کے مطابق توحید کا اقرار کرنے کے بعد اس سے منحرف ہو رہے ہیں۔

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۵۱ (۲) بیضاوی انوار التنزیل، ج ۲، ص ۲۱۴ (۳) مجمع البیان، ج ۷–۸، ص ۲۹۱

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ يَقْدِرُ لَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۶۲﴾

وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۶۳﴾ ع

وَ مَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَاۤ اِلَّا لَهْوٌ وَّ لَعِبٌ ؕ وَ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۴﴾

فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۵﴾ لا

لِيَكْفُرُوْا بِمَاۤ اٰتَيْنٰهُمْ ۙ وَ لِيَتَمَتَّعُوْا ۟ قفة فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾

---

(۶۲) اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے رزق میں چاہتا ہے وسعت پیدا کر دیتا ہے اور جس کے رزق میں چاہتا ہے تنگدستی پیدا کر دیتا ہے بے شک اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

(۶۳) اگر تم ان سے پوچھو کہ وہ کون ہے جس نے آسمان سے پانی نازل کیا اور اس سے مردہ زمین کو حیات عطا کر دی تو وہ جواب دیں گے "اللہ" کہو الحمد للہ (اللہ کا شکر ہے) بلکہ اکثر لوگ سمجھتے نہیں۔

(۶۴) اور یہ دنیاوی زندگی سوائے کھیل اور تماشا کے کچھ اور نہیں ہے اور آخرت کا گھر ہی اصل زندگی ہے اے کاش وہ لوگ جان لیتے۔

(۶۵) پس جب وہ لوگ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو وہ اللہ کو پکارتے اور خالص اسی کی عبادت کرتے ہیں لیکن جب وہ انھیں نجات دے کر خشکی میں پہنچا دیتا ہے تو یکا یک وہ شرک کرنے لگتے ہیں۔

(۶۶) تاکہ وہ اللہ کی دی ہوئی نعمتِ نجات پر اس کا کفر کریں اور حیاتِ دنیا کے مزے لوٹیں عنقریب انھیں پتا چل جائے گا۔

---

(۶۲) اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ يَقْدِرُ لَهٗ

اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے رزق میں چاہتا ہے وسعت پیدا کر دیتا ہے اور جس کے رزق کو چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔

اور وہ جس پر رزق کی تنگی پر کرتا ہے وہ سزا کی بنیاد پر ہوتا ہے۔
یا جس کے رزق کو تنگ کرتا ہے وہ اس کے ابہام (اشتباہ) کی وجہ سے ہوتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ

بے شک اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ وہ ان کی مصلحتوں اور مفاسد کو جانتا ہے۔

(۶۳) وَ لَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً

اور اگر تم ان سے پوچھو گے کہ وہ کون ہے جس نے آسمان سے پانی نازل کیا۔

فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا

اور اس پانی سے مردہ زمین کو حیات عطا کر دی۔

لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ

تو ضرور وہ لوگ کہیں گے ''اللہ''

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ

کہو، ''الحمدللہ'' (اللہ کا شکر ہے)

بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ

بلکہ اکثر لوگ سمجھتے نہیں۔

وہ تناقض (باہم مخالف ہونا) کرتے ہیں اس طرح کہ وہ اقرار کرتے ہیں کہ اللہ ہر چیز کا خالق ہے پھر وہ اللہ کے ساتھ بتوں کو بھی اس کا شریک کار بنا دیتے ہیں۔

(۶۴) وَ مَا هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاۤ اِلَّا لَهْوٌ وَّ لَعِبٌ

اور یہ نیاوی زندگی سوائے کھیل اور تماشا کے کچھ اور نہیں ہے۔

یعنی جس طرح بچے کھیل کود میں مصروف ہوتے ہیں جہاں کھیل ہوتا ہے وہاں جمع ہوتے ہیں اور گھڑی بھر کے لیے خوش وخرم رہتے ہیں اور پھر تھک ہار کر منتشر ہو جاتے ہیں۔

وَ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِیَ الْحَیَوَانُ

اور بے شک آخرت کا گھر ہی اصل زندگی ہے۔

وہی اصل زندگی کا گھر ہے اس لیے کہ وہاں پر موت کا گزر نہیں ہے اور لفظ حیوان میں مبالغہ ہے جو لفظ حیوۃ میں نہیں ہے یعنی لفظ حیوان زندگی میں حرکت اور اضطراب کو ظاہر کرتا ہے جو زندگی کا تقاضا ہے۔

لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ

اے کاش وہ لوگ جان لیتے۔

تو پھر اس حیات ابدی پر دنیاوی زندگی کو ترجیح نہ دیتے جس کی حیات عارضی ہے، جلدی سے زائل ہو جانے والی ہے۔

(۶۵) فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ

پس جب وہ لوگ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو وہ اللہ کو پکارتے ہیں اور خالص اسی کی عبادت کرتے ہیں۔ باوجودے کہ وہ مشرک ہیں لیکن کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو خالصۃً اللہ کو پکارتے ہیں اور مومنین کی طرح اپنے دین میں مخلص ہو جاتے ہیں اس طرح کہ سوائے اللہ کے کسی کا ذکر نہیں کرتے اور نہ ہی اس کے علاوہ کسی اور سے دعا طلب کرتے ہیں اس لیے کہ وہ جانتے ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی اور ان کی تکلیفوں اور پریشانیوں کا دور کرنے والا نہیں ہے۔

فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ

پس جب وہ انھیں نجات دے کر خشکی میں پہنچا دیتا ہے تو یکا یک وہ شرک کرنے لگتے ہیں یعنی دوبارہ وہ شرک پر واپس لوٹ جاتے ہیں۔

(۶۶) لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ

تا کہ وہ اللہ کی دی ہوئی نعمتِ نجات پر اس کا کفر کریں۔

تا کہ وہ اپنے شرک کی وجہ سے اللہ نے نجات جیسی نعمت سے جو انھیں نوازا ہے وہ اس کا انکار کر دیں۔

وَ لِيَتَمَتَّعُوْا

اور حیات دنیا کے مزے لوٹیں۔

بتوں کی پرستش کے لیے اکٹھے ہو کر اور ان سے مودت کا اظہار کر کے۔

فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ

عنقریب انھیں پتا چل جائے گا۔

اس بات کا انجام جس وقت انھیں سزا دی جائے گی۔

اَوَلَمۡ یَرَوۡا اَنَّا جَعَلۡنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّ یُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنۡ حَوۡلِہِمۡ ؕ اَفَبِالۡبَاطِلِ یُؤۡمِنُوۡنَ وَ بِنِعۡمَۃِ اللّٰہِ یَکۡفُرُوۡنَ ﴿۶۷﴾

وَ مَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوۡ کَذَّبَ بِالۡحَقِّ لَمَّا جَآءَہٗ ؕ اَلَیۡسَ فِیۡ جَہَنَّمَ مَثۡوًی لِّلۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۶۸﴾

وَ الَّذِیۡنَ جَاہَدُوۡا فِیۡنَا لَنَہۡدِیَنَّہُمۡ سُبُلَنَا ؕ وَ اِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۶۹﴾ ع

(۶۷) کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے حرم کو مقامِ امن بنایا ہے حال آنکہ ان کے گرد و نواح سے لوگ اچک لیے جاتے تھے کیا یہ لوگ باطل کو مانتے ہیں اور اللہ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں۔

(۶۸) اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کرے یا حق کو جھٹلائے جب وہ اس کے سامنے آچکا ہو کیا کافروں کا ٹھکانا جہنم نہیں ہے۔

(۶۹) اور جن لوگوں نے ہماری خاطر کوشش کی تو ہم انھیں اپنے راستے کی ہدایت کریں گے اور بے شک اللہ نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔

(۶۷) اَوَلَمۡ یَرَوۡا — کیا انھوں نے نہیں دیکھا۔

یعنی مکہ کے رہنے والوں نے مشاہدہ نہیں کیا۔

اَنَّا جَعَلۡنَا حَرَمًا اٰمِنًا — ہم نے حرم کو مقام امن بنایا ہے۔

یعنی مکہ مکرمہ کو محفوظ شہر قرار دیا ہے جہاں لوٹ مار اور ظلم و زیادتی کی اجازت نہیں ہے اس کے باشندے قتل اور قید کیے جانے سے امن میں رہتے ہیں۔

وَّ یُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنۡ حَوۡلِہِمۡ

حال آں کہ ان کے گرد و نواح سے لوگ اچک لیے جاتے تھے۔

لوگوں کو دھوکا دے کر اور جھپٹا مار کر قتل کر دیا جاتا تھا اور قید کر لیا جاتا تھا اس کے لیے کہ مکہ کے گرد و نواح میں عرب کے باشندے لوٹ مار اور چھین جھپٹ کے عادی تھے۔

اَفَبِالۡبَاطِلِ یُؤۡمِنُوۡنَ

یعنی اس نعمت ظاہرہ کے بعد بھی جس پر اللہ کے علاوہ کوئی اور قدرت نہیں رکھتا وہ بت یا شیطان کو مانتے اور اسے تسلیم کرتے ہیں۔

وَ بِنِعۡمَۃِ اللّٰہِ یَکۡفُرُوۡنَ — اور اللہ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں۔

کیوں کہ اللہ کی ذات میں اس کے غیر کو شریک قرار دیتے ہیں۔

(۶۸) وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کرے یعنی یہ گمان کرے کہ اللہ کا کوئی شریک بھی ہے۔

اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ یا حق کو جھٹلائے جب وہ اس کے سامنے آ چکا ہو۔

جس وقت وہ بغیر کسی تامّل اور توقف کے آ جائے۔

اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ کیا کافروں کا ٹھکانا جہنم نہیں ہے۔

(۶۹) وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا اور جن لوگوں نے ہماری خاطر کوشش کی۔

یعنی ہمارے حق میں جدوجہد کی یہ مشتمل ہے ظاہری اور باطنی دونوں طرح کے دشمنوں سے جہاد کرنے پر۔

لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا تو پھر ہم انھیں اپنے راستوں کی ہدایت کریں گے۔

تاکہ وہ ہماری طرف راستا طے کر کے ہماری جناب تک پہنچ جائیں۔

حدیث میں آیا ہے جو شخص اپنے علم کے مطابق عمل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے اس علم کا وارث بنا دے گا جسے وہ نہیں جانتا۔[۱]

وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ اور بے شک اللہ نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔

نصرت اور اعانت کے ذریعے۔

تفسیر قمی میں ہے الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا سے مراد ہے جن لوگوں نے صبر کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جہاد میں حصہ لیا ''لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا'' تو ہم انھیں اپنے راستوں کی ہدایت کریں گے یعنی انھیں ثابت قدم رکھیں گے۔[۲]

امام محمد باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ یہ آیت آل محمد صلوات اللہ علیہم اور ان کے پیروکاروں کے لیے ہے۔[۳]

کتاب معانی میں امام باقر علیہ السّلام سے وہ امیر المومنین علیہ السّلام سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ آگاہ ہو جاؤ میں قرآن میں کچھ ناموں کے ساتھ مخصوص ہوں تم اس بات سے ہوشیار رہو کہ کہیں اس سے محروم ہو کر اپنے دین میں گم راہ نہ ہو جاؤ میں محسن ہوں اللہ تعالیٰ ارشاد فرما رہا ہے، اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ بے شک اللہ محسنین کے ساتھ ہے۔[۴]

کتاب ثواب الاعمال اور مجمع البیان میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جو شخص بھی سورۂ عنکبوت اور سورۂ روم ماہِ رمضان میں تیئیسویں کی شب کو پڑھے گا تو خدا کی قسم وہ جنتی ہوگا میں اس میں کسی کو مستثنیٰ قرار نہیں دیتا اور نہ اس بات سے خوف زدہ ہوں کہ اللہ میری اس قسم پر میرے لیے معصیّت لکھے گا یہ دونوں سورتیں اللہ کے نزدیک نہایت عظمت اور منزلت کی حامل ہیں۔[۵]

---

(۱) انوار التنزیل، ج ۲، ص ۳۱۵ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۵۱ (۳) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۵۱

(۴) معانی الاخبار، ص ۵۹۹، ح ۹ (۵) ثواب الاعمال، ص ۱۰۹، ح ۱، و مجمع البیان، ج ۷–۸، ص ۲۷۱

سورۃ الروم

سورۃ الروم مکی سورہ ہے کہا گیا ہے سوائے اللہ کے قول فسبحان اللہ حین تمسون آیت نمبر ۱۷ کے اس سورے میں آیتوں کی تعداد ۶۰ ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الٓمّٓ ﴿۱﴾

غُلِبَتِ الرُّوۡمُ ﴿۲﴾

فِیۡۤ اَدۡنَی الۡاَرۡضِ وَ ہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ غَلَبِہِمۡ سَیَغۡلِبُوۡنَ ﴿۳﴾

فِیۡ بِضۡعِ سِنِیۡنَ ؕ لِلّٰہِ الۡاَمۡرُ مِنۡ قَبۡلُ وَ مِنۡۢ بَعۡدُ ؕ وَ یَوۡمَئِذٍ یَّفۡرَحُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۴﴾

بِنَصۡرِ اللّٰہِ ؕ یَنۡصُرُ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ ﴿۵﴾

اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت مشفق ہے

(۱) الف۔ لام۔ میم۔

(۲) رومی مغلوب ہو گئے۔

(۳) قریب کے علاقے میں اور وہ اپنی اس مغلوبیت کے بعد عنقریب غالب آ جائیں گے۔

(۴) چند سالوں کے اندر پہلے اور بعد میں ہر طرح کا اختیار اللہ کو ہی حاصل ہے اور وہ دن بھی ہو گا جس روز مومنین خوشیاں منائیں گے۔

(۵) اللہ کی بخشی ہوئی فتح پر وہ جسے چاہتا ہے نصرت عطا فرماتا ہے اور وہ غالب اور نہایت مشفق ہے۔

---

(۱) الٓمّٓ الف۔ لام۔ میم۔

(۲) غُلِبَتِ الرُّوۡمُ

رومی مغلوب ہو گئے فارس نے انھیں شکست دی۔

(۳) فِیۡۤ اَدۡنَی الۡاَرۡضِ

قریب کے علاقے میں کہا گیا ہے جن سے عرب کی سرزمین نزدیک ہے یا ان کی سرزمین عرب سے زیادہ

قریب ہے۔[1]

وَ هُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ

اور وہ اپنی اس مغلوبیت کے بعد عنقریب غالب آ جائیں گے۔

(۴) فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ چند سال کے اندر۔

لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَ مِنْۢ بَعْدُ

پہلے اور بعد میں ہر طرح کا اختیار اللہ ہی کو حاصل ہے۔

کہا گیا ہے کہ پہلے یہ لوگ غالب ہوں گے دراں حالے کہ وہ وقت تھا ان کے مغلوب ہونے کا۔[2]

یعنی یہ اسی اللہ کا اختیار ہے جس وقت یہ غالب آئے اور جب یہ مغلوب ہوئے ان میں سے ہر شے کا انحصار رب کے فیصلے پر تھا۔

کتاب خرائج میں امام زکی علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا کہ اسی کے لیے امر ہے قبل اس کے کہ وہ اس کا حکم دے اور اسی کا اَمر ہے بعد اس کے کہ وہ اس کا حکم دے وہ جو چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے۔[3]

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے تمام امر اللہ کے لیے ہے قبل اس کے کہ وہ اس کا حکم دے اور اس کے بعد بھی وہ جو چاہے فیصلہ کرے۔[4]

وَ يَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ اور جس روز مومنین خوشیاں منائیں گے۔

جس دن فارس مغلوب ہوں گے اور مومنین خوشیاں منائیں گے۔

(۵) بِنَصْرِ اللّٰهِ ؕ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ

اللہ کی بخشی ہوئی فتح پر وہ جسے چاہتا ہے نصرت عطا فرماتا ہے۔

کبھی اِن لوگوں کی مدد کرتا ہے اور کبھی اُن لوگوں کی مدد کرتا ہے۔

وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ اور وہ غالب اور نہایت مشفق ہے۔

وہ اپنے بندوں سے انتقام لیتا ہے کبھی اِن کے خلاف مدد کر کے اور دوبارہ اُن کی نصرت کر کے اُن پر اپنا فضل و کرم کرتا ہے۔

کہا گیا کہ فارس نے روم کو شکست دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں اُن پر غالب آ گئے تو کفار قریش نے اس پر بڑی خوشیاں منائیں اس لیے کہ اہل فارس بھی قریش ہی کی طرح تھے وہ اہل کتاب نہ تھے مسلمانوں کو یہ بات بہت ناگوار گزری اور بیت المقدس اہل روم کے لیے ایسا ہی تھا جیسے مسلمانوں کے لیے کعبہ فارس

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل، ج ۲، ص ۲۱۵
(۲) تفسیر بیضاوی انوار التنزیل، ج ۲، ص ۲۱۶
(۳) الخرائج والجرائح، ج ۲، ص ۶۸۶، ح ۸
(۴) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۵۳

والوں نے انھیں وہاں سے بھگا دیا پھر حدیبیہ کے دن روم کو فارس پر غلبہ حاصل ہو گیا۔[1]

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ اس کی تاویل ہے جسے سوائے اللہ اور آل محمدؐ میں سے راسخون فی العلم کے کوئی اور نہیں جانتا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب مدینہ کی طرف ہجرت کی اور اسلام کو غلبہ حاصل ہوا تو آپ نے بادشاہ روم کو ایک خط لکھا اور اسے ایک قاصد کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اسے اسلام کی دعوت دیں اور بادشاہ فارس کو بھی ایک خط تحریر کیا اور اسے بھی اسلام کی دعوت دی اور اپنے پیغام کے ساتھ اسے وہ خط روانہ کیا۔ بادشاہ روم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نامہ گرامی کی توقیر کی اور ان کے قاصد کا احترام کیا اور بادشاہ فارس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خط کی توہین کی اور اسے پھاڑ ڈالا اور پیغمبر اکرمؐ کے قاصد کے ساتھ بھی اچھا سلوک روا نہ رکھا اور ان دنوں بادشاہ فارس بادشاہ روم سے مصروفِ قتال تھا اور مسلمان یہ چاہ رہے تھے کہ بادشاہ روم فارس کے بادشاہ پر غالب آجائے اور دوسری طرف یہ لوگ ملکِ فارس کے ان سے زیادہ امیدوار رہے۔ جب بادشاہ فارس نے بادشاہ روم کو شکست دے دی تو مسلمانوں کو اس بات سے بے حد افسوس ہوا اور وہ غمگین ہو گئے تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ آیتیں نازل فرمائیں ''الٓمّٓ ۝ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ...'' یعنی فارس نے انھیں شکست دے دی ''فی ادنی الارض'' اور یہ شامات اور اس کے اردگرد کے علاقے تھے ''وَ ھُمْ'' یعنی فارس ''مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِھِمْ'' روم کو شکست دینے کے بعد ''سَیَغْلِبُوْنَ'' یعنی مسلمان انھیں شکست دیں گے ''...فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ ؕ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَ مِنْۢ بَعْدُ ؕ وَ یَوْمَىٕذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ بِنَصْرِ اللّٰهِ ؕ یَنْصُرُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ...'' پس جب مسلمانوں نے فارس سے جنگ کی اور اسے فتح کر لیا تو مسلمان اللہ تعالیٰ کی مدد سے بے حد خوش ہو گئے۔

کہا گیا کہ کیا اللہ نے فرمایا نہیں تھا ''فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ'' چند سالوں کے اندر اور مومنین پر کافی عرصہ گزر گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اور پھر حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کا دور آیا اور مومنین کو فارس پر غلبہ حضرت عمرؓ کے دور میں ہوا تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ اس کی تاویل ہے اور تفسیر ہے اور قرآن کے لیے ناسخ و منسوخ ہیں کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا کہ ''...لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَ مِنْۢ بَعْدُ...'' یعنی قول میں اسی کی مشیت ہے کہ وہ مقدم کو موخر کر دے اور موخر کو مقدم بنا دے اس دن تک کے لیے جب اس کا حتمی فیصلہ ہو جائے جس میں مومنین پر نصرت نازل ہو اور یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے ...وَ یَوْمَىٕذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ بِنَصْرِ اللّٰهِ ؕ... یعنی جس دن قضائے ربانی سے نصرت کا حتمی فیصلہ ہوگا۔[2]

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے ایسی ہی روایت ہے البتہ اس میں اس قول کا ذکر نہیں ہے کہ یغلبھم المسلمون مسلمان انھیں شکست دیں گے اور نہ ہی یہ جملہ ہے فلما غزا المسلمون (جب مسلمانوں نے جنگ کی) سے اللہ کے قول بِنَصْرِ اللّٰهِ تک۔[3]

---

(۱) مجمع البیان، ج ۷۔۸، ص ۲۹۴ (۲) الکافی، ج ۸، ص ۲۶۹، ح ۳۹۷

(۳) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۵۲

وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۶
يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۖۚ وَ هُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ۝۷
اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَاۤ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ۝۸
اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْۤا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ اَثَارُوا الْاَرْضَ وَ عَمَرُوْهَاۤ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ؕ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝۹

---

(۶) یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا لیکن اکثر لوگ اس بات سے بے خبر ہیں۔
(۷) یہ لوگ تو دنیاوی زندگی کے ظاہری پہلو کو جانتے ہیں جبکہ وہ آخرت سے بالکل غافل ہیں۔
(۸) کیا انھوں نے اپنے دلوں میں غور وفکر نہیں کیا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اسے برحق پیدا کیا ہے اور ایک مقررہ مدت کے لیے (خلق فرمایا ہے) لیکن لوگوں کی اکثریت اپنے رب سے ملاقات کا انکار کرتی ہے۔
(۹) کیا انھوں نے زمین میں سیر نہیں کی کہ وہ دیکھیں کہ ان سے پہلے والوں کا انجام کیا ہوا؟ جو ان سے زیادہ طاقتور تھے اور انھوں نے کاشت کرکے ان لوگوں سے زیادہ زمین کو آباد کرلیا تھا اور ان کے مرسلین ان کے پاس واضح دلائل لے کر آئے تھے۔ یقیناً خدا اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا بلکہ یہ لوگ خود ہی اپنے اوپر ظلم کررہے تھے۔

---

(۶) وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ
یہ اللہ کا وعدہ ہے، اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔
وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ لیکن اکثر لوگ اس بات سے بے خبر ہیں۔
(۷) يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
یہ لوگ تو دنیاوی زندگی کے ظاہری پہلو کو جانتے ہیں۔

وہ ان میں سے جن چیزوں کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔

وَ هُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ

جبکہ وہ آخرت سے بالکل غافل ہیں۔

جو دنیاوی حیات کا مقصد اور غرض و غایت ہے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ وہ دنیا میں جو کچھ موجود ہے اسے دیکھتے ہیں اور آخرت سے یہ بالکل غافل ہیں۔[1]

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت خداوندی ...یَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا... کے بارے میں سوال کیا گیا تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ اسی سے پرندوں کو شگون کے لیے اڑانا اور نجوم (علم نجوم) ہے۔

(۸) اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ

کیا انھوں نے اپنے دلوں میں غور و فکر نہیں کیا۔

یعنی اپنے نفوس میں غور و فکر سے کام نہیں لیا یا مفہوم یہ ہوگا کہ انھوں نے اپنے نفوس کے امر کے بارے میں غور و فکر نہیں کیا اس لیے کہ دوسروں کی بہ نسبت یہ سب سے زیادہ ان سے قریب ہے اور یہ آئینہ ہے کہ تمام مخلوقات میں سے جو چیز اس پر ظاہر ہوتی ہے جو وہ غور و فکر کرنے والوں پر اسے ظاہر اور آشکار کر دیتا ہے تاکہ ان پر ایجاد کرنے والی کی قدرت ثابت ہوجائے کہ وہ جس طرح اس کے ازسرنو پیدا کرنے پر قدرت رکھتا تھا اسی طرح وہ اس کے اعادے پر قادر ہے۔

مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَاۤ اِلَّا بِالْحَقِّ

کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اسے برحق پیدا کیا ہے۔

وَ اَجَلٍ مُّسَمًّى اور ایک مقررہ مدت کے لیے (خلق فرمایا ہے)

جو مدت اس کے نزدیک منتہی ہوتی ہے اور اس کے بعد باقی رہنے والی نہیں ہے۔

وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ

لیکن لوگوں کی اکثریت اپنے رب سے ملاقات کا انکار کرتی ہے وہ منکر ہیں اس ملاقات کے وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ دنیا ہمیشہ باقی رہنے والی ہے اور آخرت کا کوئی وجود نہ ہوگا۔

(۹) اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا

کیا انھوں نے زمیں میں سیر نہیں کی کہ وہ دیکھیں۔

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

کہ ان سے پہلے والوں کا انجام کیا ہوا۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۵۳

یہ بیان ہے زمین کے مختلف حصوں میں ان کے سیر کرنے کا اور ان سے پہلے جو قومیں ہلاک ہو چکی ہیں ان کے آثار کو دیکھنے کا۔

کتاب خصال میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ کیا انھوں نے قرآن میں غور نہیں کیا؟[1]

كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً

جو لوگ ان سے زیادہ طاقت وقوت کے مالک تھے۔

جیسے عاد اور ثمود۔

وَّ اَثَارُوا الْاَرْضَ

اور انھوں نے زمین کو الٹ پلٹ کیا ہے تا کہ اس میں پانی نکالیں اور معدنیات باہر نکالیں اور اس زمین میں بیج بوئیں۔

وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا

اور انھوں نے کاشت کر کے زمین کو ان سے زیادہ آباد کر رکھا تھا۔

یعنی ان کی زمینیں مکہ والوں سے زیادہ آباد تھیں اس لیے کہ یہ لوگ اس وادی کے رہنے والے تھے جو زراعت کے قابل نہ تھی اس زمین کے علاوہ انھیں کسی اور زمین کی وسعت نہیں ملی اور اس میں درحقیقت ایک طرح کی دھمکی اور تنبیہ ہے اس لیے کہ یہ لوگ دنیا پر فریفتہ رہے اور اسی پر فخر کر رہے ہیں اور وہ اس میں نہایت کمزور حالت میں ہیں۔

وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ

اور ان کے مرسلین ان کے پاس واضح دلائل لے کر آئے۔

یعنی واضح نشانیوں کے ساتھ آئے۔

فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ

یقینا اللہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کیا کرتا۔

کہ وہ انھیں بغیر جرم و گناہ اور بغیر نصیحت و ارشاد کے تباہ و ہلاک کر دے۔

وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ بلکہ یہ لوگ خود اپنے اوپر ظلم کر رہے تھے۔

اس لیے کہ وہ لوگ جانتے تھے کہ کس وجہ سے قومیں ہلاکت سے دوچار ہوئیں۔

---

(۱) الخصال ص ۳۹۶ ح ۲

ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۰﴾

اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱﴾

وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۲﴾

وَ لَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآىِٕهِمْ شُفَعٰٓؤُا وَ كَانُوْا بِشُرَكَآىِٕهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳﴾

وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَىِٕذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ﴿۱۴﴾

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ﴿۱۵﴾

---

(۱۰) آخرکار جن لوگوں نے برائیاں کی تھیں ان کا انجام برا ہوا کہ انھوں نے اللہ کی نشانیوں کو جھٹلا دیا اور برابر ان کا مذاق اڑاتے رہے۔

(۱۱) اللہ ہی تخلیق کی ابتدا کرتا ہے پھر وہی اسے دوبارہ خلق کرے گا پھر تم سب اسی کی جانب لوٹائے جاؤ گے۔

(۱۲) اور جس دن قیامت برپا ہوگی تو مجرمین ہکا بکا رہ جائیں گے۔

(۱۳) اور ان کے شریکوں میں کوئی ان کی شفاعت کرنے والا نہیں ہوگا اور یہ لوگ خود بھی اپنے شریکوں کا انکار کر دیں گے۔

(۱۴) اور جس دن قیامت کی گھڑی آجائے گی تو اس روز سب لوگ گروہوں میں منقسم ہو جائیں گے۔

(۱۵) لیکن جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجالائے وہ باغ جنت میں شاداں وفرحاں رکھے جائیں گے۔

---

(۱۰) ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰى

آخرکار جن لوگوں نے برائیاں کی تھیں ان کا انجام برا ہوا۔

کہا گیا ہے کہ آخرکار ان کا انجام یہ ہوا کہ سزا نے انھیں آلیا۔

ضمیر لانے کی بجائے لفظ ''السُّوْٓاٰى'' لایا گیا اس بات کی رہنمائی کے لیے کہ ان کے گناہ کا تقاضا تھا کہ انھیں یہ سزا ملے لفظ السُّوْٓاٰى۔ اسوء کا مونث ہے۔[۱]

اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ

کہ انھوں نے اللہ کی نشانیوں کو جھٹلایا اور برابر ان کا مذاق اڑاتے رہے جن لوگوں نے گناہوں کا ارتکاب

---

(۱) البیضاوی انوار التنزیل ج ۲ ص ۲۱۷

کیا تھا ان کا انجام یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان دلوں پر مہر لگا دی یہاں تک کہ انھوں نے معجزات اور آیات کو جھٹلایا اور ان کا مذاق اڑاتے رہے۔[1]

(۱۱) اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ

اللہ ہی تخلیق کی ابتدا کرتا ہے پھر وہی اسے دوبارہ خلق کرے گا پھر تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ تاکہ وہ تمھیں جزا دے۔

(۱۲) وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ

اور جس دن قیامت برپا ہوگی تو مجرمین ہکا بکا رہ جائیں گے وہ خاموش ہو جائیں گے حیرت میں پڑے ہوں گے مایوس ہوں گے۔

(۱۳) وَ لَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآىِٕهِمْ شُفَعٰٓؤُا

اور ان کے شریکوں میں کوئی ان کی شفاعت کرنے والا نہیں ہوگا۔

انھوں نے اللہ کی ذات میں جنھیں شریک قرار دیا تھا ان میں سے کوئی بھی ان کی شفاعت کے لیے نہیں آئے گا جو انھیں عذاب الٰہی سے بچالے۔

وَ كَانُوْا بِشُرَكَآىِٕهِمْ كٰفِرِيْنَ

اور یہ لوگ خود بھی اپنے شریکوں کا انکار کر دیں گے۔

(۱۴) وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَىِٕذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ

اور جس دن قیامت کی گھڑی آجائے گی تو اس روز سب لوگ گروہوں میں منقسم ہو جائیں گے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ فرمایا جنت اور جہنم کی طرف جائیں گے۔[2]

(۱۵) فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ

لیکن جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجالائے وہ باغ جنت میں شاداں وفرحاں رکھے جائیں گے۔

يُّحْبَرُوْنَ کے معنی میں مکرمون وہ عزت و احترام کے ساتھ جنت میں رکھے جائیں گے۔ حبر کے اصلی معنیٰ خوش وخرم رہنا ہے۔

---

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج ۲، ص ۲۱۷ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۵۳

وَ اَمَّا الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا وَ لِقَآیِٔ الۡاٰخِرَۃِ فَاُولٰٓئِکَ فِی الۡعَذَابِ مُحۡضَرُوۡنَ ﴿۱۶﴾

فَسُبۡحٰنَ اللّٰہِ حِیۡنَ تُمۡسُوۡنَ وَ حِیۡنَ تُصۡبِحُوۡنَ ﴿۱۷﴾

وَ لَہُ الۡحَمۡدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ عَشِیًّا وَّ حِیۡنَ تُظۡہِرُوۡنَ ﴿۱۸﴾

یُخۡرِجُ الۡحَیَّ مِنَ الۡمَیِّتِ وَ یُخۡرِجُ الۡمَیِّتَ مِنَ الۡحَیِّ وَ یُحۡیِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِہَا ؕ وَ کَذٰلِکَ تُخۡرَجُوۡنَ ﴿۱۹﴾ ع

وَ مِنۡ اٰیٰتِہٖۤ اَنۡ خَلَقَکُمۡ مِّنۡ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَاۤ اَنۡتُمۡ بَشَرٌ تَنۡتَشِرُوۡنَ ﴿۲۰﴾

---

(۱۶) لیکن جن لوگوں نے کفر کیا۔ اور ہماری آیتوں اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا تو وہ عذاب میں حاضر کیے جائیں گے۔

(۱۷) پس تم اللہ کی تسبیح کیا کرو جب تم شام کرتے ہو اور جس وقت صبح کرتے ہو۔

(۱۸) اسی کے لیے تمام حمد ہے آسمانوں اور زمین میں اور رات کے وقت اور جب تم پر ظہر کا وقت آتا ہے۔

(۱۹) وہ نکالتا ہے جاندار کو بے جان سے اور نکالتا ہے بے جان کو جان دار سے اور زمین کو مردہ ہو جانے کے بعد زندگی بخشتا ہے اور اسی طرح تم بھی نکالے جاؤ گے۔

(۲۰) اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمھیں مٹی سے پیدا کیا اس کے بعد تم بشر کی صورت میں زمین میں پھیل گئے۔

---

(۱۶) وَ اَمَّا الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا وَ لِقَآیِٔ الۡاٰخِرَۃِ

لیکن جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا۔

فَاُولٰٓئِکَ فِی الۡعَذَابِ مُحۡضَرُوۡنَ

تو وہ عذاب میں حاضر کیے جائیں گے۔

یعنی عذاب سے غائب نہیں ہوں گے۔

(۱۷) فَسُبۡحٰنَ اللّٰہِ حِیۡنَ تُمۡسُوۡنَ وَ حِیۡنَ تُصۡبِحُوۡنَ

پس تم اللہ کی تسبیح کیا کرو جب تم شام کرتے ہو اور جس وقت صبح کرتے ہو۔

(۱۸) وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ

اور اسی کے لیے تمام حمد ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور رات کے وقت اور جب تم پر ظہر کا وقت آتا ہے۔

کہا گیا ہے کہ یہ خبر درحقیقت امر کا مفہوم رکھتی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی پاکیزگی بیان کی جائے اور اسی کی حمد وثنا کی جائے ان اوقات میں جن میں قدرتِ خداوندی کا ظہور ہوتا ہے اور جس وقت اس کی نعمتوں کی تجدید ہوتی ہے۔[۱]

اور کہا گیا ہے کہ یہ آیت نماز پنج گانہ کے لیے جامع آیت ہے تُمْسُوْنَ سے مراد نمازِ مغرب اور نمازِ عشا ہے اور تُصْبِحُوْنَ سے مراد نمازِ فجر ہے اور عَشِيًّا سے مراد نماز عصر ہے اور تُظْهِرُوْنَ سے مراد نماز ظہر ہے۔[۲]

(۱۹) يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ

وہ نکالتا ہے جاندار کو بے جان سے اور نکالتا ہے بے جان کو جاندار سے تفسیر قمی میں ہے فرمایا اللہ مومن کو کافر میں سے نکالتا ہے اور کافر کو نکالتا ہے مومن سے۔[۳]

اور اسے روایت کیا ہے مجمع البیان نے صادقین علیہما السّلام سے جیسا گزر چکا ہے۔[۴]

وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ

اور زمین کو مردہ ہو جانے کے بعد زندگی بخشتا ہے اور اسی طرح تم بھی نکالے جاؤ گے یعنی تم قبروں سے نکالے جاؤ گے۔

کتاب کافی میں امام کاظم علیہ السّلام سے اللہ تعالیٰ کے قول ...وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا... کے بارے میں مروی ہے کہ اللہ اسے بارش سے زندہ نہیں کرے گا بلکہ اللہ ایسے رجال (افراد) کو مبعوث کرے گا جو عدل کو حیات عطا کریں گے تو احیائے عدل کی وجہ سے زمین کو زندگی میسر آئے گی اور حدود کے قائم ہونے کی وجہ سے اگر چالیس روز تک مسلسل بارش ہوتی رہے تو یہ اس سے زیادہ زمین میں منفعت بخش ہوگا۔[۵]

(۲۰) وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ

اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمھیں مٹی سے پیدا کیا ہے۔

ثُمَّ اِذَاۤ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ

اس کے بعد تم بشر کی صورت میں پھیل گئے۔

---

(۱) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج ۲، ص ۲۱۸ (۲) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج ۲، ص ۲۱۸

(۳) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۵۴ (۴) مجمع البیان، ج ۷–۸، ص ۲۹۹ (۵) الکافی، ج ۷، ص ۱۷۴، ح ۲

وَ مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَ جَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾
وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَ اَلْوَانِكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ ﴿۲۲﴾ وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّیْلِ وَ النَّهَارِ وَ ابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ ﴿۲۳﴾
وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ یُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَیُحْیٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۴﴾

---

(۲۱) اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمھارے لیے پیدا کیے تمھارے نفوس میں سے تمھارے جوڑے کو تا کہ تم اس سے سکون حاصل کرو اور تمھارے درمیان مودت اور رحمت پیدا کر دی اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لیے نشانیاں موجود ہیں۔

(۲۲) اور اس کی نشانیوں میں سے ہے آسمانوں اور زمین کا خلق فرمانا اور تمھاری زبانوں اور رنگت کا مختلف ہونا یقیناً اس میں صاحبان علم کے لیے نشانیاں موجود ہیں۔

(۲۳) اور اس کی نشانیوں میں سے ہے تمھارا سونا رات اور دن کے وقت اور اس کے فضل (روزی) کا تلاش کرنا بے شک اس میں نشانیاں ہیں سننے والوں کے لیے۔

(۲۴) اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ تمھیں بجلی کو خوف و امید کا مرکز بنا کر دکھلاتا ہے اور وہ آسمان سے پانی برساتا ہے اور زمین کو مردہ ہو جانے کے بعد اس کے ذریعے زندگی عطا کرتا ہے بے شک اس میں صاحبانِ عقل کے لیے نشانیاں موجود ہیں۔

---

(۲۱) وَ مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمھارے لیے پیدا کیے تمھارے نفوس میں سے تمھارے جوڑے کو تا کہ تم اس سے سکون حاصل کرو۔

تا کہ تم اس کی طرف مائل اور راغب ہو جاؤ اور اس سے مانوس ہو جاؤ اس لیے کہ ہم جنس ہونا ملاپ کا سبب ہوتا ہے اور اگر اختلاف ہو تو نفرت کا باعث بنتا ہے۔

وَ جَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً اور تمھارے درمیان مودت اور رحمت پیدا کر دی۔

شادی کے ذریعے سے۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ یقیناً اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لیے نشانیاں موجود ہیں۔

وہ جانتے ہیں کہ اس حکم میں کیا کیا حکمتیں پنہاں ہیں۔

(۲۲) وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اور اس کی نشانیوں میں سے ہے آسمانوں اور زمین کا خلق فرمانا۔

وَ اخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَ اَلْوَانِكُمْ اور تمھاری زبانوں اور تمھاری رنگت کا مختلف ہونا۔

کھال کا سفید ہونا سیاہ ہونا یا اس کے درمیان میں۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ یقیناً اس میں صاحبان علم کے لیے نشانیاں موجود ہیں۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا جب امامؑ کسی شخص کو دیکھتا ہے تو اسے پہچانتا ہے اور اس کے رنگ کو پہچانتا ہے اور اگر وہ اس کی گفتگو دیوار کے پیچھے سے سنے تو بھی اسے پہچان لیتا ہے اور جان لیتا ہے کہ وہ کیا گفتگو کر رہا ہے اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے ''وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ'' فرمایا اس سے مراد علما ہیں جب بھی کوئی شخص کوئی گفتگو کرتا ہے تو وہ جان لیتا ہے کہ یہ ناجی (نجات پانے والا) ہے یا ھالک (ہلاک ہونے والا) ہے اسی وجہ سے جو جواب دینا ہوتا ہے وہ انھیں جواب دے دیتا ہے۔[1]

(۲۳) وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّیْلِ وَ النَّهَارِ وَ ابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ

اور اس کی نشانیوں میں سے ہے تمھارا سونا رات اور دن کے وقت اور اس کے فضل (روزی) کا تلاش کرنا۔

یعنی دونوں اوقات میں یعنی دن کے وقت اور رات کے وقت بدن کی استراحت کے لیے سونا اور ان دونوں اوقات میں طلب معاش کرنا یا رات کے وقت سونا اور دن کے وقت معاش طلب کرنا دونوں اوقات اور ان کے عمل کو ایک دوسرے سے عطف کے ذریعے ملا دیا ہے اس امر کی نشان دہی کرنے کے لیے کہ دن اور رات میں سے اگر کوئی کسی ایک خاص کام کے لیے مخصوص ہو تو وہ ضرورت پڑنے پر دوسرے کام کے لیے بھی موزوں ہو سکتا ہے اور اس ضمن میں آنے والی تمام آیتیں اس کی تائید کرتی ہیں۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ بے شک اس میں نشانیاں ہیں سننے والوں کے لیے۔

ایسا سننا جس میں فہم و فراست اور غور و فکر ہو اس لیے کہ اس میں جو حکمت ہے وہ ظاہر ہے۔

(۲۴) وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ تمھیں بجلی کو خوف اور امید کا مرکز بنا کر دکھلاتا ہے خوفا یعنی بجلی کی گرج اور کڑک کا خوف ہوتا اور اس کی چمک مسافر کے لیے ہوتی ہے اور طَمَعًا اس کی امید بارش کے ہونے سے وابستہ ہوتی ہے اور مقیم کے لیے سودمند ہے۔

وَّ یُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَیُحْیٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا

اور وہ آسمان سے پانی برساتا ہے اور زمین کو مردہ ہو جانے کے بعد اس کے ذریعے زندگی عطا کرتا ہے حیاتِ ارض سے مراد نباتات کو خشک ہونے کے بعد تر و تازہ کر دینا اور سبزے کا لہلہانا ہے۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ بے شک اس میں صاحبانِ عقل کے لیے نشانیاں موجود ہیں۔

وہ اپنی عقلوں کو استعمال کرتے ہیں اس کے اسباب کو تلاش کرنے کے لیے اور زمین کے وجود میں آنے کی کیفیت کے بارے میں تاکہ بنانے والے کی قدرت اور حکمت ان کے لیے ظاہر اور ہویدا ہو جائے۔

---

(۱) الکافی، ج۱، ص۴۳۸–۴۳۹، ح۳

وَ مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَ الْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ؕ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ۖۗ
مِّنَ الْاَرْضِ ۖۗ اِذَاۤ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ﴿۲۵﴾
وَ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۲۶﴾
وَ هُوَ الَّذِیْ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وَ هُوَ اَهْوَنُ عَلَیْهِ ؕ وَ لَهُ الْمَثَلُ
الْاَعْلٰی فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۲۷﴾
ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ؕ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ مِّنْ
شُرَكَآءَ فِیْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِیْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِیْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ؕ
كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾

(۲۵) اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس کے حکم سے آسمان و زمین قائم ہیں۔ پھر جب وہ تمھیں پکار کر زمین سے بلائے گا تو یکا یک تم زمین سے نکل آؤ گے۔

(۲۶) اور آسمانوں اور زمین میں بسنے والے سب اسی کے ہیں اور سب کے سب اس کے تابع فرمان ہیں۔

(۲۷) وہی تو ہے جو تخلیق کی ابتدا کرتا ہے پھر اس کا اعادہ کرے گا اور یہ اس کے لیے بے حد آسان ہے اور اسی کے لیے بلند ترین وصف ہے آسمانوں اور زمین میں اور وہ غالب اور صاحب حکمت ہے۔

(۲۸) اس نے تمھارے لیے خود تمھاری ذاتی زندگیوں سے مثال دی ہے کہ ہم نے تمھیں جو مال مہیا کیا ہے کیا تمھارے مملوک (غلام، کنیز) میں سے کوئی بھی تمھارے شراکت دار ہیں کہ تم اس ملکیت میں برابر ہو جاؤ تم ان سے ایسے ڈرنے لگو جیسے تمھیں ایک دوسرے کا خوف ہوتا ہے اسی طرح ہم دانش مندوں کے لیے آیتوں کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

(۲۵) وَ مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَ الْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ

اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس کے حکم سے آسمان و زمین قائم ہیں اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو قائم کر رکھا ہے اور ان کے قیام کا ارادہ ہے۔

ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ۖۗ مِّنَ الْاَرْضِ ۖۗ اِذَاۤ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ

پھر جب وہ تمھیں پکار کر زمین سے بلائے گا تو یکا یک تم زمین سے نکل آؤ گے۔

پھر تم اپنی قبروں سے اچانک نکل آؤ گے جب وہ تمھیں زمین سے بلائے گا ایک مرتبہ بغیر کسی توقف کے۔

(۲۶) وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ

اور آسمانوں اور زمین میں بسنے والے سب اسی کے ہیں اور سب کے سب اس کے تابعِ فرمان ہیں وہ آسمانوں اور زمینوں میں عمل کرنے کے لیے اللہ کے حکم کے تابع ہیں اس کی حکم عدولی نہیں کرتے۔

(۲۷) وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ

وہی تو ہے جو تخلیق کی ابتدا کرتا ہے پھر اس کا اعادہ کرے گا۔ ان کے ہلاک ہو جانے کے بعد۔

وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ اور یہ اس کے لیے بے حد آسان ہے۔

اس لیے کہ دوبارہ پیدا کرنا ازسرنو پیدا کرنے سے بے حد آسان ہے یہ تمھارے اندازے اور تمھارے اصول پر قیاس کرتے ہوئے بتلایا جا رہا ہے ورنہ اللہ کے لیے دونوں یکساں اور برابر ہیں۔

وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى اور اسی کے لیے بلند ترین وصف ہے۔

ایسی صفت جو عجیب الشان ہے جو کسی غیر کے پاس نہیں ہے جو اس میں اللہ کی برابری کر سکے یا اس کے قریب بھی آ سکے۔

کتاب توحید میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے اور اللہ کے لیے الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ہے کہ کوئی شے بھی اس سے مشابہت نہیں رکھتی اور نہ ہی اس کی توصیف کی جا سکتی ہے اور نہ ہی اس کی ذات کے بارے میں کسی وہم و خیال کی گنجائش ہے اسے الْمَثَلُ الْاَعْلٰى کہا جاتا ہے۔[۱]

کتاب عُیون میں امام رضا علیہ السّلام سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی (علیہ السّلام) سے فرمایا وانت الْمَثَلُ الْاَعْلٰى اے علی تم مثلِ اعلیٰ ہو۔[۲]

اور ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے اپنے آخری خطبے میں فرمایا۔ نحن کلمة التقوی و سبیل الهدی و المثل الاعلی۔

ہم کلمۂ تقویٰ، ہدایت کا راستا اور مثلِ اعلیٰ ہیں۔[۳]

زیارت جامعہ جوادیہ میں ہے۔

السّلام علی ائمة الهدی سے و ورثة الانبیاء و المثل الاعلی۔

سلام ہو ہدایت کے ائمہ پر — اور انبیا کے وارثوں پر اور مثلِ اعلیٰ پر۔[۴]

فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

آسمانوں میں اور زمین میں۔

---

(۱) التوحید، ص ۳۲۳-۳۲۴، ح ۱، باب ۵۰ (۲) عیون اخبار الرضا، ج ۲، ص ۶، ح ۱۳

(۳) الخصال، ص ۴۳۲، ح ۱۴، باب ۱۰ (۴) من لایحضرہ الفقیہ، ج ۲، ص ۳۷۰، ح ۱۶۲۵

جو کچھ ان دونوں میں ہے سب اس کے وصف کی جانب دلالت کر رہا ہے اور اس کے بارے میں بول رہا ہے۔

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

اور وہ غالب اور صاحبِ حکمت ہے۔

الْعَزِيْزُ ایسا قادر جو خلق کرنے اور اسے دوبارہ لانے سے عاجز نہیں ہے۔

الْحَكِيْمُ ایسا صاحب حکمت جو افعال کو اپنی تقاضائے حکمت کی بنیاد پر جاری کرتا ہے۔

(۲۸) ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ

اس نے تمھارے لیے خود تمھاری ذاتی زندگیوں سے مثال دی ہے۔

یعنی ذاتی زندگیوں سے حالات کو اخذ کر کے جو تمھارے لیے قریب ترین امور ہیں ان سے مثال دی ہے۔

هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ

کہ ہم نے تمھیں جو مال مہیا کیا ہے کیا تمھارے مملوک (غلام، کنیز) میں سے کوئی بھی تمھارے شراکت دار ہیں۔

فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ

کہ تم اس ملکیت میں برابر ہو جاؤ۔

کہ تم اور وہ اس ملکیت میں برابر ہو جائیں وہ اس میں اسی طرح تصرف کریں جیسے تم تصرف کرتے ہو باوجودے کہ وہ تمھاری طرح بشر ہیں لیکن یہ بات تمھارے نزدیک معیوب ہے۔

تَخَافُوْنَهُمْ

تم ان سے ایسے ڈرنے لگو۔

کہ وہ اس مال میں تصرف کر کے تم پر زیادتی نہ کریں۔

كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ

جیسے تمھیں ایک دوسرے کا خوف ہوتا ہے۔

جس طرح آزاد منش ایک دوسرے سے خوف زدہ ہوتے ہیں۔

كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ

اسی طرح ہم آیتوں کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

اس لیے کہ مثالوں کے ذریعے معانی و مفاہیم ظاہر ہوتے ہیں اور ان کی وضاحت ہو جاتی ہے۔

لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ

دانش مندوں کے لیے۔

وہ لوگ جو مثالوں کو سمجھنے کے لیے اپنی عقلوں کو استعمال کرتے ہیں۔

تفسیر قمی میں ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کی وجہ یہ تھی کہ قریش اور عرب جب حج کرتے تو تلبیّہ پڑھتے اور ان کا تلبیّہ یہ تھا **لبیک اللھم لبیک، لبیک لاشریک لک لبیک، ان الحمد و النعمۃ لک و الملک، لاشریک لک** اور یہی تلبیّہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام اور دیگر انبیائے کرام علیہم السّلام کا تھا ابلیس ان کے پاس ایک بزرگ کی شکل میں آیا اور ان سے کہا یہ تمھارے آباؤ اجداد کا تلبیّہ نہیں ہے انھوں نے دریافت کیا یہ بتاؤ کہ ان کا تلبیّہ کیا تھا؟

ابلیس نے کہا وہ یہ کہا کرتے تھے **لبیک اللھم لبیک، لاشریک لک الاشریک ھو لک** یہ بات سن کر قریش کا معاملہ گڈمڈ ہو گیا تو ابلیس نے ان سے کہا تم یہ پیغام بھیج دو یہاں تک کہ میں اپنی گفتگو مکمل کروں انھوں نے کہا وہ کیا ہے تو شیطان نے کہا، **الا شریک ھو لک تملکہ و ما یملک** کیا تم دیکھتے نہیں کہ وہ شریک اور جو کچھ اس کے پاس ہے ان سب کا مالک ہے وہ لوگ اس بات پر راضی ہو گئے اور خاص طور سے قریش نے یہ تلبیّہ پڑھنا شروع کر دیا جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول کو رسول بنا کر بھیجا تو انھوں نے ان لوگوں سے اس عمل کو ناپسند فرمایا اور کہا کہ یہ سراسر شرک ہے۔

تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی **ضرب لکم مثلا من انفسکم ھل لکم من ما ملکت ایمانکم من شرکاءَ فی ما رزقناکم فانتم فیہ سواء** یعنی کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ جو کچھ تمھاری ملکیت میں ہے کوئی اس میں تمھارا شریک ہو جائے جب تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ کوئی بھی تمھاری ملکیت میں شریک بن جائے تو پھر کیسے اس بات پر راضی ہو کہ میں جس چیز کا مالک ہوں اس میں تم کسی کو میرا شریک بنا دو۔[1]

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۵۴

بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۹﴾

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ ۙ

مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۳۱﴾ ۙ

مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۳۲﴾

---

(۲۹) بلکہ ان ظالموں نے بغیر علم کے اپنی خواہشات کا اتباع کر رکھا ہے لہٰذا اُس کی ہدایت کون کر سکتا ہے جسے اللہ گمراہی میں چھوڑ دے اور ان کے لیے کوئی مددگار نہیں ہے۔

(۳۰) تم اپنا رخ سیدھا رکھو دین حق کے لیے سب راستوں سے ہٹ کر، اللہ کی وہ فطرت جس پر اس نے انسانوں کو پیدا کیا ہے اللہ کی بنائی ہوئی ساخت بدلی نہیں جاسکتی یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے۔

(۳۱) تم سب اپنی توجہ اللہ کی طرف رکھو، اسی سے ڈرو، نماز قائم کرو اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ۔

(۳۲) جنھوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈال دیا اور وہ مختلف گروہوں میں بٹ گئے ہر گروہ جو اس کے پاس ہے اسی میں خوش ہے۔

---

(۲۹) بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ

بلکہ ان ظالموں نے بغیر علم کے اپنی خواہشات کا اتباع کر رکھا ہے۔ انھوں نے شرک کر کے ظلم کیا ہے یہ لوگ بغیر علم کے اپنی خواہشات کا اتباع کر رہے ہیں اس امر سے جاہل ہیں کوئی شے انھیں باز رکھنے والی نہیں ہے اس لیے کہ جب عالم اپنی خواہشات پر عمل پیرا ہوتا ہے تو اس کا علم اسے روکتا اور منع کرتا ہے۔

فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ

لہٰذا اس کی ہدایت کون کر سکتا ہے جسے اللہ گمراہی میں چھوڑ دے۔

وَ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ

اور ان کے لیے کوئی مددگار نہیں ہے۔

جو انھیں گمراہی سے چھڑائے اور آفات سے ان کی حفاظت کرے۔

(۳۰) فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا

تم اپنا رخ سیدھا رکھو دین حق کے لیے سب راستوں سے ہٹ کر۔

تفسیر قمی میں ہے حَنِيْفًا کے معنی ہیں طاهراً یعنی پاک و پاکیزہ۔[۱]

کہا گیا ہے وہ مثال دی گئی ہے متوجہ ہونے کے لیے دین پر استقامت کے لیے اور اس کا اہتمام کرنے کے لیے۔[۲]

کتاب کافی اور قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا اس سے مراد ولایت ہے۔[۳]

کتاب تہذیب میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا اسے حکم دیا ہے کہ وہ اپنا چہرہ قبلہ کی طرف رکھے اس میں بتوں کی پرستش کی کوئی شے نہ ہو۔[۴]

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ نماز قائم کرے اور دائیں جانب اور بائیں جانب توجہ نہ دے۔[۵]

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا اللہ کی وہ فطرت جس پر اس نے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے دریافت کیا گیا کہ **ماتلک الفطرة** وہ فطرت کیا ہے؟

امام علیہ السّلام نے فرمایا: وہ اسلام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں جس پر پیدا کیا ہے جب ان سے وحدانیت کا میثاق (عہد و پیمان) لیا تھا اور فرمایا تھا۔ **الست بربکم** کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں؟ اور ان میں مومن اور کافر دونوں تھے۔[۶]

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو فطرت پر خلق فرمایا ہے جو فطرت ان کے لیے مقرر کی گئی ہے وہ ایمان کو شریعت کے ساتھ نہیں جانتے تھے اور نہ ہی کفر کو انکار کے ساتھ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسولوں کو بھیجا جو لوگوں کو ایمان کی طرف دعوت دے رہے تھے ان میں سے وہ بھی ہیں اللہ نے جن کی ہدایت کر دی ہے اور ان میں سے وہ بھی ہیں اللہ نے جن کی ہدایت نہیں کی ہے۔[۷]

کتاب کافی اور کتاب توحید میں امام صادق علیہ السّلام سے بہت سی احادیث میں آیا ہے فرمایا:

فطرهم علی التوحید کہ اللہ نے انھیں وحدانیت پر پیدا کیا ہے۔[۸]

امام باقر علیہ السّلام نے فرمایا: **فطرهم علی المعرفة** اللہ نے انھیں معرفت پر خلق فرمایا ہے۔[۹]

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۵۴ (۲) انوار التنزیل، ج ۲، ص ۲۲۱

(۳) الکافی، ج ۱، ص ۴۱۸-۴۱۹، ح ۵ و ۳ و قمی ج ۲، ص ۱۵۴ (۴) تہذیب الاحکام، ج ۲، ص ۴۲-۴۳، ح ۱۳۳

(۵) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۵۵ (۶) الکافی، ج ۲، ص ۱۲، ح ۲ (۷) الکافی، ج ۲، ص ۴۱۶-۴۱۷، ح ۱

(۸) الکافی، ج ۲، ص ۱۳، ح ۵ والتوحید، ص ۳۲۹، ح ۴، ۵، ۶، باب ۵۳ (۹) التوحید، ص ۳۳۰، ح ۹، باب ۵۳

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا: وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ ہے یہاں تک توحید ہے۔[1]

کتاب بصائر اور کتاب توحید میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا کہ لوگوں کو توحید پر اور محمد رسول اللہ اور علی امیر المومنین پر خلق فرمایا ہے۔[2]

کتاب توحید میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا کہ میثاق کے وقت انھیں توحید پر خلق فرمایا اس معرفت کے ساتھ کہ اللہ ان کا پروردگار ہے میں نے دریافت کیا کہ کیا لوگ اللہ سے مخاطب ہوئے تو امام علیہ السّلام نے سر جھکایا پھر فرمایا اگر ایسا نہ ہوتا تو انھیں معلوم نہ ہوتا کہ ان کا رب کون ہے؟ اور ان کا رازق کون ہے؟[3]

لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ اللہ کی بنائی ہوئی ساخت بدلی نہیں جاسکتی۔

کوئی بھی اس بات پر قدرت نہیں رکھتا کہ اسے تبدیل کر دے۔

ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ یہی سیدھا دین ہے۔

ایسا سیدھا جس میں کوئی کجی نہیں ہے۔

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ لیکن اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے۔

یعنی دین کی استقامت سے ناآشنا ہیں۔

(۳۱) مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ تم سب اپنی توجہ اللہ کی طرف رکھو۔

اسی کی طرف پلٹ کر آؤ ایک کے بعد دوسری مرتبہ۔

وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ

اسی سے ڈرو، نماز قائم کرو اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ۔

(۳۲) مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ جنھوں نے اپنے میں تفرقہ ڈال دیا۔

جس کی وہ عبادت کرتے ہیں اس کے بارے میں اپنی خواہشات کے اختلاف کی بنیاد پر مختلف ہو گئے۔

وَكَانُوْا شِيَعًا اور وہ مختلف گروہوں میں بٹ گئے۔

شِيَعًا یعنی مختلف فرقوں میں بٹ گئے ہر فرقہ اپنے امام کے پیچھے چل رہا تھا جس نے اس کے دین کو گم کر دیا تھا۔

كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ہر گروہ جو اس کے پاس ہے اسی میں خوش ہے۔

وہ اس خیال میں مگن ہے اور خوش وخرم ہے کہ یہی حق ہے۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۵۵ (۲) بصائر الدرجات، ص ۹۸، ح ۷ والتوحید، ص ۳۲۹۔ ۳۳، ح ۷، باب ۵۳

(۳) التوحید، ص ۳۳۰، ح ۸، باب ۵۳

وَ اِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾

لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ؕ فَتَمَتَّعُوْا ۟ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾

اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۵﴾

وَ اِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا ؕ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ ﴿۳۶﴾

---

(۳۳) اور جب لوگوں پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ اپنے رب سے لَو لگاتے ہوئے اس سے دعا کرتے ہیں پھر جب وہ اپنی جانب سے انھیں رحمت کا ذائقہ چکھاتا ہے تو ان میں سے ایک فریق اپنے پروردگار سے شرک کرتا ہے۔

(۳۴) تاکہ جو کچھ ہم نے انھیں دیا ہے اس (نعمت) کی ناشکری کریں اچھا مزے کرلو عنقریب تمھیں پتا چل جائے گا۔

(۳۵) یا کیا ہم نے ان پر کوئی سند اتاری ہے جو ان سے اس شرک کے بارے میں ہم کلام ہے، جو وہ اللہ کے ساتھ کر رہے ہیں۔

(۳۶) اور جب ہم لوگوں کو رحمت کا ذائقہ چکھاتے ہیں تو وہ شادان و فرحاں ہو جاتے ہیں اور جب ان کے کرتوتوں کی بنا پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ ایک دم ناامید ہو جاتے ہیں۔

---

(۳۳) وَ اِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ

اور جب لوگوں پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ اپنے رب سے لو لگائے ہوئے اس سے دعا کرتے ہیں۔ اس کے غیر کو پکارنے کے بجائے اللہ کی طرف لوٹ آتے ہیں۔

ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ

پھر جب وہ اپنی جانب سے انھیں رحمت کا مزہ چکھاتا ہے تو ان میں سے ایک فریق اپنے پروردگار سے شرک کرتا ہے۔

جب ان لوگوں کو پریشانی اور سختی سے نجات ملتی ہے تو جس اللہ نے انھیں نجات دی ہے اسے اپنے ارباب کے ساتھ شریک بناتے ہیں۔

(۳۴) لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ

تا کہ جو کچھ ہم نے انھیں دیا ہے اس (نعمت) کی ناشکری کریں۔

فَتَمَتَّعُوْا ۣ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ

اچھا! مزے کرلو عنقریب تمھیں پتا چل جائے گا۔ کہ تمھارے اس عیش وعشرت کا انجام کیا ہوا۔

(۳۵) اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا

یا کیا ہم نے ان پر کوئی سند اتاری ہے؟

حُجّت، ثبوت، سند، دلیل یا وہ صاحب سلطان ہے یعنی اس کے پاس برہان ہے۔

فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ

جو ان سے اس شرک کے بارے میں ہم کلام ہے جو وہ خدا کی ذات میں شریک قرار دے رہے ہیں۔

(۳۶) وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً

اور جب ہم لوگوں کو رحمت کا ذائقہ چکھاتے ہیں۔ یعنی صحت اور رزق میں وسعت کی نعمت سے نوازتے ہیں۔

فَرِحُوْا بِهَا

تو وہ اس سے شاداں وفرحاں ہو جاتے ہیں۔

اس رحمت باری کے سبب ان میں تکبر وغرور پیدا ہو جاتا ہے وہ پھولے نہیں سماتے۔

وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ

اور اگر ان پر کوئی مصیبت آتی ہے۔

بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ

ان کی سابقہ کارگزاریوں کی بنیاد پر یعنی ان کے گناہ اور نافرمانیوں کی وجہ سے۔

اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ

تو وہ ایک دم رحمت سے ناامید ہو جاتے ہیں۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾ فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ ؕ
ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۳۸﴾
وَ مَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۟ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَ مَآ
اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ﴿۳۹﴾
اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ
شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۴۰﴾ ع

(۳۷) کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور (جس کے لیے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے بے شک اس میں مومنین کے لیے نشانیاں موجود ہیں۔

(۳۸) لہٰذا تم قرابت داروں کو ان کا حق ادا کرو اور مسکین و مسافر کو بھی اس کا حق دو یہی طریقہ بہتر ہے ان لوگوں کے لیے جو اللہ کی خوش نودی چاہتے ہیں اور ایسے لوگ یقیناً کامیاب ہیں۔

(۳۹) اور تم جو سود دیتے ہو تا کہ وہ بڑھ جائے لوگوں کے اموال میں مل کر تو وہ مال اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا اور تم جو زکوۃ دیتے ہو اور تم اس سے اللہ کی رضامندی کے طلبگار ہوتے ہو تو ایسے ہی لوگ اپنا مال کئی گنا بڑھا لیتے ہیں۔

(۴۰) اللہ وہ ہے جس نے تمھیں پیدا کیا پھر تمھیں رزق دیا پھر تمھیں موت دے گا پھر تمھیں زندہ کرے گا کیا تمھارے شریکوں میں کوئی ایسا ہے جو ان میں سے کچھ بھی کر سکے۔ یہ لوگ جو شریک ٹھہراتے ہیں اللہ اس سے پاک اور برتر ہے۔

---

(۳۷) اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور (جس کے لیے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے۔

انھیں کیا ہو گیا ہے کہ وہ خوشی اور پریشانیوں کے موقع پر مومنین کی طرح شکر ادا نہیں کرتے اور اللہ سے ثواب کی امید نہیں رکھتے۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ بے شک اس میں مومنین کے لیے نشانیاں موجود ہیں۔

جن نشانیوں کے ذریعے وہ اللہ کی کمالِ قدرت اور اس کی حکمت و تدبیر پر استدلال کرتے ہیں۔

(۳۸) فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ

لہٰذا تم قرابت داروں کو ان کا حق ادا کرو اور مسکین اور مسافر کو بھی اس کا حق دو۔

ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ

یہی طریقہ بہتر ہے ان لوگوں کے لیے جو اللہ کی خوشنودی چاہتے ہیں۔

وجہ اللہ سے مراد ہے کہ وہ اپنی بھلائی اور احسان سے خالصۃً اللہ کا قصد کر رہے ہیں۔

وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ اور وہی لوگ یقینا کامیاب ہیں۔

اس لیے کہ جو دائمی نعمتیں ان کے لیے مہیا کی گئی تھیں اسے انھوں نے حاصل کرلیا۔

تفسیر مجمع البیان میں صادقین علیہما السّلام سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ علیہا السّلام کو فدک عطا فرما دیا اور ان کے سپرد کر دیا اور سورۂ نبی اسرائیل کی آیت نمبر ۲۶ کے ذیل میں اس کے مفہوم کو بھرپور انداز میں بیان کیا جاچکا ہے۔

(۳۹) وَ مَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۟ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ

اور تم جو سود دیتے ہو کہ وہ لوگوں کے مال میں مل کر بڑھ جائے۔ اور اس مال میں مل کر اضافے کا باعث بنے پھر اس کی طرف واپس آجائے۔

فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ

وہ اللہ کے نزدیک اضافے کا باعث نہیں ہوتا یعنی اللہ کے پاس سے اس کا کوئی ثواب نہیں دیا جائے گا۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ ربا (سود) دو طرح کا ہوتا ہے ایک ربا وہ ہے جسے کھایا جاسکتا ہے اور دوسرا ربا وہ ہے جسے کھایا نہیں جاسکتا جس ربا کو تم کھا سکتے ہو وہ تمھارا ہدیہ ہے کسی شخص کے لیے تاکہ تم اس سے ثواب طلب کرو جو اس ہدیہ سے افضل ہو تو یہ وہ ربا (سود) ہے جسے کھایا جاسکتا ہے اور وہ اللہ کا قول ہے: وَ مَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۟ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ...

اور جسے کھایا نہیں جاسکتا تو وہ رَبا ایسا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اور اس پر جہنم کی وعید دی ہے۔[1]

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ربا دو طرح کا ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک ربا حلال ہے اور دوسرا حرام ہے حلال ربا یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے برادرِ ایمانی کو قرضِ حسنہ اس لالچ میں دے کہ یہ مال بڑھ جائے اور وہ اس کے بدلے میں جتنا لیا ہے اس سے زیادہ واپس کرے گا لیکن ان کے درمیان کسی قسم کی شرط نہ ہو پس اگر وہ اس شخص کو اس سے زیادہ دے دے جتنا اس نے لیا تھا بغیر کسی سابقہ شرط کے تو یہ مباح ہے اور ایسے قرض کا اللہ کے ہاں سے کوئی ثواب نہیں ملے گا اور وہ اللہ کا قول ہے فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ اور جہاں تک حرام ربا کا تعلق ہے تو کوئی شخص کسی کو قرض دے اور شرط عائد کر دے کہ میں نے جتنا دیا ہے اس سے زیادہ

(۱) الکافی، ج ۵، ص ۱۴۵، ح ۶

واپس لوں گا تو یہ سود حرام ہے۔[۱]

تفسیر مجمع البیان میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ کوئی کسی کو عطیہ دے یا ہدیہ کسی کی خدمت میں پیش کرے تا کہ اسے اس سے زیادہ ثواب حاصل ہو جائے تو ایسے ہدیہ یا عطیہ کا نہ کوئی اجر ہے اور نہ ہی کوئی گناہ ہے۔[۲]

وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ

اور تم جو زکوۃ دیتے ہو اور تم اس سے اللہ کی رضامندی کے طلبگار ہوتے ہو۔

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ تو ایسے ہی لوگ اپنا مال کئی گنا بڑھا لیتے ہیں۔

آخرت میں ثواب میں اضافہ کرتے ہیں اور دنیا میں مال میں اضافہ ہوتا ہے۔

تفسیر قمی میں ہے تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ سے مراد ہے کہ تم نے جو اپنے برادرانِ ایمانی پر احسان کیا ہے اور انھیں مال میں اضافے کے لیے قرض نہیں دیا ہے۔[۳]

امام صادق علیہ السّلام نے فرمایا ہے کہ جنت کے دروازے پر لکھا ہوا ہے کہ قرض کا ثواب اٹھارہ ہوگا اور صدقہ کا دس۔[۴]

تفسیر مجمع البیان میں امیر المومنین علیہ السّلام سے مروی ہے۔

فرض اللہ الصلاۃ تنزیھا عن الکبر و الزکاۃ تسبیبًا للرزق۔

اللہ نے نماز کو اس لیے فرض کیا ہے کہ تکبر سے پاک کیا جائے اور زکوۃ دینا رزق میں اضافے کا سبب بنتا ہے۔[۵]

کتاب فقیہ میں حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے اس سے ملتی جلتی روایت ہے۔[۶]

(۴۰) اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ

اللہ وہ ہے جس نے تمھیں پیدا کیا پھر تمھیں رزق دیا پھر تمھیں موت دے گا پھر تمھیں زندہ کرے گا۔

هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ

کیا تمھارے شریکوں میں سے کوئی ایسا ہے جو ان میں سے کچھ بھی کر سکے۔

سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ یہ لوگ جو شریک ٹھہراتے ہیں اللہ اس سے پاک اور برتر ہے۔

کتاب مصباح الشریعہ میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حریص محروم ہوتا ہے اور اپنی محرومی کے ساتھ وہ قابل مذمت بھی ہے خواہ وہ کسی چیز میں ہو اور بھلا وہ کیسے نہ محروم ہو جب کہ وہ اللہ کے عہد و پیمان سے بھاگ گیا اور اس نے اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس قول کی مخالفت کی ہے۔ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ اللہ وہ ہے جس نے تمھیں پیدا کیا ہے پھر تمھیں رزق دیا ہے۔[۷]

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۵۹ (۲) مجمع البیان، ج ۷-۸، ص ۳۰۶ (۳) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۵۹

(۴) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۵۹ (۵) مجمع البیان، ج ۷-۸، ص ۳۰۶ (۶) من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۳، ص ۲، ۳، ح ۱۷۵۴

(۷) مصباح الشریعہ، ص ۱۱۷

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۴۱﴾

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ ﴿۴۲﴾

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ يَوْمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ ﴿۴۳﴾

مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ﴿۴۴﴾

---

(۴۱) خشکی اور تری میں فساد ظاہر ہو گیا ان برائیوں کے سبب جو لوگوں نے خود مول لی ہیں تا کہ اللہ انھیں ان کے بعض اعمال کا مزہ چکھائے ہوسکتا ہے کہ وہ باز آ جائیں۔

(۴۲) آپ فرما دیجیے کہ تم زمین میں سیر کر کے دیکھو کہ تم سے پہلے والوں کا انجام کیا ہوا جن کی اکثریت مشرک تھی۔

(۴۳) تم اپنا رخ دین قیم (محکم) کی طرف کیے رہو قبل اس کے کہ وہ دن آ جائے جو اللہ کی طرف سے ٹلنے والا نہیں اس دن سب لوگ متفرق ہو جائیں گے۔

(۴۴) جو بھی کفر اختیار کرے گا اس کفر کا ذمے دار وہ خود ہوگا اور جو نیک عمل انجام دے گا تو یہ خود اپنے لیے تیاری کر رہے ہیں۔

---

(۴۱) ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ

خشکی اور تری میں فساد ظاہر ہو گیا ان برائیوں کے سبب جو لوگوں نے خود مول لی ہیں۔

تفسیر قمی میں ہے فرمایا خشکی میں زندگی فاسد ہو جاتی ہے اگر بارش نہ ہو اور اسی طرح اس وجہ سے سمندر کے جانور ہلاک ہو جاتے ہیں امام صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ سمندری جانوروں کی حیات کا انحصار بارش پر ہے جب بارش رک جاتی ہے تو خشکی اور سمندر میں فساد ظاہر ہونے لگتا ہے اور ایسا اس وقت ہوتا ہے جب گناہ اور نافرمانیاں کثرت کے ساتھ ہونے لگیں۔[۱]

کتاب کافی اور تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے خدا کی قسم فساد اس وقت ظاہر ہوا جب انصار

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۶۰

نے کہا ہم میں سے امیر ہو اور تم میں سے امیر ہو۔[1]

لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا تا کہ اللہ انھیں ان کے بعض اعمال کا مزہ چکھائے۔

یعنی بعض اعمال کی جزا دے دے اس لیے کہ مکمل جزا تو آخرت میں ملے گی۔

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ہوسکتا ہے کہ وہ باز آجائیں۔

اُس سے جس بات پر وہ قائم ہیں۔

(۴۲) قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلُ

آپ فرما دیجیے کہ تم زمین میں سیر کر کے دیکھو کہ تم سے پہلے والوں کا انجام کیا ہوا۔ تا کہ تم اس کے مصداق کا خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرلو۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا کہ اس سے مراد لیا ہے کہ تم قرآن میں غور کرو تمھیں پتا چل جائے گا کہ تم سے پہلے والوں کا انجام کیا ہوا اور قرآن نے اس بارے میں تمھیں جو کچھ خبر دی ہے۔[2]

كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُشْرِكِينَ جن کی اکثریت مشرک تھی۔

ان کا برا انجام یہ ہوا کہ ان میں شرک پھیل گیا۔

(۴۳) فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا مَرَدَّ لَهُ مِنَ اللَّهِ

تم اپنا رخ دین قیم (محکم) کی طرف کیے رہو قبل اس کے کہ وہ دن آجائے جو اللہ کی طرف سے ٹلنے والا نہیں۔

لِلدِّينِ الْقَيِّمِ۔ مستحکم دین کی طرف۔

لَا مَرَدَّ لَهُ۔ جس کا آنا یقینی اور حتمی ہے۔

يَوْمَئِذٍ يَتَصَدَّعُونَ اس دن سب لوگ متفرق ہو جائیں گے۔

ایک فریق جنت میں ہوگا اور ایک فریقِ جہنم میں جائے گا۔

(۴۴) مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ جو بھی کفر اختیار کرے گا تو اس کفر کا ذمے دار وہ خود ہوگا۔

یعنی اس کفر کا وبال خود اُس پر ہوگا اور وہ ابدی جہنم ہے۔

وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِأَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُونَ اور جو نیک عمل انجام دے گا تو یہ خود اپنے لیے تیاری کر رہے ہیں۔

وہ اپنی منزلوں کو جنت میں درست کر رہے ہیں۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ عمل صالح جنتی کو جنت کی طرف کھینچ کر لے جائے گا اور وہ تمھارے لیے اسی طرح تیاری کرے گا جیسے تم میں سے کسی کا خادم اس کا بستر بچھاتا ہے۔[3]

---

(۱) الکافی، ج۸، ص۵۸، ح۱۹ وتفسیر قمی، ج۲، ص۱۶۰ (۲) الکافی، ج۸، ص۲۴۸–۲۴۹، ح۳۴۹

(۳) مجمع البیان، ج۷–۸، ص۳۰۷

لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۵﴾

وَ مِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّ لِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۴۶﴾

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ؕ وَ كَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾

---

(۴۵) تاکہ اللہ صاحبان ایمان اور اعمال صالحہ بجا لانے والوں کو اپنے فضل سے جزا دے بے شک وہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔

(۴۶) اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ ہواؤں کو بھیجتا ہے خوش خبری دینے والی بنا کر اور اس لیے کہ وہ تمھیں اپنی رحمت کا مزہ چکھا دے اور اس لیے کہ کشتیاں اس کے حکم سے چلیں اور اس لیے کہ تم اللہ کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر ادا کر سکو۔

(۴۷) اور بے شک ہم نے آپ سے پہلے بھیجے ہیں بہت سے پیغمبر ان کی قوم کی طرف اور وہ ان کے پاس معجزات لے کر آئے سو ہم نے مجرمین سے انتقام لے لیا اور مومنین کی نصرت ہماری ذمے داری تھی۔

---

(۴۵) لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِهٖ

تاکہ اللہ صاحبان ایمان اور اعمالِ صالحہ بجا لانے والوں کو اپنے فضل سے جزا دے۔

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ

بے شک وہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔

ان کی جزا کے بارے میں اشارے سے ذکر کرنے کو کافی سمجھا۔

(۴۶) وَ مِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ

اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ ہواؤں کو بھیجتا ہے خوش خبری دینے والی بنا کر۔

الرِّيَاحَ سے مراد ہے رحمت کی ہوائیں۔

مُبَشِّرٰتٍ جو بارش کی خوش خبری لے کر آتی ہیں۔

وَّ لِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ اور اس لیے کہ وہ تمھیں اپنی رحمت کا مزہ چکھا دے۔

وہ منفعتیں جو اس ہوا کے چلنے سے میسر آئیں گی۔

وَ لِتَجْرِیَ الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ

اور اس لیے کہ کشتیاں اس کے حکم سے چلیں۔

وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ

اور اس لیے کہ تم اللہ کا فضل تلاش کرو۔

یعنی سمندری سفر اختیار کرو تجارت کی غرض سے۔

وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ

اور تا کہ تم شکر ادا کر سکو۔

اور اس میں تمھیں جو اللہ کی نعمتیں میسر آتی ہیں ان کا شکر ادا کرو۔

(۴۷) وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ

اور بے شک ہم نے آپ سے پہلے بھیجے ہیں بہت سے پیغمبر ان کی قوم کی طرف۔

فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ

اور وہ ان کے پاس معجزات لے کر آئے۔

فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا

سو ہم نے مجرمین سے انتقام لے لیا۔ ہم نے انھیں تباہ و برباد کر دیا۔

وَ كَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ اور مومنین کی نصرت ہماری ذمے داری تھی۔

اس آیت میں اشارہ ہے کہ مجرمین کے لیے انتقام ہے اور مومنین کے لیے کرامت اور فضیلت کا اظہار ہے اس لیے کہ وہ اللہ کے نزدیک اس بات کے حق دار بن گئے کہ اللہ ان کی نصرت کرے۔

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ اگر کوئی مسلمان شخص اپنے بھائی کی عزت و آبرو کو واپس لوٹا دیتا ہے تو اللہ پر اس کا یہ حق ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص سے آتش جہنم کو دور کر دے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: وَ كَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔[1]

کتاب فقیہ میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ فرمایا کہ مومن کے لیے اللہ کی جانب سے یہی نصرت کافی ہے کہ وہ دیکھ رہا ہے کہ اس کا دشمن اللہ کی معصیت پر عمل پیرا ہے۔[2]

(۱) مجمع البیان، ج ۷–۸، ص ۳۰۹ (۲) من لایحضرہ الفقیہ، ج ۴، ص ۲۸۴، ح ۸۴۷

اَللّٰهُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَیَبْسُطُهٗ فِی السَّمَآءِ كَیْفَ یَشَآءُ وَ یَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَاۤ اَصَابَ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اِذَا هُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ ۚ﴿۴۸﴾

وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ یُّنَزَّلَ عَلَیْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِیْنَ ﴿۴۹﴾

فَانْظُرْ اِلٰۤى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَیْفَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْیِ الْمَوْتٰى ۚ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۵۰﴾

وَ لَىِٕنْ اَرْسَلْنَا رِیْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ یَكْفُرُوْنَ ﴿۵۱﴾

فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَ لَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ ﴿۵۲﴾

---

(۴۸) اللہ وہ ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے وہ بادلوں کو اڑاتی ہیں پھر وہ ان بادلوں کو جس طرح چاہتا ہے آسمان میں پھیلا دیتا ہے پھر اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے تو پھر اس کے درمیان سے تم بڑی بڑی بوندوں کو نکلتے ہوئے دیکھتے ہو پھر وہ پانی اپنے بندوں میں سے جن تک پہنچانا چاہتا ہے پہنچا دیتا ہے تو وہ مسرور و شادمان ہو جاتے ہیں۔

(۴۹) اگرچہ اس بارش کے برسنے سے پہلے وہ ناامید ہو رہے تھے۔

(۵۰) ذرا غور کرو اللہ کی رحمت کے اثرات پر کہ اس نے کس طرح زمین کو مردہ ہو جانے کے بعد زندہ کر دیا بے شک وہ ضرور مردوں کو زندہ کرے گا اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

(۵۱) اور اگر ہم ایسی ہوا چلاتے جس سے وہ اپنی کھیتی کو زرد دیکھتے تو وہ اس کے بعد کفر اختیار کر لیتے۔

(۵۲) اے پیغمبر آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ ہی آپ بہروں کو آواز سنا سکتے ہیں جب وہ پیٹھ پھیر کر چل دیں۔

---

(۴۸) اَللّٰهُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا

اللہ وہ ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے وہ بادلوں کو اڑاتی ہیں۔

تفسیر قمی میں ہے تثیر کے معنی میں ترفع وہ بادلوں کو بلند کر دیتا ہے۔[1]

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۶۰

فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ

پھر وہ ان بادلوں کو جس طرح چاہتا ہے آسمان میں پھیلا دیتا ہے۔

چلتا ہوا اور ٹھہرا ہوا تہہ بہ تہہ اور بغیر کسی تہہ کے ایک طرف موجود اور دوسری طرف غیر موجود وغیرہ وغیرہ۔

وَ يَجْعَلُهٗ كِسَفًا

کہا گیا ہے کہ کسفا کے معنی میں قطعا ٹکڑے ٹکڑے یعنی کبھی تو اللہ بادلوں کو پھیلا دیتا ہے اور کبھی اسے ٹکڑوں کی شکل میں بنا دیتا ہے۔[1]

تفسیر قمی میں ہے کہ بعض کو بعض پر رکھ دیتا ہے۔[2]

فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ

تو پھر تم اس کے درمیان سے بڑی بڑی بوندوں کو نکلتے ہوئے دیکھتے ہو۔

فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ

پھر وہ پانی اپنے بندوں میں سے جن تک پہنچانا چاہتا ہے پہنچا دیتا ہے۔

یعنی ان کے شہروں اور ان کی زمینوں تک پہنچا دیتا ہے۔

اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ

تو وہ مسرور و شادماں ہو جاتے ہیں۔

ہریالی اور سبزے کی وجہ سے۔

(۴۹) وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ

اور اگرچہ اس بارش کے برسنے سے پہلے وہ ناامید ہو رہے تھے۔

مِّنْ قَبْلِهٖ کا لفظ تاکید کے لیے لایا گیا ہے۔

(۵۰) فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا

ذرا غور کرو اللہ کی رحمت کے اثرات پر کہ اس نے کس طرح زمین کو مردہ ہو جانے کے بعد زندہ کر دیا۔

بارش کے اثرات نباتات، درختوں اور طرح طرح کے پھلوں کی صورت میں ظاہر ہوئے۔

اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى

بے شک وہ ضرور مردوں کو زندہ کرے گا۔

یعنی وہ ہستی جو زمین کو مردہ ہو جانے کے بعد زندہ کرنے پر قدرت رکھتی ہے وہ یقینا مردوں کو زندہ کرے گی۔

وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل، ج ۲، ص ۲۲۴ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۶۰

(۵۱) وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا

اور اگر ہم ایسی ہوا چلاتے جس سے وہ اپنی کھیتی کو زرد دیکھتے۔

کہا گیا ہے کہ وہ اس کا اثر دیکھتے اور کھیتی باڑی کو زرد پاتے اس لیے کہ یہی مدلول ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔[۱]

اور کہا گیا ہے کہ وہ بادل کو زرد دیکھتے اس لیے اگر بادل زرد ہو تو برستا نہیں ہے۔[۱]

لَظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ

تو وہ اس کے بعد کفر اختیار کر لیتے۔

کہا گیا ہے کہ یہ آیتیں کفار کے لیے خبر غم ہیں کیوں کہ ان میں ثبات قدم کی کمی ہے وہ غور و فکر سے عاری ہیں، بہت جلد متزلزل ہو جاتے ہیں ان میں معاملہ فہمی نہیں ہے، ان کی رائے برائی کا پیش خیمہ ہے۔ اس لیے کہ درست نظر کا تقاضا ہے کہ وہ اللہ پر توکل کریں اور جب بارش کے قطرات رک جائیں تو وہ مغفرت طلب کر کے اللہ کی پناہ تلاش کریں اور کبھی بھی اس کی رحمت سے مایوس نہ ہوں اور جب اس کی رحمت ان تک پہنچے تو شکر اور مسلسل اطاعت کے ذریعے اللہ کی طرف تیزی سے بڑھیں جب خوش خبری ہو تو کوتاہی نہ کریں اور یہ کہ جب ان کی زراعتیں پیلی پڑ جائیں تو اس امتحان پر صبر کریں اور اس کی نعمتوں کا انکار نہ کریں۔[۳]

(۵۲) فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى

اے پیغمبرؐ آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے۔

اور یہ ان کی مثال بیان کی گئی ہے جب انھوں نے حق سے اپنے حواس خمسہ کو روک دیا تھا۔

وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ

اور آپ بہروں کو نہیں سنا سکتے جب وہ پیٹھ پھیر کر چل دیں۔

کہا گیا ہے کہ حکم کو مقید کر دیا ہے تا کہ اس کے محال ہونے میں شدت ہو جائے اس لیے کہ آنے والا بہرہ اگر بات کو سن نہیں سکتا پھر بھی حرکات کے وسیلے سے کچھ سمجھ تو سکتا ہے۔[۴]

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل، ج ۲، ص ۲۲۴
(۲) بیضاوی انوار التنزیل، ج ۲، ص ۲۲۴
(۳) بیضاوی انوار التنزیل، ج ۲، ص ۲۲۴
(۴) بیضاوی انوار التنزیل، ج ۲، ص ۲۲۴

وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۵۳﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ﴿۵۴﴾

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ؕ كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ ﴿۵۵﴾

وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ ۚ فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۶﴾

(۵۳) اور نہ ہی آپ اندھوں کو گم راہی سے نکال کر راہ راست پر لگا سکتے ہیں۔ آپ تو انھیں کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور وہی مسلمان ہیں۔

(۵۴) اللہ وہ ہے جس نے تمھیں ابتدا میں کمزور بنایا پھر تمھیں ناتوانی کے بعد توانائی عطا کی پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دیا وہ جو چاہتا ہے خلق فرماتا ہے اور وہ سب سے زیادہ جاننے والا اور صاحب قدرت ہے۔

(۵۵) اور جس دن قیامت کی گھڑی آجائے گی مجرم لوگ قسم کھائیں گے کہ وہ ایک گھنٹے سے زیادہ عرصہ نہیں رہے اسی طرح وہ (دنیا میں) حق سے پھرے رہتے تھے۔

(۵۶) اور جنھیں علم اور ایمان دیا گیا ہے وہ کہیں گے کہ تم لوگ نوشتۂ خدا میں دوبارہ زندگی تک اس عالم میں رہے یہ تو دوبارہ زندگی کا دن ہے لیکن تم اسے درست جانتے ہی نہیں۔

(۵۳) وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ

اور نہ ہی آپ اندھوں کو گمراہی سے نکال کر راہِ راست پر لا سکتے ہیں۔

اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا آپ تو انھیں سنا سکتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں اس لیے کہ مومن وہ ہے جو لفظ کو سنتا ہے اور معانی میں غور و فکر کرتا ہے۔

فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ اور وہی درحقیقت مسلمان ہیں۔

آپ جو حکم دیتے ہیں وہ اسے تسلیم کرتے ہیں۔

(۵۴) اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ اللہ وہ ہے جس نے تمھیں ابتدا میں کمزور بنایا۔

یعنی کمزوری سے تمھاری ابتدا کی یا تمھیں ایک ایسی اصل سے پیدا کیا جو کمزور ہے اور وہ نطفہ ہے۔

ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً پھر تمھیں ناتوانی کے بعد توانائی عطا کی۔

اور وہ ہے تمھارا جوانی کو پہنچنا۔

ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّ شَیْبَةً پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دیا۔

جب تم عمر رسیدہ ہو گئے۔

یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ وہ جو چاہتا ہے خلق فرماتا ہے۔

کمزوری۔ طاقت، بڑھاپا اور جوانی۔

وَ هُوَ الْعَلِیْمُ الْقَدِیْرُ اور وہ سب سے زیادہ جاننے والا اور صاحبِ قدرت ہے۔

(۵۵) وَ یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اور جس دن قیامت کی گھڑی آ جائے گی۔

السَّاعَةُ۔ قیامت کا بہت مشہور نام ہے۔

یُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ مَا لَبِثُوْا غَیْرَ سَاعَةٍ مجرم لوگ قسم کھائیں گے کہ وہ ایک گھنٹے سے زیادہ عرصہ نہیں رہے دنیا میں یا قبروں میں یعنی انھوں نے اپنے مدت قیام کو بہت کم پایا۔

كَذٰلِكَ كَانُوْا یُؤْفَكُوْنَ اسی طرح وہ (دنیا میں) حق سے پھرے رہتے تھے۔

صدق سے برگشتہ ہونے کی یہ مثال ہے کہ وہ دنیا میں بھی حق سے اسی طرح پھرے رہتے تھے۔

(۵۶) وَ قَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَ الْاِیْمَانَ اور جنھیں علم اور ایمان دیا گیا وہ کہیں گے۔

کتاب کافی اور عیون میں امام رضا علیہ السّلام سے ایک حدیث مروی ہے جس میں امامت اور امام کا وصف بیان کیا ہے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر جو فرض قرار دیا تھا امامت کو علیؑ کے سپرد کر دیا پھر یہ امامت ان کی ذریت میں ان اصفیا کے پاس رہی جنھیں اللہ تعالیٰ نے علم اور ایمان عطا فرمایا تھا جیسا کہ فرمایا ہے ...الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَ الْاِیْمَانَ... الایۃ۔[۱]

لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى یَوْمِ الْبَعْثِ کہ تم لوگ نوشتۂ خدا میں دوبارہ زندگی تک اس عالم میں رہے۔

فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ اللہ کے علم میں اور اس کے فیصلے میں اور جو تمھارے لیے لازم قرار دیا ہے اور اسے لکھ دیا ہے۔ وہ دوبارہ زندگی تک تھا جس کا تم نے انکار کر دیا۔

فَهٰذَا یَوْمُ الْبَعْثِ وَ لٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

یہ ہے دوبارہ زندہ کیے جانے کا دن لیکن تم اسے درست جانتے ہی نہیں تمھاری نظر کوتاہ ہے اس لیے تمھیں نظر نہیں آ رہا ہے یہی حق ہے کہ یہ بعثت کا دن ہے تمھارے انکار کا باطل ہونا واضح ہو گیا ہے۔

---

(۱) الکافی، ج۱، ص۱۹۹۔۲۰۰، ح۱ وعیون اخبار الرضا، ص۲۱۸، ح۱، باب ۲۰

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَ لَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۵۷﴾
وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ
لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ﴿۵۸﴾
كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۹﴾
فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ لَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع

(۵۷) اس دن نہ تو ظالموں کو کوئی معذرت فائدہ پہنچائے گی اور نہ ہی انھیں تلافی کا موقع دیا جائے گا۔
(۵۸) اور ہم نے انسانوں کے لیے اس قرآن میں ہر طرح کی مثال بیان کر دی ہے اور اے نبی اگر آپ ان کے پاس کوئی بھی معجزہ لے کر آئیں تو کافر یہی کہیں گے کہ تم تو باطل پر ہو۔
(۵۹) اللہ اسی طرح ان لوگوں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے جو علم نہیں رکھتے۔
(۶۰) تو آپ صبر و تحمل سے کام لیجیے یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے اور آپ کو وہ لوگ ہرگز ہلکا نہ پائیں گے جو یقین نہیں رکھتے۔

(۵۷) فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ
اس دن نہ تو ظالموں کو کوئی معذرت فائدہ پہنچائے گی۔
وَ لَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ
اور نہ ہی انھیں تلافی کا موقع دیا جائے گا۔
انھیں اس طرف نہیں بلایا جائے گا جو ان کے اعتاب (قابل ملامت عمل) کا تقاضا ہے تاکہ وہ اپنی ملالت کو توبہ سے زائل کر دیں اور اطاعت سے اسے ختم کر دیں جس طرح انھیں دنیا میں اس طرف بلایا جاتا تھا یہ ان کے قول کی مثال ہے استعتبنی فلان فاعتبته فلاں شخص نے مجھ سے راضی نامہ کیا تو میں نے اس کو راضی کر دیا۔

(۵۸) وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ
اور بے شک ہم نے انسانوں کے لیے اس قرآن میں ہر طرح کی مثال بیان کر دی ہے۔
وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ
اور اے نبی اگر آپ ان کے پاس کوئی بھی معجزہ لے کر آئیں تو کافر یہی کہیں گے کہ تم تو باطل پر ہو۔
وہ یہ اپنی دشمنی کی زیادتی اور دلوں کی سختی کی بنیاد پر کہیں گے۔

اِنۡ اَنۡتُمۡ سے مراد رسول اور مومنین ہیں۔

مُبۡطِلُوۡنَ جھوٹ کو آراستہ کرنے والے۔

(۵۹) كَذٰلِكَ يَطۡبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوۡبِ الَّذِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ

اللہ اسی طرح ان لوگوں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے جو علم نہیں رکھتے۔

(۶۰) فَاصۡبِرۡ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ

اے نبیؐ آپ صبر وتحمل سے کام لیجیے اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ آپ ان کی اذیت رسانی پر صبر کریں اللہ نے آپ سے نصرت کا اور آپ کے لائے ہوئے دین کو تمام ادیان پر غالب کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ یہ وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔

وَّلَا يَسۡتَخِفَّنَّكَ الَّذِيۡنَ لَا يُوۡقِنُوۡنَ

اور آپ کو وہ لوگ ہرگز ہلکا نہ پائیں گے جو یقین نہیں رکھتے۔

یعنی ان کی تکذیب (جھٹلانا) اور ایذا رسانی آپ کو سُبک (ہلکا) اور مضطرب نہ کرے اس لیے کہ وہ لوگ شک کرنے والے گمراہ ہیں یہ بات ان سے کوئی عجیب نہیں ہے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ آپ کو یہ بات غضب ناک نہ کرے۔[۱]

اس سورے کے پڑھنے کا جو ثواب ہے اسے پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۶۰

سورۃ لقمان

ابن عباس سے روایت ہے کہ سورۃ لقمان مکہ مکرمہ میں نازل ہوا یہ مکی سورہ ہے البتہ تین آیتیں مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہیں وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ آیت نمبر ۲۷ سے آخر تک اور اس سورے میں آیتوں کی تعداد ۳۴ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ﴿۱﴾

تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾

هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳﴾

الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾

اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵﴾

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۶﴾

اللّٰہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت مشفق ہے

(۱) الف۔ لا۔ میم۔

(۲) یہ باحکمت کتاب کی آیتیں ہیں۔

(۳) نیکوکار لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

(۴) جو لوگ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور آخرت پر مکمل یقین رکھتے ہیں۔

(۵) یہی لوگ اپنے رب کی جانب سے ہدایت یافتہ اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

(۶) اور انسانوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو مہمل باتیں خریدتا ہے تاکہ لوگوں کو اللّٰہ کے راستے سے بے سمجھے بوجھے بھٹکا دے اور اس کا مذاق بنالے ایسے ہی لوگوں کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔

---

(۱) الٓمّٓ

الف۔ لام۔ میم۔

(۲) تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ

یہ باحکمت کتاب کی آیتیں ہیں۔

کتاب حکمتوں سے پُر ہے یا اس کی آیات محکم ہیں۔

(۳) هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ

نیکوکار لوگوں کے لیے، ہدایت اور رحمت ہے۔

(۴) الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ

جو لوگ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں آخرت پر مکمل یقین رکھتے ہیں۔

ان کے احسان کا بیان ہے یا احسان کے تین شعبے یعنی نماز قائم کرنے زکوۃ دینے اور آخرت پر یقین کرنے کا خصوصی ذکر ہے ان کی فضیلت کے سبب ان کا شمار کیا ہے۔

(۵) اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

یہی لوگ اپنے رب کی جانب سے ہدایت یافتہ اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

اس لیے کہ یہ صحیح عقیدے اور عمل صالح پر اکٹھے ہو گئے ہیں۔

(۶) وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ

اور انسانوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو مہمل باتیں خریدتا ہے۔

ایسی باتیں جن سے کھیلا جائے یعنی وہ باتیں جو بے بنیاد ہوں جیسے وہ داستانیں جن کا کوئی اعتبار نہ ہو اور مضحکہ خیز باتیں اور فضول کلام (بکواس)

تفسیر قمی میں ہے فرمایا کہ لَهْوَ الْحَدِيْثِ سے مراد گانا بجانا ہے اور شراب پینا ہے اور تمام غافل کر دینے والے کھیل کود ہیں[۱] اور مکمل حدیث عن قریب بیان ہوگی۔

لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

تا کہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے بھٹکا دے تفسیر قمی میں ہے فرمایا کہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے ہٹا دیتا ہے۔[۲]

بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ بغیر علم وہ بے سمجھے بوجھے خریدتا ہے۔

وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ اور اس کا مذاق بنالے۔ اور سبیل خداوندی کا مذاق اڑاتا ہے۔

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ

ایسے لوگوں کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔

اس لیے کہ انھوں نے حق کی اہانت کی ہے باطل کو اس پر ترجیح دے کر۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۶۱ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۶۱

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْۤ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۷

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ۝۸ۙ

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۹

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَ اَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِىَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَ بَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۝۱۰

هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِىْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝۱۱ع

---

(۷) اور اسے جب ہماری آیات سنائی جاتی ہیں تو وہ اکڑ کر منہ پھیر لیتا ہے گویا کہ اس نے انھیں سنا ہی نہیں گویا کہ اس کے دونوں کان بہرے ہیں تو اسے دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیں۔

(۸) بہ تحقیق جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجالائے ان کے لیے نعمت بھری جنتیں ہیں۔

(۹) وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے اور وہ غالب اور صاحبِ حکمت ہے۔

(۱۰) اس نے آسمانوں کو بغیر ستون کے بنایا ہے جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو اور اس نے زمین میں پہاڑ جما دیے کہ وہ تمھیں لے کر جھک نہ جائے اور اس میں ہر طرح کے جانور پھیلا دیے اور ہم نے آسمان سے پانی نازل کیا اور زمین میں ہر طرح کی نفیس چیزیں اگا دیں۔

(۱۱) یہ اللہ کی تخلیق ہے اب ذرا مجھے دکھاؤ کہ خدا کے سوا جو لوگ ہیں انھوں نے کیا پیدا کیا بلکہ ظالم لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔

---

(۷) وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا

اور اسے جب ہماری آیات سنائی جاتی ہیں تو وہ اکڑ کر منہ پھیر لیتا ہے۔

مُسْتَكْبِرًا تکبر سے منہ پھیر لیتا ہے اس کی طرف توجہ بھی نہیں دیتا۔

كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا گویا کہ اس نے ان آیتوں کو سنا ہی نہیں۔

كَاَنَّ فِيْۤ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ گویا کہ اس کے دونوں کان بہرے ہیں۔

یعنی ان میں گرانی ہے اور وہ سننے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ

تو اسے دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیں یعنی اسے عذاب سے آگاہ کر دیں اور لفظ بشارت سے ذکر کرنا ان کا مذاق اڑانے کی غرض سے ہے۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ وہ نضر بن حارث بن علقمہ بن کلدہ تھا جس کا تعلق بنی عبدالدار بن قصی سے تھا اور نضر لوگوں کی داستانیں اور ان کے اشعار سنایا کرتا تھا۔ اللّٰہ تعالیٰ فرما رہا ہے:

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا... ۔[1]

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد حق کے بارے میں طعن و تشنیع کرنا تھا اور اس کا مذاق اڑانا تھا اور جو باتیں ابوجہل اور اس کے ساتھی لے کر آئے تھے جب اس نے کہا اے قریش کے لوگو! کیا میں تمھیں وہ زقوم (تھوہڑ، کڑوا درخت) کھلاؤں تمھارے صاحب (محمد) جس سے تمھیں ڈرا رہے ہیں پھر مکھن اور کھجور بیچ کر یہ کہتا کہ یہی وہ زقوم جس سے تمھیں ڈرایا جا رہا ہے امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ غنا (گانا) کا تعلق بھی اسی سے ہے۔[2]

کتاب معانی اور کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے۔ فرمایا کہ ''لَهْوَ الْحَدِيْثِ ''میں غنا (گانا) بھی شامل ہے۔[3]

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ غنا وہ ہے اللّٰہ نے جس پر عذاب جہنم کا وعدہ کیا ہے اور آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔[4]

امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے گانے بجانے والی عورتوں کی کمائی کے بارے میں سوال کیا گیا تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ وہ گانے والیاں جہاں مرد جاتے ہوں وہ کمائی حرام ہے اور جن گانے والیوں کو شادی بیاہ میں مدعو کیا جاتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں اور وہ اللّٰہ تعالیٰ کا قول ہے ومن الناس الایۃ۔[5]

(۸) اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ

بہ تحقیق جو لوگ ایمان لائے اور اعمالِ صالحہ بجا لائے ان کے لیے نعمت بھری جنتیں ہیں۔ یعنی ان کے لیے جنت کی نعمتیں ہیں۔

(۹) خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔

---

(۱) تفسیر قمی، ص ۱۶۱
(۲) مجمع البیان، ج ۷-۸، ص ۳۱۳
(۳) معانی الاخبار، ص ۳۹۴، ح ۱، والکافی، ج ۶، ص ۴۳۱، ح ۱
(۴) الکافی، ج ۶، ص ۴۳۱، ح ۴
(۵) الکافی، ج ۵، ص ۱۱۹، ح ۱

وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

یہ اللّٰہ کا سچا وعدہ ہے اور وہ غالب اور صاحب حکمت ہے۔

الْعَزِيْزُ۔ یعنی کوئی شے اس پر غالب نہیں آ سکتی جو اسے وعدہ وفا کرنے سے اور وعید (دھمکی) کی تکمیل سے روک سکے۔

الْحَكِيْمُ۔ اللّٰہ وہی کرتا ہے جو اس کی حکمت کا تقاضا ہوتا ہے۔

(۱۰) خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا

اس نے آسمانوں کو بغیر ستون کے بنایا ہے جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔

وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اور اس نے زمین میں پہاڑ جما دیے۔

بڑے بڑے اونچے پہاڑ۔

اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ کہ وہ تمھیں لے کر جھک نہ جائے۔

اس خوف سے کہ وہ تمھیں لے کر جھک نہ جائے۔

کہا گیا ہے کہ اس کے اجزا کا بسیط ہونا اس بات کا مقتضی ہے کہ اس کی جگہ اور اس کے حالات تبدیل ہوتے رہیں اس لیے کہ اس زمین کے اجزا میں سے ہر ایک کا اختصاص فی نفسہ یا کسی شے کے لوازم کسی جگہ اور حالت کے لیے معین کیا جانا محال ہے۔[۱]

وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ اور اس میں ہر طرح کے جانور پھیلا دیے۔

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً اور ہم نے آسمان سے پانی نازل کیا۔

فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ

اور زمین میں ہر طرح کی نفیس چیزیں اگا دیں۔

ہر قسم کی طرح طرح کی زیادہ منفعت والی چیزیں اگا دیں۔

(۱۱) هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ یہ اللّٰہ کی تخلیق ہے۔

یعنی اس کی مخلوقات ہیں۔

فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ

اب ذرا مجھے دکھاؤ کہ خدا کے سوا جو لوگ ہیں انھوں نے کیا پیدا کیا؟

تاکہ وہ الوہیت خداوندی میں اس کی شرکت کے مستحق قرار پائیں۔

بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ بلکہ ظالم لوگ صریحی گمراہی میں ہیں۔

ان کی سرزنش کی مثال بیان کرتے ہوئے انھیں گمراہی کے ساتھ درج کر دیا گیا۔

---

(۱) انوار التنزیل، ج ۲، ص ۲۲۷

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ وَ مَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۱۲﴾

وَ اِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَ هُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۳﴾

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَ لِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿۱۴﴾

وَ اِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ صَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۫ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾

---

(۱۲) اور یقیناً ہم نے لقمان کو دانائی بخشی تھی کہ وہ شکر خدا ادا کریں اور جو بھی شکر ادا کرتا ہے تو یقیناً وہ اپنی ذات کے لیے شکر ادا کرتا ہے اور جس نے ناشکری کی تو اللہ بے پروا اور سزاوار حمد و ثنا ہے۔

(۱۳) یاد کیجیے جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا، بیٹا خدا کے ساتھ کسی کو شریک قرار نہ دینا یقیناً شرک ظلم عظیم ہے۔

(۱۴) اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے متعلق حسن سلوک کی تلقین کی ہے اس کی ماں نے دکھ سہہ کر اسے پیٹ میں رکھا اور دو برس میں اس کی دودھ بڑھائی ہوئی یہ کہ تم میرا اور اپنے والدین کا شکریہ ادا کرو آخر سب کو میری طرف لوٹ کر آنا ہے۔

(۱۵) اور اگر وہ تم پر دباؤ ڈالیں کہ تم میرے ساتھ ایسے کو شریک کرو جس کا تمھیں کچھ بھی علم نہیں تو (خبردار) ان کی اطاعت نہ کرنا، دنیا میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور اُس کے راستے کی پیروی کرنا جو مجھ سے لَو لگاتا ہے تم سب کو میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے تم جو عمل کیا کرتے تھے میں تمھیں اس سے باخبر کردوں گا۔

---

(۱۲) وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اور یقینا ہم نے لقمان کو دانائی بخشی تھی۔

کتاب کافی میں امام کاظم علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا کہ حکمت سے مراد فہم اور عقل ہے۔[۱]

---

(۱) ؟؟؟

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے فرمایا کہ انھیں اپنے امام زمانہ کی معرفت دی گئی تھی۔[۱]

اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ

کہ وہ شکرِ خدا ادا کریں۔

وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ

اور جو بھی شکر ادا کرتا ہے تو یقینا وہ اپنی ذات کے لیے شکر ادا کرتا ہے اس لیے کہ اس کے شکر کا فائدہ خود اس کی ذات کو پہنچے گا اور وہ فائدہ ہے نعمت کا دوام اور مزید نعمتوں کا استحقاق۔

وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ

اور جس نے ناشکری کی تو اللّٰہ بے پروا ہے۔

کسی قسم کے شکر کا محتاج نہیں ہے۔

حَمِيْدٌ

اور سزاوارِ حمد وثنا ہے۔

یعنی اللّٰہ ہی حمد کا حق دار ہے خواہ اس کی حمد کی جائے یا حمد نہ کی جائے یا یہ کہ وہ محمود ہے اس کی تمام مخلوقات اس کے حمد کے گیت گا رہی ہے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ نعمت کتنی ہی عظیم ہو اس کا شکر یہ ہے کہ اللّٰہ عزوجل کی حمد وثنا کی جائے۔[۲]

اور ایک روایت میں ہے کہ اگرچہ اس پر جو نعمتیں کی گئی ہیں وہ ان کا حق ادا کر بھی چکا ہو۔[۳]

اور ایک اور روایت میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے جس شخص کو نعمت سے نوازا ہے اگر اس نے اس نعمت کو دل سے پہچان لیا تو گویا اس نے اس نعمت کا شکر ادا کر دیا۔[۴]

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السّلام پر وحی نازل فرمائی اے موسیٰؑ تم میرا شکر ادا کرو جو شکر ادا کرنے کا حق ہے موسیٰؑ نے دریافت کیا پروردگارا میں تیرا شکر کس طرح ادا کروں جو شکر ادا کرنے کا حق ہو اور کوئی شکر ایسا نہیں ہے جس کو ادا کرنے کے بعد مجھ پر تیری مزید نعمت عائد نہ ہو جائے تو اللّٰہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے موسیٰ اب تم نے کماحقہ شکر ادا کر دیا جب تم نے یہ جان لیا کہ یہ سب کچھ میری جانب سے ہے۔[۵]

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ میں یہ درست بات کہہ رہا ہوں کہ

---

(۱) ؟؟؟ (۲) الکافی، ج ۲، ص ۹۵، ۹۶، ۹۷، ح ۱۱، ۱۲، ۱۵، ۲۷

(۳) الکافی، ج ۲، ص ۹۵، ۹۶، ۹۷، ح ۱۱، ۱۲، ۱۵، ۲۷ (۴) الکافی، ج ۲، ص ۹۵، ۹۶، ۹۷، ح ۱۱، ۱۲، ۱۵، ۲۷

(۵) الکافی، ج ۲، ص ۹۵، ۹۶، ۹۷، ح ۱۱، ۱۲، ۱۵، ۲۷

لقمانؑ نبی نہیں تھے لیکن اللہ کے بندے تھے جو بہت زیادہ غور وفکر کیا کرتے تھے، ان کا یقین بہترین تھا وہ اللہ سے محبت کرتے تھے اور اللہ انھیں چاہتا تھا اور انھیں دانائی عطا کر کے ان پر فضل کیا تھا وہ دوپہر کے وقت سو رہے تھے کہ آواز آئی اے لقمانؑ کیا تم اس بات کو پسند کرو گے کہ اللہ تمھیں زمین میں خلیفہ بنا دے اور تم لوگوں کے ساتھ حق کے ساتھ فیصلہ کرو؟ تو انھوں نے اس آواز کا جواب دیا اگر اللہ نے مجھے اختیار دیا ہے تو میں عافیت کو قبول کروں گا اور آزمائش اور مصیبت کو قبول نہیں کروں گا اور اگر اللہ کا یہ عزم مصمم ہے تو پھر میں ہر طرح سے حاضر ہوں سر تسلیم خم ہے مجھے معلوم ہے کہ اگر اس نے میرے بارے میں یہ فیصلہ کر دیا تو وہ میری مدد کرے گا اور میری حفاظت فرمائے گا تو فرشتوں نے آواز میں کہا لیکن وہ نظر نہیں آئے کہ اے لقمانؑ ایسا کیوں ہے؟

لقمانؑ نے جواب دیا اس لیے کہ فیصلہ کرنا اور حکومت کرنا بڑی سخت منزلیں اور نہایت دشوار گزار ہیں اسے چاروں طرف سے اندھیروں نے گھیر رکھا ہے اگر وہ اس امتحان میں پورا اترا تو اس کے لیے سزاوار ہے کہ وہ نجات پا جائے اور اگر اس نے غلطی کی تو وہ جنت کے راستے سے خطا کر جائے گا اور جو شخص دنیا میں ذلیل ہو اور آخرت میں شریف ہو تو وہ اس سے بہتر ہے کہ وہ دنیا میں شریف ہو اور آخرت میں ذلیل رہے اور جو آخرت کے مقابل میں دنیا کو ترجیح دے گا تو وہ دنیا سے بھی ہاتھ دھوئے گا اور آخرت کو بھی کھوئے گا فرشتے لقمانؑ کی بہترین منطقی باتوں سے حیران ہوئے۔

جب لقمانؑ سو گئے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں حکمت عطا فرما دی جب نیند سے بیدار ہوئے تو ان کی زبان پر حکمت کے کلمات جاری ہونے لگے وہ اپنی حکمت کے ذریعے داؤد علیہ السّلام کا بوجھ اٹھائے ہوئے تھے حضرت داؤدؑ نے ان سے کہا اے لقمانؑ تمھیں مبارک ہو تمھیں حکمت عطا کر دی گئی اور تم سے مصیبت و آزمائش دور کر دی گئی۔[1]

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے لقمانؑ اور ان کی اس حکمت کے بارے میں سوال کیا گیا اللہ تبارک وتعالیٰ نے جس کا ذکر فرمایا ہے، تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ خدا کی قسم لقمانؑ کو نہ کافی حکمت ملی تھی، نہ مال، نہ اہل، نہ جسمانی طاقت اور نہ ہی جمال عطا کیا گیا البتہ وہ اللہ کے حکم کے معاملے میں ایک مرد قوی تھے، اللہ کے بارے میں پرہیزگار تھے۔ پرسکون اور خاموش طبع انسان تھے، ان کی نگاہ بہت گہری تھی، وہ دور رس فکر کے مالک تھے نظر مستحکم تھی وہ عبرتوں پر آنسو بہاتے تھے، دن میں کبھی نہیں سوتے تھے انھیں کسی انسان نے کبھی بھی بول و براز (پیشاب، پیخانہ) کرتے ہوئے اور نہاتے ہوئے نہیں دیکھا تھا، اس لیے کہ وہ پردہ داری کو ملحوظ رکھتے تھے، ان کی نظر بہت گہری تھی، وہ امر میں دوام رکھتے تھے۔ وہ کسی بات پر ہنستے نہ تھے کہ کہیں گناہ سرزد نہ ہو جائے اور وہ کبھی بھی غضب ناک نہیں ہوتے تھے انھوں نے کئی عورتوں سے شادی کی تھی اور ان کی بہت سی اولاد بھی تھی اور ان میں سے اکثر تلوار کھینچنے کی وجہ سے مقدم رہتے تھے لیکن وہ ان میں کسی کی

---

(۱) مجمع البیان، ج ۷-۸، ص ۳۱۵-۳۱۶

موت پر نہیں روئے وہ جب بھی دو آدمیوں کے پاس سے گزرتے اور انھیں جھگڑتے ہوئے اور قتال کرتے ہوئے پاتے تو ان کے مابین اصلاح کر دیتے اور وہ ان کے پاس سے اس وقت نہ جاتے جب تک وہ رشتۂ محبت سے منسلک نہ ہو جائیں اور وہ جب بھی کسی سے کوئی بات سنتے اور وہ اچھی لگتی تو اس کی تفسیر بھی دریافت کرتے اور یہ بھی کہ یہ بات کس نے کہی ہے۔

وہ اکثر اوقات فقہا اور حکما کی نشستوں میں بیٹھا کرتے وہ اپنی باتوں سے قاضیوں، بادشاہوں اور حکمرانوں کو حیران کر دیتے تھے قضاۃ (قاضی کی جمع منصفین) جس آزمائش میں مبتلا ہوتے یہ ان پر ترس کھاتے تھے اور جو ملوک وسلاطین اللّٰہ کی عزت و احترام اور اطمینان کو ملحوظ رکھتے تھے یہ ان پر مہربان ہوتے تھے اور جس بات سے نفس پر غلبہ ہو جائے یہ اس سے عبرت حاصل کرتے اور سیکھتے تھے اور اس کے ذریعے اپنی خواہشات سے جہاد کرتے تھے اور اس کے ذریعے شیطان سے محفوظ رہتے تھے اور اپنے دل کا مداوا غور وفکر سے کرتے تھے اور اپنے نفس کا علاج عبرتوں سے کرتے تھے اور جب بھی کوچ کرتے تھے تو اس کا مقصد کسی کی مدد ونصرت ہوتا تھا اسی وجہ سے انھیں حکمت عطا کی گئی تھی اور انھیں عصمت سے نوازا گیا تھا اور اللّٰہ تبارک وتعالیٰ نے فرشتوں کے گروہوں کو حکم دیا تھا جس وقت بیچ دوپہر تھی اور اور لوگ قیلولہ (دوپہر کو سونا) کر رہے تھے۔

ان فرشتوں نے لقمانؑ کو آواز دی وہ ان کی آواز سن سکتے تھے انھیں دیکھ نہیں سکتے تھے فرشتوں نے لقمانؑ سے کہا، اے لقمانؑ کیا تم قبول کرتے ہو کہ اللّٰہ تمھیں زمین میں خلیفہ بنا دے اور تم لوگوں میں انصاف کرو تو لقمانؑ نے کہا کہ اگر اللّٰہ کا یہ حکم ہے تو سر تسلیم خم کرتا ہوں اس لیے کہ اگر اللّٰہ مجھ سے یہ کام لینا چاہتا ہے تو وہ اس بارے میں میری نصرت کرے گا، میری ہدایت کرے اور میری حفاظت کرے گا اگر وہ مجھے انتخاب کا اختیار دیتا ہے تو میں عافیت کو قبول کرتا ہوں۔

فرشتوں نے ان سے کہا اے لقمانؑ آپ نے یہ بات کیسے کہہ دی انھوں نے فرمایا اس لیے کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنا دین کی سخت ترین منزلوں میں سے ایک ہے اور اکثر اوقات آزمائش اور مصیبت کی گھڑی ہے اسے نہ چھوڑا جاسکتا ہے نہ ہی کوئی مدد کی جاسکتی ہے اسے اندھیرے چاروں طرف سے گھیر لیتے ہیں اور فیصلہ کرنے والا اس معاملے میں دو امور کے درمیان میں ہوتا ہے اگر اس میں حق تک پہنچ گیا تو وہ لائق وسزاوار ہے کہ سلامت رہے اور اگر اس نے غلطی کی تو گویا کہ جنت کے راستے سے ہٹ گیا اور جو شخص دنیا میں ذلیل اور کمزور ہو تو اس کے لیے آسان ہو گیا کہ مَعاد میں فیصلہ کنندہ، سردار اور شریف ہو اور جو آخرت کے مقابل میں دنیا کو ترجیح دے گا تو وہ دونوں میں نقصان اٹھائے گا یہ بھی ختم ہو جائے اور وہ اسے بھی نہ پا سکے گا۔

امام علیہ السّلام نے فرمایا فرشتے لقمان کی اس فرزانگی سے بے حد متاثر ہوئے اور رحمان کو یہ منطق بھائی اور پسند آئی جب شام ہوئی اور وہ رات کے وقت بستر پر دراز ہوئے تو اللّٰہ تبارک نے ان پر حکمتیں نازل فرمائیں

اور لقمانؑ پر سر سے پاؤں تک حکمتوں کا پردہ ڈال دیا جب کہ وہ محوِ خواب تھے اور انھیں حکمت سے ڈھانپ دیا جو ڈھانپنے کا حق تھا جب وہ بیدار ہوئے تو وہ اپنے زمانے کے سب سے بڑے فیصلہ کنندہ تھے اور جب وہ لوگوں پاس جاتے تو حکمت کی باتیں کرتے اور اس پر ابھارتے تھے۔

امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ جب انھیں خلافت کی پیشکش کی گئی اور انھوں نے اسے قبول نہیں کیا تو اللّٰہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا اور انھوں نے داؤدؑ کو پکارا اور انھیں خلافت پیش کی تو انھوں نے بغیر کسی شرط کے خلافت کو قبول کر لیا اور اللّٰہ تعالیٰ نے انھیں خلافت ارضی عطا کر دی اور وہ اس بارے میں کئی مرتبہ آزمائے گئے اور آزمائش میں وہ خطا کی طرف جھک جاتے تھے اور اللّٰہ تعالیٰ انھیں اس سے محفوظ رکھتا تھا اور ان کی مغفرت کرتا تھا اور حضرت لقمانؑ اکثر حضرت داؤدؑ سے ملاقات کرنے کے لیے تشریف لے جاتے تھے اور انھیں موعظت کرتے اور حکمت کی باتیں بتاتے اور دولت علم نچھاور کرتے اور داؤد علیہ السّلام ان سے فرمایا کرتے ''اے لقمانؑ مبارک ہو کہ تمھیں حکمت عطا کر دی گئی اور بلاؤں کا رُخ تم سے پھیر دیا گیا اور داؤد کو خلافت عطا کی گئی اور انھیں حکومت اور آزمائش و مصیبت میں مبتلا کیا گیا۔[1]

(۱۳) وَ اِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَ هُوَ یَعِظُهٗ

یاد کیجیے جب لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا۔

یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ

اے میرے پیارے بیٹے خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا یقیناً شرک ظلمِ عظیم ہے۔

بُنّی ابن کی تصغیر ہے شفقت اور محبت کے اظہار کے لیے یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

شرک اس لیے ظلم عظیم ہے کہ جس کی جانب سے تمام نعمتیں ہیں اور جس کی طرف سے کوئی نعمت نہیں ہے یہ اس کے درمیان برابری قائم کرتا ہے۔

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ظلم تین طرح کا ہوتا ہے ایک ظلم وہ ہے اللّٰہ جس کو معاف کر دے گا اور ایک ظلم ایسا ہے اللّٰہ جسے معاف نہیں کرے گا اور ایک ظلم وہ ہے اللّٰہ جسے باقی نہیں رہنے دے گا اللّٰہ جس ظلم کی مغفرت نہیں کرے گا وہ شرک ہے اور اللّٰہ جس ظلم کی مغفرت فرما دے گا وہ انسان کا خود اپنے نفس پر ظلم ہے جو عبد و معبود کے درمیان کا مسئلہ ہے اور اللّٰہ جس ظلم کو باقی نہیں رہنے دے گا وہ بندوں کے درمیان قرض کا لین دین ہے۔[2]

(۱۴) وَ وَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ ۚ

اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے متعلق حسن سلوک کی تلقین کی ہے۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۶۲ (۲) الکافی، ج ۲، ص ۳۳۰-۳۳۱، ح ۱

حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ

اس کی ماں نے دکھ پر دکھ سہہ کر اسے پیٹ میں رکھا۔

ایک کمزوری کے بعد دوسری کمزوری میں اضافہ ہوتا گیا اور مسلسل اس کی کمزوری بڑھتی ہی رہی۔

وَّ فِصٰلُهٗ فِیْ عَامَیْنِ

اور دو برس میں اس کی دودھ بڑھائی ہوئی۔

یعنی جب بچہ دو سال کا ہوگیا تو ماں کا دودھ چھڑا دیا گیا اور ماں اسے اس عرصے میں دودھ پلاتی رہی اور یہ دونوں جملے تاکیدی انداز سے ماں کے حق میں باندازِ وصیت ہیں۔

اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیْكَ ؕ اِلَیَّ الْمَصِیْرُ

یہ کہ تم میرا اور اپنے والدین کا شکریہ ادا کرو آخر سب کو میری طرف لوٹ کر آنا ہے۔

میں خود تمھارا محاسبہ کروں گا تمھارے شکر پر اور تمھارے کفر (ناشکرے پن) پر۔

کتاب عیون میں امام رضا علیہ السّلام سے ایک حدیث میں مروی ہے ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم اللّٰہ کا شکر ادا کریں اور ماں باپ کا بھی شکریہ ادا کریں جس نے ماں باپ کا شکریہ ادا نہ کیا تو گویا کہ اس نے اللّٰہ کا شکر ادا نہیں کیا۔[1]

اور امام رضا علیہ السّلام سے مروی ہے جس شخص نے مخلوقین میں سے نعمت دینے والے کا شکریہ ادا نہیں کیا تو گویا کہ اس نے اللّٰہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کیا۔[2]

(۱۵) وَ اِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ

اور اگر وہ تم پر دباؤ ڈالیں کہ تم میرے ساتھ ایسے کو شریک کرو جس کا تمھیں کچھ بھی علم نہیں۔

کہ وہ ذات خداوندی میں شریک ہونے کا حق رکھتا ہے ماں باپ کی تقلید کرتے ہوئے۔

فَلَا تُطِعْهُمَا

تو (خبردار) ان کی اطاعت نہ کرنا۔

یعنی اس معاملے میں ان کی اطاعت نہ کرنا۔

وَ صَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا

اور دنیا میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔

ان کے ساتھ ایسا نیکی کا سلوک جو نگاہِ شریعت میں پسندیدہ ہو اور جو کرم کا تقاضا ہو۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور اس نے کہا یارسول اللّٰہ آپ مجھے کچھ وصیت کیجیے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم کبھی بھی اللّٰہ کی

(۱) عیون اخبار الرضا، ج۱، ص۲۵۸، ح۱۳ کے ذیل میں، باب۲۶ (۲) الکافی، ج۲، ص۳۳۰-۳۳۱، ح۱

ذات میں کسی کو شریک نہ بنانا خواہ تمھیں آگ میں جلایا جائے اور تمھیں اذیت پہنچائی جائے مگر شرط یہ ہے کہ تمھارا دل ایمان سے مطمئن ہونا چاہیے اور اپنے والدَین کی اطاعت کرنا اور ان سے نیکی سے پیش آنا وہ دونوں زندہ ہوں یا مر چکے ہوں اور اگر وہ تمھیں حکم دیں کہ تم اپنے اہل اور اپنے مال کو چھوڑ کر چلے جاؤ اور تو ایسا ہی کرو اس لیے کہ یہ ایمان کا حصہ ہے۔[۱]

اور امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے سوال کیا سب سے زیادہ نیکی کا مستحق کون ہے؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تیری ماں اس نے کہا پھر کون فرمایا تیری ماں دریافت کیا پھر کون فرمایا تیری ماں اس نے عرض کی۔ پھر کون ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تیرا باپ۔[۲]

امام رضا علیہ السّلام سے مروی ہے آپ سے دریافت کیا گیا کہ کیا میں والدین کے لیے دعا کروں خواہ وہ حق کی معرفت نہ رکھتے ہوں؟ فرمایا ہاں تم دونوں کے لیے دعا طلب کرو ان کی جانب سے صدقہ دو اور اگر وہ زندہ ہوں اور حق کی معرفت نہ رکھتے ہوں تو ان سے مدارات (حسن سلوک) کرو اس لیے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رحمت کے ساتھ معبوث فرمایا ہے نافرمانی کے ساتھ نہیں۔[۳]

کتاب عیون میں امام رضا علیہ السّلام سے مروی ہے اور والدین کے ساتھ نیکی کرنا واجب ہے خواہ مشرک ہی کیوں نہ ہوں البتہ جہاں اللہ کی نافرمانی ہوتی ہو اس میں ان کی اطاعت نہیں ہے اور نہ ان کے علاوہ کسی اور کی اس لیے کہ "لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق" خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں ہے۔[۴]

مصباح الشریعہ میں ہے امام صادق علیہ السّلام نے فرمایا ہے کہ والدین سے نیکی کرنا عبد کا اپنے رب سے حسن معرفت کا ثبوت ہے اس لیے کہ کوئی عبادت، صاحبِ عبادت کو رضائے رب تک زیادہ سُرعت کے ساتھ نہیں پہنچاتی ان والدین کی حرمت سے بڑھ کر جو اللہ تعالیٰ کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہوں اس لیے کہ والدین کا حق اللہ تعالیٰ کے حق سے مشتق ہوتا ہے اگر وہ دونوں دین اور سنت کے راستے پر ہوں اور وہ دونوں اپنی اولاد کو اللہ کی اطاعت سے روک کر معصیت کا حکم نہ دیتے ہوں اور یقین سے شک طرف اور ترک دنیا سے دنیا کی طرف آنے کا حکم نہ دیتے ہوں اور نہ ہی وہ اس کو اس کے خلاف دعوت دیتے ہوں اگر ایسا ہوگا تو ان کی معصیت اطاعت ہوگی اور ان کی اطاعت معصیت قرار پائے گی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا... اور جہاں تک باہمی رہائش اور میل جول کا تعلق ہے تو ان دونوں سے مدارات کرو ان سے نرمی سے پیش آؤ اور ان کی اذیتوں کو برداشت کرو جس طرح انھوں نے تمھارے لیے اذیتیں برداشت کیں جب تم بچے تھے اور اللہ نے تمھیں جتنی فراخی عطا کی ہے کھانے پینے اور لباس کے معاملے میں تو

---

(۱) الکافی، ج ۲، ص ۱۵۸، ح ۲
(۲) الکافی، ج ۲، ص ۱۵۹-۱۶۰، ح ۸
(۳) الکافی، ج ۲، ص ۱۵۹، ح ۸
(۴) عیون اخبار الرضا، ج ۲، ص ۱۲۴، ح ۱، باب ۳۵

ان پر تنگی نہ ہونے دینا اور خبردار اپنا چہرہ ان سے نہ پھیرنا اور نہ ہی ان کی آواز پر اپنی آواز کو بلند کرنا اس لیے کہ ان کی تعظیم اللہ تعالیٰ کی جانب سے فرض ہے اور ہمیشہ ان سے اچھی طرح گفتگو کرنا اور مہربانی سے پیش آنا اس لیے کہ اللہ احسان کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔[1]

وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ

اور اس کے راستے کی پیروی کرنا جو مجھ سے لَو لگاتا ہے۔

توحید اور اطاعت میں اخلاص کے ذریعے۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے اتَّبِعْ سَبِيْلَ محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستے کا اتباع کرو۔[2]

ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ

تم سب کو میری طرف لوٹ کر آنا ہے تم جو عمل کیا کرتے تھے میں تمھیں اس سے باخبر کردوں گا دونوں آیتیں پیش کی گئی ہیں وصیت لقمان کے ذیل میں بطورِ تاکید کیوں کہ اس میں شرک سے روکا گیا ہے گویا اللہ نے فرمایا کہ ہم نے اسی طرح تلقین کی ہے جس طرح لقمانؑ نے تاکید کی تھی اور والدین کا ذکر بطور مبالغہ کیا گیا ہے یہ بتانے کے لیے کہ باوجودے کہ یہ والدین تعظیم و اطاعت میں خالقِ کائنات کے ساتھ ساتھ ہیں لیکن اگر وہ شرک کا حکم دیتے ہیں تو پھر وہ اس تعظیم کے مستحق نہ رہیں گے تو پھر والدین کے علاوہ دوسروں کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے۔

(۱) مصباح الشریعہ، ص ۱۰۔۱۷ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۶۲۔۱۶۵

يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۶﴾

يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۷﴾

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴿۱۸﴾

وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ؕ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ﴿۱۹﴾ ع

(۱۶) (لقمانؑ نے یہ بھی کہا) بیٹا کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر بھی ہو وہ کسی چٹان میں یا آسمان میں یا زمین کے اندر کہیں بھی ہو اللہ اسے نکال لائے گا بے شک اللہ نہایت باریک بیں اور واقف کار ہے۔

(۱۷) اے بیٹا تم نماز قائم کرو اور نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو اور جو مصیبت تم تک پہنچے اس پر صبر کرو بے شک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔

(۱۸) اور لوگوں سے بے رخی نہ کرنا اور زمین میں اکڑ کر نہ چلنا اللہ کسی خود پسند اور اترانے والے کو دوست نہیں رکھتا۔

(۱۹) اور اپنی چال میں اعتدال قائم رکھنا اور اپنی آواز دھیمی رکھنا اور کچھ شک نہیں کہ آوازوں میں سب سے بری آواز گدھوں کی ہے۔

(۱۶) يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ

لقمانؑ نے یہ بھی کہا بیٹا کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر ہو یعنی برائی یا نیکی کی عادت ہو اور وہ بطور مثال چھوٹائی میں رائی کے دانے کے برابر ہو۔

فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ

وہ کسی چٹان میں ہو یا آسمان میں ہو یا زمین کے اندر کہیں بھی ہو اللہ اسے نکال لائے گا۔

اور تم پوشیدہ جگہ میں اور محفوظ مقام میں ہو یا آسمان کی بلندی پر پہنچ جاؤ یا زمین کی پستی میں چلے جاؤ تو اللہ

پھر بھی اس عمل کو لا کر حاضر کر دے گا اور اس کا حساب لے گا۔

تفسیر قمی میں ہے فرمایا کہ تمھارا رزق جہاں بھی ہوگا اللہ اسے نکال لائے گا۔[۱]

اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ بے شک اللہ نہایت باریک بیں ہے۔

اس کا علم ہر پوشیدہ چیز تک پہنچ جاتا ہے۔

خَبِيْرٌ وہ ہر چیز کی حقیقت اور اصلیت سے باخبر ہے۔

امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا تم معمولی نوعیت کے گناہوں سے بھی بچو کیوں کہ ان گناہوں کے کرنے والے بھی ہوتے ہیں اور تم میں سے کوئی صرف یہ نہ کہے کہ میں نے گناہ کیا اور میں اللہ سے مغفرت طلب کر رہا ہوں۔[۲] اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ ... الایۃ تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے۔[۳]

اور کتاب کافی میں امام باقر علیہ السّلام سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔[۴]

نوٹ: حضرت علی علیہ السّلام نے استغفر اللہ کہنے والے سے مخاطب ہو کر فرمایا۔[۵]

(۱۷) يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ

اے بیٹا! تم نماز قائم کرو اور نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۶۵

(۲) زمخشری نے اپنی تفسیر کشاف میں سورۂ تحریم کی آیت نمبر ۸ کے ذیل میں تحریر کیا ہے کہ حضرت علی علیہ السّلام نے ایک عرب بدو کو یہ کہتے ہوئے سنا اللّٰھم انی استغفرك واتوب الیك تو آپ فرمایا کہ اے شخص جلدی سے زبان سے توبہ کر لینا جھوٹوں کو توبہ ہے اس نے دریافت کیا تو پھر توبہ کیا ہے؟ فرمایا اس میں چھ چیزیں جمع ہیں جو گناہ پہلے ہو چکا ہے اس پر شرمندگی فرائض میں اس کی بجا آوری، مظالم (جو چیز چھینی گئی ہو) کی واپسی، جھگڑا کرنے والوں کی اِصلاح اور یہ عزم کرنا کہ دوبارہ یہ گناہ نہیں کرے گا، اپنے آپ کو اللہ کی اطاعت میں گھلا دینا جس طرح معصیت میں پروان چڑھایا تھا اور اسے اطاعت کی تلخی کا مزہ چکھانا جس طرح گناہوں کی مٹھاس کا مزہ چکھا تھا (تفسیر کشاف، ج ۴، ص ۵۶۹)

(۳) مجمع البیان۔ ج ۷۔۸، ص ۳۱۹

(۴) الکافی، ج ۲، ص ۲۷۰۔۲۷۱، ح ۱۰

(۵) ایک کہنے والے نے آپ کے سامنے استغفر اللہ کہا تو آپ نے اس سے فرمایا تمھاری ماں تمھارا سوگ منائے کچھ معلوم بھی ہے کہ استغفار کیا ہے؟ استغفار بلند منزلت لوگوں کا مقام ہے یہ ایک ایسا لفظ ہے جو چھ باتوں پر حاوی ہے پہلے یہ کہ جو ہو چکا اس پر نادم ہو دوسرے ہمیشہ کے لیے اس کے مرتکب نہ ہونے کا تہیہ کرنا، تیسرے یہ کہ مخلوق کے حقوق ادا کرنا یہاں تک کہ اللہ کے حضور میں اس حالت میں پہنچو کہ تمھارا دامن پاک وصاف ہو اور تم پر کوئی مواخذہ نہ ہو چوتھے یہ کہ جو فرائض تم پر عائد ہوئے تھے اور تم نے انھیں ضائع کر دیا تھا انھیں اب پورے طور پر بجا لاؤ پانچویں یہ کہ جو گوشت (اکل) حرام سے نشوونما پاتا رہا ہے اس کو غم واندوہ سے پگھلاؤ یہاں تک کہ کھال کو ہڈیوں سے ملا دو کہ پھر سے ان دونوں کے درمیان نیا گوشت پیدا ہو چھٹے یہ کہ اپنے جسم کو اطاعت کے رنج سے آشنا کرو جس طرح اسے گناہ کی شیرینی سے لُطف اندوز کیا تھا تو اب کہو استغفر اللہ (نہج البلاغہ، قول نمبر ۴۱۶۔۴۱۷)

وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ؕ اور جو مصیبت تم تک پہنچے اس پر صبر کرو

تفسیر مجمع البیان میں حضرت علی علیہ السّلام سے مروی ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بجا آوری میں تمھیں جو مشقت اور اذیت کا سامنا ہو اس پر صبر کرو۔[۱]

اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ

بے شک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔

اسے طے کیا ہے تسلیم کرتے ہوئے اور اپنے اوپر لازم قرار دے کر اور اسی بارے میں حدیث ہے کہ اللہ چاہتا ہے کہ جو چھوٹ دی گئی ہے اس میں اسی طرح مواخذہ کیا جائے جس طرح عزائم میں مواخذہ کیا گیا ہے۔[۲]

(۱۸) وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ

اور لوگوں سے بے رخی نہ کرنا۔

یعنی از روئے تکبر لوگوں سے اپنے چہرے کو دوسری طرف نہ موڑنا اور اگر تم سے کوئی شخص بات کر رہا ہو تو اسے ذلیل اور سبک کرنے کے لیے اس سے روگردانی نہ کرنا۔

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السّلام سے ایسا ہی مروی ہے۔[۳]

کہا گیا ہے لفظ تُصعّر صعر سے نکلا ہے اور یہ ایک بیماری ہے جو اونٹ کو لاحق ہوتی ہے اور اس کی گردن ٹیڑھی ہو جاتی ہے۔[۴]

تفسیر قمی میں ہے کہ تم لوگوں کے سامنے نہ جھک جاؤ اس لالچ میں کہ جو کچھ ان کے پاس ہے اسے ہتھیا لو۔[۵]

وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ

اور زمین میں اکڑ کر نہ چلنا۔

مَرَحٌ، بَطَرٌ کو کہتے ہیں تکبر، غرور اور اکڑنا۔

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے آپ فرما رہے تھے بالعظمة بڑائی کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے۔[۶]

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ

بے شک اللہ کسی خود پسند اور اترانے والے کو دوست نہیں رکھتا۔

دوست نہ رکھنے کی علت میں بیان کی جا رہی ہے۔

کتاب مجالس اور فقیہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے انھوں نے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص اکڑ کر نہ چلے

---

(۱) مجمع البیان، ج ۷۔۸، ص ۳۱۹
(۲) جوامع الجامع، ج ۳، ص ۴۸۱
(۳) مجمع البیان، ج ۷۔۸، ص ۳۱۹
(۴) بیضاوی انوار التنزیل، ج ۲، ص ۲۲۹
(۵) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۶۵
(۶) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۶۵

اور فرمایا کہ اگر کوئی کپڑے پہن کر اکڑتا اور اتراتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم کے گڑھے میں دھنسا دے گا اور وہ قارون کا ہم نشین ہوگا اس لیے کہ وہ پہلا شخص تھا جو کپڑے پہن کر اترایا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا اور جو بھی اکڑتا اور اتراتا ہے تو وہ اللہ کی جبروت (قدرت، طاقت، عظمت) کے بارے میں جھگڑتا ہے۔[۱]

(۱۹) وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ

اور اپنی چال میں اعتدال قائم رکھنا۔

نہ چیونٹی کی چال اور نہ ہی بہت تیز بلکہ درمیانی انداز اختیار کرنا تفسیر قمی میں ہے کہ جلد بازی سے کام نہ لینا۔[۲]

کتاب خصال میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا تیز تیز چلنا مومن کی رونق اور شان کو ختم کر دیتا ہے۔[۳]

وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ؕ

اور اپنی آواز دھیمی رکھنا۔

تفسیر قمی میں ہے کہ آواز کو بلند نہ کرنا۔[۴]

اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ

اور کچھ شک نہیں کہ آوازوں میں سب سے بری گدھے کی آواز ہے۔

کتاب کافی میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے آپ سے اس آواز کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد بہت قبیح چیخنک ہے۔[۵]

تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ یہ بلند اور قبیح چیخنک ہے اور ایسا شخص جو بات کرتے ہوئے بہت بری طور سے اپنی آواز کو بلند کرتا ہے الا یہ کہ دین کی دعوت دے رہا ہو یا قرآن کی تلاوت کر رہا ہو۔[۶]

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السّلام سے اللہ تعالیٰ کے قول ''واذقال لقمان لابنہ'' کے ذیل میں مروی ہے امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو آثار کے ذریعے نصیحت کی یہاں تک کہ وہ آثار پھٹ گئے اور شگافتہ ہو گئے انھوں نے بیٹے کو جو موعظت کی وہ یہ تھی اے بیٹا تم جب سے دنیا میں آئے ہو تم نے دنیا سے منہ پھیر لیا اور آخرت کا استقبال کیا ہے تم جس گھر کی طرف بڑھ رہے ہو وہ تمھیں اس گھر سے قریب کر رہا ہے جس سے تم دور ہو۔

---

(۱) امالی شیخ صدوق، ص۳۴۸، ح۱ و من لایحضرہ الفقیہ، ج۴، ص۷، ح۱ (۲) تفسیر قمی، ج۲، ص۱۶۵
(۳) الخصال، ص۶، ح۳۰ (۴) تفسیر قمی، ج۲، ص۱۶۵
(۵) الکافی، ج۲، ص۶۵۶، ح۲۱ (۶) مجمع البیان، ج۷-۸، ص۳۲۰

اے میرے بیٹے تم علما کے پاس بیٹھو اور ان کی خدمت میں گھٹنے ٹیک دو اور دیکھو ان سے مجادلہ (لڑائی جھگڑا، بحث وتمحیص) نہ کرنا وہ تمھیں روک دیں گے اور تم دنیا سے وہ لے لو جو تم تک پہنچ رہا ہے اور اس سے انکار نہ کرنا ورنہ تم لوگوں کے محتاج ہو جاؤ گے اور تم دنیا میں اس طرح داخل نہ ہونا جو تمھاری آخرت اور عاقبت کو نقصان پہنچائے اور تم ایسا روزہ رکھو جو تمھاری خواہشات کا زور توڑ دے اور ایسا روزہ نہ رکھو جو تمھیں نماز سے روک دے اس لیے کہ نماز مجھے اللّٰہ کی طرف لے جانے میں روزے سے زیادہ محبوب ہے۔

اے بیٹا دنیا ایک گہرا سمندر ہے جس میں بڑے بڑے صاحبانِ علم ہلاک ہو گئے لہٰذا تم اس میں ایمان کو اپنی کشتی بنا لو اور اس کا بادبان توکل کو قرار دو اور اس میں زاد سفر اللّٰہ کا تقویٰ رکھو اب اگر تم نجات پا گئے تو یہ اللّٰہ کی رحمت ہوگی اور اگر ہلاک ہو گئے تو اس کی وجہ تمھارے گناہ ہوں گے۔

اے بیٹا اگر تم نے بچپنے میں خود کو مہذب بنالیا تو بڑھاپے میں اس کا بہت فائدہ ہوگا جو ادب و اخلاق کی طرف توجہ دے گا اس کا اہتمام کرے گا اور جو اس کا اہتمام کرے گا وہ علم حاصل کرنے کی کوشش کرے گا اور جو علم حاصل کرنے کی سعی کرے گا تو اس کے لیے اس کی طلب بڑھ جائے گی اور جس کی طلب بڑھ جائے گی تو اس کا فائدہ اسے پہنچے گا لہٰذا اسے اپنی عادت بنا لو اس لیے کہ تم اسے اپنے سلف سے حاصل کر کے اپنے خلف (اولاد) کو فائدہ پہنچاؤ گے اور خواہش مند اس بارے میں تم سے امیدیں وابستہ کرے گا اور ڈرنے والا تمھاری صولت (طاقت) سے خوف زدہ ہوگا۔

اور خبردار اس کام میں سستی و کاہلی سے کام نہ لینا اور اس کے سوا کسی اور چیز میں نہ ٹک جانا اس لیے کہ اگر تم دنیا پر غالب آ گئے تو آخرت پر غلبہ نہ پاسکو گے اور اگر مرکز علم تک رسائی سے محروم رہے تو تم آخر تک نہ پہنچ سکو گے اور تم اپنے شب و روز اپنے اوقات کو اپنی خاطر طلب علم کے لیے وقف کر دو اس لیے کہ اگر تم نے اسے ترک کر دیا تو اس سے بڑھ کر ضائع ہونے والی کوئی اور چیز نہیں ہوگی ضدی اور جھگڑالو سے اس بارے میں دشمنی نہ مول لینا اور کبھی فقیہ سے جدال نہ کرنا۔

اور بادشاہ کو دشمن نہ بنانا اور نہ ہی بہت زیادہ ظلم کرنے والے کی چغلی کھانا اور فاسق اور شکی سے کبھی رشتۂ صداقت و اخوت استوار نہ کرنا اور اتہام لگانے والے کی صحبت میں نہ رہنا اور تم علم کی اسی طرح حفاظت کرنا جس طرح اپنے سکّوں کی حفاظت کرتے ہو۔

اے میرے بیٹے تم اللّٰہ تعالیٰ کا ایسا خوف رکھو کہ جب قیامت کے دن تم ثقلین (جن و انس) کی نیکیاں لے کر آؤ تو یہ بھی ڈر ہو کہ اللّٰہ تمھیں عذاب دے گا اور تم اللّٰہ تعالیٰ سے ایسی امید رکھو کہ اگر قیامت کے دن تم ثقلین کے گناہ کے ساتھ آئے تو تمھیں امید واثق ہو کہ اللّٰہ تمھاری مغفرت کر دے گا۔

لقمانؑ کے بیٹے نے اپنے والد سے سوال کیا پدرِ عالی قدر مجھے ان سب باتوں کی طاقت کیسے ہوگی جبکہ میرے پاس صرف ایک دل ہے تو لقمانؑ نے اُس سے کہا اے بیٹا اگر مومن کے دل کو نکال چاک کیا جائے تو اس

میں دونور ہوتے ہیں خوف کا نور اور امید کا نور اور اگر دونوں کا وزن کیا جائے تو ان میں ایک رتی برابر فرق نہ ہوگا لہٰذا جس شخص کا ایمان اللّٰہ پر ہوگا وہ اس کی تصدیق کرے گا جو اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یہ وہ اخلاق ہے جسے کچھ لوگ دوسروں کو دکھائیں گے۔

پس جو شخص اللّٰہ پر سچا ایمان رکھتا ہوگا اور اللّٰہ کے لیے خالص نصیحت کرنے والا عمل انجام دے گا تو اس کا ایمان اللّٰہ پر سچا ہوگا اور جو اللّٰہ کی اطاعت کرے گا اس سے ڈرے گا اور جو ڈرے گا وہ اس سے محبت کرے گا اور جو اس سے محبت کرے گا وہ اس کے امر کا اتباع کرے گا اور جو اس کے امر کا اتباع کرے گا وہ اس کی جنت اور رضامندی کا مستوجب قرار پائے گا اور جو اللّٰہ کی رضامندی کا اتباع نہیں کرے گا تو اس پر اللّٰہ کی ناراضی بڑی آسانی سے آجائے گی اور ہم اللّٰہ کی ناراضی سے پناہ طلب کرتے ہیں۔

اے میرے لال تم دنیا کی طرف راغب نہ ہونا اور نہ ہی اس سے دل لگانا اللّٰہ نے کوئی بھی مخلوق اس دنیا سے زیادہ پست پیدا نہیں کی کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللّٰہ تبارک وتعالیٰ دنیاوی نعمتوں کو اطاعت گزاروں کے لیے ثواب قرار نہیں دیا؟ اور دنیا کی آزمائشوں اور مصیبتوں کو عاصین (نافرمانوں) کے لیے سزا نہیں بنایا۔[1]

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۶۲۔۱۶۵

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً ؕ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ لَا هُدًى وَّ لَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ﴿۲۰﴾

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۲۱﴾

وَ مَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗۤ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۲۲﴾

وَ مَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ؕ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۳﴾

---

(۲۰) کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اُسے تمھارے لیے مسخر کر دیا اور اپنی ظاہری اور باطنی تمام نعمتیں بھرپور طریقے سے تمھیں عطا کر دیں اور انسانوں میں وہ بھی ہیں جو اللہ کے بارے میں بغیر علم، بغیر ہدایت اور بغیر کسی روشن کتاب کے جھگڑا کرتے ہیں۔

(۲۱) اور جب ان سے کہا گیا کہ اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل فرمایا ہے تو انھوں نے جواب دیا ہم تو اسی طریق کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے خواہ شیطان ان کو بھڑکتی ہوئی آگ ہی کی طرف کیوں نہ بلا رہا ہو۔

(۲۲) اور جو شخص فرماں برداری سے اپنا منہ اللہ کی طرف جھکا دے اور وہ نیکوکار ہو تو بلاشبہ اس نے ایک مضبوط سہارا تھام لیا اور سب کاموں کا انجام خدا ہی کی طرف ہے۔

(۲۳) اب جو شخص کفر اختیار کرتا ہے تو اس کا کفر آپ کو غم میں مبتلا نہ کرے انھیں ہماری ہی طرف پلٹ کر آنا ہے ہم ان کی کارکردگی سے انھیں آگاہ کر دیں گے بے شک اللہ سینوں میں چھپے ہوئے راز تک جانتا ہے۔

---

(۲۰) اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ

کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے تمھارے لیے مسخر کر دیا جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے یعنی اس سے فائدے حاصل کرنے کے اسباب مہیا کر دیے اور زمین کو تمھارے قابو میں دے دیا کہ تم اس سے

بہت فائدے حاصل کرو۔

وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً ؕ

اور اپنی ظاہری اور باطنی تمام نعمتیں بھرپور طریقے سے تمھیں دے دیں۔

وہ نعمتیں جو محسوس کی جاسکتی ہیں اور وہ نعمتیں جو صرف عقل میں آسکتی ہیں یعنی معقول ہیں وہ نعمتیں تم جنھیں پہچانتے ہو اور وہ نعمتیں جن کی تمھیں پہچان نہیں ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں اور قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ظاہری نعمت، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور وہ جو کچھ لے کر آئے ہیں اللہ کی معرفت اور اس کی وحدانیت اور نعمت باطنی تو اس سے مراد ہم اہل بیت کی ولایت اور ہماری مودت کا عہد و پیمان ہے۔[1]

کتاب اکمال اور مناقب میں امام کاظم علیہ السّلام سے مروی ہے کہ نعمت ظاہرہ سے مراد ظاہری امام ہے اور نعمت باطنہ سے امام غائب مراد ہیں۔[2]

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے نعمت ظاہرہ سے مراد اسلام اور اللہ نے تمھاری تخلیق میں جس کو درست کیا ہے اور تم پر جس رزق کا فیضان کیا ہے اور جو نعمت باطنہ ہے تو وہ تمھارے برے اعمال کی پردہ پوشی ہے اور اس کے ذریعے تمھیں رسوا نہ کرنا ہے۔[3]

کتاب امالی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السّلام سے فرمایا اے علیؑ ذرا بتاؤ کہ وہ کون سی نعمت ہے اللہ نے جس کے ذریعے تمھیں آزمایا اور اس کے ذریعے تم پر نعمت نازل فرمائی۔

حضرت علی علیہ السّلام نے فرمایا کہ اللہ عزّ وجل نے مجھے پیدا کیا اور میں قابل ذکر نہ تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم نے سچ کہا اور دوسری نعمت کون سی ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا اللہ نے جب مجھ پر احسان کیا کہ مجھے پیدا کیا تو مجھے زندہ رکھا مردہ نہیں بنایا۔

فرمایا سچ کہا۔

تیسری نعمت کون سی ہے۔

فرمایا کہ یہ مجھے زیورِ تخلیق سے آراستہ کیا تو اسی کے لیے حمد ہے جس نے مجھے بہترین صورت عطا فرمائی اور معتدل بنایا۔

فرمایا تم نے سچ کہا چوتھی نعمت کون سی ہے۔

فرمایا مجھے صاحب فکر بنایا مجھے نگران قرار دیا غافل نہیں بنایا۔

---

(۱) مجمع البیان، ج ۷۔۸، ص ۳۲۰ وتفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۶۵

(۲) اکمال الدین واتمام النعمۃ، ص ۳۶۸، ج ۶، باب ۳۴، ومناقب ابن شہر آشوب، ج ۴، ص ۱۸۰

(۳) مجمع البیان، ج ۷۔۸، ص ۳۲

فرمایا سچ کہا۔

پانچویں نعمت کون سی ہے۔

فرمایا یہ کہ مجھے حواس عطا فرمائے جن کے ذریعے میں جو چاہتا ہوں اس کا ادراک حاصل کرتا ہوں اور میرے لیے سراج منیر بنایا۔

فرمایا تم نے سچ کہا بتاؤ چھٹی نعمت کون سی ہے۔

فرمایا یہ کہ مجھے اللہ نے اپنے دین کی جانب ہدایت فرمائی اور اپنے راستے سے بے راہ نہیں کیا۔

فرمایا تم نے سچ کہا بتاؤ ساتویں نعمت کون سی ہے۔

فرمایا یہ کہ زندہ کر کے دوبارہ واپس لانا جس کے لیے کوئی انقطاع نہیں ہے۔

فرمایا تم نے سچ کہا بتاؤ آٹھویں نعمت کون سی ہے۔

فرمایا کہ مجھے حاکم اور مالک بنایا کسی کا غلام نہیں بنایا۔

فرمایا تم نے سچ کہا بتاؤ نویں نعمت کون سی ہے۔

فرمایا کہ اس نے اپنے آسمان اور زمین اور اُن کے اندر اور اُن کے درمیان جو بھی مخلوق ہے اسے میرے لیے مُسخّر (تابع) کر دیا ہے۔

فرمایا تم نے سچ کہا بتاؤ دسویں نعمت کون سی ہے۔

فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں مرد بنایا اپنی منکوحہ کا ذمے دار قرار دیا عورت نہیں بنایا۔

فرمایا تم نے سچ کہا بتاؤ اس کے بعد کیا ہے۔

فرمایا اے نبیؐ اللہ کی نعمتیں بہت زیادہ ہیں اور پاک و پاکیزہ ہیں وَ اِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَۃَ اللّٰہِ لَا تُحۡصُوۡہَا ؕ ...(النحل ۱۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سن کر مسکرائے اور فرمایا اے ابوالحسنؑ یہ حکمت اور یہ علم تمھیں مبارک ہو تم میرے علم کے وارث ہو اور میرے بعد اس بارے میں میری امت میں جو اختلاف رونما ہوں گے تم ہی ان کی وضاحت کرو گے۔[1]

وَ مِنَ النَّاسِ مَنۡ یُّجَادِلُ فِی اللّٰہِ بِغَیۡرِ عِلۡمٍ وَّ لَا ہُدًی وَّ لَا کِتٰبٍ مُّنِیۡرٍ

اور انسانوں میں وہ بھی ہیں جو اللہ کے بارے میں بغیر علم، بغیر ہدایت اور بغیر کسی روشن کتاب کے جھگڑتے ہیں۔

یُّجَادِلُ فِی اللّٰہِ کا مفہوم ہے کہ توحید اور صفاتِ خداوندی کے بارے میں جدال کرتا ہے۔

بِغَیۡرِ عِلۡمٍ کسی دلیل اور ثبوت سے استفادہ کیے بغیر۔

وَّ لَا ہُدًی رسولؐ کی طرف یا وصی رسولؐ کی طرف رجوع کیے بغیر۔

---

(۱) الامالی از شیخ طوسی، ص ۴۹۲، ح ۱۰۷۷، مجلس ۱۷ ویں

اور بغیر کسی روشن کتاب کے جسے نازل کیا ہے بلکہ وہ اس کی تقلید کرتے ہیں جس کی تقلید جائز نہیں ہے۔

(۲۱) وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

اور جب ان سے کہا گیا کہ اس کی پیروی کرو جو اللّٰہ نے نازل فرمایا ہے۔

قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ

تو انھوں نے جواب دیا ہم تو اس طریق کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔

اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ

خواہ شیطان ان کو بھڑکتی ہوئی آگ ہی کی طرف کیوں نہ بلاتا رہا ہو۔

تفسیر قمی میں ہے کہ امام باقر علیہ السّلام وہ نضر بن حارث تھا رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے کہا کہ تم اتباع کرو اس کتاب کا جو تمھارے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔

اس نے جواب دیا میں تو اس کا اتباع کروں گا جس پر میں نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔[۱]

(۲۲) وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ

اور جو شخص فرماں برداری سے اپنا منہ اللّٰہ کی طرف جھکا دے۔

یعنی اپنے امر کو خدا کے سپرد کر دے اور مکمل طور سے اس کی جانب بڑھے۔

وَهُوَ مُحْسِنٌ دراں حالے کہ وہ اپنے عمل میں نیک ہو۔

فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ؕ

بلاشبہ اس نے ایک مضبوط سہارا تھام لیا۔

یعنی ایسی مضبوط رسی سے معلق ہوا جس کا تعلق اللّٰہ سے ہے۔

تفسیر قمی میں ہے فرمایا ولایت سے۔[۲]

وَ اِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ اور سب کاموں کا انجام خدا ہی کی طرف ہے۔

اس لیے کہ سب کے سب اسی کی طرف پلٹنے والے ہیں۔

(۲۳) وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ؕ اب جو شخص کفر اختیار کرتا ہے تو اس کا کفر آپ کو غم میں مبتلا نہ کرے اس کا کفر آپ کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچائے گا۔

اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ

انھیں ہماری طرف پلٹ کر آنا ہے ہم ان کی کارکردگی سے انھیں آگاہ کر دیں گے۔

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ بے شک اللّٰہ سینوں میں چھپے ہوئے راز تک جانتا ہے۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۶۶ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۶۶

نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۲۴﴾
وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾
لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۶﴾
وَ لَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّ الْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۷﴾
مَا خَلْقُكُمْ وَ لَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۲۸﴾

---

(۲۴) ہم انھیں تھوڑی مدت کا مزہ دے رہے ہیں پھر ہم انھیں بے بس کر کے سخت عذاب کی طرف ڈھکیل دیں گے۔

(۲۵) اور اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے خلق فرمایا ہے تو وہ ضرور کہیں گے اللہ کہیے الحمدللہ بلکہ ان میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔

(۲۶) جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب کچھ اللہ ہی کا ہے بے شک اللہ بے پروا اور سزاوار حمد وثنا ہے۔

(۲۷) زمین میں جتنے درخت ہیں اگر وہ قلم بن جائیں اور سمندر (دوات بن جائے) جسے اس کے بعد سات سمندر روشنائی مہیا کریں پھر بھی اللہ کے کلمات ختم نہ ہوں۔ بے شک اللہ غالب، بہت حکمت والا ہے۔

(۲۸) تم سب انسانوں کو پیدا کرنا اور دوبارہ اٹھایا جانا تو (اس کے لیے) ایسا ہے جیسے ایک متنفس کو پیدا کرنا بے شک اللہ سمیع وبصیر ہے۔

---

(۲۴) نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ

ہم انھیں تھوڑی مدت کا مزہ دے رہے ہیں پھر ہم انھیں بے بس کر کے سخت عذاب کی طرف ڈھکیل دیں گے۔

(۲۵) وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

اور اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے خلق فرمایا ہے۔

لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ

تو وہ ضرور کہیں گے اللہ۔

برہان کو واضح کرنے کے لیے اس لیے کہ وہ اس پر یقین کرنے کے لیے مجبور ہیں۔

کتاب توحید میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا **کل مولود یولد علی الفطرۃ** ہر مولود فطرت پر جنم لیتا ہے یعنی معرفت پر اس لیے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس کا خالق ہے اور اسی بارے میں اللہ کا قول ہے **وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ...الایۃ**۔[1]

امام جواد علیہ السّلام سے مروی ہے کہ آپ سے دریافت کیا گیا کہ واحد کا مفہوم کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ تمام زبانوں کا اس کی وحدانیت پر متجمع ہوجانا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ...الایۃ**۔[2]

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ

کہیے الحمد للہ خدا کا شکر ہے۔

اسے لازم قرار دینے پر اور اس کا اعتراف کرنے کے لیے مجبور ہوجانے پر جو ان کے عقیدے کے بطلان کا موجب ہے۔

بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ

بلکہ ان میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں۔

کہ وہ ان کے لیے لازم ہے، ضروری ہے۔

(۲۶) لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ

جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب کچھ اللہ ہی کا ہے۔

اس لیے کہ ان دونوں میں اس کے علاوہ کوئی بھی عبادت کا حق دار نہیں ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ

بے شک اللہ بے پروا ہے یعنی حمد کرنے والوں کی حمد سے بے پروا ہے۔

الْحَمِيْدُ

اور سزاوارِ حمد و ثنا ہے۔

وہی حمد و ثنا کا مستحق ہے خواہ اس کی حمد نہ کی جائے۔

(۲۷) وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ

زمین میں جتنے درخت ہیں اگر وہ قلم بن جائیں۔

وَّ الْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ

اور سمندر (دوات بن جائے) جسے اس کے بعد سات سمندر روشنائی مہیا کریں اور بحر محیط اپنی وسعت کے ساتھ دوات بن جائے جو سات سمندروں تک پھیل جائے لہٰذا اس وسعت کی وجہ سے لفظ مداد نہیں لائے اس

(۱) التوحید، ص ۳۳۰–۳۳۷، ح ۹، باب ۵۳ (۲) التوحید، ص ۸۳، ح ۲، باب ۳

لیے کہ لفظ یمدہ مدالدواۃ سے بنا ہے۔

مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ پھر بھی اللہ کے کلمات ختم نہ ہوں۔

جنھیں ان اقلام سے اور اس روشنائی سے لکھا جائے۔

اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ بے شک اللہ غالب ہے۔کوئی شے اسے عاجز نہیں کر سکتی۔

حَكِيْمٌ بہت حکمت والا ہے۔

کوئی امر اس کے علم اور اس کی حکمت سے باہر نہیں ہے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ یہودیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روح کے بارے میں سوال کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ...الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَ مَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا (اسراء ۸۵) انھوں نے کہا کہ کیا اس سے صرف ہم مخصوص لوگ مراد ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ عمومی طور سے سب لوگ مراد ہیں تو انھوں نے کہا اے محمدؐ یہ بات کس طرح یکجا ہوسکتی ہے آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کو تھوڑا سا علم دیا گیا ہے حال آں کہ آپ کو قرآن دیا گیا ہے اور ہمیں توریت دی گئی ہے اور میں نے پڑھا ہے ...وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ... (جسے حکمت دی گئی) جو توریت ہے فقد اوتی خیرا کثیرا (تو اسے خیر کثیر دیا گیا ہے) تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ولو انما فی الارض الایۃ وہ فرما رہا ہے کہ اللہ کا علم اس سے بہت زیادہ ہے اور جو کچھ تمھیں دیا گیا ہے وہ تمھارے درمیان تو کثیر ہے مگر اللہ کے نزدیک قلیل ہے۔[1]

(۲۸) مَا خَلْقُكُمْ وَ لَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ

تم سب انسانوں کو پیدا کرنا اور دوبارہ اٹھایا جانا تو (اس کے لیے) ایسا ہے جیسے ایک متنفس کو پیدا کرنا۔

کہا گیا ہے کہ جیسے ایک نفس کو پیدا کرنا اور اسے دوبارہ زندہ کرنا اس لیے کہ ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیلی اللہ کو مشغول نہیں کرتی۔[2]

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے ہم تک یہ بات پہنچی ہے اللہ بہتر جانتا ہے انھوں نے کہا اے محمد ہمیں مختلف مراحل میں خلق کیا گیا ہے پہلے نطفہ پھر علقہ پھر ہمیں دوسری تخلیق عطا کر دی گئی جیسا کہ آپ سمجھتے ہیں اور آپ کا یہ بھی خیال ہے کہ ہمیں ایک ہی ساعت میں مبعوث کر دیا جائے گا تو اللہ نے فرمایا: مَا خَلْقُكُمْ وَ لَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ وہ اس سے کہے گا ''کُنْ فَیَکُوْنُ'' ہو جا تو وہ ہو جائے گا۔[3]

اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ بے شک اللہ سمیع و بصیر ہے۔

اسے ایک ساعت دوسری ساعت سے اور نہ ہی بصارتیں دوسری بصارتوں سے مشغول رکھتی ہیں۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۶۶ (۲) بیضاوی تفسیر انوار التنزیل، ج ۲، ص ۲۳۱

(۳) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۶۷

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوۡلِجُ الَّيۡلَ فِى النَّهَارِ وَ يُوۡلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيۡلِ وَسَخَّرَ الشَّمۡسَ وَ الۡقَمَرَ ۙ كُلٌّ يَّجۡرِىۡۤ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّاَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرٌ ﴿۲۹﴾

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الۡحَـقُّ وَاَنَّ مَا يَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهِ الۡبَاطِلُ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الۡعَلِىُّ الۡكَبِيۡرُ ﴿۳۰﴾ ع

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ الۡفُلۡكَ تَجۡرِىۡ فِى الۡبَحۡرِ بِنِعۡمَتِ اللّٰهِ لِيُرِيَكُمۡ مِّنۡ اٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوۡرٍ ﴿۳۱﴾

وَ اِذَا غَشِيَهُمۡ مَّوۡجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخۡلِصِيۡنَ لَهُ الدِّيۡنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمۡ اِلَى الۡبَرِّ فَمِنۡهُمۡ مُّقۡتَصِدٌ ؕ وَ مَا يَجۡحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوۡرٍ ﴿۳۲﴾

---

(۲۹) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ اللّٰہ ہی ہے جو رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اس نے سورج اور چاند کو مسخر کر دیا ہے ان میں سے ہر ایک مقررہ مدت تک رواں رہے گا اور تم جو بھی عمل کرتے ہو اللّٰہ اس سے باخبر ہے۔

(۳۰) یہ اس لیے کہ بے شک اللّٰہ ہی حق ہے اور وہ لوگ اللّٰہ کے سوا جنھیں پکارتے ہیں وہ باطل ہیں اور بے شک اللّٰہ ہی بزرگ و برتر ہے۔

(۳۱) کیا تم نے دیکھا نہیں کہ سمندر میں کشتیاں فضل خدا سے رواں دواں ہیں تا کہ اللّٰہ تمھیں اپنی کچھ نشانیاں دکھلا دے بہ تحقیق اس میں بے شمار نشانیاں ہیں ہر صابر و شاکر کے لیے۔

(۳۲) اور جب کوئی موج سائبانوں کی طرح انھیں ڈھانپ لیتی ہے تو (اس وقت) یہ اللّٰہ کو پکارتے ہیں اپنے دین کو اللّٰہ کے لیے خالص کر کے پھر جب وہ انھیں بچا کر خشکی تک لے آتا ہے تو بعض ہی انصاف پر قائم رہتے ہیں اور ہماری نشانیوں کا انکار نہیں کرتا مگر وہ جو غدار اور ناشکرا ہے۔

---

(۲۹) اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوۡلِجُ الَّيۡلَ فِى النَّهَارِ وَ يُوۡلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيۡلِ

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ اللّٰہ ہی ہے جو رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔

تفسیر قمی میں ہے وہ فرمایا رہا ہے جو رات میں گھٹتا ہے وہ دن میں داخل ہو جاتا ہے اور دن میں سے کم ہوتا

ہے وہ رات میں داخل ہو جاتا ہے۔[1]

وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۙ كُلٌّ يَّجْرِيْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى

اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کر دیا ہے اور ان میں سے ہر ایک مقرر مدت تک رواں رہے گا۔

الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ کو نیّرین بھی کہا جاتا ہے اس لیے کہ یہ روشنی پہنچاتے ہیں۔

يَّجْرِيْ وہ اپنے مدار میں چلتے رہیں گے۔

اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى تفسیر قمی میں ہے فرمایا کہ سورج اور چاند دونوں اپنے منتہا تک جاری رہتے ہیں نہ اس میں کوتاہی کرتے ہیں اور نہ ہی اس سے تجاوز کرتے ہیں۔[2]

وَّاَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ

اور تم جو بھی عمل کرتے ہو اللّٰہ اس سے باخبر ہے۔ اللّٰہ اس کی حقیقت سے آگاہ ہے۔

(۳۰) ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ

یہ اس لیے کہ بے شک اللّٰہ ہی حق ہے۔

ذٰلِكَ اشارہ ہے اس طرف جو ذکر کیا گیا علم کی وسعت اور قدرت کی شمولیت، اور تخلیق کے عجائبات اور باری تعالیٰ عزاسمہ کا اس سے مخصوص ہونا۔

وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ ۙ

اور وہ لوگ اللّٰہ کے سوا جنھیں پکارتے ہیں وہ باطل ہیں۔

وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ

اور بے شک اللّٰہ ہی بزرگ و برتر ہے۔

ہر شے سے بالا اور ہر چیز پر تسلّط رکھنے والا ہے۔

(۳۱) اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ

کیا تم نے دیکھا نہیں کہ سمندر میں کشتیاں فضلِ خدا سے رواں دواں ہیں اللّٰہ نے اپنے فضل و کرم سے اس کے اسباب مہیا کر دیے ہیں۔

تفسیر قمی میں ہے کہ کشتیاں سمندر میں اللّٰہ کی قدرت سے چلتی ہیں۔[3]

لِيُرِيَكُمْ مِّنْ اٰيٰتِهٖ ؕ تاکہ اللّٰہ تمھیں اپنی کچھ نشانیاں دکھلا دے۔

آیات کے معنی ہیں دلائل اور براہین۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ

بہ تحقیق اس میں بے شمار نشانیاں ہیں ہر صابر و شاکر کے لیے۔

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۶۷ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۶۷ (۳) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۶۷

کہا گیا ہے یعنی ہر اس شخص کے لیے جس نے اپنے آپ کو قید کر دیا ہے کہ وہ اللہ کی نشانیوں میں غور و خوض کرتا رہے اور اس کی نعمتوں میں تفکر کرے اور اس کی عنایتوں اور نوازشوں کا شکر ادا کرتا رہے۔[۱]

تفسیر قمی میں ہے فرمایا کہ وہ فقر و فاقہ پر صبر کرے اور تمام حالات میں اللہ کا شکر ادا کرے۔[۲]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں شاید اس سے وہ شخص مراد ہے جو طلب رزق کے لیے سمندر کا سفر اختیار نہیں کرتا اور جو اس مقصد کے لیے سمندر کا سفر اختیار کرتا ہے یہ اس پر اعتبار کرتا ہے۔

اور کہا گیا ہے کہ صبار اور شکور سے مومن کو مراد لیا ہے۔[۳]

اور حدیث میں ہے کہ ایمان کے دو حصے ہیں نصف صبر ہے اور نصف شکر ہے اسے روایت کیا ہے مجمع البیان میں۔[۴]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں کہ سمندر کا مسافر غرق کے خوف اور نجات کی امید میں ہوتا ہے لہٰذا وہ مسلسل مصیبت اور نعمت کے درمیاں رہتا ہے مصیبت اس سے صبر کا تقاضا کرتی ہے اور نعمت شکر کا مطالبہ کرتا ہے لہٰذا وہ صابر بھی ہوتا ہے اور شکور بھی۔

(۳۲) وَ اِذَا غَشِیَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ

اور جب کوئی موج سائبانوں کی طرح انھیں ڈھانپ لیتی ہے۔

یعنی جس طرح پہاڑوں کا سایہ ہو یا بادلوں کا سایہ یا کسی اور چیز کا سایہ ہو۔

دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۚ

تو (اس وقت) یہ اللہ کو پکارتے ہیں اپنے دین کو اللہ کے لیے خالص کر کے۔

فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ؕ

پھر جب وہ انھیں بچا کر خشکی تک لے آتا ہے تو ان میں سے کچھ ہی انصاف پر قائم رہتے ہیں۔

تفسیر قمی میں ہے یعنی ''صالح''۔[۵]

وَ مَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ اور ہماری نشانیوں کا انکار نہیں کرتا مگر وہ جو غدّار اور ناشکرا ہے۔

عہدِ فطری کو توڑ کر اور جو کچھ نشانیاں سمندر میں تھیں ان کا انکار کر کے لفظ ''ختر'' کا مفہوم ہے شدید بدعہدی۔

تفسیر قمی میں ہے فرمایا ''خَتَّارٍ'' یعنی دھوکے باز اور فریبی۔[۶]

كَفُوْرٍ کا مفہوم ہے ناشکرا نعمتوں کا انکار کرنے والا۔

---

(۱) بیضاوی انوار التنزیل، ج ۲، ص ۳۵۹ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۶۷ (۳) زمخشری تفسیر کشاف، ج ۳، ص ۵۰۳
(۴) مجمع البیان، ج ۷-۸، ص ۳۲۳ (۵) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۶۷ (۶) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۶۷

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۫ وَ لَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۪ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۳۳﴾

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ؕ وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۳۴﴾ ع

(۳۳) اے لوگو! تم اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو اور اس دن سے ڈرو جب کوئی باپ اپنی اولاد کے کام نہ آئے گا اور نہ ہی اولاد اپنے والد کے کچھ کام آئے گی اللہ کا وعدہ سچا ہے لہٰذا دنیاوی زندگی تمھیں دھوکے میں نہ ڈال دے اور نہ کوئی دھوکے باز تمھیں اللہ کے معاملے میں دھوکا دینے پائے۔

(۳۴) بے شک اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے اور وہی بارش برساتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ شکم مادر میں کیا ہے اور کسی متنفس کو نہیں پتا کہ کل وہ کیا کمائی کرنے والا ہے اور نہ کسی شخص کو یہ معلوم ہے کہ کس زمین میں وہ مرے گا بے شک اللہ علیم اور خبیر ہے۔

(۳۳) يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ

اے لوگو! تم اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو۔

وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ

اور اس دن سے ڈرو جب کوئی باپ اپنی اولاد کے کام نہ آئے گا۔

وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ؕ

اور نہ ہی اولاد اپنے والد کے کچھ کام آئے گی۔

اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ

بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔

ثواب اور عذاب کے اعتبار سے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ اس سے مراد قیامت ہے۔[1]

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۶۷

فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۪

لہٰذا دنیاوی زندگی تمھیں دھوکے میں نہ ڈال دے۔

اپنی جانب مائل کرکے اور لبھا کر۔

کتاب کافی میں امام سجاد علیہ السّلام سے مروی ہے کہ دنیا دو طرح کی ہوتی ہے ایک دنیائے بلاغ صرف گزارہ کرنے کی مقدار بھر اور دوسری دنیائے ملعونہ جس پر لعنت کی گئی ہے۔[1]

وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ

اور نہ کوئی دھوکے باز تمھیں اللّٰہ کے معاملے میں دھوکا دینے پائے۔

یعنی شیطان اس طرح کہ تمھیں توبہ اور مغفرت کی امید دلا کر تمھیں گناہوں پر جری بنا دے۔

(۳۴) اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ

بے شک اللّٰہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے۔

یعنی یہ علم کہ قیامت کب آئے گی۔

وَ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ اور وہی بارش برساتا ہے۔

یعنی یہ کہ کب بارش ہوگی اور کہاں پر بارش ہوگی یہ سب اللّٰہ کے علم میں ہے۔

وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ؕ

اور وہ جانتا ہے کہ شکم مادر میں کیا ہے۔

حضرت علی علیہ السّلام نے فرمایا۔

اللّٰہ جانتا ہے کہ شکموں میں کیا ہے؟ نر ہے یا مادہ بدصورت ہے یا خوب صورت، سخی ہے یا بخیل، بدبخت ہے یا خوش نصیب اور کون جہنم کا ایندھن ہوگا اور کون جنت میں انبیا کا رفیق ہوگا۔[2]

وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ

اور کسی متنفس کو یہ نہیں پتا کہ کل وہ کیا کمائی کرنے والا ہے۔

خیر یا شر اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ یہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے اور عمل اس کے خلاف ہوتا ہے۔

وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ

اور نہ کسی شخص کو یہ معلوم ہے کہ کس زمین میں وہ مرے گا۔

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ وہ پانچ چیزیں ہیں کہ جن کو نہ تو مقرب فرشتہ جانتا ہے اور نہ ہی نبی مرسل اور یہ اللّٰہ تعالیٰ کی صفتوں میں سے ہے۔[3]

---

(۱) الکافی، ج ۲، ص ۱۳۰ ۱۲۷، ح ۱۱ کے ذیل میں۔ (۲) نہج البلاغہ، خطبہ نمبر ۱۲۸ ۔ ۱۲۶

(۳) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۶۷

نہج البلاغہ میں ہے کہ یہی وہ علم غیب ہے جسے اللّٰہ کے سوا کوئی اور نہیں جانتا۔[1]

تفسیر مجمع البیان میں ہے حدیث میں آیا ہے کہ غیب کی کنجیاں پانچ ہیں جنھیں صرف اللّٰہ جانتا ہے اور آپ نے اس کی تلاوت فرمائی۔[2]

اور ائمہ ہدیٰ سے روایت کی گئی ہے کہ یہ وہ پانچ چیزیں ہیں جنھیں تفصیل اور تحقیق سے سوائے اللّٰہ کے کوئی غیر نہیں جانتا۔[3]

میں (فیض کا ثانی) کہتا ہوں کہا گیا تفصیل اور تحقیق سے اس لیے کہ ائمہ علیہم السّلام ان میں سے کچھ باتیں اجمالی طور سے بیان فرما دیتے تھے اور یہ علم انھیں ذی علم سے حاصل ہوا تھا جیسا کہ امیر المومنین علیہ السّلام نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ

بے شک اللّٰہ علیم ہے۔

وہ تمام چیزوں کو بخوبی جانتا ہے۔

خَبِیْرٌ

باخبر ہے۔

وہ ہر شے کے باطن کو اسی طرح جانتا ہے جیسے اس کے ظاہر کو۔

کتاب ثواب الاعمال اور مجمع البیان میں امام باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جو بھی سورۂ لقمان ہر شب کو پڑھے گا تو اللّٰہ تعالیٰ اس شب میں ملائکہ کو متعین فرما دے گا ابلیس اور اس کے لشکر سے صبح کے وقت تک اس شخص کی حفاظت کریں گے اور اگر دن کے وقت اس سورے کو پڑھے گا تو فرشتے شام تک ابلیس علیہ اللعن اور اس کے لشکر سے اس کی حفاظت کریں گے۔[4]

---

(۱) نہج البلاغہ، خطبہ، ۱۲۸۔۱۲۶ (۲) مجمع البیان، ج ۷۔۸، ص ۳۲۴

(۳) مجمع البیان، ج ۷۔۸، ص ۳۲۴ (۴) بصائر الدرجات، ص ۱۲۹، باب ۲۱

(۵) ثواب الاعمال ص ۱۱۰ و مجمع البیان ج ۷۔۸ ص ۳۱۲

سورۃ السجدہ

مکی سورہ ہے سوائے تین آیات کے جو مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا سے آخری آیت تک آیتوں کی تعداد تیس ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ۚ﴿۱﴾

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ؕ﴿۲﴾

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۳﴾

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا شَفِيْعٍ ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴﴾

اللّٰہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت مشفق ہے

(۱) الف۔ لا۔ میم۔

(۲) اس کتاب کی تنزیل بلاشبہہ رب العالمین کی جانب سے ہے۔

(۳) کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ اسے اس شخص نے گھڑ لیا ہے بلکہ یہ تو آپ کے رب کی طرف سے حق ہے تاکہ آپ ایک ایسی قوم کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی نذیر (ڈرانے والا) نہیں آیا، ہوسکتا ہے کہ وہ ہدایت پاجائیں۔

(۴) اللّٰہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اسے چھ دنوں میں خلق فرمایا ہے پھر وہ عرش کی جانب متوجہ ہوا اس کے سوا تمھارا کوئی حامی اور شفیع نہیں ہے کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔

---

(۱) الٓمّٓ

الف۔ لام۔ میم۔ اس کی تفسیر سورۂ بقرہ میں بیان کی جاچکی ہے۔

(۲) تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اس کتاب کی تنزیل بلاشبہ رب العالمین کی جانب سے ہے۔

(۳) اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ

کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ اسے اس شخص نے گھڑ لیا ہے بلکہ یہ تو آپ کے رب کی طرف سے حق ہے۔

لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ

تا کہ آپ ایک ایسی قوم کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی نذیر (ڈرانے والا) نہیں آیا۔

اس لیے کہ ان کا تعلق ان لوگوں سے تھا جو زمانۂ فترت میں تھے۔

فترت یعنی دو پیغمبروں کی آمد کے درمیان کا زمانہ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان کا زمانہ۔

لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ

ہوسکتا ہے کہ وہ ہدایت پا جائیں۔

اے نبیؐ آپ اگر انھیں عذاب خدا سے ڈرائیں گے۔

(۴) اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ

اللہ وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اسے چھ دنوں میں پیدا کیا ہے۔

ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ

پھر وہ عرش کی جانب متوجہ ہوا۔

اس کی تفسیر سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۵۴ کے ذیل گزر چکی ہے۔

مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ

اس کے سوا تمھارا کوئی حامی اور شفیع نہیں ہے۔

اگر تم حکم خداوندی سے تجاوز کرو گے۔

اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ

کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔

اللہ نے جو نصیحتیں کی ہیں۔ اُن سے سبق نہیں لیتے

يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝۵

ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝۶

الَّذِيْۤ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَ بَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ۝۷

ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝۸

ثُمَّ سَوّٰىهُ وَ نَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝۹

وَقَالُوْۤا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ؕ بَلْ هُمْ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ۝۱۰

---

(۵) وہ آسمانوں سے زمین تک تمام امور کی تدبیر کرتا ہے پھر یہ معاملات اس کے حضور بلند کیے جاتے ہیں ایک دن میں جس کی مقدار تمھارے شمار کے مطابق ہزار سال ہے۔

(۶) وہی ہے پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا غالب اور مشفق و مہربان۔

(۷) جس نے ہر شے کی تخلیق احسن طریق سے کی ہے اور جس نے انسان کی تخلیق کا آغاز گارے سے کیا۔

(۸) پھر اس کی نسل ایک حقیر پانی کے جوہر (نطفے) سے چلائی۔

(۹) پھر اسے درست کیا اور اس میں اپنی روح ڈال دی اور اس نے تمھیں کان دیے، آنکھیں دیں اور دل دیے تم لوگ کم ہی شکر گزار ہوتے ہو۔

(۱۰) اور انھوں نے کہا کیا جب ہم زمین میں گم ہو جائیں گے تو کیا پھر ہم نئے سرے سے پیدا کے جائیں گے دراصل یہ لوگ اپنے رب سے ملاقات کے منکر ہیں۔

---

(۵) يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ

وہ آسمان سے زمین تک تمام امور کی تدبیر کرتا ہے۔

ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ

پھر یہ معاملات اس کے حضور بلند کیے جاتے ہیں ایک دن میں جس کی مقدار تمھارے شمار کے مطابق ہزار

سال ہے۔

تفسیر قمی میں ہے یعنی وہ جن امور کی تدبیر کرتا ہے اور وہ امر و نہی جس کا حکم دیا ہے بندوں کے یہ تمام اعمال قیامت کے دن ظاہر ہوں گے اس دن کی مقدار دنیاوی سال کے اعتبار سے ہزار سال ہوگی۔[۱]

اور اس مفہوم سے متعلق احادیث سورۂ حج کی آیت نمبر ۴۷ کے ذیل میں بیان کی جا چکی ہیں۔

(۶) ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ

وہی ہے پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا۔

وہ تقاضائے حکمت کے مطابق امر کی تدبیر کرتا ہے۔

الْعَزِيْزُ

وہ اپنے امر پر غالب ہے۔

الرَّحِيْمُ

وہ اپنی تدبیر میں بندوں پر مشفق و مہربان ہے۔

(۷) الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ

جس نے ہر شے کی تخلیق احسن طریق سے کی ہے۔

اس کے لیے جو کچھ تیار کیا تھا بھرپور طریقے سے اس کی تخلیق کی اور حکمت اور مصلحت کے مطابق جو کچھ اس کے لیے سزاوار تھا اس کے مطابق اسے پیدا کیا۔

وَ بَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ

اور جس نے انسان کی تخلیق کا آغاز گارے سے کیا۔

تفسیر قمی میں ہے کہ اس سے مراد آدم علیہ السلام کی تخلیق کی ہے۔[۲]

(۸) ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ

پھر اس کی نسل ایک حقیر پانی کے جوہر (نطفے) سے چلائی۔

نسل۔ ذریت کو کہا جاتا ہے اس لیے کہ نسل کے معنی ہیں اس سے جدا ہونا۔

مِنْ سُلٰلَةٍ تفسیر قمی میں ہے یعنی اس کی نسل، اس کی اولاد۔

مِنْ سُلٰلَةٍ فرمایا هو الصَّفْوَةُ من الطعام و الشراب یعنی کھانے اور پینے کی منتخب اور خالص چیز۔[۳]

مَّآءٍ مَّهِيْنٍ۔ فرمایا کہ اس سے مراد نطفہ اور منی ہے۔[۴]

(۹) ثُمَّ سَوّٰىهُ پھر اسے درست کیا۔

---

(۱) ثواب الاعمال، ص ۱۱۰ و مجمع البیان، ج ۷۔۸، ص ۳۱۲

(۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۶۸

(۳) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۶۸

(۴) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۶۸

اسے درست کیا قائم کیا اس کے اعضا و جوارح کی تصویر بنا کر جیسا کہ وہ چاہتا تھا۔

تفسیر قمی میں ہے کہ نطفہ کو علقہ میں اور علقہ کو مُضغہ میں تبدیل کر کے یہاں تک کہ اس میں روح پھونک دی۔[۱]

وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ اور اس میں اپنی روح ڈال دی۔

روح کو اللہ تعالیٰ نے اپنی جانب نسبت دی تا کہ روح کا شرف واضح ہو اور اس بات کو ظاہر کیا جائے کہ یہ عجیب الخلقت ہے اور یہ کہ ربوبیت کی جناب میں اس کی خاص شان اور مقام ہے اور اسی وجہ سے فرمایا: من عرف نفسه فقد عرف ربه جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا تو گویا کہ اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔[۲]

اور روح کا مفہوم سورۂ حجر کی آیت نمبر ۲۹ کے ذیل میں بیان کیا جا چکا ہے۔

وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ

اور اس نے تمھیں کان دیے، آنکھیں دیں اور دل دیے۔

خصوصیت کے ساتھ تا کہ تم سن سکو، دیکھ سکو اور سمجھ سکو۔

قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ

تم کم ہی شکر گزار ہوتے ہو۔

یعنی کم شکر ادا کرتے ہو۔

(۱۰) وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ

اور انھوں نے کہا کیا جب ہم زمین میں گم ہو جائیں گے۔

یعنی ہم تراب بن جائیں گے زمین کی مٹی سے مخلوط ہو کر ہمیں اس سے ممیز نہیں کیا جا سکے گا یہ کہ ہم تراب میں غائب ہو جائیں گے۔

ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ

تو کیا پھر ہم نئے سرے سے پیدا کیے جائیں گے۔

یعنی تبارک و تعالیٰ نئے سرے سے ہماری تخلیق کرے گا۔

بَلْ هُمْ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ دراصل یہ لوگ اپنے رب سے ملاقات کے منکر ہیں۔

کتاب توحید میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس سے مراد ہے دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جانا تبارک و تعالیٰ نے اس کا نام لقا رکھ دیا ہے۔[۳]

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۶۸ (۲) تفسیر قمی، ج ۲ ص ۱۶۸ (۳) انوار التنزیل، ج ۲، ص ۲۳۴

قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱﴾
وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ رَبَّنَاۤ اَبْصَرْنَا وَ سَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ﴿۱۲﴾
وَ لَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَ لٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳﴾
فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾
اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ سَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ هُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۱۵﴾ السجدة

---

(۱۱) فرما دیجیے کہ موت کا وہ فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے وہ تمھاری روحیں قبض کر لیتا ہے پھر تم اپنے رب کی جانب لوٹائے جاؤ گے۔

(۱۲) کاش آپ دیکھیں جب یہ مجرم سر جھکائے اپنے رب کی بارگاہ میں کھڑے ہوں گے اور یہ کہہ رہے ہوں گے اے ہمارے پروردگار ہم نے اچھی طرح دیکھ لیا اور سن لیا تو ہمیں واپس بھیج دے تا کہ ہم نیک عمل کریں ہمیں اب یقین آ گیا ہے۔

(۱۳) (جواب میں ارشاد ہوگا) اگر ہم چاہتے تو ہر نفس کی ہدایت کر دیتے لیکن میری بات پوری ہو کر رہی کہ میں ضرور بالضرور جہنم کو جنوں اور انسانوں سے بھر دوں گا۔

(۱۴) لہٰذا تم مزہ چکھو کیوں کہ تم آج کے دن کی ملاقات کو فراموش کر چکے تھے۔ ہم نے بھی اب تمھیں فراموش کر دیا ہے۔ اب تم اپنے عمل کی پاداش میں ہمیشہ رہنے والے عذاب کا مزہ چکھو۔

(۱۵) ہماری آیتوں پر وہ لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب انھیں آیتیں سنا کر نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کے حمد کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔

---

(۱۱) قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ

اے نبیؐ آپ فرما دیجیے کہ تمھیں وفات دے گا تمھاری روحیں قبض کر لے گا وہ کسی بھی نفس کو نہیں چھوڑے گا

اور تم میں سے کسی کو بھی باقی نہیں رہنے دے گا۔

مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ

وہ ملک الموت جسے تمھاری روحوں کو قبض کرنے کے لیے اور تمھاری موت کو گھیرنے کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔

ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ

پھر تم اپنے رب کی جانب لوٹائے جاؤ گے۔

حساب اور جزا کے لیے۔

تفسیر قمی میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب مجھے آسمان پر لے جایا گیا تو میں نے فرشتوں میں سے ایک فرشتے کو دیکھا جس کے ہاتھ میں نور کی ایک لوح تھی وہ دائیں بائیں متوجہ نہیں ہوتا تھا وہ لوح کی طرف دیکھتا رہتا ہے اور ملول وحزیں رہتا ہے میں نے دریافت کیا اے جبرئیل یہ کون ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا یہ ملک الموت ہے جو روحوں کو قبض کرنے میں مصروف ہے میں نے کہا جبرئیلؑ ذرا اس کے قریب چلو میں اس سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں جبرئیلؑ مجھے اس کے قریب لے گئے میں نے اس سے کہا اے ملک الموت کیا جو بھی مر چکا ہے یا بعد میں مرنے والا ہے کیا تم سب کی روح قبض کرتے ہو ملک الموت نے کہا ہاں میں نے دریافت کیا کہ کیا تم خود ان کے پاس جاتے ہو ملک الموت نے کہا ہاں پوری دنیا میرے نزدیک جسے اللہ تعالیٰ نے میرے لیے مسخر کر دیا ہے اور مجھے اس پر قادر بنایا ہے ایسی ہی ہے جیسے کسی شخص کی ہتھیلی پر ایک درہم ہوتا ہے وہ اسے جس طرح چاہے الٹتا پلٹتا رہے اور میں دنیا کے ہر گھر میں روزانہ پانچ مرتبہ داخل ہوتا ہوں اور جب گھر والے اپنی میتوں پر گریہ کرتے ہیں تو میں کہتا ہوں اس پر گریہ نہ کرو اس لیے کہ میں تمھارے پاس پلٹ پلٹ کر آؤں گا یہاں تک کہ تم میں سے کوئی بھی باقی نہ بچے گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے جبرئیل موت کے لیے ''طامۃ'' (قیامت، مصیبت) کافی ہے تو جبرئیل نے عرض کی موت کے بعد موت سے بڑھ اور موت سے بڑی کوئی اور مصیبت نہیں ہے۔[1]

(۱۲) وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ

کاش آپ دیکھیں جب یہ مجرم سر جھکائے اپنے رب کی بارگاہ میں کھڑے ہوں گے۔

حیات اور رسوائی اور ذلت کی وجہ سے۔

رَبَّنَآ

یہ کہہ رہے ہوں گے اے ہمارے پروردگار۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۶۸

اَبْصَرْنَا

ہم نے اچھی طرح دیکھ لیا۔ جو تو نے وعدہ کیا تھا۔

وَسَمِعْنَا

اور ہم نے سن لیا تجھ سے تیرے رسولوں کی تصدیق۔

فَارْجِعْنَا

تو ہمیں واپس بھیج دے۔ دنیا کی طرف۔

نَعْمَلْ صَالِحًا

تا کہ ہم نیک عمل کریں۔

اِنَّا مُوْقِنُوْنَ

ہمیں اب یقین آ گیا ہے۔

اس لیے کہ ہم نے جو کچھ دیکھا ہے اس میں کسی شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

تفسیر قمی میں ہے ہم نے دنیا میں سب کچھ دیکھا اور سنا تھا لیکن ہم نے اس پر عمل نہیں کیا۔[1]

(۱۳) وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا

(جواب میں ارشاد ہوگا) اگر ہم چاہتے تو ہر نفس کی ہدایت کر دیتے۔

یعنی کوئی نفس بھی ایمان اور عمل صالح کی طرف ہدایت نہیں پا سکتا مگر اسی صورت میں کہ اللہ اسے توفیق دے۔

تفسیر قمی میں ہے فرمایا کہ اگر ہم چاہتے تو ہم سب کو معصوم بنانے پر قدرت رکھتے تھے۔[2]

وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ

لیکن میری بات پوری ہو کر رہی۔

میرا فیصلہ ثابت ہو کر رہا اور میری وعید (دھمکی) پہلے ہو چکی ہے۔

لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ

کہ میں ضرور بالضرور جہنم کو جنوں اور انسانوں سے بھر دوں گا۔

(۱۴) فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ

لہٰذا تم مزہ چکھو کیوں کہ تم آج کے دن کی ملاقات کو فراموش کر چکے تھے۔

اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ

ہم نے بھی اب تمھیں فراموش کر دیا ہے۔

---

(۱) تفسیر نور الثقلین، ج ۴، ص ۲۲۶، ح ۲۵ تفسیر قمی میں یہ حوالہ نہیں ہے

(۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۶۸

تفسیر قمی میں ہے کہ ہم نے تمھیں چھوڑ دیا ہے۔[1]

وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ

اور اب تم اپنے عمل کی پاداش میں ہمیشہ رہنے والے عذاب کا مزہ چکھو۔

یعنی جھٹلانے اور عصیان کا مزہ چکھو۔

(۱۵) اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا

بلاشبہ ہماری آیتوں پر وہ لوگ ایمان لاتے ہیں۔

الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا

جب انھیں آیتیں سنا کر نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں۔

ذُكِّرُوْا کا مفہوم ہے انھیں موعظت کی جاتی ہے۔

خَرُّوْا سُجَّدًا تو وہ عذاب خداوندی کے خوف سے سجدے میں گر پڑتے ہیں۔

وَّ سَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ

اور اپنے رب کے حمد کی تسبیح کرتے ہیں۔

اور جو باتیں اللہ کے لیے مناسب نہیں ہیں اُسے ان سے منزہ قرار دیتے ہیں جیسے دوبارہ زندہ کرنے سے اسے عاجز سمجھنا اس کی حمد کرتے ہوئے اس بات کا شکر ادا کرنے کے لیے کہ انھیں اسلام کے لیے توفیق فراہم کی اور ہدایت ان تک پہنچی۔

وَ هُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ

اور وہ تکبر نہیں کرتے۔

یعنی ایمان اور اطاعت سے تکبر نہیں کرتے۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۶۸

تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ۫ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ﴿۱۶﴾

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۷﴾

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا یَسْتَوٗنَ ﴿۱۸﴾

اَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰی ۫ نُزُلًۢا بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾

وَ اَمَّا الَّذِیْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ كُلَّمَاۤ اَرَادُوْۤا اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَاۤ اُعِیْدُوْا فِیْهَا وَ قِیْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۰﴾

---

(۱۶) ان کی پیٹھیں بستروں سے الگ رہتی ہیں وہ اپنے رب کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں اور جو کچھ ہم نے رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

(۱۷) کوئی نفس نہیں جانتا کہ ان کے عمل کی جزا کے طور پر کون سی چیزیں جو ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں چھپا کر رکھی گئی ہیں۔

(۱۸) کیا وہ شخص جو مومن ہے اس شخص جیسا ہوسکتا ہے جو فاسق ہے دونوں یکساں نہیں ہیں۔

(۱۹) لیکن جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کیے تو ان کے لیے جنتوں کی قیام گاہیں ہیں جو ان کے اعمال کے بدلے میں بطور ضیافت ملی ہیں۔

(۲۰) لیکن جن لوگوں نے فسق اختیار کیا تو ان کا ٹھکانا جہنم ہے جب بھی وہ اس سے نکلنا چاہیں گے دوبارہ اسی میں لوٹا دیے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ اب جہنم کے اس عذاب کا مزہ چکھو جسے تم جھٹلا دیا کرتے تھے۔

---

(۱۶) تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ

ان کی پیٹھیں بستروں سے الگ رہتی ہیں۔

تَتَجَافٰی بلند رہتی ہیں اور الگ اور علاحدہ رہتی ہیں۔

الْمَضَاجِعِ فرش، بستر اور سونے کے مقامات۔

تفسیر مجمع البیان میں صادقین علیہما السلام سے مروی ہے کہ وہ رات کے وقت تہجد پڑھتے ہیں وہ ان لوگوں میں سے ہیں جو اپنے بستر سے نماز کے لیے اٹھتے ہیں۔[۱]

يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا

وہ اپنے رب کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں۔

یعنی وہ رب کو آواز دیتے ہیں اس کی ناراضی سے ڈرتے ہوئے اور اس کی رحمت کی امید لیے ہوئے۔

وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ

اور جو کچھ ہم نے رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

نیک کاموں میں خرچ کرتے ہیں۔

کتاب علل الشرائع میں امام باقر علیہ السلام سے اس آیت کے ذیل میں مروی ہے فرمایا کہ ہوسکتا ہے تم دیکھو کہ قوم کے لوگ سوتے نہیں ہیں بالخصوص اس بدن کے ساتھ کہ اسے راحت ملے یہاں تک نفس اس بدن سے نکل جاتا ہی اور جب نفس نکل جاتا ہے تو بدن کو راحت ملتی ہے اور روح واپس آجاتی ہے عمل کو قوی بنانے کے لیے فرمایا کہ یہ آیت امیر المومنین علیہ السلام اور ہمارے شیعوں میں سے ان کے پیروکار لوگوں کے نازل ہوئی ہے وہ رات کے ابتدائی حصّے میں سوجاتے ہیں اور جب رات کا دو تہائی حصّہ گزر جاتا ہے یا اللہ جتنا چاہے تو وہ اپنے رب سے پناہ طلب کرتے ہیں رغبت کرتے ہوئے، ڈرتے ہوئے، جو کچھ اللہ کے پاس ہے اس کی طمع کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کا ان کا ذکر کیا ہے میں تمھیں بتاتا ہوں کہ اللہ نے انھیں کیا کچھ دیا ہے اللہ نے انھیں اپنے جوار (ہمسایگی) میں ٹھہرایا، انھیں جنت میں داخل کردیا، اور انھیں خوف سے محفوظ رکھا اور ان کے ڈر کو دور کردیا۔[۲]

کتاب کافی میں امام باقر علیہ السلام سے اور کتاب مجالس میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے اور کتاب مجمع البیان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی گئی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمھیں خیر کے دروازوں سے باخبر کردوں؟ کہا گیا بے شک تو فرمایا روزہ آتش جہنم سے بچنے کی سپر ہے اور صدقہ غلطیوں کو چھپا دیتا ہے، اور انسان کا آدھی رات کو اللہ کی خوش نودی و رضامندی کے کھڑے ہونا۔[۳]

اور ایک روایت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا۔[۴]

---

(۱) علل الشرائع، ص ۳۶۵، ح ۴، باب ۸۶

(۲) الکافی، ج ۲، ص ۲۲۔۲۴، ح ۱۵ و یہ حوالہ کتاب مجالس میں نہیں بلکہ کتاب المحاسن، ح ۱، ص ۴۵۱، ح ۱۰۳۹ میں ہے و مجمع البیان، ج ۷۔۸، ص ۳۳۱

(۳) الکافی، ج ۲، ص ۲۳۔۲۴، ح ۱۵ (۴) المحاسن، ج ۱، ص ۴۵۱، ح ۱۰۳۹

اور دوسری روایت میں ہے کہ وہ اپنے رب سے تنہائی میں گفتگو کرتا ہے پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ۔[1]

اور کتاب امالی میں امام صادق علیہ السلام اس آیت کے ذیل میں مروی ہے فرمایا کہ وہ سوتے نہیں جب تک عَتَمہ (عشا) کی نماز نہ پڑھ لیں۔[2]

(۱۷) فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ ۚ

کوئی نفس نہیں جانتا کہ کون سی چیزیں جو ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں چھپا کر رکھی گئی ہیں۔

یعنی وہ چیزیں جن کی وجہ سے ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک ملتی ہے۔

جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ان کے عمل کی جزا کے طور پر۔

تفسیر قمی میں ہے امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ بندہ جو بھی اچھے کام کرتا ہے اس کا ثواب قرآن میں بیان کر دیا گیا ہے سوائے نماز شب کے اللہ تعالیٰ نے اس کا ثواب بیان نہیں فرمایا اس لیے کہ اس کی عظمت اللہ کے نزدیک بہت زیادہ ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ سے یَعْمَلُوْنَ تک پھر فرمایا کہ ہر روزِ جمعہ اللہ کی جانب سے اس کے مومن بندوں کے لیے کرامت وفضیلت ہے جب جمعے کا دن آتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ مومن کی طرف ایک فرشتہ کو مبعوث کرتا ہی جس کی ساتھ دو حلّے (جنت کے لباس فاخرہ) ہوتے ہیں اور وہ جنت کے دروازے پر پہنچتا ہے وہ کہتا ہے مجھے فلاں شخص کے پاس جانے کی اجازت چاہیے تو اس سے کہا جاتا ہے یہ تمھارے رب کا ایلچی دروازے پر ہے وہ اپنی ازواج سے کہتا ہے کہ تم مجھ پر کون سی چیز کو خوبصورت پاتی ہو تو وہ جواب دیں گی اے ہمارے آقا اس ذات کی قسم جس نے جنت کو آپ کے لیے مباح قرار دیا ہے ہم نے اس سے زیادہ خوبصورت لباس آپ کو پہنے ہوئے نہیں دیکھا آپ کے رب نے اسے بھیجا ہے لہٰذا آپ ان میں ایک کو تہبند کر لیجیے اور دوسرے کو اوڑھ لیجیے وہ اس لباس کو پہن کر جہاں سے گزرتا وہ شے روشن ہوجاتی یہاں تک کہ وہ وعدہ گاہ پر پہنچ جائے گا جب سب لوگ وہاں مجتمع ہوجائیں گے تو رب تعالیٰ ان پر تجلّی ڈالے گا جب وہ اس تجلّی کو دیکھیں گے تو وہ سجدے میں گر جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا اے میرے بندو تم اپنے سروں کو اٹھالو یہ سجدوں کا دن نہیں ہے اور نہ ہی عبادت کا دن ہے تم سے ذمے داری اٹھالی گئی ہے وہ کہیں گے اے ہمارے رب تو نے جو کچھ ہمیں عطا فرما دیا ہے اب اس سے افضل کیا ہوگا؟ تو نے ہمیں جنت عطا کر دی ہے تو اللہ ارشاد فرمائے گا تمھارے پاس جو کچھ ہے اس سے ستّر گنا زیادہ تمھیں عطا کیا جائے گا لہٰذا مومن کو ہر جمعہ کو پہلے سے ستر گنا زیادہ ملے گا اور یہ اللہ کا قول ہے وَلَدَیْنَا مَزِیْدٌ (ق ۳۵) (اور ہمارے پاس مزید ہے) اور یہ روز جمعہ ہے جس کی شب روشن شب ہے اور جس کا دن چمکدار دن ہے تم اس میں تسبیح، تکبیر اور تہلیل اور توصیف اللہ کی بیان کیا کرو اور محمد و آل محمد پر کثرت کے

---

(۱) الامالی شیخ طوسی، ص ۴۹۴، ح ۵۷۶، مجلس ۱۱

ساتھ درود بھیجا کرو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ مومن گزرے گا اور جہاں سے گزرے گا اسے روشن کردے گا وہ اپنی ازواج تک پہنچے گا تو وہ کہیں گے اس ذات کی قسم جس نے ہمارے لیے جنت کو مباح بنایا ہے اے ہمارے آقا آج سے پہلے ہم نے آپ کو اتنا زیادہ حسین نہیں دیکھا تھا تو وہ کہے گا کہ میں نے اپنے رب کے نور کا مشاہدہ کیا ہے پھر فرمایا کہ ان کی ازواج (بیویاں) باہمی ایک دوسرے سے حسد نہیں کریں گی اور نہ ہی انھیں حیض آئے گا اور نہ ہی وہ اپنے شوہروں کے پاس بے وقعت ہوں گی اور راوی نے کہا میں نے عرض کی میں آپ پر قربان ہوجاؤں میں آپ سے ایک چیز کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں لیکن مجھے حیا آتی ہے۔

امام علیہ السّلام نے فرمایا دریافت کرو میں نے دریافت کیا کہ کیا جنت میں گانا (موسیقی) ہوگا؟ تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ جنت میں ایک درخت ہے اللہ جنت کی ہوا کو حکم دے گا جب ہوائیں چلیں گی تو اس درخت سے آوازیں آئیں گی لوگوں نے اس سے اچھی آواز کبھی نہیں سنی ہوگی پھر فرمایا یہ ان کے لیے بدلہ ہے جنھوں نے خوف خدا کی وجہ سے دنیا میں گانا سننا چھوڑ دیا تھا امام علیہ السّلام نے فرمایا اس شخص نے کہا میری جان آپ پر فدا ہو آپ کچھ مزید بتلایئے تو امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے ہاتھوں سے جنت خلق فرمائی ہے جسے کسی آنکھ نے نہیں دیکھا ہے اور کسی بھی مخلوق کو اس سے آگاہ نہیں کیا ہے اللہ اس جنت کو ہر صبح کھولتا ہے اور فرماتا ہے کہ ہوا میں اضافہ کردے اور خوش بو کو بڑھا دے اور وہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۔[1]

کتاب المحاسن میں صادقین علیہما السّلام سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب مجھے معراج کے سفر پر لے جایا گیا تو میں نے جنت میں ایک نہر دیکھی جو دودھ سے زیادہ سفید تھی اور شہد سے زیادہ شیریں تھی اور تیر سے زیادہ مستقیم تھی اس میں آفتابے (لوٹے) تھے ستاروں کی تعداد کے برابر اور اس کے کنارے قبے ہیں یا قوت احمر اور درِ ابیض کے جبرئیل نے اپنے بازوؤں کو مارا تو وہ مشک وعنبر کی خوشبو تھی پھر فرمایا جس کے قبضے میں محمدؐ کی جان ہے کہ جنت میں ایک درخت ہے جو ایسی آواز میں تسبیح کرتے ہوئے پھڑ پھڑاتا ہے جس کی آواز کو اولین اور آخرین میں سے کسی نے نہ سنا ہو اس درخت میں انار کی طرح کا پھل اگتا ہے اس کا ایک پھل کسی شخص کی طرف گرے گا جب اسے چاک کرے گا تو اس میں سے ستر حلّے نکلیں گے اور مومنین کرسیوں پر بیٹھے ہوئے ہوں گے اور ان کی پیشانیاں روشن ہوں گی جنت میں جہاں چاہیں رہیں گے ابھی وہ اسی کیفیت سے دوچار ہوں گے کہ اچانک ایک عورت بلندی سے نظر آئے گی اور وہ کہہ رہی ہوگی سبحان اللہ اے عبد خدا کیا ہمارے لیے تمھاری جانب سے کوئی سلطنت نہیں ہے؟ یہ شخص کہے گا تم کون ہو؟ تو وہ کہے گی میں ان عورتوں سے ہوں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔[2]

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ ۚ کسی کو خبر نہیں کون سی چیزیں جو آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں چھپا

(۱) تفسیر قمی ج ۲ ص ۱۶۸-۱۷۰ (۲) المحاسن، ج ۱، ص ۲۸۸، ح ۵۶۹/۱۷۴ باب ۴۱

کر رکھی گئی ہیں۔

تفسیر مجمع البیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے میں نے اپنے بندوں کے لیے وہ کچھ مہیا کر رکھا ہے جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے اور نہ ہی کسی کان نے سنا ہے اور نہ ہی وہ کسی انسان کی خواب و خیال میں آیا ہے لے لو یا چھوڑ دو میں تمھیں اس بات سے مطلع کر چکا ہوں اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ الایۃ۔[1]

(۱۸) اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ

کیا وہ شخص جو مومن ہے اس شخص جیسا ہوسکتا ہے جو فاسق ہے۔

یعنی ایمان سے خارج ہے۔

لَا يَسْتَوٗنَ دونوں یکساں نہیں۔

شرف میں اور ثواب حاصل کرنے میں۔

(۱۹) اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ۙ نُزُلًا

لیکن جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کیے تو ان کے لیے جنتوں کی قیام گاہیں ہیں جو بطورِ ضیافت ملی ہیں۔ النزل کا مفہوم ہے مسافر کے لیے جو کھانے پینے اور عطیہ اور انعام کا انتظام کیا جاتا ہے۔

بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ان کے اعمال کے بدلے میں۔

(۲۰) وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ

لیکن جن لوگوں نے فسق اختیار کیا ہے تو ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔

كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا

جب بھی وہ اس سے نکلنا چاہیں گے دوبارہ اسی میں لوٹا دیے جائیں گے اس سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ اس میں ہمیشہ کے لیے رہیں گے۔

وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ

اور ان سے کہا جائے گا کہ اب جہنم کے اس عذاب کا مزہ چکھو جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔

یہ ان کی اہانت کے لیے کہا گیا اور اُن کے غیظ و غضب کو بڑھانے کے لیے تفسیر قمی میں ہے فرمایا کہ بہ تحقیق جب وہ جہنم میں داخل ہوں گے تو انھیں نیچے لے جایا جائے گا ستر سال کا فاصلہ طے کر کے اور جب وہ اس کے نچلے طبقے میں پہنچ جائیں گے تو جہنم کی آگ ان پر بھڑکنے لگے گی اور جب وہ جہنم کے بالائی حصّے پر ہوں گے تو انھیں لوہے کے ستونوں میں جکڑ دیا جائے گا یہ ہے ان کا حال۔[2]

---

(۱) مجمع البیان، ج ۷۔۸، ص ۳۳۱ (۲) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۷۰

وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۱﴾
وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ؕ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ
مُنْتَقِمُوْنَ ﴿۲۲﴾
وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى
لِّبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۲۳﴾
وَ جَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ؕ وَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۲۴﴾
اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۲۵﴾

---

(۲۱) اور ہم آخرت کے بڑے عذاب سے پہلے انھیں دنیا میں کسی نہ کسی چھوٹے عذاب کا مزہ چکھائیں گے شاید وہ (ہماری طرف) لوٹ آئیں۔

(۲۲) اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جسے اس کے رب کی آیتوں کے ذریعے نصیحت کی گئی پھر اس نے ان سے منہ موڑ لیا یقیناً ہم مجرمین سے انتقام لیں گے۔

(۲۳) اور بے شک ہم نے ہی موسیٰ کو کتاب عطا کی لہٰذا ان کی لقاء (ملاقات) کے بارے میں آپ کو کوئی شک نہیں ہونا چاہیے اور ہم نے اس کتاب کو بنی اسرائیل کے لیے ہدایت قرار دیا۔

(۲۴) اور جب انھوں نے صبر کیا تو ہم نے ان میں سے ایسے امام مقرر کیے جو ہمارے امر کی ہدایت کرتے تھے اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔

(۲۵) بے شک آپ کا رب ہی قیامت کے دن ان کے مابین فیصلہ کردے گا جس کے بارے میں یہ لوگ اختلاف کیا کرتے تھے۔

---

(۲۱) وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ

اور ہم آخرت کے بڑے عذاب سے پہلے انھیں دنیا میں کسی نہ کسی چھوٹے عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ یعنی قبل اس کے کہ وہ آخرت تک پہنچیں۔

تفسیر قمی میں ہے فرمایا الْعَذَابِ الْاَدْنٰى سے مراد رجعت کا عذاب ہے جو تلوار سے ہوگا۔[۱]

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۷۰

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ

شاید وہ (ہماری طرف) لوٹ آئیں۔

فرمایا کہ وہ لوگ رجعت میں لوٹائے جائیں گے تاکہ انھیں عذاب دیا جائے۔[۱]

تفسیر البیان میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ عذاب الادنیٰ سے مراد عذاب قبر ہے۔[۲]

فرمایا اور زیادہ تر روایات میں امام باقر اور امام صادق علیہما السلام سے مروی ہے کہ الْعَذَابِ الْاَدْنٰی سے دابہ کا نکلنا اور دجال کا آنا ہے۔[۳]

تفسیر قمی میں امام باقر علیہ السّلام سے روایت ہے فرمایا کہ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السّلام اور ولید بن عقبہ کے درمیان باہم جھگڑا ہوا ولید بن عقبہ جو فاسق تھا اس نے کہا کہ میں خدا کی قسم آپ سے زیادہ فصیح اللّسان ہوں اور نیزے بازی میں آپ کے مقابلے میں تیز ہوں اور لشکر کشی میں حملہ کرتے وقت آپ سے افضل ہوں تو حضرت علی علیہ السّلام نے فرمایا خاموش ہوجا تو تو فاسق ہے تو اس وقت اللہ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔[۴]

کتاب احتجاج میں امام حسن مجتبیٰ علیہ السّلام سے ایک حدیث میں مروی ہے اے ولید بن عقبہ جہاں تک تیرا تعلق ہے اگر تو علی سے بغض رکھتا ہے تو میں تجھے اس پر ملامت نہیں کروں گا اس لیے کہ انھوں نے شراب نوشی پر تجھے اسّی کوڑے مارے اور غزوۂ بدر میں تمھارے باپ کو اپنے ہاتھ سے بھوکا پیاسا قتل کیا ہے تم انھیں کیسے گالی دے سکتے ہو اللہ تبارک وتعالیٰ نے انھیں قرآن کریم کی دس آیتوں میں مومن کے نام سے یاد کیا ہے اور تمھارا نام فاسق رکھا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ۭ لَا يَسْتَوٗنَ۔[۵]

میں (فیض کاشانی) کہتا ہوں طریق عامہ اور خاصہ سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ یہ آیتیں حضرت علی علیہ السّلام اور ولید کے بارے میں نازل ہوئیں۔[۶]

(۲۲) وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ۭ

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جسے اس کے رب کی آیتوں کے ذریعے نصیحت کی گئی پھر اس نے ان سے منہ موڑ لیا۔

ان آیات میں غور وفکر نہیں کیا پھر اس سے بھی زیادہ انوکھی بات آیات کے واضح ہونے اور نصیحت کے بعد اسباب سعادت کی طرف رہبری کرنے کے باوجود ان آیات سے روگردانی کی۔

اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ یقیناً ہم مجرمین سے انتقام لیں گے۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۷۰ (۲) مجمع البیان، ج ۷-۸، ص ۳۳۲ (۳) مجمع البیان، ج ۷-۸، ص ۳۳۲
(۴) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۷۰ (۵) الاحتجاج، ج ۱، ص ۴۱۲
(۶) الکشاف، ج ۴، ص ۵۱۴ وتفسیر نیشاپوری غرائب القرآن ورغائب الفرقان وتفسیر طبری، ج ۲۱، ص ۶۸ والبحر المحیط، ج ۷، ص ۲۰۳ وتفسیر ابن عباس، ص ۳۴۸ وشواہد التنزیل، ج ۱، ص ۵۸۴، ح ۶۲۶ ومجمع البیان، ج ۷-۸، ص ۳۳۲ وتفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۷۰

تو پھر اس کی کیفیت کیا ہوگی جو ہر ظالم سے بڑھ کر ظالم ہے۔

(۲۳) وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ اور بے شک ہم نے ہی موسیٰ کو کتاب عطا کی۔

فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ

لہٰذا ان کی لِقاء (ملاقات) کے بارے میں آپ کو کوئی شک نہیں ہونا چاہیے کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ہے آخرت میں موسیٰ علیہ السّلام کی ان کے رب سے ملاقات، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسی ہی روایت وارد ہوئی ہے۔[۲]

وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اور ہم نے اس کتاب کو بنی اسرائیل کے لیے ہدایت قرار دیا۔

(۲۴) وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا

اور جب انھوں نے صبر کیا تو ہم نے ان میں سے ایسے امام مقرر کیے جو ہمارے امر کی ہدایت کرتے تھے۔

تفسیر قمی میں ہے فرمایا اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ تھا کہ ان پر جو مصیبتیں پڑیں گی وہ ان پر صبر کریں گے تو اس نے انھیں امام بنا دیا۔[۳]

امام صادق علیہ السّلام اپنے والد گرامی سے اور وہ اپنے آباؤ اجداد سے روایت کرتے ہیں فرمایا کہ کتاب خدا میں دو طرح کے امام ہیں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا....'' وہ ہمارے امر کی ہدایت کریں گے نہ کہ لوگوں کے امر کی وہ اپنے امر سے پہلے اللہ کے امر کو مقدم رکھیں گے اور اللہ کے حکم کو اپنے حکم پر فوقیت دیں گے۔[۴]

وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔

چوں کہ ان آیتوں میں ان کی نظر بہت گہری تھی۔

(۲۵) اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

بے شک آپ کا رب ہی قیامت کے دن ان کے مابین فیصلہ کردے گا وہ باطل سے حق کے مطابق فیصلہ کردے گا اس طرح کہ صاحبانِ حق کو صاحبانِ باطل سے متمیز کردے گا۔

فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ جس کے بارے میں یہ لوگ اختلاف کیا کرتے تھے۔

دینی امر سے متعلق۔

---

(۱) مجمع البیان، ج ۷۔۸، ص ۳۳۴

(۲) کہا گیا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ کتاب کے ملنے کے بارے میں کوئی شک نہ کریں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ (نمل: ۲۷، آیت: ۶) (بلاشبہ آپ کو تو ایک حکم اور علیم کی جانب سے یہ قرآن سکھایا جاتا ہے) ہم نے اسی طرح آپ کو کتاب مرحمت فرمائی جس طرح ہم نے موسیٰؑ کو دی یہ انوکھی بات نہیں ہے کہ آپ شک کریں یا مفہوم یہ ہوگا کہ موسیٰ کی کتاب سے ملاقات یا روز قیامت آپ کی موسیٰؑ سے ملاقات یا شبِ معراج موسیٰؑ سے ملاقات جیسا کہ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دیکھا تھا۔

(۳) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۷۰ (۴) مجمع البیان، ج ۲، ص ۱۷۱

اَوَلَمۡ یَهۡدِ لَهُمۡ كَمۡ اَهۡلَكۡنَا مِنۡ قَبۡلِهِمۡ مِّنَ الۡقُرُوۡنِ یَمۡشُوۡنَ فِیۡ مَسٰكِنِهِمۡ ؕ
اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ ؕ اَفَلَا یَسۡمَعُوۡنَ ﴿۲۶﴾
اَوَلَمۡ یَرَوۡا اَنَّا نَسُوۡقُ الۡمَآءَ اِلَی الۡاَرۡضِ الۡجُرُزِ فَنُخۡرِجُ بِهٖ زَرۡعًا تَاۡكُلُ
مِنۡهُ اَنۡعَامُهُمۡ وَاَنۡفُسُهُمۡ ؕ اَفَلَا یُبۡصِرُوۡنَ ﴿۲۷﴾
وَ یَقُوۡلُوۡنَ مَتٰی هٰذَا الۡفَتۡحُ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۲۸﴾
قُلۡ یَوۡمَ الۡفَتۡحِ لَا یَنۡفَعُ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡۤا اِیۡمَانُهُمۡ وَ لَا هُمۡ یُنۡظَرُوۡنَ ﴿۲۹﴾
فَاَعۡرِضۡ عَنۡهُمۡ وَانۡتَظِرۡ اِنَّهُمۡ مُّنۡتَظِرُوۡنَ ﴿۳۰﴾ ع

(۲۶) کیا انھیں کوئی رہنمائی نہیں ملی کہ ان سے پہلے ہم کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں جن کی رہائش گاہوں میں یہ چل پھر رہے ہیں بے شک اس بات میں بے شمار نشانیاں ہیں کیا یہ سنتے نہیں ہیں؟
(۲۷) کیا انھوں نے غور نہیں کیا کہ ہم ایک بے آب و گیاہ زمین کی طرف پانی کو بہا کر لے آتے ہیں پھر اسی زمین سے فصلیں اگتی ہیں جس میں سے ان کے چوپایوں کو چارہ ملتا ہے اور یہ خود بھی کھاتے ہیں کیا یہ دیکھتے نہیں۔
(۲۸) اور وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو بتلاؤ فیصلے کا دن کب آئے گا۔
(۲۹) اے نبی آپ فرما دیجیے کہ فیصلے کے دن کافروں کا ایمان لانا ان کے لیے منفعت بخش نہ ہوگا اور نہ ہی انھیں کوئی مہلت دی جائے گی۔
(۳۰) آپ ان سے روگردانی کریں اور انتظار کریں وہ لوگ بھی انتظار کر رہے ہیں۔

(۲۶) اَوَلَمۡ یَهۡدِ لَهُمۡ كَمۡ اَهۡلَكۡنَا مِنۡ قَبۡلِهِمۡ مِّنَ الۡقُرُوۡنِ
کیا انھیں کوئی رہنمائی نہیں ملی کہ ان سے پہلے ہم کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں یعنی ان لوگوں کی کثیر تعداد کے بارے میں جنھیں ہم نے ہلاک کیا ہے۔
یَمۡشُوۡنَ فِیۡ مَسٰكِنِهِمۡ ؕ
جن کی رہائش گاہوں میں یہ چل پھر رہے ہیں۔
کہا گیا ہے یعنی مکہ کے باشندہ اپنی تجارت کے سلسلے میں ان کے شہروں سے گزرتے ہیں۔[۱]

(۱) بیضاوی انوار التنزیل، ج ۲، ص ۲۳۷

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ ؕ اَفَلَا یَسْمَعُوْنَ

بے شک اس بات میں بے شمار نشانیاں ہیں کیا یہ سنتے نہیں ہیں؟

ایسا سننا جس میں تفکر اور نصیحت ہو۔

(۲۷) اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ

کیا انھوں نے غور نہیں کیا کہ ہم ایک بے آب و گیاہ زمین کی طرف پانی کو بہا کر لے آتے ہیں۔

اَلْاَرْضِ الْجُرُزِ ایسی زمین جس کے نباتات کٹ گئے ہوں اور ختم ہو چکے ہوں۔

تفسیر قمی میں ہے یعنی ایسی زمین جو ویران ہو۔[1]

فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ

پھر اسی زمین سے فصلیں اگتی ہیں جس میں سے ان کے چوپایوں کو چارہ ملتا ہے۔

جیسے انجیر اور پتے۔

وَاَنْفُسُهُمْ ؕ

اور یہ خود بھی کھاتے ہیں۔

جیسے اناج اور کھجور۔

اَفَلَا یُبْصِرُوْنَ

کیا یہ دیکھتے نہیں ہیں۔

تا کہ وہ اس کے ذریعے اللہ کی کمال قدرت اور اس کے فضل و کرم پر استدلال کریں۔

(۲۸) وَ یَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ

اور وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو بتاؤ ''فیصلے کا دن کب آئے گا''

اگر تم اپنے وعدے میں سچے ہو۔

(۲۹) قُلْ یَوْمَ الْفَتْحِ لَا یَنْفَعُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِیْمَانُهُمْ وَ لَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ

اے نبی آپ فرما دیجیے کہ فیصلے کے دن کافروں کا ایمان نہ لانا ان کے لیے منفعت بخش نہ ہوگا اور نہ ہی انھیں مہلت دی جائے گی۔

وَ لَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ کے معنی میں نہ ہی انھیں کسی قسم کی مہلت دی جائے گی۔

(۳۰) فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ

آپ ان سے روگرانی کریں۔

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۷۱

وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ

اور انتظار کریں وہ لوگ بھی انتظار کر رہے ہیں۔

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ ضرب المثل ہے جسے اللہ نے رجعت اور قائم علیہ السّلام کے بارے میں بیان کی ہے پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں رجعت کے بارے میں بتایا تو انھوں نے دریافت کیا کہ وہ کب ہوگی؟ ''..... مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ'' (السجدۃ:۳۲، آیت:۲۸) اور یہ معطوف ہے اللہ کے قول وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ .....(السجدۃ ۳۲، آیت:۲۱) پر۔[۱]

کتاب ثواب الاعمال اور تفسیر مجمع البیان میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جو بھی سورۂ سجدہ کو ہر شب جمعہ پڑھے گا تو خداوند عالم اس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دے گا اور اس سے جو کچھ بھی ہوا ہو اس کا حساب نہیں لے گا اور وہ شخص محمدؐ اور اہل بیت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رفیقوں میں سے ہوگا۔[۲]

کتاب ثواب الاعمال میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے جو بھی جنت اور اس کی خوبیوں کا مشتاق ہو اسے چاہیے کہ وہ سورۂ واقعہ پڑھے اور جو یہ چاہتا ہے کہ جہنم کے اوصاف پر نظر کرے تو اسے چاہیے کہ وہ سورۂ سجدہ اور لقمان پڑھے۔[۳]

کتاب خصال میں امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ عزائم چار ہیں اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ اور وَالنَّجْمِ اور تَنْزِيْلُ السَّجْدَة اور حٰمٓ السَّجْدَہ اور اللہ بہتر جانتا ہے۔[۴]

الحمدللہ تفسیر صافی کی پانچویں جلد کا ترجمہ ۳ ستمبر ۲۰۱۱ء

مطابق ۴ شوال المکرم ۱۴۳۲ھ ۲ بجے دن مکمل ہوا

---

(۱) تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۷۱

(۲) ثواب الاعمال، ص ۱۱۰ و مجمع البیان، ج ۷۔۸، ص ۳۲۵۔

(۳) ثواب الاعمال، ص ۱۱۷

(۴) الخصال، ص ۳۵۲، ح ۱۲۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابوالرضا حافظ آفتاب احمد نقشبندی برکاتی

مستند پروف ریڈر / وزارت مذہبی امور، حکومت پاکستان۔ اسلام آباد

تصدیق نامہ

میں نے ادارہ نشر دانش، بلوچرس امریکہ کے مطبوعہ رسالہ / کتاب / قرآن پاک کی تفسیر صافی جلد پنجم

کو بغور پڑھا اور اسکے تمام اعراب وحروف کو چیک کیا۔ اس میں جو اغلاط تھیں وہ درست کردی گئی ہیں۔

میں تصدیق کرتا ہوں کہ مذکورہ بالا رسالہ / کتاب / قرآن پاک کی تفسیر صافی ہر قسم کی اغلاط سے مبرّا ومنزّہ ہے۔

فقط

ابوالرضا حافظ آفتاب احمد نقشبندی برکاتی

مستند پروف ریڈر وزارت مذہبی امور

حکومت سندھ۔ کراچی۔

المدقق

السید محمد عظمت علی

ریسرچ ورجسٹریشن آفیسر اوقاف سندھ

25-3-2014

السید محمد عظمت علی

سیّد محمد عظمت علی نوری

ریسرچ ورجسٹریشن آفیسر

(محکمہ اوقاف سندھ) کراچی

دارالعلوم احسن البرکات، شارع مفتی محمد خلیل خان برکاتی حیدرآباد۔